أَنْوَارُ الْبَيَان

فِي حَلِّ

لُغَاتُ الْقُرْآن

حصہ سوئم

تالیف

علی محمد پی۔ سی۔ ایس ایڈیشنل کمشنر (ریٹائرڈ)

الناشر

مکتبہ سید احمد شہید

۱۰۔ الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

انوار البیان

فی حل

لغات القرآن

حصہ سوم

تالیف

علی محمد ایڈیشنل کمشنر ریٹائرڈ

الناشر
مکتبہ سید احمد شہید رحمہ اللہ
۱۰- الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

دُعا کی درخواست

بصد حسرت یہ بات لکھی جارہی ہے کہ
مؤلف انوار البیان فی حل لغات القرآن
جلد ثالث ورابع کی طباعت کے وقت
دار آخرت کی طرف رحلت کر چکے ہیں
تمام قارئین سے درخواست ہے کہ جب بھی
اس کتاب کا مطالعہ کریں تو مؤلف
جناب چوہدری علی محمد رحمۃ اللہ علیہ
کے لئے ضرور بالضرور دعاءِ مغفرت کریں کہ
اللہ تعالیٰ ان کی یہ سعی جمیلہ قبول فرمائے اور
دار آخرت میں جنت الفردوس نصیب فرمائے

آمین

یارب العالمین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَمَنْ یَّقْنُتْ (۲۲)

اَلْاَحْزَاب ، سَبَا ، فَاطِر ، یٰسٓ :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

۳۳:۳۱ == وَمَنْ يَّقْنُتْ : میں واؤ عاطفہ ہے جملہ ہٰذا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے مَنْ شرطیہ ہے یَقْنُتْ مضارع مجزوم (بوجہ شرط) واحد مذکر غائب۔ مذکر کا صیغہ مَنْ کی رعایت سے لایا گیا ہے۔ قَنَتَ يَقْنُتُ (باب نصر) قُنُوْتًا۔ خشوع و خضوع کرنا۔ خاکساری کرنا۔ مطیع ہونا۔ اطاعت کرنا۔ نماز میں دعا کرنا۔ (دعائے قنوت) وَمَنْ يَّقْنُتْ اور جو تابعداری کریگی

== مِنْكُنَّ۔ مِنْ بیانیہ ہے تبعیض کے لئے نہیں ہے۔ كُنَّ ضمیر جمع مؤنث حاضر۔ تم میں سے۔

== وَتَعْمَلْ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ تَعْمَلْ مضارع مجزوم بوجہ شرط واحد مؤنث غائب، صیغہ تانیث رعایت معنی کے لحاظ سے۔ تَعْمَلْ کا عطف يَقْنُتْ پر ہے۔ اور جو عمل کرے گی۔ وَتَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا اور جو تم میں سے نیک عمل کرے گی!

== نُؤْتِهَا۔ مضارع جمع متکلم هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جوابِ شرط تو ہم اس کو دیں گے۔ اِيْتَاءٌ (افعال) مصدر۔

== اَجْرَهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر نُؤْتِ کا مفعول۔ اس عورت کا ثواب۔ اس عورت کے عمل کا اجر۔

== مَرَّتَيْنِ۔ دو مرتبہ۔ دوبار۔ دوچند، دوہرا (دوسروں کی نسبت دوگنا) مِثْلَی ثوابِ غیرِ هَا۔

== اَعْتَدْنَا۔ ماضی جمع متکلم اِعْتَادٌ (افعال) مصدر سے۔ ہم نے تیار کر رکھا ہے۔ عد دمادّہ۔ اِعْتَادٌ اصل میں اعداد تھا۔ دال اول کو تاء میں بدل دیا گیا ہے۔ الاعداد (افعال) کے معنی ہیں تیار کرنا۔ مہیا کرنا یہ عَدٌّ سے ہے جیسے سَقْيٌ سے اِسْقَاءٌ۔ اور اَعْدَدْتُ لَكَ هٰذَا کے معنی ہیں۔ میں نے یہ چیز تمہارے لئے تیار کر دی ہے

کہ تم اسے شمار کر سکتے ہو اور جس قدر چاہو حسبِ ضرورت اس سے لے سکتے ہو۔
اَعَدَّ اور اَعْتَدَ ہم معنی ہیں مثلاً وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ (۹ : ۱۰۰) اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں اور وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (۴ : ۱۸) ایسے لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔
اَعْتَدْنَا (اِعْتَادٌ) مادہ ع ت د سے بھی مشتق ہو سکتا ہے اَلْعَتَادُ کے معنی ضرورت کی چیزوں کا ذخیرہ کر لینا ہے اور یہی معنی ہیں اِعْدَادٌ کے اور اَعْتَدْنَا کا عطف نُؤْتِهَا پر ہے۔
= رِزْقًا كَرِيْمًا۔ موصوف وصفت۔ عمدہ نعمت۔ عزت والی روزی۔
صفت موصوف مل کر اَعْتَدْنَا کا مفعول۔ رِزْقٌ سے مراد محض کھانے پینے والی اشیاء ہی نہیں یہ ایک وسیع المعانی لفظ ہے۔ اور ہر قسم کی نعمتوں کو شامل ہے۔
نُؤْتِهَا۔ اَجْرَهَا اور اَعْتَدْنَا لَهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع اسم موصول مَنْ ہے۔
۳۳ : ۳۲ = يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ۔ يَا حرف ندا۔ نِسَآءَ النَّبِيِّ مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ۔
= لَسْتُنَّ ماضی۔ جمع مؤنث حاضر۔ لَيْسَ سے۔ تم نہیں ہو۔
لَيْسَ فعل ناقص ہے ماضی کا معنی رکھتا ہے ماضی کی پوری گردان بھی آتی ہے لیکن مضارع امر، اسم فاعل، اسم مفعول اس سے مشتق نہیں ہوتے۔ اس لئے غیر منصرف کہلاتا ہے۔
دوسرے افعال ناقصہ کی طرح اس کا اسم بھی مرفوع اور خبر منصوب آتی ہے۔
= كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ۔ عورتوں میں سے کسی ایک کی طرح ای لیس کل واحد منکن کشخص واحدٍ من نسآء عصرکن تم میں سے کوئی ایک اپنے وقت کی عورتوں میں سے کسی ایک کی مانند نہیں ہے (یعنی تم ان سے افضل ہو بوجہ شرفِ زوجیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)
= اِنِ اتَّقَيْتُنَّ اِنْ حرف شرط ہے اِتَّقَيْتُنَّ ماضی جمع مؤنث حاضر۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ اگر تم سب پرہیزگاری کرو۔ اگر تم سب ڈرتی رہو۔
= فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ۔ فَا سببیت کا ہے لَا تَخْضَعْنَ فعل نہی جمع مؤنث حاضر۔ پس تم نرمی اختیار مت کرو۔ تم ملائمت نہ کرو۔ خُضُوْعٌ مصدر

(باب فتح) نرمی کرنا۔ تواضع اختیار کرنا۔ یہاں مراد بات چیت میں ملائمت اختیار کرنا ہے ای ان استقبلتن احدا من الرجال فلا تخضعن۔ اگر تم کسی آدمی سے دوچار ہو تو کلام میں نرمی اختیار مت کرو۔

(ف) ان اتقیتن جملہ شرطیہ ہے اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہیں۔

١۔ لستن کاحد من النسآء جواب شرط ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا:

اگر تم نے پرہیزگاری اختیار کی تو تم دوسری عورتوں میں سے کسی دوسری عورت کی مانند نہیں ہو (یعنی اس صورت میں تم اس سے افضل ہوگی)

یا۔ ٢۔ اس جملہ شرطیہ کا جواب: فَلَا تَخْضَعْنَ ہے ای ان اردتن التقوٰی فلا تخضعن یعنی اگر تم پرہیزگاری اختیار کرنا چاہو تو پھر (کلام میں) ملائمت اختیار مت کرو۔

= فَیَطْمَعَ۔ ف تعقیب یا سببیت کا ہے یَطْمَعَ مضارع واحد مذکر غائب طَمْعٌ مصدر (باب فتح) مضارع کا نصب بوجہ جواب نہی کے ہے۔ (مبادا) وہ طمع کرنے لگے۔ لالچ کرنے لگے۔ ضمیر فاعل کا مرجع الذی فی قلبہ مرض وہ شخص جس کے دل میں روگ ہے۔

= قُلْنَ۔ فعل امر جمع مؤنث حاضر۔ قَوْلٌ مصدر (باب نصر) تم بات کرو، تم کلام کرو۔

= قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔ القول المعروف الذی لا تنکرہ الشریعۃ ولا النفوس۔ قول معروف وہ ہے کہ نہ شریعت ناپسند کرے اور نہ لوگوں کی دل آزاری کا باعث ہو۔

٣٣ : ٣٣ = وَقَرْنَ۔ واؤ عطف کا ہے۔ قَرْنَ۔ قَرَّ یَقَرُّ (باب سمع) قرار سے امر کا صیغہ جمع مؤنث حاضر۔ قَرْنَ اصل میں اِقْرَرْنَ تھا۔ را اول کو حذف کیا اور اس کی فتح ماقبل کو دی۔ قَ کی حرکت سے ہمزہ وصل کی ضرورت نہ رہی لہٰذا اُسے گرا دیا گیا۔ قَرْنَ ہو گیا۔ تم عورتیں قرار پکڑو یا ٹھہری رہو۔

بعض نے اسے باب ضرب سے لیا ہے اس صورت میں امر کا صیغہ جمع مؤنث حاضر اِقْرِرْنَ ہوگا۔ اور قرأت قِرْنَ ہوگی۔

علامہ زمخشری رحمہ اللہ نے ابوالفتح ہمدانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ یہ قَارَ یَقَارُ قَوْرٌ سے امر ہے قَوْرٌ کے معنی سمٹنا اور اکٹھا ہونا اور منقطع ہونا کے ہیں

اور القَارَۃُ اس چھوٹی پہاڑی کو کہتے ہیں جو دوسری پہاڑیوں کے سلسلہ سے علیحدہ ہو الگ تھلگ اور منقطع ہو پس قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ کے معنی ہوئے ، تم اپنے گھروں میں ہی رہو اور باہر مت نکلو۔

= لَا تَبَرَّجْنَ فعل نہی جمع مؤنث حاضر۔ تم آرائش و نمائش نہ کرو۔

تَبَرُّجٌ (تفعّل) مصدر جس کے معنی ہیں نمایاں ہونا۔ ابھرنا اور کھل کر سامنے آنا۔ ہر ظاہر اور مرتفع چیز کے لئے عرب لفظ بَرَج استعمال کرتے ہیں بُرْج کو بُرْج اس کے ظہور اور ارتفاع کی بنا پر ہی کہا جاتا ہے بادبانی کشتی کے لئے بارجہ کا لفظ بھی اسی لئے بولا جاتا ہے کہ اس کے بادبان دور سے نمایاں ہوتے ہیں)۔

ثَوْبٌ مُبَرَّجٌ اس کپڑے کو کہتے ہیں جس پر برجوں کی تصویریں بنی ہوئی ہوں۔ پھر اس میں معنی حسن کا اعتبار کر کے تبرجت المرأۃ کا محاورہ استعمال کرتے ہیں یعنی عورت نے مزین کپڑے کی طرح آرائش کا اظہار کیا۔

بعض کے نزدیک محاورہ کا معنی ہے عورت اپنے قصر سے ظاہر ہوئی۔ پس وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی۔ کا معنی ہوا، جس طرح عورتیں جاہلیت کے پہلے زمانہ میں اظہار تجمل کر کے اپنے محلات سے نکلا کرتی تھیں اسی طرح اب مت نکلو اور زینت نہ دکھاؤ۔

تَبَرَّجْنَ اصل میں تَتَبَرَّجْنَ تھا۔ ایک تاء کو حذف کر دیا گیا۔

= اَلْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی ۔ موصوف وصفت، سابق دورِ جاہلیت، موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ تَبَرُّجَ مصدر (خود نمائی) مضاف ، مضاف اور مضاف الیہ مل کر مفعول۔

= اَقِمْنَ فعل امر۔ جمع مؤنث حاضر، اِقَامَۃٌ (باب افعال) مصدر، تم قائم کرو۔ تم درست کرو

= اٰتِیْنَ ۔ امر کا صیغہ جمع مؤنث حاضر، اطاعۃ (افعال) مصدر۔ تم اطاعت میں رہو۔ تم حکم مانو۔

= لِیُذْھِبَ ۔ لام تعلیل کا ہے یُذْھِبَ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اِذْھَابٌ (افعال) مصدر مضارع کا نصب بوجہ لام تعلیل کے ہے۔ تاکہ لے جائے زائل کر دے۔ دور کر دے۔

= اَلرِّجْسَ ۔ ناپاکی۔ گندگی، پلیدی۔ عقوبت ، عذاب ، اس کی جمع اَرْجَاسٌ ہے۔ اس کی چار صورتیں ہیں۔ (۱) طبیعت کی جہت سے مثلاً مردار، (۲) شرعی لحاظ سے

مثلاً جوا. شراب، (۳) عقلی جہت سے مثلاً شرک، (۴) ہر سہ کی رو سے مثلاً مردار،
== اَهْلَ الْبَيْتِ ۔ مضاف مضاف الیہ، اس سے قبل یا، حرفِ ندا محذوف ہے جس کی وجہ سے مضاف منصوب ہے۔

اھل بیت سے مراد ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ لیکن لفظ کے عموم میں ازواج نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ بھی ہستیاں داخل ہیں۔

== يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۔ يُطَهِّرَ مضارع منصوب بوجہ عمل لام تعلیل۔ واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر (اہل بیت کی طرف راجع ہے) تَطْهِيْرًا مصدر منصوب تاکیدًا لایا گیا ہے۔ اول تو باب تفعیل خود مبالغہ کو متضمن ہے اس پر تاکید مزید کے لئے مصدر منصوب لاکر فعل کی کیفیت کو بدرجہ اتم بیان کیا گیا ہے۔ یعنی تم کو خوب ہی پاک وصاف کردے اور طہارت کا درجہ کامل واعلیٰ نصیب کردے۔

۳۳: ۳۴ == اُذْكُرْنَ ۔ ذِكْرٌ سے امر کا صیغہ جمع مؤنث حاضر (باب نصر) تم یاد کرو مَا اسم موصول ہے اور اذکرن کا مفعول۔ يُتْلٰى مضارع مجہول واحد مذکر غائب اس کا مفعول مالم یسم فاعلہ مَا ہے مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ میں مِنْ تبعیض کا ہے مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ سے مراد القرآن ہے وَالْحِكْمَةِ ای ومن الحکمۃ حکمت کی باتیں۔
ترجمہ یوں ہوگا،

اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیات اور حکمت کی باتیں تم کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو (اور مت بھولو)

اذکرن سے مراد اذکرن للناس بھی ہوسکتا ہے یعنی خود بھی عمل کرو اور دوسروں تک بھی اسے پہنچاؤ۔

== لَطِيْفًا (بہت باریک بین) صفت مشبہ کا صیغہ ہے)
== خَبِيْرًا ۔ (بہت خبر والا۔ صفت مشبہ کا صیغہ) دونوں بوجہ كَانَ کی خبر کے منصوب ہیں

۳۳: ۳۵ == الْقٰنِتِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر قَانِتٌ واحد قٰنِتٰتٍ جمع مؤنث، قُنُوْتٌ سے اطاعت گزار۔ فرمانبردار۔
== اَلْخٰشِعِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر، خُشُوْعٌ سے فروتنی کرنے والا۔ عاجزی کرنے والے خشوع خضوع کرنے والے۔ ڈرنے والے۔ خَاشِعٌ واحد خٰشِعٰتٌ جمع مؤنث۔
== اَلْمُتَصَدِّقِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر اَلْمُتَصَدِّقُ واحد۔ المتصدّقٰتِ جمع

مؤنث، خیرات یا صدقہ دینے والے۔ مرد (عورتیں)

= اَلصَّائِمِیْنَ۔ روزہ دار، روزہ رکھنے والے اسم فاعل جمع مذکر صَوْمٌ سے۔

اَلصَّائِمٰتِ۔ اسم فاعل جمع مؤنث۔

= اَلْحٰفِظِیْنَ جمع مذکر اسم فاعل نگہبانی کرنے والے۔ حفاظت کرنے والے۔ نگرانی کرنے والے۔ حِفْظٌ سے حَافِظٌ واحد حٰفِظٰتٌ جمع مؤنث

= فُرُوْجَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی شرم گاہیں۔ فَرْجٌ واحد فَرَجَ یَفْرِجُ فَرْجًا (باب ضرب) کشادہ کرنا۔ دو چیزوں کے درمیان فاصلہ کرنا۔ دو چیزوں کے درمیان فاصلہ کو بھی فرج کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں دوسری جگہ ہے وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (۵۰: ۶) اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں۔ فرج بمعنی شرم گاہ کنایہ کے طور پر بولا جاتا ہے، اور کثرت استعمال کی وجہ سے اسے حقیقی معنی سمجھا جاتا ہے

= وَالْحٰفِظٰتِ ای والحفظت فروجهن۔

= اَعَدَّ اللّٰهُ۔ یہ اِنَّ کی خبر ہے۔ اَعَدَّ یُعِدُّ اِعْدَادٌ (افعال) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اس نے تیار کیا۔ اس نے تیار کر رکھا ہے۔

۳۳: ۳۶ = مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ۔ مومن مرد کا حق نہیں ہے۔ مومن مرد کے لئے یہ درست نہیں ہے۔

= قَضٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب، قَضَاءٌ وقَضَاءٌ مصدر۔ قولاً یا عملاً کسی کام کا فیصلہ کر دینا۔ اس کی چار اقسام ہو سکتی ہیں۔

۱:۔ قضاء قولی (الٰہی)۔

۲:۔ قضاء قولی البشری،

۳:۔ قضاء عملی الٰہی، قضاء ارادی (الٰہی بھی ہو سکتا ہے

۴:۔ قضاء عملی البشری،

۱:۔ قضاء قولی (الٰہی) کی مثال :۔ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (۱۷: ۲۳) اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا۔ کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

۲:۔ قضاء قولی البشری کی مثال قَضَى الْحَاكِمُ بِكَذَا۔ حاکم نے فلاں فیصلہ کیا۔

۳:۔ قضاء عملی (الٰہی) کی مثال :۔ وَاللّٰهُ يَقْضِىْ بِالْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَىْءٍ (۴۰: ۲۰) اور خدا سچائی کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے

اور جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی حکم نہیں دے سکتے۔

۴:۔ قضاء عملی (بشری) فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ (۲: ۲۰۰) پھر جب تم حج کے تمام ارکان پورے کر چکو!

اور بعض نے اس کی مندرجہ ذیل تین صورتیں تصور کی ہیں!

مثلاً (۱) (۳۳: ۳۶) نمبرا، مندرجہ بالا۔ (ب) بمعنی الخبر مثلاً وَقَضَيْنَا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ (۱۷: ۴) اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ خبر کر دی تھی کہ تم ملک میں دو بار بڑی خرابی پیدا کرو گے۔

(ج) صفۃ الفعل اذا تم: فعل کی صفت جب اس فعل کو ختم کر دیا جائے یا اس کے متعلق آخری فیصلہ کر دیا جائے۔ مثلاً فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِىْ يَوْمَيْنِ ( ) پھر دو روز میں اس نے سات آسمان بنا دیئے (صلات کے اختلاف اور سیاق کی مناسبت سے مختلف معانی مراد ہوتے ہیں)۔

اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ فرما دے۔

= اَلْخِيَرَةُ۔ اختیار۔ خَارَ يَخِيْرُ کا مصدر ہے (باب ضرب) انتخاب کرنا۔ دو چیزوں میں سے ایک کو انتخاب کرنے کا اختیار ہونا۔ الخیرۃ مؤنث غیر حقیقی ہے لہذا اس کا فعل یکونُ (بصیغہ مذکر) آیا ہے۔ گو بعض قرأتوں میں تکون (تاء تانیث کے ساتھ بھی آیا ہے)۔

= لَهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب ہے جو مؤمن و مؤمنۃ کی طرف راجع ہے۔ چونکہ مؤمن اور مومنہ سے مراد (جملہ مؤمنین (مؤمنین مؤمنات) ہیں اس لئے معنی کی رعایت سے جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

= اَمْرِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا حکم، ان کا فیصلہ۔ ان کا معاملہ۔ هُمْ ضمیر کا مرجع اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جمع کا صیغہ تعظیماً لایا گیا ہے جملہ کا ترجمہ یوں ہو گا:

جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ فرما دیں تو کسی مؤمن مرد یا مؤمن عورت کو حق نہیں پہنچتا کہ ان کے فیصلہ میں اپنی مرضی سے کام لیں۔ یا اپنا اختیار استعمال کریں۔

= مَنْ شرطیہ ہے۔ يَعْصِ مضارع مجزوم (اصل میں يَعْصِىْ تھا۔ مَنْ شرطیہ کی وجہ سے یَ ساقط ہو گئی)، صیغہ واحد مذکر غائب۔ مَنْ يَّعْصِ۔ جو نافرمانی کرے گا۔ عِصْيَانٌ

مصدر (باب ضرب)

= فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۔ میں ف سببیّت کے لئے ہے قد حرف ہے اور ماضی پر آکر اُسے ماضی قریب کے معنوں میں کر دیتا ہے ۔ نیز ماضی کے ساتھ یہ تحقیق کے معنی دیتا ہے ضَلٰلًا یہ ضَلَّ کا مصدر ہے اور فعل کے بعد تاکید کے لئے لایا گیا ہے ؛

مُبِیْنًا ۔ اسم فاعل واحد مذکر ۔ اِبَانَۃٌ مصدر سے ۔ بیان مادہ صریح ۔ ظاہر ۔ ظاہر کرنیوالا ۔ کھول دینے والا ۔ یہاں ضَلٰلًا کی صفت میں آیا ہے اور موصوف کی مناسبت سے منصوب ہے ۔ تو وہ بے شک صریح گمراہی میں مبتلا ہو گیا ۔

۳۳ : ۳۷ = اِذْ تَقُوْلُ ۔ یہ خطاب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ای اُذْکُرْ وَقْتَ قَوْلِكَ ۔ وہ وقت یا د کرو جب تو نے کہا :

= اَلَّذِیْٓ ۔ اسم موصول ہے (مراد یہاں حضرت زید بن حارثہ ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو آپ نے متبنّٰی بنایا تھا اور جن کے ساتھ آپ نے اپنی پھوبھی زاد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کر دیا تھا ۔ جو بعد میں بوجہ اختلاف طبائع ودیگر وجوہ آپس میں علیحدگی پر منتج ہوا ۔

ان حضرت زینب کو بعد میں بمنشائے ایزدی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجیت میں داخل فرمایا)

= اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ ۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا (کہ حضرت زینب زید بن حارثہ کو غلامی سے آزاد کرایا ۔ اسلام کی توفیق عطا فرمائی اور خصوصًا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ تربیت حاصل کرنے کی توفیق دی ۔)

= اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ ۔ جس پر تو نے بھی احسان کیا (کہ ان کو اپنی قربت میں لیا ۔ ان کو اپنا متبنّٰی قرار دیا ۔ اور ان پر خصوصی احسانات فرمائے اور احسن طور پر اس کی تربیت فرمائی اور سب سے بڑھ کر احسان یہ کہ ان کا نکاح اپنے خاندان کی اور قریبی معزز خاتون سے کرا دیا)

= اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ (یہ وہ فرمان ہے جو حضرت زید سے آپ نے فرمایا)

اَمْسِكْ اِمْسَاكٌ سے فعل امر واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے تو روک رکھ ۔ اپنے پاس اپنی بیوی کو (یعنی اسے طلاق نہ دے ۔

اِتَّقِ ۔ اِتِّقَاءٌ (باب افتعال) سے فعل امر واحد مذکر حاضر ۔ تو ڈر ۔ مادہ وقی ۔

= وَ تُخْفِیْ واؤ عاطفہ ہے جملہ کا عطف تَقُوْلُ پر ہے (یہ اللہ کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے) اور تو چھپاتا ہے' اور تو مخفی رکھتا ہے۔ یا چھپائے ہوئے ہے۔ مخفی رکھے ہوئے ہے۔

= مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ۔ مَا موصولہ ہے مُبْدِیْ اسم فاعل واحد مذکر۔ مضاف ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب مضاف الیہ ہے اِبْدَاءٌ (افعال) مصدر، جس کو اللہ تعالیٰ عنقریب ظاہر فرمانے والا ہے۔

مَا موصول سے کیا مراد ہے مفسرین نے اس کی وضاحت میں حضرت علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول سے اتفاق کیا ہے والمراد بالموصول: مَا اوحی اللّٰه تعالٰی به الیه ان زینب سیطلقها زید و یتزوجها بعدہ النبی علیه الصلوٰة والسلام۔ مَا اسم موصول سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وہ وحی ہے کہ زید عنقریب زینب کو طلاق دیدیں گے اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی زوجیت میں لے لیں گے۔

حضرات قاضی عیاض، زہری، ابوبکر العلار، قاضی ابوبکر بن العربی رحمہم اللہ تعالیٰ اس پر متفق ہیں۔

اس وحیِ الٰہی کے باوجود قدرتی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ تھا کہ چونکہ یہ نکاح عرفِ عام اور رواج کے خلاف ہوگا۔ اور اہل قوم و قبیلہ طنز کریں گے کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کرلیا۔ اسی کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ لوگوں سے مت ڈریئے ان سے کہیں زیادہ حقدار اللہ ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

= وَتَخْشَى النَّاسَ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ تَخْشٰی مضارع واحد مذکر حاضر خَشْيَةٌ مصدر (باب سمع) تو ڈرتا ہے

= اَنْ تَخْشٰهُ میں اَنْ مصدریہ ہے تَخْشٰهُ تو اس سے ڈرے۔

وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ جملہ حالیہ ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ تو اس سے ڈرے۔

= قَضٰى مِنْهَا وَطَرًا۔ قَضٰی کے لئے ملاحظہ ہو ۳۳: ۳۶ مذکورہ بالا۔

= وَطَرًا۔ اسم مفرد۔ حاجت، ضرورت اَوْطَارٌ جمع۔ (جب) زید نے اس سے یعنی حضرت زینب سے) اپنی حاجت کو ختم کرلیا۔ یعنی جب زید کا زینب سے کوئی تعلق نہ رہا یعنی اس نے

طلاق دیدی اور مدتِ عدت بھی ختم ہو گئی۔ قضاء وطر کا اطلاق اس صورت میں ہوتا ہے جب کوئی بھی واسطہ فریقین میں باقی نہ رہے۔ اور یہ صورت تبھی وقوع پذیر ہوتی ہے جب طلاق بر مدتِ عدت بھی گذر جائے۔

= زَوَّجْنٰكَهَا۔ زَوَّجْنَا ماضی جمع متکلم كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مفعول اول۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ مفعول ثانی۔ ہم نے وہ تیرے نکاح میں دیدی۔

= حَرَجٌ مضائقہ۔ تنگی۔ گناہ۔ حرج۔

= فِيْ۔ سے یہاں مراد فی حق تزوج۔ زوجیت میں لینے کے حق کے متعلق۔

= اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ۔ اَدْعِيَاء۔ دَعِيٌّ (بروزن فعیل) کی جمع ہے بمعنی مفعول: دَعْوٌ (ناقص واوی) سے ہے۔ دَعِيٌّ بمعنی مَدْعُوٌّ جس کو پکارا گیا ہو۔ یعنی جس کو بیٹا کہہ پکارا گیا ہو۔ منہ بولا بیٹا۔ لے پالک۔

اَدْعِيَآئِهِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر اَزْوَاجِ مضاف کا مضاف الیہ۔

فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ ان کے لے پالک بیٹوں کی بیویوں کو زوجیت میں لینے کے بارہ میں۔

= اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ جب وہ (لے پالک) اپنی بیویوں سے بالکل قطع تعلق کرلیں (یعنی طلاق دیدیں اور پھر مدت عدت بھی گذر جائے تاکہ رجوع کا امکان بھی باقی نہ رہے۔

= وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا (یہ تھا اللہ تعالیٰ کا حکم کہ لے پالک بیٹوں کی بیویوں سے نکاح جائز ہے) اور اللہ کا (یہ حکم) پورا ہو کر (ہی) رہنے والا تھا۔

۳۳ : ۳۸ = فَرَضَ: ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب فَرْضٌ مصدر (باب ضرب) اَلْفَرْضُ کے معنی سخت چیز کو کاٹنے اور اس میں نشان ڈالنے کے ہیں۔ مثلاً لکڑی کاٹنا یا لکڑی چھید کرنا۔ قرآنی اصطلاح میں اس کے کئی معنی آئے ہیں:

۱۔ مقرر کرنا۔ معین کرنا۔ مثلاً وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً (۲ : ۲۳۷) لیکن تم ان کے لئے کچھ مقرر کر چکے ہو۔

۲۔ کسی چیز کا کسی پر واجب کرنا۔ (اگر مفعول دائم پر علی آئے) مثلاً اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ (۲۸ : ۸۵) (اے پیغمبر) جس نے تجھ پر قرآن کو فرض کیا ہے یعنی اس پر عمل کرنا تجھ پر لازم کیا ہے۔

۳:۔ عزم کرنا۔ اپنے اوپر لازم کرلینا۔ مثلاً فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ (۲:۱۹۷) اور ان میں جو کوئی اپنے اوپر حج لازم کرلے تو پھر حج کے دنوں میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے نہ کوئی بُرے کام کرے اور نہ کسی سے جھگڑے

(۴):۔ کسی چیز سے بندش دور کرنا اور اسے مباح کردینا۔ اجازت دینا (بشرطیکہ اس کے بعد لام آئے) مثلاً آیۃ ہذا مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ط (۳۳:۳۸) جس چیز کی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو اجازت دیدی یعنی اس پر سے بندش دور کرکے اسے مباح کردیا اس کے کرنے میں نبی کو کوئی مضائقہ نہیں۔

روح المعانی میں: فیما فرض اللہ لہ معنی کئے ہیں قسم لہ۔ اس کے لئے مقرر کردیا اور لکھا ہے ومنہ فروض العسا کر اور اسی سے ہے فوج کی تنخواہیں مقرر کرنا۔

مارما ڈیوک پکتھال نے ترجمہ کیا ہے

وہ جسے اللہ نے اس کا حق مقرر کردیا ہے!

آیۃ شریفہ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ (۶۶:۲) میں بھی فرض ل اجازت دینے کے معنی میں آیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی قسموں کا کفارہ ادا کرکے ان کی پابندیوں سے خلاصی کی اجازت دیدی ہے۔

فرائض اللہ سے مراد وہ احکام ہیں جن کے متعلق قطعی حکم دیا گیا ہے۔

= سُنَّةَ اللّٰهِ۔ ای سنّ اللہ تعالیٰ ذلک سنۃ یہ اللہ کا مقرر کردہ طریقہ ہے سُنَّةَ منصوب۔ فعل مقدر کا مصدر ہے۔

= خَلَوْا۔ خَلَا يَخْلُوْ خُلُوًّا (باب نصر) سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ خَلَوْا وہ گذر چکے۔ وہ ہوچکے۔ ضمیر جمع مذکر غائب اسم موصول الذین کی طرف راجع ہے مراد پیغمبران علیہم السلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذر چکے تھے۔ ای من قبلک من الانبیاء علیہم السلام یعنی یہی سنت انبیاء سابقہ کی تھی کہ انہیں جس امر کی اجازت ہوتی وہ بلا تامل کر گذرتے۔

= قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔ قَدَرًا سے مراد کسی چیز کی ماہیت کے متعلق ارادہ ازلی۔ مَقْدُوْرًا کو قَدَرًا کی صفت میں تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا (۴:۵۷) اور ان کو ہم گھنے سائے میں داخل کریں گے۔ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ایسا اندازہ شدہ امر کہ اس کے کسی پہلو کسی مصلحت، کسی ضرورت کو نظر انداز

نہیں کیا گیا۔ جملہ کا مطلب ہوگا۔ اور اللہ کا حکم خوب تجویز کیا ہوا ہوتا ہے:

۳۳:۳۹ = اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ۔۔۔۔۔ اِلَّا اللّٰہَ یہ اَلَّذِیْنَ خَلَوْا کی صفت ہے یُبَلِّغُوْنَ مضارع۔ جمع مذکر غائب بمعنی کَانُوْا یُبَلِّغُوْنَ۔ تَبْلِیْغٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ پہنچایا کرتے تھے۔ (اللہ کے احکام)

= یَخْشَوْنَہٗ۔ مضارع جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اللّٰہ کی طرف راجع ہے، اور وہ اسی سے ڈرتے تھے خَشْیَۃٌ مصدر (باب سمع)

= رِسٰلٰتِ۔ رِسَالَۃٌ کی جمع ہے پیغامات۔ احکامات۔

= کَفٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ (باب ضرب) کَفٰی ماضی کا صیغہ مراد استمرار ہے کِفَایَۃٌ مصدر۔ اسم۔ اس کے معنی وہ چیز جو ہر ضرورت پوری کردے اور اس کے بعد کسی کی حاجت نہ رہے۔ کافی ہے۔

= حَسِیْبًا۔ حساب لینے والا۔ حساب کرنے والا۔ حِسَابٌ مصدر بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل ہے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ منصوب بوجہ تمیز کے ہے۔

۳۳:۴۰ = اَبَا اَحَدٍ، رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ میں اَبَا۔ رَسُوْلَ۔ اور خَاتَمَ منصوب بوجہ خبر کَانَ کے ہیں۔

۳۳:۴۲ = سَبِّحُوْہُ۔ سَبِّحُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہُ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع اللّٰہ ہے۔ اس کی تسبیح کرو! اس کی پاکی بیان کرو۔

= بُکْرَۃً۔ دن کا اول حصہ۔ صبح۔ اسی رعایت سے نوجوان گائے جس نے ابھی بچھڑا نہ دیا ہو اسے بِکْرٌ کہتے ہیں۔ لَا فَارِضٌ وَّلَا بِکْرٌ (۲:۶۸) نہ تو بوڑھی ہو اور نہ بچھڑی۔ دوشیزہ۔ کنواری کو بھی بکر کہا جاتا ہے جیسے اِنَّا اَنْشَاْنٰھُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْکَارًا (۵۶:۳۶) ہم نے ان حوروں کو پیدا کیا تو ان کو کنواریاں بنایا۔

= اَصِیْلًا۔ اَلْاَصِیْلُ وَالْاَصِیْلَۃُ کے معنی عصر اور مغرب کا درمیانی وقت ہے، یعنی شام۔ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا صبح و شام۔ اسی طرح بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔ (۷:۲۰۵) صبح اور شام اٰصَالٌ اَصِیْلٌ کی جمع ہے۔

بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا بوجہ مفعول فیہ ہونے کے منصوب ہیں۔

۳۳:۴۳ = ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ میں ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللّٰہ ہے یُصَلِّیْ۔ صَلّٰی یُصَلِّیْ تَصْلِیَۃٌ (تفعیل) سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے

صلو مادہ سے مشتق ہے الصَّلٰوۃُ کے معنی دعا دینے تحسین وتبریک کرنے کے ہیں چنانچہ محاورہ ہے صَلَّيْتُ عَلَيْهِ میں نے اسے دعا دی، نشوونما دی اور بڑھایا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَ صَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (۹: ۱۰۳) اور (اے رسول) آپ ان کے حق میں دعا کریں آپ کی دعا ان کے حق میں باعث تسکین ہے اسی طرح فرشتوں کی طرف سے صلٰوۃ کے معنی دعا د استغفار ہی آتے ہیں لیکن اللہ کی طرف سے مسلمانوں کے لئے دعا کرنا کے معنی ہیں نشوونما دینا۔ بڑھانا۔ خیر و برکت عطا کرنا۔ چنانچہ آیت شریفہ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (۳۳: ۵۶) بے شک اللہ تعالیٰ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اپنی برکت اور رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے بنی علیہ السلام پر خدا کی رحمت اور برکت کی دعا کرتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ان کے لئے اللہ سے رحمت اور برکت کی دعا کیا کرو، اور خوب سلام بھیجا کرو، میں یہی معنی ہیں۔

اَلصَّلٰوۃ (نماز) بھی (چونکہ دعا پر مشتمل ہوتی ہے اس لئے اسے صلوٰۃ کہا جاتا ہے اور یہ تسمیۃ الشئ باسم الجزء کے قبیل سے ہے یعنی کسی چیز کو اس کے ضمنی مفہوم کے نام سے موسوم کرنا۔

هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ کے معنی ہوئے:

وہ (اللہ) ایسی ذات ہے کہ تم پر اپنی برکتیں اور رحمتیں نازل کرتا رہتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تمہارے لئے اللہ سے دعا کرتے رہتے ہیں۔

= لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ میں لام تعلیل کا ہے، خدا کی رحمتیں اور اس کے فرشتوں کی دعائیں اس لئے ہوتی ہیں کہ تمہیں (ظلم وعصیان کی) تاریکیوں سے نکال کر (دین وایمان کے) نور کی طرف لے آئے۔

۳۳: ۴۴ = تَحِيَّتُهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا سلام، ان کی دعائے خیر، ان کی دعائے زندگی۔ یہ حیاۃ سے ماخوذ ہے حَیَّ يُحَيِّىْ تَحِيَّةٌ (باب تفعیل) مصدر۔ سلام کہنا، دعائے حیات کرنا۔ قرآن مجید میں ہے وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ (۵۸: ۸) اور وہ جب آپ کے پاس آتے ہیں آپ کو ایسے الفاظ میں سلام کرتے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام نہیں کیا۔

تحیۃ کے معنی کسی حیاك اللّٰہ کہنے کے ہیں یعنی اللہ تجھے زندہ رکھے۔ حَيَّاكَ اللّٰهُ اصل میں جملہ خبریہ ہے لیکن دعا کے طور پر استعمال ہوتا ہے لہذا التحیۃ کے معنی دعائے حیات کے ہوتے ہیں پھر دعا کے لئے آنے لگا اور سلام کے معنی دینے لگا۔ اس کی جمع تَحِيَّاتٌ و تَحَايَا (سلام وتعظیم) ہے۔

= يَوۡمَ۔ مفعول فیہ۔ (ظرف زمان)
= يَلۡقَوۡنَهٗ وہ اس سے ملیں گے (یعنی اللہ رب العزت سے قیامت کے روز ملاقی ہوں گے)
تَحِيَّتُهُمۡ يَوۡمَ يَلۡقَوۡنَهٗ سَلٰمٌ۔ تَحِيَّتُهُمۡ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔
سَلَامٌ خبر۔ یوم یلقونہ متعلق خبر۔ جس دن وہ اپنے اللہ سے ملاقی ہوں گے تو السلام علیکم کہہ کر ان کا خیر مقدم کیا جائے گا۔
= اَعَدَّ ماضی واحد مذکر غائب اس نے تیار کر رکھا ہے۔
= اَجۡرًا كَرِيۡمًا۔ موصوف وصفت (معزز صلہ۔ باعزت اجر) مل کر اَعَدَّ کا مفعول۔
۳۳ : ۴۵ = شَاهِدًا۔ بطور گواہ کے۔ مُبَشِّرًا للمومنون کو جنت کی خوشخبری دینے والے
نَذِيۡرًا کافروں کو دوزخ کی آگ سے ڈرانے والے کے دَاعِيًا لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والا
سِرَاجًا مُّنِيۡرًا بطور ایک روشن چراغ کے۔ جس کے نور ہدایت سے ہر کوشش کرنے والا سیدھی راہ پا سکے۔

سب بوجہ حال ہونے کے منصوب ہیں۔

= سِرَاجًا مُّنِيۡرًا۔ ترکیب توصیفی ہے۔ السراجُ کے معنی ہیں وہ چیز جو تیل اور بتی سے روشن ہوتی ہے (مراد چراغ) مجازاً ہر روشن چیز کو سراج کہا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَجَعَلَ الشَّمۡسَ سِرَاجًا (۱۶:۷۱) اور اس نے سورج کو چراغ (کی مانند روشن) بنایا ہے۔
= مُنِيۡرًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ سِرَاجًا کی صفت ہو کر موصوف کی رعایت سے منصوب آیا ہے۔ انارة (افعال مصدر (مادہ نور) سے ہے۔

باب افعال کا ابتدائی ہمزہ کبھی متعدی بنانے کے لئے آتا ہے اور کبھی صاحب ماخذ ہونے کو ظاہر کرتا ہے مثلاً اَشۡرَكۡتُ النَّعۡلَ میں نے جوتی تسراک دار (تسمہ والی) بنائی۔ اسی لئے انارۃ کے معنی روشن کرنا بھی ہے اور روشنی والا بھی۔ اسی بنا پر مُنِيۡرًا کے معنی ہوئے خود روشن اور دوسروں کو روشن کرنے والا بھی۔

اور سِرَاجًا مُّنِيۡرًا۔ ایسا چراغ جو خود بھی روشن ہو اور دوسروں کو روشن کرنے والا بھی ہو۔

اسی سلسلہ میں صاحب ضیاء القرآن نے مولانا ثناء اللہ پانی پتی کا حوالہ نقل کیا ہے:۔

انه صلی اللہ علیہ وسلم کان بلسانه داعیًا الی اللہ تعالیٰ وبقلبه وقالبه کان مثل السراج یتلون المؤمنون بالوانه ویتنورون بانواره۔ یعنی حضور اپنی زبان فیض ترجمان سے تو داعی تھے اور اپنے قلب مبارک اور قالب منور کی وجہ سے سراج منیر

تھے اہل ایمان اس آفتاب کے رنگوں میں رنگے جاتے تھے اور اس کے انوار سے درخشاں وتاباں ہوتے ہیں تفسیر ماجدی میں ہے کہ:۔

مفسرین قدیم نے لکھا ہے کہ بجائے آفتاب کے چراغ سے تشبیہ دینے میں یہ نکتہ ہے کہ نور آفتاب گو تیز وقوی ہوتا ہے لیکن اس کا فیضان ضعیف ہے اپنا سا کسی کو نہیں بنا سکتا بخلاف اس کے چراغ سے صدہا ہزارہا چراغ جلتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ فیضان رسول سے قیامت تک امت میں اولیاء وابرار ہوتے رہیں گے۔

۳۳: ۴۷ = وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ واؤ عاطفہ ہے اس جملہ کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے ای فراقب احوال امتك (اپنی امت کے احوال کی نگہداشت فرمائیے اور ایمان لانے والوں کو خوشخبری سنائیے)

اَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا۔ فضلًا كبيرًا موصوف وصفت مل کر اسم اَنَّ لَهُمْ خبر مِنَ اللّٰهِ خبر کا متعلق۔ اَنَّ اپنے اسم اور خبر دونوں سے مل کر بتاویل مفرد مصدر ہے۔ ترجمہ ہو گا:

اور آپ مومنوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل کبیر کی بشارت دیجئے۔

مثال:۔ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۶۵: ۱۲) تاکہ تم کو ہر شئی پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا علم ہو جائے۔ یا ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (۵: ۹۷) یہ اس لئے کہ زمین و آسمان میں ہر شے کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علم کا تم کو یقین ہو جائے۔ یا بَلَغَنِيْ اَنَّ زَيْدًا قَائِمٌ۔ مجھ کو زید کے قیام کی خبر پہنچی۔

فَضْلًا كَبِيْرًا۔ بہت بڑا فضل۔ اس کی تعریف اور جگہ یوں کی گئی ہے:۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ۔ (۴۲: ۲۲) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ بہشتوں کے باغوں میں ہوں گے اور جس چیز کو بھی چاہیں گے ان کے پروردگار کے پاس انہیں ملے گی۔ بس یہی تو فضل کبیر ہے (بہت بڑا انعام)

۳۳: ۴۸ = لَا تُطِعِ فعل نہی۔ واحد مذکر حاضر۔ تو اطاعت نہ کر، تو کہنا نہ مان۔ اِطَاعَةٌ مصدر = دَعْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو چھوڑ دے۔ وَدْعٌ مصدر۔ امثال واوی۔

= اَذٰىهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا ستانا۔ ان کی ضرر رسانی۔ اَذًى ہر وہ ضرر یا ایذار جو کسی جاندار کی روح یا جسم کو پہنچے خواہ وہ ضرر دنیوی ہو یا اخروی۔ قرآن مجید میں ہے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (۲: ۲۶۴) اپنے صدقوں کو احسان (جتاکر) اور اذیت

(پہنچا کر) باطل نہ کرو۔

= کَفٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب (باب ضرب) کفایۃ مصدر۔ وہ کافی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو ۳۳: ۳۹) مذکورہ بالا۔

= وَکِیْلًا۔ وَکْلٌ سے صفت مشبہ ہے منصوب بوجہ تمیز کے ہے۔ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا اور اللہ کافی ہے ازروئے کارساز ہونے کے۔ بطور کارساز اللہ ہی کافی ہے۔

۳۳: ۴۹ = اَنْ تَمَسُّوْھُنَّ۔ میں اَنْ مصدریہ ہے۔ تَمَسُّوْا فعل مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ، سقوط نون اعرابی) جمع مذکر حاضر۔ ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْھُنَّ۔ پیشتر اس کے کہ تم ان کو چھوؤ یا ہاتھ لگاؤ۔ مَسٌّ مصدر (باب سمع) اَنْ تَمَسُّوْھُنَّ مضاف الیہ ہے اور قَبْلِ اس کا مضاف ہے۔

= فَمَا لَکُمْ عَلَیْھِنَّ۔ لَکُمْ تمہارے لئے عَلَیْھِنَّ ان کے ذمہ۔ تو تمہارے لئے ان پر (عدت گذارنا) ضروری نہیں ہے۔

= تَعْتَدُّوْنَھَا۔ تَعْتَدُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر اِعْتِدَادٌ (افتعال) مصدر (کہ) تم اس کو شمار کرو۔ (کہ) تم اس کی گنتی پوری کراؤ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب عِدَّۃٌ کے لئے ہے

= فَمَتِّعُوْھُنَّ۔ ف ترتیب کا ہے مَتِّعُوْا فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَمْتِیْعٌ (باب تفعیل) مصدر۔ تم متعہ دو، تم کچھ مال متاع دو۔

= سَرِّحُوْھُنَّ سَرِّحُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ تَسْرِیْحٌ (تفعیل) مصدر۔ تم ان عورتوں کو رخصت کرو۔ تم ان عورتوں کو چھوڑ دو۔ (نیز ملاحظہ ہو ۳۳: ۲۸) مذکورۃ الصدر۔

۳۳: ۵۰ = اَحْلَلْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِحْلَالٌ (افعال) مصدر۔ ہم نے حلال کر دیا۔

= اٰتَیْتَ۔ اِیْتَاءٌ (افعال) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر تونے دیا۔ تونے ادا کر دیا۔

= اُجُوْرَھُنَّ اَجْرٌ کی جمع مضاف ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ۔ ان عورتوں کا حق۔ ان کا مہر۔

= وَمَا مَلَکَتْ میں واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف احللنا پر ہے ای واَحْلَلْنَا لَکَ مَا مَلَکَتْ ...... اور حلال کر دی ہیں ہم نے تجھ پر......

= مَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ میں ما موصولہ ہے جو تمہارے دائیں ہاتھ کی ملک میں ہے یعنی کنیزیں

= مِمَّا۔ مرکب ہے مِنْ اور مَا سے۔ یہاں مِنْ تبعیضیہ ہے اور مَا موصولہ۔ اس میں جو

= اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ ۔ اَفَاءَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔ اس نے لوٹایا ۔ اس نے ہاتھ لگوایا ۔ اس نے فے میں عطا کیا ۔ اَلْفَيْئُ وَالْفَيْئَةُ کے معنی اچھی حالت کی طرف لوٹ آنے کے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے حَتّٰى تَفِيْئَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ (۴۹: ۹) یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع لائے ۔ اور جو مال بحالت جنگ کفار سے بزور شمشیر حاصل کیا جائے وہ مال غنیمت ہے اور جو مال غنیمت بلا مشقت حاصل ہو وہ فے کہلاتا ہے مِمَّآ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ جو اللہ تعالیٰ نے تجھے فے میں دلوائیں ۔

فائدہ :۔ آیۃ ہذا میں عَمّ (جمع اعمام) اور خال (جمع اخوال) واحد آیا ہے اور عَمّٰتِ (واحد عَمَّۃ) اور خٰلٰتِ (واحد خالۃ) جمع آیا ہے ۔ حالانکہ عرب ہمیشہ جمع کے مقابلے میں جمع لاتے ہیں سو جاننا چاہئے کہ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ جس مصدر میں ھاء نہ ہو وہ اسم جنس کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس کا استعمال واحد، تثنیہ، جمع تینوں صورتوں میں جائز ہے ۔ مثلاً خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (۲: ۷) یہی حال ایسے اسماء کا ہے جو ان مصادر کے وزن پر ہوں اور جن میں ھاء نہیں ان کا اسم جنس کے طور پر استعمال جائز اور مستحسن ہے ۔

چونکہ العمّ الضمّ (مصدر) کے وزن پر ہے اور الخال ۔ القال کے وزن پر ہے اس لئے ان کا استعمال بطور اسم جنس مستحسن ہے اس کے برخلاف العمۃ اور الخالۃ میں ھاء ہے اس لئے ان کا استعمال بطور اسم جنس مستحسن نہیں (روح البیان)

= وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً ۔ موصوف وصفت ایک مومن عورت ۔

واؤ عاطفہ ہے وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً معطوف ہے اس کا عطف اَحْلَلْنَا پر ہے یا یہ فعل محذوف کا مفعول ہے ای واحللنا لك امراۃً مُّؤْمِنَةً اور ہم نے حلال کر دی وہ مومن عورت جو ....

= اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ شرطیہ ہے وَهَبَتْ ماضی واحد مؤنث غائب ۔ هِبَةٌ (فتح) مصدر ہے ۔ اس عورت نے بخشا ۔ اگر وہ عورت اپنے آپ کو بلا مہر نکاح کے لئے نبی کو دے دے ۔

اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۔ اِنْ شرطیہ اَنْ مصدریہ ۔ يَسْتَنْكِحَهَا (باب استفعال) وہ اس کے نکاح کی طلب کرے) یہاں بمعنی اَنْ ينكحها (باب ضرب) وہ اس سے

(یہ دوسری شرط ہے۔ یعنی اول یہ کہ خود عورت اپنے آپ کو نبی کی زوجیت میں بلاحق مہر دینا چاہے اور دوسری شرط یہ کہ خود نبی بھی اسے اپنے نکاح میں لینا چاہے)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس رعایت سے استفادہ نہیں فرمایا بلکہ ہر ایک کا مہر ادا کیا!

== خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ: (یہ اجازت صرف آپ کے لئے ہے دوسرے مومنوں کے لئے نہیں۔

== قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ۔

قَدْ تحقیق کے معنی دیتا ہے مَا موصولہ ہے فِیْ بمعنی متعلق۔ لفظی ترجمہ جملہ کا یوں ہوگا!

تحقیق ہمیں معلوم ہے جو (احکام وحقوق) ہم نے (مومنوں پر) ان کی بیویوں کے متعلق اور ان کی کنیزوں کے متعلق عائد کئے ہوئے ہیں۔

یہ جملہ معترضہ ہے درمیان (خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ) کے اور درمیان لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ کے اور كَيْلَا بیان سابق سے متعلق ہے یعنی دیگر مومنوں کے لئے یہ احکام کہ وہ چار سے زیادہ بیویاں نہیں کر سکتے۔ نہ مہر کے بغیر نکاح باندھ سکتے ہیں وہ دیگر حقوق زوجیت (ہر ایک کے ساتھ یکساں سلوک کرنا۔ وقت، توجہ میں یکسانیت وغیرہ کی بندش) کے متعلق احکام جو ہم نے عائد کئے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے۔

یہ خصوصی مراعات اس لئے ہم نے عطا کی ہیں لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ تاکہ آپ پر کسی قسم کی تنگی نہ ہو (اور آپ کے پیغمبرانہ مقاصد و مصالح کی تکمیل وتحصیل میں کوئی حرج واقع نہ ہو)

== لِكَيْلَا يَكُوْنَ۔ تاکہ ایسا نہ ہو۔

لام تعلیل کا ہے کَیْ یہاں ناصب مضارع ہے اور معنی وعمل میں اَنْ مصدریہ کی طرح ہے! يَكُوْنَ مضارع منصوب بوجہ عمل کَیْ ہے۔

== غَفُوْرًا (مبالغہ کا صیغہ ہے بڑا معاف کرنے والا۔ رَحِيْمًا (مبالغہ کا صیغہ بڑا مہربان نہایت رحم والا) دونوں كَانَ کی خبر ہیں لہٰذا منصوب ہیں۔

۳۳:۵۱ == تُرْجِيْ۔ مضارع واحد مذکر حاضر اِرْجَاءٌ (افعال) مصدر، تو ڈھیل دیوے، تو پیچھے رکھے۔ ر ج و۔ مادہ۔ اَرْجٰی يُرْجِيْ کسی معاملہ کو مؤخر کرنا۔ اَرْجِ فعل امر۔ تو مؤخر کر۔ تو ٹال دے۔ تو تاخیر کر۔ تو التوا میں رکھ۔ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ (۷: ۱۱۱) وہ بولے اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دو۔

الاتقان میں اس کے معنی دیئے ہیں: تُرْجِيْ ای تُؤَخِّرُ (پیچھے ڈال دو، علیحدہ کردو)

روح المعانی میں ہے کہ:۔
ای تؤخر من تشآء من نسائك و تترك مضاجعتها اپنی بیویوں سے جس کو چاہو علیحدہ رکھو اور اس کے ساتھ لیٹنے کو ترک کردو۔
= تُؤۡوِیۡۤ اِلَیۡكَ۔ مضارع واحد مذکر حاضر اِیۡوَاءٌ (افعال) مصدر توجگہ دیتا ہے توجگہ دیگا اوی مادہ۔ اٰوٰی ...... الی البیت۔ گھر میں ٹھکانہ دینا۔ گھر میں اتارنا۔ تُؤۡوِیۡۤ اِلَیۡكَ تو اپنے پاس جگہ دے تُضَاجِعُهَا۔ اس کو اپنے ساتھ لٹا۔
= وَ مَنِ ابۡتَغَیۡتَ مِمَّنۡ عَزَلۡتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡكَ میں مَنۡ شرطیہ ہے اور مَنِ ابۡتَغَیۡتَ مِمَّنۡ عَزَلۡتَ جملہ شرطیہ ہے اور فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡكَ جواب شرط ہے۔
یعنی جن بیبیوں کو آپ نے علیحدہ کر دیا ہوا ہے ان میں سے کسی کو اگر آپ طلب کریں تو آپ پر کوئی مضائقہ نہیں۔
= ذٰلِكَ ای تفویض الامر الی مشیئتك اس امر کا آپ کی مرضی اور صوابدید پر چھوڑ دینا۔ یعنی کسی بیوی کو مضاجعت سے دور رکھنا یا مضاجعت کے لئے طلب کرنا یا جن سے علیحدگی اختیار کی ہوئی ہو ان میں سے کسی کو دوبارہ طلب کر لینا۔
= اَدۡنٰۤی۔ دنی مادہ سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ اگر یہ دانٍ سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے تو اس صورت میں اس کے معنی اَقۡرَبُ یعنی زیادہ قریب، زیادہ نزدیک کے ہوں گے۔
اور اگر دنیٌّ سے ہے تو اس کے معنی ارذل کے ہوں گے یعنی نسبتاً چھوٹا۔ کم، رذیل، حقیر۔
یہاں بمعنی قریب تر مستعمل ہے۔
= اَنۡ ۔ یہاں مصدریہ ہے۔
= تَقَرَّ مضارع واحد مؤنث غائب۔ قُرَّةٌ وقُرُوۡرٌ (باب سمع) مصدر سے۔ بمعنی خوشی سے آنکھوں کا روشن ہوجانا۔ یا ٹھنڈی ہونا۔ قَرَارٌ مصدر سے بمعنی سکون پانا۔ یا قرار پکڑنا۔
تَقَرَّ وہ ٹھنڈی ہو وہ پُرسکون ہو۔ تَقَرَّ اَعۡیُنُهُنَّ۔ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی۔ ٹھنڈی ہوں گی۔
= وَلَا یَحۡزَنَّ۔ واؤ عاطفہ ہے لَا یَحۡزَنَّ۔ مضارع منفی [illegible] ثقیلہ جمع مؤنث غائب ضمیر فاعل ازواج النبی کی طرف راجع ہے حُزۡنٌ مصدر باب سمع [illegible] وہ غمگین نہ ہوں گی
= یَرۡضَیۡنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب رِضًی مصدر (باب سمع) وہ راضی رہیں گی۔
ضمیر فاعل کا مرجع ازواج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

== بِمَا۔ ب سببیہ اور مَا موصولہ ہے بِمَا اٰتَیْتَھُنَّ۔ بہ سبب اس کے جو آپ ان کو عطا کریں گے ۔

== کُلُّھُنَّ ۔ وہ سب ۔ تاکید کے لئے استعمال ہوا ہے ۔

ذٰلِكَ اَدْنٰی ...... کُلُّھُنَّ اى تفويض الامر الى مشيتك اقرب الٰى قرة عيونهن وقلة حزنهن ورضاهن جميعا لانهن اذا علمن ان هذا تفويض من عند الله اطمانت نفوسهن وذهب التغاير وحصل الرضا وقرة العيون كلهن۔ اس امر کا آپ کی مشیت پر تفویض کر دینا ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک قلتِ حزن اور ان سب کی رضا کا موجب ہوگا۔ کیونکہ وہ جان لیں گی کہ یہ تفویض (سپردگی۔حوالگی) من جانب اللہ ہے سو وہ اس پر مطمئن ہوں گی (ان کی آپس کی) مغایرت (غیریت) دور ہو جائے گی اور باہمی رضامندی اور آنکھوں کی ٹھنڈک ان سب کو حاصل ہوگی ۔

== عَلِیْمًا (بڑا دانا ۔ بہت جاننے والا۔ مبالغہ کا صیغہ) حَلِیْمًا ۔ (بردبار ۔ تحمل والا ، باوقار، صفت مشبہ کا صیغہ) دونوں منصوب بوجہ کان کی خبر کے ہیں ۔

۳۳: ۵۲ == لَا یَحِلُّ ۔ حَلَّ یَحِلُّ حِلٌّ سے نہی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ اس کا فاعل النِّسَاءُ ہے جو جمع مؤنث غیر حقیقی ہے اور اس کے لئے فعل واحد مذکر لانا جائز ہے پھر یہ فصل کے ساتھ واقع ہوا ہے حالانکہ بلا فصل بھی تذکیر جائز ہے !

== مِنْۢ بَعْدُ اى من بعد النسع اللاتى فى عصمتك اليوم ۔ یعنی ان نو بیویوں کے علاوہ جو آپ کے نکاح میں اس وقت ہیں دوسری عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں ۔

== وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ ۔ واؤ عاطفہ ہے تَبَدَّلَ اصل میں تَتَبَدَّلَ تھا ایک تار تخفیفاً حذف کی گئی تَبَدُّلٌ تَفَعُّلٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے تو بدل ڈالے تو تبدیل کرلے ۔ ھِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب ازواج حاضرہ کی طرف راجع ہے مِنْ اَزْوَاجٍ تاکید نفی اور ازواج بالتحریم کے استغراق کے لئے ہے ۔

جملہ کے معنی ہوئے اى ولا يحل لك ان تطلق واحدة منهن و تنكح بدلها اُخْرٰى ۔ اور یہ بھی آپ کے لئے حلال نہیں ہوگا کہ آپ ان میں سے ایک کو طلاق دیدیں اور اس کے بدلہ میں دوسری سے نکاح کرلیں ۔

== وَلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُھُنَّ ضمیر فاعل تَبَدَّلَ سے حال کے موضع میں ہے ۔ خواہ ان کا حسن تجھے بھلا ہی لگے ۔

اَعْجَبَكَ ۔ اَعْجَبَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔
اِعْجَابٌ (اِفْعَالٌ) سے جس کے معنی اچنبھے میں ڈالنے کے ہیں اور مجازاً بھانے اور خوش لگنے کے بھی ہیں لَكَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔
حاصلہ ولا تبدل بھن من ازواج علیٰ کل حالٍ ۔ اپنی بیویوں کو کسی حال میں بھی تبدیل نہ کیجئے۔
= رَقِیْبًا ۔ خبر رکھنے والا۔ مطلع۔ اطلاع رکھنے والا۔ نگاہ رکھنے والا۔ نگہبان۔
یہ فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ حق تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔
یعنی وہ ذات جو اپنی مخلوق سے غافل نہیں اور کوئی چیز اس سے غائب نہیں۔

فَائِدَہ: آیات ۵۰، ۵۱، ۵۲، کے مضمون کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے کسی مستند تفسیر کی طرف رجوع کریں۔

۳۳:۵۳ = لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۔
لَا تَدْخُلُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ بُيُوْتَ النَّبِيِّ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول لَا تَدْخُلُوْا ۔ اِلَّا حرف استثناء اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ (فی معنی الظرف) ای وقت مستثنیٰ اِلٰى طَعَامٍ متعلق يُؤْذَنَ ۔ غَيْرَ نفی کے لئے آیا ہے نٰظِرِيْنَ ای مُنْتَظِرِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت جر۔ اِنٰىهُ مضاف مضاف الیہ۔ اِنًى پکنا۔ پک کر تیار ہونا۔ اَنَى الشیئُ ۔ يَاْنِیْ اِنًا وَّ اَنًا ۔ فھو اِنًى ۔ غِنًى کے وزن پر حَانَ وادرک یعنی بلغ غایتہ او نضجہ ۔ یعنی کھانے کے پک کر تیار ہو جانے کو اِنًى کہتے ہیں۔ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۔ یعنی بغیر اس حالت کے کہ اس کھانے کے پکنے کا (بیٹھ کر) انتظار کرنے والے ہو۔
یہ جملہ لَا تَدْخُلُوْا کا حال ہے اور اِلَّا استثنائیہ وقت اور حال دونوں پر واقع ہے تقدیر کلام یوں ہے لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّا وَقْتَ الْاِذْنِ وَلَا تَدْخُلُوْھَا اِلَّا غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۔ تم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ تم کو کھانے کے لئے (داخل ہونے کی) اجازت نہ دی جائے۔ اور نہ ہی تم ان گھروں میں داخل ہو ماسوائے اس کے کہ تمہاری حالت کھانا پکنے کے انتظار کرنے والوں کی نہ ہو۔
مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں صرف اس وقت داخل ہو کہ جب کھانے

کے لئے تمہیں اندر بلایا جائے۔ محض کھانا پکنے کی انتظار کے لئے اندر داخل ہوکر بیٹھنے والے نہ ہو۔

= اِذَا دُعِیْتُمْ۔ ماضی مجہول جمع مذکر حاضر دُعَاءٌ مصدر۔ تم بلائے گئے۔ تم پکارے گئے بمعنی حال تم بلائے جاؤ، تم مدعو کئے جاؤ۔

= وَلَا مُسْتَأْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ۔ مُسْتَأْنِسِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ مُسْتَأْنِسٌ واحد۔ اِسْتِئْنَاسٌ (استفعال) مصدر۔ دل لگانے والے۔ دلچسپی لینے والے لِحَدِیْثٍ باتوں کے لئے۔ گپ شپ کے لئے اس کا عطف لَا تَدْخُلُوْا پر ہے ای لَا تَدْخُلُوْھَا مُسْتَأْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ بَعْدَ الطَّعَامِ۔ کھانے کے بعد گپ شپ میں دل لگاکر مت بیٹھے رہو۔

= ذٰلِکُمْ۔ ذَا۔ اسم اشارہ ہے کُمْ حرف خطاب ہے جمع مذکر حاضر کا صیغہ۔ بمعنی یہ۔ یہی یہاں مراد تمہارا یہ باتوں میں مشغول اندر ٹھہرے رہنا۔ یا اس سے مراد بلا اذن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں داخل ہونا۔ کھانا پکنے کے انتظار میں بیٹھے رہنا اور کھانے کے بعد باتوں میں مشغول رہنا وغیرہ سبھی امور ہیں۔

= یُؤْذِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِیْذَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ ایذا دیتا ہے۔ وہ تکلیف دیتا ہے۔

= یَسْتَحْیٖ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِسْتِحْیَاءٌ (استفعال) مصدر۔ وہ حیا کرتا ہے وہ شرم کرتا ہے۔

ای یستحی من اخراجکم بان یقول لکم اخرجوا۔ یعنی زبان سے کہہ کر کہ باہر چلے جاؤ۔ اس طرح تمہیں باہر کرنے سے حیاء کرتا ہے۔

= سَاَلْتُمُوْھُنَّ۔ سَاَلْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب۔ واؤ اشباع کا ہے تم نے ان عورتوں سے سوال کیا (جب) تم ان عورتوں سے مانگو۔ ھُنَّ ضمیر نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ یعنی جب تم ازواج نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام سے کوئی چیز مانگو۔

= وَرَآءِ۔ وَرَاءَ مصدر ہے اور کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے:۔

۱:۔ پیچھے یا بعد۔ مثلاً وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآئِیْ (۱۹: ۵) اور میں اپنے بعد یا اپنے پیچھے اپنے رشتہ داروں کی طرف سے اندیشہ رکھتا ہوں۔

۲:۔ آگے، پیچھے، ہر طرف، مثلاً وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَآئِھِمْ مُّحِیْطٌ (۸۵: ۲۰) اور اللہ تعالےٰ

ان کے آگے پیچھے ہرطرف سے گھیرے ہوئے ہے۔
۳:۔ علاوہ۔ مثلاً قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ يَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ (۲:۹۱) وہ کہتے ہیں ہم اس پر تو ایمان رکھتے ہیں جو ہمارے اوپر نازل ہوا ہے اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے اس سے یہ انکار کرتے ہیں۔
۴:۔ آگے۔ سامنے۔ مثلاً وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۔ (۴۵:۱۰) ان کے آگے جہنم ہے یا مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (۲۳:۱۰۰) اور ان کے آگے ایک آڑ ہے دوبارہ اُٹھائے جانے کے وقت تک۔

یہاں اس آیۃ میں مراد پیچھے ہے۔ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ پردہ کے پیچھے سے۔
== اَطْهَرُ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ پاک۔ زیادہ پاکیزہ۔ طَهَارَةٌ مصدر
== مَا كَانَ لَكُمْ نہیں ہے صحیح تمہارے لئے۔ یعنی تمہارے لئے یہ جائز نہیں۔ تمہیں یہ زیب نہیں دیتا۔
== اَنْ تُؤْذُوْا۔ کہ تم ستاؤ یا اذیت پہنچاؤ۔ اَنْ مصدریہ ہے۔
== ذٰلِكُمْ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے اور آپ کے بعد ازواج النبی سے نکاح کرنے کی طرف اشارہ ہے۔
== عَظِيْمًا۔ كَانَ کی خبر ہے۔ عِنْدَ اللهِ متعلق خبر۔ عظیما۔ ای ذنبا عظیما۔ گناہِ عظیم۔
۳۳:۵۴ == تُبْدُوْا۔ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ شرطیہ) جمع مذکر حاضر۔ اِبْدَاءٌ (افعال) مصدر۔ (اگر) تم (کسی شی کو) ظاہر کرو۔
== تُخْفُوْهُ۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اَنْ جمع مذکر حاضر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع شئی ہے۔ (خواہ) تم اس کو چھپاؤ
۳۳:۵۵ == وَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْۤ اٰبَآئِهِنَّ۔ لا اثم علیهن فی ترك الحجاب من ابائهن۔ یعنی باپ بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے [illegible] لونڈیاں بلا حجاب آجا سکتی ہیں۔
== نِسَآئِهِنَّ ان کی (شریک دین) عورتیں۔ عام مسلمان عورتیں۔
== اِتَّقِيْنَ۔ فعل امر جمع مؤنث حاضر۔ (اتقاء (افتعال) مصدر۔ وقی مادہ۔ تم عورتیں ڈرتی رہو۔ پرہیزگار بنی رہو۔ خطاب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے غیبت سے خطاب

کی طرف التفات تقویٰ کی اہمیت کو ذہن نشین کرانے کے لئے ہے۔
= شَهِيدًا کان کی خبر ہے۔ گواہ، شاہد۔ نگران۔
۳۳: ۵۶ = يُصَلُّونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب صَلَّى يُصَلِّي تَصْلِيَة (تفعیل) مصدر وہ درود بھیجتے ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۳۳: ۴۳۔
= سَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ سَلِّمُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَسْلِيمٌ (تفعیل) مصدر سے تسلیمًا مصدر منصوب برائے تاکید لایا گیا ہے۔
ای قولوا السلام علیك ایھا النبی۔ جب علی کے صلہ کے ساتھ اس کا استعمال ہو تو اس کا مطلب سلام کرنا یا سلام بھیجنا ہوتا ہے۔
اَلسَّلَمُ والسَّلَامَةُ کے معنی ظاہری اور باطنی آفات سے پاک اور محفوظ رہنے کے ہیں۔ اور جب السلام بطور کے از اسماء الحسنیٰ استعمال ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جو عیوب و آفات مخلوق کو لاحق ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے پاک ہے!
سَلَامٌ بمعنی سلامتی، امان
= يُؤْذُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب، وہ ایذاء دیتے ہیں
(۱) يُؤْذُونَ اللّٰهَ وہ اللہ کو ایذاء پہنچاتے ہیں۔ کفر و عصیان کے ارتکاب سے یا اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ کہتے ہیں يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ (۵: ۶۴) اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے اَلْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ (۹: ۳۰) حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں۔ یا الملئکۃ بَنٰتُ اللّٰهِ جیساکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ (۱۶: ۵۷) اور اللہ تعالیٰ کے لئے انہوں نے بیٹیاں قرار دے رکھی ہیں (روایت ہے کہ قریش کے قبائل بنی خزاعہ اور بنی کنانہ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے) وغیرہ۔
۲:۔ وَ اَلْيُؤْذُونَ رَسُولَهُ۔ وہ اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں۔ مثلاً۔ ان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنا (۱) اَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ (۵۲: ۳۰) کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے اور ہم اس کے بارہ میں حادثہ موت کا انتظار کر رہے ہیں۔
(۲) فَذَكِّرْ فَمَا اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُونٍ (۵۲: ۲۹) تو اے پیغمبر، آپ نصیحت کرتے رہیں کیونکہ آپ اپنے پروردگار کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون (دیوانے) وغیرہ۔
= عَذَابًا مُّهِينًا۔ موصوف وصفت رسوا کن عذاب، ذلیل کر دینے والا عذاب،

نصب بوجہ اَعَدَّ کے مفعول ہونے کے ہے۔

فائدہ اللہ کو اذیت پہنچانے کے یہ بھی معنی ہیں کہ ایسا فعل کرنا جو اسے ناپسند ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ یہاں مراد صرف رسول کو ایذار پہنچانا ہو اور اللہ کا لفظ کمال اتحاد کو ظاہر کرنے کے لئے بڑھا دیا گیا ہے یعنی مقصود کلام ایذار رسول ہے اور اللہ کے نام کے ساتھ عطف رسول کے اعزاز و اکرام کے لئے ہے۔

۳۳: ۵۸ = بِغَیۡرِ مَا اکۡتَسَبُوۡا۔ باء حرف جر مَا موصولہ ہے۔ اکۡتَسَبُوۡا صلہ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب یہاں مومنین و مومنات کے لئے آیا ہے۔ اِکۡتَسَبَ و کَسَبَ دونوں کَسۡبٌ سے مشتق ہیں۔ پہلا باب افتعال سے (اکتسابٌ) مصدر اور دوسرا (باب ضرب) سے کَسۡبٌ مصدر۔ دونوں بمعنی کمانا۔ حاصل کرنا۔ فائدہ میں پانا کے ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ کسب سے مراد جو فعل خیر یا جلب نفع کے قبیل سے ہو اور اکتساب سے مراد ہر وہ نفع ہے جو انسان اپنی ذات کے لئے حاصل کرتا ہے بشرطیکہ اس کا حصول اس کے لئے جائز ہو۔

اول الذکر میں کامیابی و ناکامی کی صورت میں کرنے والا ثواب کا مستحق ہوتا ہے، اور مؤخر الذکر میں ناکامی کی صورت میں وبال کرنے والے پر ہوگا۔

بعض کے نزدیک کسب اچھے فعل کے لئے اور اکتساب فعل مذموم کے لئے ہے لیکن قرآن مجید میں دونوں طرح کے کام انجام دینے کے لئے باب افتعال سے استعمال ہوا ہے۔

باب افتعال کے خواص میں سے ایک خاصیت تصرّف ہے یعنی تحصیل ماخذ میں کوشش کرنا۔ مثلاً اِکۡتَسَبَ الۡعِلۡمَ۔ اس نے کوشش سے علم حاصل کیا۔ یعنی تحصیل علم میں اس کے ارادہ وقدرت کو بھی دخل ہے۔ لہٰذا نیک کام خواہ بلا ارادہ وقدرت کیا جائے موجب ثواب ہے لیکن فعل مذموم صرف اس صورت میں موجب سزا ہوگا جب اس کی انجام دہی میں ارادہ وقدرت کو بھی دخل ہو۔ اسی طرح آیت لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَعَلَيۡهَا مَا اكۡتَسَبَتۡ (۲: ۲۸۶) کے معنی ہوں گے ہر نفس جو اچھے کام کریگا (ارادۃً یا غیر ارادی طور پر) اس کا اُس کو ثواب ملیگا اور ہر نفس جو بُرا کام ارادۃً اور کوشش کر کے) کرے گا۔ اس کا مآل اس کے خلاف ہوگا!

آیت ہذا میں مَا اکۡتَسَبُوۡا کے معنی ہوں گے وہ فعل جو انہوں نے کوشش سے ارادۃً کیا ہو۔ وَالَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اور جو لوگ مومنین اور مومنات کو ایذار دیتے

ہیں بغیر ان کے کسی ایسے فعل کے ارتکاب کے جو انہوں نے ارادۃً کیا ہو اور جس کی وجہ سے وہ اس ایذار کے مستحق ہو گئے ہوں۔

== اِحْتَمَلُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب احتمال (افتعال) مصدر۔ انہوں نے اٹھایا۔ انہوں نے اپنے سر لیا۔

== بُهْتَانًا۔ بَهَتَ يَبْهَتُ باب فتح کا مصدر ہے۔ منصوب بوجہ ضمیر فاعل اِحْتَمَلُوْا کا مفعول ہونے کے ہے۔ کسی پر بہتان لگانا۔

بَهِتَ يَبْهَتُ (باب سمع) حیران وششدر رہ جانا۔ ہکا بکا رہ جانا یا کر دینا۔ مثلاً فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ (۲:۲۵۸) (یہ سن کر) وہ کافر حیران رہ گیا۔ بہتان ای الکذب الذی یبہت الشخص لفظاعته ایسا جھوٹ جو اپنی قباحت سے سننے والے کو ہکا بکا کر دے۔

اِحْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وہ بہتان کا بوجھ اپنے سر لیتے ہیں۔ اٹھاتے ہیں۔

== وَاِثْمًا مُّبِيْنًا۔ واؤ عاطفہ ہے اثمًا مُّبِيْنًا موصوف وصفت مل کر بُهْتَانًا کا معطوف اور ظاہر گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

۳۳: ۵۹ == يُدْنِيْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب اِدْنَاءٌ (افعال) مصدر دنو مادّہ وہ نیچے کر لیا کریں۔

دَنٰى يَدْنُوْا (باب نصر) فعل لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ قریب ہونا یا قریب کرنا۔ نیچا ہونا یا نیچا کرنا۔ اَدْنٰى قریب تر۔ کم تر۔ اور اس سے مؤنث دنیا۔

== جَلَابِيْبِهِنَّ۔ مضاف مضاف الیہ جَلَابِيْب جلباب کی جمع ہے بڑی چادریں جو قمیض یا کرتے کے اوپر اوڑھی جاتی ہیں۔ هِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب جس کا مرجع ازواجك وبنٰتك ونساء المؤمنين ہے۔

== اَدْنٰى۔ نزدیک تر، قریب تر۔ (اوپر ملاحظہ ہو)

== اَنْ يُّعْرَفْنَ۔ میں اَنْ مصدریہ ہے يُعْرَفْنَ مضارع مجہول جمع مؤنث غائب۔ عِرْفَانٌ (باب ضرب) سے مصدر کہ وہ پہچانی جائیں۔ پہچانی جا سکیں۔ کہ ان کی شناخت ہو جائے۔

== لَا يُؤْذَيْنَ۔ مضارع منفی مجہول جمع مؤنث غائب۔ اِيْذَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ان کو ایذا نہ دی جائے۔

= غَفُوْرًا (مبالغہ کا صیغہ) بڑا معاف کرنے والا۔ رَحِیْمًا (بروزن فعیل) مبالغہ کا صیغہ ہے رَحْمَۃٌ مصدر۔ بڑا مہربان نہایت رحم والا۔ منصوب بوجہ خبر کَانَ کے۔

۳۳: ۶۰ = لَئِنْ ۔ اس میں لام زائدہ ہے اِنْ حرف شرط ہے۔ اگر

= لَمْ یَنْتَہِ مضارع نفی جحد بلم۔ واحد مذکر غائب اِنْتِہَاءٌ (افتعال) مصدر۔ یَنْتَہِ اصل میں یَنْتَہِیْ تھا لَمْ کے عمل سے یٰ گر گئی۔ وہ نہیں رُکا۔ وہ باز نہ آیا۔ یہاں آیۃ میں جمع کے لئے آیا ہے۔ وہ نہ رکے۔ وہ باز نہ آئے۔ نہی مادہ (ناقص یائی)

لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ الْمُنٰفِقُوْنَ۔ اگر منافقین (اپنی حرکتوں سے) باز نہ آئے۔

= وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ۔ واؤ حرف عطف ہے۔ اَلَّذِیْنَ کا عطف الْمُنٰفِقُوْنَ پر ہے مریض قلب سے مراد وہ ہیں جن کا ایمان کمزور ہے۔

= وَالْمُرْجِفُوْنَ اس کا عطف بھی المنافقون پر ہے اس کا واحد المرجف ہے اَلرَّجْفُ مصدر (باب نصر) کے معنی اضطراب شدید ہے۔ اور رجفت الارض کے معنی زمین میں زلزلہ آنے کے ہیں بَحْرٌ رَجَّافٌ متلاطم سمندر قرآن مجید میں ہے یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ (۷۳: ۱۴) جب کہ زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے۔

الارجاف (باب افعال) جھوٹی افواہ پھیلا کر یا کسی کام کے ذریعے اضطراب پھیلانا ہے الارجاف ای اشاعۃ الکذب والباطل۔

المرجفون ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ جھوٹی افواہیں پھیلانے والے۔

= لَنُغْرِیَنَّكَ۔ لام تاکید کا ہے نُغْرِیَنَّ فعل مضارع بانون ثقیلہ تاکید صیغہ جمع متکلم۔ اِغْرَاءٌ (افعال) مصدر۔ اغری ب مسلط کرنا۔ سردار بنانا ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ ہم تجھ کو ضرور (ان پر) مسلط کر دیں گے۔ یہ جملہ جواب شرط ہے۔

= ثُمَّ (پھر) حرف عطف ہے۔ ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ خواہ یہ متاخر ہونا بالذات ہو یا باعتبار مرتبہ۔ یہاں ترتیب کا فائدہ دیتا ہے یعنی نہ صرف ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے بلکہ مزید براں یہ لوگ مدینہ میں بس قدر قلیل رہنے پائیں گے!

= لَا یُجَاوِرُوْنَكَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب مجاورۃ (مفاعلۃ) مصدر پڑوس میں رہنا۔ جَارٌ پڑوسی۔ جِوَارٌ پڑوس۔ ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ تمہارے پڑوس (یعنی مدینہ) میں نہیں رہیں گے۔

= قَلِیْلًا۔ کم، تھوڑا۔ قلیل، قِلَّۃٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی یہاں دو

صورتیں ہیں۔

(۱) ضمیر فاعل یجاورون کا حال ہے۔ ای لا یجاورونک الا فی حال قلۃ۔ وہ صرف اقلیت کی حالت میں رہیں گے۔

(۲) یہ وقت محذوف کی صفت ہے ای لا یجاورونک الا وقتاً قلیلاً وہ صرف قلیل عرصہ رہیں گے (اس کے بعد ان کو یہاں سے نکال دیا جائے گا)

۶۱:۳۳ = مَلْعُوْنِیْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصب مَلْعُوْنٌ واحد۔ لعنت کئے ہوئے۔ پھٹکارے ہوئے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) اگر ملعونین پر وقف کیا جائے تو یہ جملہ سابقہ کے ساتھ ہوگا۔ اس صورت میں یہ ضمیر فاعل لا یجاورونک کا حال ہے یعنی وہ جو وقت یا مدت بھی آپ کے پڑوس میں رہیں گے ملعونین کی حالت میں رہیں گے ہر طرف سے ہر وقت ان پر پھٹکار ہوگی!

(۲) اگر قلیلاً پر وقف کیا جائے گا تو ملعونین اگلے جملہ کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے گا۔ اس صورت میں یہ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْا کی ضمیر ھُمْ سے حال ہوگا۔ جہاں بھی پائے جائیں گے وہ مورد لعن و پھٹکار ہوں گے!

= اَیْنَمَا۔ اَیْنَ شرطیہ ہے اور مَا موصولہ ہے جہاں کہیں۔

= ثُقِفُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب ثَقْفٌ یالینا۔ وہ پائے گئے (جہاں کہیں) وہ ملیں۔ یہاں مستقبل کے معنی میں ہے۔ جہاں کہیں بھی وہ پائے جائیں گے!

= اُخِذُوْا۔ وہ پکڑے جائیں گے۔ وَ قُتِّلُوْا اور مار ڈالے جائیں گے۔

تَقْتِیْلاً۔ مصدر منصوب برائے تاکید لایا گیا ہے۔

۶۲:۳۳ = سُنَّۃَ اللّٰہِ مصدر مؤکدہ۔ ای سنّ اللہ فی الذین ینافقون الانبیاء ان یقتلوا حیثما ثقفوا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور یا طریقہ جاریہ ہے ان کے لئے جنہوں نے منافقت کی انبیاء سے کہ جہاں بھی وہ پائے جائیں قتل کر دیئے جائیں۔

= خَلَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ خُلُوٌّ (باب نصر) سے مصدر، وہ پہلے ہو چکے۔ پہلے ہو گذرے

۶۳:۳۳ = السَّاعَۃِ۔ القیامۃ

= مَا یُدْرِیْکَ۔ مَا موصول استفہامیہ، موضع رفع میں مبتدا۔ یُدْرِیْکَ خبر۔ مضارع واحد مذکر غائب اِدْرَاءٌ مصدر (افعال) دَرْیٌ مادہ۔ ثلاثی مجرد میں باب ضرب سے آتا ہے (مصدر دِرَایَۃٌ) اِدْرَاءٌ تبلانا۔ آگاہ کرنا۔ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ تجھے کون تبلائے

تجھے کون چیز اطلاع دے۔ یعنی تجھ کو کیا معلوم۔ تجھے کوئی چیز نہیں سمجھا سکتی۔ تو کیا جانے :

= لَعَلَّ شاید

= قَرِیْبًا۔ ای فی وقت قریب۔ یعنی شاید (روز قیامت) قریب الوقت ہی ہو۔ آنے ہی والا ہو۔ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے اور اس طرح کا استعمال کلام عرب میں اکثر ہے۔

۳۳: ۶۴ = اَعَدَّ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے تیار کیا۔ اس نے تیار کر رکھا ہے۔

= سَعِیْرًا۔ دھکتی ہوئی آگ۔ دوزخ۔ سَعْرٌ سے جس کے معنی آگ کے بھڑکانے کے ہیں۔ بروزن فعیل بمعنی مفعول ہے۔ آگ جو دھکائی گئی ہو۔ منصوب بوجہ مفعول کے ہے!

۳۳: ۶۶ = تُقَلَّبُ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ تَقْلِیْبٌ (تفعیل) مصدر۔ جس کے معنی کسی چیز کے ایک حال سے دوسرے حال پر متغیر کرنے اور پلٹنے کے ہیں تُقَلَّبُ وُجُوْھُھُمْ ان کے چہرے الٹ پلٹ کئے جائیں گے۔

= یَقُوْلُوْنَ اَطَعْنَا اللّٰہَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۔ وُجُوْھُھُمْ میں ضمیر ھُمْ سے حال ہے یعنی ان کے چہرے (آگ میں) الٹ پلٹ کئے جائیں گے اور حال یہ ہوگا کہ وہ کہہ رہے ہوں گے اے کاش ہم نے اطاعت کی ہوتی اللہ کی اور ہم نے اطاعت کی ہوتی رسول کی (صلی اللہ علیہ وسلم)

= یٰلَیْتَنَا۔ یا حرف ندا۔ لَیْتَ حرف مشبہ بالفعل (تمنا کے لئے مستعمل ہوتا ہے) نَا اسم اے کاش ہم۔

= اَطَعْنَا۔ ماضی جمع متکلم اطاعۃ (افعال) مصدر۔ طوع مادہ ہم نے حکم مانا۔ ہم نے اطاعت کی!

= الرَّسُوْلَا۔ میں آخر کا الف اشباع کا ہے اصل میں الرَّسُوْلَ تھا۔ نیز ملاحظہ ہو الظُّنُوْنَا (۳۳: ۱۰)

۳۳: ۶۷ = سَادَتَنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارے سردار۔ سَادَۃٌ سَیِّدٌ کی جمع ہے نا ضمیر جمع متکلم۔

= کُبَرَآءَنَا۔ مضاف مضاف الیہ کُبَرَاءَ کَبِیْرٌ کی جمع ہے نَا ضمیر جمع متکلم۔ ہمارے بڑے لوگ۔ یعنی ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا۔

= اَضَلُّوْنَا۔ ماضی جمع مذکر غائب اضلال (افعال) مصدر۔ نا ضمیر جمع متکلم۔ انہوں نے ہم کو گمراہ کیا۔

== السَّبِيْلَا ای عن طریق الحق۔ صحیح راستے سے۔ آخر میں الف اشباع کا ہے جیسا کہ اوپر الرَّسُوْلَا میں آیا ہے یہ الف بامعنی نہیں ہے بلکہ محض اصلاح لفظ اور اشباع کے لئے آیا ہے جیسا کہ بعض اشعار کے آخر میں ہوا کرتا ہے۔

۳۳: ۶۸ == اٰتِهِمْ۔ اِیْتَاءٌ (افعال) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ هِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب تو ان کو دے۔

== ضِعْفَیْنِ۔ ضِعْفٌ کا تثنیہ۔ دوگنا۔ دوچند۔

== اِلْعَنْهُمْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر، هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ (لَعْنٌ) سے باب فتح۔ تو ان پر لعنت بھیج۔

== لَعْنًا کَبِیْرًا۔ موصوف وصفت۔ بڑی لعنت۔ لَعْنٌ مصدر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے

۳۳: ۶۹ == لَا تَکُوْنُوْا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ تم مت ہو جاؤ۔

== اٰذَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِیْذَاءٌ (افعال) مصدر انہوں نے ستایا۔ انہوں نے اذیت دی۔

== فَبَرَّاَهُ۔ بَرَّاَ یُبَرِّءُ تَبْرِیَةً (تفعیل) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے ضمیر فاعل کا مرجع اللہ ہے هٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع موسٰی (علیہ السلام) ہے

== کَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا۔ ای کان موسٰی ..... وَجِیْهًا منصوب بوجہ خبر کان کے ہے وَجِیْهًا صیغہ صفت ہے وَجَاهَةٌ مصدر سے۔ قدر ومنزلت والا۔ وجاہت والا۔

۳۳: ۷۰ == قَوْلًا سَدِیْدًا موصوف وصفت سچی بات، درست بات، ٹھکانہ کی بات۔ سَدِیْدٌ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے سَدَّدَ سَهْمَهٗ تیر کو نشانہ پر لگایا۔ تیر کو سیدھا ہدف پر پھینکا۔ کہ اپنے نشانہ سے ادھر ادھر نہ جائے۔ اور کہتے ہیں هُوَ یَسُدُّ فِیْ قَوْلِهٖ وہ ٹھکانہ کی بات کہتا ہے اور قُلْتُ لَهٗ سَدَدًا مِّنَ الْقَوْلِ وَسَدَدًا میں نے اس سے ٹھیک اور سیدھی بات کہی۔

۳۳: ۷۱ == یُصْلِحْ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب اِصْلَاحٌ (افعال) مصدر۔ وہ درست کردے گا۔ وہ قبول کرلے گا۔ ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔ اوپر آیا ہے (اِتَّقُوا اللّٰهَ) مضارع مجزوم بوجہ جواب امر ہے۔ تم اللہ سے ڈرو اور درستی اختیار کرو۔ تمہارے اعمال درست کردے گا یا قبول کرلے گا۔

== یَغْفِرْ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) واحد مذکر غائب۔ (تمہارے گناہ) معاف کردیگا

= فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۔ فَازَ ماضی واحد مذکر غائب فَوْزٌ مصدر۔ وہ کامیاب ہوا۔ اس نے کامیابی حاصل کرلی۔ اس نے اپنا انتہائی مقصد پا لیا۔ اس نے فتح پائی۔ عظیما فَوْزًا کی صفت ہے بہت بڑی کامیابی۔

۳۳ : ۷۲ — عَرَضْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے پیش کیا۔

= اَلْاَمَانَةَ - اَلْاَمْنُ کے اصل معنی نفس کے مطمئن ہونے کے ہیں۔ اَمْنٌ۔ اَمَانَةٌ اَمَانٌ یہ سب اصل میں مصدر ہیں اور اَمَانٌ کے معنی کبھی حالت امن کے آتے ہیں اور کبھی اس چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی کے پاس بطور امانت رکھی جائے یہاں الامانۃ سے مراد بار امانہ ہے جیسا کہ عرب کہتے ہیں حَمَلَ اُلْاَمَانَۃَ یعنی اس نے امانت واپس کرنے سے انکار کردیا اور اس کا بوجھ اٹھالیا۔

= اَشْفَقْنَ مِنْهَا۔ اَشْفَقْنَ ماضی صیغہ جمع مؤنث غائب ہے (سمٰوٰت والارض والجبال کے لئے آیا ہے۔ اشفاق (افعال) مصدر۔ الاشفاق اصل میں کسی کی خیر خواہی کے ساتھ اس پر تکلیف آنے سے ڈرنا۔ کے ہیں۔ جب یہ فعل حرف من کے واسطے سے متعدی ہو تو اس میں خوف کا پہلو زیادہ ہوتا ہے مثلاً مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا (۴۲ : ۱۸) وہ اس سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اَشْفَقْنَ مِنْهَا۔ وہ (آسمان اور زمین اور پہاڑ) اس (کا بوجھ اٹھانے) سے ڈر گئے۔

= ظَلُوْمًا۔ ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنا (ای وضع الشئ فی غیر محلہ) ظلومٌ فعولٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے بڑا ظالم۔ نہایت ستمگار، بڑا بے انصاف، بڑا بے باک، بڑا بے ترس۔

ظلم کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) وہ ظلم جو انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے مثلاً کفر و شرک وغیرہ جیسا کہ فرمایا۔ ان الشرک لظلم عظیم۔ (۳۱ : ۱۳) بے شک شرک بہت بھاری ظلم ہے۔

(۲) وہ ظلم جو انسان ایک دوسرے پر کرتا ہے مثلاً انما السبیل علی الذین یظلمون الناس (۴۲ : ۴۲) الزام تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔

(۳) وہ ظلم جو انسان خود اپنے آپ پر کرتا ہے مثلاً فرمایا۔ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔

— جَهُوْلًا اَلْجَهْلُ جہالت و نادانی۔ اس کی تین قسمیں ہیں:

(۱) انسان کے ہونا اور یہی اس کے اصل معنی ہیں

(۲) کسی چیز کا خلاف واضع

(۳) کسی کام کو جس طرح سرانجام دینا چاہئے اس کے خلاف سرانجام دینا۔ عام اس سے کہ اس کے متعلق اعتقاد صحیح ہو یا غلط۔

جاہل کا لفظ عموماً لبطور مذمت بولا جاتا ہے مگر کبھی لبطور مذمت نہیں آتا۔ مثلاً یحسبهم الجاهل اغنياء من التعفف (۲: ۲۷۳) کہ ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے۔

جَهُوْل۔ بر وزن فعول مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا جاہل۔ بڑا نادان۔

= اَلْاِنْسَانُ۔ سے مراد جنس انسانی ہے۔

لفظی طور پر آیت کا ترجمہ ہوگا:۔ ہم نے یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا سو انسان نے اس کو اٹھالیا۔ بے شک یہ (انسان) ظلوم و جہول ہے۔

لیکن اس کو سمجھنے کے لئے صاحب ضیاء القرآن کی وضاحت بہت مفید ہوگی۔ فرماتے ہیں کہ:۔

اہل لغت کی بیان کردہ تفسیر کے بعد اب علمائے کرام کا نقطۂ نظر ملاحظہ فرمائیے!

ان کے نزدیک امانت سے مراد تکلیفات شرعیہ ہیں جن میں عبادات، اخلاقیات اور ہر قسم کے قوانین داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کو فرمایا کہ ہم تمہیں اختیار و ارادہ کی آزادی دیتے ہیں کیا تم اس اختیار و آزادی کے ساتھ اس امانت کا بار اٹھانے کے لئے تیار ہو۔

انہوں نے اعترافِ عجز کرتے ہوئے معذرت کر دی اور اپنی بے بسی کا اقرار کیا یہ بوجھ گراں ہے، ہم اس کے اٹھانے سے قاصر ہیں۔ ہمیں اطاعت کے ثواب کی امید سے عصیاں و نافرمانی کے عذاب کا اندیشہ زیادہ ہے۔

ہم تیرے مسخر اور پابند حکم رہ کر تیرے ہر ارشاد کی تعمیل کریں گے اختیار وارادہ کی آزادی میں جو خطرات پنہاں ہیں ان کو برداشت کرنے کی طاقت ہم اپنے اندر نہیں پاتے۔

اب یہی چیز جب انسان کے سامنے پیش کی گئی تو اس نے اپنی ناتوانیوں اور کمزوریوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے اس امانت کو اٹھانے کی حامی بھر لی۔ اور اس بار گراں کو اٹھا کر اپنے آپ کو آزمائش و ابتلا میں ڈال دیا۔ اور اس نے کسی عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا۔

اس سے انسان کی مذمت مقصود نہیں بلکہ بیان واقع کے طور پر اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا فرمایا۔ حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ نے بڑی پیاری بات فرمائی ہے:۔

"شیخ جنید فرمود کہ نظر آدم بر عرضِ حق بود نہ بر امانت۔ لذتِ عرض ثقلِ امانت را بر وفراموش گردانید لاجرم لطفِ ربانی بزبان عنایت فرمود کہ برداشتن از تو ونگاہ داشتن از من!" یعنی اللہ تعالیٰ نے جب یہ امانت حضرت آدم پر پیش فرمائی تو آپ کی نظر اس وقت امانت اور ثقل پر نہ تھی بلکہ امانت پیش کرنے والے پر تھی اور اس کے پیش فرمانے میں جو لذت دسرور تھا اس نے امانت کی گرانی کو نظروں سے اوجھل کر دیا"

یعنی حضرت جنید رح فرماتے ہیں یقیناً لطف ربانی نے آدم کی اس نیازمندی اور ہمت سے خوش ہو کر فرمایا کہ اے آدم! اٹھانا تیرا کام ہے اور اٹھانے کی توفیق دینا اور تیری حفاظت کرنا میرا کام ہے!

اہل لغت اور صوفیائے کرام کی تشریح وتوضیح اسی تفسیر ضیاء القرآن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۳: ۷۳ = لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ میں لام تعلیل وعاقبت کا ہے۔ يُعَذِّبَ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل لام تعلیل۔ تاکہ عذاب دیوے اللہ تعالیٰ۔

مطلب یہ کہ اس بار امانت کو اٹھانے کی ذمہ داری قبول کرنے سے دو صورتیں سامنے آگئیں۔ ۱:۔ جو ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ کما حقہٗ نہ ہو سکے۔ اور شرک ونفاق کے مرتکب ہوئے وہ متوجب سزا ہو گئے (۲) اور جو اس ابتلاء میں قائم رہے اور ایمان ویقین سے متصف ہوئے وہ لطف وکرم الٰہی کے سزاوار ہوئے ۔

= يَتُوْبَ اللّٰهُ۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب تَوْبٌ وتَوْبَةٌ (باب نصر) سے جس کے معنی گناہ کو احسن طریق سے ترک کرنے کے ہیں۔

اعتذار کی تین صورتیں ہیں:۔

۱:۔ عذر کنندہ سرے سے اپنے جرم کا انکار کر دے کہ میں نے یہ گناہ کیا ہی نہیں

۲:۔ گناہ کی وجہ جواز تلاش کرکے۔

۳:۔ اعتراف جرم کرکے آئندہ نہ کرنے کا یقین دلائے۔

جب اس کا تعدیہ الی کے ذریعہ ہوتا ہے تو اس کا مطلب گناہ کنندہ کا اعترافِ جرم کرتے ہوئے اس کی معافی اور آئندہ اس سے بچنے کی یقین دہانی سے اللہ کی طرف رجوع کرنے کا ہے

اور جب تعدیہ علیٰ سے ہو تو اللہ تعالیٰ کا جرم کنندہ پر مہربانی کرنا اور اس کی توبہ قبول کرنا مراد ہوتا ہے

= غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ كَانَ کی خبر۔ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے

(وہ بندوں کی لغزشوں کو معاف کر دیتا ہے اور اس کی نیکیوں کو اپنی رحمت کے طفیل منزلِ مقصود تک رسائی کا ذریعہ بنا تا ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

(۳۴) سُوْرَۃُ السَّبَا مَکِّیَّۃٌ (۵۸)

۳۴: ۱ = اَلْحَمْدُ ۔ میں الف لام استغراق کا ہے ۔ یعنی ہمہ نوع حمد و ثناء ۔

صاحب تفسیر حقانی رقمطراز ہیں کہ :۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ سورۃ سبا مکہ میں نازل ہوئی ۔ اس قسم کی سورتیں کہ جن کے اول میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے پانچ ہیں ۔ ان میں سے دو نصف اول میں ہیں ۔ الانعام الکہف اور دو اخیر قرآن میں ہے ایک یہ دوسری ملائکہ پانچویں الحمد جس کو چاہو نصف اول میں شمار کرو خواہ نصف آخر میں اور سِرّ (راز) اس میں یہ ہے کہ خدا کی بے شمار نعمتیں دو قسم کی ہیں :۔

۱:۔ ایک نعمت ایجاد ہے کہ اس نے معدوم سے ہم کو موجود کر دیا ۔

۲:۔ دوسری نعمت بقار ہے کہ ہم کو باقی رکھا ۔ اور زندہ رہنے کے سامان عطا کئے ۔

اور بندہ کی بھی دو حالتیں ہیں :۔

۱:۔ ایک ابتدار جو اس عالم سے علاقہ رکھتی ہے ،

۲:۔ دوم اعادہ کہ بار دیگر ہم کو زندہ کرکے وہاں کے سامان عطا کرے گا ۔ بس ان پانچوں سورتوں میں کہیں ایجاد کی نعمتیں یاد دلائی ہیں اور کہیں بقاد کی ۔ پھر کہیں اس عالم کی کہیں اس عالم کی ۔

اس سورۃ میں مافی الارض تک تو نعمت بقار کا ذکر ہے کہ جو اس عالم میں آسمانوں اور زمین کی چیزوں کو پیدا کرنے میں ہے کیونکہ اگر آسمان و زمین کے اندر کی چیزیں بارش ، ہوا ۔ رزق وغیرہ نہ ہوں تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا ۔

ولہ الحمد فی الاٰخرۃ میں آخرت کی جمیع نعمتوں کی طرف اشارہ ہے اسی رعایت سے پہلے الحمد سے مراد الحمد فی الدنیا ہے ۔

= لِلّٰہِ ۔ لَہٗ (مافی السمٰوٰت) اور لَہٗ (الْحَمْدُ) میں لام اختصاص کا ہے اور تملیک کے لئے آیا ہے یعنی خاص اسی کے لئے ہے اور وہی مالک مطلق ہے ۔

= اَلَّذِیْ ۔ اللہ کی صفت ہے ای اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ھُوَالَّذِیْ لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ

...... الخ وہی مالک ہے ہر اس چیز کا جو آسمانوں میں ہے ..... الخ۔

۳۴: ۲ = مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ ۔ مَا موصولہ ہے يَلِجُ مضارع صیغہ واحد مذکر غائب ہے وُلُوْجٌ مصدر (باب ضرب) بمعنی داخل ہونا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ط (۷: ۴۰) وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل نہ ہوجائے۔

جو زمین کے اندر داخل ہوتا ہے مثلاً پانی، اموات، تخم وغیرہ

= وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا۔ اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے مثلاً پانی کے چشمے۔ نباتات، معدنیات وغیرہ۔ مِنْهَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب الارض کے لئے ہے۔

= وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے مثلاً ملائکہ، احکامِ الٰہی وغیرہ

= وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا۔ اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے عُرُوْجٌ (باب نصر) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب چڑھتا ہے اس میں۔ مثلاً ملائکہ۔ اعمال صالحہ وارواح وغیرہ۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ السمآء کے لئے ہے۔

۳۴: ۳ = لَا تَاْتِيْنَا مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ اِتْيَانٌ (باب ضرب) مصدر نا ضمیر جمع متکلم وہ ہمارے پاس نہیں آئے گی۔ السَّاعَةُ القيامة۔ یعنی ہم پر قیامت نہیں آئے گی،

= بَلٰى۔ ہاں۔ بلٰی کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے:۔

(۱) نفی ماقبل کی تردید کے لئے مثلاً زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ (۶۴: ۷) جو لوگ کافر ہیں ان کا خیال ہے کہ وہ دوبارہ اٹھائے نہیں جائیں گے۔ آپ (ان سے) کہئے ضرور اور قسم ہے میرے پروردگار کی تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔

(۲) اس استفہام کے جواب میں جو نفی پر واقع ہو:۔

(ا) خواہ یہ استفہام حقیقی ہو مثلاً۔ اَلَيْسَ زَيْدٌ بِقَائِمٍ (کیا زید کھڑا نہیں؟) اور جواب میں کہا جائے بَلٰى (ہاں یعنی ہاں کھڑا ہے)

(ب) یا استفہام توبیخی ہو مثلاً اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ؕ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰۤى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ (۷۵: ۳-۴) کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے ضرور (جمع کریں گے) ہم تو اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کے پوروں تک کو درست کردیں

(ج) یا استفہام تقریری ہو مثلاً اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا (۷: ۱۷۲) کیا میں

تمہارا رب نہیں؟ انہوں نے کہا ہاں (تو ہی ہے)

یہاں آیت ہذا میں نفی ماقبل کی تردید کے لئے ہے " کافر لوگ کہتے ہیں ہم پر قیامت نہ آئے گی۔ آپ کہہ دیجئے ضرور آئے گی) قسم ہے میرے پروردگار کی جو عالم الغیب ہے وہ تم پر ضرور آئے گی!

= وَرَبِّيْ۔ واؤ قسم کے لئے ہے قسم ہے میرے پروردگار کی۔ قسم کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے، ضمیر واحد متکلم کا مرجع ذات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہ شدت قسم پر دلالت کرتی ہے

= لَتَأْتِيَنَّكُمْ لام تاکید کا ہے تَأْتِيَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ وہ تم پر ضرور آئے گی۔

= عَالِمِ الْغَيْبِ المقسم ہے (رَبِّيْ) کا بدل ہے یا اس سے عطف بیان۔

بعض کے نزدیک یہ رب کی صفت ہے اور بدیں وجہ مجرور ہے عبارت یوں ہو گی!

قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ عَالِمِ الْغَيْبِ لَتَأْتِيَنَّكُمْ۔

= لَا يَعْزُبُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب عُزُوْبٌ (باب نصر) مصدر بمعنی چھپ جانا مخفی ہونا۔ غائب ہونا۔ ضمیر فاعل مثقال ذرّۃ کے لئے ہے اور ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب عالم الغیب کے لئے ہے۔

= مِثْقَالُ ذَرَّةٍ۔ مضاف مضاف الیہ مثقال اسم مفرد بمعنی وزن برابر۔ ہم وزن۔ ایک ذرّہ وزن برابر، ذرہ برابر۔ ذرّہ کے ہموزن۔

= وَلَا اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرُ۔ ذٰلِكَ کا اشارہ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ کی طرف ہے، اَصْغَرُ وَاَكْبَرُ کا عطف مثقال ذرۃٍ پر ہے۔

آسمانوں کی اور نہ ہی زمین کی کوئی ذرّہ برابر شے یا اس سے چھوٹی یا اس سے بڑی اس (عالم الغیب) سے پوشیدہ نہیں ہے۔

= اِلَّا حرف استثناء ہے۔ مگر

= كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ، موصوف وصفت واضح کتاب، مراد لوح محفوظ۔ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ مگر یہ کہ یہ سب چیزیں لوح محفوظ میں (درج) ہیں

فائدہ: تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ پورے قرآن میں صرف تین آیات ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ قیامت کے وقوع پذیر ہونے پر اپنے

رب عظیم کی قسم کھائیں ۔
۱۰۔ وَيَسْتَنْبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْ اِنَّهٗ لَحَقٌّ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ
(۱۰: ۵۳) اور لوگ تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا قیامت کا آنا حق ہی ہے ؟ تو کہہ دے کہ ہاں میرے رب کی قسم وہ یقیناً حق ہی ہے ۔ اور تم خدا کو مغلوب نہیں کر سکتے ۔
۲۔ ایت ہذا۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلٰى وَرَبِّیْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ
(۳۴: ۳) ترجمہ اوپر ملاحظہ ہو لَا تَاْتِيْنَا کے محاذ ۔
(۳) زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ..... الخ (۶۴: ۷) اوپر (۳۴: ۳) بَلٰی کے محاذ ملاحظہ فرمائیں ۔
۳۴: ۴ = لِيَجْزِیَ لام تعلیل کا ہے (یہ لام عاقبت کا بھی ہو سکتا ہے) اس کا تعلق لَتَاْتِيَنَّكُمْ سے ہے کہ یہی علت ہے لِيَجْزِیَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی ۔ يَجْزِیْ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ جَزَاءٌ سے (باب ضرب) تاکہ وہ بدلہ دے تاکہ وہ جزا دے ۔
= كَرِيْمٌ ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔ عزت دالا۔ عمدہ ۔
۳۴: ۵ = سَعَوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب سَعْیٌ (باب فتح) مصدر بمعنی کام کرنا۔ چلنا دوڑنا۔ مشی سریع ۔ تیز روی ۔ بمعنی حال وہ دوڑتے ہیں ۔ یعنی کوشش کرتے ہیں ۔
= مُعٰجِزِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر مُعَاجِزٌ واحد۔ مُعَاجَزَةٌ (مفاعلة) مصدر مقابلہ کر کے اپنے حریف کو عاجز کر دینا ۔ ہرا دینا ۔
سَعَوْا فِیْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ (جو لوگ) ہماری آیات کے بارہ میں (ہمیں) ہرانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ (۹: ۲) اور جان رکھو کہ تم خدا کو عاجز نہیں کر سکو گے ۔
بڑھیا کو عَجُوْزٌ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بھی اکثر امور سے عاجز ہو جاتی ہے ۔
= رِجْزٍ عقوبت ، عذاب ، بلا ، سزا ۔ الرِّجْزُ کے اصل معنی اضطراب کے ہیں محاورہ ہے ارتجزت السماء بالرعد آسمان بجلی کی کڑک سے کانپ اٹھا اور کہتے ہیں رعد مرتجز ۔ کپکپا دینے والی ، لرزا دینے والی گرج ۔ پس رِجْزٌ وہ عذاب کہ جن پر اترے وہ اس کی سختی سے کانپ اٹھیں ۔
عَذَابٌ اَلِيْمٌ مِّنْ رِّجْزٍ ، درد ناک عذاب کہ معتوب اس کی سختی سے

کانپ اٹھے۔

۳۴: ۶ = وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ۔ يَرَى فعل اَلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ فاعل اَلَّذِیْ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مفعول اوّل هُوَ ضمیر الفصل اَلْحَقَّ مفعول ثانی۔

اُوْتُوا الْعِلْمَ وہ جن کو علم دیا گیا۔ مراد اس سے یا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اہل علم ہیں یا اہل کتاب کے علماء میں سے جو مشرف باسلام ہوتے مثلاً عبداللہ بن سلام وکعب وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

ترجمہ:۔ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ اس قرآن کو جو تیرے پروردگار کی طرف سے تیری طرف اتارا گیا ہے سمجھتے ہیں کہ وہ حق ہے۔

= يَهْدِیْ مضارع واحد مذکر غائب هِدَايَةٌ (باب ضرب) سے وہ ہدایت کرتا ہے ضمیر فاعل الذی انزل کی ضمیر ہے ای القرآن۔

= اَلْعَزِيْز (فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ) غالب، زبردست، قوی۔ گرامی قدر۔

اَلْحَمِيْد (حَمْدٌ سے فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ بمعنی مفعول) ستودہ، صفت کیا ہوا۔ محمود۔ دونوں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں بوجہ مضاف الیہ ہونے کے مجرور ہیں

۳۴: ۷ = نَدُلُّكُمْ۔ نَدُلُّ مضارع کا صیغہ جمع متکلم دلالة (باب نصر) مصدر۔ پتہ دینا راہنمائی کرنا۔ راستہ دکھانا۔ دَلِيْلٌ۔ راہ راہنما۔

كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ (کیا) ہم تمہیں پتہ دیں۔ یہ مخاطبین کفار قریش میں ہی تھے۔ وہ تعجب یا استہزاء کی وجہ سے ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر یہ کلمات کہتے تھے قالوا مخاطبا بعضھم لبعض علیٰ جھۃ التعجب والاستھزاء

= يُنَبِّئُكُمْ۔ يُنَبِّئُ مضارع واحد مذکر غائب تَنْبِئَةٌ (تفعیل) بتانا۔ خبر دینا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر يُنَبِّئُ میں ضمیر فاعل رجل کی طرف راجع ہے وہ تمہیں بتاتا ہے۔

ن ب ء مادہ۔

= مُزِّقْتُمْ۔ ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔ تَمْزِيْقٌ (تفعیل) مصدر۔ جس کے معنی ہیں کسی چیز کو پھاڑ پھاڑ کر پارہ پارہ اور ریزہ ریزہ کر دینا۔ مُمَزَّقٍ اس کا وزن اسم مفعول کا ہے لیکن یہ مصدر ہے اور فعل کے بعد تاکید کے لئے آیا ہے كُلَّ سے تشدید مزید مراد ہے۔

یعنی جب تم بالکل ریزہ ریزہ کر دیئے جاؤ گے۔

٣٤: ٨ = اَفْتَرٰی اصل میں أَاِفْتَرٰی تھا۔ پہلا ہمزہ استفہامیہ ہے دوسرا ہمزہ وصل ہے دو ہمزے جمع ہوئے تو ہمزہ وصل تخفیف کے لئے حذف ہوگیا۔ صیغہ ماضی واحد مذکر غائب ہے اِفْتِرَاءٌ (افتعالٌ) مصدر۔ اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان تراشا۔

اس کا ترجمہ دو طرح ہو سکتا ہے۔

۱۔ کیا اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے؟

۲۔ یا تو اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے۔ اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ یا اسے جنون ہے

= جِنَّةٌ۔ جنون۔ دیوانگی۔ سوداء۔ جَنٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی کسی چیز کے حواس چھپ جانے کے ہیں۔ جَنَّ یَجُنُّ جَنٌّ (باب نصر) اس نے ڈھانپ لیا۔ اس نے چھپا لیا جَنَّةٌ (جنت) بھی اسی سے مشتق ہے۔ درختوں والا ہرہ باغ جس کے درخت زمین کو چھپالیں جنت کہلاتا ہے۔

= بَلْ۔ حرف اضراب ہے۔ یہاں ماقبل کا ابطال اور مابعد کی تصحیح مقصود ہے۔ یعنی ان کا یہ کہنا کہ اس نے خدا پر جھوٹ باندھا ہے اور اسے جنون ہے غلط ہے بلکہ سچی بات یہ ہے کہ یہ لوگ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے گمراہ ہیں اور عذاب بھگتیں گے!

= فِی الْعَذَابِ۔ ای غدًا فی العذاب فی الضلٰل البعید۔ ای الیوم فی الضلال البعید یعنی کل قیامت کو عذاب الٰہی میں مبتلا ہوں گے اور آج دور تک گمراہی میں چلے گئے ہیں۔

٣٤: ٩ = اَفَلَمْ یَرَوْا۔ ف حرف عطف ہے ہمزہ استفہامیہ ہے عموماً حروفِ استفہام (کیف، این، انّٰی، ھَلْ، ای، ما، وغیرہ) حرف عطف کے بعد واقع ہوتے ہیں لیکن ہمزہ حرف عطف پر اس امر سے آگاہ کرنے کے لئے پہلے لایا جاتا ہے کہ صدر کلام میں آنے کے واسطے اصلی حرف یہی ہے۔

تو کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔ کیا وہ نہیں دیکھتے۔

= مِنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ آسمان اور زمین میں سے جو ان کے اپنے آگے اور اپنے پیچھے ہے کیا یہ اس کو نہیں دیکھتے (جو اپنی جسامت و وسعت کے لحاظ سے ان کے دل کو قدرتِ الٰہی کی عظمت کے دلائل سے لبریز کر دینے کے لئے کافی ہیں) جو ایسے اجسام عظیمہ کا ابتداءً پیدا کرنے والا ہے کیا وہ اجسام صغیرہ کی خلق ثانی پر قادر نہیں؟)

= اِنْ نَّشَاْ۔ اِنْ شرطیہ ہے نَشَاْ مضارع کا صیغہ جمع متکلم ہے مَشِیَّةٌ مصدر مضارع

مجزوم بوجہ عمل اَنْ کے ہے ۔ اگر ہم چاہیں.....

= نَخْسِفْ بِ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اَنْ) جمع متکلم خَسْفٌ مصدر (باب ضرب) ہم دھنسا دیں ۔ هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول اوّل اَلْاَرْضَ مفعول ثانی ۔ اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں ۔

خُسُوْفٌ چاند گرہن ۔ خَسَفَ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی ۔

= اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ ۔ اَوْ حرف عطف ۔ نُسْقِطْ کا عطف نَخْسِفْ پر ہے اور یہ بھی اَنْ کے عمل میں مضارع مجزوم بصیغہ جمع متکلم ہے یا ہم ان پر گرادیں ۔

= كِسَفًا ۔ كِسْفَةٌ کی جمع اَكْسَافٌ وكُسُوْفٌ جمع الجمع ٹکڑے ۔ كُسُوْفٌ سورج گرہن كَسَفَ فعل متعدی و لازم دونوں طرح استعمال ہوتا ہے ۔

= مُنِيْبٍ اسم فاعل واحد مذکر اللہ کی طرف خلوص سے رجوع کرنے والا ۔ اِنَابَةٌ (باب افعال) مصدر نَوْبٌ مادہ (باب نصر) سے ۔ کسی چیز کا بار بار لوٹنا ۔ نَوْبَةٌ حاصل مصدر ۔ باری ۔

۳۴ : ۱۰ = اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۔ اٰتَيْنَا ۔ ہم نے دیا ۔ فعل ۔ دَاوٗدَ مفعول اول مِنَّا حال ہے فَضْلًا مفعول ثانی ۔ ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے فضیلت بخشی " فَضْلًا صیغہ نکرہ اظہار عظمت کے لئے ہے ۔

= يٰجِبَالُ ۔ یہ فَضْلًا کا بدل ہے ای قُلْنَا يَاجِبَالُ ۔

= اَوِّبِىْ ۔ فعل امر ، واحد مؤنث حاضر ۔ تَاْوِيْبٌ (تفعیل) مصدر ۔ تو رجوع کر ۔ تو لوٹ یعنی اے پہاڑو! تم بھی ان کے ساتھ مل کر تسبیح کرو ۔

یہاں اَوِّبِىْ ۔ بمعنی سَبِّحِىْ ہے تو تسبیح کر ۔

= وَالطَّيْرَ ۔ اَلطَّيْرَ منصوب یا تو فعل مقدرہ کا مفعول ہونے کی وجہ سے ہے ۔ اس صورت میں تقدیر کلام ہے وَسَخَّرْنَا لَهُ الطَّيْرَ ۔ اور ہم نے پرندوں کو بھی (الطیر جنس کے لئے ہے) اس کی تسخیر میں کردیا (کہ وہ بھی پہاڑوں کے ساتھ مل کر حضرت داؤد کے ہمراہ تسبیح کریں) یا اس کا عطف فَضْلًا پر ہے اور پرندوں کا ماتحت کردینا بھی فضیلت میں سے ہے ۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ۝ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝ (۳۸ : ۱۸-۱۹) ہم نے پہاڑوں کو ان کے مطیع کر دیا تھا ۔ کہ شام اور صبح ان کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے اور پرندوں

کو بھی (ان کے مطیع کر دیا تھا) جو اس کے ہاں (تسبیح کے لئے) اکٹھے ہو جاتے تھے۔
اور جگہ ہے وَسَخَّرۡنَا مَعَ دَاوٗدَ الۡجِبَالَ يُسَبِّحۡنَ وَالطَّيۡرَ (۲۱:۷۹)
اور ہم نے داؤد کے ساتھ تابع کر دیا تھا پہاڑوں کو کہ وہ اور پرندے تسبیح کیا کریں۔
مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں یہ صاف ظاہر ہے کہ پہاڑ اور پرندے ایک ہی حکم کے تحت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کرنے پر مامور کر دیئے گئے تھے۔

فائدہ: پہاڑوں کی تسبیح سے ان کی صدائے بازگشت یا وہ عام تسبیح مراد نہیں جو ہر چیز اپنی اپنی زبان حال وقال سے کرتی رہتی ہے مراد نہیں۔ ورنہ حضرت داؤد علیہ السلام پر فضل و انعام کے سلسلہ میں بیان کرنا کیا اہمیت رکھتا ہے۔

= وَاَلَنَّا لَهُ الۡحَدِيۡدَ۔ یہ دوسرا انعام حضرت داؤد پر تھا۔
اَلَنَّا ماضی جمع متکلم۔ اِلَانَةٌ وَاِلۡيَانٌ (افعال) مصدر جس کے معنی ہیں نرم کر دینا۔
لین مادہ۔ اَلَانَ لِلۡقَوۡمِ جَنَاحَهٗ اس نے لوگوں سے نرم برتاؤ کیا۔
اَلَنَّا۔ ہم نے نرم کر دیا۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔
اوّل یہ کہ لوہا ان کا ہاتھ لگنے سے، موم ہو جاتا تھا۔ دوم یہ کہ ان کو لوہا پگھلانے کا فن سکھا دیا گیا ہو۔

لَانَ يَلِيۡنُ (باب ضرب) سے یہ فعل لازم بھی آیا ہے بمعنی نرم ہونا۔ مثلاً فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ (۳:۱۵۹) پھر یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی کے سبب سے ہے کہ آپ ان کے ساتھ نرم رہے۔

۳۴:۱۱ = اَنِ اعۡمَلۡ۔ میں ان مصدریہ ہے ای الناله الحدید لعمل سابغات (کشادہ زرہیں بنانے کے لئے ہم نے لوہا اس کے لئے نرم کر دیا۔
= سٰبِغٰتٍ اصل میں سَبَغَ يَسۡبُغُ (باب نصر) سُبُوۡغٌ مصدر۔ سے اسم فاعل جمع مؤنث کا صیغہ ہے سَابِغَةٌ واحد اور یہاں موصوف محذوف کی صفت ہے یعنی دروعا سابغاتٍ۔ کشادہ زرہیں۔ لیکن سالغۃ بمعنی کشادہ زرہ کے کثرتِ استعمال سے موصوف کو بیان کرنے کی حاجت ہی نہ رہی۔ لہٰذا سٰبغٰتٍ (بلاموصوف) بمعنی کشادہ زرہیں مستعمل ہے! جیسے البطح وادی کے کشادہ ہونے کو کہتے ہیں لیکن استعمال عام میں کشادہ وادی کے معنوں میں ہی مستعمل ہے۔
= قَدِّرۡ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تَقۡدِيۡرٌ (تفعیل) مصدر۔ مناسب اندازہ کے ساتھ

بناؤ۔ کڑیوں کو حساب کے ساتھ بناؤ اور جوڑو۔

= اِعْمَلُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر عَمَلٌ مصدر۔ تم کام کرو۔

یہاں خطاب حضرت داؤد اور آلِ داؤد علیہ السلام سے ہے اس لئے جمع کا صیغہ آیا ہے

۳۴: ۱۲ = وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ۔ واؤ حرف عطف ہے لِسُلَیْمٰنَ کا عطف اَلَنَّالَهُ الْحَدِیْدَ کے لَهٗ پر ہے اور الرِّیْحَ کا عطف الحدید پر ہے۔ الانۃ الریح بمعنی تسخیرھا۔ (سُلَیْمٰن بوجہ عَلَمْ و الف نون زائدتان کے غیر منصرف ہے) اور ہم نے مسخر کردی سلیمان کے لئے ہوا۔

= غُدُوُّھَا۔ مضاف مضاف الیہ غُدُوٌّ وغَدَاۃٌ صبح۔ فجر اور سورج نکلنے کے درمیان کا وقت غَدَوَات جمع۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جس کا مرجع الرِّیْحَ ہے۔ یہاں الریح کی مناسبت سے غُدُوٌّ سے مراد ہوا کی صبح کی منزل یا مسافت!

غُدُوُّھَا شَھْرٌ۔ ترجمہ ہوگا: اس کی صبح کی منزل ایک ماہ کی۔

مراد یہ کہ صبح کے وقت ہوا حضرت سلیمان کو لے کر اتنا فاصلہ طے کرلیتی جتنا کہ ایک سوار ایک تیز رفتار گھوڑے پر ایک ماہ میں طے کرتا ہے۔

= رَوَاحُھَا۔ مضاف مضاف الیہ رَوَاحٌ شام۔ سورج ڈھلنے سے رات تک کا وقت مطلب اس کی شام کی منزل (بھی) ایک ماہ کی ہوتی۔

= اَسَلْنَا۔ ماضی جمع متکلم اِسَالَۃٌ (باب افعال) مصدر۔ ہم نے بہا دیا۔ ہم نے جاری کردیا۔ فعل لازم سَالَ یَسِیْلُ (ضرب) سَیْلٌ و سَیَلَانٌ۔ پانی بہنا۔ اسی سے سَیْلٌ بمعنی سیلاب۔

= عَیْنَ الْقِطْرِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ عَیْنٌ چشمہ، اَلْقِطْرُ پگھلا ہوا تانبا۔ عَیْنَ الْقِطْرِ پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ، عَیْنَ۔ اَسَلْنَا کا مفعول ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے۔

= وَمِنَ الْجِنِّ۔ واؤ عطف کا ہے مِنَ الْجِنِّ (مِنْ تبعیضیہ) کا عطف الرِّیْحَ پر ہے اور ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کے تابع کردیا کئی جنوں کو۔

= مَنْ یَّعْمَلُ۔ مِنَ الْجِنِّ کا بدل ہے جو کام کرتے تھے ان کے سامنے۔

= وَمَنْ یَّزِغْ: واؤ عاطفہ اور مَنْ شرطیہ ہے یَزِغْ مضارع مجزوم (بعمل مَنْ شرطیہ) صیغہ واحد مذکر غائب زَیْغٌ (باب ضرب) سے مصدر۔ وہ پھر جاتا ہے۔ وہ سرتابی کرتا ہے

وہ حکم عدولی کرتا ہے۔

= اَمۡرِنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا حکم۔ ضمیر جمع متکلم اللہ کی طرف راجع ہے۔
یعنی جو ان میں سے ہمارے حکم (کہ سلیمان (علیہ السلام) کے تابع فرمان رہیں) سے سرتابی کرتا ہے ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب چکھاتے۔

= نُذِقۡهُ۔ نُذِقۡ مضارع (مجزوم بوجہ جواب شرط) جمع متکلم اِذَاقَةٌ (باب افعال) مصدر ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول۔ اس کا مرجع مَنۡ ہے۔ ہم اس کو چکھاتے ہیں۔ چکھائیں گے۔

= عَذَابِ السَّعِيۡرِ۔ بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب۔ یعنی دوزخ کا عذاب، بعض کے نزدیک دنیا میں عذاب وہی مراد ہے۔

٣٤: ١٣ = مَحَارِيۡبَ محراب کی جمع۔ یہاں مراد مضبوط محل، قلعے، اونچی اونچی عبادت گاہیں

= تَمَاثِيۡلَ۔ تِمۡثَال کی جمع۔ مورتیں۔ تصویریں۔ شریعت سلیمانی میں مجسمہ تراشی اور مصوری حرام نہ تھیں۔

= جِفَانٍ۔ جَفۡنَةٌ واحد۔ لگن، بڑا پیالہ۔ برتن جس میں شراب بنائی جائے۔

= كَالۡجَوَابِ۔ کاف تشبیہ کا ہے۔ جَوَابٌ جَابِيَةٌ کی جمع ہے۔ بڑا حوض۔ تالاب۔

= قُدُوۡرٍ رّٰسِيٰتٍ۔ موصوف وصفت۔ قُدُوۡرٍ۔ قِدۡرٌ کی جمع۔ ہانڈیاں۔ دیگیں
رَاسِيٰتٍ رُسُوۡءٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث رَاسِيَةٌ کی جمع۔ رُسُوۡءٌ کے معنی کسی چیز پر قائم رہنا اور استوار ہونا کے ہیں رَاسِيٰتٍ ایک جگہ دھری رہنے والی۔ ہر وقت چولھوں پر قائم رہنے والی (دیگیں)

= اٰلَ دَاوٗدَ۔ ای يَا اٰلَ دَاوٗدَ۔ اے داؤد کی آل۔ اے داؤد کے گھر والو۔ منادیٰ۔ مرکب اضافی ہے۔ مضاف منصوب ہوگا۔ داؤد بوجہ علمیت وعجمیت غیر منصرف ہے!

= شُكۡرًا۔ منصوب بوجہ مفعول لہٗ۔ اِعۡمَلُوۡا شُكۡرًا تم شکر میں نیک اعمال کیا کرو۔

= وَقَلِيۡلٌ۔ میں واؤ حالیہ ہے۔

= الشَّكُوۡرُ۔ شُكۡرٌ سے بروزن فَعُوۡلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ مؤنث، مذکر دونوں کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ بڑا شکر گذار۔ بڑا احسان ماننے والا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے بھی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی صفت میں واقع ہو تو اس کا مطلب ہوگا! بڑا قدردان۔ تھوڑے کام پر دگنا ثواب دینے والا۔

٣٤: ١٤ = قَضَيۡنَا عَلَيۡهِ۔ قَضٰى عَلٰى کسی کے خلاف فیصلہ کرنا۔ قَضَيۡنَا عَلَيۡهِ الۡمَوۡتَ

ہم نے اس کے خلاف موت کا فیصلہ کر لیا۔ یعنی (جب) ہم نے اس پر موت کا حکم جاری کر دیا۔
= مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖ (کسی چیز نے) ان کو پتہ نہ بتایا اس کی موت کا۔ دَلَالَةٌ مصدر
نیز ملاحظہ ہو ۳۴: ۷۔ مندرجہ بالا۔
= دَابَّةُ الْاَرْضِ۔ زمین پر چلنے والا۔ پاؤں پر چلنے والا، یا رینگ کر چلنے والا جانور،
مراد یہاں دیمک ہے۔
= مِنْسَاَتَهٗ۔ مِنْسَاَةَ۔ اسم آلہ۔ نَسْءٌ مصدر سے باب فتح۔ بروزن (مِفْعَلَةٌ)
آواز دینا، ہنکانا۔ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اس کا ڈنڈا۔ اس کی لاٹھی
اشارہ حضرت سلیمان کی طرف ہے)
= خَرَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ گر پڑا۔ خَرٌّ مصدر۔ جس کے معنی کسی چیز کا آواز کے ساتھ
نیچے گرنے کے ہیں۔ یہاں ضمیر فاعل حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف راجع ہے) اور جگہ قرآن
مجید میں ہے فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ۔ (۱۶: ۲۶) اور چھت ان پر اُن کے
اوپر سے گر پڑی۔
= تَبَيَّنَتِ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اس نے جانا۔ تَبَيُّنٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے
یہاں واحد مؤنث کا صیغہ جنوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یعنی تب جنات نے جانا۔ تب
جنات پر حقیقت ظاہر ہوئی۔
= مَا لَبِثُوْا۔ ماضی منفی جمع مذکر غائب۔ وہ نہ رہے۔ وہ نہ رہتے۔
= اَلْعَذَابِ الْمُهِيْنِ۔ موصوف وصفت۔ رسوا کن عذاب۔ ذلت آمیز عذاب۔
۳۴: ۱۵ = لِسَبَاٍ۔ اس سے مراد قوم سباء ہے۔ اس قوم کا ملک بھی سبا کے نام سے
مشہور تھا۔ اور یہ وہی علاقہ ہے جو عرب کے جنوب میں اب اسوقت علاقہ یمن کہلاتا ہے
= جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۔ دو باغ ایک دائیں طرف اور ایک بائیں
طرف۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ ملک بھر میں صرف دو باغ تھے ایک دائیں طرف اور ایک بائیں
طرف۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ دائیں بائیں جدھر بھی نگاہ اٹھتی تھی باغات ہی باغات تھے۔
جَنَّتٰنِ اٰيَةٌ کا بدل ہے اٰيَةٌ سے مراد یہی باغات ہی ہیں۔
= كُلُوْا ..... لَهٗ۔ اس سے قبل کلام مقدرہ ہے۔ ای قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ كُلُوْا
= بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ۔ جملہ مستانفہ ہے اور موجب شکر کی تصریح کے لئے ہے
یعنی یہ تمہارا ملک عمدہ و خوبصورت۔ باغ و بہاراں سے معمور اور ثمر و میوہ جات و رزق سے بھرپور

تمہاری لطف اندوزی کے لئے موجود ہے اور تمہارا پروردگار تم پر اپنی نوازشات و مغفرت کے دروازے وا کئے ہوئے ہے اس حالت میں تمہارے لئے اپنے پروردگار کا شکر ادا کرنا لازم آتا ہے۔ یعنی اس منعم کی نعمتوں سے بہرہ اندوز بھی ہو اور اس کا شکر بھی ادا کرو۔

۳۴: ۱۶ = فَاَعْرَضُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِعْرَاضٌ (افعالٌ) مصدر انہوں نے منہ پھیر لیا۔ فَ تعقیب کا ہے پھر انہوں نے منہ پھیر لیا۔ یعنی سرتابی کی۔

= فَاَرْسَلْنَا۔ میں فَ عطف سببی کے لئے ہے۔ سو ہم نے ان پر (سیل العرم) بھیج دیا

= سَيْلَ الْعَرِمِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ سَيْلٌ۔ سیلاب۔

عَرِم۔ تیز رو، زور دار، سخت۔ یہ عَرَامَةٌ وَ العرامةُ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے العرامۃ کے معنی مزاج کی تندی اور درشتی کے ہیں۔ لہٰذا جملہ کے معنی ہوں گے! سو ہم نے ان پر سخت سیلاب بھیجا۔

بعض نے العرم کے معنی بند کے کئے ہیں کہ یہ سیلاب بند کے ٹوٹنے کی وجہ سے آیا تھا بعض نے العرم سے جنگلی چوہا مراد لیا ہے کہ یہ سیلاب چوہے کے بند میں شگاف کرنے اور نتیجۃً بند ٹوٹنے سے آیا تھا۔

(سدِ مارب کی طرف اشارہ ہے تفصیل کے لئے کسی بھی مفصل تفسیر کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے)

= بِجَنَّتَيْهِمْ۔ ان کے دو باغوں کے بدلے جَنَّتَيْنِ (ایسے) دو باغ۔

= ذَوَاتَيْ۔ ذَاتٌ کا تثنیہ۔ رکھنے والیاں۔ صاحب۔

= اُكُلٍ۔ میوہ۔ پھل۔ جو کھایا جائے۔ فُعُلٌ کے وزن پر۔

= خَمْطٍ۔ کسیلا۔ بدمزہ۔ پیلو اور اس کا پھل (البغوی) ہر وہ سبزی جس کے مزہ میں اتنی تلخی پیدا ہو جائے کہ اس کو کھایا نہ جا سکے (زجاج)

ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ۔ ذَوَاتَيْ مضاف اُكُلٍ خَمْطٍ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ بدمزہ اور کسیلے پھلوں والے باغ۔

= اَثْلٍ۔ ای ذَوَاتَيْ اَثْلٍ۔ اَثْلٌ جھاؤ کے درخت کو کہتے ہیں اس کی جمع اَثْلَاثٌ و اَثَالٌ۔ اُثُوْلٌ (جن میں جھاؤ کے درخت تھے)

= وَشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ۔ ای ذَوَاتَيْ شَيْءٍ قَلِيْلٍ مِّنْ سِدْرٍ۔ اور جن میں تھوڑے سے درخت بیری کے تھے۔

فَائِدَہ: یہ حالت بند ٹوٹنے سے ہو گئی بند ٹوٹا اور اس کا سیلاب باغات، فصلات

کی فوری تباہی کا سبب بن گیا۔ بند کے ٹوٹنے سے ذریعہ آبپاشی برباد ہو گیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ جنت مثال علاقہ بنجر و برباد ہو کر رہ گیا۔

٣٤: ١٧ = ذٰلِكَ۔ یہ تبدیلی۔

= جَزَيْنٰهُمْ۔ جَزَيْنَا ماضی جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جَزَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ ہم نے ان کو بدلہ دیا۔ ہم نے ان کو سزا دی۔

= بِمَا میں باء سببیہ ہے۔ مَا موصولہ۔ بہ سبب ان کی ناشکری کے۔ ان کے کفر کے۔

= هَلْ۔ کیا۔ یہاں هَلْ نافیہ ہے۔ نہیں کے معنی ہیں

= اَلْكَفُوْرَ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہے۔ کافر، ناشکرا۔ ناسپاس۔ احسان فراموش۔

٣٤: ١٨ = جَعَلْنَا۔ جَعْلٌ (باب فتح) سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔

ہم نے کیا۔ ہم نے ٹھہرایا۔ ہم نے مقرر کر دیا۔ یہاں آیۃ ہذا میں بمعنی ہم نے آباد کر دیا تھا۔ آباد کر رکھا تھا۔

= بَيْنَهُمْ۔ ان کے درمیان۔ ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب کا مرجع اہل سبا ہیں۔ مراد سبا کے علاقہ کے درمیان اور ملکِ شام کے درمیان۔

= اَلْقُرٰى۔ جمع۔ القریۃ واحد۔ بستیاں۔ شہر۔ اُمُّ الْقُرٰى مکہ شریف کو کہتے ہیں

اَلَّتِیْ بٰرَكْنَا فِيْهَا۔ جن میں ہم نے برکت دے رکھی تھی۔ ان سے مراد شام اور فلسطین کے قصبے اور شہر ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے بابرکت بنا دیا تھا۔ کہ یہاں متعدد انبیاء کا ظہور ہوا۔

= قُرًى ظَاهِرَةً۔ قُرًى قَرْيَةٌ کی جمع ہے بستیاں۔ موصوف ہے ظَاهِرَةً صفت، مراد اس سے وہ شہر اور بستیاں جو کسی شاہراہ پر واقع ہونے کی وجہ سے مسافروں کو دور سے نظر آنے لگیں۔ ظَاهِرَةً بمعنی عامرۃً بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی آباد۔ قُرًى منصوب بوجہ جَعَلْنَا کے مفعول ہونے کے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ سباء کے علاقہ اور ملک شام کے علاقہ کے درمیان تجارتی شاہراہ پر بر لب سڑک بلند و بالا عمارتوں والی بستیاں ہم نے آباد کر رکھی تھیں۔

= اَلسَّيْرَ۔ سَارَ يَسِيْرُ (ضرب) سے مصدر ہے جس کے معنی زمین پر چلنا کے ہیں یہاں مسافت مراد ہے وَقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ اور ان سرِ راہ واقع بستیوں کی درمیانی مسافت کو ہم نے مناسب منزلوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ یعنی ایک بستی دوسری بستی سے مناسب فاصلہ پر

آباد کر رکھی تھیں۔ صبح، دوپہر، شام کسی وقت بھی ہر مسافر کو ایک نہ ایک بستی میں رہائش کی سہولتیں میسر تھیں۔

= سِیْرُوْا۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر۔ تم چلو پھرو، تم سیر کرو، تم آؤ جاؤ۔ ای قلنا لھم سِیْرُوْا لیالی وایّامًا۔ ہم نے ان سے کہا کہ آؤ جاؤ۔ رات ہو یا دن۔ رات دن۔ مفعول بوجہ مفعول فیہ۔

= اٰمِنِیْنَ۔ اٰمِنٌ کی جمع۔ بے خوف، مطمئن۔ بے دھڑک، بے کھٹکے۔
یعنی تم رات دن بے خطر ان بستیوں کے درمیان آؤ جاؤ نہیں کسی قسم کا خطرہ نہیں مثلاً بھوک، پیاس۔ چوری، ڈاکہ۔ وغیرہ۔

۳۴: ۱۹ = فَقَالُوْا۔ ای لما طالت علیھم مدۃ النعمۃ بطروا وملّوا واٰثروا الذی ھو ادنیٰ علی الذی ھو خیر کما فعل بنو اسرائیل وطلب البصل والثوم مکان المنّ والسلویٰ۔ یعنی جب عیش وعشرت کی مدت طویل ہوگئی تو وہ بہک گئے اور (اس آسائش وآرام کی زندگی سے) اکتا گئے تو ادنیٰ چیز کو اعلیٰ چیز پر ترجیح دینے لگے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل نے کیا تھا من اور سلویٰ کے بجائے پیاز و لہسن کی طلب پر مصر ہو گئے۔

جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو وہ کہنے لگے۔
رَبَّنَا بٰعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا۔ اے ہمارے پروردگار ہماری مسافتوں کے درمیان فاصلوں کو لمبا کر دے۔ یعنی ایک پڑاؤ دوسرے پڑاؤ سے کافی دور ہو ان کے درمیان وسیع وعریض صحراہوں غیر آباد ویرانے ہوں راستہ میں ڈاکہ زنی کی وارداتیں ہوں قافلوں کی صورت میں ہم سفر کریں اور اس طرح مہم جوئی میں مزہ آجائے۔

ضروری نہیں کہ یہ بات انہوں نے فی الواقع اپنی زبان سے کہی ہو دل کے اندر کی تمنا بھی مراد ہو سکتی ہے۔
= بٰعِدْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر مُبَاعَدَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) سے تو بُعد پیدا کر دے۔ تو دوری کر دے۔

= فَجَعَلْنٰھُمْ اَحَادِیْثَ۔ تو ہم نے انہیں افسانہ بنا دیا۔ ان کو ایسا پارہ پارہ کر دیا کہ ان کا نام ونشان تک مٹ گیا۔ اور اب ان کے صرف قصے ہی رہ گئے۔ عرب میں محاورہ ہے ذھبوا ایدی سبا۔ وہ اہل سبا کی چال چل گئے۔ یعنی منتشر اور تتر بتر ہو گئے۔

= مَزَّقْنٰهُمْ ۔ مَزَّقْنَا فعل ماضی جمع متکلم تَمْزِيْقٌ (تفعیل) مصدر۔ جس کے معنی ہیں ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ پارہ پارہ کرنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ضمیر فاعل فعالوا کی طرف راجع ہے۔

= كُلَّ مُمَزَّقٍ ۔ (ملاحظہ ہو ٣٤ : ٧) فعل کے بعد تاکید کے لئے مصدر کو لایا گیا ہے ہم نے ان کو بالکل تتر بتر کر دیا۔

= صَبَّارٍ ۔ صَبْرٌ سے بروزن فعّال مبالغہ کا صیغہ ہے بڑا صبر کرنے والا۔ بڑا متحمل مزاج

= شَكُوْرٍ ۔ فَعُوْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے مبالغہ کے اوزان میں سے ہے بڑا شکر گذار، بڑا احسان ماننے والا ۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت ہو تو بمعنی بڑا قدردان۔

٣٤ : ٢٠ = صَدَّقَ عَلَيْهِمْ ظَنَّهٗ ۔ اس نے ان کے خلاف اپنا گمان سچ کر دکھایا۔ شیطان کے ظن سے مراد اس کی وہ لاف زنی ہے جو اس نے اللہ رب العزت کے حضور اولادِ آدم کے خلاف کی تھی۔ مثلاً اس نے کہا تھا فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ٥ (٣٨ : ٨٢) تیری عزت کی قسم میں ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا۔ اور وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ (٧ : ١٧) اور آپ ان میں سے اکثر کو اپنا شکر گذار نہ پائیں گے!

= فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥ فَاتَّبَعُوْا میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب بنی آدم کی طرف راجع ہے اور مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ میں مِنْ بیانیہ ہے گویا لفظ فریق من المؤمنین کی تشریح و توضیح کر رہا ہے ای الا فریقا هم المؤمنون لم یتبعوہ ۔ ترجمہ ہوگا۔ ابلیس نے بنی نوع انسان کے خلاف اپنا گمان سچ کر دکھایا۔ بنی آدم نے اس کا اتباع کیا ماسوائے مؤمنوں کے گروہ کے جنہوں نے اس کی پیروی نہ کی۔

اتبعوا میں ضمیر فاعل اہل سبا کے لئے اور مِنْ تبعیضیہ بھی بیان کیا گیا ہے!

٣٤ : ٢١ = مَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اِبْلِيْسُ کے لئے ہے اور هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب بنی آدم کے لئے ہے۔

= اِلَّا ۔ استثناء منقطع ۔ مفرغ ہے "لیکن" کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

= لِنَعْلَمَ لام تعلیل کا ہے نَعْلَمَ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) جمع متکلم ہے نَعْلَمَ بمعنی نُظْهِرَ ۔ (ہم ظاہر کر دیں)۔ نُمَيِّزَ (ہم تمیز کر دیں) اور نَرٰى (ہم دیکھیں) کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور یہاں سب معنی ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ جہاں تک علم کا تعلق ہے

خدا ہر ایک چیز کے متعلق ابتدار سے اخیر تک اس کا علم رکھتاہے لیکن انسان کے کسی فعل پر جزاو سزا مرتب کرنے کے لئے اس کا استحقاق تبھی متعین ہوگا۔ جب وہ عالم واقع میں ظہور پذیر ہوگا اس ابتلاء وامتحان سے یہی مقصود تھا کہ ہم امرِ واقع سے دکھادیں کہ آخرت پر ایمان رکھنے والا کون تھا اور اس میں شک رکھنے والا کون ؟

= مَنْ موصولہ ہے۔ اور استفہام کے لئے آیا ہے۔ کون۔

= مِمَّنْ ۔ مِنْ جارہ اور مَنْ موصولہ سے مرکب ہے۔ اس سے جو (اس کی طرف سے شک میں ہے)

= مِنْهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب الاٰخرۃ کے لئے ہے۔

وَمَا كَانَ لَهٗ ...... فِيْ شَكٍّ ۔ اس (شیطان) کے لئے ان پر کوئی قدرت نہ تھی لیکن (یہ سب کچھ اس لئے ہوا) کہ ہم چاہتے تھے کہ دکھادیں کہ کون آخرت پر یقین رکھتا ہے اور کون اس کے متعلق شک میں ہے۔

۳۴: ۲۲ = قُلْ ۔ ای قُل یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

= اُدْعُوْا۔ دَعْوَۃٌ (باب نصر) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم بلاؤ۔ (مخاطبین مشرکین مکہ تھے)

اُدْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ ای ادعوا الذین زعمتمو ھم اٰلِهَةً مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر راجع الی الموصول ہے۔ زَعَمْتُمْ کا مفعول اول ہے اٰلِهَةً مفعول ثانی۔ مفعول اول کو تخفیف کے لئے حذف کر دیا گیا۔ کہ صلہ اور موصول بمنزلہ اسم واحد کے ہیں۔ مفعول ثانی اٰلِهَةً کو اس لئے حذف کردیا کہ اس کی صفت (من دون اللہ) اپنے موصوف اٰلِهَةً کے قائمقام ہے۔

ترجمہ ہوگا! (اے پیغمبر) کہہ دیجئے (مشرکین مکہ یا اپنی قوم کے مشرکوں سے) بلاؤ ان کو جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا تم معبود خیال کرتے ہو ۔

= مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۔ ذرہ برابر۔ نیز ملاحظہ ہو ۳۴: ۳ ۔

= شِرْكٍ ۔ شرکت ۔ ساجھا۔ اشتراک (نہ ان کی ان دونوں میں کوئی شرکت ہے)

= ظَهِيْرٍ ۔ مددگار۔ مُظَاهَرَۃٌ سے بروزن فعیل بمعنی فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ مذکر مؤنث، واحد، جمع ہر ایک کے لئے استعمال ہوتا ہے فعیل اور فَعُوْلٌ دونوں میں یہی استعمال ہے۔ مِنْهُمْ ای من الھتھم (اور نہ ہی اس کا ان میں سے کوئی مددگار ہے)

۳۴ : ۲۳ = فُزِّعَ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَفْزِيْعٌ (تفعیل) مصدر جس کے معنی ڈرانا بھی ہے اور خوف دور کرنا بھی ۔ (لغات اضداد میں سے ہے)

تفعیل کے خواص میں سے ایک خاصیت سلب مادہ بھی ہے یعنی کسی چیز سے ماخذ کو دور کرنا ۔ لہٰذا تفزیع ڈر کے دور کرنے کے معنی میں بھی ہوسکتا ہے ۔ اور یہاں آیۃ ہذا میں انہی معنی میں استعمال ہوا ہے فَزَعٌ بمعنی خوف ۔ گھبراہٹ ۔ جیساکہ قرآن مجید میں ہے اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ (۳۸ : ۲۲) جب وہ اچانک داؤد (علیہ السلام) پر داخل ہوئے تو آپ ان سے گھبرا گئے ۔

= عَنْ قُلُوْبِهِمْ ۔ میں ضمیر ھم جمع مذکر غائب ملائکہ کے لئے ہے ۔

= قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ۔ ای قال بعضھم لبعض

= قَالُوا الْحَقَّ ۔ مخاطبین جواب میں کہیں گے ۔ یا ضمیر فاعل الملئکۃ کے لئے ہے ۔

۳۴ : ۲۴ = قُلْ ۔ ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) للمشرکین

= مِنَ السَّمٰوٰتِ (آسمان سے پانی برساکر) وَالْاَرْضِ (زمین سے نباتات اگاکر)

= قُلِ اللّٰهُ ۔ تو خدائے تعالیٰ نے فرمایا کہ:

اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بتا دیجئے کہ زمین و آسمان سے رزق کی بہم رسانی اللہ ہی ہے

= وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۔ اس کا عطف ماقبل پر ہے اور یہ قُلِ اللّٰهُ والے جواب کا حصہ ہے ۔ یعنی اور یہ بھی ان سے کہہ دیجئے یا ہم یا تم دونوں میں سے ایک ہدایت پر ہے یا ہم اور تم دونوں میں سے ایک گمراہی پر ہے ۔

۳۴ : ۲۵ = اَجْرَمْنَا ۔ ماضی جمع متکلم ۔ اِجْرَامٌ (افعال) سے ہم نے جرم کیا ۔ ہم نے گناہ کیا

۳۴ : ۲۶ = يَجْمَعُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ جَمْعٌ مصدر (باب فتح) وہ جمع کرے گا ۔ وہ اکٹھا کرے گا ۔

= بَيْنَنَا ۔ بَيْنَ ۔ درمیان ۔ بیچ ۔ مضاف ۔ نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ۔ ہمارے درمیان ہمارے بیچ ۔

= يَفْتَحُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب فَتْحٌ مصدر ۔ وہ فیصلہ کرے گا ۔ عربی میں کہتے ہیں فَتَحَ الْقَضِيَّةَ فَتَاحًا ۔ یعنی اس نے معاملہ کا فیصلہ کردیا ۔ اور اس سے مشکل اور پیچیدگی کو دور کردیا ۔

ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ۔ پھر وہ ہمارے درمیان حق و انصاف سے فیصلہ کردیگا اس سے اَلْفَتَّاحُ مبالغہ کا صیغہ بمعنی بہت بڑا فیصلہ کرنے والا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

۳۴: ۲۷ = اَرُوْنِیَ۔ اَرٰی یُرِیْ اِرَاءَۃٌ (باب افعال) سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ کی ضمیر واحد متکلم۔ تم مجھے دکھاؤ۔ یہ متعدی بسہ مفعول ہے مفعول اول یاء متکلم مفعول دوم اسم موصول الذین۔ اور مفعول سوم شُرَکَاءَ۔

= اَلْحَقْتُمْ بِہٖ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ الحاق (افعال) مصدر۔ تم نے الحاق کررکھا ہے۔ تم نے ملا رکھا ہے۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر اللہ کی طرف راجع ہے۔

اَرُوْنِیَ الَّذِیْنَ اَلْحَقْتُمْ بِہٖ شُرَکَاءَ۔ مجھے دکھاؤ تو، وہ شریک جنہیں تم نے اللہ کے ساتھ ملا رکھا ہے۔

= کَلَّا۔ حرف ردع ہے، جس کے معنی روکنے کے ہیں یہ روکنا خواہ بذریعہ زجر و توبیخ کے ہو یا بطور تربیت اور آداب آموزی کے۔

کسائی کے نزدیک حقًا (یقینًا یا واقعی) کا ہم معنی ہے۔ ابوحاتم بمعنی اَلَا ہے۔ جو آغاز کلام کے لئے آتا ہے۔ فرّاء کے نزدیک صرف جواب کے طور پر بمعنی اِیْ۔ نَعَمْ (جی۔ ہاں) آتا ہے۔

= بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل کی تردید اور مابعد کی تصحیح کے لئے آیا ہے۔ یعنی اس کا ہرگز کوئی شریک نہیں بلکہ وہ تو اللہ۔ العزیز اور الحکیم ہے۔

۳۴: ۲۸ = کَآفَّۃً بلحاظ لفظی رد سے یہ کَفٌّ (مادہ و مصدر) سے اسم فاعل واحد مؤنث منصوب ہے اور کَآفٌّ مذکر۔ یا یہ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ اور ۃ علامت مبالغہ ہے۔ جیسا کہ رَاوِیَۃٌ، عَلَّامَۃٌ میں ہے۔

اَلْکَفُّ کے معنی ہاتھ کی ہتھیلی کے ہیں جس کے ساتھ انسان چیزوں کو اکٹھا کرتا ہے اور پھیلاتا ہے۔ کَفَفْتُہٗ کے اصل معنی کسی کی ہتھیلی پر مارنے یا کسی کو ہتھیلی کے ساتھ مار کر دور ہٹانے اور روکنے کے ہیں پھر عرفِ عام میں دور ہٹانے اور روکنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا خواہ وہ ہتھیلی سے ہو یا کسی اور چیز سے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ (آیت ہذا) اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تم کو گناہوں سے روکنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (راغب)

یہ تنقیح لفظی ساخت کی ہے۔ استعمال میں کَآفَّۃً ہمیشہ حال۔ منصوب اور نکرہ

ہوتا ہے جس کے معنی سب کے سب، پورے پورے ہے۔
اور آیت ہذا میں بھی اکثر مفسرین نے انہی معنوں میں لیا ہے اور ترجمہ کیا ہے، اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سارے انسانوں کے لئے۔ یہاں کَآفَّةً الناس کا حال ہے لہٰذا منصوب ہے،
= بَشِيْرًا (خوش خبری دینے والا) نَذِيْرًا (ڈرانے والا) دونوں کَ ضمیر مفعول واحد مذکر کے حال ہیں اور بدیں وجہ منصوب ہیں۔

۳۴ : ۳۰ = مِيْعَادُ۔ ظرف زمان۔ وقتِ وعدہ۔ مضاف ہے يَوْمٍ مضاف الیہ ہے۔
لَكُمْ مِيْعَادُ يَوْمٍ تمہارے لئے وقتِ مقررہ اس دن کا ہے۔
= لَا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً جس سے تم ایک لحہ بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ ساعۃً بوجہ مفعول فیہ ہونے کے منصوب ہے۔ لَا تَسْتَاْخِرُوْنَ مضارع منفی کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِسْتِيْخَارٌ (استفعال) مصدر جس کے معنی پیچھے ہونے اور دیر کرنے کے ہیں۔ جس سے تم ایک لحہ بھی پیچھے نہیں ہو سکتے یا ہو سکو گے!
= وَلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر استقدام (استفعال) مصدر جس کے معنی آگے ہونے کے ہیں۔ آگے بڑھنے کی خواہش کرنے کے ہیں اور نہ تم آگے بڑھ سکتے ہو۔

۳۴ : ۳۱ = لَنْ نُّؤْمِنَ مضارع نفی تاکید بَلَنْ منصوب بوجہ عمل لَنْ۔ ہم ہرگز نہ مانیں گے ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔
= بَيْنَ يَدَيْهِ۔ بَيْنَ بمعنی بیچ۔ درمیان۔ اسم ظرف مکان۔ يَدَيْ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ بَيْنَ مضاف کے۔ اس کے دونوں ہاتھوں کے درمیان۔ یا۔ سامنے۔ مراد آگے۔ سامنے۔ پہلے۔ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ اور نہ (ہم ایمان لائیں گے) ان کتابوں پر جو اس قرآن سے قبل (نازل کی گئی) ہیں۔
بَيْنَ کا استعمال یا تو وہاں ہوتا ہے جہاں مسافت پائی جائے مثلاً بَيْنَ الْبَلَدَيْنِ (دو شہروں کے درمیان یا جہاں دو یا دو سے زیادہ کا عدد موجود ہو مثلاً بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ (دو شخصوں کے درمیان) یا بَيْنَ الْقَوْمِ (قوم کے درمیان)۔
اور جس جگہ وحدت کے معنی ہوں وہاں بَيْنَ کی اضافت ہو تو تکرار ضروری ہے مثلاً وَمِنْ وَبَيْنِكَ حِجَابٌ (۴۱ : ۵) اور درمیان ہمارے اور درمیان تیرے پردہ ہے۔ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا (۲۰ : ۵۸) پس ٹھہرا لے ہمارے اور اپنے بیچ میں وعدہ۔
جب بَيْنَ کی اضافت اَيْدِيْ کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے

ہیں۔ جیساکہ آیت ہذا میں بَیْنَ یَدَیْہِ یہاں مراد قبل القرآن نازل کتب بھی ہوسکتی ہیں یا آنیوالی قیامت اور وہاں کے بہشت و دوزخ ہیں۔

= لَوْ تَرٰی۔ میں لَوْ حرفِ تمنا ہے ترٰی مضارع کا صیغہ واحد مذکر ہے کاش تو دیکھے اس کے بعد حال محذوف ہے ای ولو ترٰی حالھم۔

= مَوْقُوْفُوْنَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر وَقُوْفٌ مصدر (باب ضرب) کھڑے کئے جائیں گے

= یَرْجِعُ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضِ نِ الْقَوْلَ۔ اَلْقَوْلَ۔ یَرْجِعُ کا مفعول ہے۔ جملہ موضع حال میں ہے۔ رَجَعَ یہاں فعل متعدی استعمال ہوا ہے یَرْجِعُ الْقَوْلَ اِلٰی کسی بات کو اس کے مبدأ حقیقی یا تقدیری کی طرف لوٹا دینا۔ ردّ کردینا۔ واپس کرنا۔ یَرْجِعُ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضِ نِ الْقَوْلَ در آنحالیکہ ہر ایک دوسرے کی بات ردّ کررہا ہوگا۔ ہر ایک دوسرے پر بات ڈال رہا ہوگا۔ یعنی ہر ایک دوسرے پر الزام تھوپ رہا ہوگا۔

= اُسْتُضْعِفُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب اِسْتِضْعَافٌ (استفعال) مصدر۔ وہ جو کمزور سمجھے جاتے تھے۔

= اِسْتَکْبَرُوْا۔ ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب اِسْتِکْبَارٌ (استفعال) مصدر وہ جنہوں نے تکبر کیا۔ یا جو تکبر کیا کرتے تھے۔ گھمنڈ کیا کرتے تھے۔

= لَوْلَا۔ لَوْ شرطیہ ہے لَا نافیہ ہے۔ لَوْلَا اَنْتُمْ۔ اگر تم نہ ہوتے۔

= لَکُنَّا مُؤْمِنِیْنَ۔ میں لام تاکید جواب شرط کے لئے آیا ہے۔ کُنَّا کَوْنٌ سے ماضی صیغہ جمع متکلم۔ مُؤْمِنِیْنَ کُنَّا کی خبر ہے۔ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایماندار ہوتے

۳۴ : ۳۲ = اَنَحْنُ۔ میں ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ کیا ہم نے تمہیں روکا تھا۔ یعنی ہم نے تو تمہیں نہیں روکا تھا۔

= صَدَدْنٰکُمْ۔ صیغہ ماضی جمع متکلم کُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر صَدٌّ و صُدُوْدٌ ہم نے تم کو روکا تھا۔

= بَعْدَ اِذْجَآءَکُمْ : ای بعد اذ جاءکم الھدی۔ جَآءَ میں ضمیر فاعل واحد مذکر غائب الھُدٰی کی طرف راجع ہے۔

= بَلْ۔ حرف اضراب ہے ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصحیح کے لئے استعمال ہوا ہے ہم نے تو تمہیں ہدایت سے نہیں روکا تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم خود ہی مجرم تھے۔

۳۴ : ۳۳ = بَلْ۔ یہاں بھی اضراب ہی کے لئے مستعمل ہے۔ پہلی صورت کو برقرار

رکھتے ہوئے مابعد کو اس پر اور زیادہ کرنے کے لئے ہے۔ یعنی جُرم محض ہمارا ہی نہیں بلکہ تمہارے صدود اور مزید براں تمہارے رات دن کے مکروفریب نے ہمیں خدا کے ساتھ کفر کرنے اور اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے کا حکم دینا ہی (ہماری اس گمراہی کا) باعث ہوا۔

= مَکْرُ الَّیْلِ وَ النَّھَارِ۔ ای مکرکم بنا فی الیل والنہار۔ تمہارا رات دن کے مکروفریب نے ہمیں حق سے روکے رکھا۔

= اِذْ تَاْمُرُوْنَنَا۔ یہ لیل ونہار کا بدل ہے یا مکر کی تعلیل۔ جب تم ہمیں حکم دیتے تھے۔ یا دیا کرتے تھے۔

= اَنْدَادًا۔ اسم مفعول جمع مذکر نِدٌّ واحد۔ شریک۔ برابر۔ مقابل۔ نِدٌّ اس کو کہتے ہیں جو کسی شے کی ذات اور جوہر میں شریک ہو۔

= اَسَرُّوْا ماضی جمع مذکر غائب اِسْرَارٌ (افعال) مصدر۔ انہوں نے چھپایا۔ انہوں نے پوشیدہ رکھا۔ یہاں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب مستکبرین اور مستضعفین تھے ان کی طرف راجع ہے۔

اَسَرُّوا النَّدَامَةَ (ماضی بمعنی مستقبل) وہ ندامت کو چھپائیں گے۔ دل ہی دل میں پچھتائیں گے۔ یعنی ہر دو فریق کے ظالم لوگ باوجود اس باہم الزام دہی کے اپنے سامنے عذاب کو دیکھ کر اپنے دلوں میں نادم و پشیمان ہوں گے۔

= اَلْاَغْلَالَ۔ الغَلَلُ کے معنی کسی چیز کو اوپر اوڑھنے یا اس کے درمیان چلے جانے کے ہیں۔ اسی سے غَلَلٌ اس پانی کو کہا جاتا ہے جو درختوں کے درمیان سے بہہ رہا ہو۔ غُلٌّ خاص کر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے کسی کے اعضاء کو جکڑ کر اس کے وسط میں باندھ دیا جاتا ہے یعنی طوق۔ گلے کی زنجیر۔ اس کی جمع اغلال ہے۔

کنایہ کے طور پر کنجوس شخص کو مغلول الید کہا جاتا ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ یَدُ اللّٰہِ مَغْلُوْلَةٌ (۵:۶۴) اور یہود کہتے ہیں کہ خدا کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا ہے (یعنی اللہ بخیل ہے)

غِلٌّ (غ کے کسرہ کے ساتھ) بمعنی کینہ۔ پوشیدہ دشمنی ہے۔

= ھَلْ یُجْزَوْنَ۔ یُجْزَوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ جَزَاءٌ مصدر (باب ضرب) جزی مادہ ھَلْ یہاں نفی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیساکہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (۵۵:۶۰) نہیں ہے احسان کا بدلہ مگر احسان

اس معنی میں هَلْ یُجْزَوْنَ کا معنی ہوگا ان کو بدلہ نہیں دیا جائے گا (مگر.....)

لیکن هَلْ استفہام انکاری بھی ہو سکتا ہے آیت ہذا میں بھی اور آیت مذکورہ بالا ۵۵: ۶۰) میں بھی۔

اور ترجمہ ہوگا: کیا ان کو بدلہ دیا جائیگا بجز اس کے کر جو وہ کیا کرتے تھے۔ یعنی ان کو بدلہ نہیں دیا جائے گا بجز اس کے کر جو وہ کیا کرتے تھے (۳۴: ۳۳)

اور: ھل احسان کا بدلہ بجز احسان کے اور بھی ہو سکتا ہے یعنی نہیں ہو سکتا۔ (۵۵: ۶۰)

۳۴: ۳۴ = مُتْرَفُوْهَا مضاف مضاف الیہ۔ مُتْرَفُوْا اصل میں مُتْرَفُوْنَ تھا۔ نونِ اعرابی بوجہ اضافت گر گیا۔ اسم مفعول صیغہ جمع مذکر ہے۔

بمعنی۔ امیر۔ خوشحال، فارغ البال۔ عیش پرست لوگ، اِتْرَافٌ (افعال) مصدر سے۔ اُتْرِفَ زَیْدٌ۔ زید کو خوشحالی دی گئی۔ عیش دیا گیا۔ فَهُوَ مُتْرَفٌ۔ بس وہ خوشحال اور امیر ہے۔ عیش پرست ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب قَرْیَةٌ کی طرف راجع ہے۔ اس بستی کے خوشحال، عیش پرست لوگ۔

۳۴: ۳۵ = اَکْثَرُ۔ اسم تفضیل کا صیغہ۔ مفضل علیہ محذوف ہے ای نحن اکثر منکم اموالًا واولادًا۔ ہم تم سے زیادہ کثیر المال اور کثیر الاولاد ہیں

= مَالًا وَاَوْلَادًا بوجہ تمیز منصوب ہیں۔

= مُعَذَّبِیْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ عذاب دیئے گئے۔ عذاب یافتہ۔

(ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا)

۳۴: ۳۶ = یَقْدِرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب قَدْرٌ مصدر (باب ضرب) وہ تنگ کرتا ہے وہ کم کرتا ہے۔ محاورہ ہے قَدَرْتُ عَلَیْهِ الشَّیْءَ میں نے اس پر تنگی کردی، گویا وہ چیز اسے معین مقدار میں تول کر جانچ کردی گئی ہے۔

اس کے بالمقابل بغیر حساب (بے اندازہ) آتا ہے۔ مثلاً وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (۳: ۲۷) اور تو جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق بخشتا ہے۔ یَبْسُطُ کی ضد ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ (۱۳: ۲۶) خدا جس کا چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے

یہ مادہ قَدَرَ سے مشتق ہے جس کے معنی قدرت رکھنے کے ہیں اسی سے اَلْقَادِرُ اَلْقَدِیْرُ اَلْمُقْتَدِرُ اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں سے ہے پھر اندازہ لگانا اور تجویز کرنا کے معنی

میں بھی مستعمل ہے مثلاً اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ۔ (۷۴: ۱۸-۱۹)
اس نے فکر کیا اور تجویز کی یہ مارا جائے اس نے کیسی تجویز کی۔

استعارہ کے طور پر حالت اور وسعتِ مال کے معنی میں بھی آتا ہے اور قَدَرٌ بمعنی معین وقت یا مقام بھی مستعمل ہے مثلاً اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (۷۷: ۲۲) ایک معین وقت تک

۳۴: ۳۷ == بِالَّتِیْ بمعنی اَلَّتِیْ صیغہ واحد مؤنث غائب اَمْوَالٌ و اَوْلَادٌ کے لئے آیا ہے دونوں جمع مکسر کے صیغے ہیں اور جمع مکسر ذوی العقول اور غیر ذوی العقول کے لئے ضمیر واحد مؤنث آئے گی۔

== تُقَرِّبُكُمْ تَقَرَّبَ تَقْرِيْبٌ (تَفْعِيْلٌ) سے مضارع صیغہ واحد مؤنث غائب اور یہاں اموال و اولاد کے لئے استعمال ہوا ہے کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ہے وہ تم کو قریب کر دیں گے۔ قرب سے یہاں مراد قرب منزلت ہے

== زُلْفٰى۔ درجہ۔ مرتبہ۔ قربت۔ قدر و منزلت، زَلَفٌ و زَلَفٌ و زُلْفٰى مصدر ہیں زَلَفَ (باب نصر) بمعنی آگے ہونا۔ قریب ہونا۔ اَزْلَفَ باب افعال قریب کرنا۔ قریب لانا۔ مثلاً وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (۵۰: ۳۱) اور بہشت پرہیزگاروں کے نزدیک لائی جائے گی۔

منازل لیل یعنی رات کے حصوں کو بھی زُلَفٌ کہا گیا ہے مثلاً وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ (۱۱: ۱۱۴) اور رات کے کچھ حصوں میں۔

ایک شاعر نے کہا ہے طَیَّ اللَّيَالِیْ زُلَفًا فَزُلَفًا۔ راتوں کا تھوڑا تھوڑا کر کے گذرنا

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰى تمہارے مال اور تمہاری اولاد (کوئی بھی) ایسی چیز نہیں جو تم کو کسی درجہ میں ہمارے قریب (قدر و منزلت میں) کر دے۔

== جَزَآءُ الضِّعْفِ۔ اضافۃ المصدر الٰی مفعولہ (مصدر کی اپنے مفعول کی طرف اضافت کی مثال ہے) دوگنی جزا۔ دوگنا صلہ۔

مادہ ضعفٌ سے الضَّعْفُ (کمزوری) الْقُوَّةُ کے بالمقابل باب كَرُمَ سے بمعنی کمزور ہونا آتا ہے مثلاً ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ (۲۲: ۷۳) طالب بھی کمزور بے بس، اور مطلوب بھی (کمزور و بے بس)

اسی سے ضَعِيْفٌ (کمزور) اَلضَّعْفُ رائے کی کمزوری پر بھی بولا جاتا ہے اور بدن اور حالت کی کمزوری پر بھی۔ اس میں ضَعْفٌ و ضُعْفٌ دو لغت ہیں۔ باب نصر سے

بھی مصدر۔ ضَعْفٌ و ضُعْفٌ سے ان ہی معنوں میں آیا ہے۔
اسی مادہ سے باب تفعیل (ضَعَّفَ يُضَعِّفُ تَضْعِيْفٌ) اور باب مفاعلہ (ضَاعَفَ يُضَاعِفُ مُضَاعَفَةً) سے بمعنی دو چند کرنا۔ یا کئی گنا کرنا آتا ہے۔ باب تفاعل سے (فعل لازم) بمعنی دو چند ہونا۔ بڑھنا اور زیادہ ہونا۔

ضِعْفٌ (دو گنا) کی جمع اَضْعَافٌ کئی گنا۔ دونے پردونا۔ یہ نِصْفٌ اور زَوْجٌ کی طرح الفاظ متضائفہ میں سے ہے جن میں سے کسی ایک کا وجود دوسرے کے وجود کا مقتضی ہوتا ہے۔ یہ لفظ جب بغیر اضافت کے آئے تو زَوْجَيْنِ کی طرح "دو گنا" کے معنی میں آتا ہے۔
اور جب اس کی اضافت اسم عدد کی طرف ہو تو اس سے اتنا ہی اور عدد مراد ہوتا ہے لہٰذا ضِعْفُ الْعَشَرَةِ و ضِعْفُ الْمِائَةِ کے معنی بیس اور دو صد کے ہوں گے۔
لیکن جب یہ واحد کی طرف مضاف ہو کر آئے تو تین گنا کے معنی ہوں گے۔ مثلاً اَعْطِهٗ ضِعْفَيْ وَاحِدٍ کے معنی یہ ہیں کہ اسے سہ چند دیدو۔
جَزَآءُ الضِّعْفِ دو گنا یا کئی گنا صلہ۔

= بِمَا۔ میں باء سببیہ ہے اور ما موصولہ۔
= اَلْغُرُفٰتِ۔ اَلْغُرْفَةُ کی جمع۔ اونچے مکان۔ بالاخانے، منازل عالیہ۔ جنت کے اندر شاندار منزلیں۔
= اٰمِنُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر اَمْنٌ سے۔ امن والے۔ بے خوف۔ مطمئن۔ دل جمع
٣٤ : ٣٨ = يَسْعَوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب سَعْيٌ (باب فتح) مصدر۔ کوشش کرتے ہیں۔ دوڑتے پھرتے ہیں۔
= فِيْٓ اٰيٰتِنَا۔ ای فی ابطالھا۔ یعنی ہماری آیات کی تکذیب میں۔
= مُعٰجِزِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر مُعَاجِزٌ واحد مُعَاجَزَةٌ (مفاعلۃ) مصدر مقابلہ کرکے اپنے حریف کو ہرا دینا۔ عاجز کر دینا۔
عَجْزٌ کے معنی پیچھے ہو جانا۔ پیچھے رہ جانا۔ کسی کام کے کرنے سے قاصر رہ جانا یہ اَلْقُدْرَةُ کی ضد ہے۔ مُعٰجِزِيْنَ۔ ہرانے والے۔ عاجز کر دینے والے۔
مُعٰجِزِيْنَ اگرچہ باب مفاعلہ سے ہے جس میں اشتراک ایک اہم خاصیت ہے لیکن یہاں باب مفاعلہ کے یہ معنی مقصود نہیں۔
اس باب کی ایک اور خاصیت موافقت فَعَلَ ہے لہٰذا عَاجَزَ يُعَاجِزُ بمعنی عَجَزَ

یُعجِزُ ہے مُعٰجِزِیْنَ بمعنی مُعٰجِزِیْنَ ہرا دینے والے ہوگا۔ اس میں مقابلہ کے عنصر کا ہونا ضروری نہیں۔ اب منکرین حشر کا خیال تھا کہ قیامت نہیں آئے گی۔ نہ حشر ہوگا نہ نشر۔ نہ عذاب نہ ثواب اور اپنے زعم میں اپنے استدلال کی روشنی میں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ سچے ہیں اور یہ سب کچھ نہ ہوگا (لیکن ہو گا یہ سب کچھ۔ ان چیزوں کو لانے سے وہ اللہ کو روک نہیں سکتے)

یَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ۔ وہ ہماری آیات کی تکذیب میں کوشش کرتے ہیں تاکہ ہمیں ہرادیں یا حشرونشر، عذاب و ثواب کو وقوع میں لانے سے ہمیں عاجز کردیں۔

نیز ملاحظہ ہو (۳۴: ۵)

= مُحْضَرُوْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر مُحْضَرٌ واحد۔ وہ لوگ جن کو حاضر کیا جائے گا۔ اُولٰٓئِکَ میں اشارہ ہے اَلَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ ...... الخ کی طرف۔ یعنی جو لوگ ہماری آیات کی تکذیب میں کوشاں ہیں تاکہ ہمیں ہرادیں وہی لوگ عذاب میں لا حاضر کئے جاویں گے۔

۳۴: ۳۹ = مَآ اَنْفَقْتُمْ۔ میں ما شرطیہ ہے مِنْ شَیْءٍ میں مِنْ بیانیہ ہے اور جملہ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ جوابِ شرط۔ اور جو چیز تم خرچ کرتے ہو وہ اس کی جگہ اور دیدیتا ہے

= یُخْلِفُہٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِخْلَافٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب وہ اس کو بدل دے گا۔ وہ اس کا معاوضہ دے گا۔

۳۴: ۴۰ = یَوْمَ۔ ای اُذْکُرْ یَوْمَ۔ فعل مضمر کا مفعول ہے یاد کرو وہ دن۔

= یَحْشُرُھُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب حَشْرٌ مصدر (باب نصر) وہ جمع کریگا ھُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر غائب یہاں ھُمْ ضمیر کا مرجع المستکبرین۔ المستضعفین اور ماکانوا یعبدون من دون اللہ ہے۔ یعنی متکبر لوگ (جو لوگوں کو گمراہ کیا کرتے تھے) ادنیٰ لوگ (جو اپنی کم فہمی یا کمزوری سے بڑوں کے کہنے پر گمراہ ہوگئے تھے) اور وہ جن کی اللہ کے سوا یہ دونوں فریق پوجا کیا کرتے تھے (اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا کردیں گے)

= اَھٰٓؤُلَآءِ میں ہمزہ استفہام کا ہے۔ ھٰٓؤُلَآءِ اسم اشارہ جمع یہ سب لوگ۔ وہی لوگ جن کے لئے آیت سالقہ میں ھُمْ آیا ہے۔

= اِیَّاکُمْ۔ تم سب کو۔ جمع مذکر حاضر کی ضمیر منصوب منفصل۔ یہاں خطاب فرشتوں سے ہے۔ (اے فرشتو) کیا یہ سب لوگ (متکبرین۔ ادنیٰ۔ اور وہ جن کی اللہ کے سوا پہلے

دونوں فریق عبادت کیا کرتے تھے) تمہاری پوجا کیا کرتے تھے؟

= كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ہ میں ضمیر فاعل جمع مذکر هٰٓؤُلَآءِ کی طرف راجع ہے۔

۳۴: ۴۱ = وَلِيُّنَا ۔ وَلِيٌّ ۔ صفت مشبہ (وَلَايَةٌ سے بروزن فعیل) مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ ہمارا حامی۔ ہمارا محافظ۔ ہمارا کارساز۔ ہمارا دوست۔ اَنْتَ وَلِيُّنَا ۔ ہمارا مالک تو تو ہی ہے۔

= مِنْ دُوْنِهِمْ ای بغیرھم یعنی ہمارا مالک تو تُو ہے وہ نہیں۔ ای انت الذی نوالیہ من دونھم لاموالاۃ بیننا و بینھم۔ تو ہی ہے جس سے ہماری موانست ہے ان کے اور ہمارے درمیان کوئی دوستانہ نہیں ہے۔

دُوْنِ مضاف هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ان کے بغیر۔ ان کے سوائے ان کے ورے۔

= بَلْ ۔ حرف اضراب ہے۔ ما قبل سے اعراض اور ما بعد کی تصحیح کے لئے ہے۔ یعنی یہ لوگ ہماری پوجا نہیں کیا کرتے تھے بلکہ یہ تو جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔

= اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع المشرکین ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ اور هِمْ ضمیر کا مرجع الجن ہے۔

۳۴: ۴۲ = فَالْيَوْمَ ۔ میں فَ ترتیب کے لئے ہے اَلْيَوْمَ سے مراد یوم قیامت ہے يَوْمَ بوجہ مفعول فیہ ہونے کے منصوب ہے۔ فَالْيَوْمَ سے قبل يُقَالُ لَهُمْ یا قَالَ اللهُ مقدر ہے۔

۳۴: ۴۳ = مَا هٰذَا میں مَا نافیہ ہے نہیں ہے یہ شخص)

= اَنْ يَّصُدَّكُمْ اَنْ مصدریہ ہے۔ يَصُدَّ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر کہ روک دے تمہیں۔

= عَمَّا ۔ ان سے جنہیں۔ یہ مرکب ہے عَنْ اور مَا سے۔

= اِفْكٌ ۔ جھوٹ۔ بہتان، کسی شئی کا اس کی اصلی جانب سے منہ پھرنے کا نام افک ہے پس جو بات اپنی اصلی صورت سے پھر گئی اس کو افک کہیں گے جھوٹ اور بہتان میں چونکہ یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے اس لئے ان کو افک کہا گیا ہے۔

= مُفْتَرًى ۔ اسم مفعول افتراءٌ (افتعال) مصدر۔ فری مادہ۔ خود ساختہ۔ خود گھڑا ہوا۔

= لِلْحَقِّ۔ ای للقرآن

= اِنْ هٰذَا میں اِنْ نافیہ ہے اور ھٰذَا سے مراد بالحق ہے یا القرآن۔

۳۴: ۴۴ = یعنی اس سے پہلے نہ کوئی کتاب خدا کی طرف سے ایسی آئی ہے اور نہ کوئی رسول ایسا آیا ہے جس نے آکر ان کو یہ تعلیم دی ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی پرستش کیا کریں اس لئے یہ لوگ کسی علم کی بنا پر نہیں بلکہ سراسر جہالت کی بنا پر قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ توحید کا انکار کر رہے ہیں اس کے لئے ان کے پاس کوئی سند نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت ھٰذا میں ھُمْ۔ ھِمْ کی ضمیریں بنی اسمٰعیل یا قوم عرب کی جانب راجع ہیں کہ انہیں میں نبوت پہلی بار آئی تھی۔ (تفسیر الماجدی)

= يَدْرُسُوْنَهَا۔ مضارع۔ جمع مذکر غائب۔ دَرْسٌ وَدِرَاسَةٌ (باب نصر) ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اس کا مرجع کُتُبٌ ہے وہ ان کتب کو پڑھتے پڑھاتے رہے ہوں

۳۴: ۴۵ = مِنْ قَبْلِهِمْ. میں ضمیر ھِمْ کا مرجع وہی لوگ ہیں جن کے لئے ھُمْ، ھِمْ کا آیۃ ماقبل میں استعمال ہے یعنی بنی اسمٰعیل یا قوم عرب۔

= مَآ اٰتَيْنٰهُمْ میں ضمیر ھُمْ کا مرجع اَلَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ہے

= مَا بَلَغُوْا۔ میں مَا نافیہ ہے بَلَغُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ (ضمیر فاعل کا مرجع وہی قوم عرب ہے) بُلُوْغٌ مصدر وہ نہیں پہنچے۔

= مِعْشَارَ۔ اسم۔ دسواں حصہ۔ عَشْرٌ وَعَشْرَةٌ بمعنی دس۔

جَاءُوْا عُشَارٰی۔ وہ دس دس کی ٹولیاں بنا کر آئے۔ عَشِيْرَةٌ دس کا جتھہ چونکہ دس کی تعداد کو کامل مانا جاتا ہے لہٰذا عَشِيْرَةٌ بمعنی کامل خاندان۔ خاندانوں کا آپس میں برتاؤ۔ مَعْشَرٌ برادری کردہ۔

مطلب یہ ہے کہ ان اہل عرب یا کفار مکہ سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں نے بھی (انبیاء کو) جھٹلایا۔ اور یہ وہ لوگ تھے۔ جن کو ہم نے وہ کچھ دیا ہوا تھا (ازقسم جاہ وجلال، مال واولاد) کہ یہ کفار مکہ یا قوم عرب تو اس دیئے ہوئے کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے پس انہوں نے (جب) میرے پیغمبروں کی تکذیب کی تو کتنا ہولناک تھا میرا عذاب (جو ان پر آیا) مطلب یہ کہ ان کفار مکہ کی ان کے سامنے تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔

= نَكِيْرِ۔ اصل میں نکیری تھا۔ میرا عذاب۔ اَلنِّكَارُ سے جو عرفان کی ضد ہے اس کے

اصل معنی انسان کے دل پر کسی ایسی چیز کے وارد ہونے کے ہیں جسے وہ تصور میں نہ لا سکتا ہو۔ لہٰذا یہ ایک درجہ کی جہالت ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے یَعۡرِفُوۡنَ نِعۡمَتَ اللّٰہِ ثُمَّ یُنۡکِرُوۡنَہَا (۱۶: ۸۳) یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں اور پھر ان سے انجان ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح نکرہ ضد میں معرفہ، اور تنکیر کی ضد میں تعریف ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ پہچاننا یا تجاہل برتنا کسی کو سخت / دشوار / ہیبت ناک، مصیبت میں ڈال دینا ہے لہٰذا نکیر بمعنی ہلاکت، عذاب۔ تدمیر ہے۔ پس فَکَیۡفَ کَانَ نَکِیۡرِ کا معنی ہوگا۔ پس کیسا رہا میرا عذاب۔

انہی معنوں میں اور جگہ ارشاد ہے وَکُذِّبَ مُوۡسٰی فَاَمۡلَیۡتُ لِلۡکٰفِرِیۡنَ ثُمَّ اَخَذۡتُہُمۡ فَکَیۡفَ کَانَ نَکِیۡرِ (۲۲: ۴۴) اور (حضرت) موسیٰ بھی جھٹلائے گئے سو (پہلے تو) میں نے کافروں کو مہلت دی پھر میں نے انہیں پکڑ لیا سو (دیکھو) میرا عذاب کیسا ہوا۔

اَلۡمُنۡکَرُ اس فعل کو کہتے ہیں جسے عقول سلیمہ قبیح خیال کریں یا عقل کو تو اس کے حسن و قبح پر توقف ہو مگر شریعت نے اس کے قبیح ہونے کا حکم دیا ہو۔ اَلۡاٰمِرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالنَّاہُوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ (۹: ۱۱۲) نیک کاموں کا امر کرنے والے اور بری باتوں سے منع کرنے والے۔

باب تفعیل سے بے پہچان کر دینے کے معنی میں بھی آیا ہے۔ مثلاً نَکِّرُوۡا لَہَا عَرۡشَہَا (۲۷: ۴۱) اس کے تخت کی صورت بدل دو۔

۳۴: ۴۶ = اَعِظُکُمۡ۔ مضارع واحد متکلم وَعۡظٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی نصیحت کرنا۔ کُمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر میں تم کو نصیحت کرتا ہوں۔

= بِوَاحِدَۃٍ۔ وَاحِدَۃٍ اسم فاعل۔ واحد مؤنث ای خَصۡلَۃٍ وَّاحِدَۃٍ۔ ایک بات ایک عادت، اَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلّٰہِ اس خصلت واحدہ کا عطف بیان ہے اور اس کی وضاحت کرتا ہے۔

= اَنۡ تَقُوۡمُوۡا۔ میں اَنۡ مصدریہ ہے تَقُوۡمُوۡا اصل تَقُوۡمُوۡنَ تھا اَنۡ کے آنے سے نون اعرابی گر گیا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ قِیَامٌ (باب نصر) مصدر سے کہ تم کھڑے ہو۔ قیام کرو۔ یا قائم رہو۔ یہاں کھڑا ہونے سے مراد پاؤں پر کھڑا ہونا نہیں ہے بلکہ کسی کام میں اخلاص اور توجہ سے پوری کوشش کرنا مراد ہے۔

= لِلّٰہِ۔ خَالِصًا لِوَجْہِ اللّٰہِ۔ خالصةً اللہ کے لئے۔
= مَثْنٰی۔ مَثَانِیَ۔ کی جمع۔ دو۔ دو۔
= فُرَادٰی۔ فَرْدٌ کی جمع غیر قیاسی۔ اکیلے۔ ایک ایک!
= تَتَفَكَّرُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تَفَكُّرٌ (تفعّل) مصدر سے۔
تم سوچو اور غور کرو۔

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰہِ مَثْنٰی وَفُرَادٰی ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان سے) کہئے۔ میں تمہیں ایک بات سمجھاتا ہوں!
(وہ یہ) کہ تم (ضد اور تعصب سے پاک ہو کر اخلاص کے ساتھ محض) اللہ تعالیٰ کے لئے فردًا فردًا یا مل کر (دو دو یا زیادہ کی صورت میں) اٹھ کھڑے ہو اور پھر (اس امر میں) غور و خوض کرو کہ تمہارے صاحب میں آخر کونسی بات ہے جو جنوں کی ہو)

= مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ۔ میں ما استفہامیہ ہے بمعنی هَلْ۔ اور بِصَاحِبِكُمْ میں باء بمعنی فی ہے مِنْ بیانیہ ہے صَاحِبِكُمْ مضاف مضاف الیہ تمہارا ساتھی۔ تمہارا صاحب مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ جِنَّةٍ بمعنی جنون۔ دیوانگی۔
مَا نافیہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہو گا۔ (پھر تم کو معلوم ہو جائیگا کہ) تمہارے ساتھی میں جنون کا شائبہ تک نہیں ہے۔

= اِنْ هُوَ میں اِنْ نافیہ ہے۔
= بَيْنَ يَدَیْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ٥ بَيْنَ مضاف يَدَیْ مضاف الیہ۔ بَيْنَ کی اضافت جب اَيْدِی کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں مثلاً ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ (۷ : ۱۷) پھر میں آؤں گا ان کے سامنے سے
مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف عَذَابٍ شَدِيْدٍ موصوف صفت مل کر مضاف الیہ۔ پس بَيْنَ يَدَیْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ کا ترجمہ ہوگا۔ عذاب شدید سے پہلے (جب کہ عذاب شدید سے مراد قیامت کے دن کا عذاب ہے)

۳۴ : ۴۷ = مَا سَاَلْتُكُمْ مَا بمعنی مَهْمَا۔ جو کچھ۔ مِنْ اَجْرٍ۔ ای من اجرٍ عَلٰی تبلیغ الرسالۃ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے پیغام کو تم تک پہنچانے کا معاوضہ میں نے مانگا ہے فَهُوَ لَكُمْ وہ تمہارا ہی رہا۔ وہ تم اپنے پاس ہی رکھو، مراد یہاں نفی السوال ہے یعنی میں تو اس کام سے اجر مانگتا ہی نہیں۔

== اِنْ اَجْرِیَ ۔ میں اِنْ نافیہ ہے اَجْرِیْ مضاف مضاف الیہ ۔ میرا اجر۔ میرا معاوضہ یہ جملہ بھی تاکید نفی السوال کے لئے آیا ہے۔
۳۴: ۴۸ == یَقْذِفُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب قَذْفٌ (ضرب) مصدر۔ جس کے معنی دور پھینکنے کے ہیں۔ جیسے فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ (۲۰: ۳۹) پھر اس (صندوق) کو دریا میں ڈال دو یا جیسے سچ کو جھوٹ پر پھینک مارنے کے معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَی الْبَاطِلِ ۔ (۲۱: ۱۸) بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر پھینک مارتے ہیں ۔
رَمْیٌ کی طرح قَذْفٌ کو بطور استعارہ گالی دینے یا عیب لگانے کے معنی میں استعمال کرتے ہیں لیکن قرآن مجید میں اس کا استعمال نہیں آیا۔ اگرچہ رَمْیٌ سے ان ہی معنوں میں قرآن مجید میں ہے ۔ وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً (۲۴: ۴) اور جو لوگ تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو اور پھر چار گواہ نہ لاسکیں تو انہیں اسی دُرّے لگاؤ۔
یہاں آیت ہذا میں قَذْف بمعنی ڈالنا (القاء کرنا) اور اتارنا کے معنی میں آیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ (اوپر سے) حق اتارتا ہے (اس صورت میں باء زائدہ ہے) لیکن اس کا استعمال بمعنی پھینک مارنا میں بھی جائز ہے اس صورت میں مقذوف محذوف ہے۔
عبارت یوں ہوگی:۔
قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَی الْبَاطِلِ ، تحقیق میرا رب باطل پر حق سے ضرب لگاتا ہے۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے۔ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَی الْبَاطِلِ فَیَدْمَغُهٗ (۲۱: ۱۸) ہم تو حق کو باطل کے اوپر پھینک مارتے ہیں سو وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے ۔ اس صورت میں باء زائدہ نہیں ہے۔
== عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ عَلَّامٌ عِلْمٌ سے فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ ایسا زبردست جاننے والا کہ جس سے کوئی شئی بھی پوشیدہ نہ رہ سکے یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے ای ھو سبحٰنہ علام الغیوب۔ یا یقذف کی ضمیر فاعل کا بدل ہے۔
۳۴: ۴۹ == مَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ ۔ اس کے لفظی معنی ہیں:۔
باطل نہ تو کوئی نیا کام شروع کر سکتا ہے اور نہ کسی کام کا اعادہ کر سکتا ہے"
عربی محاورہ میں جب کسی چیز کی ہلاکت یا بربادی کا ذکر کرنا ہو تو انہی الفاظ سے کرتے ہیں

فصار قولھم مایبدئ ولا یعید مثلاً فی الھلاک یعنی ان کا یہ قول مایبدئ ومایعید ہلاکت کی مثال بن گیا۔

اسی طرح جب کوئی شخص بے بس اور کمزور ہوجائے تو اس وقت بھی کہتے ہیں فلان مایبدئ ومایعید۔

لہذا مَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ: کا مطلب ہوا کہ باطل اب بے بس اور کمزور ہوچکا ہے اب یہ نہ تو اسلام کو کوئی گزند پہنچا سکتا ہے اور نہ مسلمانوں کا کوئی نقصان کرسکتا ہے

۳۴: ۵۰ = اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَا اَضِلُّ عَلٰی نَفْسِیْ وَاِنِ اھْتَدَیْتُ فَبِمَا یُوْحِیْٓ اِلَیَّ رَبِّیْ۔ اِنْ شرطیہ ہے اور فَاِنَّمَا میں فاء جوابِ شرط کے لئے ہے اسی طرح فَبِمَا میں فا جواب شرط کے لئے باء سببیہ اور ما موصولہ یا مصدریہ ہے۔

ای اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَا اَضِلُّ بِسَبَبِ نَفْسِیْ وَوَبَالُہٗ عَلٰی نَفْسِیْ وَاِنِ اھْتَدَیْتُ فَاِنَّمَا اَھْتَدِیْ لِنَفْسِیْ بِھِدَایَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَتَوْفِیْقِہٖ۔

ترجمہ:۔ اگر میں گمراہ ہوگیا تو اس کا نقصان مجھے ہی ہوگا۔ اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو یہ ہدایت و توفیق منجانب اللہ ہے (بوجہ اس وحی کے جو میرا رب مجھ پر نازل فرماتا ہے) اور اس کا صلہ بھی میری جان کے لئے ہے۔

مراد اس سے یہ ہے کہ اپنے زعم میں تم جو مجھے گمراہ سمجھتے ہو اگر بالفرض اسے مان بھی لیا جائے تو اس کا نقصان مجھے ہے تم اس کا فکر کیوں کرتے ہو۔ اور اگر میں راہ راست پر ہوں تو یہ توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کا سبب وہ وحی ہے جو میرا رب مجھ پر نازل فرماتا ہے۔ یعنی یہ قرآن مجید اور بطور استدلال معکوس: یہ قرآن فی الحقیقت منزل من اللہ ہے اور نتیجۃً میں راہ راست پر ہوں لہٰذا تم پر عائد ہوتا ہے کہ تم میری بات مانو اور راہ راست اختیار کرو!

۳۴: ۵۱ = لَوْ تَرٰٓی میں لَوْ حرف تمنا ہے۔ کاش تو دیکھے۔

= فَزِعُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب فَزَعٌ مصدر۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل استعمال ہوا ہے (جب) یہ لوگ گھبرائے ہوئے ہوں گے۔ گھبراہٹ میں ہوں گے۔ ڈر اور خوف کی حالت میں ہوں گے۔

نیز ملاحظہ ہو ۳۴: ۲۳۔

= فَوْتَ۔ اسم فعل۔ آگے بڑھ جانا۔ گرفت سے باہر ہوجانا۔ اَلْفَوْتُ (باب نصر) ہاتھ سے نکل جانا۔ کسی چیز کا انسان سے اتنی دور ہوجانا کہ اس کا حاصل کرلینا اس کے لئے دشوار ہو

مثلاً قرآن مجید میں ہے وَاِنۡ فَاتَكُمۡ شَيۡءٌ مِّنۡ اَزۡوَاجِكُمۡ اِلَى الۡكُفَّارِ (۶۰:۱۱) اگر تمہاری عورتوں میں سے کوئی عورت تمہارے ہاتھ سے نکل کر کافروں کے پاس چلی جائے دوسری آیت: لِكَيۡلَا تَاۡسَوۡا عَلٰى مَا فَاتَكُمۡ۔ تاکہ تم غم نہ کیا کرو اس پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے۔

بددعا کے وقت کہتے ہیں جَعَلَ اللّٰهُ رِزۡقَهٗ فَوۡتَ فَمِهٖ اللہ اس کا رزق اس کے منہ کی دسترس سے باہر کردے۔ یعنی رزق سامنے نظر آئے لیکن منہ تک نہ پہنچ سکے!

فَاتَ يَفُوۡتُ (نصر) فَوۡتٌ آدمی کے مرجانے کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی دوسروں کی دسترس سے باہر ہوجاتا ہے۔

فَلَا فَوۡتَ۔ ای فَلَا فَوۡتَ لَهُمۡ ان کے لئے فرار ممکن نہ ہوگا۔

او لا یفوتون اللہ عزوجل بھرب۔ وہ بھاگ کر اللہ کی دسترس سے باہر نہیں جاسکیں گے۔

= وَاُخِذُوۡا = واؤ عاطفہ ہے اُخِذُوۡا ماضی (بمعنی مستقبل) جمع مذکر غائب۔ وہ پکڑے جائیں گے۔

= مِنۡ مَّكَانٍ قَرِيۡبٍ۔ من موقف الحساب مکان قریب یعنی جائے حساب سے (ہی) پکڑ لئے جائیں گے۔ (یعنی جہاں بوقتِ حساب وہ عذاب کو سامنے دیکھیں گے ڈر اور خوف سے گھبراتے ہوں گے اور کوئی راہ فرار نہ پائیں گے اور وہیں موقع پر ہی دھر لئے جائیں گے)

وَاُخِذُوۡا کا عطف فَزِعُوۡا پر ہے۔ ای فَزِعُوۡا وَاُخِذُوۡا فَلَا فَوۡتَ۔

۳۴:۵۲ = اٰمَنَّا بِهٖ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے (ای باللہ عزوجل۔ روح) یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اای بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کشاف)

= اَنّٰى۔ کیونکر۔ کیسے۔ اسم ظرف، زمان ومکان (دونوں کے لئے) یہاں استفہامیہ ہے اور كَيۡفَ کے معنی میں آیا ہے۔ مَكَانٍۭ بَعِيۡدٍ موصوف وصفت۔ دور جگہ۔ میدانِ حشر۔ یعنی دنیا سے نکل کر اب یہ لوگ دور اس میدانِ حشر میں آپہنچے ہیں اب اتنی دور آکر وہ ایمان کیسے حاصل کرسکتے ہیں جب کہ بہت دور پیچھے دنیا میں وہ موقع کو ہاتھ سے گنوا چکے ہیں انّٰی لھم تناول الایمان فی الاخرۃ وقد کفروا بہ فی الدنیا۔ یعنی آج قیامت کے دن وہ ایمان کس طرح پا سکتے ہیں جبکہ وہ دنیا میں اس کا انکار کرتے رہے۔

= اَلتَّنَاوُشُ بروزن تفاعل مصدر ہے۔ لینا۔ ن وش مادہ کے حروف ہیں
اَلنَّوْشُ کے معنی کسی چیز کے پکڑنے کے ہیں۔

شاعر نے کہا ہے ؎

تَنُوْشُ الْبَرِیْزَ حَیْثُ طَابَ اِهْتِصَارُهَا

وہ وہاں سے پیلو کھاتی ہے جہاں سے خوب جھکی ہوئی ہوں

بریز پیلو کے بیر اھتصار کے معنی مائل کرنے اور جھکانے کے ہیں۔
اَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ کے معنی ہوئے: (اب) ان کا ہاتھ ایمان کو لینے کے لئے کیونکر پہنچ سکتا ہے۔ یعنی وہ دور جگہ سے ایمان کو کیسے حاصل کرسکتے ہیں جب کہ انہوں نے قریب جگہ سے حاصل نہ کیا۔ جس وقت کہ ایمان لانا اور اس سے انتفاع کرنا ان کے اختیار میں تھا (یعنی دنیا میں)

= وَقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ واؤ حالیہ ہے اور قَدْ بمعنی تحقیق ہے اور بہٖ میں ضمیر واحد مذکر کا مرجع وہی ہے جو اوپر اٰمَنَّا بِهٖ میں مذکور ہوا ہے (آیۃ ہذا)

۳۴: ۵۳ = يَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ۔ يَقْذِفُوْنَ کے لئے ملاحظہ ہو آیۃ ۳۴: ۴۸۔ جب کوئی شخص لایعنی باتیں کرتا ہے اور ہرزہ سرائی کرتا ہے تو عرب کہتے ہیں هُوَ يَقْذِفُ بِالْغَيْبِ وہ اندھیرے میں تیر چلاتا ہے۔

اس جملہ کا عطف وَقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ پر ہے۔ اور جملہ حالیہ ہے۔

= مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ دور جگہ سے یعنی بغیر کسی عقلی دلیل کے اپنے کفریہ عقائد پر اڑے رہے کبھی توحید کا انکار کیا اور کبھی قرآن کو من گھڑت افسانہ قرار دیا۔ ملائکہ کو خدا کا شریک گردانا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کیں۔ کبھی ان کو ساحر کبھی شاعر اور کبھی مجنون کہا۔ اور کبھی بھی نزدیک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام پر غور وخوض نہ کیا۔ حقیقت کو جاننے سے دور ہی رہے۔ تو ایسی صورت میں جب کہ آدمی بھی دور ہو اور اندھیرے میں تیر چلائے تو تیر کب صحیح نشانہ پر لگتا ہے۔

۳۴: ۵۴ = حِيْلَ بَيْنَهُمْ۔ حِيْلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ حَوْلٌ (باب نصر) سے مصدر جس کے معنی جدائی ڈالنے کے ہیں۔ حائل کردیا گیا۔ جدائی ڈال دی گئی۔ رکاوٹ کھڑی کردی گئی۔ آڑ حائل کردی گئی۔ ماضی بمعنی مستقبل ہے۔

= مَا يَشْتَهُوْنَ۔ مَا موصولہ ہے۔ يَشْتَهُوْنَ مضارع معروف صیغہ جمع مذکر غائب

اِشْتَهَاءٌ (افتعال) مصدر۔ جو وہ چاہیں گے۔
یعنی ان کے درمیان اور جو وہ چاہیں گے ایک آڑ کھڑی کر دی جائے گی۔ وہ کیا چاہیں گے اس سے رجوع الی الدنیا، قبول ایمان و توبہ، نجات من العذاب وغیرہ مراد ہو سکتے ہیں۔
= اَشْيَاعِهِمْ مضاف مضاف الیہ اَشْيَاع جمع الجمع ہے شِيَعٌ کی اور شِيَعٌ جمع ہے شِيْعَةٌ کی یعنی ان کے عقیدہ کے دوسرے کفار یعنی ان کے ساتھ بھی کیا گیا تھا۔
= شَكٍّ مُّرِيْبٍ۔ موصوف، صفت۔ ایسا شک جو (۱) متشککین کو پیہم تذبذب اور تردّد میں رکھے۔ اور ان کو کبھی سکون و اطمینان نصیب نہ ہو۔
(۲) ایسا شدید نوعیت کا شک کہ ان کے باعث دوسرے لوگ بھی شک میں مبتلا ہوتے چلے گئے۔
مُرِيْبٍ اِرَابَةٌ سے (باب افعال) مصدر۔ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے یہاں شک کی صفت میں آیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

(۳۵) سُوۡرَۃُ فَاطِرٍ مَکِّیَّۃٌ (۴۳)

۳۵: ۱ = فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ۔ فاطر۔ اسم فاعل واحد مذکر فَطۡرٌ مصدر (باب نصر، ضرب) مضاف السمٰوٰت والارض، مضاف الیہ۔ الفطر کے اصل معنی کسی چیز کو (پہلی دفعہ) طول میں پھاڑنے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی کائنات کو عدم کا پردہ پھاڑ کر وجود میں لایا ہے اس لئے فاطرٌ ہے۔ اہل تفسیر نے اس کے معنی مُبۡدِعٌ لئے ہیں یعنی بغیر نظیر و مثال کے عدم محض سے عالم وجود میں لانے والا۔

راغب فرماتے ہیں کہ:

هو ایجاده تعالی الشئ وابداعه علی هیئة مترشحة لفعل من الافعال۔ اللہ تعالیٰ کا کسی شے کو پہلی مرتبہ اس طرح تخلیق کرنا کہ اس میں کچھ کرنے کی استعداد موجود ہے۔

آیہ کریمہ فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ حَنِيۡفًا ؕ فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِىۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا ؕ لَا تَبۡدِيۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰهِ ؕ (۳۰: ۳۰) تو تم یکسو ہو کر دین (حق) کی طرف اپنا رخ رکھو اللہ کی اس فطرت کا اتباع کرو جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں۔ میں اس معرفتِ الٰہی کی طرف اشارہ ہے جو تخلیقی طور پر انسان کے اندر ودیعت کی گئی ہے لہٰذا فطرۃ اللہ سے مراد معرفتِ الٰہی کی استعداد مراد ہے جو انسان کی جبلت میں پائی جاتی ہے۔

صاحب تفسیر ماجدیؒ اس آیۃ کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

فطرت کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص میں اللہ تعالیٰ نے خلقۃً یہ استعداد رکھی ہے کہ اگر حق سُنے اور سمجھنا چاہے تو وہ سمجھ میں آجاتا ہے اور اس کے اتباع کا مطلب یہ ہے کہ اس استعداد

اور قابلیت سے کام لے اور اس کے مقتضا پر کہ ادراکِ حق ہے عمل کرے۔
یہ پھاڑنا کبھی کبھی کسی چیز کو بگاڑنے کے لئے بھی آتا ہے مثلاً اَلسَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌۢ بِهٖ (۷۳ : ۱۸) (اور) جس سے آسمان پھٹ جاوے گا۔ یعنی یوم قیامت کی سختی سے۔
= جَاعِلِ۔ بنانے والا۔ کرنے والا۔ جَعۡلٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔
جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِكَةِ۔ مضاف مضاف الیہ فرشتوں (پیام رساں) بنانیوالا۔
فَاطِرِ اور جَاعِلِ ہر دو اللہ کی صفت ہیں اور اسکی متابعت میں مجرور ہیں۔
= رُسُلًا۔ رُسُلٌ رَسُوۡلٌ کی جمع ہے۔ جو فَعُوۡلٌ کے وزن پر (اسم مفعول بروزن مُفۡعَلٌ) کا مبالغہ ہے (فَعُوۡلٌ کا استعمال اس طرح نادر ہے)
رُسُلٌ اسم مفعول جمع مذکر رُسُلًا بحالت نصب بوجہ مفعول۔ پیغمبر، پیام رساں۔ بھیجے گئے۔
رسول۔ ملائکہ اور انسان دونوں میں سے ہو سکتے ہیں۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اَللّٰهُ يَصۡطَفِىۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ‌ؕ (۲۲ : ۷۵) اللہ تعالیٰ انتخاب کرلیتا ہے فرشتوں میں سے پیام پہنچانے والے اور آدمیوں میں سے بھی۔
اصطلاح میں نبی یا رسول بنی نوع انسان میں سے وہ ہیں جو اللہ کا پیغام نوعِ انسانی کو پہنچاتے ہیں۔
فرشتوں کی رسالت کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں!
(۱) یہ فرشتے اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء علیہم السلام کے درمیان پیغام رسانی کی خدمات انجام دیتے ہیں (وحی کی صورت میں)
(۲) تمام کائنات میں اللہ تعالیٰ کے احکام لیجاتے ہیں اور اُن کو نافذ کرتے ہیں۔
= اُولِىۡۤ اَجۡنِحَةٍ۔ اُولُوۡا (بحالت رفع) اُولِىۡ (بحالتِ نصب وجر) جمع ہے بمعنی والے۔ صاحب، مالک، لعض ذُوۡ کو اس کا واحد بتاتے ہیں۔
اَجۡنِحَةٍ جَنَاحٌ کی جمع۔ پر۔ بازو۔ اُولِىۡۤ اَجۡنِحَةٍ بازوں والے۔ پروں والے۔ رُسُلًا کی نعت ہے یا اس کا بدل۔
= مَّثۡنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ۔ یہ اِثۡنَانِ اِثۡنَانِ و ثَلٰثَةٌ ثَلٰثَةٌ اور اَرۡبَعَةٌ اَرۡبَعَةٌ سے معدول ہے (نحویوں کی اصطلاح میں ایک اسم کا اپنے اصلی صیغہ سے نکل کر دوسرے صیغہ میں چلے جانے کو عدل کہتے ہیں۔ جیسے ثَلٰثَةٌ ثَلٰثَةٌ سے ثُلٰثُ کہ اصل کے مطابق

ثُلٰثُ کے معنی تین تین ہوں گے۔

مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۔ اَجْنِحَةٍ کی صفت ہیں۔ لہٰذا بوجہ صفت و عدل (دو اسباب منجملہ نو اسباب منع صرف) غیر منصرف ہیں

= یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ۔ وہ مخلوق کی ساخت میں جیسا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے یعنی فرشتوں کے پروں کی تعداد۔ دو۔ دو۔ تین تین۔ چار چار تک ہی محدود نہیں وہ جسے چاہے جتنے چاہے بازو عطا کردے۔ یا کسی ایک مخلوق کو دوسری مخلوق پر کسی قسم کی بزرگی و برتری عطا کردے وہ ہر شے پر قادر ہے۔ ھو علی کل شئ قدیر۔

۳۵: ۲ = مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ ۔ مَا شرطیہ ہے۔ یَفْتَحِ مضارع مجزوم (بوجہ عمل ما شرطیہ) واحد مذکر غائب

= مِنْ رَّحْمَةٍ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔

مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ ۔ اللہ تعالیٰ (اپنی) رحمت میں سے لوگوں کو جو عطا فرمائے (یا لوگوں کے لئے جو رحمت کھول دے)

= فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۔ میں لا نفی جنس کا ہے۔ مُمْسِكَ اسم فاعل واحد مذکر منصوب بوجہ عمل لا نفی جنس ۔ اِمْسَاكٌ (باب افعال) بمعنی روکنے والا۔ بند کرنے والا۔ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا۔ کوئی اس (رحمت) کو روکنے والا نہیں۔ بند کرنے والا نہیں۔

= وَ مَا یُمْسِكْ ۔ مَا شرطیہ۔ یُمْسِكْ (مضارع مجزوم بوجہ عمل مَا شرطیہ) واحد مذکر غائب۔ اور جو وہ روک دے، بند کردے ۔ ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔

= فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ ۔ لا نفی جنس کا۔ مُرْسِلَ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِرْسَالٌ ۔ (افعال) سے مصدر۔ اس کا مادہ رِسْلٌ ہے اَلرِّسْلُ کے اصل معنی ہیں آہستہ اور نرمی کے ساتھ چل پڑنا۔ نَاقَةٌ رِسْلَةٌ ، نرم رفتار اونٹنی کو کہتے ہیں۔ کبھی اس سے صرف روانہ ہونے کا مطلب بھی لے لیتے ہیں۔ چنانچہ اسی اعتبار سے اس سے رَسُوْلٌ مشتق ہے۔ بمعنی مُرْسَلٌ بھیجا گیا۔ روانہ کیا گیا۔

جب رِسْلٌ سے باب افعال بنایا جائے تو ارسال کا معنی ہوگا۔ آزاد کرنا۔ چھوڑ دینا۔ رہا کرنا۔ اور مُرْسِلٌ کا معنی ہوگا۔ چھڑا دینے والا۔ بندش کو دور کردینے والا۔ گویا مُرْسِلٌ مُمْسِكٌ کی ضد ہوگیا۔ اور کلمہ نفی کے بعد ترجمہ ہوگا۔ کوئی چھڑانے والا کوئی بندش کو دور کرنے والا نہیں ہے۔ لَهٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب۔ مَا یُمْسِكْ (جس کو اس نے بند کردیا ہو یا روک دیا ہو)

کی طرف راجع ہے۔

= مِنْ بَعْدِہٖ ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ تعالیٰ بھی ہوسکتا ہے اور بَعْدِہٖ بمعنی غَیْرِہٖ ہوگا۔ اور امساک بھی ہوسکتا ہے یعنی اس امساک (روک دینے یا بند کرنے) کے بعد

۳۵: ۳ = ھَلْ استفہام انکاری کے لئے ہے۔ مطلقاً نفی کے لئے بھی ہوسکتا ہے جیسے ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (۵۵: ۶۰) نیکی کا بدلہ بجز نیکی کے کچھ نہیں ہے

= فَاَنّٰی ۔ اَنّٰی بمعنی کَیْفَ ۔ کیسے ۔ کیونکر ۔

= تُؤْفَکُوْنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ اَلْاِفْکُ ہر وہ چیز جو اپنے صحیح رُخ سے پھیر دی گئی ہو۔ اسی بنا پر ان ہواؤں کو جو اپنا اصلی رُخ چھوڑدیں مُؤْتَفِکَۃٌ کہا جاتا ہے اور قرآن مجید میں ہے وَالْمُؤْتَفِکَۃَ اَھْوٰی ۔ اور الٹی ہوئی بستیوں کو دے ٹپکا۔

(مُؤْتَفِکَات سے وہ بستیاں مراد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مع ان کے بسنے والوں کے الٹ دیا تھا)

فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ۔ پھر تم کہاں بہکے پھرتے ہو؟ یعنی اعتقادِ حق سے باطل کی طرف اور سچائی سے جھوٹ کی طرف اور اچھے کاموں سے بُرے افعال کی طرف پھر رہے ہو

۳۵: ۴ = تُرْجَعُ ۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب، وہ پھیری جاتی ہے وہ لوٹائی جاتی ہے رَجْعٌ (باب ضرب) سے مصدر۔ فعل متعدی ۔ فعل لازم کا مصدر رُجُوْعٌ ہے

اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۔ آخر کار تمام امور کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

۳۵: ۵ = لَا تَغُرَّنَّکُمْ ۔ مضارع منفی تاکید با نون ثقیلہ۔ صیغہ واحد مؤنث غائب غُرُوْرٌ (باب نصر) مصدر سے بمعنی دھوکہ دینا۔ بہکانا۔ فریب دینا۔ غلط طمع دلانا۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو فریب نہ دے۔ وہ تم کو بہکا نہ دے۔

= یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰهِ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تاکید بالنون ثقیلہ۔ وہ تم کو اللہ کے بارہ میں دھوکہ میں نہ ڈال دے۔

= الْغَرُوْرُ ۔ دھوکہ۔ بے جا غرور۔ دھوکہ کا ذریعہ۔

علامہ اصمعی کہتے ہیں: غرور اسے کہتے ہیں کہ جو تجھے دھوکہ اور فریب میں مبتلا کردے فریبی۔ مکار۔ دھوکہ باز۔ کیونکہ سب سے بڑا دھوکہ باز شیطان ہے۔ اس لئے یہاں اس آیت میں غرور سے مراد شیطان ہے۔ وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۔ اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں وہ بڑا فریبی (شیطان) تمہیں مبتلا نہ کردے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے

فریب میں مبتلا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان دھڑا دھڑ گناہ کرتا ہے اور تمنا یہ کرے کہ اللہ تعالیٰ بخش دیگا۔

۳۵: ۶ = یدعُوْا۔ مضارع واحد مذکر غائب (تحقیق) وہ بلاتا ہے، دعوت دیتا ہے۔ دَعْوَۃٌ مصدر سے۔ باب نصر۔

= حِزْبَہٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا گروہ، اس کی جماعت، (اپنے گروہ کو)

= لِیَکُوْنُوْا۔ لام تعلیل کا۔ یَکُوْنُوْا اصل میں یَکُوْنُوْنَ تھا۔ لام کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ تاکہ وہ ہو جائیں۔

= اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ دوزخ والے۔ جہنم والے۔ جہنمی۔

۳۵: ۷ = فائدہ: آیہ ہذا میں دو گروہوں کو الگ الگ نمایاں کیا گیا ہے ایک وہ گروہ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ ان کے لئے عذاب دائم شدید مقدر ہو گیا۔ (عذاب کو نکرہ لا کر اس کی عظمت بلحاظ مدّت کو ذہن نشین کرایا گیا ہے)

دوسرا گروہ جو ایمان لایا اور عمل صالح کئے مغفرۃ عظیمۃ واجر کبیر ان کی قسمت میں رقم ہوا۔

۳۵: ۸ = اب متذکرہ بالا (آیہ ۷) دونوں گروہوں کے مابین فرق کو مزید واضح کرنے کے لئے استفہامیہ ارشاد ہوتا ہے:۔

کیا وہ شخص جس کے لئے اس کا بُرا عمل مزیّن کر دیا گیا ہو اور وہ اس کو خوبصورت نظر آیا اور اس نے باطل کو حق جانا اس شخص کے مانند ہو سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت نصیب کی اور جس نے حق کو حق اور باطل کو باطل ہی سمجھا؟۔

گویا تقدیر کلام ہے اَفَمَنْ زُیِّنَ لَہٗ سُوْٓءُ عَمَلِہٖ فَرَاٰہُ حَسَنًا وَّرَاَی الْبَاطِلَ حَقًّا کَمَنْ ھَدَاہُ اللہُ فَرَاَی الْحَقَّ حَقًّا وَّالْبَاطِلَ بَاطِلًا۔

ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے مراد یہ کہ یہ دونوں شخص ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔

فَرَاٰہُ حَسَنًا کے بعد عبارت محذوف ہے (قرآن مجید میں حذف وتقدیر کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔

اس کے جواب میں گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لَا" (نہیں) تو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ فَاِنَّ اللہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ فَلَا تَذْھَبْ نَفْسُکَ عَلَیْھِمْ حَسَرٰتٍ۔ بے شک اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت

بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے پس نہ گھلے آپ کی جان ان کے لئے فرطِ غم میں۔

ایسے ہی دو گروہوں کے متعلق اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ (۴۷:۱۴) تو کیا وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے کھلے راستے پر چل رہا ہو وہ اس کی مانند ہو سکتا ہے جس کے اعمالِ بد اُسے اچھے کر کے دکھائے جائیں۔

= زُيِّنَ ماضی مجہول۔ واحد مذکر غائب۔ تَزْيِيْنٌ (تفعیلٌ) مصدر۔ سنوارا گیا۔ مزیّن کیا گیا۔ اچھا کر کے دکھایا گیا۔

= فَرَاٰهُ ۔ ہُ میں ضمیر واحد مذکر غائب سوء عمل کی طرف راجع ہے۔

= حَسَنًا۔ حُسْنٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اچھا۔ عمدہ۔ خوب۔

فَرَاٰهُ حَسَنًا۔ زُيِّنَ کے مضمون کی تاکید ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جس کو بے مدد چھوڑ دیا ہو اور اس کا وہم فہم پر اور جذباتِ نفسانی عقل پر غالب آگئے ہوں اچھے کو بُرا اور باطل کو حق سمجھنے لگا ہو وہ اس شخص کی طرح کیسے ہو سکتا ہے جس کو اللہ نے ہدایت یاب کر دیا ہو اور حق کو باطل سے تمیز کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

= فَاِنَّ اللّٰهَ ۔ میں فَ عطف کے لئے ہے اور اس کا عطف کلام محذوف پر ہے۔

= لَا تَذْهَبْ ۔ فعل نہی واحد مؤنث غائب (ضمیر کا مرجع نَفْسُكَ ہے۔ عَلَيْهِمْ میں ضمیر هِمْ جمع مذکر غائب۔ کفار۔ گمراہان کی طرف راجع ہے۔ جو مَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ کے زمرہ میں آتے ہیں۔

لَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ ۔ ذہاب نفس۔ موت سے کنایہ ہے۔ جیسے کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ (۱۴:۱۹) اگر وہ چاہے تو تمہیں ختم کر دے اور (تمہاری جگہ) نئی مخلوق پیدا کر دے۔

= حَسَرٰتٍ ۔ مفعول لہٗ ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے۔ یہ حَسْرَةٌ کی جمع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ افسوس کرنے کی وجہ سے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے۔ جمع کا صیغہ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ گمراہ کافروں کے احوال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکثرت افسوس ہوتا تھا۔ یا یہ وجہ کہ ان کفار کی بداعمالیاں بہت کثرت سے تھیں جو افسوس کی (الگ الگ) متقاضی ہوتی تھیں۔

= يَصْنَعُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ صُنْعٌ مصدر (باب فَتَحَ) جو وہ کرتے ہیں

فَتُثِيْرُ = ف تعقیب کا ہے تُثِيْرُ مضارع واحد مؤنث غائب، حکایت حال ماضی کے لئے استعمال ہوا ہے (حکایۃ الحال الماضیۃ کسی گذشتہ فعل کو واضح طور پر بیان کرنے کے لئے فعل ماضی کی بجائے فعل مضارع استعمال کرنا) یہ مادہ ثور سے مشتق ہے۔

اِثَارَۃٌ مصدر جس کے معنی ابھارنے۔ برانگیختہ کرنے کے ہیں۔ چونکہ زمین کو جوتنے اور ہواؤں کے بادلوں کے اوپر اٹھانے میں اور لانے لیجانے میں یہ معنی موجود ہیں اس لئے تُثِيْرُ کے معنی وہ بادلوں کو اوپر اٹھاتی ہے (یہاں الرِّيَاح کے لئے یہ صیغہ واحد مؤنث غائب استعمال ہوا ہے یعنی یہ ہوائیں بادلوں کو اوپر اٹھاتی ہیں)

زمین کے جوتنے کے معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ (۲ : ۷۱) وہ گائے جو محنت کرنے والی نہ ہو جو نہ زمین کو جوتتی ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو۔

بادلوں کو اوپر اٹھانے کے ہم معنی غبار کو اوپر اٹھانے کے لئے اس کا استعمال قرآن مجید میں ہے فَالْمُغِيْرَاتِ صُبْحًا فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا (۱۰۰ : ۴) پھر صبح کو چھاپہ مارتے ہیں پھر اس میں غبار اڑاتے ہیں۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی ؒ لکھتے ہیں۔ فَتُثِيْرُ سَحَابًا ۔ یہ گذشتہ حال کی حکایت ہے تاکہ وہ ندرت آگیں صورت جو اللہ تعالیٰ کی حکمت پر دلالت کرتی ہے دماغوں میں مستحضر ہو جائے

= سَحَابًا ۔ اسم جنس ہے اس کا واحد سَحَابَةٌ آیا ہے ویسے سَحَابٌ جمع مذکر و جمع مؤنث اور واحد سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

= فَسُقْنٰهُ میں ف تعقیب کے لئے ہے سُقْنَا ماضی جمع متکلم سَوْقٌ مصدر باب نصر۔ هُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع سَحَابٌ ہے۔ ہم اس کو ہانک لے گئے۔ پھر ہم ان بادلوں کو ہانک لے گئے۔

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا (۱۹ : ۸۶) اور مجرموں کو پیاسا ہم دوزخ کی طرف ہانکیں گے۔

= بَلَدٍ مَّيِّتٍ ۔ موصوف وصفت۔ بَلَدٍ بمعنی شہر۔ یہاں کوئی بھی قطعہ زمین مراد ہے، مَيِّتٍ مردہ، مراد بغیر کسی نباتات، بے آب و گیاہ۔

= اَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۔ اَحْيَيْنَا ماضی جمع متکلم اِحْيَاءٌ (افعال) مصدر۔ ہم نے زندہ کیا۔ بِهٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع سحاب ہے ہم اس سے زمین کو زندہ

کر دیتے ہیں۔ یعنی بادلوں میں سے جو بارش کی صورت میں پانی زمین پر آتا ہے اس کے ذریعہ خشک ویے آب و گیاہ زمین کو دوبارہ سرسبز کر دیتے ہیں۔

= النُّشُوْرُ۔ مصدر مرفوع۔ معرفہ۔ باب نصر۔ جی اٹھنا۔ یعنی جزاوسزا۔ کے لئے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہونا۔ مراد یہاں قبروں سے قیامت کے روز اٹھایا جاتا ہے۔

۳۵: ۱۰ = اَلْعِزَّةُ۔ عزت۔ غلبہ، بزرگی۔ عَزَّ یَعِزُّ ضرب کا مصدر بھی ہے اور بطور اسم بھی استعمال ہوتا ہے۔

= یَصْعَدُ۔ مضارع واحد مذکر غائب صُعُوْدٌ باب سمع سے مصدر وہ چڑھتا ہے وہ پہنچتا ہے۔ مراد یہاں قبول ہوتا ہے۔ یا یہ کہ فرشتے اسے لے کر اوپر عرش کی طرف چڑھتے ہیں

= اَلْکَلِمُ الطَّیِّبُ موصوف وصفت۔ پاکیزہ کلام۔ مراد ذکر الٰہی۔

= یَرْفَعُهٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع العمل الصَّالِحُ ہے۔ وہ اس کو بلند کرتا ہے رفعٌ (باب فتح) مصدر۔

یَرْفَعُ میں ضمیر فاعل کا مرجع کون ہے؟ اس کے متعلق مندرجہ ذیل صورتیں ہیں

(۱) یَرْفَعُ میں ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے مطلب یہ کہ جو عمل صالح خالصۃً اللہ کے لئے کیا جائے اللہ اس کو اوپر اٹھا لیتا ہے یعنی قبول فرما لیتا ہے۔

(۲) ضمیر فاعل عمل صالح کی طرف راجع ہے اس صورت میں ہٗ کا مرجع اَلْکَلِمُ الطَّیِّبُ (پاکیزہ کلام) ہوگا (الکلم کا لفظ مفرد ہے جمع نہیں۔ جنس مراد ہے) اور مطلب یہ ہوگا کہ پاکیزہ کلام عمل صالح کو اوپر پہنچاتا ہے یعنی مقبول بنا دیتا ہے۔

= یَمْکُرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب مَکْرٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ چالیں چلتے ہیں۔

= السَّیِّئٰتِ۔ ای المکرات السیئات۔ بری چالیں۔

مَکْرٌ بری تدبیر۔ پوشیدہ فریب۔ جب یہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو اللہ تعالیٰ کا دھوکہ فریب۔ یا مکر کی سزا دینا مراد ہوتا ہے۔

= اُولٰٓئِكَ کا اشارہ الذین یمکرون السیئات کی طرف ہے۔

= یَبُوْرُ واحد مذکر غائب فعل مضارع۔ بُوْرٌ۔ بَوَارٌ مصدر (باب نصر) وہ ہلاک ہو جائے گا یا تباہ ہو جائے گا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَکَانُوْا قَوْمًا بُوْرًا (۲۵:۱۸) اور یہ ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔

۳۵: ۱۱۔ مِنْ تُرَابٍ۔ مٹی سے۔ اصل بعید کی طرف اشارہ ہے یعنی اوّلیں حضرت آدمؑ کو

مٹی سے پیدا کیا۔ اور مِنْ نُّطْفَةٍ اصل قریب کی طرف اشارہ ہے (یعنی حضرت آدم کے بعد نسلِ انسانی کو)

= اَزْوَاجًا۔ جوڑے۔

= مَا تَحْمِلُ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ حَمْلٌ (باب ضرب) سے مصدر وہ نہیں اٹھاتی ہے وہ حمل سے نہیں ہوتی۔ وہ حمل نہیں اٹھاتی۔ وہ حاملہ نہیں ہوتی۔

= وَلَا تَضَعُ اور نہ جنتی ہے۔ واؤ عاطفہ تَضَعُ مضارع منفی واحد مؤنث غائب اور نہ بچہ جنتی ہے وَضْعٌ باب فتح سے مصدر جس کے معنی ہیں رکھنے اور ڈال دینے یا عورت کے بچہ جننے کے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے کہ: قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی (۳: ۳۶) اس نے (حضرت مریم نے) کہا اے میرے پروردگار میں نے تو ایک بچی کو جنم دیا ہے۔

= مِنْ اُنْثٰی۔ کوئی عورت، اس صورت میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ مِنْ زائدہ بھی ہو سکتا ہے۔

= مَا يُعَمَّرُ۔ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب تَعْمِيْرٌ (تفعیل) مصدر جس کے معنی عمر بڑھانا یا زبان سے عَمَّرَكَ اللّٰهُ (خدا تیری عمر دراز کرے) کہنا ہے اَلْعِمَارَةُ۔ خَرَابٌ کی ضد ہے۔ آباد کرنا۔ آبادی۔ عَمَرَ اَرْضَهٗ اس نے اپنی زمین آباد کی۔ مَعْمُوْرٌ۔ آباد کی ہوئی جگہ۔ عُمُرٌ آدمی کی مدتِ زندگی۔ کیونکہ مدتِ زندگی میں انسان کی عمارتِ بدن قائم رہتی ہے۔ بدنی مکان تعلق روح کی وجہ سے آباد رہتا ہے۔ عَمْرٌ اور عُمُرٌ کا اگرچہ ایک ہی معنی ہے لیکن قسم کے موقع پر عَمْرٌ بولا جاتا ہے

مَا يُعَمَّرُ اس کی عمر نہیں بڑھائی جاتی ہے۔

= مُعَمَّرٍ۔ اسم مفعول واحد مذکر تَعْمِيْرٌ مصدر سے۔ جس کی عمر بڑھائی گئی ہو بڑی عمر والا۔ عمر رسیدہ۔ طویل العمر۔ یا محض وہ شخص جس کو زندگی دی گئی ہو۔

= لَا يُنْقَصُ۔ مضارع نفی مجہول واحد مذکر غائب نَقْصٌ (باب نصر) مصدر نہیں کم کی جاتی ہے۔

= عُمُرِهٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی عمر۔

مَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ۔ کسی عمر والے کی عمر زیادہ نہیں کی جاتی اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

(۱) مُعَمَّرٌ سے مراد شخص محض ہے اور عُمُرِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مُعَمَّرٌ اٰخَرُ ہے۔ جیسے عربی میں عندی درھم ونصفہ میں نِصْفَہٗ سے نصف درہم آخر مراد لیا جاتا ہے۔ ترجمہ ہوگا:۔

کسی شخص کی عمر بڑھائی نہیں جاتی ہے اور نہ کسی دوسرے شخص کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (یہ سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے

(۲) مُعَمَّرٌ بمعنی شخص محض ہے اور ہٖ ضمیر کا مرجع وہی معمر ہے جو پہلے مذکور ہے ترجمہ ہو گا:۔

کسی شخص کی عمر بڑھائی نہیں جاتی ہے اور نہ ہی اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (یہ سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے

(۳) مُعَمَّرٌ سے مراد طویل العمر شخص ہے اور ہٖ ضمیر دوسرے ناقص العمر شخص کی طرف راجع ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا:۔

کسی طویل العمر کی عمر نہیں بڑھائی جاتی ہے اور نہ کسی ناقص العمر کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر (یہ سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رقمطراز ہیں:۔

بعض اہل تفسیر نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ:۔

طویل العمر شخص کی عمر میں بیشی اور ناقص العمر کی عمر میں کمی اس طرح نہیں کی جاتی کہ ناقص العمر کی عمر کا کوئی حصہ اس کی عمر سے گھٹا کر طویل العمر کی عمر میں بڑھا دیا جائے اور اس طرح ایک طویل العمر ہو جائے اور دوسرا ناقص العمر۔

= فِیْ کِتٰبٍ۔ میں کِتٰبٍ سے مراد لوح محفوظ ہے۔

= ذٰلِكَ۔ جو وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ سے لے کر فِیْ کِتٰبٍ تک مذکور ہے۔

= یَسِیْرٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے یُسْرٌ مادہ۔ آسان۔ سہل۔

۳۵ : ۱۲ = یَسْتَوِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِسْتِوَاءٌ مصدر (افتعال) سے مَا یَسْتَوِیْ وہ برابر نہیں ہے۔

= اَلْبَحْرَانِ۔ اَلْبَحْرَیْنِ (دو بحر) البحر۔ الماء الکثیر ملحًا کان او عذبًا یعنی پانی کی کثیر مقدار اور وسیع ذخیرہ۔ خواہ وہ نمکین ہو یا شیریں۔ بحر کو بحر کہنے کی وجہ انہوں نے

یہ لکھی ہے کہ اس میں وسعت اور انبساط کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ جیسے کوئی شخص بہت سخی ہو تو اسے کہتے ہیں انہ لبحر۔ کہ وہ تو بحر ہے۔

یہ درست ہے کہ عام طور پر بحر کا اطلاق سمندر پر ہوتا ہے لیکن میٹھے پانی کے ذخیرہ کو بھی اہل عرب بحر کہتے ہیں

= هٰذَا۔ یہ ایک پانی۔ ان دونوں میں سے یہ ایک!

= عَذْبٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بہت شیریں۔ بہت میٹھا۔ عَذُوْبَةٌ سے جس کے معنی پانی کے میٹھا اور خوشگوار ہونے کے ہیں۔ عِذَابٌ اور عُذُوْبٌ اس کی جمع ہے۔

= فُرَاتٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے فُرُوْتَةٌ مصدر (باب کَرُمَ) سے بہت شیریں پانی بہت میٹھا پانی۔ باب نصر سے بمعنی زناکار اور باب سمع سے بمعنی بے وقوف آیا ہے لیکن قرآن مجید میں ان معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔

فُرَاتٌ اِذَا كَانَ شَدِيْدُ الْعُذُوْبَةِ۔ پانی کا بہت شیریں ہوتا۔ قیل ماھو یکسر العطش جو پیاس کو بجھائے۔

= سَآئِغٌ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر سَوْغٌ مصدر (باب نصر) سے حلق سے آسانی کے ساتھ اتر جانے والا (پانی یا خوراک)

= وَهٰذَا۔ اور یہ ایک (یعنی دوسرا پانی) هٰذَا وهٰذَا یہ ایک اور یہ ایک (پانی)

= مِلْحٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے نہایت نمکین اور کھاری (پانی)

مَالِحٌ بھی نمکین اور کھاری پانی کے لئے آتا ہے لیکن الجوہری نے اسے متروک لغت میں سے کہا ہے اور جو اس کے جواز کے قائل ہیں وہ اس شعر کی دلیل دیتے ہیں!

ولو تفلت فی البحر والبحر مالح ۔ لا صبح ماء البحر من ریقھا عذبا

اور اگر وہ سمندر میں ڈبکی لگائے اور سمندر کا پانی نہایت کھاری ہوتا ہے۔ تو اس کے دہن کے لعاب سے سمندر کا پانی میٹھا اور شیریں ہو جائے۔

= اُجَاجٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے نہایت کڑوا اور کھاری پانی۔

= مِنْ كُلٍّ۔ ای من کل واحد منھما ان دونوں میں سے ہر ایک سے۔

= لَحْمًا طَرِيًّا۔ طَرَاوَةٌ سے بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بمعنی تر و تازہ۔ لَحْمًا گوشت۔ لَحْمًا طَرِيًّا۔ موصوف وصفت۔ منصوب بوجہ مفعول تَاْكُلُوْنَ۔

= تَسْتَخْرِجُوْنَ۔ مضارع۔ جمع مذکر حاضر۔ اِسْتِخْرَاجٌ (استفعال) مصدر۔ تم نکالتے ہو

== حِلۡیَۃً ۔ زیور۔ سامانِ زیب وزینت (سمندر سے سامان زینت ازقسم موتی ۔مرجان ، جواہرات ۔ نکالے جاتے ہیں)
== فِیۡهِ ای فی کل واحد منھما دونوں میں سے ہر ایک میں ۔
== مَوَاخِرَ ۔ مَاخِرٌ کی جمع ۔ صیغہ صفت ہے ۔ چیرنے والی ۔ مَخۡرٌ وَ مَخُوۡرٌ (باب فتح) کشتی کا یا جہاز کا یا تیراک کا پانی چیرنا ۔ مَوَاخِرَ ۔ پانی کو چیرنے والی کشتیاں ۔
۱۳،۳۵ == یُوۡلِجُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ اِیۡلَاجٌ مصدر (افعالٌ) سے وہ داخل کرتا ہے ۔
== یَجۡرِیۡ ۔ مضارع واحد مذکر غائب جَرۡیٌ و جَرَیَانٌ مصدر باب ضرب) وہ چلتا ہے ، وہ جاری رہتا ہے ۔
== اَجَلٍ مُّسَمًّی ۔ اَجَلٍ مدتِ مقررہ ۔موصوف ۔ مُسَمًّی اسم مفعول واحد مذکر ۔ تَسۡمِیَۃٌ مصدر باب تفعیل ۔ مقرر کردہ شدہ ۔ صفت ۔ اَجَلٍ مُّسَمًّی مدتِ مقررہ
== ذٰلِکُمۡ یہ ۔ یہی ۔ اس میں کُمۡ ضمیر جمع خطاب کے لئے ہے ۔
جو اتنی قدرتوں کا مالک ہے ۔ جو اتنی حکمتوں والا ہے ، جو اتنا عظیم احسان کرنے والا ہے ، اَللّٰهُ ۔ وہ ہے اللہ ۔ رَبُّکُمۡ جو تمہارا پروردگار ہے ۔
یعنی تمہارا پروردگار اللہ ان مذکورہ بالا خوبیوں کا مالک ہے
== تَدۡعُوۡنَ ۔ مضارع ۔ جمع مذکر (جنہیں) تم پکارتے ہو ۔ یعنی جن کی تم پوجا کرتے ہو ۔
== قِطۡمِیۡرٍ ۔ وہ باریک چھلکا جو گٹھلی پر لپٹا ہوتا ہے یا وہ باریک ڈورا جو گٹھلی کے شگاف میں ہوتا ہے ۔ مراد حقیر یا بے مقدار چیز ۔
۱۴:۳۵ == مَا اسۡتَجَابُوۡا لَکُمۡ ۔ مَا نفی کے لئے ہے ۔ اِسۡتَجَابُوۡا ماضی جمع مذکر غائب ۔ اِسۡتِجَابَۃٌ مصدر باب استفعال سے بمعنی ماننا ۔ قبول کرنا ۔ یعنی وہ تمہارا کہنا قبول نہ کر پائیں گے ۔ تمہاری التجا قبول نہ کرسکیں گے ۔
== یَکۡفُرُوۡنَ بِشِرۡکِکُمۡ ۔ وہ (خود) تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے ۔
یعنی تم جو ان کو اللہ کی عبادت میں شریک کرتے ہو وہ قیامت کے دن اس کے منکر ہو جائیں گے اور کہیں گے مَا کُنۡتُمۡ اِیَّانَا تَعۡبُدُوۡنَ ۔(۱۰:۲۸) تم ہماری پوجا نہیں کرتے تھے (بلکہ اپنی ہوا وہوس اور باطل خیالات کی پوجا کرتے تھے)
== لَا یُنَبِّئُکَ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب ۔ تَنۡبِئَۃٌ مصدر باب تفعیل بمعنی

خبر دینا۔ بتا دینا۔ آگاہ کرنا۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ تمہیں (کوئی) نہیں بتائے گا۔
= مِثْلُ خَبِیْرٍ مِثْلُ اسم مفرد۔ طرح۔ مضاف، خَبِیْرٍ مضاف الیہ۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ خبردار، خبر رکھنے والا۔ دانا۔ خبر رکھنے والے کی طرح۔ خبر رکھنے والے کے برابر۔
خَبِیْرٌ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اور قرآن مجید میں خبیر ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے ہی استعمال ہوا ہے۔
۳۵: ۱۵ = اَلْغَنِیُّ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ ال۔ تعریف کا ہے اور عہد کا بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور موجودات پر عمومی انعام معلوم و معروف ہے الغنی بے نیاز۔ غیر محتاج۔ یہ بھی ذاتِ باری تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے!
= اَلْحَمِیْدُ۔ جو اپنی ذات میں مخلوق کی حمد کا مستحق ہو۔
حَمْدٌ سے بروزن فعیل۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی مفعول یعنی محمود ہے ستودہ۔ تعریف کیا ہوا۔ یہ بھی ذات باری تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔
۳۵: ۱۷ = وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ۔ عَزَّ یَعِزُّ عِزَّۃً۔ عِزٌّ وَعَزَازَۃٌ عَلٰی۔ شاق و گراں گذرنا۔ جیسے عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ (۹: ۱۲۸) جو چیز تمہیں مضرت پہنچاتی ہے اسے بہت گراں گذرتی ہے۔ عَزِیْزٌ۔ عِزَّۃٌ سے بمعنی دشوار، مشکل۔
وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ۔ اور یہ بات اللہ کو کچھ مشکل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ عَزِیْزٌ ہے کیونکہ وہ اتنا شدید القوت ہے اور زبردست ہے جس پر کوئی شئی غالب نہیں آسکتی۔
۳۵: ۱۸ = لَا تَزِرُ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ وِزْرٌ مصدر (باب ضرب) وہ بوجھ نہیں اٹھاتی ہے۔ وہ بوجھ نہیں اٹھائے گی! وَازِرَۃٌ اسم فاعل واحد مؤنث (بوجھ اٹھانیوالا نفس) وِزْرٌ۔ بوجھ۔ اَوْزَارٌ جمع۔ ہتھیار۔ وَزِیْرٌ مشیر سلطنت۔ بادشاہ کا مددگار۔ بادشاہ کے ساتھ حکومت کا بوجھ اٹھانے والا۔
= وِزْرَ اُخْرٰی۔ مضاف مضاف الیہ۔ کسی دوسرے کا بوجھ،
= اِنْ تَدْعُ۔ اِنْ شرطیہ۔ تَدْعُ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اصل میں تَدْعُوْ تھا اِنْ شرطیہ کے سبب سے آخر سے واؤ حذف ہو گیا۔ دُعَاءٌ مصدر (باب نصر) اگر وہ مثقلہ پکارے۔ (اگر بوجھ سے لدی ہوئی جان کسی کو پکارے)

= مُثْقَلَةٌ۔ اسم مفعول واحد مؤنث۔ وہ نفس جس پر (گناہوں کا) بوجھ لدا ہوگا۔ عربی میں نفس مؤنث ہے۔ اس لئے مؤنث کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ ثِقْلٌ بوجھ اثقال (افعال) بوجھ لادنا۔

= اِلٰی حِمْلِهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مثقلۃ کی طرف راجع ہے۔ اپنے بوجھ کی طرف۔ یعنی اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے۔

= لَا یُحْمَلُ مِنْهُ شَیْءٌ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع حِمْل ہے اور شیئ۔ یُحْمَلُ کا مفعول مالم یُسم فاعلہ ہے۔ اس بوجھ سے کوئی حصہ بھی نہیں اٹھایا جائے گا۔

مطلب یہ کہ گنہگار کے بارِ گناہ کا کوئی حصّہ بھی کوئی دوسرا آدمی اپنے اوپر نہیں اٹھائیگا

= یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔

۱۔ وہ اپنے رب سے بغیر اس کو دیکھے ڈرتے ہیں۔

۲۔ وہ اپنے رب (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں ایسی حالت میں کہ عذاب ان کے سامنے نہیں ہے۔

۳۔ وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جب سب لوگوں سے غائب ہوتے ہیں۔

مراد یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے خوف سے تمام گناہوں سے بچتے ہیں اور فرائض کو ادا کرتے ہیں۔ صرف انہیں کو آپ کے خوف دلانے کا فائدہ ہوتا ہے۔

= اَلْمَصِیْرُ۔ اسم ظرف مکانی و مصدر۔ صَیْرٌ مادّہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا۔ قرارگاہ

۳۵ : ۱۹ = اَلْاَعْمٰی۔ عَمًی سے صفت مشبہ کا صیغہ۔ اندھا۔ نابینا۔ مراد راہ راست سے نابینا۔ یعنی کافر۔ جاہل۔

= اَلْبَصِیْرُ۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ بینا۔ یعنی مؤمن۔ یا جاننے والا۔

۳۵ : ۲۰ = اَلظُّلُمٰتُ۔ ظُلْمَۃٌ کی جمع۔ تاریکیاں۔ اندھیرے۔ روشنی کے نہ ہونے کو ظلمت کہتے ہیں۔ کبھی جہالت، فسق اور شرک کو ظلمت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان کے اضداد، علم۔ ایمان اور عمل صالح کو نُور سے تعبیر کرتے ہیں۔

مثلاً اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ (۱۴ : ۵) کہ تو اپنی قوم کو (کفر کے) اندھیروں سے نکال کر (ایمان کے) اجالے میں

لائے۔

آیت ہذا میں بھی اَلظُّلُمٰتُ سے مراد کفر ہے

= النُّوْرُ۔ روشنی۔ یعنی ایمان۔

۳۵: ۲۱ = اَلظِّلُّ۔ سایہ، چھاؤں، دھوپ کی ضد ہے مراد جنت و ثواب۔

= اَلْحَرُوْرُ۔ دھوپ کی تپش۔ لُو۔ گرم ہوا۔ مراد یہاں دوزخ اور عذاب ہے۔

اَلْحَرُوْرُ۔ اسم ہے اور مصدر بھی۔ حَرَارَۃٌ بھی مصدر ہے۔ حَرٌّ مادہ

۳۵: ۲۲ = اَلْاَحْیَاءُ۔ اَلْحَیُّ کی جمع ہے۔ زندہ لوگ۔ مراد اہل علم۔

۳۵: ۲۲ = اَلْاَمْوَاتُ: اَلْمَیِّتُ کی جمع ہے مردے۔ مراد جاہل لوگ:

= یُسْمِعُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِسْمَاعٌ مصدر (باب افعال)

وہ سناتا ہے۔ وہ سنا کر دل میں بٹھا دیتا ہے۔

= مُسْمِعٍ۔ اسم فاعل بحالتِ جرّ۔ واحد مذکر۔ سنانے والا۔

= مَنْ فِی الْقُبُوْرِ۔ وہ جو قبروں کے اندر ہیں۔ کفر پر جمے رہنے والوں کو مُردوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور مردے بھی وہ جو قبروں کے اندر ہوں۔

۳۵: ۲۴ = اِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ۔ میں اِنْ نافیہ ہے اور مِنْ تاکید کے لئے آیا ہے (اور زائدہ بھی ہوسکتا ہے) یعنی کوئی امت بھی ایسی نہیں۔

= خَلَا۔ ماضی واحد مذکر غائب خُلُوٌّ مصدر۔ (باب نصر) وہ گذرا۔ وہ ہوچکا۔

= فِیْهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب امۃ کی طرف راجع ہے۔

مراد یہ کہ کوئی امت بھی ایسی نہیں کہ جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گذرا ہو۔

۳۵: ۲۵ = اِنْ یُّکَذِّبُوْكَ۔ میں اِنْ شرطیہ ہے۔ یُکَذِّبُوْا۔ اصل میں یُکَذِّبُوْنَ تھا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب بوجہ عمل اِنْ نون اعرابی گر گیا۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ یہاں خطاب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ اور ضمیر فاعل کفار مکہ کی طرف راجع ہے۔

اگر یہ لوگ (کفار مکہ) آپ کو جھٹلاتے ہیں۔

اس کے بعد جواب شرط محذوف ہے۔ ای فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ الْاَنْبِیَآءُ مِنْ قَبْلِكَ۔ آپ صبر کریں جس طرح آپ سے پہلے انبیاء (علیہم السلام) نے صبر کیا۔

= فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ میں الذین من قبلھم فاعل ہے

كَذَّبَ کا۔ اور قَبْلِهِمْ (مضاف مضاف الیہ) میں ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کفار مکہ کی طرف راجع ہے۔

یعنی جو لوگ ان (کفار مکہ) سے پہلے تھے وہ بھی تکذیب کر چکے ہیں (اپنے وقت کے پیغمبروں کی)

یہ جملہ صبر کرنے پر دلیل کے طور پر لایا گیا ہے!

= جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ بِالزُّبُرِ وَ الْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ یہ جملہ سابقہ کا حال ہے۔ حالانکہ ان کے پاس رسول روشن دلیلیں، آسمانی صحیفے اور نورانی کتاب لے کر آئے تھے۔

اَلْبَيِّنٰتُ۔ کھلی کھلی اور روشن دلیلیں۔ بَيِّنَةٌ کی جمع۔ اَلزُّبُرُ۔ زَبُوْرٌ کی جمع کتابیں۔ اوراق۔ آسمانی صحیفے۔ اَلْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ۔ روشن کتاب۔ جیسے توریت، انجیل زبور۔ یعنی ہر پیغمبر الگ الگ معجزہ اور کتاب کے ساتھ آیا۔

= نَكِيْرِ۔ اصل میں نکیری تھا۔ (پس کیسا ہوا میرا عذاب۔

= اَلَمْ تَرَ۔ میں ہمزہ استفہام کا ہے لَمْ تَرَ۔ مضارع نفی حجد بلم صیغہ واحد مذکر حاضر تَرَ۔ اصل میں تَرٰى تھا۔ لَمْ کے آنے سے آخر میں حرف علت ساقط ہو گیا۔ رُؤْيَةٌ مصدر (باب فتح) دیکھنا۔ اَلَمْ تَرَ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کیا تمہیں نہیں معلوم۔

یہاں خطاب عام ہے۔ یعنی ہر فرد بشر سے ہے

= فَاَخْرَجْنَا بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب ماء کی طرف راجع ہے۔

اَخْرَجْنَا۔ ہم نے نکالا۔ ہم نے پیدا کیا۔ یہاں التفات ضمائر ہے۔ صیغہ غائب سے صیغہ متکلم کی طرف التفات۔ کسی کام کو بکمال قدرت و حکمت کرنے کے اظہار کے لئے ہے۔

پھر ہم نے اس پانی کے ذریعے سے پیدا کئے۔۔۔۔۔

= ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا۔ ثَمَرٰتٍ مفعول ہے اَخْرَجْنَا کا۔ مُخْتَلِفًا اسم فاعل۔ واحد مذکر حاضر۔ بحالت نصب۔ مختلف۔ جدا جدا۔ طرح طرح۔ گوناگوں۔ بوقلموں۔ اِخْتِلَافٌ مصدر (باب افتعال) اَلْوَانُهَا۔ اَلْوَانٌ۔ لَوْنٌ کی جمع ہے هَا ضمیر واحد مؤنث غائب (جس کا مرجع ثمرات ہے) مضاف الیہ۔ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا دونوں مل کر ثَمَرٰتٍ کی صفت ہیں۔

ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا۔ پھل جو اپنی اجناس میں مختلف ہیں۔ مثلاً انار، سیب

انگور زیتون وغیرہ یا پھل جو اپنی رنگت میں مختلف ہیں۔ مثلاً زرد، سبز، سرخ وغیرہ۔ اور یہ چند در چند تنوع خالق حقیقی کی کمال صناعی وحکمت کا مظہر ہے

= وَمِنَ الْجِبَالِ۔ ای ومن الجبال مختلف الوانھا۔ اور (اسی طرح) پہاڑوں کے بھی مختلف رنگ ہیں۔

= جُدَدٌ۔ اس کے مختلف معانی آئے ہیں!

(۱) یہ جُدَّۃٌ کی جمع ہے جس کے معنی کھلے راستے کے ہیں۔ لہٰذا جُدَدٌ بمعنی راستے۔ گھاٹیاں۔ جَادَّۃٌ (جَوَادٌّ جمع) بڑا راستہ، شارع عام

(۲) ذات خطوط مختلفۃ الالوان۔ مختلف رنگوں کی دھاریوں والے۔

(۳) جُدَدٌ بمعنی قِطَعٌ (ٹکڑے) قطعے، حصے، جَدَدْتُہٗ میں نے اس کے ٹکڑے کر دیئے۔

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ۔ اور پہاڑوں کی (مختلف الالوان) گھاٹیاں۔ یا راستے۔ یا پہاڑوں کے مختلف قطعے یا حصے جو بِیْضٌ (اَبْیَضُ بَیْضَاءُ سے صفت مشبہ کا صیغہ جمع مذکر ومونث ہے) سفید ہیں اور حُمْرٌ (اَحْمَرُ حَمْرَاءُ کی جمع ہے) سُرخ ہیں۔ اور غَرَابِیْبُ سُوْدٌ نہایت سیاہ رنگوں کے ہیں۔

= غَرَابِیْبُ سُوْدٌ۔ غَرَابِیْبُ غِرْبِیْبٌ کی جمع ہے اور سُوْدٌ اَسْوَدُ (مذکر) سَوْدَاءُ (مونث) بمعنی سیاہ رنگ والا۔ یا سیاہ رنگ والی۔ کی جمع ہے بروزن اَفْعَلُ فَعْلَاءُ فُعْلٌ۔ موجودہ حالت میں (یعنی ترکیب غَرَابِیْبُ سُوْدٌ) غَرَابِیْبُ سُوْدٌ کی صفت نہیں ہے۔ عربی میں کسی رنگ کی تاکیدی صفت کو موصوف سے پہلے ذکر نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا اس کی مختلف توضیحات کی گئی ہیں۔

(۱)۔ اصل میں یہ سُوْدٌ غَرَابِیْبُ تھا۔ سُوْدٌ موصوف غَرَابِیْبُ صفت۔ استعمال میں الٹ کر غَرَابِیْبُ سُوْدٌ کر دیا گیا۔ اَصْفَرُ فَاقِعٌ (خالص زرد) کی طرح اَسْوَدُ غِرْبِیْبٌ کہا جاتا ہے۔ یعنی اگر اسود کی تاکیدی صفت ذکر کرنی ہوتی ہے تو غربیب کو اسود کے بعد لاتے ہیں۔

(۲) اصل میں سُوْدٌ غَرَابِیْبُ سُوْدٌ تھا۔ صفت سے قبل مؤکد کو مضمر (محذوف) رکھا گیا۔ صفت کے بعد سُوْدٌ مؤکد مضمر کی تفسیر ہے اور یہ زیادتی تاکید کے لئے کیا گیا ہے۔

اور مولانا ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں!

جلال الدین محلی نے کہا۔ اَسْوَدُ غِرْبِیْبٌ کثیر الاستعمال ہے۔ اور غِرْبِیْبٌ اَسْوَدُ کا

کا استعمال کم ہے، میں کہتا ہوں یہ قلیل الاستعمال اس وقت ہے جب سیاہی کی مزید تاکید مقصود ہو۔

(۳) موصوف مؤکد کو محذوف کرنے کی کوئی بات نہیں جیساکہ اوپر نمبر ۲ میں مذکور ہوا بلکہ یہ نوع کلام عربی میں التقدیم والتاخیر کہلاتی ہے لہٰذا غَرَابِيْبُ سُوْدٌ بمعنی سُوْدٌ غَرَابِيْبُ ہے نہایت سیاہ۔

۲۸:۳۵ = وَمِنَ النَّاسِ ...... كَذٰلِكَ ای وكذٰلك من النّاس اور اسی طرح انسانوں چار پاؤں اور جانوروں کے رنگ جُدا جدا ہیں اس جملہ کا عطف سابقہ جملہ پر ہے۔

= اَلْعُلَمٰٓؤُ ۔ علماء۔ عالم لوگ، اس رسم الخط میں یہ لفظ شعراء اور سورۃ فاطر میں آیا ہے یعنی میم کے بعد واؤ اور اس پر ہمزہ اور واؤ کے بعد الف بھی لکھا جاتا ہے اور پڑھا نہیں جاتا:

علامہ پانی پتی رح رقمطراز ہیں:۔

شیخ اجل شہاب الدین سہروردی رح لکھتے ہیں کہ اس آیہ میں درپردہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس کے دل میں خشیت نہیں وہ عالم نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت اور صفات کمالیہ کو جاننا مستلزم خشیت ہے خشیت علم کے لئے لازم ہے اور لازم کی نفی ملزوم کی نفی پر دلالت کرتی ہے۔

الْعُلَمٰٓؤُا يَخْشٰى کا فاعل ہے۔

اللّٰهَ کو مقدم اور علماء کو مؤخر لانے سے علماء کی تخصیص ہوگئی یعنی اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی ہیں (جو پوری طرح) اس سے ڈرتے ہیں ای ان الذين يخشون الله من عباده العلمٰٓؤا دون غيرهم۔

= اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ (بے شک اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بہت بخشنے والا ہے) یہ خدا سے ڈرنے کے وجوب کی علت ہے۔

۲۹:۳۵ = اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اَلَّذِيْنَ اسم اِنَّ ۔ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً ۔ اسم کی تعریف ہیں۔ يَرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۔ اِنَّ کی خبر ہے۔

= يَتْلُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب تِلَاوَةٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پڑھتے ہیں (اور اس پر عمل کرتے ہیں)

= كِتٰبَ اللّٰهِ ۔ مضاف مضاف الیہ، اللہ کی کتاب۔ مراد قرآن مجید ہے۔ یا تمام

کتبِ الہٰیہ (اس صورت میں تکذیب کرنے والوں کی حالت کے بیان کے بعد اس آیت میں گذشتہ اور موجودہ امتوں میں سے تصدیق کرنے والے مومنوں اور قاریوں اور عالموں کی مدح ہو جائے گی!

= سِرًّا ۔ در پردہ۔ چھپے ہوئے (یعنی عام نفلی صورت میں مثلاً خیرات وغیرہ) عَلَانِیَۃً کھلم کھلا۔ ظاہر۔ علانیہ۔ (مفروضہ زکوٰۃ و صدقات وغیرہ) ہر دو منصوب بوجہ حال ہونے کے ہیں

= یَرْجُوْنَ مضارع۔ جمع مذکر غائب۔ رَجَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ امید رکھتے ہیں۔

= تِجَارَۃً مفعول۔ ایسی تجارت۔

= لَنْ تَبُوْرَ ہ مضارع نفی بہ لَنْ صیغہ واحد مؤنث غائب ضمیر فاعل کا مرجع تجارۃً ہے بَوَارٌ مصدر (باب نصر) سے (دجو) نہ بگڑے یعنی جس میں خسارہ نہ ہو۔ جو نہ بگڑے۔ جو برباد نہ ہو جو کبھی ماندنہ ہو۔

یعنی وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی گھاٹے میں نہیں جاتے گی نہ برباد ہوگی بَوَارٌ ۔ بَارَ الشَّیْءُ یَبُوْرُ بَوْرًا اَوْ بَوَارًا ۔ کے معنی کسی چیز کے بہت زیادہ مندا پڑنے کے ہیں ۔ چونکہ کسی چیز کی کساد بازاری اس کے فساد کا باعث ہوتی ہے جیسے کہا جاتا ہے کَسَدَ حَتّٰی فَسَدَ اس لئے بَوَار ۔ بمعنی ہلاکت بھی ہونے لگا۔ قرآن مجید میں ہے اَحَلُّوْا قَوْمَہُمْ دَارَ الْبَوَارِ (۱۴:۲۸) انہوں نے اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا۔

۳۵:۳۰ = لِیُوَفِّیَہُمْ ۔ یُوَفِّیْ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل لام تَوْلِیَۃٌ تفعیل مصدر۔ پورا پورا دینا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ان کو پورا پورا دے گا۔ ان کو پورا پورا دے۔

لام کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) یہ لام تعلیل کا ہے اور اس کا تعلق فعل محذوف سے ہے یعنی فَعَلُوْا مَا فَعَلُوْا لِیُوَفِّیَہُمْ یعنی وہ ایسا اس واسطے کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا پورا پورا ثواب ان کو دے۔

۲:۔ یہ لام عاقبت کا ہے اور اس کا تعلق یَرْجُوْنَ سے ہے (یعنی اس امید تجارت کا نتیجہ یہ ہوگا) کہ اللہ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

= وَیَزِیْدَ ھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ ۔ اور اپنے فضل سے ان کے اجر میں مزید اضافہ کرے گا۔

= اِنَّہٗ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ بے شک وہ بڑی مغفرت کرنے والا (لغزشوں کو معاف کرنے والا) بڑا قدردان (طاعتوں کی قدر افزائی کرنے والا ہے) یہ بندوں کے اعمال صالحہ کا پورا پورا

بدلہ دینے اور اس پر مزید اپنے فضل وکرم سے عطا کرنے کی علت ہے۔

۳۵: ۳۱ = الکتٰب ۔ ای القراٰن۔

۳۵: ۳۲ = ثُمَّ اَوْرَثْنَا۔ ماضی جمع متکلم اِیْرَاثٌ (افعال) مصدر۔ ہم نے وارث بنایا ثُمَّ حرف عطف ہے اورثنا کا عطف الذی اوحینا پر ہے۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ پھر ہم نے اس کتاب کا وارث بنایا۔

= اِصْطَفَیْنَا۔ ماضی جمع متکلم اِصْطِفَاءٌ (افتعال) مصدر۔ ہم نے منتخب کرلیا۔ ہم نے چن لیا۔

= مُقْتَصِدٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر اقتصاد (افتعال) مصدر۔ قَصْدٌ مادہ سیدھے راستہ پر قائم۔ متوسط۔ میانہ رو۔

القصد (باب ضرب) راستہ کا سیدھا ہونا اسی سے اقتصاد ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ۔۔۔ (۱) المحمود علی الاطلاق۔

جو افراط وتفریط کے درمیان ہو جیسے سخاوت جو اسراف وبخل کے مابین کو کہتے ہیں۔ اور شجاعت جو لاپرواہی اور بزدلی کے درمیان درجہ کا نام ہے چنانچہ اسی معنی کے لحاظ سے قرآن میں ہے وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ (۳۱: ۱۹) اور اپنی چال میں اعتدال کئے رکھ۔

(۲) قصد کا لفظ کنایہ کے طور پر ہر اس چیز پر بولا جاتا ہے جس کے محمود اور مذموم ہونے میں شبہ ہو! یعنی جو نہ بالکل محمود ہو اور نہ بالکل مذموم بلکہ اس کے درمیان۔ چنانچہ اسی معنی کے اعتبار سے فرمایا گیا فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ (آیت ہذا) تو کچھ ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہیں۔ اور کچھ میانہ رو ہیں۔

= سَابِقٌ ۔ السَّبْقُ کے اصل معنی چلنے میں آگے بڑھ جانا کے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے، وَاسْتَبَقَا الْبَابَ (۱۲: ۲۵) وہ دونوں آگے پیچھے دوڑ لگا کر دروازہ کی طرف بھاگے۔

پھر مجازاً ہر شے میں بڑھ جانے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ مثلاً وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ کَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَیْہِ (۴۶: ۱۱) اور یہ کافر ایمان والو کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ (یہ قرآن) اگر کوئی اچھی چیز ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ کر جاتے پھر استعارہ کے طور پر احراز (حفظ) فضیلت کے معنی میں استعمال ہونے لگا مثلاً اَلسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ (۵۶: ۱۰) اور آگے نکل جانے والے ہی اعلیٰ درجہ کے لوگ ہیں۔

سابق سے یہاں مراد وہ شخص ہے جو اعمال صالحہ کے ذریعہ ثواب الٰہی اور جنت کی طرف پیش

پیش جانے والا ہو۔ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ (وہ شخص یا اشخاص) جو نیکیوں میں بڑھے چلے جاتے ہیں۔

جملہ ہر سہ اقسام ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ، مُقْتَصِدٌ، سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ، اَلَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا میں سے ہیں جیسا کہ لفظ مِنْہُمْ جو ان تینوں کے ساتھ آیا ہے ظاہر کرتا ہے۔

= ذٰلِكَ۔ یعنی اپنے برگزیدہ بندوں کو قرآن مجید کا وارث بنا دینا۔

۳۵:۳۳ = جَنّٰتُ عَدْنٍ مضاف مضاف الیہ۔ رہنے بسنے کے باغات یعنی وہ جنتیں جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہو گا۔ عَدَنَ بِالْمَكَانِ اس نے اس جگہ مقام کیا اور عدن سے مراد اقامۃ علیٰ وجہ الخلود ہے۔ یعنی دائمی طور پر رہنا بسنا۔ اور بعض عدن کو عَلَم قرار دیتے ہیں اور اسے جنت میں ایک خاص مقام کا نام دیتے ہیں۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ۔ مبتدا ہے اور یَدْخُلُوْنَھَا اس کی خبر اس میں ضمیر جمع مذکر غائب الذین اصطفینا کی طرف راجع ہے یا ثلثۃ اقسام (ظالم لنفسہ، مقتصد، سابق بالخیرات) کی طرف راجع ہے اور ھا ضمیر واحد مؤنث غائب جنّٰت کی طرف راجع ہے۔

= یُحَلَّوْنَ فِیْھَا یہ جنّٰت کی خبر ثانی ہے۔ یُحَلَّوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب (ضمیر جمع بمطابق یَدْخُلُوْنَ) تَحْلِیَۃٌ (تفعیل) مصدر، وہ زیور پہنائے جائیں گے۔ حِلْیَۃٌ زیور۔

= اَسَاوِرَ۔ سِوَارٌ کی جمع۔ کنگن، پہنچیاں۔ یہ دستوار فارسی سے معرب ہے۔ اَسَاوِرَ بوجہ جمع وعجمہ غیر منصرف ہے۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ اور مِنْ بیانیہ بھی ہو سکتا ہے۔

= لُؤْلُؤًا۔ اس کی جمع لآلی ہے موتی۔ اس کا عطف مِنْ اَسَاوِرَ پر ہے۔ ای وَ یُحَلَّوْنَ فِیْھَا لُؤْلُؤًا۔ اور ان کو وہاں موتی پہنائے جائیں گے۔

= حَرِیْرٌ۔ اسم ہے۔ ریشمی کپڑا۔ ہر ایک باریک کپڑے کو حریر کہا جاتا ہے۔

۳۵:۳۴ = اَذْھَبَ عَنَّا۔ ماضی واحد مذکر غائب اِذْھَابٌ (افعال) مصدر اَذْھَبَ عَنْ ہٹانا۔ دور کرنا۔ اس نے ہم سے غم واندوہ کو دور کر دیا۔

= اَلْحَزَنَ۔ خوف الذنوب والسیئات وخوف رد الطاعات۔ گناہوں اور خطاؤں کا ڈر۔ عبادتوں کے مسترد ہونے کا اندیشہ۔

۳۵:۳۵ = اَحَلَّنَا۔ ماضی واحد مذکر غائب اِحْلَالٌ (افعال) مصدر بمعنی اتارنا

فرو کش کرنا۔ نَا ضمیر جمع متکلم۔ اس نے ہمیں لا اتارا۔ اس نے ہمیں بسایا اس نے ہمیں فروکش کیا
= دَارَ الْمُقَامَةِ۔ مضاف مضاف الیہ ای دار الاقامۃ۔ ٹھہرنے کی جگہ قیام کرنے کی جگہ۔ مُقَامَة مصدر میمی ہے۔
= لَا یَمَسُّنَا۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب نَا ضمیر مفعول جمع متکلم ہمیں نہیں چھوئے گی
= نَصَبٌ۔ اسم۔ تھکان۔ مشقت، کوفت، تھکاوٹ۔
= لُغُوْبٌ۔ مصدر و اسم مصدر تھکان، تھکاوٹ سے بدن میں جو اضمحلال اور ذہن میں جو پژمردگی پائی جاتی ہے وہ لغوب ہے مثل ہے اتانا ساغبًا لاغبًا وہ ہمارے پاس بھوکا اور ماندہ (تھکا ہارا) آیا۔
۳۵ : ۳۶ = لَا یُقْضٰی عَلَیْھِمْ مضارع نفی مجہول واحد مذکر غائب قَضَاءٌ سے۔ یُقْضٰی عَلٰی (اس کا کام تمام کیا جائے گا) وہ مرجائے گا۔ لَا یُقْضٰی عَلَیْھِمْ۔ ان کا کام تمام نہ کیا جائیگا ان کی قضا نہیں آئے گی۔ ان کو موت نہ آئے گی۔ وہ نہ مریں گے۔ قُضِیَ عَلَیْہِ مرجانا۔ جیسے قَضٰی اَجَلَہٗ وہ مرگیا۔ لَا یُقْضٰی عَلَیْھِمْ۔ ان کی قضا نہیں آئے گی۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَوَکَزَہٗ مُوْسٰی فَقَضٰی عَلَیْہِ (۲۸ : ۱۵) حضرت موسٰی نے اس کو مکا مارا اور اس کا کام تمام کردیا۔
= فَیَمُوْتُوْا۔ میں فاء ناصبہ ہے جو کہ مضارع پر بہ تقدیر اَنْ داخل ہوا کرتی ہے۔ یَمُوْتُوْا مضارع منصوب جمع مذکر غائب مَوْتٌ مصدر (باب نصر) کہ وہ مرجائیں۔
= کُلَّ کَفُوْرٍ۔ کُلَّ لفظاً واحد ہے لیکن معنی کے لحاظ سے جمع ہے اس لئے اس کا استعمال دونوں طرح آتا ہے، مذکر اور مؤنث میں بھی برابر استعمال ہوتا ہے۔
کُلَّ ہمیشہ مضاف مستعمل ہے اگر مضاف الیہ مذکور نہ ہو تو محذوف مانا جائے گا۔
کَفُوْرٍ صفت مشبہ کا صیغہ مجرور مضاف الیہ۔ کُلَّ کَفُوْرٍ ہر ایک ناشکر گزار۔ ہر کافر شخص۔
۳۵ : ۳۷ = یَصْطَرِخُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِصْطِرَاخٌ (افتعال) مصدر افتعال کی تاء کو طاء سے بدلا گیا ہے وہ چیخیں گے۔ وہ چلائیں گے۔ وہ فریاد کریں گے۔ اور جگہ قرآن مجید ہے فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَہٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُہٗ (۲۸ : ۱۸) تو ناگہاں وہی شخص جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی پھر ان کو پکار رہا ہے۔ اور وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْھُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَھُمْ (۳۶ : ۴۳) اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کردیں

پس ان کا کوئی فریادرس نہ ہو۔

== نَعْمَلْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) جمع متکلم۔ ہم نیک کام کریں گے!

== غَیْرَ الَّذِیْ کُنَّا نَعْمَلُ برخلاف ان کاموں کے جو ہم کیا کرتے تھے۔

== اَوَلَمْ نُعَمِّرْکُمْ ...... جواب من جھتہ تعالیٰ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملیگا۔ ہمزہ استفہامیہ ہے واؤ عاطفہ ہے جس کو ہمزہ استفہام کے بعد لایا گیا ہے لَمْ نُعَمِّرْ مضارع نفی جحد بلم۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ کیا ہم نے تم کو اتنی لمبی عمر نہ دی تھی

== مَا یَتَذَکَّرُ فِیْہِ .... میں مَا موصوفہ ہے ای اولم نعمرکم عمرًا یتذکر فیہ یا ما موصولہ ہے ای اولم نعمرکم الذی یتذکر فیہ

== یَتَذَکَّرُ مضارع واحد مذکر غائب تذکّرٌ (تفعّل) مصدر۔ وہ نصیحت پکڑتا ہے، وہ نصیحت حاصل کرتا ہے (یعنی وہ اس لمبی عمر میں نصیحت حاصل کر لیتا)

اس میں ضمیر فاعل کا مرجع مَنْ (اسم موصول) ہے جو آگے آرہا ہے فِیْہِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب عُمر کی طرف راجع ہے۔

== تَذَکَّرَ ماضی واحد مذکر غائب اس نے نصیحت پکڑی۔

== وَجَآءَکُمُ النَّذِیْرُ۔ النذیر سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ابوحیان کے نزدیک النذیر سے مراد جنس النذیر ہے یعنی انبیاء علیہم السلام کیونکہ ہر نبی اپنی اُمّت کے لئے نذیر ہے۔ اور تمہارے پاس ڈرانے والے بھی آگئے تھے۔

اس جملہ کا عطف اولم نعمرکم پر ہے۔ اور جواب کا دوسرا جزو ہے۔ یعنی تمہیں لمبی عمر عطا کی اور پھر تمہیں سمجھانے کے لئے ڈرانیوالے بھی بھیجے

== فَذُوْقُوْا میں فاء ترتیب کا ہے۔ ذُوْقُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ ذَوْقٌ مصدر (باب نصر) تم چکھو۔

== فَمَا۔ میں فاء تعلیل کا ہے اور مَا نافیہ ہے

== اَلظّٰلِمِیْنَ سے مراد کفار ہیں۔ منکرین توحید ورسالت رُسُل۔

۳۵ : ۳۹ == فَعَلَیْہِ کُفْرُہٗ میں فاء ترتیب کا ہے عَلَیْہِ کُفْرُہٗ ای علیہ وبال کفرہٖ وجزاءہٗ لا علیٰ غیرہٖ۔ اس کے کفر کا وبال بھی اسی پر ہوگا کسی دوسرے پر نہیں۔

== لَا یَزِیْدُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب وہ نہیں بڑھاتا ہے ضمیر فاعل کا مرجع کُفْرُھُمْ

جو آگے آرہا ہے۔

= مَقْتًا۔ مصدر۔ منصوب۔ سخت حقارت، بغض و غضب یعنی کافروں کے لئے ان کا کفر ان کے رب کے نزدیک اس کے غیض و غضب اور حقارت کے بڑھنے کا ہی باعث ہوتا ہے

= خَسَارًا۔ مصدر منصوب (باعثِ) خسارہ

۳۵: ۴۰ = قُلْ ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

= اَرَأَيْتُمْ میں ہمزہ استفہام کا ہے رأیتم ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے اس کا لفظی مطلب ہے کیا تم نے دیکھا؟ کیا تم دیکھتے ہو۔

الاتقان میں ہے جب ہمزہ استفہام "رأیت" پر داخل ہوتا ہے تو اس حالت میں رؤیت کا آنکھوں یا دل سے دیکھنے کے معنی میں آنا ممنوع ہوتا ہے اور اس کے معنی اَخْبِرُوْنِیْ (مجھ کو خبر دو) کے ہوتے ہیں۔

لیکن اردو محاورہ میں لفظی معنی تقریبًا وہی رکھتے ہیں جو اخبرونی کے ہیں۔

= شُرَكَاۗءَكُمُ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے شریک۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے (یعنی ذرا اپنے ان شریکوں کے متعلق تو بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو) شرکاء سے مراد بُت ہیں۔

= اَرُوْنِيْ: امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم اِرَاءَۃٌ (افعال) مصدر تم مجھے دکھاؤ۔ تم مجھے بتاؤ۔

= اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ۔ اَمْ بمعنی یا۔ ای ام لھم شرکۃ مع اللہ عزوجل فی خلق السمٰوٰت (پہلے آیا تھا: مجھے بتاؤ تو سہی۔ انہوں نے زمین میں سے کوئی ٹکڑا تخلیق کیا ہے؟) یا آسمانوں کی تخلیق میں ان کا کوئی ساجھا ہے

= اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰي بَيِّنَتٍ مِّنْهُ۔ یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے کہ اس کی کسی روشن دلیل پر یہ قائم ہیں۔ بَيِّنَتٍ۔ کھلی دلیل۔ واضح دلیل۔ مِنْهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع کتٰبًا ہے۔

بیضاوی میں ہے یجوز ان یکون ھُمْ للمشرکین کقولہ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا (۳۰: ۳۵) کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل نازل کی ہے یعنی ھُمْ ضمیر کا مرجع مشرکین بھی ہو سکتے ہیں۔

= بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا۔ بَلْ حرف اضراب ہے

حرف اضراب لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے قبل کا ابطال منظور ہے اور اس کے مابعد کی تصحیح مقصود ہے۔ یعنی

(۱) نہ تو انہوں نے (جن کو اللہ تعالیٰ کا شریک گردان کر پوجا گیا) زمین کا کوئی حصہ تخلیق کیا ہے

(۲) نہ آسمانوں کی تخلیق میں ان کا کوئی ساجھا ہے اور

(۳) نہ کو کوئی ایسی کتاب دی گئی ہے جس میں ان کی (یعنی معبودان باطل کی) شرکت کی کوئی سند مل سکے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ (یعنی مشرکین) ایک دوسرے سے نرے دھوکہ کی باتوں کا وعدہ کرتے آئے ہیں۔ یعنی ان کے اسلاف اپنے اخلاف کو یا ان کے توسالیے پیروکاروں کو بے بنیاد دھوکہ دیتے چلے آئے ہیں کہ یہ بُت اللہ کے ہاں ان کی شفاعت یا سفارش کریں گے۔

= اِنْ یَّعِدُ میں اِنْ نافیہ ہے یَعِدُ مضارع واحد مذکر غائب وَعْدٌ مصدر (باب ضرب) ضمیر فاعل الظّٰلِمُوْنَ (جمع مذکر غائب) کی طرف راجع ہے بَعْضُهُمْ بَعْضًا بعض بعض سے یعنی ایک دوسرے سے۔ غُرُوْرًا مصدر منصوب دھوکہ دینا۔ باطل کی طرف رغبت دلانا۔

۳۵ : ۴۱ = یُمْسِكُ مضارع واحد مذکر غائب اِمْسَاكٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ روکتا ہے وہ تھامتا ہے۔ وہ روکے ہوئے ہے، وہ تھامے ہوئے ہے۔

= اَنْ تَزُوْلَا۔ اَنْ مصدریہ ہے تَزُوْلَا مضارع تثنیہ مؤنث غائب زَوَالٌ مصدر (باب نصر) کسی چیز کا اپنا صحیح رُخ چھوڑ کر ایک جانب مائل ہو جانا۔ اپنی جگہ سے ہٹ جانا۔ کہ وہ دونوں (سمٰوٰت والارض) اپنے مقام سے ہٹ جائیں۔

تَزُوْلَا اصل میں تَزُوْلَانِ تھا۔ اَنْ کے عمل سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ (۱۴:۴۶) کہ اس سے پہاڑ ہی اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔

= زَالَتَا۔ ماضی تثنیہ مؤنث غائب زَوَالٌ مصدر سے اِنْ زَالَتَا۔ اگر وہ دونوں اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ یا ہٹ جائیں یا ہٹنے لگیں۔

= اِنْ اَمْسَكَهُمَا۔ اِنْ نافیہ ہے ای ما امسکھما (کوئی) ان دونوں کو (پھر) تھام نہیں سکتا۔ سنبھالا دے نہیں سکتا۔

= مِنْ اَحَدٍ۔ میں مِنْ زائدہ ہے نفی کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے یعنی کوئی بھی

= بَعْدِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب یا اللہ کی طرف راجع ہے یا الزوال کی طرف۔ ای بعد زوالھما۔ (ان دونوں یعنی زمین و آسمان کے) اپنی جگہ سے ہٹ جانے کے بعد

یا امساکہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے یعنی خداوند تعالیٰ کے تھامنے کے علاوہ اور کوئی اسے تھام نہیں سکے گا۔ بَعْدَ کا لفظ یہاں بجز یا علاوہ کے معنی میں آیا ہے۔

= حَلِیْمًا ۔حلم والا۔ بردبار۔ تحمل والا۔ حِلْمٌ سے جس کے معنی جوشِ غضب سے نفس اور طبیعت کو روکنے کے ہیں بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ حلیمًا وہ حلیم ہے کیونکہ شرک جیسی کھلی ہوئی اور انتہائی گستاخی پر بھی فورًا سزا نہیں دیتا۔

غَفُوْرًا کیونکہ اگر یہ اپنی شرارتوں سے باز آجائیں تو اب بھی وہ معاف کرنے کو تیار ہے

حَلِیْمًا غَفُوْرًا منصوب بوجہ خبر کان کے ہے

= اَقْسَمُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب اِقْسَامٌ (افعال) مصدر۔ انہوں نے قسمیں کھائیں ضمیر فاعل قریش مکہ کی طرف راجع ہے۔

= جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ جَهْدَ تاکید۔ پوری کوشش، پوری طاقت۔ جَهَدَ یَجْهَدُ مصدر (باب فتح) جَهْدَ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے بمعنی اَقْسَمُوْا اَقْسَامًا بَلِیْغًا انہوں نے بڑی زور دار قسمیں کھائیں یا نصب بوجہ حال کے ہے بمعنی جاھدین فی اَیْمَانِهِمْ اپنی قسموں پر زور دیتے ہوئے۔

اَیْمَانٌ یَمِیْنٌ کی جمع ہے۔ قسمیں۔ یمین کے اصل معنی تو دائیں ہاتھ کے ہیں اور حلیف جو دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہے یمین حلف کے معنی میں اسی فعل سے مستعار لیا گیا ہے یہ اس کے مجازی معنی ہیں۔

= لَئِنْ لام تاکید اور اِنْ شرطیہ سے مرکب ہے لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِیْرٌ جملہ شرطیہ ہے اگر ان کے پاس کوئی ڈرانیوالا آیا۔

= لَیَکُوْنُنَّ لام جواب شرط کا ہے یَکُوْنُنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ تو وہ ضرور ہوں گے۔ جواب شرط ہے۔

= اَهْدٰی مِنْ اِحْدَی الْاُمَمِ ۔ اَهْدٰی افعل التفضیل کا صیغہ ہے هِدَایَةٌ سے۔ زیادہ راہ پانے والا۔ زیادہ ہدایت یافتہ۔ اِحْدٰی اَحَدٌ کا مؤنث ہے ای وَاحِدَةً ۔ اَلْاُمَمِ میں الف لام عہد کا ہے مراد یہود و نصاریٰ کی امتیں جنہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی احدی الامم یعنی ایسی امت جو ساری امتوں میں سے رشد و ہدایت میں اور استقامت میں افضل ترین ہو۔ احدی الامم امتوں میں واحد امت۔ جیسے کہتے ہیں واحد القوم ساری قوم میں سے واحد شخص یا واحد عصرہ اپنے زمانہ کی واحد

شخصیت اَھْدٰی مِنْ اِحْدَی الْاُمَمِ یعنی ساری امتوں میں سے خیرامت سب سے زیادہ ممتاز ہے اس سے بھی زیادہ ہدایت یافتہ۔

= نُفُوْرًا۔ مصدر منصوب۔ دور ہونا۔ بھاگنا۔ ہدایت سے دور ہونا۔ متنفر ہونا۔ نَفَرَ عَنْ کسی چیز سے روگردانی کرنا۔ نَفَرَ اِلٰی کسی کی طرف دوڑنا۔

مَا زَادَھُمْ اِلَّا نُفُوْرًا تو ان کی نفرت ہی بڑھی ای ما زادھم مجیئ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم الا تباعدًا عن الحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے ان کی حق سے دوری اور زیادہ ہو گئی (رسول کے آنے کی طرف نفرت کی نسبت مجازی ہے)

۳۵ : ۴۳ = اِسْتِکْبَارًا۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:۔

(۱) یہ مفعول لہٗ ہے ای لاجل الاستکبار اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے۔

(۲) یہ حال ہے ای مستکبرین۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے۔ درآں حالیکہ وہ آپنے آپ کو بڑا سمجھتے تھے

(۳) یہ نُفُوْرًا کا بدل ہے۔

(۴) یہ نُفُوْرًا پر عطف ہے یعنی فلما جاء ھم نذیر ما زادھم الا نفورًا او ما زادھم الا استکبارًا فی الارض و ما زادوا الا مکر السیئ یعنی جب وہ نذیر تشریف لایا تو اس کی اطاعت وفرمانبرداری کی بجائے وہ اس سے نفرت کرنے لگے اس کی آمد کے بعد ان کے غرور اور سرکشی میں اضافہ ہوتا گیا اور انہوں نے اس کے خلاف بڑھ چڑھ کر گھناؤنی سازشیں شروع کردیں۔ (ضیاء القرآن)

= وَ مَکْرَ السَّیِّئِ۔ اس کا عطف اِسْتِکْبَارًا پر ہے اس کی بھی وہی صورتیں ہیں جو اوپر اِسْتِکْبَارًا کی بیان ہوئیں۔ اس کی اصل ترکیب یہ تھی وَاَنْ مَکَرُوا السَّیِّئَ۔ کیونکہ السَّیِّئَ موصوف مقدر کی صفت ہے پھر مصدر کو اَنْ اور فعل کے قائم مقام لایا گیا اور اس کی صفت کی طرف اضافت کی گئی۔ مَکْرَ بوجوہ بالا منصوب ہے۔

مَکْرَ السَّیِّئِ قبیح چالیں۔ بری تدبیریں۔

= لَا یَحِیْقُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب حُیُوْقٌ۔ حَیَقَانٌ مصادر (باب ضرب) نہیں گھیرتا ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَحَاقَ بِھِمْ مَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ (۴۶ : ۲۶) اور جس چیز سے وہ استہزار کیا کرتے تھے اس نے ان کو آگھیرا۔ وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَھْلِہٖ اور گھناؤنی سازش بجز سازشیوں کے اور کسی کو نہیں

گھیرتی۔ یعنی بری چال کا وبال اس کے چلنے والے پر ہی پڑتا ہے۔
= هَلْ يَنظُرُوْنَ۔ هَلْ نفی کے معنی میں ہے جیسا کہ آیت هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (۵۵: ۶۰) میں ہے یَنظُرُوْنَ بمعنی یَنْتَظِرُوْنَ۔ یَتَوَقَّعُوْنَ۔ یہ انتظار نہیں کر رہے یا توقع نہیں رکھتے مگر سُنَّةَ الْاَوَّلِيْنَ (پہلے والوں کے دستور کا۔ یعنی ان کے ساتھ بھی وہی سلوک ہو جو ان سے قبل ان لوگوں کے ساتھ ہوا تھا جو ان کے جیسے افعال کے مرتکب ہوئے تھے۔ عذاب الٰہی نے ان کو ہلاک و برباد کر دیا تھا۔
= سُنَّةَ۔ طریقہ جاریہ۔ دستور۔ رسم۔ اس کی جمع سُنَنٌ ہے۔
= لَنْ تَجِدَ۔ مضارع نفی تاکید بلَنْ واحد مذکر حاضر۔ تو نہیں پائے گا۔
= تَحْوِيْلًا۔ تبدیلی۔ تغیر۔ تفاوت، بروزن تفعیل مصدر ہے
۳۵: ۴۴ = اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا میں ہمزہ استفہامیہ ہے واؤ عاطفہ ہے تقدیر کلام ہے اَقَعَدُوْا وَلَمْ يَسِيْرُوْا۔ مضارع نفی جحد بلم (مضارع مجزوم بوجہ عمل لَمْ) کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں۔ یہاں ضمیر فاعل مشرکین مکہ کی طرف راجع ہے اور زمین سے مراد ممالک شام، یمن عراق، وغیرہ ہیں۔ جہاں ان کا اکثر گذر ہوا کرتا تھا۔
فَيَنظُرُوْا فاء ناصبہ ہے مضارع پر بہ تقدیر اَنْ داخل ہوا کرتی ہے۔
= عَاقِبَةُ۔ انجام۔
= اَلَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ جو (لوگ) ان سے پہلے ہوئے ہیں مراد قوم عاد، ثمود، اہل بابل و کلدانیہ۔ قبطیان مصر وغیرہ ہیں۔ هِمْ ضمیر کا مرجع مشرکین مکہ ہیں
= مَا كَانَ اللّٰهُ۔ اللہ ایسا نہیں ہے۔ ای لیس من شانہ۔ اس کی شان کے شایاں نہیں ہے۔
= لِيُعْجِزَهٗ۔ لام تاکید نفی کے لئے ہے۔ يُعْجِزَ مضارع واحد مذکر غائب ضمیر فاعل کا مرجع شیٔ ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے اللہ کی شان کے شایان نہیں ہے کہ اسے کوئی عاجز کر دے۔ یعنی اس کو کوئی کام اپنی مرضی و حکمت کے مطابق کرنے سے معذور کر دے
= مِنْ شَيْءٍ کوئی چیز بھی۔ ای شیٔ۔ من استغراق کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کے شایان نہیں کہ کوئی بھی چیز آسمانوں میں یا زمین میں اسے ہرا سکے۔
۳۵: ۴۵ = لَوْ يُؤَاخِذُ۔ مضارع واحد مذکر غائب، مُؤَاخَذَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ اگر وہ گرفت کرے۔ اگر وہ پکڑے۔ وہ دارو گیر کرے۔

= بِمَا ۔ باء سببیہ ہے اور ما موصولہ ہے ۔
= كَسَبُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب ۔ انہوں نے کمایا۔ انہوں نے (اچھا یا بُرا کام) کیا۔
یہاں بُرے کام ہی کے متعلق آیا ہے ۔
= عَلٰى ظَهْرِهَا ۔ ای علیٰ ظھر الارض ۔ زمین کی پشت پر ۔ زمین پر ۔

فَائِدَه : مولانا عبد الماجد دریابادی صاحب تفسیر الماجدی رقمطراز ہیں:۔
وَلَوْ .... دَابَّةٍ ۔ یعنی یہ تو مشیتِ تکوینی سرے سے ہے ہی نہیں کہ معاصی و ذنوب پر گرفت فی الفور اور اسی دنیا ہی میں ہو جایا کرے ۔ یہ اگر ہوتا تو کوئی کافر زندہ ہی نہ رہنے پاتا۔ اور اہل ایمان اس لئے اٹھا لئے جاتے کہ نظامِ عالم مجموعہ کے ساتھ ہی وابستہ ہے اور جب انسان نہ رہتے تو کوئی حیوان بھی نہ باقی رہنے دیا جاتا کہ حیوانات کی حیثیت تو محض انسان کے خادم کی ہے ۔

= يُؤَخِّرُهُمْ مضارع واحد مذکر غائب تَاْخِيْرٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ وہ ان کو مہلت دیتا ہے ۔ وہ ان کو ڈھیل دیتا ہے ، یا دے رہا ہے ۔
= اَجَلٍ مُّسَمًّى موصوف وصفت، مقررہ وقت، متعین وقت ۔
= اَجَلُهُمْ مضاف مضاف الیہ ۔ اَجَلٌ جیسا کہ ابھی اوپر بیان ہو چکا ہے مدتِ مقررہ کو کہتے ہیں ۔ اسی لئے اس سے مراد کبھی موت بھی لی جاتی ہے اور کبھی قیامت دونوں کا وقت مقرر ہے ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ

(۳۶) سُوْرَۃُ یٰسٓ مَکِّیَّۃٌ (۴۱)

۳۶: ۱ = یٰسٓ ۔ یاؔ اور سٓ حروف مقطعات میں سے ہیں اس کے مرادی معنی سوائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو معلوم نہیں۔ یہ سورۃ کا عنوان بھی ہے۔ اس سورۃ کے کئی دیگر نام بھی ہیں مثلاً معمہ۔ کیونکہ اس کے پڑھنے والے کو دونوں جہانوں کی بھلائی بھی عطا ہوتی ہے اس کو دافعہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ اپنے پڑھنے والے سے ہر برائی کو دفع کرتی ہے اس کا نام قاضیہ بھی ہے کہ یہ اپنے پڑھنے والے کی ہر ضرورت کو پورا کرتی ہے وغیرہ ذلک۔

۳۶: ۲ = وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ واؤ قسم کے لئے ہے بعض نے یٰسٓ کو قسم قرار دیا ہے اس صورت میں واؤ عاطفہ ہوجائے گی۔ القراٰن الحکیم موصوف و صفت ہے حکیم فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے یعنی بڑی حکمت والا۔ پُراز حکمت۔ یا اس کا معنی محکم بھی ہوسکتا ہے یعنی ایسی محکم کتاب جو ندرتِ معانی اور عبارت کی تعجب انگیزی کے لحاظ سے محکم ہے یا ایسی محکم کہ باطل کسی گوشہ سے اس پر حملہ نہیں کرسکتا

۳۶: ۳ = اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۔ یہ جواب قسم ہے اور کفار کے اس اعتراض کے جواب میں جس کا ذکر اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا (۱۳: ۴۳) اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ تم خدا کے رسول نہیں ہو۔

۳۶: ۴ = عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ موصوف و صفت، راہ راست، سیدھا راستہ یعنی اسلام، دین حق۔

اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) یہ خبر ثانی ہے (لمن المرسلین۔ خبر اول)

(۲) یہ اَلْمُرْسَلِيْنَ کا صلہ ہے ای انک لمن المرسلین الذین ھم علی صراط

مستقیم ای علیٰ طریقۃ مستقیمۃ (بے شک آپ مرسلین الٰہی میں سے ہیں جو سب کے سب راہ راست پر گامزن تھے۔

٣٦: ٥ == تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ۔ تنزیل فعل محذوف کا مفعول مطلق (مصدر) ہے ای نزل العزیز الرحیم تنزیلاً (مولانا اشرف علی تھانوی) ای نَزَّلَ اللہ ذلک تنزیلاً (قرطبی) نزل اللہ ذلک تنزیل العزیز الرحیم (شوکانی) خدائے غالب وزبردست اور نہایت مہربان کی اسی تنزیل کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ ای ھذا منزل من اللہ۔ ضمیر مفعول کا مرجع القرآن ہے۔

== لِتُنْذِرَ۔ لام تعلیل کا ہے۔ تُنْذِرَ واحد مذکر حاضر (منصوب بوجہ عمل لام) تاکہ تو ڈرائے۔ اس کا تعلق یا تنزیل سے ہے یعنی یہ قرآن اس لئے نازل ہوا ہے کہ آپ ڈرائیں۔ یا اس کا تعلق لمن المرسلین کے مفہوم سے ہے یعنی ہم نے آپ کو اس لئے بھیجا ہے تاکہ تو ڈرائے۔

== مَآ اُنْذِرَ۔ اُنْذِرَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِنْذَارٌ (افعال) مصدر وہ ڈرایا گیا۔

مَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں :۔

(١) ما نافیہ ہے اور مَآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُھُمْ کے معنی ہوں گے جن کے باپ دادا کو نہیں ڈرایا گیا۔

(٢) یہ موصولہ ہے بمعنی جس چیز (عذاب الٰہی، عذاب آخرت، تباہی وغیرہ) سے ڈرانے کے لئے ان کے آباء واجداد کے پاس پیغمبروں کو بھیجا گیا تھا۔ اس عذاب سے ڈرانے کے لئے آپ کو ان کے پاس بھیجا گیا ہے۔

(٣) یہ مصدر یہ ہے یعنی جیسے ان کے آباء واجداد کو ڈرایا گیا تھا ویسے ہی آپ ان کو ڈرائیں مَا کا نافیہ ہونا زیادہ صحیح ہے کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد مکہ میں کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوا تھا۔ اس لئے مکہ والوں کو پیغمبر کی ضرورت زیادہ تھی۔

== فَھُمْ غٰفِلُوْنَ ٥ میں فاء ترتیب کا ہے ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کی دو صورتیں ہیں (١) اگر ما نافیہ لیا جائے تو ضمیر کا مرجع اٰباءھم ہوگا۔

(٢) مَا کی دوسری صورتوں کے مدنظر فَھُمْ غٰفِلُوْنَ کا تعلق لِتُنْذِرَ سے ہوگا۔ تاکہ تو اس قوم کو ڈرائے اس چیز سے کہ جس سے ان کے آباء واجداد کو ڈرایا گیا تھا کیونکہ وہ اس سے

غافل ہیں۔ فھم غافلون متعلق بنفی الا نذار علی الوجہ الاول: ای لم ینذر اٰباؤھم فھم لبسبب ذلک غٰفلون۔ وعلی الوجوہ الاخرۃ متعلق بقولہ تعالیٰ لِتُنْذِرَ ای فھم غافلون عما انذرنا بہ اٰباءھم (شوکانی)

۳۶: ۷ = لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ۔ لام تاکید کا ہے قَدْ بمعنی تحقیق۔ حَقَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے بمعنی حق ہونا۔ ثابت ہونا۔ مطابق ہونا۔

حَقَّ وہ قول یا فعل جو اسی طرح واقع ہو جس طرح پر کہ اس کا ہونا ضروری ہے اور اسی مقدار اور اسی وقت میں ہو کہ جس وقت اور مقدار میں اس کا ہونا واجب ہے۔

جملہ ہذا میں قَوْلٌ سے مراد کافروں کو عذاب دینے کا خدائی فیصلہ ہے۔ مثلاً وَ لٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ○ (۱۳:۳۲) لیکن میری طرف سے یہ بات قرار پا چکی ہے کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا

آیت ہذا کا ترجمہ ہوگا: بیشک ان میں سے اکثر پر یہ بات لازم ہو چکی ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

۳۶: ۸ = اَغْلٰلًا۔ طوق۔ غُلّ کی جمع۔ نیز ملاحظہ ہو (۳۳:۳۴)

= فَھِیَ۔ میں ضمیر ھِیَ واحد مؤنث غائب اَغْلٰلًا کے لئے ہے۔

= اَلْاَذْقَانِ۔ ذَقَنٌ کی جمع۔ ٹھوڑیاں۔

= مُقْمَحُوْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر، مُقْمَحٌ واحد اِقْمَاحٌ (افعال) مصدر قَمْحٌ مادہ۔ وہ لوگ جو گردن پھنسنے کی وجہ سے سر اوپر کو اٹھائے ہوئے ہوں۔

قَمْحٌ اس گیہوں کو کہتے ہیں جو پکنے کے وقت سے لے کر ذخیرہ اندوزی تک بالی کے اندر ہی رکھا جائے اور اس گیہوں سے جو ستو بنایا جاتا ہے اسے قمیحۃ کہتے ہیں (اور ستو کی مناسبت سے) کوئی چیز پھانکنے کے لئے سر اوپر اٹھانے کو القمح کہا جاتا ہے پھر محض سر اٹھانے پر (خواہ کسی وجہ سے ہو) قمح کہا جانے لگا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے قَمَحَ الْبَعِیْرُ اونٹ نے (سیری کے بعد حوض سے) سر اوپر اٹھالیا۔

فَھُمْ مُقْمَحُوْنَ۔ بمعنی تو ان کے سر اوپر اٹھ رہے ہیں یعنی ٹھوڑیوں تک طوق ہونے کی وجہ سے ان کی گردنیں اوپر اٹکی ہوئی ہیں۔ ان کی آنکھیں بند ہو گئی ہیں کسی چیز کو دیکھ نہیں سکتیں۔

۳۶: ۹ = مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ ان کے سامنے۔

= سَدًّا ۔ دیوار۔ آڑ۔ بند۔
= اَغْشَيْنٰهُمْ ۔ ماضی جمع متکلم۔ اِغْشَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہم نے ان کو اوپر سے ڈھانک دیا۔ یعنی ہم نے ان کو اندھا کر دیا۔

۳۶: ۱۱ = خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۔ اور رحمٰن سے بن دیکھے ڈرے۔
القہار اور اَلْمُنْتَقِمُ کی بجائے الرحمٰن سے ڈرنے کا ذکر کیا حالانکہ رحمٰن سے ڈرنے کا کوئی تعلق نہیں خوف تو قہار کے قہر سے اور منتقم کے انتقام سے ہونا چاہئے لیکن رحمان سے ڈرنا اس لئے فرمایا کہ رحمٰن کی صفت رحمت جانتے ہوئے پھر اس سے ڈرنا یہ خشیت کا انتہائی درجہ ہے۔ اور عین ایمان ہے۔ کمال ایمان ہے (کہیں بندے کی کوتاہی رحمان کی رحمت میں کمی کا باعث نہ بن جائے جو بندے کے لئے ناقابل برداشت نقصان ہے)
= اَجْرٍ كَرِيْمٍ ۔ موصوف صفت۔ عمدہ اجر۔ یعنی جنت۔
= مَا قَدَّمُوْا : مَا موصولہ ہے قَدَّمُوْا ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ جو انہوں نے آگے بھیجا۔ یہاں ماضی بمعنی حال استعمال ہوا ہے۔ یعنی جو (نیک و بد اعمال) وہ آخرت کے لئے کرتے ہیں۔
= وَاٰثَارَهُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے پیچھے۔ ان کے نشاناتِ قدم۔ واؤ عاطفہ ہے اٰثَارَهُمْ کا عطف مَا قَدَّمُوْا پر ہے ای و نکتب اٰثَارَهُمْ اور ہم لکھتے جاتے ہیں ان کے نیک و بد اعمال جو وہ پیچھے چھوڑے جاتے ہیں۔
= وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ ۔ ای واَحْصَيْنَا كُلَّ شَيْءٍ ۔ اَحْصَيْنَا ماضی جمع متکلم اِحْصَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر جس کے اصل معنی عدد کو حاصل کرنے کے ہیں اَحْصَيْتُ كَذَا میں نے اسے شمار کیا۔ اصل میں یہ لفظ حَصَی (کنکریاں) سے مشتق ہے اور اس سے گننے کے معنی اس لئے لئے جاتے ہیں کہ عرب کے لوگ گنتی میں کنکریوں پر اس طرح اعتماد کرتے تھے جس طرح ہم انگلیوں پر کرتے ہیں۔ ہٗ ضمیر مفعول کل شئ کے لئے ہے یعنی ہم نے ہر شئ کو گن رکھا ہے یا ضبط کر رکھا ہے یا درج کر رکھا ہے، محفوظ کر رکھا ہے۔
= اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۔ موصوف وصفت اِمَامٌ (فِعَالٌ) کے وزن پر اسم ہے بمعنی مَنْ يُّؤْتَمُّ بِهٖ ۔ جس کا قصد کیا جائے۔ چونکہ مقتدار اور رہنما کا قصد کیا جاتا ہے اس لئے اس کو امام کہتے ہیں۔ غرض جس کی پیروی کی جائے وہ امام ہے خواہ وہ انسان ہو اس کا قول و فعل ہو۔ کتاب ہو۔ صحیفہ ہو وغیرہ ذلک۔ چونکہ راستہ کا بھی قصد کیا جاتا ہے اس لئے راستہ کو بھی

اِمَامٌ کہتے ہیں۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے وَاِنَّھُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ (۱۵:۷۹) اور وہ دونوں (یعنی قوم لوط اور اصحاب الایکۃ) کھلے راستہ پر واقع ہیں۔

اسی طرح قیامت کو صحائف اعمال کی پیروی کی جائے گی یعنی جیسا ان میں تحریر ہوگا اسی کے مطابق جزار اور سزا ہوگی!

یا ایسے ہی لوح محفوظ میں جو کچھ مرقوم ہوتا ہے اسی کے مطابق ظہور پذیر ہوتا ہے گویا ہر شی اپنے وجود میں اسی کی پیرو ہوتی ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں صحیفۂ اعمال یا لوح محفوظ کے لئے امام کا لفظ استعمال ہوا ہے مثلاً آیۂ ہذا وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ اور ہم نے ہر شے کو ایک واضح کتاب (لوح محفوظ) میں درج کر رکھا ہے۔

مُبِیْنٍ ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ کھلا ہوا۔ صریح۔ ظاہر۔ یہاں امام کی صفت آیا ہے۔

۳۶:۱۳ = اِضْرِبْ ، فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ ضَرْبٌ سے۔ جس کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز پر واقع کرنے کے ہیں۔ مختلف اعتبارات سے یہ لفظ بہت سے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

۱:۔ ہاتھ ، لاٹھی یا تلوار سے مارنا۔ مثلاً اِضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ (۲:۶۱) اپنی لاٹھی پتھر پر مار۔

۲:۔ ضَرَبَ الْاَرْضَ بِالْمَطَرِ ۔ بمعنی بارش برسنا۔

۳:۔ ضَرَبَ الدَّرَاھِمَ درہم کو ڈھالنا۔

۴:۔ ضَرَبَ فِی الْاَرْضِ ۔ سفر کرنا۔

۵:۔ فَاضْرِبْ لَھُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا (۲۰:۷۷) تو ان کے لئے سمندر میں خشک راستہ بنادے۔

۶:۔ ضَرَبَ الْفَحْلُ النَّاقَۃَ ۔ نر کا مادہ سے جفتی کرنا۔

۷:۔ ضَرَبَ الْخَیْمَۃَ ۔ خیمہ لگانا۔ کیونکہ خیمہ لگانے کے لئے میخوں کو زمین میں ہتھوڑے سے ٹھونکا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذِّلَّۃُ (۲:۶۱) ذلت ان سے چمٹادی گئی یعنی ذلت نے ان کو اس طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا جیسا کسی شخص پر خیمہ لگا ہوا ہوتا ہے اسی طرح یہی معنی اس آیت میں ہیں:

ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الْمَسْکَنَۃُ (۳:۱۱۲) ناداری ان سے لپٹ رہی ہے۔

۸:۔ فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِھِمْ فِی الْکَھْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا۔ (۱۸:۱۱) تو ہم نے

غار میں کئی سال تک ان کے کانوں پر نیند کا پردہ ڈالے رکھا۔ (یعنی ان کو سلائے رکھا)
۹:۔ فَضُرِبَ بَیْنَھُمْ بِسُوْرٍ (۵۷: ۱۳) پھر ان کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی کر دی جائیگی
۱۰:۔ کسی بات کو اس طرح بیان کرنا کہ اس سے دوسری بات کی وضاحت ہو اسے ضرب المثل کہتے ہیں مثلاً ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا (۳۹: ۲۹) اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان کرتا ہے۔
وغیرہ وغیرہ۔

اِضْرِبْ تو مثال بیان کر

= مَثَلًا۔ تشبیہ قصہ۔ تمثیل۔ اِضْرِبْ کا مفعول اوّل۔

= اَصْحٰبَ الْقَرْیَۃِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر دونوں مفعول ثانی اِضْرِبْ کا۔
ایک بستی کے مکین۔ بستی کے رہنے والے۔

وَاضْرِبْ لَھُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْیَۃِ۔ ان کے سمجھانے کے لئے ایک مثال بیان کریں۔ بستی والوں کا قصہ۔ یعنی بستی والوں کا قصہ مثال کے طور پر بیان کرکے ان کو سمجھائیں)

= اِذْ۔ ظرف زمان۔ بمعنی جب۔ جس وقت۔ جبکہ۔

= جَآءَھَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع القریۃ ہے

= اَلْمُرْسَلُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ فرستادہ۔ بھیجے گئے۔ بھیجے ہوئے

فائدہ یہ اَلْمُرْسَلُوْنَ کون تھے اور القریۃ سے مراد کونسی بستی ہے اس کے متعلق مختلف آراء ہیں۔ لغوی، رازی، سیوطی، محلّی، بیضاوی، علامہ آلوسی بغدادی، ابوالسعود وغیرہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ حضرت عیسیٰؑ کے قاصد تھے جو انطاکیہ میں تبلیغ کے لئے بھیجے گئے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پہلے دو حواریوں کو بھیجا لیکن اہل انطاکیہ نے انکی تکذیب کی اور ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک کیا تو پھر ان کی تائید کے لئے تیسرا قاصد بھیجا گیا۔ لیکن ان لوگوں نے پھر بھی ماننے سے انکار کر دیا۔

بادشاہ وقت انطیخس اور اس کے لوگوں نے قاصدوں کے قتل کا مشورہ کیا اس کی خبر پاکر ایک مؤمن شخص جس کا نام حبیب نجّار تھا اور وہ مضافاتِ شہر میں آباد تھا۔ آیا اور اپنی قوم کو رسولوں کے اتباع کے لئے کہا لیکن قوم نے اس کی ایک نہ سُنی اور ان تینوں کو شہید کر دیا۔

بہت اجلّہ علماء و محققین اس طرف گئے ہیں کہ یہ سارا قصہ بے بنیاد ہے اور یہ کہ حضرت ابن عباس رضؓ حضرت عکرمہ، حضرت کعب احبار اور وہب بن منبہ وغیرہ نے اسے عیسائیوں کی غیر مستند روایات سے اخذ کیا ہے۔ اور ان فرستادگان کے ناموں میں بھی

اختلاف ہے بعض کے نزدیک پہلے دو کے نام صادق و مصدوق تھے اور تیسرے کا نام شلوم تھا۔ بعض نے پہلے دو کے نام یوحنا اور شمعون بتائے ہیں اور تیسرے کا نام بولص۔ بعض نے لکھا ہے کہ پہلے دو کے نام یحییٰ اور یونس تھے۔ اور تیسرا شمعون نامی تھا۔

اس قصہ کی تردید کے لئے سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ سلوقی خاندان (جس سے انطیخش کا تعلق تھا) کی حکومت ۶۵ء قبل مسیح ہی ختم ہو چکی تھی اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں انطاکیہ سمیت شام و فلسطین کا پورا علاقہ رومیوں کے زیر تسلط تھا۔

بستی کا تعین نہ تو قرآن میں کیا گیا ہے اور نہ کسی صحیح حدیث میں۔ بلکہ یہ بات بھی کسی مستند ذریعہ سے معلوم نہیں ہوتی کہ یہ رسول کون تھے اور کس زمانہ میں بھیجے گئے تھے۔ اور قرآن مجید جس غرض کے لئے یہ قصہ بیان کر رہا ہے اسے سمجھنے کے لئے بستی کا نام اور رسولوں کے نام معلوم ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

قصے کے بیان کرنے کی غرض قریش کے لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ تم ہٹ دھرمی، تعصب اور انکار حق کی اسی روش پر چل رہے ہو۔ جس پر اس بستی کے لوگ چلے تھے اور اسی انجام سے دو چار ہونے کی تیاری کر رہے ہو جس سے وہ دو چار ہوئے" (تفہیم القرآن)

= اِذْ اَرْسَلْنَا۔ اذ (جاءھا) کا بدل ہے۔

٣٦ : ١٤ = فَكَذَّبُوْهُمَا۔ فاء تعقیب کا ہے۔ كَذَّبُوْا ماضی جمع مذکر غائب تَكْذِيْبٌ (تفعیل) مصدر هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب۔ ضمیر کا مرجع اثنین ہے تو انہوں نے ان دونوں کی تکذیب کی ان کو جھٹلایا۔

= فَعَزَّزْنَا۔ ماضی جمع متکلم تَعْزِيْزٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے قوت دی۔ ہم نے مضبوط کیا۔ عَزَّزْنَا کے بعد مفعول محذوف ہے ای فَعَزَّزْنَاهُمَا۔ ہم نے ان دونوں کو تقویت دی۔ (ایک تیسرے رسول کے بھیجنے سے)

= فَقَالُوْٓا۔ میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب تینوں رسولوں کی طرف راجع ہے۔ پس ان تینوں رسولوں نے کہا۔ اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ہ بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں

٣٦ : ١٥ = قَالُوْا۔ یعنی بستی والوں نے کہا۔

= اِنْ اَنْتُمْ میں اِنْ نافیہ ہے۔

= تَكْذِبُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم جھوٹ بولتے ہو كِذْبٌ مصدر (باب ضرب)

۳۶: ۱۶ = رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم یقیناً تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ لام تاکید کا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علم سے استشہاد قسم کے قائم مقام ہے!

اذ تستشهد والعلم الله تعالیٰ دھو یجری مجری القسم۔ جب اللہ تعالیٰ کے علم سے استشہاد کر لیا جائے تو وہ قسم کے قائم مقام ہوتا ہے۔

۳۶: ۱۷ = وَمَا عَلَيْنَآ۔ اور ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے!

= اَلْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ موصوف وصفت۔ بَلَاغٌ بَلَغَ يَبْلُغُ (نصر) سے مصدر ہے اَلْبَلَاغُ وَالْبُلُوْغُ کے معنی مقصد اور منتہی کی آخری حد تک پہنچنے کے ہیں عام اس سے کہ وہ مقصد کوئی مقام ہو یا زمانہ یا اندازہ کئے ہوئے امور میں سے کوئی امر ہو۔ مگر کبھی محض قریب تک پہنچنے پر بھی بولا جاتا ہے گو انتہا تک نہ بھی پہنچا ہو۔ چنانچہ انتہا تک پہنچنے کے معنی میں ہے حَتّٰى بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً (۴۶: ۱۵) یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا ہے اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے۔

اَلْبَلَاغُ کے معنی تبلیغ یعنی پہنچا دینے کے ہیں جیسے کہ قرآن مجید میں ہے هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ (۱۴: ۵۲) یہ قرآن لوگوں کے نام خدا کا پیغام ہے۔ یا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ (۱۳: ۴۰) تمہارا کام (ہمارے احکام کا) پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔

= اَلْمُبِيْنُ: اسم فاعل واحد مذکر۔ صاف صاف، واضح طور پر پہنچا دینا۔ ایسی تبلیغ کہ جس میں ہر پہلو کی وضاحت کی گئی ہو۔

مُبِيْنٌ اِبَانَةٌ سے (باب افعال) ظاہر۔ کھلا ہوا۔ ظاہر کرنیوالا۔ کھولنے والا (باب افعال سے لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے)

بَلَاغٌ کے معنی کافی ہو، بھی آتے ہیں جیسے اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ۝ (۲۱: ۱۰۶) عبادت کرنے والوں کے لئے اس میں (خدا کے حکموں میں) پوری پوری اور کافی تبلیغ ہے۔

۳۶: ۱۸ = قَالُوْا۔ یعنی اہل قریہ۔ بستی والوں نے کہا۔

= تَطَيَّرْنَا۔ ماضی جمع متکلم تَطَيُّرٌ (تفعّل) سے ہم نے برا شگون لیا۔ ہم نے منحوس پایا۔ تَطَيَّرَ فُلَانٌ وَاِطَّيَّرَ۔ کے اصل معنی تو کسی پرندہ سے شگون لینے کے ہیں۔

پھر یہ ہر چیز کے متعلق استعمال ہونے لگا۔ جس سے بُرا شگون لیا جائے اور اسے منحوس سمجھا جائے۔ اِنَّا تَطَیَّرۡنَا بِکُمۡ ہم تم کو منحوس سمجھتے ہیں۔ طَآئِرٌ بمعنی نحوست۔ مثلاً قَالُوۡا طَآئِرُکُمۡ مَّعَکُمۡ (۳۶: ۱۹) انہوں (رسولوں) نے کہا تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے

= لَئِنۡ۔ لام تاکید اور اِنۡ حرف شرط سے مرکب ہے۔

= لَمۡ تَنۡتَھُوۡا۔ مضارع نفی جحد بلم۔ لَمۡ کے آنے سے نون اعرابی آخر سے ساقط ہو گیا ہے۔ اِنۡتِھَآءٌ (افتعال) مصدر۔ اگر تم باز نہ آئے۔ اگر تم باز نہیں آؤ گے۔

= لَنَرۡجُمَنَّکُمۡ۔ لام جواب شرط کے لئے ہے نَرۡجُمَنَّ مضارع با نون تاکید ثقیلہ صیغہ جمع متکلم۔ رَجۡمٌ و رُجُوۡمٌ مصدر (باب نصر) ہم ضرور ضرور تم کو سنگسار کر دیں گے۔ الرِّجَامُ پتھر۔ الرَّجۡمُ سنگسار کرنا۔ مَرۡجُوۡمٌ جس کو سنگسار کیا گیا ہو جیسے دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے لَتَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمَرۡجُوۡمِیۡنَ (۲۶: ۱۱۶) کہ تم ضرور ضرور سنگسار کر دیئے جاؤ گے۔

استعارہ کے طور پر رَجۡمٌ کا لفظ۔ جھوٹے گمان۔ توہم، سب و شتم اور کسی کو دھتکار دینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جھوٹے گمان کے معنی میں ہے رَجۡمًا بِالۡغَیۡبِ (۱۸: ۲۲) یہ سب غیب کی باتوں میں اٹکل پچو سے کام لیتے ہیں اور دھتکار دینے کے معنی میں ہے:۔ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ (۱۶: ۹۸) تو شیطان مردود کے وسواس سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو۔ فَاخۡرُجۡ مِنۡھَا فَاِنَّکَ رَجِیۡمٌ (۳۸: ۷۷) تو بہشت سے نکل جا کہ راندہ درگاہ ہے۔

قرآن مجید میں شُھُبٌ (ستاروں) کو رُجُوۡمٌ کہا گیا ہے رُجُوۡمًا لِّلشَّیٰطِیۡنِ (۶۷: ۵) شیاطین کو مارنے کا آلہ۔

= وَلَیَمَسَّنَّکُمۡ۔ واو عاطفہ ہے لام جواب شرط کے لئے ہے یا تاکید کے لئے۔ یَمَسَّنَّ مضارع با نون تاکید ثقیلہ۔ مَسٌّ مصدر (باب سمع) وہ ضرور ضرور پہنچیگا کُمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اور تم کو ضرور بالضرور پہنچیگا (ہماری طرف سے دردناک عذاب)

۳۶: ۱۹ = قَالُوۡا۔ رسولوں نے کہا۔

= طَآئِرُکُمۡ مَّعَکُمۡ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے۔

= اَئِنۡ ذُکِّرۡتُمۡ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے اِنۡ حرف شرط ہے، جواب شرط محذوف ہے

ای اِنْ ذُكِّرْتُمْ تَطَيَّرْتُمْ بِنَا وَ تَوَاعَدْ تُمُوْنَا جب تم کو نصیحت کی جاتی ہے تو تم ہم کو منحوس قرار دیتے ہو اور تکلیف دہی کا ڈراوا دیتے ہو۔ ا حرف استفہام بمعنی یہ کیا بات ہوئی کہ!

= بَلْ۔ بلکہ (حرف اضراب ہے) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ:۔

١٩:٣٦ = مُسْرِفُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مُسْرِفٌ واحد۔ حد سے بڑھنے والے۔ اِسْرَافٌ (افعال) مصدر۔ حد اعتدال یا حد مقررہ سے آگے بڑھنے والے۔

٢٠:٣٦ = اَقْصَا۔ افعل التفضیل کا صیغہ قَصَاءٌ سے جس کے معنی دور ہونے کے ہیں زیادہ دور۔ بہت بعید۔ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ شہر کا پرلا (دور والا) سرا۔ یا شہر کا کوئی دور والا مقام۔

= يَسْعٰى۔ مضارع واحد مذکر غائب سَعْیٌ مصدر (باب فتح) دوڑتا ہوا۔ یہ رَجُلٌ کا حال ہے۔

٢١:٣٦ = مُهْتَدُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر، مرفوع، نکرہ، اِهْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر۔ ہدایت پانیوالے۔ ہدایت یافتہ۔ راہِ راست پر چلنے والے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

وَمَالِیَ ۲۳

یٰسٓ - صٰٓفّٰت - صٓ - الزُّمُر -

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَمَالِیَ لَآ اَعۡبُدُ

۲۲:۳۶ وَ مَالِیَ - واؤ عاطفہ ہے۔ جملہ ہذا کا عطف جملہ سالقہ پر ہے۔ مَا نافیہ بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا!

میرے پاس کوئی عذر نہیں ......

اور مَا استفہامیہ بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں یہ استفہام انکاری کے لئے ہے ترجمہ ہوگا!

میرے پاس عذر ہی کیا ہے کہ ...... (یعنی میرے پاس کوئی عذر ہی نہیں ہے

= لَآ اَعۡبُدُ مضارع منفی واحد متکلم۔ (کہ) میں عبادت نہ کروں۔

= فَطَرَنِیۡ۔ فَطَرَ ماضی واحد مذکر غائب فَطۡرٌ مصدر (باب ضرب و نصر) بمعنی عدم سے وجود میں لانا۔ نیست سے ہست کرنا۔ پیدا کرنا۔ فَطۡرٌ کے معنی میں پھاڑنے کا مفہوم ضرور ہونا چاہئے، نَ وقایہ ی ضمیر واحد متکلم اس نے مجھے پیدا کیا۔ وہ عدم کے پردہ کو پھاڑ کر مجھے وجود میں لایا

= تُرۡجَعُوۡنَ ہ مضارع مجہول۔ جمع مذکر حاضر۔ رَجۡعٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی لوٹانا۔ یا دلبطور فعل لازم) لوٹنا۔ تم لوٹائے جاؤ گے۔

علامہ پانی پتیؒ صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں:۔

اس کلام میں لطیف طرز میں ہدایت کی ہے اپنے نفس کو نصیحت کرنے کے پیرایہ میں دوسروں کو خالص نصیحت کی ہے کہ دوسروں کو بھی اسی بات کو اختیار کرنا چاہئے جو ناصح نے اپنے لئے اختیار کی ہے حقیقت میں کفار کو اس امر پر زجر کرنا مقصود ہے کہ انہوں نے اپنے خالق کی عبادت کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت پسند کی ہے۔

اور بعض کے نزدیک وَ مَالِیَ لَآ اَعۡبُدُ الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ وَ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ جواب ہے سوال محذوف کا۔ سوال کے متعلق دو روایات ہیں!

ا:۔ جب اقصا المدینۃ سے آنے والے نے آکر اپنی قوم سے کہا۔ یٰقَوۡمِ اتَّبِعُوا الۡمُرۡسَلِیۡنَ ...... الخ تو قوم والوں نے کہا کہ:۔ کیا تو ہمارے مذہب کا مخالف ہو گیا ہے اور ان رسولوں کے مذہب کا پیرو ہو گیا ہے تو اس نے کہا وَ مَالِیَ لَآ اَعۡبُدُ ...... الخ

۲: بعض اہل روایت کا بیان ہے کہ جب اس شخص نے یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْا ..... کہا تو لوگ اس کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گئے بادشاہ نے اس سے کہا کیا تو ان رسولوں کا پیرو ہو گیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: وَمَالِیَ .... الخ

۳۶: ۲۳ = ءَ اَتَّخِذُ۔ ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ اَتَّخِذُ مضارع کا صیغہ واحد متکلم ہے۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر۔ اختیار کرنا۔ کیا میں اختیار کروں۔ بھلا میں اختیار کروں۔

= اٰلِھَۃً۔ اِلٰہٌ کی جمع ہے۔ ءَ اَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِہٖٓ اٰلِھَۃً۔ کیا میں اس کو (اللہ کو) چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنالوں۔

= اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ (جملہ شرطیہ) لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُھُمْ شَیْئًا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ (جواب شرط)

اِنْ شرطیہ یُرِدْنِ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ) واحد مذکر غائب۔ اِرَادَۃٌ مصدر (باب افعال) اصل میں یُرِدُنِیْ تھا۔ اِنْ کے عمل سے اخیر کی یاء ساقط ہو گئی نْ وقایہ ی ضمیر واحد متکلم مفعول۔ اگر وہ مجھ کو (دکھ پہنچانا) چاہے۔

= لَا تُغْنِ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب، اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر کام آنا۔ کفایت کرنا۔ بے پرواہ بنادینا۔ اصل میں تُغْنِیْ تھا۔ عامل کے سبب سے آخر سے یاء ساقط ہو گئی شَفَاعَتُھُمْ مضاف مضاف الیہ، ان کی شفاعت۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر کا مرجع اٰلِھَۃً ہے۔ لَا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُھُمْ شَیْئًا۔ (تو) ان (معبودان باطل) کی شفاعت یا سفارش میرے کسی کام نہ آسکے گی۔ مجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گی۔

= لَا یُنْقِذُوْنِ۔ مضارع منفی (مجزوم بوجہ جواب شرط) جمع مذکر غائب۔ اصل میں یہ یُنْقِذُوْنَنِیْ تھا۔ نون اعرابی مضارع مجزوم کی صورت میں گر گیا۔ نون مکسور نون وقایہ ہے آخر میں یاء متکلم بوجہ تخفیف محذوف ہو گئی۔ اِنْقَاذٌ مصدر (باب افعال) اَلْاِنْقَاذُ کے معنی کسی خطرہ یا ہلاکت سے خلاصی دینا ہے۔ مثلاً وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا (۳: ۱۰۳) اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچا لیا۔ لَا یُنْقِذُوْنِ۔ ای لا یخلصون من ذلک الضر۔ مجھے اس ضرر سے نہ بچا سکیں یا چھڑا نہ سکیں۔

۳۶: ۲۴ = اِذًا۔ تب۔ ای اذا اتخذت من دونہ اٰلِھَۃً یعنی اگر میں خدا کو چھوڑ کر ان بتوں کو معبود بنالوں تو اس صورت میں (اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ) میں صریح

گمراہی میں جا پڑا۔

۳۶:۲۵ == اِنِّیْۤ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ (میں ایمان لے آیا ہوں تمہارے رب پر)

اس کی تین صورتیں ہیں!

۱:۔ یہ خطاب قوم سے ہے جس کو اس نے یوں خطاب کیا تھا۔ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ ○

۲:۔ یہ خطاب بادشاہ سے ہے جس کے پاس قوم کے آدمی اسے پکڑ کر لے گئے تھے۔

۳:۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ بِرَبِّكُمْ میں خطاب رسولوں کو ہے کیونکہ جب اس کو یقین ہو گیا کہ مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ تو اس نے اپنے مومن ہونے کا پیغمبروں کو گواہ بنا لیا۔ اور کہا کہ میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا ہوں میرے گواہ رہنا۔

ترجیحاً یہ خطاب قوم سے ہی ہے۔

== فَاسْمَعُوْنِ ۔ اِسْمَعُوْا ۔ سِمَاعٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ن وقایہ ہے ی متکلم کی محذوف ہے۔ پس میری سنو! یعنی میرے ایمان کی اطلاع سن لو۔

فاسمعوا قولی فانی لا ابالی بما یکون منکم علیٰ ذلک۔ میری بات سن لو۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ اس پر مجھے تمہاری طرف سے کیا سہنا پڑیگا۔

فَائِدَہ: تفسیر الماجدی میں ہے کہ وَمَالِیَ لَاۤ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ۔ ءَاَتَّخِذُ اِنِّیْۤ اِذًا ہر جگہ صیغہ واحد متکلم کے استعمال سے مولانا اشرف علی تھانوی نے یہ استنباط کیا ہے کہ مرد مومن نے یہ سب اپنے اوپر رکھ کر اس لئے کہا کہ مخاطبین کو اشتعال نہ ہو جو غور و تدبر کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے۔

فَائِدَہ !۲) اِنِّیْۤ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ میں بجائے بِرَبِّیْ کہنے کے بِرَبِّكُمْ کہا اس کہنے میں ایمان کی ایک بلیغ دعوت ہے۔

۳۶:۲۶ == قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ (کہا گیا جنت میں داخل ہو جا) اُدْخُلْ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ دُخُوْلٌ مصدر (باب نصر) تو داخل ہو جا

یہ فقرہ کب کہا گیا اس کے متعلق مختلف روایات ہیں۔

۱:۔ جب اس مرد مومن نے قوم سے خطاب کیا تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ موت کے بعد جب خدا کے حضور اس کی پیشی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کیا فرمایا۔ اس امکانی سوال کا یہ جواب ہے (یہ جملہ مستانفہ ہے جو بطور جواب استعمال کیا گیا ہے)

بعض کے نزدیک وہ قتل نہیں ہوا تھا بلکہ طبعی موت مرا تھا۔

۲:۔ بعض نے کہا ہے کہ جب اس کی قوم نے اس کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُسے آسمان پر اٹھالیا جیسا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا گیا تھا۔ اور وہ وہاں جنت میں ہے
۳:۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ بشارت اس کو مرنے سے پہلے ہی دیدی گئی تھی۔
لیکن جمہور کا قول یہی ہے کہ اسے قتل کیا گیا تھا۔

۳۶: ۲۶/۲۷ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ (اس نے کہا: اے کاش! میری قوم کو یہ معلوم ہوجاتا کہ میرے پروردگار نے مجھے بخش دیا اور مجھے معززین میں شامل کردیا) لَيْتَ حرف مشبہ بفعل ہے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے تمنا کے لئے مستعمل ہے۔

مَا غَفَرَ میں مَا موصولہ ہے یا مصدریہ یا استفہامیہ (اوپر کا ترجمہ ما موصولہ کے لحاظ سے ہے) مصدریہ کی صورت میں ترجمہ ہوگا۔
اے کاش میرے رب کی طرف سے میری بخشش اور میری عزت یافتگان میں شمولیت کا علم میری قوم کو ہوجاتا۔ استفہامیہ کی صورت میں ترجمہ ہوگا۔
اے کاش! میری قوم کو معلوم ہوجاتا کہ میرے رب نے مجھے کیا بخش دیا۔ اور عزت یافتہ لوگوں میں مجھے شامل کردیا۔

= اَلْمُكْرَمِيْنَ ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر اِكْرَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ معززین
یہ مرد مومن کا جنت کی نوید ملنے پر اپنی قوم کے لئے ہمدردی کا اظہار ہے۔ اسی کی تعریف کرتے ہوئے حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ:۔
نَصَحَ قَوْمَهٗ حَيًّا وَّمَيِّتًا ۔ اس شخص نے جیتے جی بھی اپنی قوم کی خیرخواہی کی اور مرکر بھی۔

۳۶: ۲۸ = وَمَا اَنْزَلْنَا میں مَا نافیہ ہے۔ اور ہم نے نہیں اتارا۔
= عَلٰى قَوْمِهٖ ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مرد مومن (حبیب نجار) ہے
= مِنْۢ بَعْدِهٖ ۔ میں بھی ہٖ ضمیر کا مرجع حبیب نجار ہی ہے۔ اس کے بعد یعنی اس کے شہید کئے جانے کے بعد۔
= وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ۔ اور نہ ہم اتارنے والے تھے ہی۔ یعنی نہ ہم کو اتارنے کی ضرورت ہی تھی۔ مُنْزِلِيْنَ اسم فاعل۔ جمع مذکر منصوب (بوجہ خبر كُنَّا) اتارنے والے
اس جملہ کی تفسیر میں علامہ ثناء اللہ پانی پتی رح صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں!

وَ مَا کُنَّا مُنْزِلِیْنَ ۔ یعنی ہماری یہ عادت ہی نہیں اور دستور ہی نہیں ہے کہ کسی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے فرشتوں کی فوجیں بھیجیں اللہ کو اس کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ باقی یہ بات کہ خندق اور بدر کے دن فرشتوں کو جو بھیجا گیا تھا وہ محض بشارت دینے اور رسول کی عظمت کا اظہار کرنے اور مسلمانوں کے دلوں کو تسکین دینے کے لئے تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:۔

" وَمَا جَعَلَہُ اللّٰہُ اِلَّا بُشْرٰی لَکُمْ وَ لِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُکُمْ وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ" (۸ : ۱۰) اور اللہ نے یہ بس اس لئے کیا کہ (تمہیں) بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو اس سے اطمینان ہو جائے درآں حالیکہ نصرت تو بس اللہ ہی کے پاس ہے۔

بعض کے نزدیک ما کُنَّا میں مَا موصولہ ہے اور جُنْدٍ سے مراد ہے آسمان سے سنگ باری یا طوفان یا شدید بارش۔ یعنی جس طرح گذشتہ قوموں پر ہم نے عذاب کی فوج بھیجی ایسی عذابی فوج حبیب نجار کی قوم پر نازل نہیں کی۔

اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی طرف اشارہ ہے اور حبیب نجار کی قوم کی تحقیر مقصود ہے کہ وہاں فرشتوں کی فوج اتارنے کی ضرورت تو کجا رہی وہاں تو پہلی قوموں کی طرح طوفانِ باد وباراں وغیرہ کی بھی ضرورت نہ تھی۔ محض ایک فرشتہ کی ایک چیخ ہی کافی تھی کہ سب ایک دم بجھ کر رہ گئے (یعنی مر گئے)

۳۶ : ۲۹ = اِنْ کَانَتْ - اِنْ نافیہ ہے کَانَتْ کی ضمیر واحد مؤنث غائب جو اسم کَانَ ہے مضمر ہے۔ ای ان کانت الاخذۃ الا صیحۃ واحدۃً۔ کانت فعل ناقص الاخذۃ اسم کانت ۔ صیحۃً خبر۔ نہ تھی وہ آپکڑنے والی (یعنی مصیبت، عقوبت) مگر ایک گرج ۔ یعنی بس وہ تو ایک گرج یا چیخ تھی۔

الصیحۃ کے معنی آواز بلند کرنا کے ہیں۔ گرج ۔ چیخ ۔ چنگھاڑ کے معنی میں مستعمل ہے صورِ پھونکنے کی آواز کو بھی صَیْحَۃٌ کہتے ہیں۔

= فَاِذَا میں ف سببیہ ہے اور اِذَا مفاجاتیہ ہے۔

= خَامِدُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر خُمُوْدٌ مصدر (باب نصر) بجھنے والے۔ خَمَدَتِ النَّارُ۔ آگ کے شعلوں کا ساکن ہو جانا۔ (جبکہ اس کا انگارہ نہ بجھا ہو) کنایۃً خمود بمعنی موت بھی استعمال ہوتا ہے۔

فَاِذَا ھُمْ خٰمِدُوْنَ بس (اس چیخ کی وجہ سے) وہ یک دم بجھ کر رہ گئے ۔ یعنی مر گئے۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِیْدًا خٰمِدِیْنَ ہ (۲۱:۱۴) وہ اسی طرح پکارتے رہے یہاں تک کہ ہم نے ان کو (کھیتی کی طرح) کاٹ کر (اور آگ کی طرح) بجھا کر ڈھیر کر دیا۔

۳۶:۳۰ = یٰحَسْرَةً۔ حَسْرَةٌ افسوس، پشیمانی، پچھتاوا۔ حَسِرَ یَحْسَرُ (سمع) کا مصدر ہے یا حرف ندا ہے اور حَسْرَةٌ منادیٰ۔ اے افسوس!

= عَلَى الْعِبَادِ۔ العباد میں الف لام عہد کا ہے اور مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسولوں کی تکذیب کی تھی۔

= كَانُوْا بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب رسول کے لئے ہے۔

= یَسْتَهْزِءُوْنَ۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔ وہ استہزار کیا کرتے تھے، ہنسی اڑایا کرتے تھے۔

۳۶:۳۱ = كَمْ ..... مِّنَ الْقُرُوْنِ۔ کتنی ہی قومیں۔ کتنی ہی امتیں القرون جمع ہے اَلْقَرْنُ کی جس کے معنی کوئی ایسی قوم یا امت جس کا اپنا مخصوص زمانہ ہو دوسروں سے الگ!

كَمْ سوالیہ بھی آتا ہے اس صورت میں اس کا مابعد اسم تمیز بن کر منصوب ہوتا ہے اور اس کے معنی کتنی تعداد یا مقدار کے ہوتے ہیں۔ جیسے كَمْ رَجُلًا ضَرَبْتَ تو نے کتنے آدمیوں کو پیٹا؟

كَمْ کی دوسری صورت خبریہ ہے اس صورت میں یہ مقدار کی کمی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے اور اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے۔ جیسے كَمْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ہم نے بہت بستیوں کو ہلاک کر دیا۔ کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے جیسے كَمْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا۔ ہم نے کتنی بستیوں کو ہلاک کر دیا (یعنی بہت بستیوں کو)

كَمْ ..... مِّنَ الْقُرُوْنِ۔ کتنی ہی قوموں کو، کتنی ہی امتوں کو (یعنی بہت بستیوں یا امتوں کو)

= اَنَّهُمْ۔ ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب مِنَ الْقُرُوْنِ کی طرف راجع ہے۔

= اِلَیْهِمْ۔ چونکہ خطاب اہل مکہ سے ہو رہا ہے لہٰذا هِمْ ضمیر کا مرجع اہل مکہ ہیں اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ۔ کہ ان بستیوں کے باسی پھر لوٹ کر ان کے پاس واپس نہ آئے۔ یا نہ آئیں گے۔

۳۶:۳۲ = وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ۔ اِنْ نافیہ ہے كُلٌّ

مبتدا ہے اس کی تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے اصل میں کلھم تھا۔ (ھم سے مراد القرون ہے جن کی ہلاکت کا ابھی ذکر ہوا) لَمَّا بمعنی اِلَّا ہے جَمِیْعٌ بروزن فعیل بمعنی مفعول ہے ای مجموعون اور یہ خبر ہے لَدَیْنَا مضاف مضاف الیہ مل کر ظرف مکان ہے ۔
مُحْضَرُوْنَ خبر ثانی ۔

آیت کا مطلب ہوگا:
وَمَا كُلُّهُمْ اِلَّا مَجْمُوْعُوْنَ لَدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ (للحساب والجزاء) لیکن وہ سب کے سب اکٹھے کر کے ہمارے حضور حاضر کئے جائیں گے (حساب وجزاء کے لئے)

۳۶: ۳۳ = اٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ میں الارض المیتۃ (موصوف وصفت) مبتدا ہے اور اٰیَۃٌ خبر مقدم لَهُمْ متعلق اٰیَۃٌ هُمْ ضمیر کا مرجع کفار مکہ ہیں اور مردہ (یعنی خشک) زمین ان کے لئے ایک نشانی ہے (اللہ کی قدرت کی یا بطور دلیل مردوں کو دوبارہ زندہ کر دینے کی) الارض سے مراد جنس زمین ہے کوئی معین زمین مراد نہیں ہے
= اَحْيَيْنٰهَا ... الخ اٰیَۃٌ کی تفسیر ہے ماضی جمع متکلم اِحْیَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ ھا ضمیر کا مرجع الارض ہے ہم نے اس کو زندہ کر دیا (بارش برسا کر اور نباتات اُگا کر)
= حَبًّا ۔ غلہ۔ اناج (گندم، جو وغیرہ) اناج کے دانہ کو حَبٌّ وَحَبَّةٌ کہتے ہیں اس کی جمع حُبُوْبٌ ہے یہاں مراد جنس غلہ ہے ۔
= فَمِنْهُ ۔ فا سببیہ ہے مِنْ ابتدائیہ بھی ہو سکتا ہے اور تبعیضیہ بھی۔ ہٗ ضمیر کا مرجع حَبًّا ہے جار ومجرور متعلق یَاْكُلُوْنَ کے ہے ۔
مطلب یہ کہ جب ہم مردہ زمین کو بارش کی وجہ سے سرسبز کر دیتے ہیں اور اس سے غلہ برآمد کرتے ہیں پھر اسی غلہ سے یہ لوگ کھاتے ہیں ۔
۳۶: ۳۴ = فِيْهَا ای فی الارض ۔ زمین میں ۔
= نَخِيْلٍ ۔ نخیلٌ و نَخْلٌ اسم جنس ہے کھجور کے درخت یا کھجوریں۔
درختوں کے معنی میں قرآن مجید میں ہے كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (۶۹: ۷) جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے ۔ اور کھجوروں کے معنی میں فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۔ (۵۵: ۶۸) ان میں میوے۔ کھجوریں اور انار ہیں!

نَخْلٌ کی جمع نَخِیْل ہے جیسے عَبْدٌ کی جمع عَبِیْدٌ ہے۔
= اَعْنَابٌ عِنَبٌ کی جمع ہے بمعنی انگور۔
= فَجَّرْنَا ماضی جمع متکلم تَفْجِیْرٌ (تفعیل) مصدر ای شَقَقْنَا۔ ہم نے پھاڑا ہم نے پھاڑ کر بہایا۔
= فِیْھَا۔ ای فِی الْاَرْضِ اَوْفِی جَنّٰتٍ۔ زمین میں یا باغات میں۔
= مِنَ الْعُیُوْنِ۔ مِنْ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔
(۱)۔ مِنْ ابتدائیہ ہے ای فجرنا من المنابع ما ینتفع بہ من الماء۔
یعنی منبعوں سے (چشموں) سے نفع بخش پانی بہایا۔
(۲) مِنْ زائدہ ہے۔ ای فجرنا فیھا العیون حب کہ عیون فَجَّرْنَا کا مفعول ہے اس میں ہم نے چشمے جاری کئے۔
(۳) مِنْ بیانیہ ہے اس میں ہم نے چشمے جاری کر دیئے۔
(۴) مِنْ تبعیضیہ ہے ہم نے اس میں کچھ چشمے جاری کئے۔
۳۶ : ۳۵ = لِیَاْکُلُوْا۔ لام تعلیل کا ہے یَاْکُلُوْا مضارع مجزوم جمع مذکر غائب تاکہ وہ کھائیں۔
= مِنْ ثَمَرِہٖ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔
(۱) ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع وہ اشیاء مجعولہ ہیں جن کا ذکر اوپر آیا ہے۔ مثلاً احیاء الارض المیتۃ۔ اخراج الحبّ من الارض۔ وجعل الجنّٰت من نخیل واعناب وتفجیر العیون فی الارض۔ یعنی ان سب کے نتیجے میں جو پھل پیدا ہوتے ہیں وہ کھائیں
(۲) ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے۔ یعنی اللہ کے پیدا کئے ہوئے پھل کھائیں۔
= وَمَا عَمِلَتْہُ اَیْدِیْھِمْ۔ واو عاطفہ ہے مَا کی دو صورتیں ہیں۔
(۱) مَا موصولہ ہے اس کا عطف ثَمَرِہٖ پر ہے اور (وہ بھی کھائیں) جو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ مثلاً عرق۔ شربت۔ شیرہ۔ اچار۔ چٹنی وغیرہ (کھانے پکانے کی اور بھی بہت سی صورتیں اس میں شامل ہیں۔
(۲) مَا نافیہ ہے یعنی یہ سرسبز و شاداب کھیت۔ یہ اناج سے لہلہاتے ہوئے کھیت، پھلوں سے لدے ہوئے باغات، جاری و ساری نہریں۔ ان میں سے کوئی بھی چیز توان کے ہاتھوں نے نہیں بنائی۔ سب اللہ تعالیٰ کی عطاء ہے!

= اَفَلَا یَشْکُرُوْنَ ہمزہ استفہامیہ ہے۔ اور فاء عاطفہ ہے جس کا عطف محذوف پر ہے ای ایرون ھذہ النعم ویتنعمون بھا فلا یشکرون المنعم بھا۔ کیا یہ لوگ ان نعمتوں کو دیکھتے ہیں اور ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور (پھر بھی) ان نعمتوں کے بخشنے والے کا شکر ادا نہیں کرتے۔ (یہ ان کو زجر و تنبیہ ہے مطلب یہ ہے کہ ان کو منعم کا شکر ادا کرنا چاہیئے)

۳۶:۳۶ = الازواج۔ جوڑے۔ ہم مثل چیزیں۔ اقران۔ حیوانات میں نر اور مادہ ہر ایک دوسرے کا زوج کہلاتا ہے۔ غیر حیوانات میں ہر اس شے کو جو دوسری شے کے لگ بھگ (قریں) ہو خواہ مماثل ہو یا مقابل (متضاد) زوج کہتے ہیں۔ ازواج، زوج کی جمع ہے۔ قرآن مجید میں زوج بمعنی خاوند بیوی، عورت مرد، ساتھی۔ مختلف اقسام کے لوگ، مختلف انواع و اصناف، ایک دوسرے کے قرین، وغیرہ استعمال ہوا ہے مثلاً:۔

(۱) یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ (۲: ۳۵) اے آدم! تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو (خاوند بیوی)

(۲) وَجَعَلَ مِنْہُ الزَّوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی (۷۵: ۳۹) پھر اس کی دو قسمیں بنائیں۔ (ایک) مرد اور (ایک) عورت۔ (مرد عورت)

(۳) اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَھُمْ وَمَا کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ (۳۷: ۲۲) جو لوگ دنیا میں نافرمانیاں کرتے رہے ہیں ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اور جن کی وہ پوجا کیا کرتے تھے ایک جگہ اکٹھا کرو۔ (ساتھی یعنی جو ہر فعل میں ان کی اقتداء کیا کرتے تھے)

(۴) وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِہٖ اَزْوَاجًا (۲۰: ۱۳۱) اور اس کی طرف اپنی نگاہ مت رکھو جو مختلف قسم کے لوگوں کو ہم نے (دنیاوی سامان) دے رکھے ہیں۔

آیت ھٰذا (۳۶: ۳۶) میں بھی اَلْاَزْوَاجَ سے مراد مختلف انواع و اصناف اور ان کے جوڑے ہیں۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّھَا۔ جس نے ہر نوع و صنف کے جوڑے پیدا کئے۔

= مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ۔ مِمَّا مِنْ حرف جار اور مَا موصولہ سے مرکب ہے، تُنْبِتُ مضارع واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے اِنْبَاتٌ (افعال) مصدر، وہ اگاتی ہے

مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ اس میں سے جو زمین اگاتی ہے یعنی نباتات سبزہ۔ درخت وغیرہ
= مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ یعنی مرد اور عورت سے۔
= مِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ o اس سے جس کو وہ نہیں جانتے یعنی بحر و بر کی وہ مخلوق جس کا علم کسی کو نہیں۔

۳۶: ۳۷ = وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ واؤ عطف کی ہے اٰيَةٌ مبتدا لَهُمْ متعلق اٰیۃ اور الَّيْلُ خبر۔ یا الَّيْلُ مبتدا اور اٰيَةٌ لَّهُمْ خبر مقدم۔
الَّيْلُ سے مراد کوئی خاص رات نہیں بلکہ جنسِ شب مُراد ہے اور ان کے لئے رات (خدا کی قدرت کی) ایک نشانی ہے۔
= نَسْلَخُ مضارع جمع متکلم سَلْخٌ مصدر (باب نصر و فتح) کھال کی طرح ہم اتار لیتے ہیں۔ السَّلْخُ کے اصل معنی کھال کھینچنے کے ہیں۔ سَلَخْتُهٗ فَانْسَلَخَ میں نے اس کی کھال کھینچی تو وہ کھینچ گئی اسی سے استعارہ کے طور پر زرہ اتارنے اور مہینہ کے گذر جانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ (۹: ۵) جب حرمت والے مہینے گذر جائیں۔
اور نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ کے معنی ہوتے ہم اس میں سے دن کو کھینچ لیتے ہیں۔ اصل تاریکی ہے۔ سورج نکلنے سے تاریکی پر دن کی روشنی کا خول رات کی تاریکی پر چڑھ جاتا ہے سورج کے غروب ہونے پر گویا وہ روشنی کا خول اتر جاتا ہے اور رات کی تاریکی پھر نمودار ہو جاتی ہے۔ اسی طرح رات اور دن کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔
= فَاِذَا میں الفاء برائے عطف سببی ہے اِذَا مفاجاتیہ ہے۔
= مُظْلِمُوْنَ۔ ای داخلون فی الظلام۔ تاریکی میں چلے جاتے ہیں۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِظْلَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر بمعنی تاریکی میں ہو جانا۔ تاریک ہو جانا۔ ظُلْمٌ مادہ۔ تاریکی۔ قرآن مجید میں ہے وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا۔ (۲: ۲۰) اور جب اندھیرا ہو جاتا ہے تو کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں۔
فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ تو وہ یک لخت اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔

۳۶: ۳۸ = مُسْتَقَرٍّ۔ ظرف مکان مجرور اِسْتَقَرَّ (اِسْتِفْعَال) مصدر بمعنی قرارگاہ ٹھہرنے کی جگہ۔ ٹھکانہ۔
وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا۔ اور سُورج ہے کہ اپنے ٹھکانے کی طرف

چلتا رہتا ہے۔

== ذٰلِكَ - اشارہ ہے سورج کا اپنے مستقر کی طرف چلنے کی طرف۔

== تَقْدِيْرُ - قَدَّرَ يُقَدِّرُ سے تفعیل کے وزن پر مصدر ہے اگرچہ یہ لفظ کثیر المعانی ہے مگر یہاں اس سے مراد اندازہ کرنا ہے اور الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ کا مضاف ہے ایک زبردست گرامی قدر (العزیز) بڑے دانا اور خوب جاننے والے العلیم کا اندازہ کردہ نظام۔ یعنی سورج کی اپنے مقررشدہ مقام کی طرف لگاتار حرکت ایک عزیز وعلیم کے اندازہ کردہ نظام الاوقات کے تحت ہے۔ اس کے طلوع وغروب، ارتفاع وانخفاض تاب وتپش، سفروراہ سفر میں کوئی ردوبدل نہیں تاآنکہ خود وہ ذاتِ اقدس اس میں کسی قسم کے ردوبدل کا ارادہ نہ فرمائے۔

۳۶: ۳۹ == وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ - واؤ عاطفہ ہے القمر منصوب بوجہ فعل مضمر کے ہے ای قَدَّرْنَا الْقَمَرَ اور قَدَّرْنَا فعل ماضی جمع متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الْقَمَرَ ہے یہ ہٗ مضاف الیہ ہے جس کا مضاف محذوف ہے ای قَدَّرْنَا مَسِيْرَهٗ مَنَازِلَ۔ مضاف محذوف (مسیر) قَدَّرْنَا کا مفعول اوّل ہے اور مَنَازِلَ مفعول ثانی۔ قَدَّرْنَا بمعنی صَيَّرْنَا (ایک حالت یا شکل سے دوسری حالت یا شکل میں بدل دینا) ہے مطلب یہ کہ ہم نے چاند کا بھی ایک منازل مقرر کیا ہے اور اس کی مسافت کو منزلوں یا حالتوں میں بانٹ دیا ہے کہ وہ ان منزلوں سے گذرتا ہوا ہلال سے بدر اور بدر سے پھر اپنی پہلی ہلالی شکل میں آجاتا ہے۔

== عَادَ - ماضی واحد مذکر غائب عَوْدٌ مصدر (باب نصر) سے جس کے معنی کسی سے ہٹ جانے کے بعد پھر اس کی طرف لوٹنے کے ہیں۔ عَادَ اصل میں عَوَدَ تھا۔ واؤ متحرک ماقبل مفتوح۔ فتحہ واؤ پر ثقیل تھا اس لئے واؤ کو الف سے بدلا۔ عَادَ ہو گیا۔ وہ پھرا اس نے عود کیا۔

علامہ ناصر بن عبد السمد المغرب میں لکھتے ہیں عَوْدٌ کے معنی ہیں صیرورت (ایک حال سے دوسری حالت کی طرف پلٹنے کے) خواہ ابتداءً ہو یا ثانیاً۔ پہلی صورت کی مثال ہے حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ۔ (۳۶: ۳۹) یہاں تک کہ پھر آ ہے ہے جیسے کہ ٹہنی پرانی۔ اور دوسری صورت کی مثال ہے كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۞ (۷: ۲۹) اس نے جس طرح تم کو ابتداء میں پیدا کیا اسی طرح تم پھر پیدا ہو گے"۔

= كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ: کاف تشبیہ کا ہے العرجون القدیم موصوف و صفت
اَلْعُرْجُوْنِ کھجور کے خوشے کی ڈنڈی جو خشک ہوکر خمیدہ ہو جاتی ہے (مادہ عرجن)
القدیم پرانی جس کو خشک رہتے ہوئے زمانہ گذر گیا ہو اور بدیں وجہ اس میں ٹیڑھا پن اور زردی کا شائبہ ظاہر ہو۔

ترجمہ ہوگا:۔
کھجور کے خوشے کی سوکھی ٹیڑھی ڈنڈی کی طرح۔

۳۶: ۴۰ = لَا يَنْبَغِيْ مضارع واحد مذکر غائب اِنْبِغَاءٌ مصدر (انفعال)
ینبغی ان یکون کذا کا محاورہ دوطرح استعمال ہوتا ہے۔
(۱) اس شے کے متعلق جو کسی فعل کے لئے مسخر ہو۔ جیسے اَلنَّارُ يَنْبَغِيْ لَهَا اَنْ تُحْرِقَ الثَّوْبَ یعنی کپڑے کو جلا ڈالنا آگ کا خاصہ ہے۔ انہی معنی پر محمول یہ آیۃ شریفہ ہے۔ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ۔ (۳۶: ۶۹) اور ہم نے ان کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ ہی ان کی فطرت میں یہ خاصہ ہے۔
اور انہی معنی میں آیۃ ہذا ہے لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِيْ لَهَا اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ۔ سورج کی مجال نہیں کہ چاند کو جا پکڑے (یہ خاصیت اس میں ودیعت ہی نہیں کی گئی)
(۲) یہ کہ وہ اس شے کا اہل ہے یعنی اس کے لئے ایسا کرنا مناسب اور زیبا ہے جیسے فُلَانٌ يَنْبَغِيْ اَنْ يُّعْطِيَ لِكَرَمِهٖ۔ فلاں کے لئے اپنے کرم کی وجہ سے بخشش کرنا زیبا ہے۔ اس معنی میں یہ آیہ شریفہ ہے وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ (۳۸: ۳۵) اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا کر کہ میرے بعد وہ کسی کو میسر نہ ہو۔
= سَابِقُ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ سَبْقٌ (باب ضرب و نصر) مصدر۔ آگے بڑھنے والا مضاف اَلنَّهَارِ (دن) مضاف الیہ۔ سَابِقُ النَّهَارِ دن سے آگے بڑھ جانیوالا۔ یعنی نہ رات دن سے آگے نکل جانے والی ہے۔ مراد یہ ہے کہ دن اور رات ایک دوسرے کے آگے پیچھے ایک مقررہ نظام کے تحت چل رہے ہیں کسی کی مجال نہیں کہ اس نظام سے انحراف کرے۔
= كُلٌّ۔ ای کل واحد من الشمس والقمر۔ یعنی سورج اور چاند میں سے ہر ایک۔ تنوین مضاف الیہ کے عوض میں لائی گئی ہے۔
= فَلَكٍ۔ ستاروں کا مدار۔ وہ بیضوی، صوری راہ جس پر اجرام فلکی گردش کرتے ہیں

الفضاء یدور فیه النجم والکواکب۔
الفلک کے معنی کشتی کے ہیں ستاروں کا مدار کشتی نما ہونے کی وجہ سے فَلَکٌ کہلاتا ہے
فُلْکٌ کی جمع فَلَائِکُ ہے اور فَلَکٌ کی جمع افلاک ہے۔ اس سے فلکی علم نجوم کے
ماہر کو کہیں گے اور علم الافلاک علم نجوم کو۔
فَلَکَ یَفْلُکُ فَلْکًا و اَفْلَاکًا۔ لڑکی کا گول پستان والی ہونا۔ اسی سے
اَلْفَلَکُ بمعنی التل المستدیر من الرمل ریت کا گول ٹیلہ ہے پھر اسی رعایت
سے اجرام فلکی کا مدار گول نما ہونے کی وجہ سے اَلْفَلَکُ ہوا۔
= یَسْبَحُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب سَبْحٌ (باب فتح) مصدر۔
وہ تیرتے ہیں۔ وہ تیز اور ہموار رفتار سے چلتے ہیں۔ السَّبْحُ کے اصل معنی پانی یا ہوا میں
تیز رفتاری سے گذر جانے کے ہیں۔ استعارۃً یہ لفظ فلک میں نجوم کی گردش اور تیز رفتاری
کے لئے استعمال ہونے لگا ہے۔
کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ (سب (سورج، چاند و دیگر اجرام فلکی) اپنے اپنے مدار
میں تیزی کے ساتھ چل رہے ہیں۔
۳۶: ۴۱ = اَنَّا ۔ بے شک ہم۔ حرف مشبہ بفعل ہے اَنَّ اور نَا ضمیر جمع متکلم
سے مرکب ہے۔
= ذُرِّیَّتَھُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی ذرّیت یعنی ان کی اولاد۔ اصل میں
چھوٹے چھوٹے بچوں کا نام ذرّیت ہے۔ مگر عرف میں چھوٹی اور بڑی اولاد سب کے
لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اصل میں جمع ہے لیکن واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال
ہوتا ہے، ذُرِّیَّۃٌ کے بارہ میں مختلف اقوال ہیں۔
(۱) یہ ذَرْءٌ سے مشتق ہے جس کے معنی پیدا کرنے اور پھیلانے کے ہیں اور اس کا ہمزہ متروک
ہو گیا ہے جیسے کہ رَوِیَّۃٌ اور بَرِیَّۃٌ میں
(۲) اس کی اصل ذُرْدِیَّۃٌ بروزن فُعْلِیَّۃٌ ہے۔ اور ذَرٌّ سے مشتق ہے۔
جیسے قُرِّیَّۃٌ قَرٌّ سے۔
= اَلْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ ۔ موصوف وصفت، بھری ہوئی کشتی۔
اَلشَّحْنُ کشتی یا جہاز میں سامان لادنا یا بھرنا۔ المشحون اسم مفعول واحد مذکر
شَحَنَ (باب فتح۔ نصر۔ سمع) بھرنا۔

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

ایک نشانی ان کے لئے یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا
یہاں کشتی سے مراد خاص کشتی نہیں ہے بلکہ جنس کشتی مراد ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرف اشارہ ہے وقیل المراد فلک نوح علیہ الصلوٰۃ و السلام (بیضاوی)

الفائدہ جیسا کہ آیت ۳۶: ۳۳ میں بیان ہو چکا ہے کہ خطاب کفار مکہ سے چلا آرہا ہے یہاں بھی ھم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کفار مکہ ہی ہیں۔

۳۶: ۴۲ = مِنْ مِّثْلِہٖ ۔ مِنْ بیانیہ بھی ہو سکتا ہے اور تبعیضیہ بھی۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الفلک ہے مِثْلٌ ۔ مانند، اسی طرح کے، اس جیسے یعنی کشتی کی طرح کے کشتی کی مانند۔ شکل و ساخت کے لحاظ سے یا استعمال کے لحاظ سے مثلاً بحری جہاز، پرانی و نئی قسم کے۔ بادبانوں سے چلنے والے یا انجنوں سے چلنے والے۔ پانی میں چلنے والے یا ہوا میں اڑنے والے۔ ہوائی جہاز وغیرہ یا خشکی پر چلنے والے موٹر۔ ریل گاڑی وغیرہ۔

مِنْ مِّثْلِہٖ سے مراد کُلُّ مَا یُرْکَبُ ۔ ہر وہ چیز جان دار یا بے جان تیرنے والی اڑنے والی، زمین پر چلنے والی جو سواری یا سامان کی نقل و حرکت کے کام آ سکے۔

= مَا یَرْکَبُوْنَ "مَا" موصولہ ہے یَرْکَبُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب، جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔

۳۶: ۴۳ = وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْھُمْ واؤ عاطفہ ہے اِنْ شرطیہ نَشَاْ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ ۔ جمع متکلم۔ اور اگر ہم چاہیں۔ شَیْئٌ و مَشِیْئَۃٌ مصدر (باب فتح)
نُغْرِقْھُمْ نُغْرِقْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) صیغہ جمع متکلم۔ اِغْرَاقٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ان کو ہم غرق کر دیں۔
= فَلَا ۔ ف برائے عطف و تعقیب لَا نفی جنس کے لئے ہے۔
= صَرِیْخَ اس کی دو صورتیں ہیں:۔
صَرَخَ یَصْرُخُ (نصر) سے مصدر ہے جس کے معنی فریاد کرنا۔ چلانا۔ مدد کے لئے پکارنا کے ہیں۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا:۔
پس وہ کوئی فریاد نہ کر سکیں گے!
اور اگر یہ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے تو یہ اضداد میں سے ہے اور اس کے معنی ہوں گے

فریاد رس (فریاد کو پہنچنے والا) یا فریادی (فریاد کرنے والا) اس کی جمع صُرَخَاءُ ہے
فَلَاصَرِیْخَ لَھُمْ۔ پس ان کے لئے کوئی فریاد سننے والا یا فریاد رس نہ ہوگا۔
= وَلَاھُمْ یُنْقَذُوْنَ۔ واؤ عاطفہ۔ لَا یُنْقَذُوْنَ مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب، ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ اور نہ ہی وہ (ڈوبنے سے) بچائے جائیں گے۔ یُنْقَذُوْنَ انقاذٌ (افعال) مصدر سے ہے بمعنی خطرہ، یا ہلاکت سے خلاصی پانا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا۔ (۳: ۱۰۳) اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچا لیا۔

۳۶: ۴۴ = اِلَّا۔ حرف استثناء (استثناء مفرغ)
اِلَّارَحْمَۃً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ۔ ای ولا ینقذون الا لرحمۃ مِّنَّا و لتمتیع بالحیاۃ الٰی انقضاء الاجل۔ اور نہ وہ چھٹکارا پا سکیں گے مگر ہماری رحمت سے اور ایک مقررہ وقت تک زندگی کا فائدہ اٹھانے کے لئے۔
حِیْنٍ ایک مقررہ وقت تک۔ مراد مدّت حیات جو اللہ نے مقرر کر رکھی ہے۔
رَحْمَۃً اور مَتَاعًا بوجہ مفعول لہٗ ہونے کے منصوب ہیں۔

۳۶: ۴۵ = اِتَّقُوْا۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر، تم ڈرو، پرہیز گاری اختیار کرو،
اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ وق ی مادہ (لفیف مفروق) اِفْتَعِلُوْا کے وزن پر اصل میں اِوْتَقِیُوْا تھا۔ واؤ کو ت میں بدلا۔ ت، ت میں مدغم ہوئی یا، مضموم ماقبل مکسور، یا کا ضمہ ق کو دیا پھر یا، اجتماع ساکنین سے گر گئی اِتَّقُوْا ہو گیا۔
= مَا بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ (جو تمہارے سامنے ہے) وَمَا خَلْفَکُمْ (اور جو تمہارے پیچھے ہے) اس کے مندرجہ ذیل معانی ہو سکتے ہیں:۔
(۱) اس دنیا کا عذاب اور آخرت کا عذاب۔ یا اس کے برعکس،
(۲) سماوی و ارضی بلیات، جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے: اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (۳۴: ۹)
(۳) قتادہ کا قول ہے مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ سے مراد وہ بربادی اور تباہی کے واقعات جو گذشتہ امتوں کو پیش آئے۔ اور مَا خَلْفَھُمْ سے مراد ہے عذاب آخرت،
(۴) بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد اگلے پچھلے گناہ ہیں!

(۵) وہ عذاب جو تمہارے سامنے ہے اور وہ جو تمہیں مستقبل میں ملے گا!

کچھ بھی ہو مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ کے عذاب سے ڈرو اور ان اعمال سے پرہیز کرو جن پر یہ عذاب مترتب ہوتا ہے۔

= لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ یہ غایت ہے اِتَّقُوْا کی۔ آیت میں مَا موصولہ ہے۔

اَلْفَائِدَۃُ: اِذَا قِيْلَ کا جواب محذوف ہے، یعنی جب ان سے یہ بات کہی جاتی ہے تو وہ منہ پھیر لیتے ہیں۔ اگلی متصل آیت اس جواب کو محذوف قرار دینے کا قرینہ ہے۔

۳۶: ۴۶ = وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ۔ واؤ عاطفہ ہے مَا نافیہ ہے تَاْتِيْ مضارع واحد مؤنث غائب هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب جس کا مرجع کفار مکہ ہیں۔ مِنْ زائدہ ہے۔ اور تاکید کے لئے لایا گیا ہے مِنْ اٰيٰتِ میں مِنْ تبعیضیہ ہے اٰيٰتِ مضاف ہے رَبِّهِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر اٰيٰتِ کا مضاف الیہ ہے ان کے رب کی آیات ترجمہ ہو گا:

اور ان کے پروردگار کی نشانیوں میں سے کوئی بھی نشانی (ایسی) ان کے پاس آئی

= اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ۔ اِلَّا حرف استثناء كَانُوْا مُعْرِضِيْنَ ماضی استمراری مُعْرِضِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر منصوب بوجہ خبر كَانُوْا۔ عَنْهَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع اٰيَةٍ ہے! مگر یہ کہ وہ اس سے روگردانی ہی کیا کرتے تھے۔

آیت ہذا سابق آیت کی علت غایت کے طور پر ذکر کی گئی ہے۔

آیت ۶: ۴ میں بھی یہی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

۳۶: ۴۷ = اَنُطْعِمُ میں الف ہمزہ استفہامیہ ہے نُطْعِمُ مضارع کا صیغہ جمع متکلم ہے کیا ہم کھلائیں۔ کیا ہم کھانے کو دیں۔

= مَنْ موصولہ ہے بمعنی اَلَّذِيْ۔

= لَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ۔ جملہ شرطیہ ہے اَطْعَمَهٗ جواب شرط۔

جس کو اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود کھلا دیتا۔

= اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِنْ نافیہ اِلَّا حرف شرط۔ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ موصوف وصفت کھلی گمراہی۔ تم تو صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔

یہ جملہ بھی کافروں کے قول کا تتمہ ہے۔ اگرچہ بعض نے اسے اللہ کی طرف سے کافروں

کی بات کا جواب کہا ہے لیکن سیاق وسباق سے قول اول ہی زیادہ صحیح ہے!
۳۶:۴۸ = هٰذَا الْوَعْدُ۔ یہ وعدہ۔ یعنی یہ قیامت کے آنے کا وعدہ۔
= اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ اِنْ شرطیہ ہے ای ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین۔ کوئی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو کہ قیامت ضرور آئے گی!
۳۶:۴۹ = مَا يَنْظُرُوْنَ۔ ای ما ینتظرون۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب وہ انتظار نہیں کر رہے ہیں۔
= صَيْحَةً وَّاحِدَةً۔ چیخ۔ کڑک، ہولناک آواز، چنگھاڑ۔
صَاحَ يَصِيْحُ (ضرب) کا مصدر۔ بمعنی حاصل مصدر بھی آتا ہے۔
اصل میں لکڑی کے چرنے یا کپڑے کے پھٹنے سے جو زور کے جھرّاٹے کی آواز پیدا ہوتی ہے اس آواز کے نکلنے کو الصیاح کہتے ہیں۔ صیحۃ اسی سے ہے چونکہ زور کی آواز سے آدمی گھبرا اٹھتا ہے اسی لئے بمعنی گھبراہٹ اور عذاب کے بھی استعمال ہوتا ہے (نیز ملاحظہ ہو ۳۶:۲۹)

یہاں صیحۃ سے مراد النفخۃ الاولیٰ پہلی مرتبہ صور کا پھونکا جانا ہے جب سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے۔

صیحۃ واحدۃ موصوف و صفت ہیں اور صیحۃً منصوب بوجہ ینظرون کے مفعول ہونے کے ہے۔ اور اس کی تنوین اظہار عظمت اور جلالت کے لئے ہے۔
= تَاْخُذُهُمْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب، ضمیر فاعل صیحۃ کی طرف راجع ہے هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کفار مکہ کی طرف راجع ہے۔ وہ ان کو آلے گی۔ وہ ان کو آپکڑے گی!
= وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ہ واؤ حالیہ ہے يخصّمون مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے اصل میں يَخْتَصِمُوْنَ تھا اختصام (افتعال) مصدر سے۔ تا کو ساکن کیا پھر تا کو صاد میں بدلا۔ پھر صاد کو صاد میں مدغم کیا۔ خاء پر اجتماع ساکنین کی وجہ سے کسرہ دیا گیا يَخِصِّمُوْنَ ہو گیا۔ دراں حالیکہ وہ اپنے معاملات میں جھگڑ رہے ہوں گے یعنی وہ بے خبر اپنے کسی کام میں منہمک ہوں گے کہ یکایک صور پھونکی جائے گی۔ اور سب کچھ تباہ ہوجائے گا۔
اَلْخَصْمُ کے معنی جھگڑنے کے لئے۔ کہا جاتا ہے خَصَمْتُهٗ وخَاصَمْتُهٗ مُخَاصَمَةً

وَخِصَامٌ ہے کسی سے جھگڑا کرنا۔ قرآن مجید میں ہے وَھُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ (۲: ۲۰۴) اور وہ سخت جھگڑالو ہے۔ الاختصام (افتعال) ایک دوسرے سے جھگڑنا۔

۳۶: ۵۰ = لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ اِسْتِطَاعَۃٌ (استفعال) مصدر طَوْعٌ مادّہ یَسْتَطِیْعُ اصل میں یَسْتَطْوِعُ تھا واؤ کا کسرہ ماقبل کو دیا اب واؤ ساکن ماقبل مکسور واؤ کو یا میں بدلا۔ یَسْتَطِیْعُ ہو گیا۔ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ وہ طاقت نہیں رکھتے ہیں، وہ قدرت نہیں رکھتے ہیں۔

اَلْاِسْتِطَاعَۃُ کے اصل معنی ہیں کسی کام کو سرانجام دینے کے لئے جن اسباب کی ضرورت ہوتی ہے ان سب کا موجود ہونا۔ مگر محققین کے نزدیک استطاعۃ نام ہے ان اسباب و ذرائع اور صلاحیتوں کا جن کے ذریعے انسان کو کسی کام کے کرنے پر قدرت ہو جائے۔ اس کی ضد عَجْزٌ ہے۔

= تَوْصِیَۃً وصیت کرنا۔ بروزن تَفْعِلَۃٌ باب تفعیل کا مصدر ہے منصوب بوجہ یَسْتَطِیْعُوْنَ کے مفعول بہ ہونے کے ہے۔

۳۶: ۵۱ = وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ ھی نفخۃ ثانیۃ اس سے مراد صور کا دوسری دفعہ پھونکا جانا ہے جب سب دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ نُفِخَ (ماضی مجہول واحد مذکر غائب) ماضی کا صیغہ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ صور کا پھونکا جانا ایک یقینی امر ہے گویا کہ پھونکا ہی گیا ہے نفخۂ اول اور نفخۂ ثانی میں چالیس سال کا فاصلہ ہو گا۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

= فَاِذَا۔ فاء تعقیب کا ہے اِذَا مفاجاتیہ ہے۔ تو یکایک، سو فورًا۔

= اَلْاَجْدَاثِ قبریں۔ جَدَثٌ واحد۔

= یَنْسِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ نَسَلَ یَنْسِلُ نَسْلًا (باب ضرب) اَلنَّسْلُ کے معنی کسی چیز سے الگ ہو جانے کے ہیں جیسے نَسَلَ الْوَبْرُ عَنِ الْبَعِیْرِ اُون اونٹ سے الگ ہو گئی۔ اَلنَّسْلُ اولاد کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی اپنے باپ سے جدا ہوئی ہوتی ہے۔ اور کہتے ہیں اَنْسَلَتِ الْاِبِلُ اونٹوں کی اون جھڑنے کا وقت آگیا اسی سے نَسَلَ یَنْسِلُ نَسْلًا نًا ہے جس کے معنی تیز دوڑنے کے ہیں جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ۔ (۲۱: ۹۶) اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں گے۔ نَسْلٌ وَ نَسَلَانٌ الاسراع فی المشی چلنے میں تیزی کرنا

تیز چلنا۔ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ۔ (دوسری دفعہ صور پھونکے جانے پر) وہ فوراً قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف تیزی سے چلنے لگیں گے۔

۳۶: ۵۲ = يٰوَيْلَنَا۔ یا حرفِ ندار وَیْل۔ جہنم میں ایک وادی کا نام ہے۔ بمعنی عذاب شدتِ عذاب۔ افسوس، کم بختی، وَیْل مضاف نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ۔ اے ہماری کم بختی۔ یہ کلمۂ حسرت وندامت ہے:

= مَنْۢ بَعَثَنَا۔ بَعَثَ ماضی واحد مذکر غائب نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ مَنْ استفہامیہ ہے۔ بَعَثَ يَبْعَثُ بَعْثٌ (باب فتح)۔ جی اٹھنا۔ دوبارہ زندہ کرنا۔ اٹھا کھڑا کرنا۔ بھیجنا یہاں اٹھا کھڑا کرنے کے معنی میں ہے۔ کس نے ہم کو (دوبارہ زندہ کرکے) اٹھا کھڑا کیا۔

= مِنْ مَّرْقَدِنَا۔ مَرْقَدُ ظرفِ مکان مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ ہماری خواب گاہ رَقَدَ يَرْقُدُ (باب نصر) رُقَادٌ ورُقُوْدٌ، خوشگوار اور ہلکی سی نیند سونا۔ مَرْقَدٌ سونے کی جگہ۔

سورۃ الکہف میں ہے:

وَهُمْ رُقُوْدٌ (۱۸:۱۸) حالانکہ وہ (اصحاب کہف) سوئے ہوئے ہیں (یہاں رُقُوْدٌ رَاقِدٌ کی جمع ہے مصدر نہیں ہے) اصحاب کہف کی گہری اور لمبی نیند کو رقود کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ نیند خواہ کتنی ہی گہری اور لمبی کیوں نہ ہو موت کے مقابلہ میں وہ نوم خفیف کی حیثیت رکھتی ہے۔ لوگوں کو یقین ہوچکا تھا کہ اصحاب کہف مرچکے ہیں لیکن ان کو رُقُوْدٌ کہہ کر موت کی نفی کردی ہے۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتیؒ رقمطراز ہیں:۔

اہل حقیقت کہتے ہیں کہ کافر جب جہنم کے گوناگوں عذاب کو دیکھیں گے تو عذاب جہنم کے مقابلہ میں ان کو قبر کا عذاب خواب کی طرح محسوس ہوگا۔ اس وقت کہیں گے کہ ہم کو خواب سے کس نے اٹھایا؟

= صَدَقَ۔ ماضی واحد مذکر غائب (یہاں جمع کے لئے مستعمل ہے) اس نے سچ کہا۔ یعنی رسولوں نے سچ کہا تھا۔ صَدَقَ يَصْدُقُ (باب نصر) صِدْقٌ سچ کہنا۔ سچ کر دکھانا۔

= هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ٥

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:۔

(۱) یہ کلام کفار کہیں گے یعنی یہ بعث بعد الموت وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا اور اللہ کے پیغمبر جو کہتے تھے سچ کہتے تھے (لیکن ہم ہی کم بخت تھے کہ سمجھ نہ سکے)

(۲) یہ کفار کے سوال مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا کے جواب فرشتے یہ جواب دیں گے!

مَا کی بھی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) مَا موصولہ ہے ای هذا الذی وَعَدَهُ الرَّحْمٰنُ وَالَّذِیْ صَدَقَهُ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ یہ ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اور جو سچ کہا تھا مرسلین نے۔

(۲) مَا مصدریہ ہے ای هٰذَا وَعْدُ الرَّحْمٰنِ وَصِدْقُ الْمُرْسَلِیْنَ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور مرسلین کے پیغام کی صداقت۔

۳۶: ۵۳ = اِنْ كَانَتْ۔ میں اِنْ نافیہ ہے۔ كَانَتْ میں ضمیر واحد مؤنث غائب النفخۃ الثانیۃ کے لئے ہے۔

= فَاِذَا۔ ملاحظہ ہو ۳۶: ۵۱) متذکرۃ الصدر۔

= جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ۔ ملاحظہ ہو ۳۶: ۳۲ متذکرۃ الصدر

۳۶: ۵۴ = فَالْیَوْمَ سے مراد یوم قیامت ہے منصوب بوجہ الظرف یا مفعول فیہ ہونے کے۔

= شَیْئًا۔ شَآءَ یَشَآءُ۔ شَیْءٌ وَ مَشِیْئَةٌ و مَشَآءَةٌ (باب فتح) مصدر۔ ارادہ کرنا۔ چاہنا۔ شَیْءٌ چیز۔ کچھ۔ جو چیز جانی پہچانی جائے اور اس کی خبر دی جا سکے شَیْءٌ کہلاتی ہے اس کی جمع اشیاء ہے نصب بوجہ مصدر کے ہے۔

= لَا تُجْزَوْنَ مضارع منفی مجہول۔ جمع مذکر حاضر۔ جَزَآءٌ (باب ضرب) مصدر تم جزا دیئے جاؤ گے، تم بدلہ دیئے جاؤ گے۔ تمہیں بدلہ ملیگا۔

= مَا۔ موصولہ ہے بطور مضاف الیہ ہے جس کا مضاف محذوف ہے اور مضاف الیہ ہی قائم مقام مضاف کے ہے۔ ای الا جزاء ما کنتم تعملونه فی الدنیا علی الاستمرار۔ یعنی سوائے اس عمل کے بدلہ کے جو تم دنیا میں کرتے رہے تھے۔ كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔

یہ بات ہے جو روزِ قیامت اللہ کی طرف سے ہر نفس کو کہی جائے گی۔

۳۶: ۵۵ = اَلْیَوْمَ۔ اس روز۔ قیامت کے دن۔

= شُغُلٍ واحد ہے اس کی جمع اشغال و شُغُوْلٌ ہے۔
مشغلہ ایسی معروفیت جس کی وجہ سے انسان دوسرے کاموں کی طرف توجہ نہ دے سکے
شُغُلٍ تنوین تنکیر اظہار عظمت کے لئے ہے یعنی ایسی عظیم الشان خوشی کہ نہ احاطہ فہم میں آسکے اور نہ الفاظ میں بیان کی جا سکے۔
= فٰكِهُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ فاکھۃ واحد آرام پانیوالے۔ راحت پانے والے فرحاں و شاداں۔ فَكِهَ يَفْكَهُ (سمع) فکاھۃ مصدر سے۔ ہنسنے ہنسانے خوش طبعی والا ہوتا۔

۳۶: ۵۶ = هُمْ۔ ای اصحب الجنۃ۔
= ظِلٰلٍ سائے۔ ظِلٌّ کی جمع ہے۔
علامہ راغب لکھتے ہیں۔
یہ اَلضِّحُّ کی ضد ہے اور فَيْءٌ سے زیادہ عام ہے کیونکہ (مجازًا) اَلظِّلُّ کا لفظ تو رات کی تاریکی اور باغات کے سایہ پر بھی بولا جاتا ہے نیز ہر وہ جگہ جہاں دھوپ نہ پہنچے اسے ظِلٌّ کہا جاتا ہے مگر فیئی صرف اس سایہ کو کہتے ہیں جو زوال آفتاب سے ظاہر ہوتا ہے۔
عزت وحفاظت اور ہر قسم کی خوشحالی کو بھی ظل سے تعبیر کر لیتے ہیں۔ سایہ کے معنوں میں قرآن مجید میں آیا ہے وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ (۲: ۵۷) اور ہم نے بادلوں کا تم پر سایہ کئے رکھا۔ اور عزت وحفاظت کے معنوں میں اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ (۷۷: ۴۱) پرہیزگار ہر طرح عزت وحفاظت میں ہوں گے۔
انہی معنوں میں آیت ہذا میں استعمال ہوا ہے هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ وہ بھی اور ان کی بیویاں ہر قسم کی خوشحالیوں میں (ہوں گی)
سورج کی وجہ سے جو سایہ ہوتا ہے جنت میں اس کا تصور تک نہیں ہو سکتا کیونکہ وہاں تو سورج ہوگا ہی نہیں لہٰذا یہاں سایہ سے مراد ایسی جگہ لی جا سکتی ہے جہاں نہ گرمی ہو اور نہ سردی۔
ظِلٰلٌ ظُلَّةٌ کی بھی جمع ہو سکتی ہے جیسے غِلَابٌ غُلْبَةٌ کی جمع ہے (راغب)
= اَلْاَرَآئِكِ۔ اَرِيْكَةٌ کی جمع ہے پردے دار مسہریاں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے سریر۔ (تخت یا مسہری) جب تک پردہ کے اندر نہ ہو اس وقت تک لفظ

اریکۃ اس کے لئے نہیں بولا جاتا۔

اور اگر صرف پردہ ہی ہو اور اندر سریر نہ ہو اس کو بھی اریکۃ نہیں کہا جاتا۔ سریر مع پردہ کے ہو تو اس کو اریکۃ کہتے ہیں۔ لیکن الزہری کا قول ہے کل ما اتکئ علیہ فھو اریکۃ جس چیز پر ٹیک لگائی جائے وہ اریکۃ ہے۔

سو الارائک سے مراد ایسے تخت یا مسہریاں جو پردہ کے اندر ہوں۔ مادہ ارک ہے

= مُتَّکِئُوْنَ۔ اسم فاعل، جمع مذکر۔ مُتَّکِئٌ واحد اِتِّکَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر وکاءٌ مادہ۔ ٹیک لگانا۔ سہارا لگانا قرآن مجید میں ہے ھِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّؤُا عَلَیْھَا (۲۰: ۱۸) یہ میری لاٹھی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں مُتَّکِئُوْنَ ٹیک لگانے والے۔ تکیہ لگا کر بیٹھنے والے۔

ھُمْ وَاَزْوَاجُھُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَی الْاَرَآئِکِ مُتَّکِئُوْنَ۔ ھُمْ مبتدا۔ اَزْوَاجُھُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر ھُمْ کا معطوف۔ مُتَّکِئُوْنَ خبر فِیْ ظِلٰلٍ جار مجرور اور عَلَی الْاَرَآئِکِ جار مجرور دونوں متعلق خبر۔

وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں (یا بتمام عزت وحفاظت) مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

۳۶: ۵۷ = وَلَھُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ ہ واؤ عاطفہ ہے مَا مبتدا مؤخر مَا موصولہ ہے اور لعد کا جملہ اس کا صلہ ہے لَھُمْ خبر مقدم یَدَّعُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے اِدِّعَاءٌ (افتعال) مصدر یَدَّعُوْنَ اصل میں یَدْتَعِیُوْنَ تھا (بروزن یَفْتَعِلُوْنَ) یاء کا ضمہ ماقبل کو دیدیا یاء اور واؤ دو ساکن اکٹھے ہو گئے اجتماع ساکنین کی وجہ سے یاء گر گئی تاء کو دال سے بدلا اور دال کو دال میں مدغم کیا یَدَّعُوْنَ ہو گیا۔ اَلدِّعَاءُ کے معنی کسی چیز کے متعلق دعویٰ کرنے کے ہیں کہ یہ میری ہے اور جنگ میں اِدِّعَاءٌ کے معنی اپنے کو کسی کی طرف منسوب کرنے کے ہیں (کہ میں فلاں قوم سے ہوں یا فلاں کا بیٹا ہوں وغیرہ) یہاں یَدَّعُوْنَ بمعنی یَدْعُوْنَ (افتعل بمعنی فعل استعمال ہوا ہے) ای ما یدعون یاتیھم۔ جو چیز وہ اپنے لئے مانگیں گے ان کو ملیگی۔

یا یَدَّعُوْنَ بمعنی اِدَّعِ عَلَیَّ مَا شِئْتَ (اپنے لئے مجھ سے مانگ جو تجھے چاہئے) سے ماخوذ ہے یعنی جس چیز کی ان کو تمنا ہو گی وہ ان کو ملے گی۔ ای مَا یَدَّعُوْنَ بمعنی مَا یَتَمَنَّوْنَہٗ جس کی وہ تمنا کریں گے۔

۳۶ : ۵۷ = سَلَامٌ۔ سلامتی۔ امان۔ سلام) یہ سَلِمَ یَسْلَمُ (سمع) کا مصدر ہے سَلَامَۃٌ بھی مصدر ہے۔ سَلِمَ مِنْ عَیْبٍ اَوْ اٰفَۃٍ کسی عیب یا آفت سے محفوظ ہونا
= قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ۔ قَوْلًا مفعول مطلق (فعل محذوف کا اور جملہ مِنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ، قَوْلًا کی صفت ہے ای سلام یقال لھم قولا من جھۃ رب رحیم۔
سلامٌ۔ تم پر سلامتی ہو۔ یہ قول ان کو کہا جائے گا اپنے رب رحیم کی طرف سے۔
صاحب تفسیر حقانی تحریر فرماتے ہیں!
اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّۃِ .... الخ نیک لوگ بہشت میں عیش وآرام کریں گے یہ جنت جسمانی کی طرف اشارہ ہے قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ یہ روحانی جنت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کی طرف سے ان کو سلام پہنچیگا ان پر تجلی ہوگی اور دیدار سے سرفرازی بخشی جائیگی جو سرور ابدی ہے۔

۳۶ : ۵۹ = اِمْتَازُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِمْتِیَازٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر، جس کے معنی الگ ہونے اور ممیز ہو جانے کے ہیں۔ تم الگ ہو جاؤ۔ یعنی اوپر جو اہل جنت اور ان کے انعامات کا ذکر ہے اب مجرموں سے مخاطب ہو کر فرمایا جارہا ہے۔
اے مجرمو! تم ادھر الگ ہو جاؤ۔
= اَلْیَوْمَ۔ آج۔ آج کے دن۔ منصوب بوجہ مفعول ہے۔

۳۶ : ۶۰ = اَلَمْ اَعْھَدْ اِلَیْکُمْ: ہمزہ استفہام کے لئے ہے لَمْ اَعْھَدْ مضارع نفی جحد بلم (بمعنی ماضی منفی ہے) عَھْدٌ (سمع) مصدر۔ عَھِدَ فُلَانٌ اِلٰی فُلَانٍ۔ کسی سے عہد و پیمان لے کر اسے اسی پر قائم رہنے کی تاکید کرنا۔
اَلَمْ اَعْھَدْ اِلَیْکُمْ۔ کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کر دی تھی۔
اَلْعَھْدُ کے معنی ہیں کسی چیز کی پیہم نگہداشت اور خبر گیری کرنا۔ اس بنا، پر اس پختہ وعدہ کو بھی عہد کہا جاتا ہے جس کی نگہداشت ضروری ہو۔ قرآن مجید میں ہے:
وَلَقَدْ عَھِدْنَآ اِلٰٓی اٰدَمَ (۲۰ : ۱۱۵) اور ہم نے (حضرت) آدم (علیہ السلام) سے پختہ عہد لیا تھا۔
= اَنْ۔ مصدریہ ہے؛
= اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ۔ کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا۔ یعنی شیطان کے کہنے میں آکر اللہ کی نافرمانی نہ کرنا۔

= اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔
یہ حکم سابق کی علت ہے یعنی اس لئے شیطان کے کہنے میں آکر گناہ نہ کرنا کہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

۳۶: ۶۱ = هٰذَا صِرَاطٌ۔ یعنی شیطان کے ورغلانے سے ارتکابِ گناہ سے اجتناب اور اللہ ہی کی عبادت کرنا صراط مستقیم (سیدھا راستہ) ہے۔

صِرَاطٌ کی تنوین مبالغہ کے لئے ہے یا اظہار عظمت کے لئے یا تبعیض کے لئے کیونکہ توحید سیدھے راستے پر چلنے کا ایک حصہ ہے اور تکمیل تو تمام فرائض کی ادائیگی اور ممنوعات سے اجتناب کامل سے ہوتی ہے۔

۳۶: ۶۲ = لَقَدْ اَضَلَّ۔ اَضَلَّ ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔
اِضْلَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ بمعنی گمراہ کرنا سیدھے راستہ سے ہٹانا۔ اس نے گمراہ کیا۔ اس نے بہکایا۔ اس نے بھٹکایا۔ ضمیر فاعل شیطان کی طرف راجع ہے لَقَدْ میں لام تاکید کے لئے ہے قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے اور تقریب کا فائدہ بھی دیتا ہے گویا قَدْ اَضَلَّ ماضی قریب کا صیغہ ہے۔ لَقَدْ اَضَلَّ تحقیق اس نے گمراہ کر دیا۔ یا گمراہ کیا۔

= جِبِلًّا كَثِیْرًا۔ موصوف و صفت مل کر اَضَلَّ کا مفعول۔
جِبِلًّا۔ خلق، بڑی جماعت، جَبَلٌ (پہاڑ) کے معنی ہیں چونکہ بڑھائی اور عظمت کا تصور موجود ہے اس لئے بڑی جماعت کو جِبِلًّ کہنے لگے۔ یعنی ایسی جماعت جو کہ اپنی بڑھائی میں مثل پہاڑ کے ہو۔

= اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے (زجر و توبیخ کے معنوں میں آیا ہے) فاء عطف کے لئے ہے (معطوف علیہ مقدر ہے۔ ای ءَ كُنْتُمْ تُشَاهِدُوْنَ هَلَاكَ الْاُمَمِ الْخَالِیَةِ بِطَاعَةِ اِبْلِیْسَ فَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ شَیْئًا اَصْلًا
کیا تم نے شیطان کی پیروی کی وجہ سے کئی سابقہ امتوں کی ہلاکت دیکھی اور تم نے اس سے کوئی سبق نہ سیکھا۔ ماضی منفی استمراری کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔

۳۶: ۶۳ = كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ٥ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر ہے۔
(جس کا) تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

۳۶: ۶۴ = اِصْلَوْهَا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر صَلِیَ (سمع) مصدر۔

جس کے معنی آگ میں جلنے اور اس میں جاپڑنے کے ہیں۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جہنم کی طرف راجع ہے۔ اِصْلَوْھَا اس میں جاپڑو۔ اس کے اندر چلے جاؤ، اس میں داخل ہو جاؤ۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے حَسْبُھُمْ جَھَنَّمُ یَصْلَوْنَھَا (۵۸:۸) ان کو دوزخ ہی کی سزا کافی ہے (یہ) اسی میں داخل ہوں گے۔

اسی مادہ صلی سے باب تفعیل وافتعال سے بمعنی آگ تاپنا ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے سَاٰتِیْکُمْ مِّنْھَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْکُمْ بِشِھَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ (۲۷:۷) میں ابھی وہاں سے کوئی خبر لے کر آتا ہوں یا تمہارے پاس آگ کا شعلہ لکڑی وغیرہ میں لگا ہوا لاتا ہوں تاکہ تم تاپ سکو!

== بِمَا۔ باء سببیہ ہے اور مَا موصولہ ہے

۳۶:۶۵ == تُکَلِّمُنَا ہم سے باتیں کریں گے! ہم سے کلام کریں گے۔ ہم سے بولیں گے!

تُکَلِّمُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب نَا ضمیر جمع متکلم۔ عربی کا قاعدہ ہے کہ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کو واحد لاتے ہیں خواہ فاعل بصیغہ جمع ہی ہو اور جمع مکسر کا حکم مؤنث غیر حقیقی کا حکم ہے کہ اس کے لئے مذکر اور مؤنث دونوں کا صیغہ استعمال کیا جا سکتا ہے، اگرچہ مؤنث کے صیغہ کا استعمال زیادہ فصیح ہے۔ یہاں چونکہ تُکَلِّمُ کا فاعل اَیْدِیْ ہے یَدٌ کی جمع۔ اس لئے فعل کو مؤنث لایا گیا ہے تُکَلِّمُ تَکْلِیْمٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر سے ہے

== تَشْھَدُ مضارع واحد مؤنث غائب شَھَادَۃٌ (سمع) مصدر سے، وہ شہادت دیں گے۔ وہ گواہی دیں گے۔ نیز اوپر تکلمنا ملاحظہ ہو۔

== کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ۔ یَکْسِبُوْنَ جمع مذکر غائب مضارع کَسْبٌ مصدر سے ابتدا میں کَانُوْا (جمع مذکر غائب) بڑھانے سے ماضی استمراری کا صیغہ بن گیا (جو) وہ کمائی کیا کرتے تھے۔ (جو) وہ کمایا کرتے تھے۔

۳۶:۶۸ == لَوْ نَشَآءُ، جملہ شرطیہ۔ نَشَآءُ مضارع کا صیغہ جمع متکلم ہے شَیْءٌ اور مَشِیْئَۃٌ مصدر (باب فتح) ہم چاہیں یا ہم چاہتے ہیں۔

لَوْ نَشَآءُ اگر ہم چاہیں۔ اگر ہم چاہتے۔

== لَطَمَسْنَا۔ لام لَوْ کے جواب میں آیا ہے طَمَسَ (باب ضرب) و اَطْمَسَ (افعال) علیٰ طَمْسٌ وَ طَمَاسَۃٌ مصدر۔ ہلاک کرنا۔ برباد کرنا۔ کسی چیز کا نشان مٹا دینا۔ کسی چیز کو جڑ سے مٹا دینا۔ ملیا میٹ کر دینا۔ (اگر ہم چاہتے) تو ان کی آنکھوں کو) ملیا میٹ کر دیتے

(ایسا کہ ان کا نشان تک مٹا دیتے)

طَمَسَ فعل لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے (باب ضرب و نصر) سے (طُمُوسٌ مصدر) فنا کرنا یا فنا ہونا۔ مٹنا یا مٹانا۔ ستاروں کا اپنی چمک کھو دینا۔ جیسے وَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ (۷۷: ۸) سو جس وقت کہ ستارے بے نور ہو جائیں گے۔

لَطَمَسْنَا عَلٰٓی اَعْیُنِهِمْ کی تفسیر میں علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

ان ظاہری آنکھوں کو ایسا مٹا دیتے کہ نہ پپوٹا کا نشان رہتا نہ آنکھوں کا شگاف۔ طمس کا یہی معنی ہے۔ الطمس۔ ازالۃ الاثر بالمحو۔ یعنی کسی چیز کو یوں مٹا دینا کہ اس کا نشان باقی نہ رہے۔

= فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فاء عاطفہ ہے اس جملہ کا عطف لطمسنا پر ہے الصراط کا نصب بوجہ نزع الخافض (جر دینے والے حرف کو حذف کرنا) ہے اصل میں استبقوا اِلَی الصراط تھا۔ الیٰ حرف جار کی وجہ سے جر تھی اِلیٰ کے حذف ہونے پر کسرہ بھی گر گیا۔ اتصال فعل کی وجہ سے الصراطَ منصوب ہو گیا۔

الصراط کا نصب بوجہ ظرفیت نہیں کیونکہ الطریق کی طرح الصراط ایک مکان مختص ہے اور ایسی صورت میں الظرفیۃ کی وجہ سے نصب نہیں آتا۔

اگر استبقوا بمعنی ابتدروا (باہم سبقت کرنا) لیا جائے تو الصراط کا بوجہ مفعول بہ ہونے کے منصوب ہونا جائز ہے۔

فاستبقوا ماضی جمع مذکر غائب استباق (افتعال) مصدر سے وہ سبقت کرتے وہ دوڑتے

الصراط ایک خاص راستہ۔ یعنی وہ راستہ جس پر چلنے کے وہ عادی تھے۔

فاستبقوا الصراط۔ پھر وہ راستہ کی طرف دوڑتے۔

= فَاَنّٰی یُبْصِرُوْنَ ہ اَنّٰی استفہامیہ ہے بمعنی کیف، یہاں بطور استفہام انکاری کے آیا ہے۔ کیونکر۔ کیسے۔

یُبْصِرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِبْصَارٌ (افعال) مصدر بمعنی دیکھنا۔ پھر وہ کیسے دیکھ سکیں گے۔ دیکھ پائیں گے راستہ کو۔ مراد یہ کہ وہ نہیں دیکھ سکیں گے۔ ای فکیف یبصرون الطریق۔ ای لا یبصرون۔

اَنّٰی جب بطور اسم ظرف زمان آئے تو بمعنی متیٰ ہوتا ہے (جب، جس وقت، کب، کس وقت) مثلاً فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ (۲: ۲۲۳) سو تم اپنی کھیت میں آؤ

جب چاہو۔

اور جب بطور ظرف زمان کے آئے تو بمعنی اَیْنَ (جہاں، کہاں) آتا ہے مثلاً قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَكِ هٰذَا (۳ : ۳۷) حضرت زکریا علیہ السلام نے کہا) اے مریم یہ (کھانا) تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے؟

۳۶ : ۶۷ = لَمَسَخْنٰهُمْ: لام جواب شرط کے لئے ہے (لَوْ کے جواب میں) مَسَخْنَا ماضی جمع متکلم مَسْخٌ (باب فتح) مصدر نَا ضمیر جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم اُن کی صورت بگاڑ دیں۔ یا ہم ان کی صورتیں بگاڑ دیتے۔ ان کی صورتیں مسخ کر دیتے۔

= عَلٰى مَكَانَتِهِمْ۔ عَلٰى حرف جار مَكَانَتِهِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ ان کی جگہوں پر ہی۔ ان کے گھروں میں۔ جہاں کہیں بھی وہ ہوں۔

= فَمَا اسْتَطَاعُوْا۔ الفاء للتعقیب اِسْتَطَاعُوْا ماضی منفی صیغہ جمع مذکر غائب۔ اِسْتِطَاعَةٌ (استفعال) مصدر۔ وہ نہ کر سکیں، ان سے نہ ہو سکے۔ وہ استطاعت نہ رکھیں

= مُضِيًّا۔ مَضٰى یَمْضِیْ کا مصدر ہے مُضِیٌّ یہ اصل میں مُضُوْیٌ تھا واؤ ساکن اور یاء اکٹھے ہوئے واؤ کو یاء میں بدلا اور یاء کو یاء میں مدغم کیا ضاد کے ضمہ کو تخفیف کیلئے اور یاء کی مناسبت کی وجہ سے کسرہ سے بدلا۔ مُضِیٌّ ہو گیا۔ اِسْتَطَاعُوْا کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ مُضِیٌّ گذر جانا۔ گزرنا۔

= وَلَا یَرْجِعُوْنَ۔ واؤ عاطفہ ہے اور اس جملہ کا عطف مُضِیًّا پر ہے۔

فَمَا اسْتَطَاعُوْا ...... لَا یَرْجِعُوْنَ۔ ای فلم یقدروا علی ذهاب ولا مجیئ او مضیا اماهم ولا یرجعون خلفهم یعنی وہ جانے آنے پر کوئی قدرت نہ رکھ سکیں یا نہ آگے جا سکیں اور نہ پیچھے مڑ سکیں۔

فَائِدَہ: آیت ہذا و آیت سابقہ کا مطلب یہ ہے کہ عہد شکنی اور کفر کی وجہ سے یہ لوگ مستحق تو اسی بات کے تھے کہ ان کی بینائی ختم کر دی جاتی اور ان کی شکلیں مسخ کر دی جاتیں لیکن اللہ تعالیٰ کی عمومی رحمت سے دنیا میں ان کے ساتھ ایسا نہیں کیا اور اس کے باقتضاء حکمت ان کو مہلت دے رکھی ہے۔

۳۶ : ۶۸ = مَنْ نُعَمِّرْهُ۔ مَنْ موصولہ شرطیہ ہے نُعَمِّرْ مضارع صیغہ جمع متکلم ہے اور مجزوم بوجہ شرط ہے تَعْمِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ بمعنی عمر دینا۔ عمر کو زیادہ کرنا۔ طویل عمر دینا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے، جس کو ہم طویل عمر دیتے ہیں۔ جس کی عمر ہم زیادہ کر دیتے ہیں

یہ جملہ شرطیہ ہے :

= نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ : جواب شرط ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) جمع متکلم۔ تَنْكِيْسٌ (تفعیل) مصدر ۔ ہم الٹا کر دیتے ہیں ۔ ہم کبڑا کر دیتے ہیں ۔ نُكْسٌ ضعف پیری سے ایک جگہ پڑا رہنے والا ۔ نِكْسٌ سست اور کمزور آدمی ۔ اَنْكَاسٌ جمع ۔ ہُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے ۔

فِي الْخَلْقِ (اس کی) خلقت میں ۔ اس کی طبعی قوتوں کے لحاظ سے ۔ مراد یہ ہے کہ بڑھاپے میں آدمی کی حالت پلٹ کر بچوں کی سی ہو جاتی ہے وہ بچوں کی طرح چلنے پھرنے سے معذور ہو جاتا ہے اور دوسروں کا سہارا ڈھونڈھتا ہے کھانے پینے میں بھی بچوں کی طرح دوسروں کی مدد کا محتاج ہوتا ہے اور بچوں ہی کی طرح ناسمجھی کی باتیں کرنے لگتا ہے ۔

= اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ۔ استفہام انکاری ہے ۔ یعنی یہ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ جو خدا اس قدر تغیر پر قادر ہے وہ آنکھوں کو نابود کرنے اور شکلوں کو مسخ کرنے پر بھی قادر ہے ۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہ تغیرات تدریجی ہوتے ہیں (اور اگر مسخ ہوتا تو یک دم ہوتا)

۳۶ : ۶۹ = عَلَّمْنٰهُ ۔ عَلَّمْنَا ماضی جمع متکلم ۔ تَعْلِيْمٌ (تفعیل) مصدر ۔ ہُ ضمیر واحد مذکر غائب مَا نفی کا ہے ۔ ہم نے اس کو نہیں سکھایا ۔ ہم نے اس کو تعلیم نہیں دی ۔

= الشِّعْرَ ۔ الشَّعْرُ بال کو کہتے ہیں اسی کی جمع اَشْعَارٌ ہے مثلاً :-

وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا ۔ (۱۶ : ۸۰) اور ان کے اون اور ان کی پشم اور ان کے بالوں سے ۔

مفردات راغب میں ہے :

شَعَرْتُ کے معنی بالوں پر مارنے کے ہیں ۔ اسی سے شَعَرْتُ كَذَا مستعار ہے جس کے معنی بال کی طرح باریک علم حاصل کر لینے کے ہیں اور شاعر کو بھی اس کی فطانت اور لطافت نظر کی وجہ سے شاعر کہا جاتا ہے ۔ شعر اصل میں لطیف علم کا نام ہے لیکن عرف عام میں موزوں اور مقفّی کلام کو شعر کہا جانے لگا ۔ اور شعر کہنے والے کو شاعر کہا جاتا ہے ۔

لیکن بعض حقیقت شناس لوگوں نے کہا ہے کہ :-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شاعر ہونے کی تہمت لگانے سے کفار کا مقصد منظوم اور مقفّٰی کلام بنانے کی تہمت لگانا نہیں تھا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ قرآن اسلوب شعری سے مبرا ہے اور اس حقیقت کو عجمی عوام بھی سمجھ سکتے ہیں پھر فصحاء عرب کا کیا ذکر ہے ۔ بلکہ وہ تو آپ پر (نعوذ باللہ) جھوٹ کی

تہمت لگاتے تھے کیونکہ عربی زبان میں شعر بمعنی کذب اور شاعر بمعنی کاذب استعمال ہوتا ہے۔ حتی کہ جھوٹے دلائل کو ادلۃ شعریۃ کہا جاتا ہے اسی لئے قرآن نے شعراء کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ہ (۲۶ : ۲۲۴) اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔

اور شعر چونکہ جھوٹ کا پلندہ ہوتا ہے اس لئے مقولہ مشہور ہے کہ :۔

اَحْسَنُ الشِّعْرِ اَكْذَبُهٗ۔ سب سے بہتر شعر وہ ہے جو سب سے زیادہ جھوٹ پر مشتمل ہو۔

اور کسی حکیم نے کہا ہے کہ :۔

میں نے کوئی متدین اور راست گو انسان ایسا نہیں دیکھا جو شعر گوئی میں ماہر ہو۔

= وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ۔ اور نہ وہ آپ کے شایاں ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (۳۶ : ۴۰)

= اِنْ هُوَ : میں اِنْ نافیہ ہے۔

= ذِكْرٌ : ذَكَرَ يَذْكُرُ (نصر) کا مصدر ہے۔ بمعنی ذکر، پندونصیحت، وعظ

۳۶ : ۷۰ = لِيُنْذِرَ۔ میں لام، لامِ کَیْ ہے۔ اس کے بعد اَنْ مقدرہ ہے تاکہ :

يُنْذِرَ۔ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ لام کَیْ۔ ضمیر فاعل کا مرجع القرآن بھی ہو سکتا ہے اور الرّسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) بھی۔

تاکہ وہ ڈرائے۔

= مَنْ كَانَ حَيًّا۔ ای مؤمنا حیی القلب لان الکافر کالمیت الذی لا یتدبر ولا یتفکر۔ ایسے مؤمن شخص کو جس کا دل زندہ ہو (حق کو سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہو) کیونکہ کافر مردہ کی مانند ہے جو تدبّر و تفکّر سے عاری ہے۔

حَيًّا صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ زندہ۔ بوجہ خبر كَانَ منصوب ہے۔

= وَيَحِقَّ الْقَوْلُ۔ واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف جملہ سابقہ لِيُنْذِرَ پر ہے ای وَلِيَحِقَّ۔ يَحِقَّ فعل مضارع واحد مذکر غائب منصوب حَقٌّ سے (باب ضَرَبَ) تاکہ ثابت ہو جائے، بات پوری ہو جائے۔ واجب ہو جائے۔

= اَلْقَوْلُ۔ ای کلمۃ العذاب۔ عذاب کی حجت۔

وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔ اور تاکہ عذاب کی حجت کافروں پر ثابت ہو جائے

حَيًّا کے مقابلہ میں اَلْكَافِرِيْنَ استعمال ہوا ہے یہ بتانے کے لئے کہ کافر حقیقت میں مُردہ ہے

۳۶: ۷۱ = اَوَلَمْ یَرَوْا: ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے واؤ عاطفہ ہے جس کا عطف جملہ منفیہ مقدرہ پر ہے ای الم یعلموا علمًا یقینًا ولم یروا۔ کیا انہیں پختہ یقین نہ تھا اور انہوں نے دیکھا نہیں۔

= خَلَقْنَا لَهُمْ۔ ای خلقنا لاجلہم وانتفاعہم۔ ہم نے پیدا کیا ان کے لئے اور ان کے فائدہ کے لئے۔

= مِمَّا۔ مِنْ تبعیضیہ اور مَا موصولہ سے مرکب ہے عَمِلَتْ اَيْدِيْنَا (جو) ہمارے ہاتھوں نے بنایا (یعنی بلا شرکت غیرے) مِمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَا۔ ہمارے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے۔ بنانے کی نسبت ہاتھوں کی طرف بطور استعارہ ہے جس سے تخلیق میں انفرادیت خداوندی اور بلا شرکت اللہ کے ساتھ ساری چیزوں کی وابستگی پیدائش پر زور طور پر ظاہر ہو رہی ہے۔

= اَنْعَامًا۔ چوپائے، مویشی۔ مراد الازواج الثمانیۃ جیسا کہ فرمایا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ (۶:۳۹) اور پیدا کئے تمہارے لئے جانوروں میں سے آٹھ جوڑے اَنْعَامًا خَلَقْنَا کا مفعول ہے۔

= فَهُمْ۔ فا تفریع کے لئے ہے (فَرَّعَ يُفَرِّعُ تَفْرِيْعٌ، قاعدہ یا دلیل سے فروعی مسائل کا نکالنا۔ یا یہ اَلْفَرْعُ فِي الْمَسَائِلِ سے ہے مسائل قیاسیہ یعنی وہ مسائل جو کسی دوسری چیز پر مبنی ہوں اور اس پر ان کو قیاس کیا گیا ہو۔ اس کے مقابل اصل ہے)

یا سببیہ ہے ای خَلَقْنَا لَهُمْ اَنْعَامًا وملکناھا لہم فہم بسبب ذٰلك مالکون لہا۔ ہم نے ان کے لئے مویشی پیدا کئے اور ان مویشیوں کو ان کے قابو میں دیا۔ اور بدیں سبب وہ ان کے مالک بن گئے)

= مَالِكُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مَالِكٌ واحد۔ قابو رکھنے والے، ہر قسم کا تصرف کرنے والے۔

۳۶: ۷۲ = ذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ۔ ذَلَّلْنَا ماضی جمع متکلم تَذْلِيْلٌ (تفعیل) مصدر ذلیل کرنا۔ رام کرنا۔ فرمانبردار کرنا۔ تابع کرنا۔ ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب انعامًا کی طرف راجع ہے۔ ہم نے ان (مویشیوں) کو ان کا تابع بنا دیا۔

= فَمِنْهَا۔ الفاء تفریع کے لئے ہے مِنْ تبعیضیہ ہے۔ ھا ضمیر واحد مؤنث انعام کی طرف راجع ہے۔ سو ان میں سے بعض۔

= رَكُوْبُهُمْ، مضاف مضاف الیہ رَكُوْبٌ بروزن فَعُوْلٌ بمعنی مفعول ہے ای مرکوب جس پر سواری کی جائے۔ اس کی مثال حَصُوْرٌ بمعنی مَحْصُوْرٌ دگھیرا ہوا) فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ۔ سو ان میں سے بعض ان کی سواریاں ہیں۔

= وَمِنْهَا يَأْكُلُوْنَ ۵ واؤ عاطفہ۔ مِنْ تبعیضیہ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب انعام کی طرف راجع ہے اور ان میں سے بعض کو وہ کھاتے ہیں۔

جملہ ہذا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے

۳۶:۷۳ = وَلَهُمْ فِيْهَا۔ ای فی الانعام۔

= مَنَافِعُ۔ اسم جمع منتہی الجموع۔ مَنْفَعَةٌ واحد۔ فائدے۔ مثلاً زمین جوتنا۔ بوجھ اٹھانا۔ ان کی کھالوں اور بالوں کا استعمال وغیرہم۔

= مَشَارِبُ۔ اسم جمع منتہی الجموع۔ مَشْرَبَةٌ واحد۔ یہ اسم ظرف مکان بھی ہو سکتا ہے اور ظرف زمان بھی۔

یعنی پینے کی جگہ گھاٹ۔ یا پینے کے اوقات۔ اور یہ مصدر میمی بھی ہے بمعنی پینا۔

بغویؒ نے مَشْرَبَةٌ سے مَشْرُوْبٌ یعنی پینے کی چیز لیا ہے۔ یعنی دودھ، دہی وغیرہ مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ بوجہ جمع منتہی الجموع ہونے کے غیر منصرف ہے لہٰذا ان پر تنوین نہیں آتی۔

= اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۵ ہمزہ استفہام انکاری کا ہے۔ فاء عطف کا ہے اور اس کا فعل محذوف پر ہے ای ایشاهدون هذه النعم فلا یشکرون المنعم بها۔ ان نعمتوں کو دیکھتے ہیں اور ان نعمتوں کے دینے والے کا شکر ادا نہیں کرتے۔

۳۶:۷۴ = اِتَّخَذُوْا ماضی جمع مذکر غائب اتخاذ (افتعال) مصدر۔ انہوں نے اختیار کیا۔ ضمیر فاعل کا مرجع مشرکین ہیں۔

= اٰلِهَةً۔ اِلٰهٌ کی جمع۔ معبود۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً (خدا کو چھوڑ کر اور خدا یا معبود) سے مراد نہ صرف بت ہیں بلکہ دیگر عناصر قدرت (آگ، پانی، ہوا، بادل، بجلی، وغیرہ) اور حیوان (از قسم گائے وغیرہ) اور انسان (پیران باطل جو اپنے آپ کو خدا کی خدائی میں شریک بتلاتے ہیں یا ان کے مریدان کو ایسا سمجھتے ہیں) سب شامل ہیں۔

= لَعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ۵ شاید (ان معبودانِ باطل کے ذریعہ) ان کی (یعنی مشرکین کی) مدد کی جائے گی!

۳۶: ۷۵ = لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب: اِسْتِطَاعَۃٌ (استفعال) مصدر طوع مادّہ۔ وہ طاقت نہیں رکھتے۔ وہ قدرت نہیں رکھتے۔

اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَہُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَہُمْ یَنْصُرُوْنَ ہ (۷: ۱۹۲) اور وہ نہ اُن کی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں:

= نَصْرَہُمْ۔ مضاف مضاف الیہ ضمیر ھُمْ مشرکین کی طرف راجع ہے۔ یعنی وہ معبودانِ باطل ان کی (مشرکین کی) مدد کی طاقت نہیں رکھتے۔ مدد نہیں کر سکتے۔ ای لا تقدر الھتھم علیٰ نصرھم۔

= وَھُمْ لَھُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ۔ مُحْضَرُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ وہ لوگ جن کو حاضر کیا جائے گا۔

اس جملہ کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں:۔

(۱) صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں:۔

(ا) کفار اپنے معبودوں کے لئے فریق بنے ہوئے دنیا میں ان کی حفاظت کرتے ہیں اور ان کی نگرانی کے لئے تیار رہتے ہیں باوجودیکہ وہ معبودان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے اور نہ کسی شر سے ان کو بچاتے ہیں۔ یعنی ھُمْ ضمیر مشرکین کی طرف اور لَھُمْ معبودان باطل کی طرف راجع ہے۔

جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ، موصوف وصفت متعلق ھُمْ ہے۔

(ب) بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن کافروں کے معبودوں کو طلب کیا جائے گا اور ان کے ساتھ ان کے پرستاروں کو بھی لایا جائے گا گویا وہ سب ایک فوج ہوں گے جن کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔

اس صورت میں جند محضرون معبودان باطل کے متعلق ہے!

(۲) صاحب کشاف لکھتے ہیں:۔

(ا) وہ اپنے معبودانِ باطل کے لئے (دنیا میں) ایک حاضر خدمت فوج بنے رہتے ہیں ان کی حفاظت و خدمت کے لئے۔ اور یہ معبودان باطل ہیں کہ ان کو مدد کرنے کی استطاعت اور قدرت ہی نہیں۔ ھُمْ ضمیر مشرکین کی طرف لَھُمْ ضمیر معبودان باطل کی طرف راجع ہے!

(ب) کہ مشرکین ان کو اپنا معبود اس لئے اختیار کرتے ہیں کہ وہ قیامت کے روز اللہ کے ہاں ان کی مدد کریں گے اور شفاعت کریں گے لیکن حقیقت الامر اس کے خلاف ہے قیامت کے روز یہ (اٰلِهَةً هُمْ) اپنے پرستاروں (لهم) کے سامنے اکٹھے کرکے لائے جائیں گے تاکہ ان کے عذاب کو دیکھیں جو اس روز دوزخ میں جھونکے جائیں گے۔

(۳) تقریبًا صاحب روح المعانی رقمطراز ہیں:۔

(هُمْ) للاٰلهة وضمیر (لهم) للمشرکین ای وان الاٰلهة معدّون لهم محضرون لعذاب اولئك المشرکین یوم القیامة لانهم یجعلون وقود النار هم ضمیر اٰلهة کی طرف اور لهم میں ضمیر هم مشرکین کی طرف راجع ہے یعنی معبود ان باطل قیامت کے روز مشرکین کے عذاب کو دیکھنے کے لئے حاضر کئے جائیں گے کیونکہ وہ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔

یا محضرون عند حساب الکفرة اظهارًا لعجزهم واقناطًا للمشرکین عن شفاعتهم یعنی معبودان باطل کو کفار کے حساب کے وقت حاضر کیا جائے گا۔ ان کی بے بسی کو ظاہر کرنے کے لئے اور ان کی شفاعت کے بارہ میں مشرکین کی مایوسی کے اظہار کے لئے۔

(۴) وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ۔ واؤ حالیہ ہے۔ هُمْ (الهة) کی طرف راجع ہے اور لَهُمْ مشرکین کی طرف راجع ہے۔

ای الاصنام جند للعابدین اکّدها بانهم لا یستطیعون نصرهم حال ما یکونون جند لهم ومحضرون لنصرتهم، اصنام (بت) اپنے پوجنے والوں کی فوج (ہیں) اور اس کی تاکید ہے کہ وہ ان کی مدد نہیں کر سکتے۔ خواہ وہ ایک پوری فوج ہوں اور ان کی مدد کے لئے آحاضر ہوں۔ (رازی) علاوہ ازیں اور بھی متعدد اقوال ہیں۔

۳۶ : ۷۶ — فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ میں الفاء للسببیة۔ ای اذا کان هذا حالهم مع ربهم عزوجل فلا تحزن بسبب قولهم علیك۔ جب کا اپنے رب عزوجل کے ساتھ یہ حال ہے تو اپنے متعلق ان کی باتوں سے رنجیدہ خاطر مت ہوں۔

لا یحزنك فعل نفی واحد مذکر غائب ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ حزن مصدر (باب نصر) سے۔ تجھے غمگین نہ کرے۔

قَوْلُهُمْ مضاف مضاف الیہ لا یحزن کا فاعل۔ ان کا قول۔ ان کا کہنا۔ (کہ آپ

شاعر ہیں)

== مَا یُسِرُّوْنَ: مَا موصولہ ہے یُسِرُّوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِسْرَارٌ (افعال) مصدر۔ جو کچھ وہ چھپاتے ہیں۔

== مَا یُعْلِنُوْنَ۔ مَا موصولہ یُعْلِنُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِعْلَانٌ (افعال) مصدر سے جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ جو وہ علانیہ کرتے ہیں۔

۳۶: ۷۷ == اَوَلَمْ یَرَ: میں ہمزہ استفہام انکاری ہے اور تعجب کے لئے ہے۔ واؤ عاطفہ ہے اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ مقدرہ پر ہے۔

ای الم یتفکر الانسان ولم یعلم انا خلقنہ من نطفۃ۔ کیا انسان نے غور نہیں کیا اور نہیں جانا کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا ہے۔

== فَاِذَا ھُوَ۔ فاء تعقیب کا ہے اور اذا مفاجاتیہ ہے۔ سو وہ یکایک:

== خَصِیْمٌ۔ خَصْمٌ سے بروزن فعیل مبالغہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔

بہت جھگڑا کرنے والا۔ کثیر المخاصمت، سخت جھگڑالو۔ اس کی جمع اَخْصَامٌ۔ خُصَمَاءُ۔ خُصَمَانٌ ہے۔

== مُبِیْنٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر، کھلا، صریح۔ ظاہر۔ ظاہر کرنے والا۔ اِبَانَۃٌ (افعال) مصدر۔ بین مادہ ابواب: افعال (ابانۃ) تفعیل (تبیین) تفعل (تَبَیُّنٌ) سے لازم و متعدی ہر دو طرح مستعمل ہے۔ یعنی ظاہر ہونا۔ ظاہر کرنا۔

فاذا ھو خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ (یعنی ہم نے اسے ایک حقیر بدبودار قطرۂ منی سے پیدا کیا۔ اور اب یہ اپنی وقعت کو یک لخت بھول کر) ایک صریح جھگڑالو بن کر کھڑا ہو گیا ہے

۳۶: ۷۸ == وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا۔ ضَرَبَ مَثَلًا۔ مثال بیان کرنا۔ لَنَا ہمارے لئے۔ ہمارے بارے میں۔ وہ ہمارے بارے میں ایک مثال بیان کرتا ہے (وہ مثال آگے آتی ہے: قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ)

== نَسِیَ۔ ماضی واحد مذکر غائب، نِسْیَانٌ مصدر سَمِعَ سے۔ وہ بھول گیا۔ اس نے بھلا دیا ہے۔

== خَلْقَہٗ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر نَسِیَ کا مفعول ہے۔ اپنی خلقت، اپنی پیدائش

== رَمِیْمٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے واحد مذکر رَمَّ یَرِمُّ (ضَرَبَ) رِمَّۃٌ و رَمِیْمٌ سے۔ ہڈی کا بوسیدہ ہونا۔ اس کی جمع اَرِمَّاءُ اور رِمَامٌ ہے رَمِیْمٌ بمعنی استخوان

بوسیدہ ۔ گلی ہوئی ہڈی ۔ مؤنث کے لئے بھی رَمِیْمٌ ہی استعمال ہوتا ہے ۔

آیت سابقہ اور آیت ہذا کا مطلب یہ ہے کہ :۔

کیا انسان اس حقیقت کو نہیں جانتا کہ ہم نے اس کو ایک نطفہ سے پیدا کیا ہے (اور اس کی یہ جرات کہ یک دم کھلم کھلا اور بے باک جھگڑالو بن گیا ہے اور طرح طرح کے اعتراضات گھڑ رہا ہے) وہ ہمارے بارے میں ایک مثال بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرسکتا ہے حال یہ ہے کہ وہ اپنی خلقت کو بھول بیٹھا ہے (کہ ہم اسے عدم سے ایک حقیر قطرۂ منی سے کیسے وجود میں لائے) اگر وہ یہ نہ بھولتا تو ایسی حماقت و گستاخی نہ کرتا کیونکہ جو ذات ابداء پر قادر رہے وہ اعادہ پر اور زیادہ قادر ہے ۔

اَلْاِنْسَانُ سے بعض نے ایک مخصوص آدمی لیا ہے بعض کے نزدیک یہ شخص عاص بن وائل ہے بعض کے نزدیک ابی بن خلف جمحی مراد ہے ۔ لیکن صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ کفار قریش کی ایک جماعت جس میں ابی بن خلف الجمی، ابوجہل، عاص بن وائل، ولید بن مغیرہ شامل تھے باتیں کر رہے تھے کہ ابی بن خلف نے کہا کہ کیا تمہیں علم ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے گا ۔ لات و عزیٰ کی قسم میں ان سے بات کرتا ہوں چنانچہ وہ ایک بوسیدہ ہڈی لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اللہ اس ہڈی کو جب کہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہے دوبارہ زندہ کردیگا ؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ہاں ! اور وہ تم کو بھی دوبارہ زندہ کرے گا اور دوزخ میں ڈالے گا ۔

بہرکیف اس کا اطلاق ہر اس انسان پر ہے جو لبعث بعد الموت پر شک کرتا ہے ۔

۳۶ : ۹ ۔ ۷ = قُلْ : ای قُلْ یا مُحَمَّدُ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہئے یا جواب دیجئے ۔

= یُحْیِیْھَا ۔ یُحْیِیْ مضارع واحد مذکر غائب اِحْیَاءٌ (افعال) مصدر، وہ زندگی دیتا ہے ۔ وہ زندہ کردیتا ہے ۔ وہ جان ڈال دیتا ہے ۔

ھَا ضمیر واحد مذکر غائب اس کا مرجع العظام ہے ۔ وہ زندہ کردے گا ان ہڈیوں کو ۔

= اَنْشَاَھَا ۔ اَنْشَاَ ماضی واحد مذکر غائب ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع بھی العظام ہے (جس نے) ان کو پیدا کیا تھا ۔

= اَوَّلَ مَرَّۃٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ پہلی بار۔ پہلی مرتبہ۔
مَرَّۃٌ ایک بار۔ اس کی جمع مِرَارٌ و مَرَّاتٌ ہے۔
= وَھُوَ، میں واؤ حالیہ ہے۔
= کُلِّ خَلْقٍ مضاف مضاف الیہ (کُلِّ حرف جار بآء کی وجہ سے مجرور ہے)
خَلْقٍ بمعنی مخلوق۔ کُلِّ خَلْقٍ۔ ہر قسم کی مخلوق، تمام مخلوقات
وَھُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ وہ سب طرح پیدا کرنا خوب جانتا ہے، یعنی مخلوقات کی تفصیل اور کیفیتِ تخلیق کو خوب جانتا ہے۔ اور اجسام کے منتشر و متفرق اجزاء کے اصول، مواقع اور امتیاز کے طریقوں اور سابق کے طرز پر ان کو باہم جوڑنے اور گذشتہ اعراض اور قوتوں کو لوٹا کر لانے یا از سرِ نو پیدا کرنے سے بخوب واقف ہے۔

۳۶: ۸۰ = الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ۔ سبز درخت، ہرا بھرا درخت، موصوف و صفت
= فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْہُ تُوْقِدُوْنَ۔ اور پھر تم اس سے (اور آگ) سلگا لیتے ہو۔ مِنْہُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الشجر الاخضر ہے تُوْقِدُوْنَ مضارع۔ جمع مذکر حاضر۔ تم آگ سلگاتے ہو، تم آگ روشن کرتے ہو۔
اِیْقَادٌ (افعال) مصدر۔ وَقْدٌ مادہ۔ وُقُوْدٌ ایندھن کی لکڑیاں جن سے آگ جلائی جائے۔ آگ کا شعلہ۔

الشجر الاخضر سے آگ کے مہیا ہونے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں!
(۱) اللہ تعالیٰ کسی چیز کی ہیئت کو منقلب کرسکتا ہے " فرمایا کہ تم غور کرو کہ پانی سے میں نے درخت اگائے جو سرسبز و شاداب ہرے بھرے اور پھل دار ہوئے۔ پھر وہ سوکھ گئے اور ان کی لکڑیوں میں سے میں نے آگ نکالی۔ کہاں وہ تری اور ٹھنڈک اور کہاں یہ خشکی اور گرمی بس مجھے کوئی چیز بھاری نہیں" (ابن کثیر)
(۲)۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے مرخ اور عفار کے درخت ہیں جو حجاز میں ہوتے ہیں ان کی سبز ٹہنیوں کو آپس میں رگڑنے سے چقماق کی طرح آگ نکلتی ہے" (ابن کثیر)
اس سلسلہ میں علامہ عبد اللہ یوسف علی نے لین Lane کی لغات العربیہ سے نقل کیا ہے!
فولاد کو چقماق پر مار کر آگ جلانے سے زیادہ پرانا اور قدیم طریقہ درخت کی ٹہنیوں کو ایک دوسرے سے رگڑ کر آگ حاصل کرنے کا ہے"، برٹش انسائیکلوپیڈیا چودھواں ایڈیشن

جلد ۹ کے صفحہ ۲۶۲ پر ایک تصویر ہے جس میں برٹش گی آنا کے لڑکے دکھاتے گئے ہیں جو زمین پر بیٹھے ہوئے، ایک لکڑی کے بڑے ٹکڑے میں ایک گول سوراخ میں آگ لینے کے لئے ایک لکڑی کے ڈنڈے کو رگڑ رہے ہیں۔

عرب ایک چوبی آلہ استعمال کرتے تھے جس کو زناد کہتے ہیں یہ دو ٹکڑوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ [illegible] اوپر والا حصہ عفار یا زند کہلاتا تھا اور زیریں حصہ کو مرخ کہتے تھے۔ مرخ [illegible] شاخ تھی جو پھیلاؤ کے رخ زیادہ بڑھتا ہے۔ اسے CYNANCHUM VIMINALE کہتے ہیں اس کی شاخیں بغیر پتوں اور کانٹوں کے [illegible] تو تیز ہوا چلنے سے رگڑ کھا کر آگ دیتی ہیں۔

۳۶ : ۸۱ = اَوَلَیْسَ الَّذِیْ ... ہمزہ استفہام انکاری ہے واؤ عاطفہ ہے جملہ مابعد کا عطف جملہ مقدرہ ماقبل پر ہے:۔

ای اَلَیْسَ الَّذِیْ اَنْشَاَھَا اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَلَیْسَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا وَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ؕ

= مِثْلَھُمْ۔ ان جیسا۔ ان کی طرح۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب منکرین حشر کی طرف راجع ہے۔ مراد یہ ہے کہ جس ذات عالی صفات نے آسمانوں اور زمین کو جن کا جثہ وجسامت جن کی عظمت وشان، جن کی گہرائیاں اور وسعتیں بے حد وحساب ہیں۔ پیدا کیا۔ وہ ان جیسی حقیر بے وقعت اور کمتر مخلوق کو (دوبارہ) پیدا نہیں کر سکتا؟

= بَلٰی۔ ہاں۔ الف اس میں اصلی ہے بعض کہتے ہیں کہ زائد ہے۔ اصل میں بَلْ تھا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ تانیث کے لئے ہے کیونکہ اس کا امالہ ہوتا ہے (امالہ۔ مائل کرنا۔ [میل مادہ) علم صرف کی اصطلاح میں فتحہ کو کسرہ کی طرف اور الف کو یاء کی جانب بہت زیادہ مائل کرنا ادا کرنا مثلاً بَلٰی کو بَلٰے یا کو کھینچ کر پڑھنے جیسے مَجْرٖھَا میں۔

بَلٰی کا استعمال دو جگہ پر ہوتا ہے۔

(۱) ایک تو نفی ماقبل کی تردید کے لئے جیسے زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ (۶۴ : ۷) کافر لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے! تو کہہ دے کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا!

(۲) دوسرے یہ کہ اس استفہام کے جواب میں آئے جو نفی پر واقع ہو جیسے اَلَیْسَ زَیْدٌ

بِقَائِمٍ (کیا زید کھڑا نہیں) اور جواب میں کہا جائے بَلٰی۔ یا استفہام توبیخی ہو جیسے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ (۷۵: ۳-۴) کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی (بکھری ہوئی) ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے؟ کیوں نہیں (ضرور کریں گے) بلکہ ہم قدرت رکھتے ہیں کہ اس کا پور پور درست کر دیں۔ (لغات القرآن)

آیت ہذا میں بَلٰی انہیں معنی میں آیا ہے۔

= اَلْخَلّٰقُ ۔ خَلْقٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے بہت بڑا خالق۔ ایک مخلوق کے بعد دوسری مخلوق پیدا کرنے والا۔

= اَلْعَلِیْمُ ۔ عِلْمٌ سے بروزن فعیلٌ ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ خوب جاننے والا۔ اصل علم کو جاننے والا۔ تمام ممکنات کو خوب جاننے والا۔

۳۶: ۸۲ = اِنَّمَا ۔ بے شک، تحقیق، سوائے اس کے نہیں۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور مَا کافہ ہے (جو حصر کے لئے آتا ہے اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے۔ اور یہ مَا اِنَّ ۔ کَاَنَّ ۔ لٰکِنَّ پر بھی آتا ہے اور یہی عمل کرتا ہے)

= اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا ۔ ای اذا اراد ایجاد شئی من الاشیاء یعنی جب وہ کسی شے کو وجود میں لانے کا ارادہ کرتا ہے۔

= اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ ۔ میں اَنْ مصدریہ ہے لَهٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب اس شے کی صورت کی طرف راجع ہے جو حق تعالیٰ کے علم میں ہوتی ہے یَقُوْلُ سے مراد وہ بولنا نہیں جو ہم زبان اور لب کی مخصوص جنبش سے ادا کرتے ہیں۔ اس بولنے کی کیفیت اصلی کیا ہوتی ہے وہ انسانی سوچ اور فکر سے ماوراء ہے۔

= کُنْ ۔ ہو جا۔ فعل امر واحد مذکر غائب۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ حروف کَ اور نَ فی الواقع ہماری طرح کی آواز میں بولے جائیں۔ اور نہ ہی ان حروف کا فی الواقع ادا کرنا ضروری ہے وہ تو محض حکم ہے جو وہ خود ہی جانتا ہے کیسے دیا جاتا ہے۔

= فَیَکُوْنُ ۔ الفاء للمفاجاۃ ۔ یا عاطفہ سببیہ ہے۔ پس وہ فی الفور ہو جاتا ہے۔

اِذَآ اَرَادَ ..... فَیَکُوْنُ ۔ محض انتہائی سرعتِ تکوین کا بیان ہے۔

۳۶: ۸۳ = فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ ۔ سُبْحٰنَ مصدر ہے یہ فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے۔ الفاء للسببیۃ ۔ یعنی جب تم کو معلوم ہو گیا کہ وہ ایک حقیر بوند سے انسان کو پیدا کر سکتا ہے اور

بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ زندگی عطا کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور جب وہ کسی چیز کو کرنا چاہتا ہے تو حکم کرتا ہے ہو جا۔ تو وہ فی الفور ہو جاتی ہے۔ تو اب اس خدا کی پاکی بیان کرو جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے۔

= بِیَدِہٖ۔ با، حرف جر یدٌ مجرور۔ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ ہٖ کا مرجع اسم موصول الَّذِیْ ہے۔ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ پس پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہے (مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ)

= مَلَکُوْتُ۔ اصل میں مَلَکٌ۔ مَلَکَ یَمْلِکُ (ضَرَبَ) سے مصدر ہے واوٗ اور تاء کو مبالغہ کے لئے بڑھا دیا گیا ہے۔

اقتدار کامل۔ مکمل غلبہ۔ حکومت حقیقیہ۔

یہ لفظ بقول امام راغبؒ اللہ تعالیٰ کی مِلک (ملکیت) کے ساتھ مخصوص ہے

= تُرْجَعُوْنَ،، مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، رَجْعٌ (باب ضرب) سے مصدر۔ تم لوٹائے جاؤ گے۔ تم پھیرے جاؤ گے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۳۷) وَالصّٰفّٰتِ مَکِّیَّۃٌ (۵۶)

۳۷: ۱ = وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا۔ واؤ قسم کے لئے ہے۔ لغات القرآن میں اُقْسِمُ کے محاذ قسم کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

میں قسم کھاتا ہوں۔ اِقْسَامٌ سے جس کے معنی قسم کھانے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ یہ دراصل قَسَامَۃٌ سے ماخوذ ہے۔ قسامۃ وہ قسمیں ہیں جو مقتول کے ولیوں کو دی جاتی ہیں (پھر مطلق قسم کے معنی میں استعمال ہونے لگا)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں:۔

(۱) اپنی ذات مقدسہ کی۔

(۲) اپنے افعال حکیمانہ کی۔

(۳) اپنی مخلوق کی۔

مخالفین جو قرآن مجید پر اعتراض کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ نے قسمیں کیوں کھائی ہیں؟ یہ اعتراض طرح طرح کی رنگ آمیزیوں کے ساتھ مختلف طور پر دہرایا جاتا رہتا ہے لیکن قسم کی حقیقت اور اس کی تاریخ پر ذرا غور وفکر کی زحمت گوارا کی جاتی تو یہ عقدہ خود بخود حل ہو جاتا۔

اصل میں قسم کا استعمال ابتداءً اس طرح شروع ہوا کہ جب کوئی اہم واقعہ بیان کیا جاتا تو اس کی صحت اور تصدیق کے لئے کسی شخص کی گواہی پیش کی جاتی۔ یہی طریقہ جب بڑھنے لگا۔ تو انسان کے علاوہ حیوانات اور جمادات کی شہادت بھی معرض ثبوت میں آنے لگی۔ مثلاً ہم خود اپنی زبان میں کہتے ہیں کہ در و دیوار اس بات پر شاہد ہیں۔ آسمان وزمین اس امر پر گواہ ہیں، اس نے جنگ میں جس جانبازی کے جوہر دکھائے میدان جنگ اس کی گواہی دے سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ عربی زبان میں اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ اس قسم کی شہادتوں کے پیش کرنے

سے اصلی غرض یہ ہوتی ہے کہ یہ چیزیں زبان حال سے اس کی شاہد ہیں۔ یعنی اگر ان میں [illegible] بھی بولنے کی سکت ہوتی تو ضرور کہہ اٹھتیں کہ ہاں یہ واقعہ سچ ہے۔

یہی طریقہ آگے چل کر قسم کے معنی میں مستعمل ہونے لگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں شہادت کا لفظ قسم کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ سورۃ منافقون میں ارشاد ہے:۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً (۶۳: ۱-۲) منافقین جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ بے شک تو اللہ کا رسول ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بے شک تو اس کا رسول ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ شہادت دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا رکھا ہے۔

آیت مذکور میں منافقین کے الفاظ میں قسم کا کوئی لفظ مذکور نہیں ہے صرف شہادت کا لفظ مذکور ہوا ہے قرآن مجید نے اس شہادت کو قسم قرار دیا ہے اسی کا اثر ہے کہ آج ہم بھی اپنی زبان میں قسم کھاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ "اللہ جانتا ہے"، "خدا گواہ ہے"۔ خدا شاہد ہے۔ عربی زبان نے جب وسعت اختیار کی تو بعض حروف قسم کے ساتھ خاص ہو گئے۔ جیسے واؤ۔ ب۔ ت۔ وَاللّٰهِ۔ بِاللّٰهِ۔ تَاللّٰهِ

اور کہیں صاف لفظ قسم ہوتا ہے اور کبھی لَا کے ساتھ آتا ہے (یہ لا تاکید کے لئے ہوتا ہے) لَآ اُقْسِمُ۔ اور کبھی جملہ پر لام لا کر قسم کھائی جاتی ہے جیسے لَعَمْرُكَ۔

اب قسم کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے ایک یہ کہ جب کوئی چیز بیان کی جائے تو اس کے ثبوت پر کوئی شہادت پیش کی جائے خواہ وہ شہادت ذی روح کی ہو یا غیر ذی روح کی ہو۔ بزبانِ حال ہو یا بزبان قال۔

دوسرے یہ کہ کسی چیز کی توثیق و ثبات کے لئے کسی عظیم الشان شے یا کسی عزیز چیز کی قسم کھائی جائے یہ دوسرے معنی قسم کے حقیقی معنی نہیں ہیں بلکہ مجازی ہیں، جو بعد میں چل کر پیدا ہو گئے۔

قرآن مجید میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کے لئے قسم کا لفظ آیا ہے پہلے معنی کے لحاظ سے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہایت کثرت سے شمس و قمر، لیل و نہار۔ ابر و باد۔ کوہ و صحرا۔ چرند پرند۔ دریا و سمندر۔ غرض جا بجا تمام مظاہر قدرت کی نسبت آیت کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی نشانی کے ہیں۔ جن چیزوں کو اکثر مواقع پر آیات کے لفظ سے تعبیر کیا ہے انہی کی جا بجا قسم بھی کھائی ہے جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ تمام چیزیں اس کے وجود اور عظمت اور شان پر شہادت دے رہی ہیں

اور اس کی قدرت پر گواہ ہیں۔

= الصّٰفّٰتِ ۔ پرا باندھے۔ صف بستہ۔ صف باندھنے والیاں۔ پر کھولے ہونے۔ صَفٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث۔ صَافَّۃٌ کی جمع۔ صَفًّا مفعول بہ ہے اور مفرد بمعنی جمع آیا ہے ای الصّٰفّٰتِ صفوفھا۔ اپنی صفیں باندھنے والیاں۔ یا یہ مصدر مؤکدہ ہے۔

۳۷:۲ = فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۔ فَ تعقیب کا ہے۔ زَاجِرَات اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث ہے ڈانٹنے والیاں۔ الزَّجْرُ اصل میں آواز کے ساتھ دھتکارنے کو کہتے ہیں جیسے فَاِنَّمَا ھِیَ زَجْرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ (۷۹: ۱۳) اور قیامت تو ایک ڈانٹ ہے،

پھر کبھی یہ صرف دھتکار دینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی آواز کے لئے۔

زَجْرًا مصدر مؤکدہ ہے

۳۷: ۳ = فَالتّٰلِیٰتِ ذِکْرًا ۔ فَ تعقیب کا ہے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث تِلَاوَۃٌ سے (باب نصر) مصدر سے۔ ذکر سے مراد ذکر اللہ ہے۔ یعنی ذکر اللہ کی تلاوت کرنے والیاں ذِکْرًا منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔ اور تنکیر تفخیم کے لئے ہے۔

فائدہ نمبر۱ آیات ۲ و ۳: میں فَ تعقیب وجود کے لئے ہے۔ یعنی پہلے صف بستہ ہوتے ہیں۔ پھر زجر کرتے ہیں۔ پھر تلاوت کرتے ہیں۔ صف بندی بجائے خود صفتِ کمالیہ ہے۔ پھر شر سے باز داشت کرنی اور خیر کی طرف چلانا صفتِ اوّل کی تکمیل ہے! اور تلاوتِ ذکر فیض رسانی کا درجہ رکھتی ہے۔ یا عطف صرف ترتیب و ترقی کے لئے ہے جیسے آیت ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَۃِ (۹۰: ۱۷) میں عطف صرف ترتیب و ترقی کے لئے ہے (تفسیر مظہری)

فائدہ: (۲) تینوں جملوں (آیات ۱-۲-۳-) میں حرف عطف کا لانا ذوات یا صفات کے اختلاف پر دلالت کرتا ہے (معطوف معطوف علیہ میں تغایر ضروری ہے اس لئے مذکورہ فقروں میں یا تو ذوات کا اختلاف ہے یا صفات کا۔ صف بستہ ہونا اور زجر کرنا اور تلاوتِ ذکر کرنا۔ تینوں صفات جدا جدا ہیں) (ایضًا)

فائدہ (نمبر۳) آیات ۱-۲-۳- میں الصّٰفّٰتِ ۔ الزّٰجِرٰتِ ۔ التّٰلِیٰتِ کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

(۱) ان سے مراد ملائکہ ہیں جو (مقام عبدیت میں نمازیوں کی صفوں کی طرح) صف بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ یا پر پھیلائے اللہ تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں کھڑے رہتے ہیں اور جو تکوینی امور کی تکمیل

کے لئے مقرر ہیں اور ہوا۔ بادل، بارش، مہر و ماہ، کواکب و سیارے وغیرہ پر متعین ہیں اور حکم خداوندی کے مطابق ان کو چلانے کے لئے ان کو روکنے اور چلانے پر، ان پر زجر و توبیخ سے حکم ماننے پر مجبور کرنے کے لئے مقرر ہیں۔ اور وہ فرشتے جو ذکر اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور ان آیات کو تلاوت کرتے رہتے ہیں جو آسمانی کتب میں انبیاء پر نازل کی گئی ہیں۔

الصّٰفّٰتِ ۔ اَلزّٰجِرٰتِ ۔ اَلتّٰلِیٰتِ تینوں اسم فاعل جمع مؤنث کے صیغے ہیں ۔ اور یہ الملئکۃ کی رعایت لفظی کی وجہ سے بصیغہ تانیث آئے ہیں ورنہ ملائکہ تذکیر و تانیث سے مبرا ہیں۔

(۲) الصّٰفّٰتِ، الزّٰجِرٰتِ، اَلتّٰلِیٰتِ ۔ سے مراد نفوس علماء ہیں کہ نمازوں میں صف بستہ ہوتے ہیں دلائل کی روشنی میں کفر و معاصی سے روکتے ہیں اور آیاتِ رب کی تلاوت کرتے ہیں ۔

(۳) ان سے مراد جہاد فی سبیل اللہ میں قائدین کے گروہ ہیں جو میدانِ رزم میں صفیں باندھ کر نکلتے ہیں، جو آگے بڑھ کر کفار پر حملہ کرنے کی غرض سے اپنے گھوڑوں اور دشمنوں کو زجر کرتے ہیں اور میدانِ جنگ میں بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور یادِ خدا سے غافل نہیں ہوتے

۳۷: ۴ = اِنَّ اِلٰـهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۔ یہ جملہ جواب قسم میں ہے جو سابقہ تین آیات میں اٹھائی گئی ہیں۔ اِنَّ حرف مشبہ بفعل۔ اِلٰـهَكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر اسم اِنَّ۔ لَوَاحِدٌ خبر اِنَّ ۔ کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ منصوب بوجہ عمل اِنَّ ۔

۳۷: ۵ = رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۔ یہ اِنَّ کی خبر ثانی ہے یا وَاحِدٌ کا بدل ہے۔ یعنی اور وہ ان آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، ان سب کا پروردگار ہے ۔

یا اللہُ وَاحِدٌ وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا ...... اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا پروردگار ہے ۔

= وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۔ اس کا جملہ سابقہ پر عطف ہے اور وہ مشرقوں کا پروردگار ہے اَلْمَشَارِقُ صیغہ جمع اختلاف مطالع کے اعتبار سے ہے ہر روز طلوع آفتاب کا زاویہ دوسرے دن سے کچھ نہ کچھ مختلف ہوتا ہے اور اس طرح سال کے ۳۶۵ مشرق ہوئے ۔ اس طرح ۳۶۵ مقامات مغرب ہوں گے محض مشارق پر اکتفاء کر کے مراد دونوں سے لیتے ہیں ۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ :- انہ اکتفی بذکر المشارق کقولہ تَقِيْكُمُ

الْحَرَّ (۱۶: ۸۱) یعنی اس نے المشارق پر ہی اکتفا کیا ہے جیسا کہ آیت وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ میں۔ آیت کا ترجمہ ہے:

اور تمہارے لئے وہ پیراہن بنائے (از قسم قمیص) جو تم کو گرمی سے بچاتے ہیں (حالانکہ پیراہن گرمی اور سردی دونوں سے بچاتے ہیں)

ویسے قرآن مجید میں بِرَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (۷۰: ۴۰) آیت رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ (۵۵: ۱۷) تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ مَشْرِقَيْنِ سے مراد جاڑے اور گرمی کی فصلوں میں سورج کے طلوع ہونے یا غروب ہونے کا آخری مقام (ان دونوں کے مابین طلوع یا غروب ہونے کے باقی سارے مقامات بھی آگئے)

مشرق، مشرقین، مشارق کی تشریح کرتے ہوئے صاحب المفردات امام راغبؒ لکھتے ہیں اَلْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ جب مفرد ہوں تو ان سے شرقی اور غربی جہت مراد ہوتی ہے اور جب تثنیہ ہوں تو موسم سرما اور گرما کے دو مشرق اور دو مغرب مراد ہوتے ہیں! اور جب جمع کا صیغہ ہو تو ہر روز کا مشرق اور مغرب مراد ہوتا ہے۔

۳۷: ۵ = زَيَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم تَزْيِينٌ (تفعیل) مصدر ہم نے زینت دی۔ ہم نے سنوارا۔ ہم نے رونق دی۔

= السَّمَاءَ الدُّنْيَا۔ موصوف وصفت مل کر مفعول ہے زَيَّنَّا کا نزدیک کا آسمان یعنی وہ آسمان جو بنسبت دوسرے آسمانوں کے زیادہ قریب ہے۔ دُنْيَا اَدْنٰی سے اسم تفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے!

= بِزِيْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ، نون قطنی ہے اَلْكَوَاكِبِ بدل ہے زِيْنَةٍ سے اگر اضافت سے پڑھا جائے تو زینۃ الکواکب اضافت بیانیہ ہے۔

ہم نے آسمان دنیا کو سجایا ہے زینت کے ساتھ یعنی ستاروں سے یا ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں کے سنگھار سے سجایا ہے! (یہاں ایک حسی اور بدیہی امر کی طرف اشارہ ہے علم الافلاک کی یہاں کوئی بحث نہیں ہے بادی النظر میں نیلے آسمان کے پس منظر میں چمکتے ہوئے ستارے وجہ تزیین وآرائش ہی معلوم ہوتے ہیں۔

فکان اجرام النجوم لوامعا۔ درر نثرن علی بساط ازرق

(اجرام فلکی جھلملاتے ہوئے موتی ہیں جو آسمان کی نیلی بساط پر بکھرے ہوئے ہیں)

= وَحِفْظًا واؤ عاطفہ ہے حفظًا مصدر ہے منصوب بوجہ مفعول مطلق ہے

جس کا فعل محذوف ہے ای حَفِظْنَا هَا حِفْظًا۔ یا باعتبار معنی یہ معطوف ہے اور اس کا عطف نا بینہ پر ہے اس معنی میں یہ مفعول لہٗ ہے کاَنَّہٗ قیل: اناخلقنا الکواکب زینۃ للسماء وحفظا لھا (بے شک ہم نے ستاروں کو آسمان کے لئے زینت اور باعث حفاظت پیدا کیا ہے۔

— مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ۔ من حرف جار ہے کل افرادی ہے جو ہمیشہ نکرہ مفردہ کی طرف مضاف ہوتا ہے جس کا ترجمہ ہوتا ہے ہر ایک: شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ، ہر سرکش شیطان سے۔ یہ جملہ حفظاً سے متعلق ہے۔

مَارِدٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے اس کی جمع مَرَدَةٌ ومُرَّادٌ ہے مَرد مادہ ہے مَارِدٌ بمعنی سرکش۔ شریر۔ مَرَدَ يَمْرُدُ (باب نصر) مُرُوْدٌ مصدر سے ہے شَيْطٰنٌ مَّارِدٌ۔ سرکش، شریر شیطان۔

مَرَدَ کے ساتھ جب عَلٰی صلہ کے طور پر آئے تو استمرار، ہمیشگی اور عادی ہونے کا مفہوم پیدا ہوتا ہے جیسے وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (٩: ١٠١) اور مدینہ کے رہنے والوں میں سے بعض نفاق پر اڑ گئے ہیں یعنی جم گئے ہیں۔

اسی مادّہ مرد سے باب سمع سے مَرِدَ يَمْرَدُ مَرَدًا و مُرُوْدَةٌ کے معنی ہیں بے ریش ہونا۔ اور مَرِدَ الْغُلَامُ: اذا طر شاربه و بلغ خروج لحيته وَلَمْ تَبْدُ۔ جب لڑکے کی مونچھیں بھیگ جائیں۔ اور وہ ڈاڑھی نکلنے کے قریب پہنچ جائے لیکن ابھی ڈاڑھی ہویدا نہ ہوئی ہو۔ رَجُلٌ اَمْرَدُ بے ریش آدمی اس کی مؤنث مَرْدَاءُ ہے اور جمع مُرْدٌ ہے۔ شَجَرَةٌ مَرْدَاءُ۔ بے پتہ درخت۔ حدیث شریف میں ہے اھل الجنۃ کلھم مُرْدٌ۔ اہل جنت سب کے سب بے ریش نوجوان ہوں گے۔

اور اسی مادہ سے باب تفعیل سے مَرَّدَ يُمَرِّدُ تَمْرِيْدٌ ہے اور مَرَّدَ الشَّيْءَ کسی چیز کو ہموار و صیقل کرنا۔ اور اسی سے مُمَرَّدٌ چکنا۔ ہموار۔ صاف ہے، قرآن مجید میں ہے قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ (٢٧: ٤٤) اس (حضرت سلیمانؑ) نے کہا۔ یہ تو ایک محل ہے شیشوں سے بنایا ہوا۔

٣٧: ٨ — لَا يَسَّمَّعُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب وہ کان نہیں لگا سکتے۔ وہ کان لگا کر سن نہیں سکتے۔ يَسَّمَّعُوْنَ اصل میں يَتَسَمَّعُوْنَ تَسَمُّعٌ (تفعّل

سے تھا۔ ت کو س میں مدغم کیا گیا ہے۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کُلِّ شَیْطٰنٍ (بمعنی الشیاطین) کی طرف راجع ہے۔

= اَلْمَلَاُ الْاَعْلٰی۔ اَلْمَلَاِ۔ اسم جمع معرف باللام مجرور۔ جماعت۔ اس سے مراد فرشتوں کی جماعت ہے یا ملائکہ کے سردار جن سے امور عالم کے انتظام کا تعلق ہے اس کے مقابلہ میں الملأ الاسفل یعنی جن وانس کی جماعت۔

= یُقْذَفُوْنَ: مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ قَذْفٌ مصدر (باب ضرب) ان پر (انگارے) پھینک کر مارے جاتے ہیں۔ ان پر پتھراؤ کیا جاتا ہے۔ ان پر دہکتے ہوئے شعلے مارے جاتے ہیں۔ وہ دھتکارے جاتے ہیں۔

اَلْقَذْفُ کے معنی پھینکنے کے ہیں۔ مثلاً فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ (۲۰: ۳۹) پھر تو اس کو دریا میں ڈال دے (پھینک دے)

اور بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَی الْبَاطِلِ (۲۱: ۱۸) بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں استعارہ کے طور پر کسی پاکدامن عورت پر زنا کا عیب لگانے کو بھی قذف کہتے ہیں۔

۳۷: ۹ = دُحُوْرًا۔ دَحَرَ یَدْحَرُ (فتح) کا مصدر ہے، بھگانا۔ ہانکنا۔ دھتکارنا۔ یُقْذَفُوْنَ کا مفعول لہٗ ہے وقذف کی علت، ای یُقْذَفُوْنَ لِلدُّحُوْرِ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ اُخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا (۷: ۱۸) نکل جا یہاں سے ذلیل اور دھتکارا ہوا۔

= عَذَابٌ وَّاصِبٌ۔ موصوف وصفت وَاصِبٌ اسم فاعل واحد مذکر وَصَبَ یَصِبُ (ضرب) وُصُوْبًا مصدر سے جس کے معنی ہیں دائم رہنا۔ یعنی ہمیشہ رہنے والا عذاب، دائمی عذاب۔

اسی مادہ سے وَصِبَ یَوْصَبُ وَصَبًا (سمع) بمعنی بیمار ہونا ہے۔

فائدہ: آیات ۸-۹- میں لَایَسَّمَّعُوْنَ۔ یُقْذَفُوْنَ اور لَهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب کُلِّ شَیْطَانٍ (بمعنی الشَّیٰطِیْن) (آیت ۷) کی طرف راجع ہے

۳۷: ۱۰ = اِلَّا مَنْ۔ اِلَّا۔ لَایَسَّمَّعُوْنَ کی واؤ سے استثناء متصل ہے اور مَنْ اس سے بدل ہے ای لا یسمع الشیطین الا الشیطنُ الَّذِی خَطِفَ الخطفة یعنی شیاطین (عالم بالا کی باتوں کو) کان لگا کر نہیں سن سکتے۔ اِلَّا مگر وہ شیطان (جو ان میں سے کچھ) لے ہی اڑے۔

= خَطِفَ (باب سمع) خَطْفَۃٌ وَخَطْفٌ مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اس نے اچک لیا۔ اَلْخَطْفَۃُ جھپٹا۔ عضو۔ جس کو درندہ جھپٹا مار کر جسم سے اتار لے جائے۔ یا انسان کسی زندہ جانور سے کاٹ لے۔

= اَلْخَطْفَۃَ۔ خَطِفَ یَخْطَفُ کا مصدر ہے نصب بوجہ مصدر کے ہے یا کہ بوجہ مفعول بہٖ ہونے کے۔

= فَاَتْبَعَہٗ۔ ہیں فَ تعقیب کا ہے اَتْبَعَ اِتْبَاعٌ (افعال) سے ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب مَنْ موصولہ کی طرف راجع ہے تو اس کے پیچھے لگ گیا۔

= شِہَابٌ ثَاقِبٌ۔ موصوف وصفت، شِہَابٌ کے معنی بلند شعلہ کے ہیں۔ خواہ وہ جلتی ہوئی آگ کا ہو یا فضا میں کسی عارضہ کی وجہ سے پیدا ہو جائے۔ اس کی جمع اَشْہُبٌ شُہُبٌ شُہْبَانٌ ہے۔

= ثَاقِبٌ۔ صیغہ اسم فاعل واحد مذکر۔ ثُقُوْبٌ مصدر۔ اَلثَّاقِبُ ستارہ روشن کہ جس چیز پر اس کی کرنیں پڑیں اس میں چھید کرتی یا رگذر جائیں۔

الثاقب اصل میں ثقبۃ سے ہے جس کے معنی سوراخ کے ہیں۔

شِہَابٌ ثَاقِبٌ ایک تیز روشن شعلہ۔

۳۷: ۱۱ = فَاسْتَفْتِہِمْ۔ اِسْتَفْتِ۔ اِسْتِفْتَاءٌ (استفعال) سے فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ الاستفتاء کے معنی الاستخبار عن امرٍ حدث۔ کسی نئے امر کے متعلق خبر دریافت کرنا۔ نوجوان کو فَتًی اس کی نئی نئی جوانی کے لحاظ سے کہتے ہیں۔

ہِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مشرکین مکہ کی طرف راجع ہے۔

خطاب یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ تو ان سے پوچھ۔ فَ فصیحت کا ہے اور تعقیب کا بھی ہو سکتا ہے۔

= اَشَدُّ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ سخت۔ زیادہ مضبوط۔ زیادہ مشکل۔

= خَلْقًا۔ منصوب بوجہ تمیز کے ہے۔ یعنی از وجہ پیدائش۔ بطور پیدائش۔

= اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا۔ اَمْ حرف عطف ہے بمعنی یا۔ مَنْ موصولہ ہے خَلَقْنَا اس کا صلہ یا وہ (دوسری مخلوق) جس کو ہم نے پیدا کیا ہے از قسم ملائکہ۔ جن۔ آسمان، زمین وَمَا بَیْنَہُمَا۔ سورج۔ چاند۔ ستارے۔ وغیرہ۔

= اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ ۔ میں ضمیر ھُمْ جمع مذکر غائب مشرکین مکہ کی طرف راجع ہے ۔
= طِیْنٍ لَّازِبٍ ۔ موصوف وصفت ۔ طِیْنٍ پانی میں ملی ہوئی مٹی کو کہتے ہیں گو اس پانی کا اثر زائل ہی کیوں نہ ہو جائے ۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاَوْقِدْ لِیْ یٰهَامٰنُ عَلَی الطِّیْنِ (۲۸ : ۳۸)
اے ہامان میرے لئے گارے کو آگ لگا کر (اینٹیں) پکا دو ۔ لَازِب اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی مقام پر شدت سے ثبت ہو جائے اور چمٹ جائے ۔ لَازِبٌ ۔ لَزُبٌ لَزُوْبٌ (باب کرم، نصر ضرب) سے اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے بمعنی چپکنے والا ۔ لیسدار ۔ لازم، جم جانیوالا ۔ طِیْنٍ لَّازِبٍ ۔ لیسدار گارا ۔ چیکنی مٹی ۔

۳۷ : ۱۲ = بَلْ ۔ صاحب روح المعانیؒ رقمطراز ہیں :-
کہ بَلْ اضراب کے لئے ہے ۔ لیکن علامہ پانی پتیؒ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں :-
بل ابتدائیہ ہے کلام سابق سے گریز کے لئے نہیں ہے بلکہ ایک مقصد سے دوسرے مقصد کی جانب انتقال مطلوب ہے ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار کی حالت بیان کرنا ہے ۔ یعنی ایک طرف تعجب اور دوسری طرف مذاق وتمسخر ۔

= عَجِبْتَ ۔ عَجِبَ یَعْجَبُ (سمع) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے تو نے تعجب کیا ۔ تو نے اچنبھا جانا ۔ یا بمعنی حال ۔ تو تعجب کرتا ہے ۔ تو اچنبھا جانتا ہے ۔
عَجَبٌ اس حالت کو کہتے ہیں کہ جو کسی غیر معمولی بات کو دیکھنے سے انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے ۔ عَجِیْبٌ میں بھی یہی حالت مراد ہوتی ہے ۔ لفظ عجب کا اطلاق صرف حالت پر مبنی ہی نہیں ہے بلکہ غیر معمولی چیز پر بھی ہوتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ (۱۰ : ۲) کیا یہ امر لوگوں کے لئے عجیب ہے کہ ان میں سے ایک شخص کے پاس ہم نے وحی بھیجی ہے ۔
مادہ عجیب کا زیادہ تر استعمال و اطلاق زیادہ تر ان چیزوں یا باتوں کے لئے ہوتا ہے جو آدمی کو بہت زیادہ حسین نظر آئیں اور پسندیدہ ہوں ۔ اَعْجَبَنِیْ كَذَا ۔ مجھے یہ بات بہت پسند آئی ۔ (خوبصورت معلوم ہوئی)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ (۲ : ۲۰۴) اور لوگوں میں ایسا آدمی ہے جس

بات تجھ کو پسند آتی ہے یا أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ (۵۷ : ۲۰) کسانوں کو اس کا سبزہ خوش لگا۔ یا عجب ربکم من شاب : تمہارے رب کو نوجوان کی یہ بات بہت پسند آئی۔

اور اگر کوئی امر بہت بُرا معلوم ہو تو اس کے لئے بھی لفظ عجب استعمال ہوتا ہے مثلاً مثلاً عَجِبْتُ مِنْ بُخْلِكَ وَحِرْصِكَ۔ مجھے تیری کنجوسی اور حرص بہت بری معلوم ہوتی ہے۔ شاعر کہتا ہے :-

شَيْئَانِ عَجِيْبَانِ هُمَا اَبْرَدُ مِنْ يَخْ = شَيْخٌ يَتَصَبّٰى وَصَبِيٌّ يَتَشَيَّخْ

دو باتیں عجیب (بڑی ناپسندیدہ) ہیں دونوں برف سے زیادہ ٹھنڈی ہیں۔ ایک وہ بوڑھا جو بچہ بنتا ہے اور دوسرا وہ بچہ جو بوڑھا بنتا ہے۔

اور کبھی کسی چیز کی کثرت ظاہر کرنے کے لئے صیغہ تعجب استعمال کیا جاتا ہے (خواہ وہ بُرائی کی کثرت ہو یا اچھائی کی) جیسے مَا اَكْرَمَهٗ وہ کس قدر سخی ہے اور مَا اَجْهَلَهٗ وہ کس قدر جاہل ہے۔ ان مثالوں کا مطلب یہ ہے کہ اس کی سخاوت اور جہالت غیر معمولی اور بے مثال ہے!

بعض علماء کے نزدیک کسی چیز کا سبب نہ جاننے کے وقت آدمی کی جو حالت ہوتی ہے اس کو عجب کہتے ہیں۔ اسی بنیاد پر عجب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم محیطِ کل ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ کسی چیز کو بُرا جاننے کے وقت آدمی کی جو حالت ہو جاتی ہے اس کو عجب کہتے ہیں۔

ان دونوں تشریحوں کا مآل کوئی نیا نہیں ہے بلکہ دونوں کا مطلب وہی نکلتا ہے جو پہلے ذکر کر دیا گیا۔ کہ غیر معمولی چیز کو دیکھنے سے انسان کی جو حالت ہوتی ہے اس کو عجب کہتے ہیں۔ کیونکہ آدمی بُرا اسی چیز کو سمجھیگا جو غیر معمولی ہوگی اور جس چیز کا سبب معلوم نہ ہو وہ بھی غیر معمولی ہوتی ہے (تفسیر مظہری)

عَجِبْتَ میں خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس تعجب اور کفار مکہ کے مذاق کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً :-

۱:- آپ کو یقین تھا کہ قرآن جیسی منزل من اللہ کتاب جو معجزہ سے کم نہیں اس کو سن کر ہر سننے والا ایمان لے آئے گا۔ لیکن آپ کو تعجب ہے کہ یہ مشرکین نہ صرف ایمان نہیں لاتے بلکہ الٹا مذاق کرتے ہیں۔

(۲) باوجودیکہ یہ لوگ آپ کو صادق وامین مانتے ہیں اور آپ کی صداقت کے بارہ میں معجزات بھی دیکھ چکے ہیں۔ (مثلاً شق القمر وغیرہ) لیکن تعجب ہے کہ پھر بھی آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ کی باتوں کا تمسخر اڑاتے ہیں :۔

(۳) باوجودیکہ خداوند تعالیٰ کی قدرت کے نمونے از قسم تخلیق زمین وآسمان، ماہ ومہر، ملائکہ جن وانس۔ ان کی نظروں کے سامنے ہیں اور وہ یہ مانتے بھی ہیں کہ سب اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں لیکن تعجب ہے کہ بعث بعد الموت کے منکر ہیں۔

(۴) آپ کے تعجب کا مذاق اڑاتے ہیں۔

= یَسْخَرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب سَخَرٌ (باب سمع) سے مصدر، وہ مذاق بناتے ہیں وہ ٹھٹھا کرتے ہیں۔

۳۷ : ۱۳ = ذُكِّرُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب ماضی بمعنی حال۔ ان کو نصیحت کی جاتی ہے۔

۳۷ : ۱۴ = اٰیَةً۔ نشانی۔ دلیل۔ معجزہ، حکم خداوندی۔ آیت، یعنی جب اثبات رسالت کے متعلق ان کو جو معجزہ دکھایا جاتا ہے یا دلیل دی جاتی ہے اس کو یہاں ایۃ کہا گیا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد شق القمر کا معجزہ ہے۔

= یَسْتَسْخِرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ استسخار (استفعال) مصدر سے وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ باب استفعال یا مبالغہ کے لئے آیا ہے ای یبالغون فی السخریۃ ویقولون انہ سحر (مذاق اڑانے میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ صریح جادو ہے) یا طلب مادہ کے لئے ہے ای یطلب بعضہم من بعض ان یسخر منہا ایک دوسرے کو اس معجزہ کا مذاق اڑانے کے لئے کہتے ہیں :۔

۳۷ : ۱۵ = اِنْ هٰذَا۔ میں اِنْ نافیہ ہے هٰذَا مَا یَرَوْنَہٗ جو وہ دیکھ رہے ہیں (یعنی معجزہ)

۳۷ : ۱۶ = ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ۔ اصل میں عبارت ہے :۔

اَنُبْعَثُ اِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ۔ متن میں جملہ فعلیہ کی بجائے جملہ اسمیہ لا استکار کے لئے لایا گیا ہے۔ اور اِذَا ظرف زمان کو مقدم کیا گیا ہے ءَاِذَا میں ہمزہ استفہام انکاریہ ہے اس انکار کی تاکید کے لئے ءَاِنَّا میں

ہمزہ استفہامیہ مکرر لایا گیا ہے۔ یہ ان کی شدتِ انکار کی حالت کے اظہار کے لئے ہے۔
مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک دوبارہ جی اٹھنا ہی فی نفسہ محال اور ناممکن تھا۔ اور مرنے کے بعد گل سڑ کر جب جسم خاک بن جائے گا۔ اور ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ جائیں گی تو اس صورت میں تو یہ بدرجہ اولیٰ ناممکن ہوگا۔ لَمَبْعُوْثُوْنَ میں بھی لام تاکید کا ہے۔

۳۷: ۱۷ = اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۔ ای أَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ مَبْعُوْثُوْنَ ایضًا۔ یعنی کیا ہم کو دوبارہ زندہ کرکے اٹھایا جائے گا اور ہمارے اگلے باپ دادا بھی دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے (جن کو مرے ہوئے مدت مزید گزر گئی ہے) اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ پر ہے۔

۳۷: ۱۸ = قُلْ نَعَمْ کہہ دیجئے ہاں (ضرور) ای تبعثون انتم و اٰباءکم الاولون کہ تم بھی دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جاؤ گے اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی۔
= وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ۔ واؤ حالیہ ہے اَنْتُمْ سے انتم واٰباءکم الاولون مراد ہیں یعنی تم اور تمہارے باپ دادا۔ دَاخِرُوْنَ : اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ دَخْرٌ، دُخُوْرٌ مصدر (باب فتح وسمع) ذلیل ہونا۔ دَاخِرُوْنَ ذلیل ہونے والے۔ یہ جملہ حالیہ ہے یعنی جب تم کو دوبارہ اٹھایا جائے گا تو تمہاری حالت ذلت وخواری کی ہوگی!

۳۷: ۱۹ = فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَ جواب شرط کے لئے ہے جو کہ مقدر ہے ای اذا کان کذلک فما ھی الا زجرۃ واحدۃ۔ جب قیامت آئے گی تو یہ صرف ایک زبردست کڑک ہوگی۔ ھی کی ضمیر واحد مؤنث غائب بعثت کی طرف راجع ہے جس کا ذکر چل رہا ہے۔
زَجْرَةٌ سخت آواز، کڑک دار آواز، جھڑکی، ڈانٹ ڈپٹ۔
زجر کا لغوی معنی ہے ہنکا کر نکال دینا۔ اور چیخ کر روک دینا۔ مثلاً کہتے ہیں:۔
زجر الراعی غنمہ چرواہے نے ڈانٹ کر بکریوں کو روک دیا۔
اس سخت آواز (نفخۂ دوم: صور کا دوسری دفعہ پھونکا جانا) کا نتیجہ فوراً اس طرح سامنے آئے گا جس طرح (اوّل نفخہ) سخت آواز کا نتیجہ نمودار ہوا ہوگا۔ یعنی نفخہ اوّل کے بعد سب فوراً مر جائیں گے۔ اور نفخۂ دوم کے بعد فوراً سب قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے!
= فَاِذَا هُمْ یَنْظُرُوْنَ ۔ فَاِذَا مفاجاتیہ ہے اور لو وہ دیکھ رہے ہوں گے یعنی ایک کڑک دار آواز ہوگی اور لوگ یکایک قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور قیامت

کے منظر کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے ہوں گے۔
۳۷ : ۲۰ == یٰوَیْلَنَا۔ کلمہ حسرت وندامت، ہائے افسوس، ہائے ہماری موت، ہائے ہماری تباہی۔ یا تنبیہ کے لئے ہے۔ وَیْل کا معنی ہلاکت، تباہی، رسوائی۔
== یَوْمُ الدِّیْنِ۔ مضاف مضاف الیہ، جزاء و سزا کا دن۔ دِیْن۔ دَانَ یَدِیْنُ کا مصدر (باب ضرب) ہے دَانَ بِالْمِلَّۃِ الْاِسْلَامِیَّۃِ۔ دینِ اسلام قبول کرنا۔ دین کثیر المعانی لفظ ہے۔ جزاء، اطاعت، شریعت۔ بدلہ دینا۔ اطاعت کرنا۔ حکم ماننا۔ شریعت کی اطاعت و فرمانبرداری دین کہلاتی ہے!

یہاں اس آیت میں روزِ جزاء و سزا مراد ہے۔ جس روز اعمال کا بدلہ دیا جائیگا
۳۷ : ۲۱ == هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ یہی فیصلہ کا دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔
بعض مفسرین کے نزدیک توبیخ و تقریع (جھڑک و ملامت) کے طور پر ملائکہ کا کلام ہے جو کفار کے یٰوَیْلَنَا هٰذَا یَوْمُ الدِّیْنِ کے جواب میں دیا گیا۔
اور بعض کے نزدیک یہ بھی کافروں کے کلام کا تتمہ ہے اور تُكَذِّبُوْنَ تک انہی کا کلام ہے۔
۳۷ : ۲۲ == اُحْشُرُوْا۔ حَشَرَ یَحْشُرُ (باب نصر) حَشْرٌ مصدر۔ سے فعل امر جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ تم اکٹھا کرو!
== اَزْوَاجَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے ازواج۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔
۱۔ اس سے مراد کفار کے ہم مشرب لوگ ہیں جو انہی کی طرح ہیں۔ یعنی سود خوار سود خواروں کے ساتھ، شرابی شرابیوں کے ساتھ۔ زانی زانیوں کے ساتھ۔ وغیرہ وغیرہ
۲۔ حضرت حسن بصریؒ کے نزدیک اس سے مراد کافروں کی مشرک بیبیاں ہیں۔
۳۔ کافروں کے چیلے اور پیروکار۔
== مَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ۝ میں مَا موصولہ ہے۔
اُحْشُرُوْا۔۔۔۔ مَسْئُوْلُوْنَ ۝ یہ اللہ کا ملائکہ کو حکم ہے!
۳۷ : ۲۳ == اِهْدُوْهُمْ۔ هِدَایَةٌ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے هُمْ۔ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہے۔ ان کو راستہ دکھلاؤ۔ ان کو راہ بتلاؤ۔

ان کو لے جاؤ۔

ہدایت کے اصل معنی فائدہ مند راہ تبلانے کے ہیں۔ لیکن یہاں تہکم (طنزاً واستہزاءً) اس کا استعمال ہوا ہے جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (۹:۳۴) ان کو درد ناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔

= صِرَاطِ الْجَحِيْمِ۔ (مضاف مضاف الیہ) دوزخ کا راستہ

۳۷: ۲۴ = وَقِفُوْهُمْ۔ واؤ عاطفہ۔ قِفُوْا فعل امر۔ جمع مذکر حاضر وَقْفٌ اور وُقُوْفٌ مصدر (باب ضرب) سے وَقَفَ فعل ثلاثی مجرد۔ (مثال واوی) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اس کا مضارع باب ضرب سے يَوْقِفُ ہوگا مثال کے قاعدہ کے مطابق:۔

"کہ جو واؤ کہ مضارع کی علامت مفتوح اور عین کلمہ مکسور کے درمیان ہو (بروزن يَفْعِلُ) اسے حذف کر دیا جائیگا"

مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب يَقِفُ ہوگا۔

اور صیغہ امر کے متعلق قاعدہ ہے کہ:۔

"کہ مضارع حاضر معروف کی علامتِ مضارع کو حذف کیا جاوے۔ اگراس کا مابعد متحرک ہے تو آخر حرف کو جزم دے دو"

لہٰذا تَقِفُ (مضارع واحد مذکر حاضر) کی تاء (علامت مضارع) کو حذف کر کے فاء کو جزم دی۔ قِفْ ہو گیا۔ اس سے جمع مذکر حاضر کا صیغہ قِفُوْا ہو گیا۔

یا اصل میں اِوْقِفُوْا تھا۔ واؤ حرف علت بوجہ کسرہ ماقبل گر گیا۔ اور الف حرف علت بوجہ کسرہ مابعد کے گر گیا۔ قِفُوْا بن گیا۔

یہ فعل لازم بھی استعمال ہوتا ہے اور متعدی بھی۔ یعنی کھڑا ہونا۔ یا کھڑا کرنا یہاں بطور فعل متعدی مستعمل ہے هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ان کو کھڑا کرو ان کو ٹھہراؤ۔ ان کو روکو۔

= اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (اسم اِنَّ) اور مَسْئُوْلُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ اِنَّ کی خبر۔ لہٰذا جملہ اسمیہ ہوا۔ ان سے پوچھا جائے گا۔ ان سے بازپرس ہو گی!

۳۷: ۲۵ = مَالَكُمْ۔ مَا استفہامیہ ہے مَا لَكُمْ تمہیں کیا ہو گیا ہے!

= لَا تَنَاصَرُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر تَنَاصُرٌ تَفَاعُلٌ سے مصدر
تم آپس میں ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے۔
مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ۔ یہ جملہ محض طنزًا اور استہزاءً کے طور کہا گیا ہے
کہ دنیا میں تو ایک دوسرے کی مدد کی اتنی ڈھینگیں مارا کرتے تھے اب وہ دم خم کیا ہوا
۳۷ : ۲۶ = بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ہ بَلْ حرف اضراب ہے یعنی ان کا
ایک دوسرے کی مدد کرنا تو کجا رہا وہ تو وہاں اس روز بھیگی بلی بنے سر تسلیم خم کئے
ہوں گے۔ اَلْيَوْمَ سے مراد روز قیامت ہے۔ مُسْتَسْلِمُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر
مرفوع۔ اِسْتِسْلَامٌ (استفعال) مصدر۔ سلم مادہ۔ فرمانبردار ہونا۔ اپنے آپ
کو سپرد کر دینا۔

حضرت ابن عباس رضا نے اس کا ترجمہ خَاضِعُوْنَ کیا ہے۔

۳۷ : ۲۷ = اَقْبَلَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِقْبَالٌ مصدر (افعال) اس نے
رُخ کیا۔ وہ متوجہ ہوا۔ وہ آگے آیا۔
= بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۔ ان میں سے بعض بعض کی طرف یعنی ایک دوسرے کی
طرف۔ مراد سردار اور ان کے چیلے۔ یا کافر اور ان کے ساتھی شیطان۔
= يَتَسَآءَلُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَسَآؤُلٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر سے۔
سأل ۔ مادہ ایک دوسرے سے پوچھنا۔ مطلب یہ ہے کہ وہاں وہ ایک دوسرے سے
بطور زجر سوال و جواب کریں گے۔ یا باہم جھگڑیں گے۔ ایک دوسرے کو ملامت کریں گے!
۳۷ : ۲۸ = قَالُوْا ۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب گمراہ شدگان۔ اتباع۔ پیروکاروں کے لئے
ہے جو گمراہ کنندگان سرداران کی تحریص و ترغیب سے راہ راست سے ہٹ کر کفر کا ارتکاب
کرنے لگے تھے ان کے مخاطب ان کو گمراہ کرنے والے رؤسا یا پیشوا ہوں گے۔
= كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ۔ الیمین کے معنی القوۃ والقدرۃ
اتیان عن الیمین کے معنی محاورہ میں زور اور دباؤ ڈالنے کے ہوتے ہیں۔
یعنی تم ہم پر اپنی سرداری اپنی طاقت و سطوت کا دباؤ ڈالا کرتے تھے۔
۳۷ : ۲۹ = قَالُوْا ... یہ فقرہ گمراہ کرنے والے پیشواؤں کی طرف سے گمراہ ہونے والے
چیلوں سے خطاب ہے۔
= بَلْ ۔ حرف اضراب ہے۔ یعنی یہ بات نہیں کہ ہم نے دباؤ ڈال کر تم کو گمراہ کیا تھا!

بلکہ اصل میں تم خود ہی ایمان نہیں لائے تھے۔

۳۷: ۳۰ = طٰغِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب وجرّ۔ طغی لیطغوا (باب نصر) طُغُوٌّ۔ طُغُوٌّ مصدر۔ حد سے گذر جانا۔ طغی لیطغیٰ و طَغِیَ یَطْغٰی (باب فتح و سمع) طُغًی وَ طُغْیَانٌ مصدر۔ کافر کا کفر میں غلو کرنا۔ یا ظلم و نافرمانی میں حد سے گذرجانا طٰغِیْنَ ہ نافرمان، سرکش، معصیت میں حد سے بڑھ جانے والے۔ یہاں نصب بوجہ کُنْتُمْ کی خبر کے ہے!

آیت ۲۹ کی طرح یہ آیت بھی گمراہ کرنے والے پیشواؤں کی طرف سے گمراہ ہونے والے چیلوں سے خطاب ہے۔ اسی طرح ہی اگلی آیت ہے۔

۳۷: ۳۱ = فَحَقَّ عَلَیْنَا قَوْلُ رَبِّنَا۔ پس ہمارے رب کا قول ہمارے خلاف سچ ثابت ہوگیا ہے۔ یا ہم پر لازم آگیا ہے!

حَقَّ کی تشریح کرتے ہوئے راغب اصفہانیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

حق وہ قول یا عمل ہے جو اسی طرح واقع ہو جس طرح پر کہ اس کا واقع ضروری ہے اور اسی مقدار اور اسی وقت میں ہو جس مقدار اور جس وقت میں اس کا ہونا واجب ہے!

چنانچہ اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ تمہاری بات یا تمہارا فعل حق ہے قرآن مجید میں ہے کَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ (۱۰: ۳۳) اسی طرح خدا کا ارشاد ثابت ہوکر رہا

(۲) اَلْحَقُّ۔ وہ ذات جو حکمت کے تقاضوں کے مطابق اشیاء کو ایجاد کرے اسی معنی میں باری تعالیٰ پر حق کا لفظ بولا جاتا ہے۔ مثلاً رُدُّوْا اِلَی اللّٰہِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ۔ (۶: ۶۲) پھر قیامت کے دن تمام لوگ اپنے مالک برحق خدا تعالیٰ کے پاس واپس بلائے جائیں گے۔

(۳) نیز ہر وہ چیز جو حکمت کے مطابق پیدا کی گئی ہو حق ہے اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فعل حق ہے۔

(۴) کسی چیز کے بارے میں اسی طرح کا اعتقاد رکھنا جیسا کہ وہ نفس واقع میں ہے حق کہلاتا ہے۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ قیامت، سزا و جزا، جنت و دوزخ کے متعلق فلاں کا اعتقاد حق ہے

قول سے کیا مراد ہے؟ مندرجہ ذیل آیات پر غور کیجئے!

۱:۔ وَقَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَیَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ

مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۴۱ : ۲۵﴾ اور ہم نے (شیطانوں کو) ان کا ہمنشین مقرر کیا۔ تو انہوں نے ان کے اگلے، پچھلے اعمال ان کو عمدہ کر دکھائے اور خدا کے عذاب کا وعدہ پورا ہوگیا اُن پر اُن فرقوں کے ساتھ جو ان سے پہلے گذر چکے بیشک وہ تھے ٹوٹا پانے والے۔ نقصان اٹھانیوالے۔

۲:- قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ﴿۲۸ : ۶۳﴾ (اس پر) وہ لوگ کہیں گے جن پر (اللہ کا) قول ثابت ہوچکا، ہوگا اے ہمارے پروردگار۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں بہکایا تھا۔۔۔۔۔

۳:- ...... وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۶ : ۷۰﴾ اور تاکہ کافروں پر (اللہ کا) قول ثابت ہوجائے۔

۴:- فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ﴿۳۷ : ۳۱﴾ آیت ہذا۔ سو ہم (سب) پر ہمارے پروردگار کا قول ثابت ہوگیا ہے۔

مندرجہ بالا اور اس قبیل کی کئی دوسری آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ القول سے اللہ رب العزت کا کوئی خاص قول مراد ہے!

اب مندرجہ ذیل آیات ملاحظ کریں!

۱:- وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ؏ لیکن میری طرف سے یہ قول قرار پاچکا ہے کہ میں دوزخ کو جنّوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔

۲:- قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ - ﴿۳۸ : ۸۴-۸۵﴾

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا:- کہ سچ ہے اور میں بھی سچ کہتا ہوں کہ میں تجھ سے اور جو اِن میں سے تیری پیروی کریں گے سب سے میں جہنم کو بھر دوں گا۔

تو معلوم ہوا کہ اَلْقَوْل سے مراد فرمودہ رب العالمین: لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ ...... ہے، آیت ہذا (۳۷ : ۳۱) میں بھی قول سے مراد یہی ہے۔

گمراہ کرنے والے پیشوا اور سردار اپنے پیروکاروں سے کہیں گے کہ تم نے بھی خود ہی سرکشی کی اور ہم بھی سرکش و نافرمان رہے۔ لہٰذا جہنم کا عذاب ہمارے اپنے ہی گناہوں کی پاداش میں ہم پر لازم ہوگیا ہے اور اس طرح سرکش و باغی جنوں اور انسانوں سے جہنم کا

بھراجانا ہم پر صادق آتا ہے اس طرح رب تعالیٰ کا قول پورا ہو گیا۔
= اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ۔ لام تاکید کا ہے ذَآئِقُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر ذَوْقٌ مصدر سے چکھنے والے۔ (جب خداوند تعالیٰ کا قول پورا ہو گیا اور جہنم ہم پر لازم ہو گئی۔ تو اب ہم اس جہنم کے عذاب کا) مزہ چکھنے والے ہیں۔ (یعنی ہم سب گمراہ کرنے والے بھی اور گمراہ ہونے والے بھی)
۳۷: ۳۲ = اَغْوَیْنٰکُمْ۔ ماضی جمع متکلم کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اِغْوَاءٌ (افعال) مصدر غوی مادہ۔ گمراہ کرنا۔ ہم نے تم کو گمراہ کیا۔
اَلْغَیُّ الرُّشْدُ کی ضد ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ (۲: ۲۵۶) ہدایت گمراہی سے صاف صاف کھل چکی ہے۔
= اِنَّا کُنَّا غٰوِیْنَ جملہ مستانفہ ہے اور جملہ ماقبل کی علت ہے۔ تحقیق ہم خود ہی گمراہ تھے
مطلب یہ ہے کہ ہم خود بھی گمراہ تھے اس لئے ہم نے تم کو بھی اسی راستے پر چلنے کی دعوت دی۔ ایماندار تم بھی نہ تھے اپنے حقِ خود ارادیت کا استعمال کرتے ہوئے تم نے بھی ہماری گمراہی کا راستہ اختیار کیا۔ اس طرح ہم دونوں فریق برابر عذاب جہنم کے سزاوار ہوئے۔
غٰوِیْنَ اَلْغَیُّ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے منصوب بوجہ خبر کُنَّا ہے
۳۷: ۳۳ = فَاِنَّھُمْ جمع مذکر غائب کی ضمیر ہر دو فریقین کی طرف راجع ہے جو یہ سوال وجواب کر رہے ہوں گے! یعنی گمراہ کنندگان وگمراہ شدگان۔
= یَوْمَئِذٍ۔ وہ دن۔ جس دن وہ آپس میں سوال وجواب کرتے ہوں گے: یعنی روز قیامت۔
۳۷: ۳۴ = اَلْمُجْرِمِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر مجرور۔ یعنی کفار ومشرکین۔
اپنی مطلق صورت میں یہ لفظ جہاں جہاں قرآن مجید میں آیا ہے اس سے مراد کافر ہی ہیں
= مُشْتَرِکُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر مُشْتَرِکٌ واحد اِشْتِرَاکٌ (افتعال) مصدر۔ شریک ہونے والے۔ ساجھی۔
۳۷: ۳۵ = اِنَّھُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب مُشْتَرِکُوْنَ کی طرف راجع ہے
= کَانُوْا یَسْتَکْبِرُوْنَ۔ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ وہ تکبر کیا کرتے تھے۔ وہ بڑے بنتے تھے۔ وہ استکبار کیا کرتے تھے۔
= وَیَقُوْلُوْنَ واؤ عاطفہ ہے یَقُوْلُوْنَ ای کانوا یقولون اور کہا کرتے تھے
= اَئِنَّا میں الف استفہامیہ ہے۔

= لَتَارِكُوْا اٰلِهَتِنَا۔ لام تاکید کا ہے اٰلِهَتِنَا مضاف مضاف الیہ ہمارے معبود۔ ہمارے خدا۔ تَارِكُوْا اصل میں تَارِكُوْنَ تھا۔ اٰلِهَتِنَا کی طرف اضافت کی وجہ سے نَ گر گیا۔

= لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ لام جارہ ہے شَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ موصوف وصفت۔ دیوانہ شاعر۔ شاعر کو جنون کی صفت سے متصف کرنا تخلیط و ہذیانِ محض ہے کیونکہ ایک اچھا شاعر ایک مکمل صاحب عقل کا مقتضی ہوتا ہے جو دقیق و عمیق مطالب کو شستہ اور موزوں الفاظ کے قالب میں منظم طریقہ سے ڈھال سکے ؛

بعض نے مجنون کو معطوف لیا ہے ای لِشَاعِرٍ وَّ مَجْنُوْنٍ اور ترجمہ کیا ہے :
کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے خداؤں کو ایک شاعر اور دیوانے کے کہنے سے ..

۳۷ : ۳۷ = بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ بَلْ حرف اضراب ہے یعنی وہ (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) شاعر یا مجنون نہیں ہے یا دیوانہ شاعر نہیں ہے بلکہ وہ تو ایک دینِ حق لے کر آیا ہے۔ اور دوسرے سارے پیغمبروں کی تصدیق کرتا ہے۔

صَدَّقَ تَصْدِیْقٌ (تفعیل) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے وہ تصدیق کرتا ہے۔ اَلْمُرْسَلِیْنَ اسم مفعول۔ جمع مذکر منصوب بوجہ مفعول ہے۔

۳۷ : ۳۸ = اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِیْمِ۔ لام تاکید کا ہے ذَآئِقُوْا (مضاف) اصل میں ذَآئِقُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔ اَلْعَذَابِ الْاَلِیْمِ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ یہ خطاب ہے مجرمین سے (اے مجرمو!) تم ضرور چکھو گے دردناک عذاب کو،

۳۷ : ۳۹ = تُجْزَوْنَ مضارع مجہول۔ جمع مذکر حاضر۔ جَزَآءٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ تم جزا دیئے جاؤ گے۔ تم بدلہ دیئے جاؤ گے !

۳۷ : ۴۰ = اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ : اِلَّا حرفِ علت۔ عِبَادَ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ مل کر مستثنیٰ منقطع ضمیر تُجْزَوْنَ سے۔

اَلْمُخْلَصِیْنَ اسم مفعول۔ جمع مذکر حاضر عِبَادَ اللّٰهِ کی صفت ہے ،،
(مستثنیٰ منقطع ہمیشہ منصوب ہوتا ہے بدیں وجہ عِبَادَ منصوب ہے)

معنی کلام ہوں گے :۔
و لکن عباد اللہ المخلصین یجزون اضعافا مضاعفۃ بالنسبۃ

الیٰ مَاعملوا۔ لیکن اللہ کے مخلص بندے اپنے اعمال کی نسبت سے کئی گنا اجر دیئے جائیں گے!

"مگر اللہ کے مخلص (منتخب پسندیدہ) بندے (ان کو بدلہ سینکڑوں گنا زائد دیا جائے گا)" تفسیر مظہری۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عِبَادَ اللّٰہِ ضمیر ذَائِقُوْا سے مستثنیٰ منقطع ہے اور درمیانی جملہ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَاكُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ہ جملہ معترضہ ہے؛

ای انکم لذائقوا العذاب الالیم ولکن عباد اللہ المخلصین اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ معلوم فواکہ .... الخ

اے مجرمو! تم دردناک عذاب کا مزہ چکھنے والے ہو لیکن اللہ کے مخلص بندوں کے لئے رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ یعنی میوے ہوں گے:

۳۷:۴۱ ــــ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ۔ موصوف وصفت۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:۔

۱:۔ ایسا رزق جس کی مقدار معلوم ہو۔ لیکن اور جگہ ارشاد ہے:۔ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ (۴۰:۴۰) ان کو بے شمار رزق ملیگا۔ لہٰذا جو رزق بغیر حساب وشمار ہو اس کی مقدار مقرر نہیں کی جا سکتی۔ اور جس رزق کی مقدار متعین کی جا سکے وہ بغیر حساب کے کیسا؟

۲:۔ ایسا رزق کہ جس کی خصوصیات بلحاظ لذت وکیفیت معلوم ہوں جیسا کہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ (۵۶: ۳۲: ۳۳) اور میوہ ہائے کثیر جو نہ کبھی ختم ہوں اور نہ کوئی ان سے روکے یا۔ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ہ (۵۶: ۲۰ ؛ ۲۱) اور میوے جن کو وہ پسند کریں اور پرندوں کا گوشت جو انہیں بھائے مطلب ایسا رزق جو کہ اس کا حال دوسری آیات سے معلوم ہو چکا ہو۔

۳:۔ جس رزق کی عطاء کا وقت معلوم ہو جیسا کہ ارشاد ہے:۔ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا (۱۹: ۶۲) اور اس میں ان کو رزق ملیگا صبح وشام (یعنی ہر وقت جب وہ چاہیں گے۔

۴:۔ قتادہ کے نزدیک الرزق المعلوم سے مراد الجنۃ ہے؟

(۵) یا ایسا رزق کہ جس کی ماہیت وخصوصیت اللہ ہی کو معلوم ہیں۔

۳۷:۴۲ = فَوَاکِہُ۔ پھل، میوے۔ فَاکِہَۃٌ واحد۔ یہ رِزْقٌ کا بدل ہے۔

لفظ فواکہ کے استعمال کے متعلق صاحب تفہیم القرآن لکھتے ہیں :۔

اس میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ جنت میں کھانا غذا کے طور پر نہیں بلکہ لذت کے لئے ہوگا۔ یعنی وہاں کھانا اس غرض کے لئے نہیں ہوگا کہ جسم کے تحلیل شدہ اجزاء کی جگہ دوسرے اجزاء غذا کے ذریعے فراہم کئے جائیں کیونکہ اس ابدی زندگی میں سرے سے اجزائے جسم تحلیل ہی نہ ہوں گے ! نہ آدمی کو بھوک لگے گی جو اس دنیا میں تحلیل کے عمل کی وجہ سے لگتی ہے اور نہ جسم اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لئے غذا مانگے گا۔ اسی بناء پر جنت کے ان کھانوں کے لئے "فواکہ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے مفہوم میں تغذیہ کے بجائے تلذذ کا پہلو نمایاں ہے !۔

= مُکْرَمُوْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ مرفوع اِکْرَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے معزز۔ ان کی عزت کی جائے گی ! ان کی تعظیم وتکریم کی جائے گی !

اس عزت وتکریم کی یہ صورتیں ہوسکتی ہیں :۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین ثواب اور ان گنت نعمتوں کی شکل میں۔

(۲) رزق (جس کا ذکر اوپر ہوچکا) کا بغیر کسی کسب وکد وبغیر کسی تگ ودو، اور بغیر کسی سوال کے حاصل ہوجانے کی صورت میں۔

(۳) روحانی نعمتوں کی عطائیگی سے۔ لعل ھذا اشارۃ الی النعم الروحانی بعد النعیم الجسمانی۔

۳۷:۴۳ = جَنّٰتِ النَّعِیْمِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ال۔ اختصاص کے لئے ہے ای جنۃ لیس فیھا الا النعیم۔ ایسے باغات جہاں راحتیں ہی راحتیں ہوں گی کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہوگی نہ محنت نہ مشقت نہ دوڑ دھوپ نہ کسی سے سوال کرنے کی ضرورت۔

۳۷:۴۴ = سُرُرٍ۔ سَرِیْرٌ کی جمع۔ تخت۔ وہ جس پر کہ ٹھاٹھ سے بیٹھا جاتا ہے۔ سُرُوْرٌ سے مشتق ہے کیونکہ خوشحال لوگ ہی اس پر بیٹھتے ہیں۔

= مُتَقٰبِلِیْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر منصوب، مُتَقَابِلٌ واحد تَقَابُلٌ (تفاعل) مصدر۔ آمنے سامنے (بیٹھنے والے)

فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ مضاف مضاف الیہ مل کر مُکْرَمُوْنَ کا ظرف ہے اور اسی طرح عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ظرف ہے مُکْرَمُوْنَ کا۔ یعنی راحتوں کے باغ میں ہونگے آمنے سامنے تختوں پر متمکن ہوں گے، یا۔ یہ دونوں جملے مُکْرَمُوْنَ سے حال ہیں۔ یعنی درآنحالیکہ وہ راحتوں کے باغوں میں ہوں گے۔ اور تختوں پر آمنے سامنے متمکن ہوں گے یا یہ دونوں جملے اُولٰٓئِكَ کی خبر بعد از خبر ہیں۔

فی جنت النعیم، یجوز ان یکون ظرفًا وان یکون حالًا وان یکون خبرًا بعد خبر۔ وکذا (علی سرر متقبلین) ۔ مدارک التنزیل۔

۳۷ : ۴۵ = یُطَافُ عَلَیْهِمْ۔ یُطَافُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ اِطَافَةٌ (افعال) مصدر۔ الطَّوْفُ مصدر (باب نصر) کے معنی کسی چیز کے گرد چکر لگانا۔ اور گھومنا کے ہیں۔ اَلطَّائِفُ بمعنی چوکیدار جو رات کو حفاظت کے لئے چکر لگائے۔ طَافَ عَلٰی کسی کے گرد چکر لگانا۔ یُطَافُ عَلَیْهِمْ ان کے اردگرد پھرایا جائے گا۔ ان کے درمیان پھرایا جائے گا۔ یہ جملہ حالیہ ہے۔ اور یہ ضمیر مُتَقٰبِلِیْنَ سے حال ہے یا یہ مُکْرَمُوْنَ کی صفت بھی ہو سکتا ہے۔

الطواف کا فاعل کون ہے؟ روح المعانی میں ہے:

وفاعل الطواف علٰی ما قیل من مات من اولاد المشرکین قبل التکلیف فی الصحیح انھم خدام اھل الجنۃ۔

الطواف کا فاعل مشرکین کی وہ اولاد جو مکلّف ہونے سے قبل (یعنی صغر سنی میں) ہی فوت ہو گئی ہو۔ صحیح یہی ہے کہ وہ اہل جنت کے خادم ہوں گے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:

وَیَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ (۵۶ : ۱۷) نوجوان خدمت گذار جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہیں گے۔ ان کے پاس پھریں گے۔

یا۔ وَیَطُوْفُ عَلَیْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ (۵۲ : ۲۴) اور ان کے آس پاس لڑکے پھریں گے جو ان کے لئے ہیں اور جو ایسے ہوں گے جیسے چھپائے ہوئے موتی۔

= كَاْسٍ۔ اس پیالہ کو کہتے ہیں جو شراب سے بھرا ہوا ہو۔ خالی پیالہ کو قدح کہتے ہیں یا اِنَاءٌ۔ اِنْ كَانَ فَارِغًا فَلَیْسَ بِكَاْسٍ۔ اگر خالی ہو تو وہ كَاْسٌ نہیں ہے

قرآن مجید میں جہاں کَاْسٍ کا ذکر آیا ہے اس سے مراد شراب سے بھرا ہوا پیالہ ہی ہے
= مَعِیْنٍ۔ یہ کَاْسٍ کی صفت ہے اگر یہ عَانَ یَعِیْنُ (ضرب) عَیْنٌ سے ہے جس کے معنی ہیں پانی کا اس طرح سطح زمین پر جاری ہونا کہ نظر آسکے تو مَعِیْنٌ بمعنی مَعْیُوْنٌ صفت مفعولی ہے یعنی ایسا چلتا ہوا پانی جو آنکھوں کو نظر آسکے۔

بصورتِ دیگر یہ مَعَنَ یَمْعَنُ (فتح) مَعْنٌ سے بروزن فعیل صیغہ صفت ہے اس صورت میں میم حرف اصلی ہے!

بغوی نے اس آیۃ کی توضیح میں لکھا ہے!

خمور جاریۃ فی الانھار ظاھرۃ تراھا العیون یعنی جنت کی نہروں میں بہنے والی شراب جو آنکھوں کے سامنے ہوگی!

= بَیْضَآءَ۔ سفید۔ بَیَاضٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث ہے اس کا واحد مذکر اَبْیَضُ آتے گا اور بِیْضٌ جمع ہے جو مذکر و مؤنث دونوں کے لئے ہے۔ بیضاء کَاْسٍ کی صفت ہے جسے بطور مؤنث استعمال کیا گیا ہے۔ سفید ہونیکی صفت پیالہ میں شراب کی ہے۔

الحسن کا قول ہے:۔

ان خمر الجنۃ اشد بیاضًا من اللبن۔ جنت کی شراب دودھ سے بھی زیادہ سفید ہوگی!

= لَذَّۃٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ۔ لَذَّۃٍ یا تو مصدر ہے اور زیادہ لذیذ ہونے کی وجہ سے اسے (شراب کو) بعینہٖ لذت قرار دیا ہے۔ یا لَذَّۃٌ مؤنث ہے لَذٌّ (فَعْلٌ) سے اور یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے جیسے لَذِیْذٌ صیغہ صفت ہے۔

۳۷ : ۴۷ = لَا فِیْھَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب خَمْرٌ کی طرف راجع ہے (جو پیالہ میں ہوگی)

= غَوْلٌ۔ غَالَ یَغُوْلُ سے مصدر ہے بمعنی شراب میں مدہوش ہونا۔ دردِ سر مدہوشی۔ لَا فِیْھَا غَوْلٌ۔ اس شراب میں نہ کوئی مدہوشی ہوگی نہ دردِ سر نہ کوئی اور بگاڑ جنت کی شراب کے متعلق تو اور جگہ ارشاد الٰہی ہے:۔

وَسَقٰھُمْ رَبُّھُمْ شَرَابًا طَھُوْرًا (۷۶ : ۲۱) اور ان کا پروردگار ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔

== یُنْزَفُوْنَ عَنْهَا۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب نَزْفٌ مصدر (باب ضرب) نہ اس (شراب) سے ان کی عقل ماری جائے گی۔ نَزَفَ الْمَاءُ کے معنی کنوئیں سے تدریجاً سارا پانی کھینچ لینے کے ہیں۔ اسی سے نُزِفَ (مجہول) عقل کا بتدریج زائل ہونا۔ بیہوش ہو جانا۔ خبطی ہو جانا ہے۔ یہ باب افعال (اَنْزَفَ۔ یُنْزِفُ) سے بھی مضارع مجہول کا صیغہ ہو سکتا ہے۔ بہر کیف معنی ایک ہی ہے!

۳۷: ۴۸ == قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ: مضاف مضاف الیہ (یہ حوروں کی صفت ہے) اسم فاعل جمع مؤنث۔ قَاصِرَةٌ واحد۔ قَصَرَ یَقْصُرُ (باب نصر) قُصُوْرٌ ... عَنِ الشَّیْءِ کسی چیز سے رُک جانا۔ اور قَصَرَ یَقْصِرُ (ضرب) — فِیْ بَیْتِہٖ گھر میں روکے رکھنا۔ قَصَرَ نَفْسَہٗ عَلٰی کَذَا۔ کسی چیز پر قناعت کر لینا اور دوسری چیز کی طرف نگاہ نہ اٹھانا۔

الطَّرْفُ۔ نظر۔ نگاہ۔ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ۔ اپنی نگاہ کو روک رکھنے والیاں۔ نگاہوں کو نیچا رکھنے والیاں۔ جن کی نگاہیں غایت عفت کے سبب اوپر کو نہ اٹھیں، جو اپنے شوہروں کے بغیر کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتی ہوں۔

وَعِنْدَ هُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ۔ یہ جملہ معطوف ہے جس کا عطف جملہ ماقبل پر ہے یا یہ موضع الحال میں ہے۔ یعنی شراب سے لبریز پیالے ان کے درمیان گردش کر رہے ہوں گے دراں حالیکہ ان کے حضور ایسی حوریں ہوں گی جو اپنی نگاہیں انہی پر مرکوز رکھیں گی اور کسی دوسری طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھیں گی!

== عِیْنٌ بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والیاں، زنان فراخ چشم۔ اَعْیَنُ۔ عَیْنَاءُ سے عِیْنٌ۔ جمع مذکر و مؤنث۔

۳۷: ۴۹ == كَاَنَّهُنَّ۔ كَاَنَّ حرف مشابہ بفعل هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب كَاَنَّ کا اسم۔ گویا وہ سب۔

== بَیْضٌ مَّكْنُوْنٌ۔ موصوف وصفت بَیْضٌ بَیْضَةٌ کی جمع ہے بمعنی انڈے بیضہ کو بیضہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں بیاض (سفیدی) مکمل طور پر پائی جاتی ہے!

الحسن کے قول کے مطابق بَیْضٌ بمعنی شترمرغ کے انڈے کے ہیں۔ شترمرغ اپنے انڈوں کو ہوا اور غبار سے بچانے کے لئے پروں میں چھپا لیتا ہے اور شترمرغ کے انڈوں کا رنگ سفید مائل بزردی ہوتا ہے اہل عرب کے نزدیک عورتوں کا یہ رنگ حسین ترین

رنگ ہے اسی لئے عورتوں کو شتر مرغ کے انڈوں سے تشبیہ دی ہے!

مَکْنُوْنٌ اسم مفعول واحد مذکر ہے۔ کَنٌّ و کَنُوْنٌ (باب نصر) مصدر سے۔ چھپایا ہوا۔ محفوظ۔

گویا کہ وہ سب شتر مرغ کے انڈوں کی مانند گرد وغبار سے محفوظ ہوں گی۔

مکنون بمعنی مصئون عن الکسر۔ شکست سے محفوظ، بے داغ (بالکل صحیح وسالم بہمہ وجوہ) والعرب تقول لکل مصئون مکنون: عرب ہر محفوظ چیز کو مکنون کہتے ہیں۔

۳۷: ۵۰ = ملاحظہ ہو، ۳۷: ۲۷۔ جہاں گمراہ کرنے والے پیشواؤں اور ان کے پیروؤں کے درمیان سوال وجواب کا ذکر ہے۔ یہاں اہل جنت کے درمیان مکالمہ ہے!

۳۷: ۵۱ = قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ۔ ای قال قائل من اھل الجنۃ۔ آپس میں گفتگو کرنے والے اہل جنت میں ایک بولے گا۔ یا کہیگا۔

اس جملہ کا عطف یُطَافُ عَلَیْہِمْ پر ہے دونوں کے درمیان کی عبارت بطور کلام معترضہ ہے۔

= قَرِیْنٌ۔ اَلْاِقْتِرَانُ۔ اِزْدِوَاجٌ کی طرح اقتران کے معنی بھی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کے کسی معنی میں باہم مجتمع ہونے کے ہیں۔ قَرَنْتُ الْبَعِیْرَ مَعَ الْبَعِیْرِ میں نے دو اونٹوں کو ایک رسی سے باندھ دیا۔

وہ آدمی جو دوسرے کا ہم عمر ہو یا بہادری وقوّت اور دیگر اوصاف میں اس کا ہم پلہ ہو اسے اس کا قِرْن کہتے ہیں۔ اور ہم پلہ یا ہمسر یا ہمنشین کو قرین کہتے ہیں۔ یہاں آیہ ہذا میں بمعنی ساتھی یا ہمنشین ہی آیا ہے۔ قَرِیْنٌ کی جمع قُرَنَاءُ ہے۔

۳۷: ۵۲ = یَقُوْلُ۔ ای کَانَ یَقُوْلُ (جو) کہا کرتا تھا

= اَئِنَّکَ ہمزہ استفہامیہ ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ کیا تو بھی۔

= مُصَدِّقِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت جر۔ تصدیق کرنے والے۔ سچ ماننے والے۔ مُصَدِّقٌ واحد۔ صَدَّقَ یُصَدِّقُ تَصْدِیْقٌ (تفعیل) سے "کیا تو بھی حشر پر ایمان لانے والوں میں سے ہے۔

۳۷: ۵۳ = ءَ اِذَا۔ ہمزہ استفہامیہ ہے اِذَا۔ ظرف زمان۔ کیا جب۔

= ءَ اِنَّا ہمزہ استفہامیہ ہے اور اِنَّا دراصل اِنَّنَا ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور نا ضمیر جمع متکلم۔ جملہ میں استفہام کی تکرار تاکید کے لئے لائی گئی ہے۔ یعنی کیا جب ہم مرجائیں گے اور (محض) مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا اس صورت میں بھی ہمارا حساب کتاب لیا جائے گا۔ اور جزاء و سزا ملے گی۔

= لَمَدِيْنُوْنَ ہ لام تاکید کا ہے مَدِيْنُوْنَ دین سے مشتق ہے اسم مفعول جمع مذکر کا صیغہ بحالت رفع ہے۔ بدلہ دیئے ہوئے۔ مَجْزِيُّوْنَ (جن کو اپنے اعمال کی جزاء یا سزاء دی گئی ہو) مُحَاسَبُوْنَ (جن کا محاسبہ کیا گیا ہو)

اَلْمَدِيْنُ غلام بدلہ دیا ہوا۔ وہ جس سے حساب لیا گیا ہو۔ اَلْمَدِيْنَةُ مؤنث۔ (نیز ملاحظہ ہو ۳۷ : ۲۰)

یہ لفظ قرآن مجید میں دوسری جگہ (۵۶ : ۸۶-۸۷ میں استعمال ہوا ہے ارشاد ہے فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَا..... ﴿۸۷﴾ اگر تمہارا حساب وکتاب ہونے والا نہیں تو تم اس (روح) کو پھر کیوں نہیں لوٹا لاتے......

دَيْنٌ مادہ سے متذکرہ مشتقات اَلدِّيْنُ (بکسر الدال) سے ہیں۔ اسی مادہ سے اَلدَّيْنُ بمعنی قرض دینا ہے جس سے الدَّائِنُ بصفت فاعلی قرض دینے والا۔ اور اَلْمَدْيُوْنُ بصفت مفعولی قرض لینے والا ہے۔

۳۷ : ۵۴ = قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ہ مُطَّلِعُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر مُطَّلِعٌ واحد۔ اِطِّلَاعٌ (افتعال) مصدر۔ اصل میں مُطْتَلِعُوْنَ تھا۔ تا رکو طاء میں مدغم کیا گیا ہے۔ مُطَّلِعُوْنَ جھانک کر دیکھنے والے۔

قَالَ کے فاعل کے متعلق مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں!

(۱)۔ یہ ارشاد خداوندی ہے۔ جب القائل اپنے دنیا کے ہمنشین کے متعلق بات کریگا تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا:۔

"کیا تم اپنے اس ساتھی کو جو عذابِ دوزخ میں مبتلا ہے دیکھنا چاہتے ہو؟ (تم اور تمہارے دوسرے اہل جنت رفیق)

(۲) یہ قول فرشتوں کا ہے جو القائل کے بات کرتے وقت وہاں موجود ہوں گے وہ القائل اور اس کے ساتھیوں سے کہیں گے کیا تم القائل کے دنیا کے ساتھی کا حال دیکھنا چاہتے ہو جو اس وقت عذاب دوزخ میں مبتلا ہے اور پھر دیکھو کہ اس کا مقام تمہارے مقام

کے مقابلہ میں کیسا ہے ؟

(۳) قَالَ کا فاعل خود القائل ہی ہے جو اپنے مخاطبین اہل جنت سے کہیگا کہ کیا تم اس کو جھانک کر دیکھنا چاہو گے؟ (کہ اب میرے اس ساتھی کا دوزخ میں کیا حال ہے ؟)

۳۷: ۵۵ == فَاطَّلَعَ ۔ فَ تعقیب کا ہے ۔ اِطَّلَعَ ۔ اِطِّلَاعٌ (افتعال) ماضی (بمعنی مستقبل) کا صیغہ واحد مذکر غائب کا ہے ۔

سو وہ جھانک کر دیکھے گا (یعنی دوسروں کے ساتھ وہ بھی دوزخیوں کو جھانک کر دیکھے گا)

== فَرَاٰہُ ۔ فَ تعقیب کا ہے ۔ رَاٰی رَاٰیٌ وَرُؤْیَۃٌ (باب فتح) مصدر سے ماضی (بمعنی مستقبل) کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے ! پس وہ اس کو دیکھے گا ۔ اس کو پائیگا

== سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ جہنم کے وسط (میں)

۳۷: ۵۶ == قَالَ ۔ ای قال القائل ۔ یعنی بات شروع کرنے والا ۔ اپنے دنیا کے ساتھی کو مخاطب کر کے کہیگا ۔

== تَاللّٰہِ ۔ تَا قسم کے لئے ہے ۔ اللہ کی قسم ۔

علامہ زمخشری رح آیت وَتَاللّٰہِ لَاَکِیْدَنَّ اَصْنَامَکُمْ .... (۲۱ : ۵۷ ۔ اور خدا کی قسم میں تمہارے بتوں کی گت بنا ڈالوں گا) کی تشریح میں لکھتے ہیں :۔

حروفِ قسم میں بآء تو اصل ہے اور واؔو اس کا بدل ۔ اور واؔو کا بدل تا ہے لیکن تاؔء میں تعجب کے معنی زائد ہیں (آیت مذکورہ میں) گویا اس بات پر تعجب ہے کہ باوجود نمرودؔ کی سرکشی اور زور آوری کے میرے لئے ان (بتوں) کا علاج کر دینا اور اس کام کو سرانجام دینا کتنا آسان ہے "

آیت ہذا میں تعجب اس بات پر ہے کہ باوجود تو نے مجھے ہلاکت میں قریباً ڈال ہی دیا تھا ۔ لیکن اپنے پروردگار کے فضل سے میں سلامت بچ نکلا ۔

== اِنْ : اِنَّ سے مخففہ ہے ۔

== کِدْتَّ ۔ کَادَ یَکِیْدُ کَیْدٌ (باب ضرب) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے ۔ قریب تھا کہ تو (مجھے ہلاک کر دیتا)

کَادَ افعال مقاربہ میں سے ہے ۔ اگر یہ بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع نہیں ہوا ۔ قریب الوقوع ضرور تھا ۔ جیسا کہ آیت ہذا میں

قریب تھا کہ تو مجھے ہلاک کر ڈالے لیکن میں پروردگار کے **فضل** سے ہلاکت سے بچ گیا۔
یا۔ اورجگہ قرآن مجید میں ہے کہ:
كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ...... (۹: ۱۱۷) ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا پھر (اللہ نے) ان لوگوں پر رحمت کے ساتھ توجہ فرما دی (اور وہ متزلزل ہونے سے بچ گئے۔

= لَتُرْدِيْنِ۔ لام فارقہ ہے۔ اللام الفاصلۃ: یا۔ اللام الفارقۃ:
جب اِنْ (مخفف) کو اِنَّ (ثقیلہ) کی جگہ استعمال کیا گیا ہو تو مُسند سے قبل لام لایا جائیگا تاکہ اس اِنْ کو اِنْ نافیہ سے تمیز کیا جا سکے۔ مثلاً وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ (۶: ۱۵۶) اور ہم تو ان کے پڑھنے پڑھانے سے نِرے بے خبر ہی رہے)
تُرْدِيْنِ۔ تُرْدِيْ اِرْدَاءٌ (افعال) سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے نَ وقایہ ی متکلم محذوف ہے ردی مادہ۔ التَّرَدِّي (باب سمع) کے معنی ہلاکت کے ہیں التَّرَدِّي (باب تفعل) کے معنی ہیں اپنے آپ کو ہلاکت کے سامنے پیش کرنا۔ جیسے ارشاد باری ہے وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗ اِذَا تَرَدّٰى (۹۲: ۱۱) اور جب وہ جہنم میں گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔
یا اورجگہ قرآن مجید میں ہے:۔
فَلَا يَصُدَّنَّكَ مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى (۲۰: ۱۶) سو تمہیں اس کی طرف سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پائے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہش (نفسانی) کی پیروی کرتا ہے ورنہ تم بھی تباہ ہو کر رہو گے:
لَتُرْدِيْنِ: تو نے مجھے ہلاک ہی کر ڈالا تھا۔

۳۷: ۵۷ = الْمُحْضَرِيْنَ ہ اسم مفعول، جمع مذکر منصوب وہ لوگ جن کو (عذاب کے لئے) حاضر کیا جائے گا۔

۳۷: ۵۸ = اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ...... وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ۔
(۱) یہ کلام القائل کا ہے جو اپنے ساتھی سے کلام کر کے اپنے جُلَسَاء کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے
(۲) یہ کلام جملہ متسائلین کا ہے جو باہم گفتگو کر رہے تھے۔
(۳) یہ کلام القائل کے کلام کا تتمہ ہے جو وہ اپنے قرین سے کر رہا تھا اور یہ کلمات بطور زجر و توبیخ کے اس نے کہے۔

اَفَمَا میں ہمزہ استفہامیہ ہے تقریر کے لئے ہے اور اس میں تعجب کے معنی پائے جاتے ہیں (تقریر کے معنی مخاطب سے ایسی بات کا اقرار کرانا جو متکلم کے نزدیک مظنون اور مخاطب کے نزدیک ثابت ہو۔ جیسے اَضَرَبْتَ زَیْدًا) فَ عطف کے لئے ہے اس کا عطف کلام مقدر پر ہے ای اَنَحْنُ مُخَلَّدُوْنَ فَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ کیا ہم ہمیشہ زندہ رہیں گے اور نہیں مریں گے۔ بِ حرف جار ہے اور مَیِّتِیْنَ اسم صفت جمع مذکر مجرور مرنے والے۔ مَیِّتٌ واحد۔

۳۷: ۵۹ == اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰی۔ اِلَّا استثناء مفرغ (جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو) اس کا مستثنیٰ منہ مصدر مقدر موتۃ ہے۔ ای افما نحن بمیتین موتۃ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰی کیا ہم (اب) موت نہیں مریں گے سوائے ہماری پہلی موت کے (جو ہم پر دنیا میں گذر چکی)۔

مَوْتَتَنَا مضاف مضاف الیہ (ہماری موت) الاولیٰ موت کی صفت ہے ہماری پہلی موت۔

== بِمُعَذَّبِیْنَ۔ بِ حرف جار۔ مُعَذَّبِیْنَ اسم مفعول جمع مذکر مجرور۔ عذاب دیئے گئے، عذاب یافتہ۔

آیات ۵۸ - ۵۹ کا مطلب ہوگا:

کیا ہم بجز پہلی بار مر چکنے کے پھر (کبھی) نہیں مرنے کے۔ اور نہ ہم کو کبھی عذاب ہوگا یہ استفہام تقریری ہے یعنی مخاطب کو اس کے اقرار پر آمادہ کیا گیا ہے۔

۳۷: ۶۰ == اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ .... یہ کلام القائل کے کلام کا تتمہ بھی ہو سکتا ہے یا جملہ سائلین کے کلام کا تتمہ۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہو۔

ھٰذَا سے مراد جنت کی نعمتیں، وہاں دوامی مقام، موت سے نجات، عذاب سے مستقل رہائی۔ وغیرہ ہیں۔

یہ القائل کے کلام کا تتمہ بھی ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام بھی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت سے مخاطب ہو کر القائل کے کلام کی تصدیق میں فرمایا گیا ہے یعنی حیات خلد و استمرار، نفی عذاب ایک عظیم کامیابی ہے۔

۳۷: ۶۱ == لِمِثْلِ ھٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝ ایسی ہی کامیابی کے لئے عمل کرنے

والوں کو عمل کرنا چاہئے۔
یہ بھی القائل کے کلام کا تتمہ ہو سکتا ہے یا یہ اللہ کا کلام ہو سکتا ہے بہرحال یہاں القائل اور اس کے قرین (ساتھی) کا قصہ ختم ہوا۔
لِمِثْلِ جار مجرور کو حصر کے لئے متقدم لایا گیا ہے "ایسی ہی کامیابی کے لئے"۔
لِیَعْمَلْ ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب: چاہئے کہ وہ عمل کرے۔
۳۷: ۶۲ = ذٰلِكَ ۔ جنت کی نعمتیں۔ ان کی فراوانی، وہاں ہمیشہ ہمیشہ کا قیام، ابدی زندگی۔ ہر قسم کے عذاب سے خلاصی اور جملہ نعمتیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔ آیات ۴۱: ۴۹ میں۔
= نُزُلًا ۔ بطور مہمانی، مہمانی کا کھانا۔ طعام ضیافت،
ذٰلِكَ کی تمیز ہے۔ یعنی یہ نعمتیں جنتیوں کو بطور ضیافت ملیں گی!۔ النُّزُلُ (طعام مہمانی) جو آنیوالے مہمان کے لئے تیار کیا جائے (راغب) نُزُلٌ ۔ وہ چیز جو مہمان کے آتے ہی اس کے سامنے لائی جاتی ہے (ابتدائی پیش کش)
اس لفظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ مذکورہ بالا نعمتیں تو اہل جنت کو ابتدائی پیشکش کے طور پر دی جائیں گی۔ اس کے بعد کیا کیا عطا ہوگا اس کو سمجھنے سے عقل قاصر ہے۔
(تفسیر مظہری)
= الزَّقُّوْمِ ۔ ایک درخت جسے حنظل یا تھوہر کہتے ہیں۔ ذائقہ میں تلخ، دیکھنے میں بدنما۔ اثر میں زہریلا ہوتا ہے۔ اس سے استعارہ کے طور پر کہتے ہیں زَقَمَہ فُلَانٌ وَ تَزَقَّمَ ۔ اس نے کوئی کریہہ چیز نگل لی۔ دوزخ میں جو یہ درخت آگ سے پیدا ہوگا اس کے ذائقہ، صورت، اثر کو خیال کیا جا سکتا ہے۔ یہاں ذکر دوزخ میں پیدا ہونے والے اس درخت کا ہے۔
۳۷: ۶۳ = جَعَلْنٰهَا ۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب شجرۃ کی طرف راجع ہے۔
= فِتْنَةً : قرآن مجید میں یہ لفظ اور اس کے مشتقات کو مختلف معانی میں استعمال کیا گیا ہے مثلاً آزمائش یا آزمائش کرنا۔ مصیبت، ایذا، فساد۔ تختۂ مشق، عبرت، وغیرہ ہ یہاں آخرت کی نسبت سے اس کا معنی عذاب آئے گا!
۳۷: ۶۴ = اَصْلِ الْجَحِیْمِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اصل ۔ جڑ، تہ، گہرائی۔
۳۷: ۶۵ = طَلْعُهَا ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا گابھا۔ اس کا خوشہ، شگوفہ،
= كَاَنَّهٗ ۔ گویا کہ وہ (خوشہ یا شگوفہ) كَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل، ہٗ ضمیر واحد

مذکرغائب کَانَ کا اسم۔
= رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ شیطانوں کے سر۔
الزجاج اور الفراء کہتے ہیں کہ شیطان سے مراد سانپ ہے ۔ یہ بھی جائز ہے کہ شیطان سے مراد معروف شیطان ہو۔

جس طرح خوبصورتی کے لئے فرشتے سے تشبیہ دی جاتی ہے جیسے اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (۱۲: ۳۱) یہ تو کوئی نورانی فرشتہ ہے۔ اسی طرح بدصورتی کے لئے شیطان سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۳۷: ۶۶ = فَاِنَّهُمْ۔ فَاءَ تعقیب کا ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع ظٰلِمِيْنَ (آیۃ ۶۳) ہے

= لَاٰكِلُوْنَ ۔ لام تاکید کا ہے اٰكِلُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر بحالت رفع (باب نصر) سے اَكْلٌ مصدر۔ کھانے والے۔ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ بس ان کو ضرور کھانا ہوگا۔ پس وہ ضرور کھائیں گے۔ یعنی بھوک کی وجہ سے یا جبر کے تحت وہ ضرور کھائیں گے!

= مِنْهَا۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ ای من ثمرھا او من طلعھا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الشجرۃ ہے ۔

= فَمَالِئُوْنَ ۔ الفاء عطف وتعقیب کا ہے۔ مَالِئُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر مرفوع مَالِئٌ واحد مَلْئٌ ۔ مَلْأَةٌ۔ مِلْأَةٌ مصدر (باب فتح) بھرنے والے، مَلْأٌ برتن کو اتنا بھرنا کہ اس سے زیادہ ممکن نہ ہو۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ باوجود زقوم کے مکروہ الصورت، بدذائقہ، اور اثر میں زہریلا ہونے کے وہ اسے پیٹ بھر کر کھانے پر مجبور ہوں گے (بوجہ بھوک کے یا جبر کے)

۳۷: ۶۷ = ثُمَّ۔ پھر۔ حرف عطف ہے۔ ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے خواہ یہ متاخر ہونا بلحاظ زمانہ ہو (التراخی الزمانی) خواہ باعتبار مرتبہ کے ہو (التراخی الرتبی)۔

یہاں ہردو معنی ممکن ہو سکتے ہیں :۔
پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا۔ کہ زقوم پیٹ بھر کر کھا لینے کے بعد (جب ان کو پیاس ستائیگی) تو ان کو کھولتا ہوا پانی ملا کر دیا جائے گا۔
دوسری صورت میں معنی یہ ہوں گے! کہ ان کو بدصورت، بدمزہ، زہریلا زقوم کھانا ہوگا

اورجب ان کو پیاس لگے گی تو کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا یعنی کھانا تو مکروہ ہوگا ہی مگر پینا اس سے زیادہ مکروہ اور ناگوار ہوگا۔

= عَلَیۡهَا۔ ای علی الشجرۃ التی ملئوا منہا بطونہم۔ اس زقوم کے (درخت کے بعد جس سے انہوں نے اپنے پیٹ بھر لئے ہوں گے۔ یا مزید برآں اس درختِ زقوم کی کراہت وقباحت سے بھی بڑھ کر۔

= شَوۡبًا۔ شوب، ملاوٹ، آمیزش، شَابَ یَشُوۡبُ (نصر) کا مصدر ہے اس کا مطلب ہے کہ کسی چیز کو کسی چیز میں ملا دینا۔ خلط ملط کر دینا۔

= حَمِیۡمٍ۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ سخت گرم پانی۔ اس کی جمع حَمَائِمُ ہے۔ قریبی جگری دوست کو بھی حمیم کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے دوست کی حمایت میں گرم ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:۔

وَلَا یَسۡـَٔلُ حَمِیۡمٌ حَمِیۡمًا (۷۰: ۱۰) اور کوئی دوست کسی دوست کا پُرساں حال نہ ہوگا

۳۷: ۶۸ = مَرۡجِعَهُمۡ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا مرجع۔ لوٹنا۔ رجوع کرنا۔ رَجَعَ یَرۡجِعُ (ضرب) سے مصدر میمی ہے۔ رُجُوۡعٌ مَرۡجِعَۃٌ۔ رُجۡعٰی و رُجۡعَانٌ بھی مصدر ہیں۔

= لَاۡاِلَی الۡجَحِیۡمِ۔ لَاۡ میں لام کے بعد الف زائد ہے۔ پڑھا نہیں جاتا۔ یہ قرآن مجید میں کئی جگہ اس صورت میں آیا ہے مثلاً۔ لَاۡاَوۡضَعُوۡا (۹: ۴۷) قَوَارِیۡرَاۡ (۷۶: ۱۶) وغیرہ۔ لَاۡاِلَی الۡجَحِیۡمِ جہنم کی طرف۔

۶۲ تا ۶۸ آیات کی تشریح۔

فَائِدَہ: جہنمیوں کو پہلے وسط جہنم میں لیجایا جائے گا۔ جہاں زقوم کا درخت اپنی بدصورتی، بدذائقی، زہریلی خاصیت کے ساتھ اُگتا ہے وہاں بھوک کی شدت سے وہ پیٹ بھر کر کھائیں گے۔ پھر ان کو نہایت سخت گرم پانی کا محلول پلایا جائیگا یہ گرم پانی مقام جحیم سے باہر ہوگا:۔

جیسا کہ اور جگہ ارشاد خداوندی ہے:۔

یَطُوۡفُوۡنَ بَیۡنَهَا وَبَیۡنَ حَمِیۡمٍ اٰنٍ (۵۵: ۴۴) وہ دوزخ اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان گھومتے پھریں گے۔ گرم پانی پلانے کے بعد ان کو لوٹا کر پھر جحیم میں لایا جائیگا۔

اور اسی طرح وہ جکڑ کلٹتے رہیں گے۔

۳۷ : ۶۹ = اَلْفَوْا۔ اِلْفَاءٌ (افعال) سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے بمعنی پانا۔ انہوں نے پایا۔ لفی مادّہ۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا (۲ : ۱۷۰) بلکہ ہم تو اسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔

۳۷ : ۷۰ = اٰثٰرِھِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے نشانات۔ اُن کے نشاناتِ قدم ان کے پیچھے پیچھے۔ اَثَرٌ واحد۔

= يُهْرَعُوْنَ۔ مضارع مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ اِهْرَاعٌ (افعال) مصدر بمعنی سختی اور تخویف سے ہانکنا۔ اور چلانا۔ هَرِيْعٌ تیز رو اور چلاّ کر رونے والا۔ هَرِعَ بِرُمْحِهٖ فَتَهَرَّعَ: کے معنی نیزے کو سرعت کے ساتھ سیدھا کرنا کے ہیں۔

اِهْرَاعٌ میں تیزی یا تیز رفتاری کا مفہوم پایا جاتا ہے خواہ وہ تیزی شدتِ جذبات سے ہو یا کسی بیرونی طاقت کی سختی کی وجہ سے یا کسی خوف کی وجہ سے۔

یہاں فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ہ کے معنی ہیں وہ (جذبۂ تقلید کی شدّت کے زیرِ اثر) اُن کے (یعنی اپنے آباء و اجداد کے) نقشِ قدم پر چلے جا رہے ہیں۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ (۱۱ : ۷۸) اور لوطؑ کی قوم کے لوگ اس کے پاس بے تحاشا دوڑتے ہوئے آئے۔

مجہول کا صیغہ اندرونی قوتِ متحرکہ کی شدّت کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے یعنی یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس اندرونی قوت کے آگے وہ لاچار ہانکے چلے جا رہے تھے۔

رُوح المعانی میں ہے:۔

وبناء الفعل للمفعول اشارۃ الیٰ مزید رغبتھم فی الاسراع علیٰ اٰثارھم کَاَنَّھُمْ یزعجون ویحثون حثًا علیہ۔ اور فعل کا بحالت مفعولی لانا اپنے آباء و اجداد کے نقشِ قدم پر بسُرعت چلنے پر ان کی شدّتِ رغبت کی طرف اشارہ ہے۔

۳۷ : ۷۱ = قَبْلَهُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اپنے آباء و اجداد کی اندھا دھند تقلید کرنے والوں کی طرف راجع ہے۔

= اَلْاَوَّلِیْنَ ، اَوَّلُ کی جمع یعنی ان کے اگلے یا پہلے لوگ :
۳۷: ۷۲ = فِیْهِمْ ۔ ای فی الاولین پہلے لوگوں میں ۔
= مُنْذِرِیْنَ ، اسم فاعل جمع مذکر ۔ ڈرانے والے یعنی پیغمبر ۔ اِنْذَارٌ (اِفْعَالٌ) سے
۳۷: ۷۳ = اَلْمُنْذَرِیْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر مضاف الیہ عَاقِبَۃُ (انجام) مضاف (انجام ان لوگوں کا) جن کو سرکشی اور نافرمانی کی سزا سے ڈرایا گیا ۔
۳۷: ۷۴ = اِلَّا حرف استثناء ۔ اگر المنذرین سے مراد مخصوص گروہ مراد ہے تو یہ استثنائے منقطع ہے اور اگر اس کا اطلاق عمومی ہے تو یہ استثنائے متصل ہے
= اَلْمُخْلَصِیْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر ۔ اِخْلَاصٌ (افعال) سے ۔
خالص کئے گئے ، خالص کئے ہوئے ۔

اور اخلاص کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو ہر ممکن ملاوٹ سے پاک وصاف کردینا اصطلاحِ شرع میں اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ محض خداوند تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے عمل کیا جائے اور اس کے علاوہ کسی اور جذبہ کی آمیزش نہ ہو ۔

۳۷: ۷۵ = یہاں سے بعض قصص کا تفصیلاً بیان شروع ہوتا ہے جن کا مجملاً پہلے بیان ہوچکا ہے ۔ مولانا ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ۔

سابق آیت میں فرمایا تھا :۔
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِیْهِمْ مُنْذِرِیْنَ ہ اس میں عموماً سارے پیغمبروں کا ذکر ہوگیا ۔ اب خصوصیت کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر شروع فرمایا ۔

مطلب یہ ہے کہ ان سے پہلے ایک زمانہ میں قوم نوح گمراہ ہوگئی تھی ۔ ہم نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت نوح (علیہ السلام) کو بھیجا ۔ نوح نے ان کو اسلام کی دعوت دی ۔ قوم نے دعوت نہ مانی ۔ اور (حضرت) نوح (علیہ السلام) کو بذریعہ وحی معلوم ہوگیا کہ جو لوگ ایمان لانے والے تھے وہ لاچکے ۔ آئندہ قوم کا کوئی فرد ایمان نہیں لائے گا ۔ (حضرت) نوح جب مایوس ہوگئے تو انہوں نے ہم کو پکارا ۔ ہم سے دعا کی ۔ کہ ان کی قوم کو تباہ کردیا جائے ۔ ہم نے ان کی دعا قبول کرلی اور ہم (اپنے خاص بندوں کی دعا) اچھے قبول کرنے والے ہیں ۔

۳۷: ۷۵ = وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِیْبُوْنَ ہ واؤ عاطفہ ہے جس کا عطف مضمونِ رفتہ پر ہے لام قسم محذوف کے جواب میں ہے الفاء للفصیحۃ

ای وتا اللہ لقد دعانا نوح حین ایس من ایمان قومہ بعد ان دعاھم احقابًا ودھورًا فلم یزدھم دعاءہ الا فرارًا ونفورًا فاجبنا احسن الاجابۃ فو اللہ لنعم المجیبون نحنُ۔ خدا کی قسم جب مدتوں اپنی قوم کو دعوت الی الحق دینے کے بعد اس قوم میں نفرت اور فرار ہی کا اضافہ ہوا تو حضرت نوح نے قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہوکر ہمیں پکارا۔ اور ہم نے بطریق احسن اس کی فریاد رسی کی بخدا ہم خوب فریاد سننے والے ہیں (اور ضرورت کو پورا کرنے والے ہیں) ملاحظہ ہو ۷۱: ۵-۶ و ۲۶ -۲۷)۔

= نَادٰنَا۔ نَادٰی یُنَادِیْ مُنَادَاۃٌ (مفاعلۃ) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب نَا ضمیر جمع متکلم۔ اس نے ہم کو پکارا۔ باب مفاعلہ کے خواص میں سے موافقت مجرّد (مجرّد کے ہم معنی ہونا) بھی ہے۔ لہٰذا نَادٰی اشتراک کی بجائے مجرّد کے معنی میں ہوگا۔ "اس نے پکارا"، جیسے سَافَرَ زَیْدٌ بمعنی سَفَرَ زَیْدٌ۔ زید نے سفر کیا۔

= اَلْمُجِیْبُوْنَ ہ اسم فاعل جمع مذکر۔ المجیب واحد اجابۃ مصدر۔ دعا قبول کرنے والے۔ دینے والے۔

۳۷: ۷۶ = اَھْلَہٗ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے گھر والے۔ اس کے گھرانے کے؛ یہاں اَھْل سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کے خاندان والے نہیں ہیں بلکہ ہم عقیدہ اور ایمان والے مراد لئے گئے ہیں۔

جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِكَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ (۱۱: ۴۶) خدا نے فرمایا اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے وہ تو ناشائستہ افعال ہے

= اَلْکَرْبِ۔ اسم مصدر معرفہ۔ بڑی مصیبت، کَرْب سخت غم۔ دم گھونٹنے والا غم الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ بہت بڑی مصیبت؛ اس سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کو قوم کے ہاتھوں پہنچنے والی تکلیفیں اور ایذا رسانی ہے؛

۳۷: ۷۷ = ذُرِّیَّتَہٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی ذریت۔ اس کی اولاد۔ اس کی نسل۔

= اَلْبٰقِیْنَ: باقی رہنے والے۔ بچے ہوئے۔ بَاقٍ کی جمع ہے۔

اصل میں فَاعِلٌ کے وزن پر بَاقِیٌ تھا۔ ی پر ضمہ دشوار تھا اس کو ساکن کیا۔ اب

یؔ ساکن اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہوئے یؔ اجتماع ساکنین سے گر گئی۔ بَاقٍ ہو گیا۔ اسی طرح رَمیٌ یَرْمِیْ۔ ناقص یائی سے اسم فاعل کا صیغہ رَامٍ واحد مذکر ہے۔

ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اختصاص کے لئے ہے یعنی ہم نے صرف اسی کی اولاد کو باقی رکھا۔

۳۷: ۷۸ : ۷۹ == وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ہ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ہ

تَرَكْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَرْكٌ مصدر سے۔ ہم نے چھوڑا۔ عَلَيْهِ اس کے لئے اَلْاٰخِرِيْنَ اٰخِرٌ کی جمع۔ پچھلے۔ یعنی ان کے بعد آنے والے لوگ۔ ان کے بعد کی نسلیں۔

اَلْعٰلَمِيْنَ۔ تمام جہان۔ تمام عَالَمْ۔ یہ عَالَمٌ کی جمع ہے۔ بحالت نصب وجر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا سب مخلوق کو عَالَمْ کہتے ہیں۔

تَرَكْنَا ..... اَلْعٰلَمِيْنَ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

(۱) جملہ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ موضع نصب میں ہے اور یہ تَرَكْنَا کا مفعول ہے: مطلب ہو گا:

ہم نے (حضرت نوح) کے بعد میں آنے والی نسلوں میں حضرت نوح کے حق میں کلام سَلٰمٌ ...... اَلْعٰلَمِيْنَ۔ چھوڑا۔ (یعنی کہ وہ ان کے حق میں یہ دعا پڑھا کریں) اس صورت میں یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہے۔ جسے وہ پڑھا کریں گے۔

(۲) یہ کلام (سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ) آئندہ آنے والی نسلوں کا اپنا مقولہ ہے اور وہ ان الفاظ میں حضرت نوح علیہ السلام پر سلام بھیجا کریں گے۔ اس صورت میں بھی یہ ترکنا کا مفعول ہو گا۔ یعنی ہم نے آئندہ نسلوں میں ان کا مقولہ (سلام علیٰ نوح فی العلمین) چھوڑا

(۳) یہ کلام نہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا۔ نہ یہ ان کا اپنا مقولہ ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا قول ہے اور تَرَكْنَا کا مفعول محذوف ہے ای ترکنا علیہ الثناء الحسن و ابقینا لہ فیمن بعدہٗ الیٰ اخر الدھر وقلنا " سلام علیٰ نوح فی العلمین" ہم نے اس کے لئے بہترین ذکر اور قابل ستائش شہرت چھوڑی اور اس ذکر اور شہرت کو آنے والی نسلوں میں آخر الدہر تک کے لئے باقی رکھا۔ اور ہم نے کہا۔ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ہ (تمام جہانوں میں نوح پر سلام ہو)

۳۷: ۸۰ == اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ہ کاف تشبیہ کا ہے۔ ذٰلِكَ کا اشارہ حضرت نوح علیہ السلام پر خدا کے انعامات کی طرف ہے جو اوپر مذکور ہوئے۔

۳۷: ۸۲ == ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ۔ اس جملہ کا عطف نَجَّيْنٰهُ (آیۃ ۷۶) پر ہے

ثُمَّ تراخی الذکر کے لئے ہے اَلْاٰخَرِیْنَ اٰخَرُ کی جمع بمعنی دوسرے۔ یعنی حضرت نوح اوران کے پیروؤں کو ہم نے نجات دی (ڈوبنے سے بچا لیا) پھر اوروں کو ہم نے ڈبو دیا

۳۷: ۸۳ = شِیْعَتِہٖ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا گروہ۔ اس کا فرقہ۔
شِیَاعٌ کے معنی منتشر ہونے اور تقویت دینے کے ہیں۔ مثلاً شَاعَ الْخَبَرُ۔ خبر پھیل گئی اور قوت پکڑ گئی اور شَاعَ الْقَوْمُ قوم منتشر اور زیادہ ہو گئی۔
الشِّیْعَۃُ وہ لوگ جن سے انسان قوت حاصل کرتا ہے اور وہ اس کے ارد گرد پھیلے رہتے ہیں۔

یہاں آیت ہذا کا مطلب ہے :۔
کہ انہی (یعنی حضرت نوح علیہ السلام) کے پیروکاروں میں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) تھے۔
شیعہ کا اطلاق واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث سب پر ہوتا ہے۔ اس کی جمع شِیَعٌ اور اَشْیَاعٌ ہے۔

= لَاِبْرٰھِیْمَ۔ لام تحقیق کے لئے ہے بمعنی بیشک۔ بلاشبہ۔

۳۷: ۸۴ = اِذْ جَآءَ رَبَّہٗ۔ اِذْ متعلق بفعل محذوف ای اُذْکُرْ اِذْ جَآءَ رَبَّہٗ اِذْ جَآءَ رَبَّہٗ یعنی اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا۔

= قَلْبٍ سَلِیْمٍ۔ موصوف وصفت، الیسا دل جو مفسد عقائد، قبیح صفات اور دنیاوی آلائش سے پاک وصاف تھا۔

— یاد کرو جب وہ اپنے پروردگار کی طرف قلب سلیم کے ساتھ متوجہ ہوا۔

۳۷: ۸۵ = اِذْ۔ پہلے اِذْ کا بدل ہے یا جَآءَ کا ظرف زمان۔

= مَاذَا۔ اس کی حسب ذیل صورتیں ہیں :۔

ا۔ یہ لفظ مرکب ہے اور

(۱) مَا استفہامیہ اور ذَا موصولہ ہے جیسے وَیَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ۥ قُلِ الْعَفْوَ ۥ (قرأت ابو عمرو (۲: ۲۱۹)

(۲) مَا استفہامیہ اور ذَا اسم اشارہ ہے

(۳) مَا زائدہ اور ذَا اسم اشارہ۔

(۴) مَا استفہامیہ اور ذَا فصل کے لئے ہے تاکہ مَا نافیہ اور مَا استفہامیہ میں امتیاز ہو جائے۔

(۵) مَا استفہامیہ ہے اور ذَا زائدہ ہے:

(ب) یہ لفظ بسیط ہے اور پورا۔

(۱) اسم جنس ہے۔

(۲) اسم موصول ہے۔

(۳) پورا حرف استفہام ہے۔ جیسے وَیَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ ط (۲: ۲۱۹)

مَاذَا۔ کیا چیز ہے۔ کیا ہے۔ یہاں استفہام توبیخ کے لئے ہے (یعنی تمہیں شرم نہیں آتی تم کس کی عبادت کرتے ہو؟)

۳۷: ۸۶ = اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِیْدُوْنَ ہ ای اَتُرِیْدُوْنَ اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ اِفْكًا۔ اَ ہمزہ استفہام ہے۔ تُرِیْدُوْنَ فعل مضارع جمع مذکر حاضر۔ اَنْتُمْ ضمیر مستتر فاعل اٰلِهَةً مفعول بہ دُوْنَ اللّٰهِ صفت اٰلِهَةً کی اِفْكًا مفعول لہٗ (یہاں بھی استفہام توبیخی ہے) مفعول بہ کی تقدیم فعل پر مفعول کی اہمیت کو ظاہر کر رہی ہے اور مفعول لہٗ کو سب سے پہلے ذکر کرنا اس امر کو ظاہر کر رہا ہے کہ ان کی ساری پوجا پاٹ غلطی اور جھوٹ پر مبنی تھی (اس کے اندر کوئی حقیقت یا سچائی نہیں تھی) ۔۔ تفسیر مظہری

ترجمہ ہوگا:۔

کیا تم اللہ کے سوا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو چاہتے ہو؟

۳۷: ۸۷ = فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ مَا استفہام کے لئے ہے۔ ظَنُّكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا گمان، تمہارا خیال۔

امام راغبؒ لکھتے ہیں:۔

اَلظَّنُّ۔ کسی چیز کے علامات سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے اسے ظَنٌّ کہتے ہیں۔ جب یہ علامات قوی ہوں تو اس سے علم کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے مگر جب کمزور ہو تو یہ نتیجہ وہم کی حد سے آگے تجاوز نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ نتیجہ قوی ہو جائے اور علم کا درجہ حاصل کر لے یا اسے علم کے درجہ میں فرض کر لیا جائے تو اس کے بعد اَنَّ یا اَنْ کا استعمال ہوتا ہے۔ مگر جب وہ ظن کمزور ہو اور وہم کے درجہ سے آگے نہ بڑھے تو پھر اس کے ساتھ (صرف) اَنْ استعمال ہوتا ہے جو کسی قول یا فعل کے ساتھ مختص ہے۔ چنانچہ آیت یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ط (۲: ۲۴۹) جو لوگ یقین رکھتے ہیں کہ ان کو خدا کے روبرو حاضر

ہوتا ہے۔ میں ظنّ کا لفظ علم و یقین کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اور آیت کریمہ وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ (۲۱ : ۸۷) اور ذوالنون (کو یاد کرو) جب وہ (اپنی قوم سے ناراض ہو کر) غصے کی حالت میں چل دیئے اور خیال کیا کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے ۔۔۔ میں بعض نے کہا ہے کہ یہاں ظنّ بمعنی وہم لینا بہتر ہے یعنی ان کے دل میں یہ وہم گزرا کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے ہم اس پر قابو نہیں پا سکیں گے .....

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ آخر اللہ رب العالمین کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے؟

لُغاتُ القرآن (شائع کردہ ندوۃ المصنفین) میں ہے حسب تصریح امام راغب یہاں بھی ظنّ اس اعتقاد ہی کے معنی میں ہے جو یقین کا حکم رکھتا ہے :

۳۷ : ۸۸ = فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۔ اس کا لفظی ترجمہ ہے پھر اس نے ستاروں کو ایک نظر بھر کر دیکھا۔

یہاں ایک خاص واقعہ کا ذکر کیا جا رہا ہے جس کی تفصیلات سورۃ الانبیاء (آیات ۵۱ : ۷۳) اور سورۃ عنکبوت (آیات ۱۶-۲۷) میں گذر چکی ہیں۔

قوم (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کا ایک سالانہ تہوار اور میلہ ہوا کرتا تھا۔ اور قوم کا قاعدہ تھا کہ تہوار کے موقعہ پر بتوں کے پاس جا کر ان کے سامنے فرش بچھاتے اور میلے میں جانے سے پہلے ان کے سامنے لذیذ کھانے مختلف قسم کے رکھتے تھے اور اس کو متبرک فعل سمجھتے تھے۔

پھر جب میلہ سے واپس لوٹتے تھے تو بتوں کے سامنے رکھے ہوئے کھانے اور مٹھائیاں بطور تبرک خود بھی کھاتے تھے اور یار دوستوں میں بھی تقسیم کرتے تھے۔

یہاں بھی پھر ایک ایسے ہی تہوار کا ذکر ہے قوم کے لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو میلے پر چلنے کے لئے کہا لیکن ان کے دل میں بتوں سے نپٹنے کا ایک منصوبہ تھا لہٰذا انہوں نے معذرت کر دی۔

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۝ کے یہ معانی ہو سکتے ہیں:

(۱) قوم ابراہیم سورج چاند اور ستاروں کی پرستش میں مبتلا تھی ان کے عقیدہ کے مطابق جملہ حوادثِ ارضی ستاروں کی گردش کے نتیجہ میں وقوع پذیر ہوتے تھے۔ لہٰذا جب حضرت

ابراہیم نے ستاروں کی طرف دیکھا اور کہا اِنِّیْ سَقِیْمٌ تو انہوں نے خیال کیا کہ حضرت ابراہیم نے بھی ستاروں کے مطالعہ سے یہ نتیجہ لیا ہے لہٰذا انہوں نے یقین کر لیا۔

۲:- یہ جملہ بطور محاورہ استعمال ہوا ہے یقال للرجل اذا فکر فی الشئی یدبرہ نظر فی النجوم یعنی جب کوئی آدمی کسی معاملہ پر غور کرتا ہے تو کہتے ہیں نظر فی النجوم اس صورت میں اس کا مطلب ہوگا کہ جب قوم نے میلہ پر جانے کے لئے آپ سے کہا تو آپ نے تدبّر کیا اور کہا کہ اِنِّیْ سَقِیْمٌ۔

یہ مؤخر الذکر معنی ہی قابل ترجیح ہے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں:۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ جو شخص کسی امر میں غور و فکر کرے تو عرب کہتے ہیں کہ:۔

اس نے ستاروں پر نظریں ڈالیں۔ مطلب یہ ہے کہ غور و فکر کے ساتھ تاروں کی طرف نظر اٹھائی اور سوچنے لگے کہ میں انہیں کس طرح ٹالوں۔ سوچ سمجھ کر فرمایا کہ میں بیمار ہوں۔

ویسے بھی یہ بات اکثر مشاہدہ میں آتی ہے کہ جب کسی شخص کے سامنے کوئی غور طلب بات آتی ہے تو وہ آسمان کی طرف یا اوپر کی طرف کچھ دیر دیکھتا رہتا ہے پھر سوچ کر جواب دیتا ہے؛

۳۷: ۸۹ — اِنِّیْ سَقِیْمٌ۔ میں سَقِیْمٌ سُقْمٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ دکھی، بیمار۔ مضمحل، ناساز، محاورۃً بیزار کے معنی بھی ہو سکتے ہیں؛

امام راغبؒ لکھتے ہیں:۔

اَلسُّقْمُ وَالسَّقَمُ خاص کر جسمانی بیماری کو کہتے ہیں۔ بخلاف مَرَضٌ کے کہ وہ جسمانی و قلبی دونوں قسم کی بیماریوں کے متعلق استعمال ہوتا ہے جیسے فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (۲: ۱۰) ان کے دلوں میں بیماری ہے۔

فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ میں لفظ سَقِیْمٌ یا تو تعریض کے طور پر (کنایۃً) استعمال ہوا ہے یا زمانہ ماضی یا مستقبل کی طرف اشارہ کے لئے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس ہلکی سی بدنی تکلیف کی طرف اشارہ ہو جو اس وقت ان کو عارض تھی کیونکہ انسان بہرحال کسی نہ کسی عارضہ میں مبتلا ہی رہتا ہے اگرچہ وہ اسے محسوس نہ کرے:

اِنِّیْ سَقِیْمٌ کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ میں بیزار ہوں جیسا کہ انگریزی کہتے ہیں میں اس سے بیزار ہوں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مطلب یہ ہو کہ میں تمہارے غلط عقائد سے بیزار ہوں لیکن مخاطبین نے اس سے علیل کا مطلب لے لیا ہو۔ الفاظ کا اس طرح ذومعنی استعمال عام ہے؛

۳۷: ۹۰ = فَتَوَلَّوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب ۔ انہوں نے منہ موڑا ۔ انہوں نے پشت پھیری تَوَلِّیٌ مصدر ۔ المراد انھم ترکوہ و ذھبوا ۔ انہوں نے اس کو چھوڑا ۔ اور چلے گئے
= مُدْبِرِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب وجر ۔ پیٹھ موڑنے والے اِدْبَارٌ (افعال) مصدر ۔ ضمیر فاعل تَوَلَّوْا سے حال ہے ۔ پیٹھ موڑنے والے مطلب : پیٹھ دکھا کر چلتے بنے ۔
= رَاغَ اِلٰی ۔ رَاغَ یَرُوْغُ (نصر) رَوْغٌ و رَوَغَانٌ اِلٰی کے صلہ کے ساتھ ۔ چپکے سے کسی طرف مائل ہونا ۔ چپکے سے کسی کی طرف جانا اور عَلٰی کے صلہ کے ساتھ ، حملہ کرنا ٹوٹ پڑنا ۔ رَاغَ عَلَیْہِ بِالضَّرْبِ مارنے کے لئے کسی پر ٹوٹ پڑنا ۔
۳۷: ۹۲ = تَنْطِقُوْنَ ؛ مضارع جمع مذکر حاضر ۔ نَطَقَ یَنْطِقُ (ضرب) نُطْقٌ وَنُطُوْقٌ مصدر بولنا ۔ لَا تَنْطِقُوْنَ ۔ تم بولتے نہیں ہو ۔
۳۷: ۹۳ = رَاغَ عَلَیْہِمْ ۔ وہ ان پر پل پڑا ۔ وہ ان پر ٹوٹ پڑا ۔
= ضَرْبًا ۔ یا تو معنی کے اعتبار سے رَاغَ عَلَیْہِمْ کا مصدر ہے ۔ یا فعل مضمر کا مصدر ہے ای فَرَاغَ عَلَیْہِمْ یَضْرِبُھُمْ ضَرْبًا ۔ وہ ان پر پل پڑا اور مارنے لگا ۔ یا یہ مصدر بمعنی فاعل ہے ۔ ای ضَارِبًا ۔ اور اس صورت میں یہ ضمیر فاعل رَاغَ سے حال ہے یا یہ مفعول لہٗ ہے ای لاجل ضَرْبٍ ۔ مارنے کے لئے ۔
= بِالْیَمِیْنِ ۔ دائیں ہاتھ کے ساتھ ۔ پوری قوت کے ساتھ ۔
فَرَاغَ عَلَیْہِمْ ضَرْبًا بِالْیَمِیْنِ پھر وہ ان پر ٹوٹ پڑا اور اپنی پوری قوت کے ساتھ مارنے لگا ۔

بعض کے نزدیک یمین سے مراد یہاں قسم ہے یعنی اپنی قسم کی وجہ سے بتوں پر ضرب لگائی ۔ اس صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قسم کی طرف اشارہ ہے وَتَاللّٰہِ لَاَکِیْدَنَّ اَصْنَامَکُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ (۲۱: ۵۷) اور خدا کی قسم جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے تو میں تمہارے بتوں سے ایک چال چلوں گا ۔
(اغلب ہے کہ یہ بات انہوں نے زیر لب کہی ہو)
۳۷: ۹۴ = اَقْبَلُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب ۔ اِقْبَالٌ (افعال) مصدر ۔ انہوں نے رُخ کیا ۔ وہ متوجہ ہوئے ۔
= یَزِفُّوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ دوڑتے ہوئے ۔ زَفَّ یَزِفُّ (باب ضَرَبَ)

زَفٌّ و زَفِيفٌ و زُفُوفٌ مصدر۔ يَزِفُّوْنَ حال ہے اَقْبَلُوْا کی ضمیر مرفوع متصل ذوالحال ہے
یہ زفّ النعام سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے: شترمرغ تیزی سے چلا۔

فَائِدَہ: معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کے اس فعل کی خبر اس کے ہم قوموں کو ہو گئی اور وہ تیزی سے گھبرائے ہوئے اور غصہ سے بھرے ہوئے واپس اس کی طرف آتے ہیں اور ان سے دریافت کرتے ہیں۔ ان کے درمیان اس بارہ میں گفتگو کی تفصیل الانبیاء میں ملاحظہ ہو

یا جب واپسی پر انہوں نے بتوں کی حالت غیر دیکھی اور دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ کام حضرت ابراہیم کا ہے تو کہا کہ: فَأْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ ط (۲۱: ۶۱) ان کو لوگوں کے سامنے لاؤ۔

٣٧: ٩٥ = مَا تَنْحِتُوْنَ۔ مَا موصولہ ہے تَنْحِتُوْنَ صیغہ جمع مذکر حاضر نَحْتٌ (ضرب) سے مصدر۔ تم تراشتے ہو۔

٣٧: ٩٦ = وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔ یہ جملہ حالیہ ہے اور جملہ سابقہ اَتَعْبُدُوْنَ۔ مَا تَنْحِتُوْنَ جو جملہ انکاریہ ہے اس کی مزید تاکید کے لئے ہے۔

٣٧: ٩٧ = اِبْنُوْا۔ تم بناؤ۔ تم تعمیر کرو۔ بَنٰى يَبْنِيْ (باب ضرب) بِنَاءٌ و بُنْيَانٌ وَبَنْيٌ۔ مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ بُنْيَانًا مفعول مطلق۔
اِبْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا۔ اس کے لئے ایک عمارت تعمیر کرو۔ یعنی ایک چتا یا آتشکدہ بناؤ۔

= فَاَلْقُوْهُ فَ تعقیب کا ہے اَلْقُوْا۔ اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر سے امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت ابراہیم ہے۔
پھر اس کو ڈال دو۔

= فِي الْجَحِيْمِ ط اس میں الف لام مضاف الیہ کے بدل میں آیا ہے ای فی جحیم ذلك البنیان۔ (اس عمارت کی دہکتی ہوئی آگ میں) یا ال عہد کا ہے اور جحیم سے مراد وہی عمارت ہے جس میں یہ دہکتی ہوئی آگ تھی۔

اَلْجَحْمَةُ آگ بھڑکنے کی شدت جحیم اسی سے مشتق ہے فعیل بمعنی فاعلٌ ہے۔ دہکتی ہوئی آگ۔ دوزخ۔

اسی سے بطور استعارہ عربی محاورہ ہے جَحِمَ (سمع) وَجْهُهٗ مِنْ شِدَّةِ الْغَضَبِ۔ اس کا چہرہ غضب وغصہ کی شدت سے جل اٹھا۔

۳۷: ۹۸ = کَیۡدًا خفیہ تدبیر۔ چالاکی۔ داؤ۔ کَادَ یَکِیۡدُ (باب ضَرَبَ) کا مصدر ہے۔ بُرا ارادہ کرنا۔ خفیہ تدبیر کرنا۔

اَلْکَیْدُ (خفیہ تدبیر) کے معنی ایک قسم کی حیلہ جوئی کے ہیں جسے دوسروں سے مخفی رکھا جائے۔ یہ اچھے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ اچھے معنوں میں فرمایا:۔ کَذٰلِکَ کِدۡنَا لِیُوۡسُفَ (۱۲: ۷۶) اسی طرح ہم نے یوسف (علیہ السلام) کے لئے تدبیر کردی۔ اور برے معنوں میں فَاِنۡ کَانَ لَکُمۡ کَیۡدٌ فَکِیۡدُوۡنِ ہ (۷۷: ۳۹) اگر تم کو کوئی داؤ آتا ہے تو مجھ پر کر چلو۔ یا آیت ہذا (۳۷: ۹۸) فَاَرَادُوۡا بِہٖ کَیۡدًا فَجَعَلۡنٰہُمُ الۡاَسۡفَلِیۡنَ۔ غرض ان لوگوں نے ان کے ساتھ بُرائی کرنا چاہی سو ہم نے ان کو نیچا دکھا دیا۔

= اَسۡفَلِیۡنَ۔ اَسۡفَلُ کی جمع ہے اسم تفضیل کا صیغہ ہے سب سے نیچے۔ سَفَلَ (باب سمع) اور سَفُلَ (باب کرم) سُفُوۡلٌ وسَفَالٌ مصدر بمعنی پست ہونا۔ حقیر ہونا۔

۳۷: ۹۹ = قَالَ۔ ای قَالَ اِبۡرٰھِیۡمُ۔

= سَیَھۡدِیۡنِ۔ اس میں سَ تاکید وقوع کے لئے ہے۔ اور فعل کو مستقبل میں وقوع پذیر ہونے کو ظاہر کرتا ہے والسین لتاکید الوقوع فی المستقبل (روح المعانی)

یَھۡدِیۡنِ مضارع واحد مذکر غائب نوؔن وقایہ یؔ متکلم کی محذوف۔ وہ میری ضرور رہنمائی کرے گا۔

۳۷: ۱۰۰ = رَبِّ ھَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ہ ای رَبِّ ھَبۡ لِیۡ وَلَدًا صَالِحًا اے میرے رب مجھے ایک صالح بیٹا عطا فرما۔ رَبِّ۔ ای یَارَبِّیۡ اے میرے ربّ۔

ھَبۡ۔ وَھَبَ یَھَبُ (فتح) ھِبَۃٌ مصدر سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔

۳۷: ۱۰۱ = غُلٰمٍ۔ لڑکا۔ بیٹا۔ نرینہ اولاد۔

= حَلِیۡمٍ۔ بردبار۔ تحمل والا۔ باوقار حِلۡمٌ سے جس کے معنی جوشِ غضب سے نفس اور طبیعت کو روکنے یعنی بُردباری اور تحمل کرنے کے ہیں۔ فَعِیۡلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حُسنیٰ میں سے ہے!

۳۷: ۱۰۲ = بَلَغَ مَعَہُ السَّعۡیَ۔ اس کے ساتھ دوڑنے بھاگنے کی عمر کو پہنچ گیا ای یَسۡعٰی مَعَہٗ فِیۡ اَعۡمَالِہٖ اس کے ساتھ کام کاج میں دوڑ دھوپ کرنے لگا۔

اَدْ لَیْنِیْ مَعَہٗ وَیُعِیْنُہٗ اس کے ساتھ دوڑنے پھرنے اور اس کی مدد کرنے کے قابل ہو گیا

اس جملہ کا عطف جملہ محذوف پر ہے پوری کلام یوں ہے :۔

بشارت کے بعد (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کے ہاں لڑکا پیدا ہوا پھر جب وہ بڑا ہو کر اس کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا۔

= قَالَ : ای قَالَ اِبْرَاھِیْمُ۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا۔

= یٰبُنَیَّ ۔ یا حرف ندا ہے بُنَیَّ ۔ اِبْنٌ سے اسم تصغیر ہو کر مضاف ہے ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ اضافت کے باعث واحد متکلم کی ی ای میں مدغم ہو گئی۔

بُنَیَّ (میرے پیارے بیٹے) مضاف مضاف الیہ مل کر یا حرف ندا سے منادیٰ ہوا۔ اے میرے پیارے بیٹے۔

اِبْنٌ کی اصل بَنَوٌ ہے (یا بَنَیٌ) اس کی جمع اَبْنَاءٌ ہے (بَنُوْنَ بھی اِبْنٌ کی جمع ہے جیسے یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ہ (۲۶ : ۷۷) جس دن نہ مال کام آئیگا نہ اولاد) بیٹا بھی چونکہ اپنے باپ کی عمارت ہوتا ہے اس لئے اسے ابن کہا جاتا ہے کیونکہ باپ کو اللہ تعالیٰ نے بانی بنایا ہے اور بیٹے کی تخلیق میں باپ بمنزلہ معمار کے ہوتا ہے اور ہر وہ چیز جو دوسرے کے سبب، اس کی تربیت اس کی دیکھ بھال اور نگرانی سے حاصل ہو اسے اس کا ابن کہا جاتا ہے۔ جیسے (فلان ابن حرب فلاں جنگجو ہے یا مسافر کو ابن السبیل اور چور کو ابن اللیل کہتے ہیں۔ (راغب)

= فَانْظُرْ ۔ اُنْظُرْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے نَظْرٌ سے۔ تو دیکھ۔ تو غور کر، تو سوچ لے۔

= مَاذَا ۔ ملاحظہ ہو ۳۷ : ۸۵ ۔ کیا۔

مَاذَا تَرٰی ۔ تیری کیا رائے ہے تَرٰی رَأْیٌ مصدر سے مشتق ہے رُؤْیَۃٌ مصدر سے نہیں۔ مَاذَا تَرٰی ۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَوْ تَرٰی اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ۔ (۸ : ۵۰) اور کاش تم اس وقت کی کیفیت خیال میں لاؤ جب ...... کافروں کی جانیں نکالتے ہیں۔

= قَالَ یٰاَبَتِ ای قال اسمٰعیل ، یا حرف ندا ، اَبَتِ مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ اَبٌ باپ ۔ اصل میں اَبَوٌ تھا۔ بروزن فَعَلٌ ۔ ندا کی حالت میں تاء زیادہ کر کے یَا اَبَتِ (اے میرے باپ) کہا جاتا ہے۔

= سَتَجِدُنِیْ۔ سَ تاکید کے لئے اور فعل کے مستقبل میں وقوع پذیر ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔
تَجِدُ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ وُجُوْدٌ (باب ضرب) سے مصدر۔ نِ وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ تو ضرور مجھے پائے گا۔

۳۷: ۱۰۳ = اَسْلَمَا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب۔ دونوں نے حکم مانا۔ دونوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ دونوں (امر خداوندی کے آگے) جھک گئے۔

قتادہؓ نے کہا ہے اَسْلَمَ کا معنی ہے سپرد کر دینا یعنی (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو اور (حضرت) اسماعیل (علیہ السلام) نے اپنی جان کو اللہ کے سپرد کر دیا

= تَلَّہٗ۔ تَلَّ ماضی واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل حضرت ابراہیم کی طرف راجع ہے۔ اور ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع (حضرت) اسماعیل ہے۔ اس کا معنی ہے زمین پر پچھاڑنا۔ (اور حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل کو زمین پر لٹا دیا۔

= لِلْجَبِیْنِ۔ پیشانی کے بل۔

۳۷: ۱۰۴ = وَ نَادَیْنٰہُ۔ جملہ نَادَیْنٰہُ بزیادۃ الواو لَمَّا کا جواب ہے۔

۳۷: ۱۰۵ = قَدْ صَدَّقْتَ۔ قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے۔
صَدَّقْتَ ماضی واحد مذکر حاضر۔ تَصْدِیْقٌ (تفعیل) مصدر سے۔ بے شک تو نے سچ کر دکھایا۔

= الرُّؤْیَا۔ واحد۔ خواب۔ رُؤًی جمع۔ مادہ رءی ہے۔
یہ لفظ اکثر خواب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن کبھی جاگتے میں آنکھ سے دیکھنے کے لئے بھی آتا ہے (ای بمعنی رؤیۃ) مثلاً وَ مَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ (۱۷: ۶۰) اور ہم نے جو منظر تجھ کو دکھایا تھا اسے ہم نے لوگوں کی آزمائش کا سبب بنا دیا

یا متنبی کا شعر ہے:۔
رُؤْیَاکَ اَحْلٰی فِی الْعُیُوْنِ مِنَ الْغَمْضِ۔
نیم باز آنکھوں کی نسبت تو تیرا (نگاہ بھر کر) دیکھنا آنکھوں کو زیادہ بھلا معلوم ہوتا ہے۔

= کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ۔ ہم مخلصوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں!
قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا پر ندائیہ کلام ختم ہو گیا۔

بیان القرآن میں ہے:۔ یعنی جو خواب میں حکم ہوا تھا (تم نے) اپنی طرف سے اس

پورا عمل کیا۔ اب ہم اس حکم کو منسوخ کرتے ہیں۔ بس ان (حضرت اسماعیل) کو چھوڑ دو۔ وہ وقت بھی عجیب تھا۔ غرض ان کو چھوڑ دیا۔ جان کی جان بچ گئی اور مراتب علیامزید برآں عطا ہوئے۔

مطلب یہ کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کے ذبح ہو جانے سے قبل فعلِ ذبح کی تیاری وآمادگی ذبح کو خواب کی تکمیل کے لئے کافی قرار دیا۔ اور ان کو اس امتحان میں کامیابی پر پورے انعام کا مستحق قرار دیا۔ اس احسان واکرام کی طرف اگلے جملے کَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ۔ میں اشارہ ہے:

۳۷: ۱۰۶ = اَلْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ: موصوف وصفت۔ کھلا امتحان۔ کھلی آزمائش۔

۳۷: ۱۰۷ = فَدَیْنٰہُ: فَدَیْنَا ماضی جمع متکلم فَدٰی یَفْدِیْ (ضرب) فَدًی وفِدًی وفِدَاءً مصدر بمعنی مال وغیرہ دے کر قید وغیرہ سے چھڑانا۔ اَلْفِدٰی والْفِدَاءُ کے معنی ہیں کسی کی جانب سے کچھ دے کر اسے مصیبت سے بچا لینا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب (کا مرجع حضرت اسماعیل ہیں) ہم نے فدیہ دے کر اس کو بچا لیا۔

فَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ہم نے ایک بڑی قربانی کو اس کا فدیہ دے کر اسے بچا لیا۔

۳۷: ۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰ = مناسب تغیر وتبدل کے ساتھ آیات ۷۸، ۷۹، ۸۰۔ مذکورہ بالا ملاحظہ ہوں۔

آیت ۱۱۰ میں کَذٰلِكَ سے پہلے اِنَّا (تاکید وتحقیق کے لئے) اس لئے ذکر نہیں کیا گیا کہ تکرار سے کوئی فائدہ نہ تھا۔ آیت سابقہ نمبر ۱۰۵ میں اِنَّا مذکور ہے وہی کافی ہے (یعنی معنی یہاں بھی وہی مُراد ہے جو سابق آیت میں مراد تھی)

۳۷: ۱۱۲ = بَشَّرْنٰہُ۔ بَشَّرْنَا ماضی جمع متکلم تَبْشِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کو بشارت دی۔ خوشخبری دی۔

= بِاِسْحٰقَ۔ اِسْحٰقَ غیر منصرف ہے بوجہ علمیت اور عجمہ۔ اسی لئے باء حرف جار آنے کے باوجود اس کے نیچے کسرہ نہیں آئی۔

= نَبِیًّا۔ اِسْحٰقَ سے حال ہے اور اسی طرح مِنَ الصّٰلِحِیْنَ بھی اِسْحٰقَ سے

حال ہے۔ یعنی ہم نے اسے (حضرت ابراہیم) کو بشارت دی اسحاق کی (اور حال یہ ہوگا) کہ وہ نبی ہوگا اور صالحین میں سے ہوگا۔

۳۷ : ۱۱۳ == بٰرَکْنَا عَلَیْہِ ۔ ہم نے اس پر برکتیں نازل فرمائیں یعنی دنیاوی برکتیں کہ ان کی نسل کی کثرت اور دینی برکتیں کہ ان کی اولاد سے بکثرت انبیاء پیدا کئے گئے۔

== وَعَلٰٓی اِسْحٰقَ یہاں عَلٰی کو مکرر تخصیص کے لئے لایا گیا ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ اسحٰق (علیہ السلام) کو بھی برکتیں عطا کیں۔ کہ آپ کی نسل سے ایک ہزار نبی پیدا ہوئے۔ سب سے پہلے حضرت یعقوبؑ پیدا ہوتے اور سب سے آخر میں (آپ کی نسل سے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

== ذُرِّیَّتِہِمَا۔ مضاف مضاف الیہ ان دونوں کی ذُرِّیَّت (اولاد) ضمیر تثنیہ مذکر غائب حضرت ابراہیم اور حضرت اسحٰق علیہما السلام کی طرف راجع ہے۔

== مُحْسِنٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِحْسَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ موحد وظیفہ سے زیادہ ادا کرنے والا۔ ہر قسم کی خوبی پیدا کرنے والا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (۱۶ : ۹۰) خدا تم کو انصاف اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے ۔ اس میں اشارہ ہے کہ احسان عدل سے بڑھ کر چیز ہے۔ کیونکہ دوسرے کا پورا پورا حق ادا کر دینا اور اپنا حق پورا لے لینے کا نام عدل ہے اور احسان یہ ہے کہ دوسروں کو ان کے حق سے زیادہ دیا جائے اور اپنے حق سے کم لیا جاتے۔ لہٰذا احسان کا درجہ عدل سے بڑھ کر ہے۔ انسان پر عدل و انصاف سے کام لینا واجب اور فرض ہے مگر احسان مندوب ہے (جس کی طرف کسی کو متوجہ کیا جائے یا اکسایا جائے)

اسی بناء پر فرمایا۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ (۴ : ۱۲۵) اس شخص سے کس کا دین اچھا ہو سکتا ہے جس نے خدا کے حکم کو قبول کیا اور وہ نیکوکار بھی ہے۔

احسان یہ بھی ہے کہ اپنے اعمال میں خوبی پیدا کرنا۔ یعنی فرض سے آگے بڑھ کر مستحبات کو بھی ادا کرنا۔ جو چیز واجب نہ ہو اور اس میں کچھ نہ کچھ شرعی خوبی ہو اس کو بھی ادا کرنا۔

= ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ مُبِیْنٌ۔ ظَالِمٌ مُّبِیْنٌ موصوف وصفت صریح ظالم۔
لِنَفْسِہٖ اپنے نفس کے لئے۔ یعنی اپنے مذموم افعال وکردار سے اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والا۔ مطلب یہ کہ ان دونوں کی اولاد سے نیکوکار بھی ہوں گے اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والے بھی۔ اس آیت میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ ہدایت وگمراہی پر نسب اثر انداز نہیں ہوتا اور اولاد ونسل کے ظالم ہونے سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق علیہم السلام کا کچھ بھی نقصان نہ ہوگا۔

۳۷ : ۱۱۴ = مَنَنَّا۔ ماضی جمع متکلم مَنٌّ مصدر (باب نصر) ہم نے بڑا احسان کیا۔ ہم نے بڑی نعمت دی۔

مادہ م ن ن سے مَنٌّ مصدر مندرجہ ذیل معنی میں مستعمل ہے:

۱:۔ مَنَّ یَمُنُّ (نصر) مَنٌّ مصدر۔ نیز (مِنَّۃٌ وامْتِنَانٌ) احسان جتانا۔ جیسے مَنَّ عَلَیْہِ بِمَا صَنَعَ۔ اپنے کئے کا احسان جتانا۔ یا قرآن میں ہے:۔
لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی۔ (۲ : ۲۶۴) اپنے صدقوں کو احسان جتاکر اور اذیت پہنچا کر ضائع نہ کرو۔

۲:۔ مَنَّ یَمُنُّ (باب نصر) مَنٌّ واَمْنٌّ و تَمَنُّنٌ سے معنی کم کرنا۔ منقطع کرنا ختم کرنا۔ اس معنی میں قرآن مجید میں ہے فَلَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ (۹۵:۶) تو ان کے لئے اجر غیر منقطع ہے (یعنی جو نہ ختم کیا جائے گا اور نہ کم کیا جائے گا)

۳:۔ مَنَّ یَمُنُّ (باب نصر) مصدر بھلائی کرنا۔ انعام کرنا۔ احسان کرنا۔ مَنَنَّا اسی مصدر سے بایں معنی آیا ہے۔ اسی معنی میں منجملہ دیگر متعدد جگہوں کے سورۃ یوسف میں ہے۔ قَالَ اَنَا یُوْسُفُ وَھٰذَا اَخِیْ قَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیْنَا (۱۲ : ۹۰) فرمایا (ہاں) میں یوسف ہی ہوں اور یہ ہے میرا بھائی۔ بے شک ہم پر اللہ نے بڑا احسان کیا ہے۔

۳۷ : ۱۱۵ = مِنَ الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ۔ موصوف وصفت بہت بڑی مصیبت، بہت سخت تکلیف۔ عظیم غم۔ کرب عظیم سے وہ تکلیفیں اور ایذائیں مراد ہیں جو فرعون ان کو دیا کرتا تھا۔ بعض کے نزدیک غرق ہونے سے محفوظ رکھنا مراد ہے۔

۳۷ : ۱۱۶ = نَصَرْنٰھُمْ : ہم نے ان کی مدد کی۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب سے مراد حضرت موسیٰ، حضرت ہارون علیہما السلام اور ان کی قوم ہے۔

۳۷ : ۱۱۷ = اٰتَیْنٰھُمَا ہم نے ان کو دی ھُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب کا مرجع حضرت

موسیٰ و ہارون علیہما السلام ہیں۔
= اَلْکِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ۔ موصوف وصفت۔ واضح کتاب، توراۃ۔
اسم فاعل واحد مذکر۔ اِسْتِبَانَۃٌ (استفعال) مصدر سے۔ بین مادّہ ہے۔
اَلْبَیْنُ کے معنی دو چیزوں کا درمیان اور وسط کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:۔
وَجَعَلْنَا بَیْنَھُمَا زَرْعًا (١٨: ٣٢) اور ہم نے ان کے درمیان کھیتی پیدا کردی تھی۔
محاورہ ہے بَانَ کَذَا۔ کسی چیز کا الگ ہو جانا۔ اور جو کچھ اس کے تحت پوشیدہ ہے اس کا ظاہر ہو جانا۔ چونکہ اس میں ظہور اور انفصال کے معنی ملحوظ ہیں اس لئے کبھی ظہور اور کبھی انفصال کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔
یہاں اس آیت میں ظہور کے معنی میں آیا ہے۔ بَانَ یُبِیْنُ (باب ضرب) بَیَّنَ یُبَیِّنُ (باب تفعیل)، تَبَیَّنَ یَتَبَیَّنُ (باب تفعّل) اِسْتَبَانَ یَسْتَبِیْنُ (باب استفعال) سے بمعنی واضح ہونا۔ ظاہر ہوتا ہے۔
مُسْتَبِیْنَ۔ ظاہر کرنے والا۔ واضح کرنیوالا۔ اَلْکِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ (احکام الٰہی کو) واضح کرنے والی کتاب۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
وَکَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَلِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ (٦: ٥٥)
اور اس طرح ہم کھول کر بیان کرتے رہتے ہیں نشانیوں کو تاکہ مجرموں کا طریقہ واضح ہو کر رہے
٣٧: ١١٩ - ١٢٠ - ١٢١ - ١٢٢ = مناسب تغیر وتبدل کے ساتھ ملاحظہ ہو آیات نمبر ٧٨ - ٧٩ - ٨٠ - ٨١ - متذکرہ بالا۔
٣٧: ١٢٤ = اَلَا تَتَّقُوْنَ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے۔ تَتَّقُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال)، مصدر سے۔ بمعنی ڈرنا۔ بچنا۔ اَلَا تَتَّقُوْنَ۔ کیا تم (اللہ کے عذاب سے) نہیں ڈرتے ہو۔
٣٧: ١٢٥ = اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا۔ ہمزہ استفہامیہ۔ تَدْعُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر سے بمعنی پکارنا۔ مطلب۔ پوجا کرنا۔ اس سے حاجت مانگنا۔
بَعْلًا مفعول ہے تَدْعُوْنَ کا۔ ایک بُت کا نام ہے جسے جہالت کے زمانہ میں اکثر مشرقی سامی قوموں میں پوجا جاتا تھا۔
بَعْل بمعنی شوہر بھی آیا ہے مثلاً وَھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا (١١: ٧٢) اور یہ میرے

شوہر بوڑھے ہیں۔ اور وَاِنِ امْرَاَۃٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِھَا نُشُوْزًا (۴: ۱۲۸) اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے لڑنے کا اندیشہ ہو۔

= تَذَرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ وَذَرَ یَذَرُ (فتح) وَذْرٌ مصدر۔ چھوڑنا۔ تم چھوڑتے ہو۔ اس مصدر سے صرف مضارع اور امر ہی مستعمل ہیں۔

= اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ ۔ اَحْسَنُ ۔ بہت اچھا۔ اسم تفضیل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ منصوب بوجہ تَذَرُوْنَ کے مفعول ہونے کے ہے۔ اَلْخٰلِقِیْنَ مفضّل علیہ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالتِ نصب۔ پیدا کرنے والے۔

اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ ۔ پیدا کرنے والوں میں سب سے بہتر۔

۳۷: ۱۲۶ = اَللّٰہَ رَبَّکُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ ۔ رَبَّکُمْ مضاف مضاف الیہ تمہارا رب ۔ تمہارا پروردگار۔ رَبَّ مضاف اٰبَآئِکُمْ (مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے اگلے آباؤ اجداد کا رب) موصوف۔ اَلْاَوَّلِیْنَ صفت۔ موصوف اور صفت مل کر رَبَّ کا مضاف الیہ۔

اَللّٰہَ ۔ اور رَبَّ ۔ (رَبَّکُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِکُمْ) منصوب بوجہ اَحْسَنَ الْخٰلِقِیْنَ سے بدل ہونے کے ہیں۔

وُہ سب سے بہتر پیدا کرنے والا۔ جو اللہ (ذاتی اسم) ہے اور تمہارا پروردگار ہے اور تمہارے بڑوں کا بھی پروردگار ہے (صفاتی نام) یعنی بعل کی پوجا کے لئے تم نے چھوڑا بھی تو کس کو چھوڑا۔ جو اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ہے۔ اللہ ہے جو نہ صرف تمہارا پالنے والا (بلکہ) تمہارے اگلے آباء و اجداد کا بھی پالنے والا ہے۔

۳۷: ۱۲۷ = فَکَذَّبُوْہُ ۔ یعنی حضرت الیاس کی قوم نے ان کو جھٹلایا۔ ان کی تکذیب کی

= فَاِنَّھُمْ میں فَاءَ سببیہ ہے۔

= لَمُحْضَرُوْنَ ۔ لام تاکید کا ہے صیغہ اسم مفعول جمع مذکر۔ مرفوع۔ مُحْضَرٌ واحد وہ لوگ جن کو حاضر کیا جائے گا۔ (رسول کو جھٹلانے کی پاداش میں عذاب بھگتنے کے لئے۔

۳۷: ۱۲۸ = اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الْمُخْلَصِیْنَ ، بجز اللہ کے مخلص بندوں کے:

کَذَّبُوْہُ کی ضمیر فاعل سے استثناء متصل ہے یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی قوم میں مخلص بندے بھی تھے جنہوں نے اپنے رسول کی تکذیب نہ کی۔

لہٰذا یہ لَمُحْضَرُوْنَ کی ضمیر سے استثناء متصل نہیں ہے کیونکہ مُحْضَرُوْنَ مکذبین کے لئے ہے

اور مکذبین میں سے کسی کو مستثنیٰ کرنا بعید از امکان ہے۔
۳۷: ۱۲۹ تا ۱۳۲ = ان کی تشریح اوپر گذر چکی۔
۳۷: ۱۳۳ = یہاں سے حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ شروع ہوتا ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۲۶: ۱۶۰-۱۷۵۔
۳۷: ۱۳۴ = اِذْ۔ اُذْکُرْ فعل محذوف کا مفعول ہے۔ اسم ظرف زمان۔ یاد کر ہمارے اس کو نجات دینے کے وقت کو۔
= نَجَّیْنٰہُ۔ نَجَّیْنَا ماضی جمع متکلم تَنْجِیَۃٌ (تفعیل) مصدر سے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت لوط ؑ ہیں۔ ہم نے اسے نجات دی۔
۳۷: ۱۳۵ = عَجُوْزًا۔ بڑھیا۔ پیرزن۔ اس کی جمع عَجَائِزُ و عُجُزٌ ہے۔ عَجْزٌ کے اصل معنی پیچھے رہ جانا ہے کسی چیز سے:
یا اس کے ایسے وقت میں حاصل ہونے کے ہیں جب کہ اس کا وقت نکل چکا ہو۔ لیکن عام طور پر یہ لفظ کسی کام سے قاصر رہ جانے پر بولا جاتا ہے۔ مثلاً قَالَ یٰوَیْلَتٰٓی اَعَجَزْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِثْلَ ھٰذَا الْغُرَابِ۔ ہائے کمبختی میری! کہ میں اس سے بھی گیا گذرا ہوا۔ کہ اس کوّے کے ہی برابر ہوتا۔
اور بڑھیا کو عَجُوْزٌ اس لئے کہتے ہیں۔ کہ یہ بھی اکثر امور سے عاجز ہو جاتی ہے
= فِی الْغٰبِرِیْنَ۔ ای کَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ۔ وہ غابرین (پیچھے رہ جانے والوں) میں سے تھی۔ اَلْغَابِرُ اسے کہتے ہیں جو ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد پیچھے رہ جاتے (راغب) اسم فاعل جمع مذکر قیاسی بحالتِ جر۔
یہاں پیچھے رہ جانے والی سے مراد حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ہے!
۳۷: ۱۳۶ = ثُمَّ۔ پھر۔
= دَمَّرْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ دَمَّرَ، یُدَمِّرُ تَدْمِیْرٌ (تفعیل) مصدر سے۔ ہم نے ہلاک کردیا۔ ہم نے تباہ کردیا۔ ہم نے اکھاڑ مارا۔
۳۷: ۱۳۷ = اِنَّکُمْ۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ کا مرجع اہل مکہ ہیں۔ یعنی یَا اَھْلَ مَکَّۃ
= لَتَمُرُّوْنَ۔ لام تاکید کا ہے۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مَرَّ یَمُرُّ (باب نصر) مَرٌّ و مُرُوْرٌ مصدر۔ گذرنا۔ تم ضرور گذرتے ہو۔
= عَلَیْہِمْ۔ یعنی ان کے کھنڈر شدہ گھروں پر سے گذرتے ہو کیونکہ مکّہ سے شام جاتے

ہوئے سدوم سرراہ ہے۔

= مُصْبِحِیْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر حاضر۔ صبح کرنے والے۔ صبح کے وقت میں داخل ہوتے ہوئے۔

٣٧: ١٣٨ = وَ بِالَّیْلِ۔ رات کے وقت۔

مُصْبِحِیْنَ وَ بِالَّیْلِ۔ صبح وشام۔ یا۔ دن رات۔

٣٧: ١٣٩ = حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ سورۃ الانبیاء میں بھی ملاحظہ ہو (٢١: ٨٧-٨٨

٣٧: ١٤٠ = اِذْ مفعول فعل محذوف ای اذکر وقت اباقہ الی الفلک المشحون بھری ہوئی کشتی کی طرف اس کے بھاگ جانے کا وقت یاد کرو۔

= اَبَقَ۔ ماضی واحد مذکر غائب وہ بھاگا اِبَاقٌ سے (باب نصر، ضرب، سمع) جس کے معنی غلام کے اپنے مالک سے بھاگنے کے ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام اپنے اللہ کی اجازت کے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر بھاگے تھے اس لئے ان کے بھاگنے کو اِبَاقٌ قرار دیا۔

= اَلْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ۔ موصوف وصفت۔ اَلْمَشْحُوْنِ اسم مفعول واحد مذکر شَحَنَ یَشْحَنُ (فتح، نصر، سمع) بمعنی بھرنا۔ اَلْمَشْحُوْن بھری ہوئی۔

٣٧: ١٤١ = سَاهَمَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ مُسَاهَمَةٌ (مفاعلۃ) سے جس کے معنی کسی کے ساتھ قرعہ ڈالنے کے ہیں۔ سَاهَمَ اس نے قرعہ ڈلوایا۔

= اَلْمُدْحَضِیْنَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ مُدْحَضٌ واحد۔ مغلوب۔ شکست خوردہ لوگ۔ اِدْحَاضٌ (اِفْعَالٌ) مصدر بمعنی پھسلانا۔ مُدْحَضٌ مزلق عن مقام الظفر۔ جو بلند مقام سے پھسلایا گیا ہو ای مغلوب) دلیل کو باطل کرنا۔

مثلاً قرآن مجید میں ہے:۔

وَ یُجَادِلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ (١٨: ٥٦)

اور جو کافر ہیں وہ (باطل سے استدلال کرکے) جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس سے حق کو اس کے مقام سے پھسلادیں۔

انہی معنوں میں اَلْمُدْحَضُ سے مراد کامیابی کے مقام سے پھسلا ہوا شخص ہوگا۔ یہاں مراد اَلْمُدْحَضِیْنَ سے قرعہ میں ہارے ہوئے لوگ ہیں (جو ہار کر اپنے مقام سے گرگئے)

٣٧: ١٤٢ = اِلْتَقَمَهٗ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِلْتَقَمَ یَلْتَقِمُ اِلْتِقَامٌ (افتعال)

نگلنا۔ یا لقمہ کرنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (کا مرجع حضرت یونسؑ)۔
اَلْحُوْتُ مچھلی (عام طور پر بڑی مچھلی کو حُوْتٌ کہتے ہیں) (بڑی مچھلی نے) نگل لیا۔ اس کا لقمہ کر لیا۔ (تا بحت نگل لیا)
= وَهُوَ مُلِيْمٌ ۔ واؤ حالیہ ہے، جملہ حالیہ ہے۔ مُلِیْمٌ اِلَامَةٌ (افعال) سے اسم فاعل واحد مذکر۔ ملامت یا لَوْم کا مستحق، سزاوار ملامت، اٰتِ بِمَا يُلَامُ عَلَيْهِ۔ ایسا کام کرنے والا جس پر ملامت کی جائے۔
لَامَهٗ وَ يَلُوْمُهٗ (باب نصر) لَوْمٌ و مَلَامٌ و مَلَامَةٌ ملامت کرنا۔
اس باب سے صفت فاعلی لَائِمٌ۔ اور صفت مفعولی مُلِيْمٌ ہوگی! باب افعال سے اِلَامَةٌ سے صفت فاعلی اور صفت مفعولی مُلَامٌ۔ آیت ہذا میں باب افعال سے آیا ہے
وَهُوَ مُلِيْمٌ درآنحالیکہ وہ (اپنے آپ کو) ملامت کر رہا تھا۔
۳۷: ۱۴۳ = اَلْمُسَبِّحِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر مجرور۔ اَلْمُسَبِّحُ واحد تَسْبِيْحٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر سے۔ ذکر کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے والے۔ تسبیح پڑھنے والے۔
یہ جملہ شرطیہ ہے: سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں سے نہ ہوتے،،
(حضرت یونس علیہ السلام کی تسبیح جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں پڑھی قرآن مجید میں یوں مذکور ہے:۔
فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ (۲۱: ۸۷)
۳۷: ۱۴۴ = لَلَبِثَ میں لام جوابِ شرط میں ہے۔ لَبِثَ ماضی واحد مذکر غائب لَبْثٌ (باب سمع) مصدر سے۔ تو وہ ضرور پڑا رہتا۔ وہ ٹھہرا رہتا ہے
= فِىْ بَطْنِهٖ۔ ای فی بطن الحوت۔
= اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۔ يُبْعَثُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب بَعْثٌ مصدر (باب فتح) سے۔ وہ اٹھائے جائیں گے۔ اس دن تک جب وہ دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے۔ یعنی یوم قیامت تک، یہاں مراد لفظی معنیٰ نہیں ہے بلکہ طویل مدت مراد ہے جیسے روزمرہ کی بول چال میں ہم کہتے ہیں کہ میں اس کا قیامت تک پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ یعنی طویل مدت تک تیرا پیچھا کروں گا۔ یا اس سے مراد یہ ہو سکتا ہے کہ انہیں مچھلی کے پیٹ سے

نکلنا نصیب نہ ہوتا اور وہ اس کی غذا بنا دیئے جاتے۔

۳۷ : ۱۴۵ = فَنَبَذْنٰهُ۔ فاء تعقیب کا ہے یا یہ سببیہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی تسبیح کی وجہ سے ہم نے اسے میدان میں لا ڈالا۔

نَبَذْنَا ۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ نَبَذَ یَنْبِذُ (باب ضرب) نَبْذٌ مصدر سے ہم نے پھینک دیا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت یونسؑ ہیں۔ ہم نے اس کو ڈال دیا۔

= عَرَاءِ ۔ چٹیل میدان، جس میں گھاس یا درخت نہ ہو۔ کھلی جگہ جہاں کسی قسم کی اوٹ نہ ہو۔ بالکل خالی ہو۔ اس کی جمع اَعْرَاءٌ ہے۔ ع ر د یا ع ر ی مادہ ہے اسی سے باب سمع عَرِیَ یَعْرٰی عُرْیَةٌ وعُرْیٌ۔ (کپڑے سے) ننگا ہونا ہے وَھُوَ سَقِیْمٌ ۔ واؤ حالیہ ہے۔ سَقِیْمٌ۔ سُقْمٌ سے جس کے معنی بیمار ہونے کے ہیں۔ بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی دکھی، بیمار۔

نیز ملاحظہ ہو ۳۷ : ۸۹۔ درانحالیکہ وہ آزردہ اور مضمحل تھا۔

۳۷ : ۱۴۶ = وَاَنْبَتْنَا عَلَیْهِ ۔ ماضی جمع متکلم۔ اِنْبَاتٌ (افعال) مصدر سے ہم نے اگایا۔ عَلَیْهِ اس پر۔ یعنی اس پر سایہ کرنے کے لئے۔

= مِنْ یَقْطِیْنٍ ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ یَقْطِیْنٌ اسم جنس ہے۔ ایسی نباتات جس کا تنہ نہ ہو۔ مالا ساق له من النبات۔ بغویؒ نے حضرت حسن اور مقاتل کا قول بیان کیا ہے کہ جس درخت کا تنہ نہ ہو اور اس کی بیل زمین پر پھیلتی چلی جائے اور سردی کے زمانہ میں باقی نہ رہے۔ وہ یقطین ہے۔ جیسے کدو۔ کھیرا۔ ککڑی۔ خربوزے کی بیل اکثر علماء تفسیر نے اس سے مراد کدو کی بیل ہی لیا ہے۔ گو بعض نے اس سے کیلے کا درخت یا انجیر کا درخت بھی مراد لیا ہے۔ یَقْطِیْنٌ بروزن یفعیل قطن سے ماخوذ ہے۔ قَطَنَ بِالْمَکَانِ۔ اس جگہ وہ اقامت پذیر ہوگیا۔

۳۷ : ۱۴۷ = اَوْ یَزِیْدُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ حکایتِ حالِ ماضی (فعل مضارع جو کسی گذشتہ بات کو بیان کرنے کے لئے فعل ماضی کی بجائے استعمال کیا جائے۔ ملاحظہ ہو ۲۸ : ۴۔ یَسْتَضْعِفُ۔ یُذَبِّحُ) اَوْ یَزِیْدُوْنَ یا وہ زیادہ تھے (اگر اَوْ اپنے اصلی معنی "یا" کے استعمال ہوا ہے) اَوْ بمعنی بَلْ بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ مقاتل اور کلبی نے کہا ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا۔ ایک لاکھ کی طرف بلکہ اس سے

بھی زیادہ کی طرف ہم نے یونس (علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔
اَوْ بمعنی واوَ بھی ہو سکتا ہے یک صد ہزار و زیادہ بقول علامہ پانی پتی ؒ۔ ایسا ہی اَوْ کا استعمال عُذْرًا اَوْ نُذْرًا (۷۷: ۶) میں ہے لیکن علماء کی اکثریت نے یہاں اَوْ بمعنی "یا" ہی لیا ہے

۳۷: ۱۴۸ فَاٰمَنُوْا۔ میں فاء سببیہ ہے ضمیر فاعل جمع مذکر غائب قوم یونس علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ (ہم نے حضرت یونس کو ان کی قوم کی طرف بھیجا) تو وہ لوگ ایمان لے آئے۔
= مَتَّعْنٰهُمْ۔ مَتَّعْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے تَمْتِيْعٌ (تفعیل) مصدر سے هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم نے ان کو دنیاوی سامان دے کر بہرہ مند کیا۔
= اِلٰى حِيْنٍ ایک زمانہ تک یا ایک وقت مقررہ تک ای الی اٰجالھم المسماۃ فی الازل۔ ان کے ازل سے مقررہ وقت تک!

۳۷: ۱۴۹ = فَاسْتَفْتِهِمْ اس میں فَ عاطفہ ہے اس جملہ کا عطف سابقہ جملہ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا پر ہے آیت (۳۷: ۱۱):
اللہ تعالیٰ نے پہلے (۳۷: ۱۱) میں اپنے رسول کو حکم دیا کہ منکرین قیامت سے انکار قیامت کی وجہ پوچھیں اور تقریری سوال کے طور پر فرمایا:۔
کہ کیا ان کی تخلیق مشکل ہے اور سخت ہے یا ان کے علاوہ آسمان و زمین، ملائکہ اور گذشتہ اقوام کی تخلیق سخت اور مشکل ہے تو لازمی طور پر ان لوگوں کو اس ہمہ گیر طاقت والے خدا کے عذاب سے ڈرنا چاہئے جس نے گذشتہ اقوام سے انتقام لیا اور کفر کی وجہ سے ان کو غارت اور تباہ کر دیا۔ وہی ہمہ گیر خدا طاقت و قدرت رکھتا ہے تخلیق پر بھی اور دوبارہ زندہ کرنے پر بھی اور عذاب دینے پر بھی۔ اس کے بعد کچھ پیغمبروں کے واقعات بیان فرمائے (بطور کلام معترضہ کے) پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ ان سے دریافت کریں کہ کیا خدا کے لئے تو بیٹیاں ہیں اور تمہارے لئے بیٹے (تفسیر مظہری)
فَاسْتَفْتِهِمْ۔ سو ان لوگوں سے پوچھئے۔ هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب قریش مکہ کی طرف راجع ہے (نیز ملاحظہ ہو ۳۷: ۱۱)
= اَلِرَبِّكَ۔ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے جو اللہ کے لئے بیٹیاں اور مشرکین کے لئے بیٹوں کے ہونے سے متعلق ہے۔ اور ہمزہ انکار توبیخی یا انکار ابطالی کا بھی ہو سکتا ہے[۱]
لام حرف جار ملکیت کے لئے ہے۔ رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ۔ تیرا رب۔ تیرا پروردگار کیا تیرے پروردگار کے لئے تو بیٹیاں ہیں) (۱ تفسیر الماجدی)

فائدہ: یہاں رب کی اضافت بجائے ھم کے کَ ضمیر واحد مذکر حاضر (جو حضرت رسول کریم کی طرف راجع ہے) آپ کی عظمت اور شرف کے لئے ہے اور کفار سے نفرت کے اظہار کے لئے ہے ورنہ عبارت یوں بھی ہوسکتی تھی اَلِرَبِّھِمُ الْبَنَاتُ وَلَھُمُ الْبَنُوْنَ۔

۳۷: ۱۵۰ = اَمْ۔ یا۔ خواہ۔ کیا۔ حرف عطف ہے استفہام کے معنی دیتا ہے اور کبھی معنی بَلْ (حرف اضراب) یعنی بلکہ۔ اور کبھی بمعنی ہمزہ استفہام بھی آتا ہے اور کبھی اَمْ زائدہ بھی ہوتا ہے۔ یہاں آیت ہذا میں بطور حرف اضراب بمعنی بَلْ آیا ہے۔ تبکیت (جھڑکی، ڈانٹ، سرزنش) سابقہ آیت ۳۷: ۱۱ پر مزید ڈانٹ پلائی گئی ہے پہلے انکار قیامت پر سرزنش تھی۔ اور اب ان کے اس قول پر کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں:

= اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا۔ ای بل اخلقنا الملئکۃ الذین ھم من اشرف الخلائق واقواھم واعظمھم تقدسًا عن النقائص الطبیعیۃ اناثا والانوثۃ من اخص صفات الحیوان۔

کیا ہم نے فرشتوں کو جو اشرف المخلوقات میں سے ہیں اور بڑے طاقت ور، عظیم المرتبت اور نقائص طبعیہ سے پاک ہیں مؤنث پیدا کیا حالانکہ تانیث حیوانی صفات کی خسیس ترین صورت ہے۔

= وَهُمْ شٰهِدُوْنَ ٥ جملہ حالیہ ہے ای وانھم حاضرون حینئذٍ۔ اور وہ اس وقت جب کہ ہم نے فرشتوں کو مؤنث تخلیق کیا یہ لوگ موجود تھے۔

یہ سوال استہزاء آمیز ہے اور اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ یہ بہت ہی زیادہ جاہل ہیں اور انتہائی جہالت کی وجہ سے ایسی بات کہہ رہے ہیں!

۳۷: ۱۵۱ = اَلَآ۔ حرف تنبیہ واستفتاح ہے۔ حرف بسیط ہے مرکب نہیں جیسا کہ بعض نے خیال کیا ہے۔ تنبیہ، استفتاح۔ عرض، تحضیض میں مشترک ہے۔

خبردار۔ جان لو۔ خوب سن لو۔

= مِنْ اِفْكِهِمْ۔ مِنْ حرف جر ہے تعلیل کے لئے آیا ہے۔ اِفْکِھِمْ مضاف مضاف الیہ۔ افک۔ جھوٹ۔ بہتان۔ افترا پردازی۔ ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ ان کا جھوٹ۔ بہتان۔

مِنْ اِفْكِهِمْ۔ ان کی بہتان بازی کی وجہ سے۔ اپنے جھوٹ کی وجہ سے۔

= لَيَقُوْلُوْنَ۔ لام ان کے افترا کی تاکید کے لئے ہے۔

= اَلَاۤ اِنَّھُمۡ مِّنۡ اِفۡكِهِمۡ لَيَقُوۡلُوۡنَ وَلَدَ اللّٰهُ۔ کلام مستانفہ ہے۔ اللہ کی طرف سے ہے۔ کلام استفسار میں داخل نہیں۔

۱۵۲:۳۷ = وَلَدَ اللّٰهُ۔ وِلَادَةٌ مصدر (باب ضرب) سے وَلَدَ يَلِدُ۔ عورت کا بچہ جننا۔ صاحبِ اولاد ہونا۔

جملہ وَلَدَ اللّٰهُ مفعول ہے يَقُوۡلُوۡنَ کا۔ یعنی وہ یہ بات کہتے ہیں "اللہ صاحبِ اولاد ہے۔

= وَاِنَّھُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ ۔ جملہ حالیہ ہے اور حال یہ ہے کہ (اس قول میں) یہ بالتحقیق جھوٹے ہیں۔ لام تاکید کا ہے۔

= اَصۡطَفَى۔ اصل میں أَاِصۡطَفٰى تھا۔ أَ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے اس کو قائم رکھتے ہوئے ہمزہ وصل کو حذف کر دیا گیا ہے۔ صفی و صفو مادّہ۔ اِصۡطَفٰى يَصۡطَفِىۡ اِصۡطِفَاءٌ (افتعال) سے مصدر۔ اس نے چن لیا۔ اس نے پسند کر لیا۔ اَصۡطَفٰى کیا اس نے (اپنے لئے بیٹوں کو چھوڑ کر بیٹیاں) پسند کی ہیں۔

۱۵۴:۳۷ = مَا لَكُمۡ۔ تم کو کیا ہو گیا ہے۔ جیسے مَالِ هٰذَا الۡكِتٰبِ (۴۹:۱۸) یہ کیسی کتاب ہے؟ یا دَ مَالِ هٰذَا الرَّسُوۡلِ يَاۡكُلُ الطَّعَامَ وَيَمۡشِىۡ فِى الۡاَسۡوَاقِ (۲۵ : ۷) یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے!

= تَحۡكُمُوۡنَ۔ مضارع جمع مذکر۔ حُكۡمٌ مصدر (باب نصر)
تم حکم کرتے ہو۔ تم حکم لگاتے ہو۔ تم فیصلہ کرتے ہو۔ غائب سے مخاطب کی طرف التفات ضمائر زیادہ توبیخ کے لئے ہے۔

۱۵۵:۳۷ = اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے ف جملہ مقدرہ پر عطف کیلئے ہے ای تلاحظون ذلك فلا تذكرون بطلانه۔ تم اسے دیکھ بھی رہے ہو پھر اس کے جھوٹ ہونے کو کیوں نہیں سمجھتے۔ یعنی کیا تم غور نہیں کرتے اور نہیں سمجھتے کہ اللہ اس بہتان سے پاک ہے۔

تَذَكَّرُوۡنَ اصل میں تَتَذَكَّرُوۡنَ تھا (باب تفعل) ایک تاء کو حذف کیا گیا ہے۔ تَذَكُّرٌ سوچنا۔ یاد کرنا۔ نصیحت پکڑنا۔ غور و فکر کرنا۔

۱۵۶:۳۷ = اَمۡ لَكُمۡ سُلۡطٰنٌ مُّبِيۡنٌ ۔ اَمۡ بطور حرف اضراب استعمال ہوا ہے ای بل ألكم حجة واضحة نزلت من السماء بان الملئكة بناته تعا

بلکہ کیا تمہارے پاس کوئی آسمان سے نازل شدہ واضح دلیل ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

فَائِدَہ: پہلے فرمایا اَلِرَبِّکَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ یہ صورت عقلاً محال ہے لہٰذا ان کا یہ دعویٰ عقلاً باطل ہوا۔

پھر فرمایا:۔

اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ہ یہ صورت عینی شہادت کی ہے لیکن چونکہ ایسا نہیں ہے لہٰذا یہ دعویٰ بھی باطل ٹھہرا۔

تیسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ:۔

اس امر کی کوئی واضح دلیل کسی معتبر ہستی کی طرف سے ہو اور وہ معتبر ذات خداوند تعالیٰ کی ہوسکتی ہے۔ لہٰذا فرمایا کہ:۔

اگر تمہارے پاس کوئی ایسا دستاویزی ثبوت ہے تو پیش کرو۔

اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ہ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ہ

ایسی کوئی کتاب بھی تو ان کے پاس نہیں ہے لہٰذا یہاں بھی وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں

لہٰذا ان کا یہ دعویٰ کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں ہر لحاظ سے باطل ہے اور وہ محض ہٹ دھرمی اور جہالت کی بنا پر اس پر اڑے ہوئے ہیں۔

۳۷: ۱۵۷ == كِتٰبِكُمْ۔ تمہاری کتاب۔ تمہاری اپنی کتاب۔ مراد ایسی دستاویز جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہو۔

۳۷: ۱۵۸ == جَعَلُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب: جَعْلٌ مصدر (باب فتح) سے بمعنی بنانا۔ کرنا۔ ٹھہرانا۔ مقرر کرنا۔ انہوں نے ٹھہرایا ہے۔ انہوں نے قرار دیا ہے۔ ضمیر فاعل کا مرجع کفار قریش ہیں!

== بَيْنَهٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔

== اَلْجِنَّةِ۔ یہ جَنَّ يَجُنُّ جَنًّا (باب نصر) سے مشتق ہے۔ جَنٌّ بمعنی ڈھانپ لینا چھپالینا۔ حواس سے پوشیدہ ہو جانا۔ اَلْجِنَّةُ۔ اَلْجِنُّ کی جمع ہے اور بمعنی مفعول مستعمل ہے۔ یعنی نظروں سے چھپا ہوا۔ پوشیدہ۔

امام راغب ؒ فرماتے ہیں:۔ لفظ جنّ کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے۔

۱:۔ انسان کے مقابلہ میں ان تمام روحانیوں کو جنّ کہا جاتا ہے جو حواس سے مستور ہیں!

اس صورت میں جنّ کا لفظ ملائکہ اور شیاطین دونوں کو شامل ہے لہٰذا تمام فرشتے جنّ ہیں اور تمام جنّ فرشتے نہیں۔

۱ اسی اعتبار سے ابوصالح نے کہا ہے کہ سب فرشتے جنّ ہیں۔

(۲) بعض نے کہا ہے کہ نہیں بلکہ جنّ روحانیوں کی ایک قسم ہیں۔ کیونکہ روحانیوں کی تین اقسام ہیں۔ (۱) اخیار (نیک) اور یہ فرشتے ہیں۔

(۲) اشرار (بد) اور یہ شیاطین ہیں۔

(۳) اوساط۔ (درمیانی) جن میں بعض نیک اور بعض بد ہیں اور یہ جنّ ہیں۔ چنانچہ سورۃ الجنّ میں ہے وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ (۷۲: ۱۴) اور یہ کہ ہم میں بعض فرمانبردار ہیں اور بعض (نافرمان) گنہگار ہیں۔

یہاں الجنۃ سے کونسی مخلوق مراد ہے اس بارہ میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں لیکن بہتر قول یہی ہے کہ یہاں اَلْجِنَّۃُ سے مراد الملٰئکۃ ہیں اور جنّ کا لفظ اپنے لغوی مفہوم میں (پوشیدہ مخلوق) کے لحاظ سے ملائکہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور نسب سے مراد قریش کا یہ اعتقاد ہے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

= نَسَبًا۔ اسم۔ قرابت دار۔ باپ کے رشتہ دار۔ یا محض قرابت، رشتہ۔ نِسْبَۃٌ و نُسْبَۃٌ۔ باپ کی قرابت داری۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا۔ (۲۵: ۵۴) اور وہ وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا۔ پھر اس کو خاندان والا (باپ کی طرف سے) اور سسرال والا (سسر کی طرف سے) بنایا۔ یعنی اس کے ددھیالی (دادا کے گھر کے یا دادا کے خاندان کے) اور ننھیالی (نانا کے گھر یا نانا کے خاندان کے) رشتے بنائے۔

نَسَبٌ واحد اَنْسَابٌ جمع ددھیالی رشتہ دار۔ اسی سے مناسبت (باب مفاعلہ) ایک جیسا ہونا۔ اور انتساب (افتعال) کسی سے اپنی نسبت کرنا۔

= وَلَقَدْ میں واؤ قسمیہ ہے لام تاکید کا۔ اور قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّۃُ ای واللہ لقد علمت الجنۃ۔

= اِنَّهُمْ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب ان کفار کی طرف راجع ہے جو یہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ واؤ حالیہ بھی ہو سکتا ہے۔

= لَمُحْضَرُوْنَ۔ لام تاکید کا ہے مُحْضَرُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر حاضر۔ مُحْضَرٌ

واحد۔ وہ لوگ جو حاضر لائے جائیں گے؛

آیت کا ترجمہ ہوگا۔

اور (کفار قریش نے) اللہ اور فرشتوں کے درمیان نسب کا رشتہ قرار دے رکھا ہے خدا کی قسم یہ فرشتے خوب جانتے ہیں کہ یہ (فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہنے والے) لوگ (اللہ کے حضور) پیش کئے جانے والے ہیں (اپنے اس افترار کی سزا پانے کے لئے)

فائدہ: آیت ۱۵۸ سے خطاب سے غیبت کی طرف التفات یہ ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ آیات ۱۵۶-۱۵۷ میں کئے گئے سوال کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے لہٰذا ازراہِ توبیخ ان کو خطاب کے درجہ سے گرا دیا گیا ہے؛

۳۷: ۱۵۹ = سُبۡحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ۙ اللہ کی ذات ان لغویات سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں (کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں)

یہ جملہ معترضہ ہے۔

۳۷: ۱۶۰ = اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الۡمُخۡلَصِیۡنَ ۙ المحضرون سے استثناء منقطع ہے ای ولکن المخلصون ناجون۔ لیکن اللہ کے برگزیدہ بندے (عذاب) سے بچے رہیں گے = اَلۡمُخۡلَصِیۡنَ۔ اِخۡلَاصٌ سے اسم مفعول جمع مذکر ہے۔ خالص کئے ہوئے، مخصوص لوگ چُنے ہوئے بندے۔ برگزیدہ بندے۔ عِبَادَ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ۔ اَلۡمُخۡلَصِیۡنَ ان کی صفت ہے۔ عِبَادَ اللّٰہِ میں مضاف منصوب ہے۔ کیونکہ مستثنیٰ منقطع ہمیشہ منصوب ہوتا ہے۔ جیسے سَجَدَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ۔

۳۷: ۱۶۱ = فَاِنَّکُمۡ میں ف جزائیہ ہے۔ جواب شرط میں آیا ہے اور شرط محذوف ہے۔ ای اذا علمتم ھذا فَاِنَّکُمۡ ..... الخ جب تم یہ جانتے ہو کہ خدا کی ملائکہ سے رشتہ داری محض افتراء ہے اور ایسا کہنے والے لوگ عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ اور اللہ کے مخلص بندے محفوظ رکھے جائیں گے۔ تو (جان لو) کہ تم اور ..... الخ

= وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ۔ واؤ عطفیہ ہے اور مَا تَعۡبُدُوۡنَ معطوف ہے ضمیر اِنَّکُمۡ پر۔ یعنی: پس تم اور جن کی تم پوجا کرتے ہو۔

۳۷: ۱۶۲ = مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَیۡہِ بِفٰتِنِیۡنَ ۙ. مَا نافیہ ہے اَنۡتُمۡ سے مراد کفار اور اُن کے معبودانِ باطل ہیں۔ عَلَیۡہِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے بِفٰتِنِیۡنَ با زائدہ ہے فٰتِنِیۡنَ اسم فاعل جمع مذکر بحالت جر۔ فِتۡنَۃٌ مصدر واسم فعل فُتُوۡنٌ

مصدر۔ بہکانے والے۔ گمراہ کرنے والے۔ یہ جملہ اِنَّ (آیت ۱۶۱) کی خبر ہے۔
فَاِنَّكُمْ...... بِفَاتِنِیْنَ۔ پس تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو تم سارے (کسی کو) اللہ کے معاملہ میں نہیں بہکا سکتے۔

فَائِدَہ: اَنْتُمْ میں پھر صیغہ خطاب استعمال ہوا ہے یہ برسبیل تغلیب ہے جیسے کہتے ہیں اَنْتَ وَزَیْدٌ تَخْرُجَانِ تو اور زید دونوں نکلو گے!

۳۷: ۱۶۳ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ۔ یہ فَاتِنِیْنَ کے مفعول مقدرہ سے استثناء مفرغ ہے (جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو) صَالِ صَلْیٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ جس کے معنی آگ میں پڑنا یا آگ میں جلنا۔ کے ہیں۔

صَالِ اصل میں صَالِیٌ تھا۔ یٰ آخر سے حذف ہوگئی ہے۔ مضاف ہے الجحیم مضاف الیہ ہے۔ مگر (تم اور تمہارے معبودانِ باطل) صرف اسی کو (گمراہ کر سکتے ہو جو اللہ کے علم میں) جہنم رسید ہونے والا ہے۔

۳۷: ۱۶۴ = وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ۔ سابقہ مضمون سے آیات ۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶ - کا ربط یہ ہے کہ اوپر ذکر ہو رہا تھا۔ کہ کفار مکہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ حالانکہ وہ فرشتے از خود کہتے ہیں وَمَا مِنَّا الخ

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:۔

فھو من کلامہ تعالیٰ لکنہ حکی بلفظھم واصلہ ومامنھم الالہ... الخ

اصل میں کلام اللہ تعالیٰ کا ہی ہے لیکن ان کی (فرشتوں کی) زبانی بیان کیا گیا ہے اصل میں یہ اس طرح تھا۔ وَمَا مِنْهُمْ اِلَّا..... اور ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے مگر... الخ

ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے مگر یہ کہ اس کے لئے ایک متعین مقام ہے (۱۶۴) اور ہم (سب) صف بستہ کھڑے رہتے ہیں (۱۶۵) تو جب ان کا یہ حال ہے تو وہ خدا کے بیٹے یا بیٹیاں کیسے ہوئے؟ اور ہم سب (اللہ کی) تسبیح و تحمید میں لگے رہتے ہیں (۱۶۶)

مراد یہ ہے کہ فرشتے تو عبد محض اور محکوم خالص ہیں اپنی رائے سے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ تو پھر وہ اللہ کی اولاد کیسی اور ان میں الوہیت اور معبودیت کی شان کیسی؟

۳۷: ۱۶۵ = الصَّآفُّوْنَ ۔ صَفٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے اس کا واحد صَآفٌّ ہے۔ صَفٌّ مصدر۔ جس کے معنی قطار باندھنے کے ہیں۔ بطور اسم بمعنی قطار بھی مستعمل ہے۔

۳۷: ۱۶۶ = اَلْمُسَبِّحُوْنَ ۔ تَسْبِیْحٌ (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر۔
تسبیح پڑھنے والے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کہنے والے۔ اللہ کی پاکی بیان کرنے والے
اللہ کا ذکر کرنے والے۔

۳۷: ۱۶۷ = اِنْ کَانُوْا لَیَقُوْلُوْنَ ۔ اِنْ اِنَّ سے مخفف ہے اور لام فارقہ ہے
(تشریح کے لئے ملاحظہ ہو ۳۷: ۵۶ ۔ لَتُرْدِیْنِ) تحقیق وہ کہا کرتے تھے (ضمیر فاعل کفار
مکہ کی طرف راجع ہے یعنی یہ کفار مکہ بعثت نبوی سے قبل کہا کرتے تھے)

۳۷: ۱۶۸ = ذِکْرًا ۔ پند و نصائح کی کتاب، نصیحت، بیان، یہاں مراد کتاب منزل
من اللہ ہے ۔ ای کتابا من جنس الکتب التی نزلت علیہم ومثلہا فی کونہ من
عند اللہ تعالیٰ ۔ یعنی پہلے لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتابیں نازل ہوئیں تھیں اگر ایسی
ہی کوئی کتاب ہمارے پاس بھی آئی ہوتی۔

قرآن مجید کو بھی کئی جگہ ذکر ہی کہا گیا ہے مثلاً اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ
لَحٰفِظُوْنَ ہ (۱۵: ۹) اس نصیحت نامہ (قرآن) کو ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم ہی اس
کے محافظ ہیں۔

یہ جملہ شرطیہ ہے اور اگلی آیت اس کی جزا ہے۔

۳۷: ۱۶۹ = لَکُنَّا عِبَادَ اللّٰہِ الْمُخْلَصِیْنَ ۔ لام جواب شرط کے لئے ہے عِبَادَ اللّٰہِ
مضاف مضاف الیہ مل کر کُنَّا کی خبر۔ بوجہ خبر عِبَادَ منصوب ہے۔

اَلْمُخْلَصِیْنَ اسم مفعول جمع مذکر عِبَادَ اللّٰہِ کی صفت ہے۔ تو ہم اللہ کے خاص
بندے ہوتے۔

۳۷: ۱۷۰ = فَکَفَرُوْا بِہٖ فَ فصیحت کا ہے جیسے آیت اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ
الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ (۲۶: ۶۳) میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔

ای نجاءھم ذکرای ذکر سید الاذکار وکتاب مھیمن علی سائر
الکتب والاخبار فکفروا بہ ۔ پس جب ان کے پاس وہ ذکر جو سید الاذکار ہے
اور وہ کتاب جو جملہ کتب و اخبار کی نگران و مشاہد ہے ان کے پاس آئی تو انہوں نے
اس کا انکار کر دیا۔ (جملہ جواب شرط ہے)

= فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ای فسوف یعلمون عاقبۃ کفرھم لیس عنقریب
ہی ان کو اپنے کفر کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

۳۷: ۱۷۱ == سَبَقَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ سَبْقٌ (باب ضرب) سے پہلے سے ہو چکی۔ پہلے سے ہی ٹھہر چکی۔

== کَلِمَتُنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہماری بات، ہمارا وعدہ۔ یہاں مراد وعدۂ نصرت ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ کَلِمَتُنَا اور تحقیق ہمارا وعدۂ نصرت اپنے مرسلین بندوں کے ساتھ، پہلے ہی ہو چکا ہے۔

اگلی دونوں آیات میں اس کلمہ کی (وعدہ کی) تعریف ہے یا کَلِمَتُنَا کا بدل ہے

== عِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ۔ عِبَادُنَا۔ مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف ہمارے بندے اَلْمُرْسَلِیْنَ اِرْسَالٌ (افعال) سے اسم مفعول جمع مذکر۔ صفت۔ ہمارے ارسال کردہ بندے۔ ہمارے مرسلین بندے۔

۳۷: ۱۷۲ == اِنَّھُمْ لَھُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ہ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کی تکرار تاکید کے لئے ہے۔ بے شک ان کی ضرور مدد کی جائے گی۔ یا بے شک وہی غالب کئے جائیں گے۔

۳۷: ۱۷۳ == اِنَّ جُنْدَنَا لَھُمُ الْغٰلِبُوْنَ ہ اِنَّ تحقیق کے لئے ہے جُنْدَنَا کے بعد ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (جو جُنْدُ کی طرف راجع ہے) لام ملکیت کے ساتھ لائی گئی ہے جو حصر اور تخصیص کے مفہوم پر دال ہے، یعنی بے شک صرف ہماری ہی فوج غالب آیا کرتی ہے۔

۳۷: ۱۷۴ == تَوَلَّ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَوَلِّیٌ (تفعّل)، مصدر سے عَنْ کے صلہ کے ساتھ۔ اس کا مطلب ہے تو منہ پھیر لے۔ تو اعراض کر، تو پھر آ۔ جب اس کا تعدیہ بلاواسطہ ہوتا ہے تو اس کے معنی دوستی رکھنے، کسی کام کو اٹھانے اور والی و حاکم ہونے کے ہوتے ہیں۔ جیسے :۔

۱:۔ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّهٗ مِنْھُمْ۔ (۵: ۵۱) اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا۔ وہ بھی انہی میں سے ہوگا۔

۲:۔ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهٗ مِنْھُمْ (۲۴: ۱۱) اور جس نے ان میں سے اس بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا ہے۔

۳:۔ فَھَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ۔ (۴۷: ۲۲) تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں فساد کرنے لگو۔

= حَتّٰى حِيْنٍ۔ ایک مدت تک۔ ایک وقت تک۔ تھوڑے زمانہ تک۔
ای الیٰ مدۃ یسیرۃ۔
۳۷: ۱۷۵ = اَبْصِرْ هُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ۔ توان کو دیکھتا رہ۔ سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے۔

یعنی آپ ذرا انتظار فرمادیں اور دیکھیں جس دن ان کو عذاب آلیگا اور یہ بھی اس وقت دیکھ لیں گے کہ ان کا کیا حشر ہوتا ہے۔ حین سے مراد یوم بدر۔ یوم فتح مکہ۔ وقت الموت۔ یوم القیامت۔ ہوسکتا ہے۔
۳۷: ۱۷۶ = اَفَبِعَذَابِنَا استفہام توبیخی ہے۔
= يَسْتَعْجِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ استعجال (استفعال) مصدر سے، وہ جلدی چاہتے ہیں۔ وہ جلدی مانگتے ہیں۔ چاہ رہے ہیں جلدی آجائے۔
۳۷: ۱۷۷ = سَاحَتِهِمْ مضاف مضاف الیہ سَاحَةٌ سوح مادہ سے ہے صحن۔ کھلی جگہ۔ چوک۔ اس کی جمع سَاحٌ وسُوْحٌ وسَاحَاتٌ ہے۔ ان کا صحن۔
فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ۔ جب وہ (عذاب) ان کے گھر کے صحن میں آنازل ہوگا۔
یعنی ان کے روبرو آنازل ہوگا۔
= فَسَاءَ۔ ف ترتیب کا ہے۔ سَاءَ يَسُوْءُ سَوَاءٌ.... السَّيْءُ کسی چیز کا قبیح ہونا۔ بُرا ہونا۔

صَبَاحُ۔ صبح۔ دن کا ابتدائی حصہ، مضاف اَلْمُنْذَرِيْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر جن کو ڈرایا گیا ہو۔ مضاف الیہ۔
فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ہ سو جن کو ڈرایا جاچکا ہے ان کی وہ صبح بہت بُری ہوگی
۳۷: ۱۷۸ = ملاحظہ ہو ۳۷: ۱۷۴۔
۳۷: ۱۷۹ = ملاحظہ ہو ۳۷: ۱۷۵۔
صاحب تفسیر ماجدی رقمطراز ہیں :۔
مفسرین نے کہا ہے کہ۔ ابھی ابھی مضمون جو اوپر گذرا ہے وہاں اس کا تعلق غلبۂ اہل حق سے تھا۔ اور یہاں اس کا تعلق عذابِ اہلِ باطل سے ہے۔ اس لئے مضمون کی تکرار صرف صورۃً ہے معنیً نہیں۔
۳۷: ۱۸۰ سُبْحَانَ۔ پاک ہے۔ یہ مصدر ہے بمعنی تسبیح (یعنی پاکی بیان کرنے کے) آتا ہے

اس کو نصب لازم ہے نیز اس کی مفرد کی طرف اضافت ضروری ہے مفرد خواہ اس میں ظاہر ہو جیسے سُبْحٰنَ اللّٰہِ یا اسم ضمیر ہو جیسے سُبْحٰنَکَ لَاعِلْمَ لَنَا (۲: ۳۲) اس سے فعل کا کوئی صیغہ نہیں آتا۔

= رَبِّکَ مضاف مضاف الیہ۔ تیرا رب۔ بمعنی پروردگار۔ مالک، صاحب، یہاں بمعنی پروردگار ہے۔ رَبِّکَ موصوف اس کی صفت آگے آتی ہے۔ رَبِّ الْعِزَّۃِ۔

= رَبِّ الْعِزَّۃِ۔ مضاف مضاف الیہ صفت (رَبِّکَ موصوف)

یہاں رَبّ بمعنی مالک۔ صاحب۔ آیا ہے۔ العِزّۃ بمعنی غلبہ۔ عزت، قوت۔

ربّ کی اضافت عزت کی طرف بتا رہی ہے کہ عزت اسی کی ذات کے ساتھ خاص ہے

= عَمَّا۔ عَنْ اور مَا سے مرکب ہے مَا موصولہ ہے اور یَصِفُوْنَ اس کا صلہ ہے

= یَصِفُوْنَ جمع مذکر غائب مضارع۔ وَصْفٌ مصدر (باب ضرب) وہ بیان کرتے ہیں۔ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ (اللہ پاک ہے مشرکوں کی ان ناروا باتوں سے) جو وہ بیان کرتے ہیں

۳۷: ۱۸۱ = وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ۔ اور سلامتی ہو سب رسولوں پر۔ (جو کفار کی انتہائی مخالفت اور حالات کی نامساعدت کے باوجود تبلیغ رسالت کے فرائض کما حقہٗ بجالائے)

اور پھر جن پر حق تعالیٰ خود سلام بھیجیں۔ ان کا ہر ایک کے لئے واجب الاتباع ہونا ظاہر ہے)

۳۷: ۱۸۲ = وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ میں ال استغراق کا ہے یعنی ہر قسم کی تعریف ستائش صرف اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے۔

فائدہ: حدیث شریف میں ہے :۔

من قال دبر کل صلوٰۃ سبحان ربك رب العزّۃ عما یصفون و سلٰم علی المرسلین والحمد للّٰہ ربّ العلمین، ثلاث مرات فقد اکتال بمکیال الاوفیٰ من الاجر۔

یعنی جس شخص نے ہر نماز کے بعد یہ تین آیتیں تین بار پڑھیں گویا اس نے اجر کا بہت بڑا پیمانہ بھر لیا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۳۸) سُوْرَۃُ صٓ مَکِّیَّۃ (۸۸)

۳۸ : ۱ = صٓ : حروف مقطعات میں سے ہے :

= وَالْقُرْاٰنِ ۔ واؤ قسمیہ ہے ۔ القرآن مقسم بہ ہے ۔

= ذِی الذِّکْرِ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر القرآن کی صفت ہے ۔

ذِیْ ۔ بمعنی والا ۔ صاحب ۔ اسم ہے ۔ یہ اسمائے ستہ مکبّرہ میں سے ہے ۔ یعنی ان چھ اسموں میں سے کہ جب ان کی تصغیر نہ ہو اور وہ غیر یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں تو ان پر پیش کی حالت میں واؤ اور زبر کی حالت میں الف اور زیر کی حالت میں یٓ آتی ہے جیسے ذُوْا ذَا ۔ ذِیْ ۔ یہ ہمیشہ مضاف ہو کر ہی استعمال ہوتے ہیں ۔ اور اسم ظاہر ہی کی طرف مضاف ہوتا ہے ضمیر کی طرف نہیں اس کا تثنیہ بھی آتا ہے اور جمع بھی ۔

الذِّکْرُ ۔ نصیحت ۔ ذکر ۔ پند ۔ بیان ۔ ذَکَرَ یَذْکُرُ کا مصدر ہے ۔

وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ ۔ قسم ہے قرآن نصیحت والے کی ۔ یہ جملہ قسمیہ ہے اس کا جواب محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہے ۔ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ مَا الْاَمْرُ کَمَا تَقُوْلُ الْکُفَّارُ ۔ قسم ہے قرآن نصیحت والے کی امر یوں نہیں جیسا کہ کفار کہتے ہیں

۳۸ : ۲ = بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ عِزَّۃٍ وَّ شِقَاقٍ بَلْ حرف اضراب ہے ۔

عِزَّۃٍ ۔ عزت ۔ غلبہ ۔ زور ۔ بزرگی ۔ اقبال ۔ عَزَّ یَعِزُّ کا مصدر ہے بطور اسم بھی استعمال ہوتا ہے ۔

کبھی عزت کے ذریعہ مدح کی جاتی ہے جیسے رَبُّ الْعِزَّۃِ (۳۷ : ۱۸۰) صاحب عزت وقدرت یا فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا (۴ : ۱۳۹) سو عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کی ہے کبھی اس کے ذریعہ مذمت بھی ہوتی ہے مثلاً آیۂ ہذا ۔ جہاں عزت بطور گھمنڈ و تکبر مراد ہے ۔ اسی

طرح ملاحظہ ہو۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ (۲: ۲۰۶) اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو اسے نخوت گناہ پر (اور زیادہ) آمادہ کر دیتی ہے

شِقَاقٍ ۔ ضد۔ مخالفت۔ باب مفاعلہ کا مصدر ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ:۔

قسم ہے قرآن نصیحت والے کی (بات یوں نہیں جیسا یہ کفار کہہ رہے ہیں) بلکہ (خود) یہ کافر تعصب اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں۔

۳۸ : ۳ ـــــ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ ۔ ای کم من قرنٍ اهلكنا من قَبْلِهِمْ ۔ کم کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے :۔

(۱) استفہام کے لئے ۔ کتنی مدت ۔ کتنی تعداد ۔ اس صورت میں اس کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے مثلاً كَمْ دِرْهَمًا کتنے درہم ۔

(۲) خبریہ ۔ جو مقدار کی کمی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے ۔ اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے مثلاً كَمْ شَيْءٍ تَرَكْتُ فِي الْبَيْتِ ۔ میں نے گھر میں بہت ساری چیزیں چیزیں چھوڑیں ۔

کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے جیسا کہ آیت ہذا میں۔ كَمْ مِّنْ قَرْنٍ بہت سی امتوں کو۔ کتنی ہی امتوں کو۔ قَرْنٍ زمانہ ۔ ایک ہی زمانے کے آدمی ۔ وہ قوم جو ایک زمانے میں ہو۔ ایک زمانے کے لوگ۔ ان سے پہلے ہم کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں

ـــــ نَادَوْا ماضی ۔ جمع مذکر غائب ندی مادہ سے باب مفاعلہ۔ نَادٰى يُنَادِيْ مُنَادَاةً وَنِدَاءً پکارنا۔ فَنَادَوْا سو انہوں نے (عذاب کے وقت فریاد رسی کے لئے بڑا) پکارا۔

ـــــ وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۔ واؤ حالیہ ہے اور جملہ حالیہ ۔ لَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ میں نحویوں کے مختلف اقوال ہیں لیکن مشہور قول یہ ہے کہ لَاتَ میں لَا لَيْسَ کے مشابہ ہے تا تانیث تاکید کے لئے بڑھا دی گئی ہے ۔ لَا کے بعد تا بڑھانے سے لا کا حکم بدل گیا۔ اور خاص طور پر اس کا داخلہ وقت پر ہونے لگا اور اسم اور خبر میں سے ایک کا حذف کرنا ضروری ہو گیا خلیل اور سیبویہ کے نزدیک یہاں اسم محذوف ہے ای ليس الحين حين مناصٍ اور وہ وقت بچ نکلنے کا وقت نہ تھا ۔ اس میں الحين اسم محذوف ہے اور حِيْنَ مَنَاصٍ خبر ہے۔

= حِیْنَ۔ وقت۔ زمانہ۔ مدت۔ مضاف
= مَنَاصٍ۔ مادہ نوص۔ اجوف واوی۔ باب نصر۔ سے مصدر میمی ہے۔ اور یہ اسم ظرف مکان بھی ہے۔ جائے فرار۔ پناہ گاہ۔ نَاصَ یَنُوْصُ نَوْصًا ومناص ومنیص عَنْ قِرْنِہٖ اپنے مقابل سے بھاگنا یا بچنا۔

۳۸: ۴ = مُنْذِرٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِنْذَارٌ (افعال) سے ڈرانے والا۔
ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب جاء ھم اور منھم میں کفار مکہ کی طرف راجع ہوسکتی ہے کیونکہ عَجِبُوْا میں ضمیر فاعل بھی کفار کے لئے ہے لیکن یہ جنس بشر کے لئے بھی ہوسکتی ہے کیونکہ کسی نبی کا جنس بشر سے ہونا ان کے نزدیک بعید از فہم تھا۔ اس لئے ان کو حیرت تھی کہ یہ ڈرانیوالا ان میں سے یا جنس بشر میں سے کیسے ہوسکتا ہے؟
= سَاحِرٌ کَذَّابٌ: معطوف علیہ ومعطوف واؤ عطف محذوف، ساحر ہے اور بڑا جھوٹا ہے کذابٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

۳۸: ۵ = اَجَعَلَ ہمزہ استفہامیہ ہے یہ سوال بطور تعجب ہے۔
اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا۔ کیا بنا دیا ہے اس نے بہت سے خداؤں کی جگہ ایک خدا۔

صاحب تفسیر ماجدی اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔
”پیمبر حق کا اصلی جرم ان کج فہموں کے نزدیک یہی تلقینِ توحید تھی۔ وہ کہتے تھے کہ عالم میں قدم قدم پر تو تنوع، تعدد کا اختلاف ہے اس کثرت کا مصدر وحدت کو فرض ہی کیسے کیا جاسکتا ہے؟ رات الگ ہے دن الگ ہے آگ اور شے ہے پانی اور۔ زمین الگ مخلوق ہے۔ آسمان الگ، ان میں سے ہر ایک کے کاروبار کے لئے ایک مستقل حاکم، متصرف فرماں روا۔ کی ضرورت ہے اور یہی دیوی دیوتا ہیں۔ سب کو مٹا کر صرف ایک مؤثر حقیقی وفاعل اصلی کو ماننے کے کوئی معنی ہی نہیں،،

= شَیْءٌ عُجَابٌ۔ موصوف وصفت۔ عُجَابٌ عَجَبٌ سے فُعَالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے بہت عجیب، اچنبھے کی بات۔ بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ:۔
وہ انوکھی بات جس کی نظیر ہو عجیب کہلاتی ہے اور بے نظیر ہو تو اس کو عجاب کہتے ہیں۔

فائدہ: آیت ہذا اور اگلی آیت کو سمجھنے کے لئے ان کا پس منظر ذہن میں رکھنا ضروری ہے جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوگئے تو قریش کو آپ کا مسلمان

ہوجانا بڑا شاق گذرا۔ ولید بن مغیرہ نے سرداران قریش کی ایک جماعت کو جو تعداد میں پچیس تھے جمع کرکے کہا کہ چلو ابو طالب کے پاس چلیں۔ حسب مشورہ سب لوگ ابوطالب کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آپ ہمارے بزرگ سردار ہیں اور ان لوگوں (مسلمانوں) کی حرکتوں سے واقف ہیں آپ ہمارا اپنے بھتیجے سے تصفیہ کرا دیجئے۔ ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا۔ اور کہا۔

میرے بھتیجے یہ تمہاری قوم والے تم سے کچھ درخواست کرنا چاہتے ہیں تم اپنی رائے بالکل ہی ان کے خلاف نہ کرلینا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ قریش نے کہا کہ تم ہمارے معبودوں کا ذکر چھوڑ دو) اور ہم تم کو تمہارے معبود سے نہیں روکیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگ مجھ سے ایک بات کا وعدہ کرتے ہو جس کی وجہ سے تم عرب کے حاکم بن جاؤ گے۔ اور عجمی بھی تمہارے فرمانبردار بن جائیں گے۔ ابوجہل بولا۔ اگر ایسی بات ہے تو ہم ایک نہیں اس جیسی دس باتیں مان لیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو لا الٰہ الا اللّٰہ کہہ دو۔ یہ سنتے ہی سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے چلنے بنے أَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ .... ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا۔

۳۸: ۶ = اِنْطَلَقَ ماضی واحد مذکر غائب (صیغہ واحد جمع کے لئے آیا ہے) وہ چل کھڑا ہوا۔ اِنْطِلَاقٌ (انفعالٌ) مصدر سے جس کے معنی چھوڑ کر چل کھڑے ہونے کے ہیں۔

= مِنْهُمْ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب وفد کے ممبران کی طرف راجع ہے ان میں سے کئی سرداران چل کھڑے ہوئے (یہ کہتے ہوئے کہ) چلو اور اپنے دیوتاؤں پر قائم رہو۔

= اِمْشُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر مَشْیٌ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی چلنے کے ہیں چلو۔

= اِصْبِرُوْا عَلٰی۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر صَبْرٌ مصدر باب ضرب سے جس کے معنی صبر کرنا کے ہیں۔ عَلٰی کے صلہ کے ساتھ معنی ہوں گے استقلال سے قائم رہو

= شَیْءٌ یُّرَادُ۔ یہ اِنَّ کی خبر ہے۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِرَادَةٌ (اِفْعَالٌ) سے مصدر۔ شَیْءٌ یُّرَادُ۔ ایسی شے جس کا ارادہ کیا گیا ہو۔ مقصود۔ مُراد (بے شک اس میں کوئی خاص امر مقصود ہے)

۳۸: ۷ = الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ۔ موصوف وصفت۔ پچھلا مذہب، پچھلا دین۔ اس سے مراد ان کا آبائی مذہب بھی ہو سکتا ہے اور عیسائیت بھی

= اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ۔ اِنْ نافیہ ہے۔ هٰذَا یعنی دین توحید۔ اِخْتِلَاقٌ

بروزن افتعال مصدر ہے بمعنی افتراء، بہتان طرازی۔ من گھڑت بات۔ خلق مادہ۔ ہے
۳۸ : ۸ = عَلَیْہِ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے
= الذِّکْرُ۔ ای القرآن۔ پند نامہ۔ نصیحت نامہ۔ ذِکْرِیْ۔ میری وحی۔ لَمَّا بمعنی لَمْ
ہے ای لَمْ یَذُوْقُوْا۔ عَذَابِ: ای عَذَابِیْ۔ (انہوں نے ابھی میرے عذاب کا مزہ
چکھا ہی نہیں)

آیت ہذا میں بَلْ دو دفعہ استعمال ہوا ہے اور دونوں صورتوں میں لبطور اضراب
آیا ہے۔ بَلْ ھُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْ ذِکْرِیْ میں اس بات سے اعراض ہے جو جملہ ماقبل
ءَ اُنْزِلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ مِنْ بَیْنِنَا میں پائی جاتی ہے یعنی حسد۔ سردارانِ قریش حسدًا
یہ کہتے تھے کہ خدا نے اگر کوئی کلام نازل کرنا ہی تھا۔ تو سارے عرب اور مکہ وطائف میں اس نے
آپ جناب کو کیوں منتخب کر لیا۔ جن کے پاس نہ مال وزر ہے نہ کوئی یار و مددگار۔ ان میں سے ہی
کسی سردار کو کیوں نہ چن لیا۔ چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے :۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ
(۴۳ : ۳۱) اور کہتے ہیں کیوں نہ اترا یہ قرآن کسی بڑے مرد پر ان دو بستیوں میں سے۔

بَلْ کے استعمال سے پہلے امر کو برقرار رکھتے ہوئے مابعد کو اس پر اور زیادہ کر دیا گیا ہے یعنی
نہ صرف یہ حسد کے شکار ہیں بلکہ مزید برآں اس کلام کو منزل من اللہ ہونے پر بھی یہ شک کرتے ہیں
دوسرے بَلْ کو بھی اسی طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ بَلْ لَمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ ہ یعنی
حسد اور شک کو بحال رکھتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ ان کے انکار کی یقینی بنیاد عذابِ الٰہی سے
بے خبری ہے محض حسد اور شک ہی نہیں۔ جب وہ اس عذاب کا مزہ چکھیں گے تو حسد اور
کینہ کے جذبات اور تمام شکوک وشبہات دور ہو جائیں گے۔ مگر بے سود۔

بعض علماء کے نزدیک بَلْ دونوں جملوں میں ابتدائیہ ہے۔ اضراب و
اعراض کے لئے نہیں پہلا جملہ کافروں کے کلام کا جواب ہے اور دوسرا جملہ پہلے جملہ کی تاکید ہے

= اَمْ عِنْدَھُمْ ...... اَلْوَھَّابُ: یہ جملہ سابقہ ءَ اُنْزِلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ مِنْ
بَیْنِنَا۔ کے مقابلہ میں ہے یعنی یہ جو کہتے ہیں کہ ہم سب میں سے اس پر قرآن کیوں اتارا گیا ہے
(تو یہ بتائیں) کیا ان لوگوں کے قبضہ میں آپ کے فیاض غالب کل پروردگار کی رحمت کے
خزانے ہیں (کہ جس کو یہ چاہیں دیں اور جس کو نہ دینا چاہیں نہ دیں)
یہاں اَمْ منقطعہ مقدرہ بہ بَلْ والہمزۃ الاستفہام آیا ہے ای بل اَیَمْلِکُوْنَ خَزَآئِنَ

۳۸: ۹ = خَزَائِنُ رَحْمَۃِ رَبِّكَ ترکیب اضافی ہے۔ تیرے رب کی رحمت کے خزانے۔ ربّ کی اضافت واحد مذکر حاضر۔ (حضرت رسول کریم کی طرف) شرف ولطف الٰہی کی مظہر ہے۔
= اَلْعَزِیْزِ۔ زبردست، غالب، قوی۔ عِزَّۃٌ سے فعیل کے وزن پر بمعنی فَاعِلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اَلْوَھَّابُ۔ وَھْبٌ وَھِبَۃٌ مصدر۔ باب فتح سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت عطا کرنے والا۔ دونوں رَبِّكَ کی صفت ہیں۔

رَحْمَۃِ رَبِّكَ تعالیٰ ویتصرفون فیھا حسبما یشآءُوْنَ (بلکہ کیا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے خزانے ان کی ملکیت ہیں کہ جیسے چاہیں تصرف میں لاویں)

یہاں اضراب کے ساتھ استفہام انکاری بھی شامل ہے۔ اس کی مثال قرآن مجید میں اور جگہ ہے:۔

اَمْ لَہُ الْبَنَاتُ وَلَکُمُ الْبَنُوْنَ ہ (۵۲: ۳۹) ای بَلْ اَلَہُ الْبَنَاتُ وَلَکُمُ الْبَنُوْنَ۔

۳۸: ۱۰ = اَمْ لَھُمْ۔ یہاں بھی اَمْ مثل اَمْ مذکورہ بالا کے ہے ای بَلْ اَلَھُمْ۔ آیت ۹ میں رحمت کے خزانوں کا ذکر تھا۔ جس سے مراد نبوت ورسالت کی نعمت تھی جو اللہ تعالیٰ کی نعمت رُوحانی ہے۔

اب اس آیۃ میں رحمتِ ربّ کے ایک ادنیٰ اجزء یعنی عالم مادی کا ذکر ہے یعنی روحانی نعمتوں کا ان کی ملکیت میں ہونا تو کجا ان کو تو اللہ کی ادنیٰ سی نعمت ارض وسمار کے امور پر بھی تصرف حاصل نہیں۔

= فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ: یہ جملہ جوابِ شرط میں ہے اور شرط محذوف ہے ای ان کان لھم ما ذکر من الملك فلیصعدوا فی المعارج والمناھج الذی یتوصل بھا الی السمٰوٰت فلیدبروھا ولیصرفوا فیھا فانھم لا طریق لھم الی تدبیرھا والتصرف فیھا۔

اگر ارض وسمار اور مابین کے امور پر ان کا کوئی عمل دخل ہے تو سیڑھیاں لگا کر آسمانوں پر چڑھ جائیں اور وہاں سے ان امور کا انتظام چلائیں اور ان میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کریں۔ لیکن ایسا نہیں ہے ان امور میں تصرف وتدبر کا ان کو ہرگز کوئی اختیار نہیں ہے۔

فَ جواب شرط کے لئے ہے لِیَرْتَقُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے، اِرْتِقَاءٌ (افتعال) سے مصدر۔ تو ان کو چڑھ جانا چاہیے تَرَقِّیٌ (تفعّل) زینہ بزینہ چڑھنا۔

= اَسْبَابِ۔ جمع سَبَبٌ کی۔ سَبَبٌ اصل میں اس رسی کو کہتے ہیں جس کے ذریعے درخت پر چڑھا جاتا ہے اس مناسبت سے ہر اس شے کا نام سبب ہوا کہ جو کسی دوسری شے کے توصّل کا ذریعہ ہو۔

فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ تو ان کو چاہیے کہ سیڑھیاں لگا کر آسمان پر چڑھ جائیں (یہ زجر و توبیخ کے طور پر کہا گیا ہے اس بات کو ظاہر کرنا مقصود ہے کہ وہ ایسا کرنے سے عاجز ہیں)

۳۸: ۱۱ = جُنْدٌ مَّا۔ ای ھُمْ جُنْدٌ ..... مَا تقلیل و تحقیر کے لئے ہے جیسے کہتے ہیں اَکَلْتُ شَیْئًا مَّا میں نے تھوڑا سا کھایا۔ جُنْدٌ مبتدا محذوف کی خبر ہے

= ھُنَالِكَ۔ ظرف مکان و زمان۔ وہاں۔ اس جگہ۔ اس وقت۔ یہاں مراد بعض کے نزدیک مکہ ہے اور بعض نے اس سے بدر مراد لیا ہے۔

= مَھْزُوْمٌ اسم مفعول واحد مذکر ھَزْمٌ (باب ضرب) مصدر سے، شکست خوردہ

= اَلْاَحْزَابِ۔ گروہ۔ ٹولیاں۔ جماعتیں۔ قبیلے۔

عبارت یوں ہو گی:۔

ھُمْ جُنْدٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ مَھْزُوْمٌ ھُنَالِكَ یہ کفار کی ایک حقیر سی جماعت ہے (جو انبیاء کے مخالف) مختلف قبیلوں سے (جمع کردہ شدہ) ہے جسے وہاں (بمقام بدر یا مکہ) شکست دی جائے گی!

۳۸: ۱۲ = قَبْلَھُمْ میں ضمیر ھُمْ جمع مذکر غائب کفار مکہ کی طرف راجع ہے۔

= ذُو الْاَوْتَادِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میخوں والا۔ وَتَدٌ کی جمع ہے، فرعون کا لقب تھا

۳۸: ۱۳ = وَثَمُوْدَ میں واؤ عطف کا ہے ای وکذبت ثَمُوْدُ۔

= اَصْحٰبُ الْاَیْکَۃِ۔ جنگل کے رہنے والے۔ ایکہ کے لوگ، وہ قوم جس کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے۔

= اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ۔ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

اَلْاَحْزَاب میں الف لام عہدی ہے یعنی وہی احزاب جن کا ذکر آیت جُنْدٌ مَّا ھُنَالِكَ میں کر دیا گیا ہے۔

یہ سب لوگ پیغمبروں کے خلاف اپنے اپنے زمانہ میں جتھہ بند ہو گئے تھے۔ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھی مشرکین مکہ نے اپنا ایک جتھہ بنالیا تھا۔
مترجم تفسیر مظہری مولانا سید عبدالدائم الجلالی لکھتے ہیں۔ ہیچمدان فقیر کی نظر میں اگر اولٰئک الاحزاب کو قوم نوح وقوم عاد الخ سے بدل یا ان کا بیان قرار دیا جائے تو ترجمہ بے محاورہ اور نامناسب نہ ہوگا۔
ترجمہ اس طرح ہوگا۔
ان کافروں سے پہلے قوم نوح ؑ نے اور عادؔ نے اور فرعون نے اور ثمود نے اور قوم لوط نے اور مدین والوں نے ان سب گروہوں نے تکذیب کی۔
تو اس صورت میں اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ مبتدا خبر کا جملہ نہ ہوگا بلکہ اشارہ مشارالیہ کا ہوگا۔ اور مختلف اقوام مذکورہ سے بدل قرار پائے گا۔
۳۸: ۱۴ — اِنْ كُلٌّ میں اِنْ نافیہ ہے اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ ای كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ۔ ہر جماعت نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔
— فَحَقَّ فا سببیہ ہے۔ حَقَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب حَقٌّ مصدر سے باب ضرب جس کا معنی واجب ہونا ہے۔ حَقَّ۔ واجب ہوا۔ حق ہوا۔ مطابق ہوا۔
— عِقَابِ ای عِقَابِیْ۔ میرا عذاب، میری طرف سے سزا۔ عَاقَبَ يُعَاقِبُ کا مصدر ہے۔ اس باب میں معاقبۃ (مفاعلۃ) سے بھی مصدر ہے۔
عقاب کے اصل معنی پیچھے ہولینے کے ہیں۔ جیسے عَقَبَ الثَّانِی الْاَوَّلَ دوسرا پہلے کے پیچھے ہولیا۔ یا عَقِبَ الَّیْلُ النَّهَارَ۔ رات دن کے پیچھے ہولی۔ اس اعتبار سے عقاب وہ سزا ہوئی جو جرم کے پیچھے ہولی۔ لہذا اس کا ترجمہ پاداشِ جرم ہوا۔
فَحَقَّ عِقَابِ۔ تو (ان پر) میرا عذاب لازم ہوگیا۔

۳۸: ۱۵ — مَا يَنْظُرُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب: واحد کا صیغہ جمع کے لئے ہے نَظْرٌ (نصر) مصدر سے بمعنی دیکھنا۔ لیکن یہاں بمعنی انتظار آیا ہے وہ انتظار نہیں کر رہے
— هٰٓؤُلَآءِ اسم اشارہ جمع۔ یہ سب۔ مشارالیہ کفار مکہ ہیں۔
— صَيْحَةً وَّاحِدَةً۔ موصوف وصفت۔ ایک چیخ۔ ایک کڑک، (مراد صور کے پھونکے جانے کی آواز ہے) منصوب بوجہ يَنْظُرُ کے مفعول ہونے کے ہے:
— لَهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع صیحۃً ہے۔
— فَوَاقٍ۔ اسم مصدر۔ واحد ہے اس کی جمع اَفْوِقَةٌ اور اَفِقَّةٌ ہے چنانچہ محاورہ ہے

فَاقَ الْمَرِیْضُ۔ جب مریض بیماری سے صحت کی طرف رجوع کرے۔ اسی بنار پر بعض نے تفسیر افاقہ اور استراحت سے کی ہے۔
اگر فُوَاق (فاء کے ضمہ ساتھ) ہو تو اس کا معنی وہ وقفہ ہے جو دو دفعہ دودھ دوہنے کے درمیان ہوتا ہے۔ دوہنے والا ایک مرتبہ دودھ دوہ لیتا ہے پھر بچے کو پینے کے لئے چھوڑ دیتا ہے بچے کے پینے سے جانور کے تھنوں میں دوبارہ دودھ اتر آتا ہے تو پھر دوہنے والا بچے کو ہٹا کر خود دوبارہ دودھ لیتا ہے۔ اس درمیانی وقفے کا نام فُوَاق ہے۔
یہاں مراد سکون، افاقہ۔ آرام ہے۔ یعنی جب یہ صور پھونکا جائے گا تو اس میں دم لینے کی بھی گنجائش نہ ہوگی۔
۳۸: ۱۶ == قَالُوْا۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کا مرجع وہی کفار قریش ہیں جن کے لئے اوپر ھٰٓؤُلَآءِ استعمال ہوا ہے۔ ای قالوا بطریق الاستھزاء والسخریۃ مخول اور ٹھٹھا کے طور پر کہتے ہیں۔
== عَجِّلْ لَّنَا۔ عَجِّلْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر تَعْجِیْلٌ (تفعیل) مصدر سے تو جلدی کر ہمارے لئے۔ تو ہمیں جلدی دیدے۔
== قِطَّنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ قِطٌّ اصل میں اس چیز کو کہتے ہیں جس کو عرض میں کاٹا گیا ہو۔ جیسے قِدٌّ اس چیز کو کہتے ہیں جو طول میں کاٹی گئی ہو پھر جدا کردہ حصہ کو بھی قِطٌّ کہنے لگے۔
حضرت ابن عباس رضہ کے نزدیک یہاں حصہ ہی مراد ہے یعنی ہمارا حصہ ہم کو جلدی دیدے۔ بعض کے نزدیک حصہ سے مراد عذاب کا حصہ ہے (یعنی کافر استہزاءً کہتے تھے کہ ہمیں قیامت کے جس عذاب سے ڈرایا جاتا ہے وہ ہمیں ابھی دے دیا جائے کہ ہم دیکھیں تو سہی کہ ہے بھی کہ نہیں)
اور بعض نے اس سے حصہ جنت مراد لیا ہے (یعنی کافر یہ کہتے کہ قیامت میں جو جنت ودوزخ کا بار بار ذکر کیا جارہا ہے ہمیں تو جنت کا حصہ جو ملنا ہے یہاں ہی مل جائے تاکہ ہم اپنی اس زندگی میں ہی اس کا حظ اٹھالیں۔
== یَوْمَ الْحِسَابِ : روز قیامت۔
۳۸: ۱۷ == ذَا الْاَیْدِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بہت ہاتھوں والا۔ مراد بہت طاقتور بڑا قوی۔ حالت نصب میں ہے بوجہ داؤد کی صفت ہونے کے۔ دَاوٗدَ منصوب بوجہ

بوجہ عَبْدَنَا میں عَبْدَ کا بدل ہونے کی وجہ سے ہے اور عَبْدَنَا منصوب بوجہ اُذْکُرْ کے مفعول ہونے کی وجہ سے ہے اور دَاوٗدَ بوجہ عجمیت اور معرفت ہونے کے غیر منصرف ہے
= اَوَّابٌ ، بہت رجوع کرنے والا۔ بہت تسبیح خوان۔
اَوْبٌ سے بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔
۳۸: ۱۸ = سَخَّرْنَا ماضی جمع متکلم تَسْخِیْرٌ (تفعیل) سے مصدر۔ ہم نے تابع کر دیا۔ ہم نے بس میں کر دیا۔
= مَعَہٗ یُسَبِّحْنَ ۔ ای یُسَبِّحْنَ مَعَہٗ یعنی حضرت داوٗد کے ساتھ اور ان کی موافقت و متابعت میں پہاڑ بھی تسبیح پڑھتے تھے۔
= اَلْعَشِیِّ ۔ زوال آفتاب سے طلوع فجر تک کا وقت۔ شام۔ اَلْعِشَآءَ۔ رتوندی تاریکی۔ جو آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے رَجُلٌ اَعْشٰی جسے رتوندی کی بیماری ہو۔ اس کی مؤنث عَشْوَاءُ آتی ہے۔ عَشِیَ عَنْ کَذَا۔ کسی چیز سے آنکھیں بند کر لینا۔ اندھا ہو جانا قرآن مجید میں ہے وَ مَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ (۴۳: ۳۶) اور جو کوئی خدا کی یاد سے آنکھیں بند کر لے۔
= اَلْاِشْرَاقِ ۔ کا معنی ہے روشنی کی چمک کا انتہا کو پہنچ جانا۔ یہاں بمعنی صبح ہے ای وقت الاشراق۔
مَعَہٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ ۔ یہ جملہ حالیہ ہے۔ دراں حالیکہ وہ (یعنی پہاڑ) اس کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے۔
۳۸: ۱۹ = وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَۃً ۔ واؤ عاطفہ ہے ای وَ سَخَّرْنَا الطَّیْرَ مَحْشُوْرَۃً ۔ اور ہم نے (اسی طرح) پرندوں کو (بھی ان کا مطیع کر دیا تھا) جو جمع ہو جاتے تھے (ان کے ہمراہ)
مَحْشُوْرَۃً اسم مفعول واحد مؤنث حَشْرٌ مصدر۔ قرارگاہ سے نکال کر کہیں جمع کی ہوئی جماعت۔ ہر طرف سے آپ کے گرد جمع ہو جانے والے۔ ای محشورۃ الیہ من کل جانب۔
= کُلٌّ یعنی پہاڑ اور پرندے سب کے سب۔
= لَہٗ میں لام تعلیل کا ہے۔ اور ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع داوٗد علیہ السلام ہے ای کل واحد من الجبال والطیر لاجل تسبیحہ رجاع الی التسبیح۔

یعنی پہاڑوں اور پرندوں میں سے ہر ایک حضرت داؤد کی تسبیح خوانی کے باعث رجوع کرتا تھا۔

۳۸: ۲۰ = شَدَدْنَا ماضی جمع متکلم ہم نے قوت دی۔ ہم نے مضبوط کیا۔ شَدٌّ باب ضرب ونصر سے مصدر۔ جس کے معنی مضبوط باندھنے کے ہیں جیسے فَشُدُّوا الْوَثَاقَ (۴۷:۴) تو (جو زندہ پکڑے جائیں ان کو) مضبوط باندھ کر قید کر لو۔

شَدِیْدٌ سخت۔ مضبوط۔ مستحکم۔ پکا۔

= وَفَصْلَ الْخِطَابِ ؕ واؤ عاطفہ ہے (مضاف مضاف الیہ مل کر) فعل محذوف اٰتَیْنٰہُ کا مفعول۔ اور ہم نے اس کو فیصلہ کن بات کرنے کا ملکہ عطا کیا۔ دو فریقین کے مابین صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت۔

مولانا ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارہ میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں

(۱) بغوی رح نے حضرت علیؓ کا قول نقل کیا ہے کہ اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ ط (مدعی پر لازم ہے کہ گواہ پیش کرے اور اگر گواہ نہ ہوں تو مدعیٰ علیہ سے حلف لیا جائے) یہ ضابطہ تمام جھگڑوں کو طے کر دیتا ہے فریقین کی بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔

۲۔ فصل الخطاب سے مراد بصیرتِ فیصلہ۔ ابن مسعودؓ۔ حسنؒ۔ کلبیؒ۔ مقاتل۔

۳۔ واضح کلام مراد ہے یعنی ایسا کلام جس سے مقصد واضح ہو جائے۔ مخاطب کو مطلب سمجھنے میں کوئی اشتباہ نہ رہے۔ ابن عباس رضؓ

۳۸: ۲۱ = ھَلْ ۔ استفہامیہ ہے۔ تعجب تشویق الی السماع کے لئے ہے۔ جب کسی واقعہ کی اہمیت پر مخاطب کو متوجہ کرنا ہو تو اس کا آغاز اس قسم کے استفہام سے کیا جاتا ہے تاکہ سننے والا ہمہ تن گوش متوجہ ہو کر واقعہ کو سنے اور عبرت حاصل کرے۔

= اَتٰىكَ ۔ اَتٰی ماضی۔ واحد مذکر غائب کَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ تیرے پاس آئی (خبر)

= نَبَؤُا الْخَصْمِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ نَبَأٌ خبر۔

اَلْخَصْمِ مصدر ہے اسی لئے اس کا اطلاق ایک، دو، اور زیادہ پر بھی ہوتا ہے یہاں مراد دو جھگڑنے والے ہیں۔ اس کے جمع کی ضمیر خصم کی طرف راجع کی گئی ہے۔ دو کی طرف جمع کی ضمیر راجع کرنا عربی زبان میں درست ہے جیسے قرآن مجید میں اور جگہ

آیا ہے اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا (۶۶ : ۴) اگر تم دونوں خدا کے آگے توبہ کرو (تو بہتر ہے کیونکہ) تم دونوں کے دل کج ہوگئے ہیں۔ اس میں جمع کی (قلوب کی) اضافت تثنیہ کی طرف کی گئی ہے۔

جملہ وَ ھَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ کا عطف اِنَّا سَخَّرْنَا .... پر ہے اور یہ عطف القصۃ علی القصۃ کے قبیل سے ہے بعض کے نزدیک اس کا عطف اُذْکُرْ .... پر ہے۔

== اِذْ: جب۔ اس کا تعلق الخصم کے مضاف سے ہے جو اس سے قبل محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہوگی!

وَ ھَلْ اَتٰىكَ نَبَاُ تَحَاکُمِ الْخَصْمِ اور کیا آپ کو دو مخالف فریق کا باہمی جھگڑے کے فیصلے کے لئے حاکم کے پاس لے جانے کا قصہ معلوم ہے؟

== تَسَوَّرُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب تَسَوُّرٌ (تفعّل) مصدر سے۔ جس کے معنی دیوار پر چڑھنے اور بلندی سے کودنے کے ہیں۔ سُوْرٌ وہ دیوار جو کسی عمارت کے اردگرد یا شہر کے اردگرد بلند حفاظت کے لئے بنائی جائے، شہر پناہ۔ فصیل، یہاں مراد وہ دیوار جو محراب کے اردگرد حفاظت کے لئے بنائی ہوئی تھی۔

== اَلْمِحْرَابَ اسم مفرد۔ مَحَارِیْب جمع۔ بالاخانہ۔ کمرہ۔ یہاں مراد عبادت خانہ کمرہ

۳۸ : ۲۲ == اِذْ۔ یہ اِذْ مذکورہ آیت نمبر۲۱ کا بدل ہے۔

== فَفَزِعَ۔ ف سببیۃ ہے فَزِعَ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب فَزْعٌ مصدر باب سمع مصدر سے۔ وہ ڈر گیا۔ وہ گھبرا گیا۔

== لَا تَخَفْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ مت ڈر۔ خوف نہ کھا۔ گھبراؤ مت۔

== خَصْمٰنِ۔ خبر مبتدا محذوف۔ ای نَحْنُ خَصْمَانِ۔ ہم دو فریق معاملہ ہیں۔

== بَغٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ بَغْیٌ مصدر (باب ضرب) اس نے زیادتی کی اس نے سرکشی کی۔ بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ۔ اس جملہ کی بناء فرض و تسلیم پر ہے اور تعریض مقصود ہے۔ یعنی ہم دونوں مدعی مدعا علیہ فریقین مقدمہ ہیں تو ضرور ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے (تفسیر مظہری)

== فَاحْکُمْ۔ اُحْکُمْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو حکم کر، تو فیصلہ کر۔ حُکْمٌ باب نصر مصدر سے۔

= وَلَا تُشْطِطْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر اِشْطَاطٌ (افعال) مصدر سے۔
جس کے معنی ظلم کرنے، حد سے بڑھنے اور بات کو دور کرنے کے ہیں۔ تو زیادتی نہ کر، تو
بے انصافی نہ کر۔ شَطُّ النَّهْرِ دریا کا کنارہ جہاں سے پانی دور ہو۔
= سَوَآءِ الصِّرَاطِ۔ سواء مصدر بمعنی مستوی ہے یعنی وسط راہ۔ نہ ادھر نہ اُدھر۔
سواء کی اضافت صراط کی طرف صفت کی موصوف کی طرف اضافت ہے سَوَاءٌ صفت ہے اور الصراط موصوف۔

فَائِدَہ: تَسَوَّرُوْا۔ دَخَلُوْا۔ مِنْهُمْ۔ قَالُوْا میں جمع کی ضمیر الخصم کی طرف راجع ہے۔ جس کا اطلاق ایک یا دو یا زیادہ کی طرف بھی ہوتا ہے

۳۸: ۲۳ = نَعْجَةٌ واحد نِعَاجٌ جمع۔ دنبیاں۔ واحد دنبی۔
= اَكْفِلْنِيْهَا۔ اَكْفِلْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِكْفَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے جس کے معنی کفیل بنانا۔ دوسرے کا حصہ قرار دینا کے ہیں۔ یعنی اس کو میرا حصہ قرار دیدے، مجھے اس کا کفیل بنا دے۔ نِ وقایہ یَ ضمیر متکلم کی ہے هَا ضمیر واحد مؤنث غائب نَعْجَةٌ کی طرف راجع ہے اس دنبی کو میرا حصہ قرار دیدے یا اس دنبی کا مجھے کفیل بنا دے۔
= عَزَّنِيْ عَزَّ ماضی واحد مذکر غائب عِزٌّ باب ضرب سے مصدر۔ غلبہ کرنا۔ زبردستی کرنا
ن وقایہ اور ی ضمیر واحد متکلم کی اس نے مجھ سے زبردستی کی، اس نے مجھ سے زبردستی کی، اس نے مجھ پر دباؤ ڈالا۔ عَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ۔ اس نے مجھ پر گفتگو میں دباؤ ڈالا۔

۳۸: ۲۴ = اَلْخُلَطَاءِ۔ خَلِيْطٌ کی جمع۔ شرکاء، شریک،
= يَبْغِيْ مضارع واحد مذکر غائب۔ بَغْيٌ (باب ضرب) مصدر سے، وہ زیادتی کرتا ہے۔ وہ ظلم کرتا ہے۔
= قَلِيْلٌ مَّا هُمْ۔ قَلِيْلٌ خبر مقدم هُمْ مبتدا مؤخر۔ مَا زائدہ۔ ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ قَلِيْلٌ کی تنکیر۔ اور ما کی زیادتی سے مبالغہ کے معنی مقصود ہیں!
= فَتَنّٰهُ۔ فَتَنَّا ماضی جمع متکلم فِتْنَةٌ باب ضرب سے مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کی آزمائش کی، ہم نے اسے آزمائش میں ڈالا۔ ضمیر جمع متکلم رب کے لئے ہے۔
= خَرَّ ماضی واحد مذکر غائب خَرٌّ (باب ضرب) مصدر سے۔ جس کے معنی کسی چیز کا اوپر سے اس طرح گرنے کے ہیں کہ اس کے گرنے سے خریر (پانی کی روانی، ہوا کا

سناٹا) کی آواز پیدا ہو۔ وہ گر پڑا۔

== رَاکِعًا۔ ای مُصَلِّیًا۔ خَرَّ کا حال ہے۔ رکوع سے مراد یہاں صلوٰۃ استغفار ہے خَرَّ رَاکِعًا ای مُصَلِّیًا نماز پڑھتے ہوئے (سجدہ میں) گر پڑے ایک شاعر کا شعر ہے :۔

فَخَرَّ علیٰ وجھہٖ راکعًا و تاب الی اللہ من کل ذنب

وہ سجدہ میں گرا دراں حالیکہ وہ نماز پڑھ رہا تھا۔

یا راکعًا سے مراد ساجدًا ہے یا یہ اپنے اصلی معنوں میں ہے۔ الرُّکُنُ کے اصلی معنی انحنار یعنی جھک جانے کے ہیں اور نماز میں خاص شکل میں جھکنے پر بولا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں رکوع اور سجود الگ الگ استعمال ہوتے ہیں مثلاً یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا (۲۲ : ۷۷) اے مومنو رکوع کرو اور سجدہ کرو، یا وَالْعٰکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ۔ (۲ : ۱۵۲) مجاوروں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے۔ یا اَلرَّاکِعُوْنَ وَالسّٰجِدُوْنَ (۹ : ۱۱۲) رکوع کرنے والے اور سجدہ کرنے والے۔ اس لحاظ سے خَرَّ رَاکِعًا کا ترجمہ ہوگا۔ وہ رکوع میں گر پڑے یا جھک پڑے

== اَنَابَ : ماضی واحد مذکر غائب وہ رجوع ہوا۔ اِنَابَۃٌ (افعال) ــ اِلیٰ متوجہ ہونا۔ رجوع ہونا۔ یہاں اَنَابَ سے مراد اَنَابَ اِلَی اللّٰہِ وہ خدا کی طرف متوجہ ہوئے (توبہ کے لئے)

۳۸ : ۲۵ == فَغَفَرْنَا لَہٗ ذٰلِکَ ای ما استغفر نامنہ جس کی اس نے ہم سے معافی مانگی ہم نے معاف کر دیا۔

== وَاِنَّ لَہٗ عِنْدَنَا۔ ای وان لہ بعد المغفرۃ اور بے شک ہماری اس معافی کے بعد ہمارے ہاں (ان کے لئے) قُربِ خاص ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع داؤد ہے۔

== زُلْفٰی۔ درجہ۔ مرتبہ۔ قرب، مصدر ہے جیسے قُرْبٰی مصدر ہے۔ زُلْفٰی کے وہی معنی ہیں جو زُلْفَۃٌ کے ہیں۔ پاس۔ قربت۔ درجہ۔ منزلت۔ بوصف مصدریہ مذکر مؤنث واحد، تثنیہ، جمع سب کو متضمن ہے۔

== حُسْنَ مَاٰبٍ۔ حُسْنَ مصدر ہے حَسُنَ یَحْسُنُ (کرم) کا مصدر ہے۔ بمعنی اچھا ہونا۔ عمدہ ہونا۔ حُسْنَ مَاٰب مضاف مضاف الیہ حُسْنَ کی اضافت مَاٰب کی طرف صفت کی موصوف کی طرف اضافت ہے حُسْنَ صفت ہے

اور مآب موصوف عمدہ لوٹنے کی جگہ یعنی جنت۔ اس کا عطف زُلفٰی پر ہے۔

۳۸:۲۶ = یٰدَاوٗدُ- ای قلنا یا داوٗدُ

= لَا تَتَّبِعُ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو اتباع نہ کر۔ تو پیروی نہ کر۔ اِتِّبَاعٌ (افتعال) مصدر۔

= اَلْھَوٰی۔ اسم ومصدر (باب سمع) ناجائز نفسانی خواہش، ناجائز رغبت۔

= فَیُضِلَّکَ۔ ف سببیہ ہے۔ یُضِلَّ مضارع واحد مذکر کا صیغہ ہے اِضْلَالٌ (افعال) مصدر ہے۔ اس کا نصب بوجہ جواب نہی ہے۔ ضمیر فاعل کا مرجع الھوٰی ہے۔ ای فیکون الھوٰی سببًا لضلالك کہ یہ خواہش نفسانی تیری گمراہی کا سبب بن جائے۔ ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ یُضِلَّكَ وہ تجھے گمراہ کردے گی۔ وہ تجھے بہکادے گی!

= یَضِلُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب ضَلٌّ (باب ضرب) مصدر سے، وہ بھٹکتے ہیں۔ وہ بہکتے ہیں۔ راستہ کھودیتے ہیں۔

= بِمَا میں باء سببیہ ہے اور ما مصدریہ۔ ای لھم عذاب شدید بنسیان یوم الحساب۔ یوم حساب کو بھلانے پر ان کے لئے سخت عذاب ہے

= نَسُوْا ماضی جمع مذکر غائب نِسْیَانٌ (باب سمع) مصدر سے۔ وہ بھول گئے۔ انہوں نے بھلادیا۔

= یَوْمَ الْحِسَابِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ حساب کا دن۔ یوم قیامت۔ یہ نَسُوْا کا مفعول ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے۔

۳۸:۲۷ = بَاطِلًا ای خَلْقًا بَاطِلًا۔ منصوب بوجہ نائب مفعول یا مفعول سے حال ہونے کے ہے۔ باطل۔ بمعنی بے حکمت۔ عبث۔ بے فائدہ۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے۔ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا لٰعِبِیْنَ۔ (۲۱:۱۶) اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کو اس طرح نہیں بنایا کہ ہم کھیل کر رہے ہیں۔

ذٰلِكَ۔ یعنی آسمان اور زمین اور ما بین کو عبث و بے حکمت پیدا کیا جانا۔

= ظَنَّ۔ گمان۔ خیال۔

= فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ وَیْلٌ۔ اسم۔ ہلاکت۔ عذاب۔ دوزخ کی ایک وادی پس کافروں کے لئے بربادی ہے۔

= مِنَ النَّارِ۔ میں مِنْ تعلیلیہ ہے (سببیہ) ای فویل لھم بسبب النار المترتبۃ

عَلیٰ ظنھم وکفرھم پس بربادی ہے ان کے لئے اس آگ (یعنی عذاب دوزخ) کے جو ان کے ظن باطل اور کفر کے نتیجہ میں مرتب ہوئی۔
یا من بیانیہ ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔
سو کافروں کے لئے بربادی ہے یعنی دوزخ۔ النار۔ آگ مراد دوزخ۔
اس فقرہ میں کفروا کی دوبارہ صراحت کافروں کی مذمت اور برائی کو ظاہر کرنے کے لئے کی گئی ہے۔

۳۸ : ۲۸ = اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ۔ یہاں اَمْ منقطعہ مقدرہ بہ بل والھمزۃ آیا ہے۔ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔ ای بل انجعل المؤمنین المصلحین کالکفرۃ المفسدین فی الارض۔ بلکہ کیا ہم مصلح مؤمنوں کو ان کافروں کے برابر کردیں گے جو دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں (نہیں یہ نہیں ہوگا)
علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں :۔
اَمْ نَجْعَلُ میں اَمْ بمعنی بَلْ آیا ہے۔ عالم تخلیق کو اگر بےکار مانا جائے تو یہ تسلیم کرنا لازم ہوجائے گا کہ کافر و مؤمن میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں برابر ہیں اس مساوات کی نفی کے لئے انکاری سوال کیا گیا اور بَلْ کے ذریعہ سے آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے اعراض مستفاد ہو گیا۔
اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ میں سوال انکاری ہے۔ پہلے مؤمنوں اور کافروں کی مساوات کی نفی کی گئی تھی۔ اب اس جملہ میں مؤمنوں کے خاص درجہ والے لوگوں اور کفر کے اسفل درجہ میں گرنے والے لوگوں یعنی فاجروں کے درمیان برابر ہونے کا خصوصی انکار کیا گیا ہے۔
یہ بھی جائز ہے کہ اس انکار کو انکار اوّل کی تکرار قرار دیا جائے اور تقویٰ و فجور کو عدم تسویہ کی علت کہا جائے۔،،
= اَلْمُتَّقِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر اَلْمُتَّقِیْ مفرد اتقاء (افتعال) سے مصدر۔ پرہیزگار۔ تقویٰ والے۔
= اَلْفُجَّار۔ فَاجِرٌ کی جمع۔ بدکار۔ نافرمان۔ کافر۔

۳۸ : ۲۹ = كِتٰبٌ۔ خبر مبتدا محذوف ای ھو کتاب (ای القرآن)

اَنْزَلْنٰہُ اِلَیْكَ ۔ کتاب کی صفت ہے لَ ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مُبٰرَكٌ خبر ثانی یا کِتٰبٌ کی صفت ۔

ترجمہ ہوگا۔

یہ کتاب جو ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے بڑی برکت والی ہے ۔

= لِیَدَّبَّرُوْا۔ لام تعلیل کا ہے یَدَّبَّرُوْا مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے تَدَبُّرٌ (تفعّلٌ) سے مصدر اصل میں یَتَدَبَّرُوْا تھا۔ تاء کو دال سے بدل کر دال کو دال میں مدغم کیا۔ تاکہ وہ غور کریں۔ تاکہ وہ سوچیں۔

= اٰیٰتِہٖ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی آیات (کتاب کی آیات) اٰحاف اٰیٰتِہٖ

= لِیَتَذَکَّرَ ۔ لام تعلیل۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب تَذَكُّرٌ (تفعل) مصدر سے۔ بمعنی نصیحت پکڑنا۔ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

= اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔ عقل والے۔ کامل فہم۔ اُولُوْا۔ والے، جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ اَلْبَابٌ لُبٌّ کی جمع ہے جس کے معنی عقل کے ہیں۔

لِیَدَّبَّرُوْا۔ لِیَتَذَکَّرَ۔ فعل امر بھی ہوسکتے ہیں۔ اس صورت میں لام لام امر ہوگا اور ترجمہ ہوگا ۔

چاہئے کہ وہ غور کریں۔ چاہئے کہ وہ نصیحت پکڑیں۔ یہاں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے علماء سے ہے۔ ای انت وعلماء امتك۔ آپ اور آپ کی امت کے علماء اس کی آیات پر غور کریں۔ اور نصیحت حاصل کریں۔

۳۸ : ۳۰ = وَهَبْنَا۔ ماضی جمع متکلم وَهْبٌ و هِبَةٌ مصدر باب فتح۔ ہم نے بخشا۔ ہم نے عطا کیا۔ وَهَبَ الْمَالَ فُلَانًا اولِفُلَانٍ ۔ اس نے فلاں کو مال بخشا۔ عموماً لِ کے صلہ کے ساتھ آتا ہے۔ هَبْ لِیْ۔ هَبْ لَنَا۔ وَهَبَ لَهٗ

= سُلَیْمٰنَ۔ (نام پیغمبر) مفعول وَهَبْنَا کا۔ ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا۔

= نِعْمَ الْعَبْدُ۔ نِعْمَ فعل ہے۔ مدح کے لئے آتا ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی بمعنی بہت اچھا۔ بہت خوب آتا ہے جیسے فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۔(۳: ۱۳۶) اور اچھے کام کرنے والوں کا بدلہ بہت اچھا ہے یا نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ (۸: ۴۰) وہ بہت خوب حمایتی اور بہت خوب مددگار ہے۔ نِعْمَ الْعَبْدُ بہت اچھا بندہ یہاں مدوح محذوف ہے ای نِعْمَ الْعَبْدُ هُوَ۔ وہ بہت خوب بندے تھے یہ مدح حضرت داؤد

کی بھی ہو سکتی ہے لیکن ترجیح اسی قول کو ہے کہ یہ مدح حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہے۔
= اِنَّہٗ اَوَّابٌ ۔ اَوَّابٌ بہت رجوع کرنے والا۔ ملاحظہ ہو ۳۸ : ۱۷ متذکرہ بالا۔ یہ پہلے کلام کی علت ہے یعنی حضرت سلیمان (علیہ السلام) اس لئے اچھے بندے تھے کہ وہ توبہ کی صورت میں یا تسبیح کی شکل میں بہرطور اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے۔

۳۸ : ۳۱ = اِذْ ۔ جب ۔ جس وقت ظرف زمان ہے اَوَّابٌ کا۔ اس سے قبل عبارت مقدرہ ہے ای اُذْکُرْ مَا صَدَرَ عَنْہُ اِذْ عُرِضَ عَلَیْہِ ۔ یاد کرو اس نے نتیجۃً کیا کیا جس وقت ان کے سامنے پیش کئے گئے۔

= بِالْعَشِیِّ ۔ عشاء کے وقت ۔ زوال آفتاب سے لے کر طلوع فجر تک کا وقت ۔ ملاحظہ ہو (۳۸ : ۱۸) یہاں مراد غروب آفتاب سے قبل کا وقت ہے۔

= الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ موصوف و صفت ، عُرِضَ عَلَیْہِ کا مالم یسم فاعلہٗ۔
الصّٰفِنٰتُ صَافِنَۃٌ کی جمع ہے وہ گھوڑے جو تین پاؤں پر کھڑے ہوں اور چوتھے پاؤں کے سُم کو موڑ کر اس پر ٹیک لگائے ہُوں ۔ (جو گھوڑا اس طرح کھڑا ہوتا ہے وہ نہایت فربہ اور توانا ہوتا ہے)

اَلْجِیَادُ جَوَادٌ کی جمع ہے (تیز رفتار، عمدہ گھوڑا) جو دوڑنے میں اپنی پوری طاقت صرف کر دے۔

الْجُوْدُ کے معنی ذخائر کو صرف کرنا عام اس سے کہ وہ ذخیرہ علم کا ہو یا ذخیرہ مال ہو۔
رَجُلٌ جَوَادٌ ۔ سخی آدمی ۔
الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ ۔ خاصے کے گھوڑے (تیز رفتار، عمدہ گھوڑے)

۳۸ : ۳۲ = اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ ۔ اَحْبَبْتُ ماضی واحد متکلم میں نے دوست رکھا ۔ میں نے پسند کیا۔
بعض کے نزدیک یہاں اَحْبَبْتُ بمعنی اٰثَرْتُ میں نے ترجیح دی ہے ۔
حُبَّ الْخَیْرِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ مال کی محبت ۔ الخیر بمعنی مال ۔ اور جگہ بھی قرآن مجید میں آیا ہے مثلاً وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ (۱۰۰ : ۸) اور وہ (انسان) مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے ۔ عَنْ حرفِ جر ہے اس کا استعمال مختلف معانی میں ہوتا ہے لیکن یہاں اس کے وہ معانی تحریر کئے جاتے ہیں جو مختلف علماء کے نزدیک مختلف اقوال کا باعث بنے ہیں۔

۱:۔ عَنْ کا استعمال تعلیل یا بیان سبب کے لئے۔
اِنِّیْ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ میں نے اس مال (گھوڑوں) کی محبت کو کو پسند کیا ہے اپنے رب کی یاد کے لئے۔
اس کی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں:۔
مثلاً مَا کَانَ اِسْتِغْفَارُ اِبْرَاھِیْمَ لِاَبِیْہِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَۃٍ (۹: ۱۱۴) اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ کے حق میں دعا مغفرت کرنا محض اس وعدہ کے سبب تھا جو انہوں نے اس سے کر لیا تھا۔
۲:۔ عَنْ کے مشہور معنی مجاوزۃ (تجاوز کرنا یا حد سے بڑھنا) کے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖٓ (۲۴: ۶۳) سو ڈرتے رہیں وہ لوگ جو اس کے حکم سے تجاوز کرتے ہیں اور دور رہتے ہیں۔ اس صورت میں اس جملہ کا ترجمہ ہوگا میں نے مال کی محبت کو ترجیح دی (اور) اپنے پروردگار کی یاد سے دور ہو گیا۔ یا غافل ہوگیا
= حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۔ تَوَارَتْ صیغہ واحد مؤنث غائب ماضی معروف وہ چھپ گیا۔ وہ چھپ گئی۔
اس کے متعلق دو قول ہیں:۔
۱:۔ اس کا فاعل شمس ہے جو یہاں مضمر ہے اور شمس عربی میں مؤنث ہی استعمال ہوتا ہے، ای توارت الشمس (کشاف۔ مدارک۔
والاکثر فی التفسیرات التی توارت بالحجاب ھی الشمس (قرطبی) یہاں تک کہ آفتاب (مغرب کے پردہ میں) چھپ گیا (مظہری) تفسیر ابن کثیر۔ بیضاوی، ماجدی۔ بیان القرآن وغیرہ میں فاعل شمس ہی کو لیا گیا ہے۔
(۲):۔ تَوَارَتْ کا فاعل الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ ہے اور ترجمہ یوں ہے:۔
یہاں تک کہ (گھوڑے) پردہ کے پیچھے چھپ گئے (نظروں سے اوجھل ہو گئے) عبد اللہ یوسف علی۔ مولانا مودودی۔ پیر کرم شاہ بھیروی اس طرف گئے ہیں۔
۳۸: ۳۳ = رُدُّوْھَا۔ ای قال رُدُّوْھَا۔ رُدُّوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ رَدٌّ باب نصر سے مصدر ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ ہے۔ یعنی گھوڑوں کو میرے پاس واپس لاؤ۔ عَلَیَّ میرے سامنے۔ جیسا کہ عُرِضَ عَلَیْہِ میں ہے (آیت ۳۱: متذکرہ بالا) میں ہے۔ عَلَیَّ بمعنی مجھ پر بھی ہے۔ ای لہ علیّ حقٌّ اس کا

مجھ پر حق ہے۔

= فَطَفِقَ مَسْحًاۢ بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ۔ ای فلما ردوھا علیہ طفق یمسح سوقھا واعناقھا مسحا۔ یعنی جب وہ گھوڑے اس کے سامنے واپس لائے گئے تو وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

فَطَفِقَ میں فاء فصیحت کے لئے ہے اور جملہ مقدرہ ماقبل کی وضاحت کے لئے ہے۔ نیز حکم کی بجا آوری کی سرعت پر دال ہے۔ یعنی اِدھر حکم ہوا اُدھر تعمیل ہوئی اور نتیجہ ظاہر ہو گیا۔

اس کی مثال اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (۲: ۶۰) ای فقلنا اضرب بعصاك الحجر فضرب فانفلق فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا۔ ہم نے (اس سے) کہا اپنے عصا کو پتھر پر مارو۔ پس اس نے (پتھر پر) مارا اور وہ پھٹ گیا تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ یعنی پتھر پر مارنے کا حکم دینا اور تعمیل میں پتھر کو مارنا (جھٹ پٹ) اس سے چشموں کا پھوٹ نکلنا سرعت عمل کو ظاہر کرتا ہے۔ اس سرعت کو ظاہر کرنے کے لئے عبارت میں بھی اختصار کیا گیا اور ایک جملہ حذف کر دیا گیا۔ اسی طرح اس آیت میں حکم ہوا رُدُّوْهَا فَرَدُّوْهَا عَلَيْهِ فَطَفِقَ ......الخ مَسْحًا مفعول مطلق ہے ای فطفق یمسح مسحا۔ سُوْق سَاقٌ کی جمع ہے پنڈلیاں۔ اَعْنَاق عنق کی جمع گردنیں۔

مسحًا کے معنی میں دو قول ہیں:۔ بعض نے طفق مسحًا کا مفہوم تلوار سے کاٹنے لیا ہے ای شرع یمسح السیف بسوقھا واعناقھا۔ اس نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر تلوار پھیرنی شروع کر دی۔ راغب کے مطابق مسحتہ بالسیف الضرب سے کنایہ ہے۔ یعنی تلوار سے کاٹنے لگا۔ اسی طرح عربی میں مسح علی در یلہ گردن مارنے کو کہتے ہیں

۲:۔ دوسرے علماء کے مطابق یہاں مسح سے مراد پیار سے ہاتھ پھیرنا ہے۔ یعنی جب گھوڑے حضرت سلیمان ؑ کے پاس واپس لائے گئے تو محبت سے وہ ان کی گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور ان کی پنڈلیاں ٹٹولنے لگے۔

بقول حضرت ابن عباس رضؓ جعل یمسح اطراف الخیل وطوا قبہا حُبًّا لھا

۳۸: ۳۴ = وَلَقَدْ فَتَنَّا قد ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے فتنا ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے تحقیق ہم نے آزمایا۔

= اَلْقَیْنَا۔ ماضی جمع متکلم اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ ہم نے ڈالا۔ ہم نے ڈال دیا۔
= کُرْسِیِّہٖ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی کُرسی۔ اس کا تخت۔ جب کرسی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اُس سے مراد علم، حکومت، فرمانروائی، سلطنت ہے۔
= جَسَدًا۔ بدن۔ دھڑ۔ جسد کے معنی جسم ہی کے ہیں مگر یہ اس سے اخص ہے؛ کیونکہ جسد وہ ہے کہ جس میں رنگ ہو۔ اور جسم کا استعمال اس کے لئے بھی ہوتا ہے جس کا رنگ ظاہر نہ ہو۔ جیسے پانی۔ ہوا۔ اس کی جمع اَجْسَادٌ ہے۔
= اَنَابَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر۔ اِنَابَۃٌ (افعال) سے وہ رجوع ہوا۔ انابت الی اللہ کے معنی اخلاصِ عمل اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے اور توبہ کرنے کے ہیں۔

۳۸: ۳۵ = ھَبْ لِیْ۔ ھَبْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ وَھْبٌ و ھِبَۃٌ (باب فتح) مصدر سے۔ تو عطا کر۔ لِیْ مجھے۔ تو مجھے عطا کر۔ تو مجھے بخش دے
= لَا یَنْبَغِیْ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ اِنْبِغَاءٌ (انفعال) مصدر سے۔ زیبا نہیں ہے۔ میسر نہ ہو۔ لائق، یا مناسب نہیں ہے۔ شایاں نہیں ہے۔
ھَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ۔ مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما کہ میرے بعد (سوا) کسی کو شایاں نہ ہو۔ (یعنی میرے بعد (سوا) ویسی سلطنت کسی کو میسر نہ ہو) اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ؕ (۳۶: ۶۹) ہم نے ان (پیغمبر) کو شعر گوئی نہیں سکھلائی اور نہ ہی وہ ان کو شایاں ہے۔ بغی مادہ۔
= اَلْوَھَّابُ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے ھِبَۃٌ مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت عطا کرنے والا۔ بہت بخشش کرنے والا۔

۳۸: ۳۶ = فَسَخَّرْنَا۔ فا سببیہ ہے (حضرت سلیمان نے دعا کی اور ہم نے وہ دعا قبول کرلی۔ اور بوجہ اس قبولیت کے) ہم نے (ہوا اس کو) مسخر کر دیا۔ یا ہوا کو اس کے تابع کر دیا۔ سَخَّرْنَا فعل ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ تَسْخِیْرٌ (تفعیل) مصدر سے ہم نے تابع کر دیا۔ ہم نے بس میں کر دیا۔
= الرِّیْحَ۔ ہوا۔ رِیْحٌ اصل میں رِوْحٌ تھا۔ ماقبل کے مکسور ہونے کی بنا پر واؤ کو یاء سے بدل دیا۔ اصل کے اعتبار سے اس کی جمع اَرْوَاحٌ اور کسرہ ماقبل کے اعتبار سے رِیَاحٌ آتی ہے۔

= تَجْرِیْ بِاَمْرِہٖ۔ تَجْرِیْ مضارع واحد مؤنث غائب جَرْیٌ وجَرَیَانٌ (باب ضرب) سے وہ چلتی ہے وہ جاری ہے۔ بِاَمْرِہٖ اس کے حکم سے، اس کے حکم کے مطابق۔

= رُخَاءً اسم ہے نرم رفتار والی ہوا۔ جو تند نہ ہو۔ رَخَاوَۃٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی نرم ہونے کے ہیں۔

= اَصَابَ ماضی واحد مذکر غائب اِصَابَۃٌ (افعال) سے مصدر۔ وہ پہنچا۔ وہ آپڑا اس نے پالیا۔ یہاں مراد اَرَادَ۔ قَصَدَ۔ یعنی جہاں کا وہ ارادہ کریں ادھر کو ہی چلنے لگے

۳۷، ۳۸ = وَالشَّیٰطِیْنَ۔ واؤ عاطفہ ہے الشَّیٰطِیْنَ معطوف اس کا عطف الرِّیْحَ پر ہے۔ ای وَسَخَّرْنَا لَہُ الشَّیٰطِیْنَ۔ اور ہم نے شیاطین (جنات) کو بھی ان کا تابع بنادیا۔

= کُلَّ بَنَّاءٍ وَّغَوَّاصٍ۔ یہ جملہ بدل ہے شیاطین کا۔ کُلَّ بَنَّاءٍ مضاف مضاف الیہ ہے۔ بَنَّاءٍ عمارت بنانیوالا۔ معمار۔ بِنَاءٌ (بمعنی چھت یا عمارت) سے مشتق ہے۔ فَعَّالٌ اگرچہ مبالغہ کا وزن ہے مگر یہاں بمعنی اسم فاعل ہے۔ یعنی سب معماروں کو۔ غَوَّاصٍ۔ ای کُلَّ غَوَّاصٍ۔ غَوْصٌ مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے

یہاں مراد نہ صرف پانی کے اندر سے موتی نکالنے والے غوطہ خور ہی مراد نہیں بلکہ نادر کام کرنے والے اور عجیب وغریب صنعتیں ایجاد کرنے والے بھی ان میں شامل ہیں۔

غَوْصٌ کے معنی پانی میں غوطہ لگاکر کوئی چیز نکال لانے کے ہیں۔ جو شخص کسی پیچیدہ مسئلہ کی تہ تک پہنچ جائے یا نیچے کی تہہ سے کوئی چیز نکال کر لائے اسے غائص کہتے ہیں اسی سے غَوَّاصٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔ اور (ہم نے اس کے تابع بنادیا) جنات کو بھی جو سب معمار اور غوطہ خور تھے۔

۳۸:۳۸ = وَاٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ۔ واؤ عاطفہ ہے اٰخَرِیْنَ کا عطف اَلرِّیْحَ پر ہے مُقَرَّنِیْنَ اسم مفعول جمع مذکر ہے مُقَرَّنٌ واحد۔ تَقْرِیْنٌ (تفعیل) مصدر سے۔ جکڑے ہوئے۔ کس کر باندھے ہوئے۔ قَرَنْتُ الْبَعِیْرَ مَعَ الْبَعِیْرِ۔ میں نے اونٹ کو اونٹ سے باندھ دیا۔ جس رسی کے ساتھ ان کو باندھا جاتا ہے اسے قَرْنٌ کہتے ہیں۔ اِقْتِرَانٌ کے معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا

کسی معنی میں باہم مجتمع ہونا۔ ہم نشین کو قَرِیْنٌ کہتے ہیں۔ اَلْاَصْفَاد جمع اَلصَّفَدُ کی بمعنی لوہے کی زنجیر یا طوق۔ جس سے قیدیوں کو جکڑا جاتا ہے۔

اور (ہم نے اس کے تابع کردیا) دوسرے (جنات کو بھی) جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔

یہاں یہ ضروری نہیں کہ ان کو سچ مچ لوہے کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ نہ بھاگ سکیں اور نہ شرارت کر سکیں۔

۳۸ : ۳۹ = هٰذَا عَطَاؤُنَا ...... الخ ای قُلْنَا لِسُلَیْمٰنَ ... الآیۃ

هٰذَا۔ اسم اشارہ قریب واحد مذکر۔ یہ۔ اس کا مشار الیہ ملک و مال و اقتدار کی عطائگی ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ یہ ہماری عطا ہے (آپ کو)

= فَامْنُنْ۔ مَنٌّ باب نصر مصدر سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو احسان کر تو خرچ کر۔

= اَمْسِكْ۔ اِمْسَاكٌ (افعال) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو روک رکھ۔

= بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ بغیر حساب کے۔

اس آیت کے مندرجہ ذیل مطلب ہو سکتے ہیں:۔

۱:۔ یہ عطاء ہماری بہت بڑی اور بے حد و حساب ہے اسے خرچ کرو یا رکھ چھوڑو یعنی اس کو خود خرچ کرو یا رکھ چھوڑو، دوسروں کو دو یا نہ دو (تمہیں اختیار ہے) اس صورت میں بِغَیْرِ حِسَابٍ متعلق بہ عَطَاؤُنَا ہے۔

۲:۔ یہ ہماری بخشش (عطاء) ہے اسے خرچ کرو۔ رکھ چھوڑو، دوسروں کو دو نہ دو۔ خرچ کرنے نہ کرنے پر دوسرے کو دینے نہ دینے پر تم سے محاسبہ نہ ہوگا۔

(۳) یہ ہماری عطاء ہے یعنی شیاطین پر تمہارا کلیتہً تصرف۔ ان میں سے جسے چاہو چھوڑ دو جسے چاہو روک رکھو اس پر تم سے باز پرس نہ ہوگی۔

۳۸ : ۴۰ = وَاِنَّ لَهٗ۔ ای وان مع ذلك المال والملك یعنی اس ملک اور سلطنت اور ان میں بہمہ نوع اختیاراتِ تصرف دینے کے علاوہ ان کو بارگاہ الٰہی میں قُرب اور حسنِ مآب (جنت کی خوشخبری) ہے۔

= زُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ ملاحظہ ہو ۳۸ : ۲۵۔ متذکرہ بالا۔

= وَاذْكُرْ..... کا عطف وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ پر (آیۃ : ۱۷) پر ہے۔

= عَبْدَنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا بندہ۔ منصوب بوجہ مفعول اُذْكُرْ۔

= اَیُّوْبَ: عَبْدَ نَا کا عطفِ بیان ہے یا اس کا بدل ہے ؛

= اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ۔ عَبْدَ نَا۔یا اَیُّوْبَ کا بدل اشتمال ہے۔ جب اس نے اپنے رب کو پکارا۔

= اَنِّیْ۔ ای بِاَنِّیْ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور ی ضمیر واحد متکلم۔ کہ بیشک میں۔

= مَسَّنِیَ۔ مَسَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب مَسٌّ باب نصر سے۔ ن وقایہ ی ضمیر متکلم مفعول۔ اس نے مجھے پہنچائی۔

= نُصْبٍ۔ اسم۔ مضرت۔ تکلیف۔ دُکھ۔

۳۸: ۴۲ = اُرْكُضْ۔ ای فَقُلْنَالَہٗ اُرْكُضْ۔ ہم نے اس کو کہا اُرْكُضْ۔ رَكْضٌ باب نصر مصدر سے جس کے معنی اصل میں ٹانگ کو حرکت دینے کے ہیں۔

اگر سوار کے متعلق بولا جائے تو رَكَضْتُ الْفَرَسَ کے معنی ہوں گے، میں نے گھوڑے کو تیز دوڑنے کے لئے ایڑ لگائی۔ پیادہ آدمی کی طرف منسوب ہو تو اس کے معنی پاؤں کے ساتھ زمین کو روندنا کے ہیں جیسے لَا تَرْكُضُوْا (۲۱:۱۳) مت بھاگو۔

اُرْكُضْ امر کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ تو اپنی ٹانگ زمین پر مار۔

= ھٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ۔ تقدیر کلام یوں ہے ؛

فَقُلْنَالَہٗ اُرْكُضْ فَرَكَضَ فنبعت عین فقلنالہ ھذا مغتسل باردٌ تغتسل بہ وتشرب منہ فیبرأ ظاھرك وباطنك۔

جب ہم نے اسے حکم دیا کہ زمین پر پاؤں مارو تو اس نے زمین پر پاؤں مارا پس اس سے ایک چشمہ پھوٹ نکلا۔ ہم نے اسے کہا کہ یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے تو اس سے نہائے گا اور پیئے گا تو اس سے تیرا ظاہر اور باطن درست ہو جائے گا۔

۳۸: ۴۳ = وَهَبْنَا لَہٗ۔ وَهَبْنَا ماضی جمع متکلم۔ وَهْبٌ و هِبَةٌ (باب فتح) سے مصدر۔ ہم نے اُسے بخشا۔

= مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ۔ ان کی طرح۔ ان کی مانند۔

یعنی ہم نے ان کو ان کے گھر والے بھی واپس کر دیئے (جو اگر مر چکے تھے تو دوبارہ زندہ کر کے واپس کر دیئے یا اگر وہ ان کی طویل علالت کی وجہ سے ان کو چھوڑ کر چلے گئے تھے تو ان کی صحت یابی پر واپس پلٹ آئے) اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کئے۔

یعنی پہلے آل و اولاد کے علاوہ اتنے ہی اور بھی عطا کئے۔ اَهْلَہٗ و مِثْلَهُمْ میں اَهْل

اور مثل بوجہ مفعول کے منصوب ہیں۔

== رَحْمَۃً مِّنَّا۔ ہماری طرف سے بطور رحمت (حضرت ایوبؑ پر رحمت کے طور پر) مفعول لہٗ ہے۔ اسی طرح ذِکْرٰی مفعول لہٗ ہے۔ اور اہل عقل کی نصیحت کے لئے۔

۳۸: ۴۴ == ضِغْثًا۔ خشک گھاس یا شاخیں جو انسان کی مٹھی میں آجاویں۔ اس کی جمع اضغاث۔ وہ خواب جو ملتبس سا ہو اور اس کا مطلب واضح نہ ہو۔ اس کو اضغاث کہا جاتا ہے جیسے قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ (۱۲: ۴۴) انہوں نے کہا کہ یہ تو پریشان سے خواب ہیں۔ تنکوں کا مٹھا۔ جھاڑو۔

== لَا تَحْنَثْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر تو قسم نہ توڑ۔ حَنِثَ یَحْنَثُ حِنْثًا قسم توڑنا۔

صاحب ضیاء القرآن فرماتے ہیں:۔

ابتلاء و آزمائش کے اس طویل اور ہوشربا دور میں جب کہ سب لوگوں نے آپ سے منہ پھیر لیا آپ کی وفا شعار بیوی آپ کی خدمت میں سرگرم رہی۔ ان کی زبان سے کوئی ایسی بات نکل گئی جو آپ کی غیرت ایمانی کے خلاف تھی۔ اور آپ کو سخت ناگوار گذری آپ نے فرمایا کہ میں تجھے سو کوڑے لگاؤں گا۔ جب آپ صحتیاب ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایسی ترکیب بتائی کہ قسم بھی نہ ٹوٹے۔ اور اس خدمت گذار اور نیک سرشت بیوی کو تکلیف بھی نہ پہنچے۔ ارشاد باری ہوا کہ گھاس کا ایک مٹھا لو جس میں سو تیلیاں ہوں اس سے مارد دونوں مطلب پورے ہو جائیں گے!

== نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّہٗٓ اَوَّابٌ۔ ملاحظہ ہو ۳۸: ۳۰ متذکرۃ الصدر۔

۳۸: ۴۵ == وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ..... الخ اس کا عطف واذکر عَبْدَنَآ اَیُّوْبَ پر ہے اور یاد کر ہمارے بندوں کو......

== اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ” عِبٰدَنَا کا عطف بیان ہے یا بدل۔

== اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ۔ ہاتھوں والے اور آنکھوں والے۔ اَلْاَیْدِیْ اَلْقُوَّۃ سے مجاز مرسل ہے۔ سبب کو ذکر کر کے مسبب مراد لیا گیا ہے (اکثر اعمال ہاتھوں ہی سے کئے جاتے ہیں اور مضبوط ہاتھ ہی قوت کا سبب بنتے ہیں)

اَلْاَبْصَار۔ جمع بصر کی ہے بمعنی آنکھ لیکن یہاں مراد بصیرت لی گئی ہے کیونکہ آنکھیں ہی خداشناسی کا بہترین ذریعہ ہیں۔ مراد یہ ہے کہ یہ تینوں بندے اللہ کے خاص بندے

اطاعت خداوندی میں مستعد اور طاقت ور اور دین و معرفت الٰہیہ میں صاحب بصیرت تھے یعنی عملی اور علمی قوتوں کے مالک تھے۔

اور اس کے برعکس جاہلوں کو اپاہج اور اندھا کہیں گے کہ اطاعت خداوندی میں لولے اور حقیقت کو دیکھنے میں کورے۔

۳۸: ۴۶ = اَخْلَصْنٰھُمْ بِخَالِصَۃٍ۔ اَخْلَصْنَا۔ اِخْلَاصٌ (افعال) سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اور اس کا مرجع حضرت ابراہیم و حضرت اسحٰق و حضرت یعقوب علیہم الصلوٰۃ والتسلیم ہیں)

بِخَالِصَۃٍ باء سببیہ ہے خَالِصَۃٍ اسم فاعل واحد مؤنث اور اس کی تنوین تفخیم (تعظیم وتکریم) کے لئے ہے۔ ای خصلۃ خالصۃ جلیلۃ الشأن لا شوب فیھا۔ ایک عظیم الشان اور ہر قسم کی آلائش یا ملاوٹ سے پاک خصلت۔

ترجمہ ہوگا:-

ہم نے ان کی ایک عظیم الشان اور ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک خصلت کی وجہ سے ان کو اپنے لئے مخصوص کر لیا۔ ای جعلنا ھم خالصین لنا بسبب خصلۃ خالصۃ جلیلۃ الشان لا شوب فیھا۔

= ذِکْرَی الدَّارِ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

۱:۔ یہ خَالِصَۃٌ کا بیان ہے مضاف مضاف الیہ ہے یعنی الدار کا۔ کی یاد۔

۲:۔ یہ ضمیر مقدر کی خبر ہے ای ھی ذکری الدار (اور یہ خصلت) الدار کی یاد ہے ذِکْرٰی مصدر ہے بمعنی ذکر کرنا۔ یاد کرنا۔ نصیحت کرنا۔ الدار میں الف لام عہد کا ہے بمعنی الدار الاخرۃ۔ دار آخرت۔ ذکری الدار۔ دار آخرت کی یاد۔

۳۸: ۴۷ = اَلْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ۔ اَلْمُصْطَفَیْنَ اسم مفعول جمع مذکر اَلْمُصْطَفٰی واحد۔ اصطفاء (افتعال) مصدر ص کے بعد کے تاء کو طاء سے بدل دیا گیا ہے۔ صَفْوٌ مادہ۔ برگزیدہ۔ منتخب۔ اَلْاَخْیَار خَیْرٌ کی جمع۔ خَیْرٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے نیک لوگ: یعنی (یہ ہمارے نزدیک) بہترین برگزیدہ (بندوں) میں سے تھے۔

۳۸: ۴۹ = ھٰذَا ذِکْرٌ (ا) ھٰذَا: اشارۃ الی ما تقدم من امور ھم یعنی یہ اشارہ ہے مقدم الذکر واقعات انبیاء کی طرف۔ ذِکْرٌ۔ شَرَفٌ لَّھُمْ۔ (جو) ان کے لئے ایک شرف تھا (بیضاوی۔ علامہ پانی پتی رح)

۳:۔ هٰذَا ذِكْرٌ۔ یہ ہے ذکر۔ یعنی جو طریقہ مندرجہ بالا اخیار نے حرزِ جان بنا رکھا تھا شرف و عزت حاصل کرنے کا وہی طریقہ ہے۔

۴:۔ ذکر کو تمام کرنے کے لئے عرب میں ھذا کہہ دیا کرتے ہیں کہ اس بات کو یاد رکھو۔ یا اصل بات یہ ہے (تفسیر حقانی)

اسی معنی میں ہے ذٰلك للانتقال من نوع من الکلام الیٰ اٰخر۔ (روح المعانی)

ایک نوع کلام سے دوسری نوع کی طرف انتقال کے وقت یہ لکھ دیتے ہیں۔ اس کی مثال آگے چل کر اسی سورت کی آیت ۵۵ میں ہے۔ متقین کے لئے انعام و اکرام بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے هٰذَا وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ (۳۸ : ۵۵) متقین کی بات تو ہو چکی اور بے شک سرکشوں کے لئے بُرا ٹھکانا ہے۔

۵:۔ ایک مضمون نصیحت کا تو یہ ہو چکا اور پرہیزگاروں کے لئے اچھا ٹھکانا ہے (بیان القرآن مظہری)

= حُسْنَ مَاٰبٍ۔ عمدہ لوٹنے کی جگہ۔ ملاحظہ ہو ۳۸ : ۲۵

۳۸ : ۵۰ = جَنّٰتِ عَدْنٍ۔ عدن کو بعض علماء علم قرار دیتے ہیں۔ اور اس کو جنت میں ایک خاص مقام کا نام دیتے ہیں۔ اور دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ۔ (۱۹:۶۱) کیونکہ یہاں معرفہ کو اس کی صفت لایا گیا ہے۔

اور بعض دوسرے اس کو جنت کی صفت بتاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عدن کے اصل معنی استقرار و ثبات کے ہیں۔ محاورہ ہے عدن بالمکان اس نے اس جگہ قیام کیا۔ اور عدن سے مراد دائمی طور پر رہنا بسنا ہے۔ لہٰذا جَنّٰتِ عَدْنٍ ہمیشہ رہنے کے باغات۔ پہلی صورت میں عدن کے باغات۔ منصوب حُسْنَ مَاٰبٍ کا عطف بیان ہونے کی وجہ سے ہے

= مُفَتَّحَةً۔ اسم مفعول۔ واحد مؤنث کھولے گئے۔ کھلے ہوئے۔ تفتیح (تفعیل) سے فتح مادہ۔ الابواب مفتحۃ کا نائب فاعل ہے۔

مفتحۃ لهم الابواب ای مفتحۃ لهم ابوابها (ای ابواب الجنۃ) جملہ حالیہ ہے دراں حالیکہ جنت عدن کے دروازے ان (متقین) کے لئے کھلے ہوئے ہوں گے۔

۳۸ : ۵۱ = مُتَّكِئِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب مُتَّكِئٌ واحد۔ اِتِّكَاءٌ (افتعال)

مصدر۔ تکیہ لگائے ہوئے۔ پیچھے کو گاؤ تکیہ کا سہارا لگائے ہوئے۔
یہ حال ہے ضمیر لھم سے

= یدعون۔ مضارع جمع مذکر غائب دعوۃ ودعاء مصدر باب نصر وہ طلب کرتے ہیں۔ وہ بلاتے ہیں۔ وہ بلائیں گے۔

یَدْعُوْنَ فِیْھَا بِفَاکِھَۃٍ کَثِیْرَۃٍ وَّ شَرَابٍ۔ یہ جملہ بھی لَھُمْ کی ضمیر سے حال ہے دراں حالیکہ وہ ان باغات میں بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے۔ شَرَابٍ کے بعد کَثِیْرٍ محذوف ہے۔

۳۸: ۵۲ = قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ۔ نگاہ کو نیچی رکھنے والیاں۔ بجز اپنے مردوں کے اور کسی پر نظر نہ ڈالنے والیاں حورانِ جنت کی غایتِ عفت کی صفت ہے۔

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ مضاف مضاف الیہ۔ قٰصِرٰتُ اسم فاعل جمع مؤنث۔ قٰصِرَۃٌ واحد نظر کو روکنے والیاں۔ الطَّرْفُ۔ نگاہ۔ نظر۔ طرف العین کہتے ہیں آنکھ کی پلک کو اور طرف کے معنی ہیں پلک جھپکانے کے۔ پلک جھپکانے کو لازم ہے نگاہ۔ اس لئے خود نگاہ اور نظر کے لئے بھی طَرْفٌ استعمال ہوتا ہے۔

= اَتْرَابٌ۔ تِرْبٌ کی جمع ہے ہم سن عورتیں۔ التُّرَاب مٹی کو کہتے ہیں۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَنْ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ۔ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ اسی مادہ ترب سے تَرِیْبَۃٌ (جمع تَرائِب) سینہ کی پسلی کو کہتے ہیں قرآن مجید میں ہے یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ، (۸۶: ۷) جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں سے نکلتا ہے۔ اتراب کے معنی ہم عمر کہ انہوں نے اکٹھی تربیت پائی ہو گی۔ گویا کہ وہ عورتیں اپنے خاوندوں کی اس طرح مساوی اور مماثل یعنی ہم مزاج ہوں گی جیسے سینے کی ہڈیوں میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔

بعض نے اترابِ بمعنی ہم سن کی وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ اکٹھی ایک ساتھ مٹی میں کھیلتی رہی ہیں۔

اَتْرَابٌ سے محض ہمعمری یا سن و سال میں مطابقت مقصود نہیں بلکہ شوق و پسند میں ہم آہنگی، عادات و جذبات میں یکسانیت۔ غرض ہر ایسی باہمی مناسبت مراد ہے جو کہ ازدیادِ لطف و موانست کا باعث بن سکے۔

۳۸: ۵۳ = ھٰذَا۔ اشارہ ہے ان نعمتوں کی طرف جو اوپر بیان ہوئیں۔

= تُوْعَدُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر وَعْدٌ (باب ضرب) مصدر سے تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

= لِيَوْمِ الْحِسَابِ میں لام اجلیہ ہے حساب کے دن کی وجہ سے ہی تو مذکورہ نعمتوں تک رسائی ہوگی۔ یالام بمعنی فِيْ ہے یعنی روز حساب میں۔

۳۸ : ۵۴ = رِزْقُنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا رزق۔ ہماری عطا۔

= نَفَادٍ۔ انقطاع۔ ختم ہونا۔ نَفِدَ يَنْفَدُ (سمع) کا مصدر ہے۔ قرآن مجید میں ہے مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (۱۶ : ۹۶) جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہوجاتا ہے اور جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ باقی ہے۔

۳۸ : ۵۵ = ملاحظہ ہو ۳۸ : ۴۹۔ متذکرہ بالا۔ شَرَّ مَاٰبٍ کی ترکیب حُسْنَ مَاٰبٍ (۳۸ : ۲۵) کی مانند ہے۔

۳۸ : ۵۶ جَهَنَّمَ۔ مَاٰبٍ کا بدل ہے۔ شَرَّ مَاٰبٍ یعنی جہنم۔

= يَصْلَوْنَهَا۔ يَصْلَوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب صَلْيٌ (باب سمع) مصدر سے۔ وہ داخل ہوں گے۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جہنم ہے۔ یعنی وہ جہنم میں داخل ہوں گے

= فَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ اَلْمِهَادُ وَالْمَهْدُ گہوارہ جو بچے کے لئے تیار کیا جائے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا (۱۹ : ۲۹) ہم اس سے کہ گود کا بچہ ہے کیوں کر بات کریں۔

اَلْمَهْدُ وَالْمِهَادُ ہموار اور درست کی گئی زمین ہی کو کہتے ہیں اور فرش یا بچھونا کے معنی میں بھی آتا ہے مثلاً الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا۔ (۲۰ : ۵۳) وہ (وہی تو ہے) جس نے تم لوگوں کے لئے زمین کو فرش بنا دیا۔ یا اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا (۷۸ : ۶) کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا۔ اور یہ بھی فرمایا جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا (۲ : ۲۲) اور جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔

= فَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ تو بہت برا یہ بچھونا ہے (بطور کنایہ جہنم کو بچھونا فرمایا) اور جگہ ارشاد ہے۔

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ (۷ : ۴۱) ان کے لئے دوزخ ہی کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر (اسی کا) اوڑھنا ہوگا۔

۳۸ : ۵۷ = هٰذَا۔ خبر ہے مبتدا محذوف کی۔ ای العذاب هٰذا یہ ہے عذاب

= فَلْيَذُوْقُوْهُ ۔ فَ تعقیب کا ہے لِيَذُوْقُوْا فعل امر جمع مذکر غائب .
چاہئے کہ وہ چکھیں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب العذاب محذوف کی طرف راجع ہے ۔
= حَمِيْمٌ کھولتا ہوا پانی ۔ سخت گرم پانی ۔ حمیم گہرے دوست کو بھی کہتے ہیں جو اپنے
دوست کی حمایت میں گرم ہو جائے غَسَّاقٌ بروزن فَعَّال کے معنی مختلف طور پر کئے گئے ہیں
۱:۔ برفیلی ٹھنڈک جو کہ دوزخیوں کو اس طرح جلا دے گی جس طرح آگ اپنی گرمی سے جلائیگی
(ابن عباس رض)
۲:۔ جس چیز کی برودت انتہائی درجہ کی ہو وہ غساق ہے (مجاہد)
۳:۔ غسّاق کے معنی صبّاب یعنی سیّال ۔ (بہنے والی چیز) جس طرح کہتے ہیں غَسَقَتْ وہ
چیز بہہ گئی ۔ اور یہاں مراد وہ پیپ اور کچ لہو ہے جو دوزخیوں کی کھال اور گوشت اور زانیوں
کی شرم گاہوں سے بہیگا (قتادہ)
۴:۔ غسّاق سے مراد سیال کچ لہو ہے (عطیہ)
۵:۔ غساق جہنم کے اندر ایک چشمہ ہے جس میں زہریلے جانوروں کا زہر جمع کر دیا جائے گا۔ پھر
دوزخیوں کو اس میں غوطہ دیا جائے گا۔ جس سے ان کی کھال اور گوشت ہڈیوں سے
الگ ہو کر ٹخنوں میں جا پڑیں گے ۔ اور دوزخی اس کو کھینچے پھرے گا۔ (ابن ابی حاتم ۔ ابن
ابی الدنیا ۔ ضیاء بحوالہ کعب)
حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ خبر ہے مبتدا محذوف کی ۔ ای ھو حمیم وغسّاق وہ عذاب
کھولتا ہوا پانی اور پیپ ہو گا۔
۳۸ : ۵۸ = وَاٰخَرُ ای عذاب اٰخر ۔ مِنْ شَكْلِهٖ ای من شکل ھٰذا العذاب
اس عذاب کی مانند ۔ اس عذاب کی طرح کا ۔ اَزْوَاجٌ ہم شکل ۔
اور ایک اور عذاب ہو گا مذکورہ حمیم و غساق کی طرح کا (لیکن) قسم قسم کا ۔
۳۸ : ۵۹ = مُقْتَحِمٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر ۔ ہولناک مقام میں گھس پڑنے والا ۔
اقتحام (افتعال) مصدر ۔ فعل لازم ۔ کسی خوفناک مقام میں یا چیز میں گھس پڑنا ۔
تَقَحَّمَ الْفَرَسُ فَارِسَهٗ ۔ تَقْحِيْمٌ (تفعیل) مصدر سے متعدی ۔ گھوڑا سوار کو لے کر
خطرناک مقام میں گھس پڑا ۔ قَحَمَ نَفْسَهٗ ۔ قَحْمٌ (فتح) مصدر ۔ فعل متعدی ۔ اس نے
اپنے آپ کو بغیر سوچے سمجھے کسی کام میں ڈال دیا ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے :۔
فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ (۹۰ : ۱۱) مگر وہ شخص بے دھڑک اور جوش کے ساتھ (دین کی)

گھاٹی پر سے ہو کر نہ گذرا۔

= مَرْحَبًا۔ خوش آمدید۔ لَامَرْحَبًا بِھِمْ۔ ان کو کوئی خوش آمدید نہیں۔ دور ہوں یہ۔

= صَالُوا النَّارِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ آگ میں گھسنے والے۔ آگ میں داخل ہونے والے آگ میں جلنے والے۔ صَلِیَ یَصْلٰی صَلْیٌ (باب سمع) سے مصدر۔ اور صَلٰی یَصْلِی صَلْیٌ (باب ضرب) فَلَانًا النَّارَ۔ آگ میں ڈالنا۔ صَالُوْا اصل میں صَالُوْنَ تھا۔ بوجہ اضافت نون جمع گر گیا۔

۳۸: ۶۰ = قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ای قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ۔ بَلْ حرف اضراب ہے۔ جملہ کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

ا۔ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ یعنی اَنْتُمْ پر وقف ہے۔ وہ کہیں گے ہم نہیں بلکہ تم آگ میں جھلس رہے ہو۔ ای قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ صَالُوا النَّارِ۔

۲:۔ دوسری صورت میں اگر وقف بِكُمْ پر کیا جائے تو مطلب ہوگا۔ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ اَحَقُّ بِمَا قُلْتُمْ لَنَا۔ وہ کہیں گے۔ یہ نہیں بلکہ جو تم ہمارے بارے میں کہتے ہو تم خود اس کے زیادہ حقدار ہو۔ یعنی تم نے جو لَا مَرْحَبًا بِھِمْ کہہ کر ہمارے خلاف نفرت کا اظہار کیا ہے تم اس نفرت اور عدم خوش آمدید کے زیادہ مستحق ہو۔

= قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا۔ قَدَّمْتُمْ ماضی جمع مذکر تَقْدِيْمٌ (تفعیل) مصدر۔ آگے لانا۔ سامنے کرنا۔ سامنے لانا۔ واؤ جمع کی ہے ضمیر اتصال کی وجہ سے لایا گیا ہے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب عذاب کی طرف راجع ہے یا صَالُوْا کے مصدر الصلیٰ کے لئے ہے ای دخول النار لنا (ہمارا جہنم میں پھینکا جانا)۔ یعنی تم ہی تو ہو جو یہ مصیبت (عذاب یا دوزخ) ہمارے آگے لاتے ہو (یعنی تم ہی نے تو یہ سامان ہمارے لئے کیا ہے ہم کو دنیا میں دھوکہ سے کفر کی طرف ورغلا کر)

= بِئْسَ۔ برا ہے۔ فعل ذم ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی۔ بِئْسَ اصل میں بَئِسَ تھا۔ بروزن فَعِلَ۔ سَمِعَ سے۔ عین کلمہ کی اتباع میں اس کے فاء کو کسرہ دیا پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر دیا گیا۔ بِئْسَ ہو گیا۔

اَلْقَرَارُ۔ قرارگاہ۔ ٹھکانا قَرٌّ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی ظرف ہے نیز مصدر بمعنی ٹھہرنا بھی ہے فَبِئْسَ الْقَرَارُ۔ پس (جہنم) بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

۳۸: ۶۱ = ضِعْفًا۔ دوگنا۔ علامہ ازہری فرماتے ہیں کہ ضِعْفٌ کے اصلی معنی کلام عرب

میں مثل کے ہیں اور اصل تو یہی ہے۔ پھر ضعف کا استعمال مثل میں بھی کیا گیا اور اس سے زیادہ کے لئے بھی اور زیادتی کی کوئی حد نہیں ہے۔

۳۸: ۶۲ = قَالُوْا۔ اس میں ضمیر فاعل کا مرجع کون ہے اس میں مختلف قول ہیں:

۱۔ یہ ضمیر سرکش جہنمیوں کے لئے ہے یعنی سرداران اور ان کے پیروکاروں سب کے لئے۔

الضمير للطاغين عند جمع (روح المعانی)

الضمير للطاغين (کشاف) قالوا ای الطاغوت (بیضاوی) آپس میں خوب الجھنے کے بعد وہ ادھر ادھر دیکھیں گے تو ایک دوسرے سے دریافت کریں گے۔ (ضیاء القرآن)

۲۔ ضمیر سرداران کے لئے ہے جنہوں نے کہا تھا ھٰذا فوج مقتحم ..... الخ وقالوا۔ یعنی کفار قریش وصنادید ھم واشرافھم وھم فی النار۔ یعنی کفار قریش۔ ان کے سرداران اور ان کے اشراف کہیں گے۔ (الخازن) الضمير لرؤساء الكفرة۔ ضمیر رؤسائے کفار کے لئے ہے۔ (مدارک التنزیل)

۳۔ یہ ضمیر پیروکاروں کے لئے ہے۔ وَقَالُوْا ..... وہ لوگ (یعنی متبوعین یا سب دوزخی آپس میں کہیں گے (بیان القرآن)

مطلب یہ ہے کہ وہ حیران ہو ہو کر ہر طرف دیکھیں گے کہ اس جہنم میں ہم اور ہمارے پیشوا تو موجود ہیں مگر ان لوگوں کا یہاں کہیں پتہ نشان تک نہیں ہے جن کی ہم دنیا میں برائیاں بیان کرتے تھے .... الخ۔ تفہیم القرآن۔

= مَا لَنَا ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم ...... کیا وجہ ہے کہ ہم .... کیا بات ہے کہ ہم ..... اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ ...... (۲۵: ۷) یہ کیسا رسول ہے کہ ..... کیا وجہ ہے کہ یہ رسول ...... کیا بات ہے کہ یہ رسول ..... (کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔

مَا لَنَا لَا نَرٰی ..... کیا وجہ ہے کہ ہم دیکھ نہیں رہے ...

= كُنَّا نَعُدُّهُمْ ..... ماضی استمراری جمع متکلم۔ عَدٌّ (باب نصر) سے مصدر۔ عدد مادہ۔ شمار کرنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ جس کا مرجع رِجَالًا ہے۔ جنہیں ہم شمار کیا کرتے تھے (دنیا میں)

= اَشْرَارِ۔ برے لوگ شَرِيْرٌ کی جمع۔ شرارت کرنے والے۔ برے لوگ۔ كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ۔ یہ صفت ہے رِجَالًا کی۔

۳۸: ۶۳ = اَتَّخَذْنٰھُمْ سِخْرِیًّا۔ ہمزہ استفہامیہ ہے اس کی وجہ سے ہمزہ وصل ساقط ہوگیا ہے۔ أَ اِتَّخَذْنٰھُمْ ہم نے ان کو ٹھہرایا ماضی کا صیغہ جمع متکلم ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

= سِخْرِیًّا۔ یہ سَخْرٌ (باب سَمِعَ) و سُخْرٌ سے اسم ہے بمعنی ٹھٹھا، ہنسی، دل لگی۔ اور سَخَرَ یَسْخَرُ (فتح) سِخْرِیٌّ۔ سے مصدر بحالت نصب بھی۔ جس کے معنی مسخر ہونے اور بس میں آنے کے ہیں۔ لیکن یہاں اول الذکر ہی زیادہ موزوں ہے۔

سِخْرِیًّا۔ اَتَّخَذْنٰھُمْ کا مفعول ثانی ہے ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول اول ہے۔ اس لئے منصوب ہے۔

اَتَّخَذْنٰھُمْ سِخْرِیًّا جن کو ہم نشانہ تضحیک بنایا کرتے تھے۔ جن کی ہم نے ہنسی بنا رکھی تھی۔ اور ہمزہ استفہامیہ کے ساتھ۔ کیا ہم نے یونہی ان کی ہنسی بنا رکھی تھی (ان کا مذاق بنا رکھا تھا)

= اَمْ۔ یا۔ بلکہ۔

= زَاغَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب زَیْغٌ (باب ضرب) بمعنی کج ہونا۔ چوک جانا۔ پھر جانا۔ اَلْاَبْصَارُ۔ ای اَبْصَارُنَا۔ ہماری نظریں (ان سے) چوک گئی ہیں۔

اَتَّخَذْنٰھُمْ ...... اَلْاَبْصَارُ کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں۔ مثلاً:۔

۱۔ اتخذنا استفہام توبیخی تعجبی ہے اور ایک جملہ محذوف ہے پوری عبارت اس طرح تھی (مَالَنَا لَانَرٰی رِجَالًا) اَتَّخَذْنَا ھُمْ سِخْرِیًّا (اَلَیْسُوْا فِیْھَا) اَمْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ (فَلَا نَرَاھُمْ) کیا بات ہے کہ ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جن کا ہم نے مذاق بنایا تھا کیا وہ یہاں نہیں ہیں یا ہماری نظریں چوک رہی ہیں اس لئے ہم ان کو نہیں دیکھتے۔ اس صورت میں اَمْ بمعنی "یا" ہے۔

۲۔ یا أَتَّخَذْنٰھُمْ استفہام انکاری ہے اور اَمْ بمعنی بَلْ (حرف اضراب ہے) اس صورت میں اَمْ کے ماقبل سے اعراض اور مابعد کی تصحیح مقصود ہے یعنی یہ نہیں کہ ہم ان کو یہاں اس لئے نہیں دیکھ رہے کہ ہم دنیا میں ان کا یوں ہی مذاق بنایا تھا۔ بلکہ بات یہ ہے کہ وہ یہاں موجود ہیں صرف ہماری نظریں اپنی چوک کی وجہ سے ان کو نہیں دیکھ رہیں

مالنا لا نراھم فی النار ألیسوا فیھا فلذلك لا نراھم بل ازاغت عنھم ابصارنا فلا نراھم وھم فیھا۔

فَائِدَہ: آیات ۵۹ تا ۶۳ میں کونسا کلام کس کا ہے؟
آیت ۵۹ - یہ جہنمی لوگ (گمراہ کرنے والے پیشوا اور اکابر کفار) اپنے تابعین کے ایک گروہ کو جہنم کی طرف آتا دیکھ کر آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے اس میں ضمیر جمع مذکر حاضر ان کے اپنے ساتھیوں کے لئے ہے اور ضمیر جمع مذکر غائب آنیوالی جماعت کے افراد کے لئے۔

آیت ۶۰ :- آنیوالی جماعت کا خطاب ہے پیشوایانِ بالا سے۔

آیت ۶۱ :- یہ آنے والی جماعت کی اپنے رب سے اپنے پیشوایانِ بالا کے برخلاف بد

آیت ۶۲:۶۳ : یہ آنے والی جماعت کا کلام ہے یا ان کا اور ان کے پیشوایانِ متذکرہ بالا سب کا کلام ہے۔

۳۸: ۶۴ = تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ - اَهْلِ النَّارِ مضاف الیہ ملکر تَخَاصُمُ (مضاف) کا مضاف الیہ۔

اہل دوزخ کا باہمی رگڑا جھگڑا۔ تَخَاصُمُ بروزن تفاعل مصدر ہے۔ ایک دوسرے سے لڑنا جھگڑنا۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رح اس آیت کی تشریح میں رقمطراز ہیں:

اِنَّ ذٰلِكَ بے شک یہ جو کچھ دوزخیوں کے متعلق ہم نے بیان کیا لَحَقٌّ بلاشبہ صحیح۔ وہ ضرور ایسی گفتگو کریں گے۔ تَخَاصُمُ یہ حَقٌّ سے بدل ہے یا مبتدا محذوف کی خبر ہے (ای هو تخاصم) دوزخیوں کے باہم سوال وجواب اور آپس کی گفتگو فریقین مد کی گفتگو کے مشابہ ہوگی۔ اس لئے اس کو تخاصم (باہمی جھگڑا رگڑا) فرمایا۔

۳۸: ۶۵ = قُلْ ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

= مَا مِنْ میں مَا نافیہ ہے اور مِنْ زائدہ تاکید کے لئے ہے۔

= اَلْقَهَّارُ - قَهَرَ يَقْهَرُ (باب فتح) قَهْرًا مصدر۔ قَاهِرٌ اسم فاعل قہارٌ مبالغہ ہے۔ سب پر غالب۔ ایسا غالب کہ جس کے مقابلہ میں سب ہیچ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے ہے۔

۳۸: ۶۶ = رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ .... اَلْوَاحِدُ - اَلْقَهَّارُ - رَبُّ (السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا) الْعَزِيْزُ - اَلْغَفَّارُ - سب اللہ کے صفاتی اسماء حسنیٰ ہیں۔

== قُلْ کومکرر یہ بتانے کے لئے لایا گیا ہے کہ جو بات کہی جارہی ہے وہ ایک عظیم الشان اور جلیل القدر امر ہے

== ھُوَ- ای ما انبأتکم بہٖ من کونی رسولاً منذرًا وان اللہ تعالیٰ واحدًا لا شریکَ لَہٗ۔ یعنی جو میں اپنے رسول من اللہ ہونے اور ڈرانیوالا ہونے کے متعلق اور اللہ کے واحد لاشریک ہونے کے متعلق تم کو بتارہا ہوں وہ (ایک عظیم خبر ہے) یعنی یہ مضمون رسالت و توحید۔ بعض کے نزدیک ھُوَ کا مرجع قرآن کریم ہے۔

== نَبَؤٌا عَظِیْمٌ موصوف وصفت۔ ای خبر ذو فائدۃ عظیمۃ جدًا لا ریب فیہ اصلاً ایک بہت بڑے فائدہ کی خبر میں ہرگز کوئی شک نہیں۔ بعض کے نزدیک ھُوَ سے مراد روز قیامت ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ (۷۸: ۱-۲) یہ لوگ کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں کیا بڑی خبر کی نسبت (یعنی کیا یہ روز قیامت کی نسبت پوچھتے ہیں۔ بعض نے اس سے مراد بھی قرآن لیا ہے

۳۸: ۶۸ == مُعْرِضُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر سے منہ پھیرنے والے۔ رو گردانی کرنے والے۔ (تم اس سے منہ موڑے ہوئے ہو)

۳۸: ۶۹ == اَلْمَلَاِ الْاَعْلٰی۔ م ل ء مادہ۔ اَلْمَلَاُ وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن و جمال سے اور نفوس کو ہیبت و جلال سے بھر دے۔ مَلَاَ یَمْلَاُ مُلْاٌ و مَلْاَۃٌ مصدر (باب فتح) کسی چیز کو کسی چیز سے بھرنا۔

مِلْءٌ پیمانہ یا برتن بھرنے کی مقدار۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ مِلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا (۳: ۹۱) سو ان میں سے کسی سے بھی ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا زمین بھر سونا۔

قوم کے سردار اور اہل الرائے اشخاص اپنی رائے کی خوبی اور ذاتی محاسن سے لوگوں کی خواہش کو بھر دیتے ہیں یا آنکھوں میں روشنی اور دلوں میں ہیبت بھر دیتے ہیں۔ اسی لئے ان کو مَلَاٌ کہتے ہیں۔

اَلْمَلَاِ الْاَعْلٰی موصوف وصفت اَلْمَلَاُ اسم جمع ہے اس لئے اس کی صفت بھی مفرد آئی ہے۔ اَلْاَعْلٰی سب سے اوپر۔ برتر۔ عُلُوٌّ سے جس کے معنی بلند و برتر ہونے کے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ اَلْمَلَاِ الْاَعْلٰی سرداران عالی قدر۔

صاحب ضیاء القرآن تحریر فرماتے ہیں۔ یہاں ملاءِ اعلیٰ سے مراد فرشتوں کی جماعت ہے

جو اپنے شرف و عزت کے علاوہ عالم بالا کے مکین ہیں۔ ان کے ذریعہ سے احکام کونیہ کی تنفیذ ہوتی ہے اور تدابیر خداوندی کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے اس لئے ان میں اپنے متعلقہ فرائض کو انجام دینے کے لئے قیل وقال اور بحث کا سلسلہ جاری رہتا ہے وہ امور جو وہاں زیر بحث آتے ہیں ان میں تخلیق آدم علیہ السلام کا واقعہ بھی ہے۔

= اِذْ ظرف زمان متعلق بہ عِلْم ہے۔

= یَخْتَصِمُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِخْتِصَامٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے وہ جھگڑ رہے تھے (ای اذ کانوا یختصمون) وہ بحث وگفتگو کر رہے تھے۔ وہ مستفیدانہ گفتگو کر رہے تھے (جب کہ وہ تخلیق آدم کے بارہ میں جس کی تفصیل آگے آتی ہے مستفیدانہ اللہ تعالیٰ سے گفتگو کر رہے تھے۔ بیان القرآن) ضمیر جمع مَلَأ کے اسم جمع ہونے کی رعایت سے آئی ہے۔

۳۸ : ۷۰ = اِنْ یُّوْحٰٓى اِلَیَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ - اِنْ نافیہ ہے۔ یُوْحٰی مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِیْحَاءٌ اِفْعَالٌ مصدر سے۔ وحی مادہ۔ وحی کی جاتی ہے اِلَّا حرف استثناء اَنَّمَا میں اَنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے مَا کافہ ہے حصر کے معنی دیتا ہے اور اَنَّ کو عمل سے روکتا ہے۔ بے شک، تحقیق بجز اس کے نہیں۔ اَنَا میں ضمیر واحد متکلم نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ موصوف وصفت۔ کھلا ڈرانیوالا۔

اَنَّمَا اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۔ یا تو یُوْحٰی کا نائب فاعل ہے یعنی نہیں آتی میرے پاس وحی مگر یہ کہ میں (تم کو اللہ کے عذاب سے) کھلا ڈرانیوالا ہوں۔

یا یہ فقرہ مفعول لہٗ ہے اور علت ہے وحی کے آنے کی۔ یعنی نہیں آتی میرے پاس وحی مگر اس سبب (یا وجہ) سے کہ میں (تم کو اللہ کے عذاب سے) ڈرانے والا ہوں۔

۳۸ : ۷۱ = اِذْ قَالَ - اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ کا بدل ہے یہ اس اختصام کی تفصیل ہے جس کا اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔ اِذْ سے پہلے فعل اُذْکُرْ محذوف ہے۔

= طِیْنٍ۔ گارا۔ مٹی۔ پانی اور مٹی کا آمیزہ۔ خلق آدم کا مادہ کہیں طِیْنٍ آیا ہے کہیں تراب اور کہیں صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ان میں کوئی کچھ بھی تعارض نہیں۔ کہیں مادہ قریبہ بتلادیا کہیں مادہ بعید۔ (حضرت تھانوی رح)

المادۃ البعیدۃ ھو التراب واقرب منہ الطین واقرب منہ الحماء مسنون واقرب منہ الصلصال فثبت انہ لامنافاۃ بین الکل (تفسیر کبیر)

۳۸ : ۷۲ = سَوَّیْتُہٗ - سَوَّیْتُ ماضی واحد متکلم تَسْوِیَۃٌ (تفعیل) مصدر سے برابر

ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اس کا مرجع بَشَرًا ہے ۔ (جب) میں اس کو برابر کردوں یعنی مکمل کر چکوں (ماضی بمعنی مستقبل)

= نَفَخْتُ ماضی واحد متکلم نَفْخٌ (باب نصر) مصدر۔ پھونکنا۔ پھونک مارنا۔ (جب) میں (اس میں) پھونک دُوں (ماضی بمعنی مستقبل)

وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ ای احییتہ بنفخ الروح فیہ اور اس میں جان پھونک کر اسے زندہ کردوں - یعنی جب میں اس میں اپنی طرف سے جان ڈال دوں۔

مِنْ رُّوْحِیْ میں یا تو اضافت تملیکی ہے یعنی ہماری مملوک ومخلوق خاص - یا اضافت تشریفی یعنی وہ روح جو ہماری نسبت سے مشرف ومکرم ہے یا تخصیصی یعنی وہ زندگی یا جان جس میں ہمارے سوا کوئی دوسرا تعلق نہیں ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:۔

کہ مِنْ رُّوْحِیْ میں اللہ نے روح کو اپنی جانب نسبت دے کر اس امر کو ظاہر کردیا ہے کہ روح ایک جوہر شریف ومعظم ہے (تفسیر ماجدی سے) اضافت جزئیت اور بعضیت کی نہیں بلکہ تشریف کی ہے یعنی وہ رُوح جس کو میں نے اپنی خاص قدرت سے بنایا ہے۔ (ضیاء القرآن)

= فَقَعُوْا ۔ الفاء جواب شرط کے لئے ہے۔ قَعُوْا ۔ وَقَعَ یَقَعُ (مثال واوی۔ باب فتح) وُقُوْعٌ مصدر سے ۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم گر پڑنا۔ وقوع کے معنی ثابت اور واجب ہونا۔ عدم سے وجود میں آجانا کے بھی ہیں ۔ یہاں گر پڑنا کے معنی میں آیا ہے "

= لَہٗ یعنی اس بشر کے روبرو ۔

= سٰجِدِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب ضمیر فاعل قَعُوْا سے حال ہے ۔

۳۸:۷۳ = فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ ۔ ای فخلقہ فسوّاہ فنفخ فیہ الرُّوْحَ فسجد لہٗ الملئکۃ ۔ یعنی جب اللہ نے آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا۔ اور اسے مکمل بنالیا اور اس میں جان ڈال دی تو فرشتوں نے اس کو سجدہ کیا۔

= کُلُّھُمْ ۔ سب کے سب ۔ یعنی ان میں سے کوئی بھی نہ رہا جس نے سجدہ نہ کیا ہو

= اَجْمَعُوْنَ : سب کے سب اجتماع کے لئے آیا ہے یعنی مجموعًا ۔ یعنی کوئی کسی کے پیچھے نہ رہا۔ تاکید کے لئے آیا ہے ۔ سب کے سب فورًا اکٹھے سجدے میں گر گئے ۔

۳۸:۷۴ = اِلَّآ اِبْلِیْسَ اِسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ۔ اِسْتَکْبَرَ

ماضی واحد مذکر غائب اِسْتِکْبَارٌ (استفعال) مصدر سے۔ وہ بڑا مغرور ہو گیا۔ یعنی کسی استحقاق کے گھمنڈ میں آگیا۔

= کَانَ کے دو معنی ہو سکتے ہیں:۔

۱:۔ کَانَ بمعنی صَارَ۔ یعنی ہو گیا۔ یعنی اللہ کے حکم کے مقابلہ میں اس نے غرور کیا اور اطاعتِ حکم سے اس نے اپنے آپ کو اونچا سمجھا اور اس طرح کافروں میں سے ہو گیا۔

۲:۔ کَانَ بمعنی تھا۔ یعنی اللہ کے علم میں وہ پہلے ہی کافروں میں سے تھا۔

اگر معنی نمبر ۱ لئے جاویں تو اِلَّا اِبْلِیْسَ مستثنیٰ متصل ہوگا۔ اور وہ ملائکہ کے زمرہ میں (بحیثیت جنس کے نہیں بحیثیت مصاحبت) شمار ہوگا۔

اور اگر معنی نمبر ۲ لئے جاویں تو استثناء منقطع ہوگا تو استثناء منقطع ہوگا۔

(اِلَّا حرف استثناء اور اِبْلِیْسُ مستثنیٰ اَلْمَلٰئِکَةُ مستثنیٰ منہ)

۳۸: ۷۵ = قَالَ ای قال اللّٰہُ تعالیٰ۔

= مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ۔ مَا موصولہ ہے اور اَنْ مصدریہ ای من السُّجُوْدِ

= لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَیَّ۔ یہ مَا موصولہ ہے ای لِلَّذِیْ خَلَقْتُہٗ۔ جسے میں نے پیدا کیا۔ بِیَدَیَّ (میرے دونوں ہاتھوں سے) میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے یعنی اپنی قدرت کاملہ سے بلا توسط ماں باپ کے۔ تثنیہ کا استعمال تاکید کے لئے۔

= اَسْتَکْبَرْتَ۔ اصل میں ءَ اِسْتَکْبَرْتَ تھا۔ ہمزہ استفہام انکاری کے آنے سے ہمزہ وصل ساقط ہو گیا۔ ای أَ تکبرت من غیر استحقاق کیا بغیر استحقاق کے تو تکبر میں آگیا یعنی فی الواقع تو بڑا نہیں تھا لیکن اپنے آپ کو بڑا سمجھ لیا۔ اپنے آپ ہی بڑا بن رہا ہے۔

= اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ۔ اَمْ بمعنی یا۔ عَالِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر عَالِیٌ واحد عُلُوٌّ سے۔ بلند مرتبے والے۔ یا واقعی تو اونچے درجے کا استحقاق رکھنے والوں میں سے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تو جان بوجھ کر یہ جانتے ہوئے کہ تو ایسا نہیں ہے بڑا بن رہا ہے۔ یا فی الواقع تو سمجھ رہا ہے کہ تو اونچے درجے والوں میں سے ہے۔ دونوں صورتوں میں استفہام توبیخی وانکاری ہے یعنی سچ یہ ہے کہ تو کچھ بھی نہیں ہے اور نہ ہی تو بڑا بننے کا استحقاق رکھتا ہے اور نہ ہی فی الواقع تو بڑا ہے۔

۳۸:۷۶ = قَالَ ۔ ای قال ابلیس ۔
۳۸:۷۷ = قَالَ ۔ ای قال اللہ تعالیٰ ۔
= فَاخْرُجْ مِنْهَا ۔ الفاء للترتیب ۔ اور ھا ضمیر واحد مؤنث غائب الجنۃ کی طرف راجع ہے جہاں وہ دوسرے ملائکہ کے ساتھ رہتا تھا۔ ابن عباس رضؓ سے ہے کہ وہ جنتِ عدن میں نہ کہ جنت خلد میں رہتا تھا۔
یا ھا ضمیر کا مرجع زمرۃ الملائکہ ہے جن کے ساتھ وہ رہتا تھا۔
یا جیسا کہ حسن اور ابو العالیہ نے کہا ہے ؛
اس بناوٹ (اور خوبصورت تخلیق سے) نکل جا جس میں تو بنایا گیا ہے ۔ چنانچہ اس حکم کے بعد ابلیس کا رنگ سیاہ ہو گیا اور خوبصورتی بدصورتی میں بدل گئی ۔
= فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۔ یہ فقرہ حکم خروج کی علت ہے (یعنی تجھے نکل جانے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ اب تو راندۂ درگاہ ہو گیا ہے)
= رَجِيْمٌ ملعون ۔ راندہ ہوا ۔ مردود ۔ رَجْمٌ (رَجَمَ يَرْجُمُ باب نصر سے مصدر) سے فَعِيْلٌ بمعنی مفعولٌ یعنی مَرْجُوْمٌ ہے ۔ سنگسار کرنا ۔ لعنت کرنا ۔ بُرا بھلا کہنا ۔ دھتکارنا ۔ پھٹکارنا ۔
شیطان چونکہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے راندہ ہوا اور مردود ہے اس لئے یہ اس کی مخصوص صفت ہے اور قرآن مجید میں جہاں بھی یہ لفظ آیا ہے اسی کی صفت میں آیا ہے
۳۸:۷۸ = يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ روز قیامت ۔ روز جزا و سزا ۔
۳۸:۷۹ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۔ رب : ای یا ربِّیْ اے میرے رب فَاَنْظِرْنِيْ ۔ فاء سببیہ ہے اور جملہ سابقہ اس جملہ کا سبب ہے ۔ آدم کی دشمنی کی وجہ سے راندۂ درگاہ ہو جانا ہی اس مہلت طلبی کا سبب تھا ۔ تاکہ وہ بنی آدم کو اغوا (گمراہ) کر سکے ۔
اَنْظِرْنِيْ امر کا صیغہ ہے واحد مذکر حاضر، ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ۔ تو مجھ کو مہلت دے تو مجھ کو ڈھیل دے ۔ انظارٌ (افعال) مصدر سے جس کے معنی مہلت دینے اور ڈھیل دینے کے ہیں ۔
= يُبْعَثُوْنَ ۔ مضارع مجہول ۔ جمع مذکر غائب بَعْثٌ (باب فتح) مصدر سے ۔ وہ اٹھائے جائیں گے (یعنی جس دن لوگوں کو زندہ کر کے قبروں سے اٹھایا جائے گا)

روز قیامت۔

۳۸ : ۸۰ == قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ اس میں فاء سببیہ ہے یعنی ابلیس کا سوال اس جواب کا سبب ہے۔ اَلْمُنْظَرِيْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ اِنْظَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے مہلت دیئے جانے والے، مہلت دیئے ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا تو مہلت دیئے جانے والوں میں سے ہو گیا یعنی تجھے مہلت دے دی گئی۔

== يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۔ يَوْمِ مضاف الوقت المعلوم موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ اس دن تک جس کا وقت (اللہ کو) معلوم ہے اس سے مراد پہلی بار صور پھونکے جانے کا وقت ہے۔

۳۸ : ۸۱ == فَبِعِزَّتِكَ ۔ الفاء للسببیۃ۔ (ابلیس کو مہلت مل جانا ہی عزم اغوار کا سبب ہے) باء قسمیہ ہے۔ عِزَّتِكَ مضاف مضاف الیہ (جب تو نے مجھے مہلت دیدی) تو تیری عزت کی قسم ....

== لَاُغْوِيَنَّهُمْ ۔ لام تاکید کا ہے مضارع با نون ثقیلہ صیغہ واحد متکلم۔ اِغْوَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب میں ان کو ضرور گمراہ کردوں گا۔

== اَجْمَعِيْنَ ۔ سب کے سب کو۔ ساروں کو۔

== اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۔ اِلَّا حرف استثناء عِبَادَكَ مضاف مضاف الیہ (تیرے بندے) مل کر موصوف اَلْمُخْلَصِيْنَ صفت موصوف وصفت مل کر مستثنیٰ متصل هُمْ مستثنیٰ منہ۔ سوائے ان میں سے تیرے مخلص بندوں کے۔

اَلْمُخْلَصِيْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر اِخْلَاصٌ (افعال) مصدر۔ خالص کئے ہوئے مخصوص لوگ۔ جو منتخب کر لئے گئے ہیں۔ جو چن لئے گئے ہیں۔

۳۸ : ۸۴ == قَالَ ۔ ای قال اللہ تعالیٰ۔

== فَالْحَقُّ ۔ الفاء للترتیب مابعد کا جو مضمون ما قبل پر مترتب ہو رہا ہے۔

اَلْحَقُّ ۔ سچ بات، سچ۔ حق یہ ہے۔ اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (۳۲ : ۱۳)

میری یہ بات حق ثابت ہو چکی ہے کہ میں دوزخ بھر کر رہوں گا جنوں اور انسانوں سے۔

== وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۔ ای وَلَا اَقُوْلُ اِلَّا الْحَقَّ اور میں حق ہی کہا کرتا ہوں۔

یہ جملہ معترضہ ہے جملہ ما قبل اور جملہ مابعد کے درمیان۔

۳۸: ۸۵ = لَاَمْلَئَنَّ لام تاکید کا ہے اَمْلَئَنَّ مضارع بانون تاکید ثقیلہ۔ صیغہ واحد متکلم۔ مَلَأَ یَمْلَأُ مَلْأٌ وَ مِلْأَۃٌ (باب فتح) سے مصدر۔ کسی چیز کو کسی چیز سے بھرنا۔ میں ضرور بھر دوں گا۔

= مِنْکَ ای من جنسک مِنَ الشَّیٰطِیْنِ۔ تیری شیاطین کی جنس سے۔

کَ۔ کا خطاب صرف ابلیس ہی کی طرف نہیں ہے بلکہ پوری جنس شیاطین کی طرف ہے۔

= مِنْھُمْ ای من ذریۃ اٰدم علیہ السلام

۳۸: ۸۶ = قُلْ۔ ای قل یا محمد (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) لکفار قریش

= عَلَیْہِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یا القرآن ہے یا تبلیغ رسالت۔

= اَلْمُتَکَلِّفِیْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر تَکَلُّفٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے۔ بناوٹ کرنے والے یعنی اپنی طرف سے قرآن بنالینے والے۔ لوگوں کو دکھانے کے لئے اطاعت خداوندی کا اظہار کرنے والے۔ تکلف اور تصنع سے کام لینے والے۔ (میں بناوٹ یا تصنع سے کام نہیں لے رہا بلکہ تمہارے سامنے حقیقت کا اظہار کر تاہوں۔

۳۸: ۸۷ = اِنْ ھُوَ۔ میں اِنْ نافیہ ہے اور ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے،

= ذِکْرٌ نصیحت۔ پند۔ بیان۔ ذکر۔

نہیں ہے (یہ قرآن) مگر نصیحت سب جہانوں کے لئے۔

۳۸: ۸۸۔ لَتَعْلَمُنَّ لام تاکید تَعْلَمُنَّ مضارع تاکید با نون ثقیلہ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر ہے، عِلْمٌ سے۔ تم ضرور جان لوگے۔ تم کو ضرور معلوم ہو جائے گا۔

= نَبَأَہٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی خبر۔ منصوب بوجہ تَعْلَمُنَّ کے مفعول ہونے کے ہے۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔

وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَہٗ ای ولتعلمن نبأ القرآن وما فیہ من الوعد والوعید وذکر البعث والنشور۔ یعنی قرآن میں جزا وسزا حشر ونشر کے متعلق جو تعلیمات ہیں تمہیں ضرور معلوم ہو جائیں گی۔ اور اس کی صداقت تم پر عیاں ہوجائے گی!

= بَعْدَ حِیْنٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ کچھ عرصہ بعد۔ یعنی مرنے کے بعد حقیقت تم پر کھل جائے گی!

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

(۳۹) سورۃ الزُّمَر مَکِّیَّۃ (۷۵)

۳۹ : ۱ == تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مضاف مضاف الیہ۔ کتاب کا نازل کرنا۔ الکتاب سے مراد یہ سورۃ یا قرآن مجید ہے یہ مبتدا ہے اور مِنَ اللّٰہِ خبر ہے۔ اس کتاب کا نازل کرنا اللہ کی طرف سے ہے۔

== اَلْعَزِیْزِ (اپنی حکومت میں سب پر غالب) اَلْحَکِیْمِ (اپنی صناعی میں حکمت والا) اللہ کی صفات ہیں۔

۳۹ : ۲ == بِالْحَقِّ۔ حق کے ساتھ، یعنی حامل حق کتاب یا ب سببیہ ہے۔ یعنی حق کو ثابت کرنے، ظاہر کرنے اور تفصیل سے بیان کرنے کے لئے یہ کتاب ہم نے آپ کے پاس بھیجی ہے۔

بظاہر جملہ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مفہوم کے لحاظ سے پہلے جملہ کی تکرار معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں یہ تکرار نہیں ہے اول جملہ میں تنزیل الکتاب تو عنوان کے طور پر فرمایا تھا اور اس جملہ میں اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ اس مضمون کو بیان کرنے کے لئے فرمایا:۔

ھٰذا لیس بتکرار لان الاول کا العنوان للکتاب والثانی لبیان ما فی الکتاب۔

== فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ۔ الفاء للترتیب۔ اُعْبُدْ فعل امر واحد مذکر حاضر عِبَادَۃٌ مصدر باب نصر ہے مُخْلِصًا اسم فاعل واحد مذکر بحالت نصب اِخْلَاصٌ (افعال) مصدر سے۔

اخلاص کے لغوی معنی ہیں۔ کسی چیز کو ملاوٹ سے ہر ممکن پاک و صاف کردینا۔ یہ خُلُوْصٌ کا متعدی ہے جس کے معنی آمیزش سے صاف اور خالی ہونا ہے۔ اصطلاحِ

شرع میں یہ ہیں کہ محض خداوند تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے عمل کیا جاوے اور اس کے علاوہ کسی اور جذبہ کی آمیزش نہ ہو۔

اِخلاص جان عبادت ہے اخلاص کے بغیر عبادت میں عبادت کا مفہوم ہی پیدا نہیں ہوتا۔

الدِّیْنَ۔ اطاعت و عبادت۔ الدین ای الطاعۃ وقیل العبادۃ (قرطبی) دین اصل لغت کے اعتبار سے اطاعت اور جزاء کے معنی میں ہے پھر بطور استعارہ شریعت کے لئے استعمال ہوا۔ کیونکہ شریعت کی رُوح اطاعت خداوندی ہی ہے۔ قرآن میں مختلف مواقع پر مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔

مثلاً (۱) اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (۳ : ۱۹) درحقیقت دین جو اللہ کے نزدیک مقبول ہے اسلام ہے۔ یہاں دین سے مراد شریعت ہے۔

(۲) وَاَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ لِلّٰہِ (۴ : ۱۴۶) اور انہوں نے اپنی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر دیا۔ یہاں دین سے اطاعت مراد ہے۔

(۳) مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ (۱ : ۳) مالک ہے روزِ جزاء کا۔ یہاں دین بمعنی جزاء آیا ہے۔ جزاء۔ اطاعت۔ عبادت۔ شریعت کوئی بھی معنی دین کے لئے جاویں شریعت کی پابندی کو ان سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور شریعت زندگی کے ہر پہلو کو محیط ہے خواہ وہ اخلاقی ہو، معاشرتی ہو، معاشی ہو۔ روحانی ہو یا جسمانی ہو۔ گویا زندگی کو شریعت کے جملہ احکام کے مطابق مطیع کر دینا دین پر چلنا ہے۔

لَهُ میں لام استحقاق کے لئے ہے ہٗ ضمیر کا مرجع اللہ ہے اَلدِّیْنَ کا نصب مُخْلِصًا سے ہے۔

مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ یہ جملہ ضمیر اَعْبُدُ سے حال ہے۔ تو اللہ کی عبادت کر دراں حالیکہ کہ تیری اطاعت و عبادت خالصۃً اُسی کے لئے ہو (اس میں کسی قسم کے شرک، ریا یا شک و شبہ کا دخل نہ ہو)

۳:۳۹ = اَلَا۔ حرفِ تنبیہ ہے۔ خبردار۔ یاد رکھو، سمجھ لو۔ جان لو۔

= لِلّٰہِ۔ میں لام اول استحقاق کے لئے ہے۔ جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ (۱:۱)، لِلّٰہِ الْاَمْرُ (۱۳ : ۳۱)

= اَلدِّیْنُ الْخَالِصُ۔ موصوف و صفت۔ خالص دین۔ ہر قسم کے شرک و ریاء و دیگر

نقائص سے پاک طاعت۔
ترجمہ ہوگا۔ یا درکھو دین خالص صرف اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے۔
اور بعض علماء کا قول ہے کہ ان المراد بالدین الخالص کلمة لا الٰه الا اللّٰه
دین خالص سے مراد کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔
= مِنْ دُوْنِهٖ ای من دون اللّٰه۔ اللہ کو چھوڑ کر۔ اللہ کے سوا۔
= لِيُقَرِّبُوْنَا۔ لام تعلیل کا ہے یُقَرِّبُوْنَ جمع مذکر غائب تَقْرِيْبٌ (تفعیلٌ) مصدر سے قرب مادہ۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم کہ وہ ہمیں قریب پہنچا دیویں۔ ہمیں مقرب بنا دیویں۔
= زُلْفٰى مصدر ہے بمعنی تقریبًا۔ فعل کے مصدر کا مترادف مفعول مطلق ہو سکتا ہے جیسے تَعَدْتُ جُلُوْسًا لہٰذا زُلْفٰى فعل يُقَرِّبُ کے مصدر تَقْرِيْبًا کا مترادف ہونے کی وجہ سے لِيُقَرِّبُوْنَا کا مفعول مطلق ہے۔
زُلْفَةٌ دَزُلْفٰى درجہ، قرب۔ نزدیکی۔ اَزْلَفَ يُزْلِفُ باب افعال سے بمعنی قریب کرنا۔ نزدیک لانا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے۔ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (۵۰: ۲۱)
اور بہشت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائیگی۔
فائدہ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔ اَلَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا سے مراد کفار ہیں یہ پورا جملہ مبتدا ہے اور اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ..... الخ (اگلی آیت) اس کی خبر ہے مَا نَعْبُدُهُمْ سے قبل قَالُوْا محذوف ہے قَالُوْا معطوف بھی ہو سکتا ہے اور اس صورت میں اس کا عطف اِتَّخَذُوْا پر ہے اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔
اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے کارساز بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو ان کی پوجا بس اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں۔
دوسری صورت میں قَالُوْا۔ اَلَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا سے بدل بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا:۔
اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے کارساز بنا رکھے ہیں یعنی وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی پوجا محض قربِ خدا حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں۔
= يَحْكُمُ مضارع واحد مذکر غائب حُكْمٌ باب نصر سے مصدر۔ حکم دیتا ہے یا

دے گا۔ فیصلہ کرتا ہے یا کرے گا۔

= بَیْنَھُمْ اور فِیْمَا ھُمْ میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کافروں اور ان کے مقابل مومنوں کے مجموعہ کی طرف راجع ہے۔

مَا موصولہ ہے اور فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ صلہ۔ جس بات میں یہ باہم اختلاف کر رہے ہیں۔ اور یہ فیصلہ اس صورت میں ہوگا کہ اہل ایمان جنت میں جائیں گے اور اہل کفر دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

= کَاذِبٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر: جھوٹا۔ کُذَّبٌ جمع۔ جھوٹا اس لئے کہ اللہ کو صاحب اولاد کہتا ہے اور بتوں کو اللہ کے قرب کا ذریعہ بتاتا ہے۔

= کَفَّارٌ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ زبردست کافر۔ بڑا ناشکرا۔ ناشکرا اس لئے کہ لطف تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے اٹھائے اور پوجا کسی اور کی کرے۔ یا اس میں کسی اور کو بھی شریک ٹھہرائے۔

۳۹: ۴ = وَلَدًا۔ اسم جنس کوئی بچہ ہو لڑکا ہو یا لڑکی۔ اَوْلَادٌ جمع۔

= لَاصْطَفٰی لام جواب شرط کے لئے ہے اِصْطَفٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِصْطِفَاءٌ افتعال مصدر اس نے چن لیا۔ اس نے پسند کرلیا۔ تو وہ منتخب کرلیتا۔ چن لیتا۔ یا پسند کرلیتا۔

= مِمَّا۔ مرکب ہے مِنْ حرف جار اور مَا موصولہ سے مِمَّا یَخْلُقُ اس میں سے جسے وہ پیدا کرتا ہے اپنی مخلوق میں سے۔

= ھُوَ اللّٰہُ الْوَاحِدُ۔ علامہ ثناء اللہ پانی پتی رح فرماتے ہیں:۔

یعنی الوہیت تو وجوب پر مبنی ہے (جب کوئی دوسرا واجب نہیں ہر موجود مخلوق ہے اور ہر مخلوق ممکن ہے) تو الٰہ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ الٰہ اپنی ذات و صفات میں واحد ہو نہ اس کا کوئی مثیل ہو نہ شریک، اور جب کوئی دوسرا اس کی مثل نہیں ہوسکتا تو اس کی اولاد ہونا کس طرح ممکن ہے اولاد تو باپ کے بعض اجزاء سے بنتی ہے اس لئے اپنے باپ کی ہم جنس ہوتی ہے۔

= اَلْقَھَّارُ۔ سب سے زبردست، سب پر غالب۔ ہمہ گیر قہاریت شرکت کی نفی کرتی ہے

۳۹: ۵ = بِالْحَقِّ۔ ضمیر فاعل خَلَقَ کا حال ہے۔ حق و حکمت کے ساتھ۔

= یُکَوِّرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَکْوِیْرٌ تفعیل مصدر۔ وہ لپیٹتا ہے

اَلْکَوْرُ کے معنی کسی چیز کو عمامہ کی طرح لپیٹنے اور اس کو اوپر تلے گھمانے کے ہیں۔
کَارَالْعَمَامَۃَ عَلٰی رَاْسِہٖ یَکُوْرُھَا کَوْرًا۔ کُلُّ دَوْرٍ کَوْرٌ۔ عمامہ کو سر پر لپیٹنا اور بل پر بل دیتے چلے جانا۔ ہر بل کو کَوْرٌ کہتے ہیں۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

اِذَاالشَّمْسُ کُوِّرَتْ (۸۱: ۱) جب سورج لپیٹ لیا جائے گا۔ یعنی بے نور کر دیا جائے گا۔

آیت ہذا میں مطالع شمسی کے تبدیل ہونے سے دن رات کے بڑھنے اور گھٹنے کو تَکْوِیْرٌ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

صاحب ضیاء القرآن اسے یوں بیان فرماتے ہیں:۔

دن کی روشنی جہاں سے سمٹتی جاتی ہے رات کی تاریکی وہاں پھیلتی جاتی ہے اسی طرح رات کا اندھیرا جہاں سے ختم ہوتا جاتا ہے دن کا اجالا وہاں نور افشانی کرتا جاتا ہے۔ یہ تسلسل کہیں ٹوٹنے نہیں پاتا۔

= لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ۔ مُسَمًّی اسم مفعول واحد مذکر۔ مقررہ، نامزدہ، متعین۔ اَجَلٍ مُّسَمًّی موصوف وصفت۔ اَجَلٌ وقت مقررہ۔ مدت مقررہ۔

= اَلَا حرف تنبیہ: یاد رکھو، خبردار رہو۔

۳۹: ۶ = مِنْھَا ۔ میں ضمیر ھَا نَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ کی طرف راجع ہے۔

= زَوْجَھَا ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا جوڑا۔ اس کا مقابل صنف۔ ھَا کا مرجع نَفْسٍ ہے۔

= خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْھَا زَوْجَھَا ۔ اس کا ترجمہ ہوگا:۔

اس نے تمہیں فرد واحد (حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا پھر اسی (فرد واحد) سے اس کا جوڑا بنایا۔ اس جملہ میں ثُمَّ اس پر دلالت کر رہا ہے کہ حضرت آدمؑ سے ان کی اولاد کی پیدائش کے بعد حضرت حوا کو بطور حضرت آدم کے جوڑے کے پیدا کیا گیا۔ یہ امر واقعہ کے خلاف ہے۔

۱:۔ صاحب تفہیم القرآن اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:۔

یہ مطلب نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے انسانوں کو پیدا کر دیا اور پھر ان کی بیوی حضرت

حوا کو پیدا کیا۔ بلکہ یہاں کلام میں ترتیب زمان کی بجائے ترتیب بیان ہے جس کی مثالیں ہر زبان میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً ۔ ہم کہتے ہیں کہ تم نے آج جو کچھ کیا وہ مجھے معلوم ہے پھر جو کچھ تم کل کر چکے ہو اس سے بھی میں باخبر ہوں اس کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ کل کا واقعہ آج کے بعد ہوا ہے۔

(۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ثُمَّ کا عطف خَلَقَكُمْ پر نہیں بلکہ فعل محذوف پر ہے
ای خلقکم من نفس وَّاحِدَةٍ خلقها ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا ۔
اس نے تمہیں تنِ واحد سے پیدا کیا (یعنی پہلے) اس نفس واحد کو پیدا کیا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا۔ اور پھر ان دونوں سے تم لوگوں کو پیدا کیا۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے: الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاءً ۔ (۴: ۱) جس نے تم کو ایک تن سے پیدا کیا (یعنی اوّل) اور اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد اور عورتیں (پیدا کرکے) پھیلا دیا۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ثُمَّ تراخی (تاخیر) کے لئے ہے اور یہ تراخی زمانی نہیں رتبہ کے لحاظ سے ہے (التراخی الرتبی) موخر الذکر (خلق زوج) کو اول الذکر (خلق الناس) پر مرتبہ کے لحاظ سے برتری دیتے ہوئے ادنیٰ کو پہلے اور اعلیٰ کو بعد میں بیان کیا۔ یا اس کے برعکس۔ اول الذکر کو اعلیٰ گردانتے ہوئے پہلے ذکر کیا اور موخر الذکر کو دوسرے مرتبے پر رکھتے ہوئے بعد میں بیان کیا۔

= اَنْزَلَ ۔ ای قضی او قسم لکم: تمہارے لئے فیصلہ کر دیئے۔ یا تمہارے حصہ میں کر دیئے۔ مطلب تمہارے لئے پیدا کر دیئے۔

= خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ ۔ تدریجاً ایک حالت سے دوسری حالت میں۔ ایک کیفیت سے دوسری کیفیت میں۔ ایک تغیر کے بعد دوسرا تغیر۔ جو شخص بھی جنین کے تغیرات سے واقف ہے اس پر روشن ہے کہ نو مہینہ تک کتنے تغیرات ہر روز وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں۔

= ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ : تین تاریکیوں (کے اندر)
(۱) پیٹ کی تاریکی۔ (۲) رحم کی تاریکی۔ (۳) رحم کے اندر کی جھلی کا اندھیرا۔ جس میں بچہ کی تخلیق مکمل ہوتی ہے۔ اسے مَشِيْمَةٌ کہتے ہیں۔ جھلی۔ جس میں پیدائش کے وقت بچہ لپٹا ہوتا ہے۔

== ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ ذٰلِكُمْ یعنی یہ تمام کام کرنے والا (جو اوپر مذکور ہیں) مبتدار ہے۔ اَللّٰهُ خبر اول رَبُّكُمْ خبر دوم لَهُ الْمُلْكُ خبر سوم لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خبر چہارم۔ یہی ہے تمہارا رب اسی کی حکومت ہے اور کوئی خدا بجز اس کے نہیں ہے۔

== فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ الفاء سببیۃ اَنّٰى بمعنی كَيْفَ اَوْ اَيْنَ۔ کیسے؟ کہاں؟ استفہام تعجبی ہے۔ سو (تعجب ہے کہ اس واضح ومکمل بیان کے بعد) تم کہاں (حق سے) پھرے جا رہے ہو۔

۳۹: ۷ == اِنْ شرطیہ ہے فَاِنَّ اللّٰهَ میں الفاء لجواب الشرط۔

== غَنِيٌّ۔ بے نیاز۔ غیر محتاج۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

== يَرْضَهُ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب اصل میں يَرْضٰى تھا رِضًى مصدر باب سمع سے جواب شرط کی وجہ سے مجزوم ہے۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب شُكْرٌ کی طرف راجع ہے وہ اس کو پسند کرتا ہے (اگر تم شکر کروگے تو وہ اسے تمہارے لئے پسند کرتا ہے)

== لَا تَزِرُ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب وہ بوجھ نہیں اٹھاتی۔ وہ بوجھ نہیں اٹھائے گی وِزْرٌ مصدر باب ضرب سے وَازِرَةٌ اسم فاعل واحد مؤنث بوجھ اٹھانے والی۔ مؤنث کا صیغہ نفس کے لئے ہے جو عربی میں مؤنث ہے وِزْرَ اُخْرٰى۔ مضاف مضاف الیہ مل کر لَا تَزِرُ کا مفعول ہے۔

کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی، کوئی بوجھ اٹھانے والا شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

== مَرْجِعُكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ مَرْجِعٌ لوٹنا۔ رجوع کرنا۔ رُجُوْعٌ سے مصدر میمی ہے تمہارا لوٹنا۔

== عَلِيْمٌ۔ بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ عِلْمٌ سے بروزن فعیل مبالغہ کا صیغہ ہے

== بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ ذَاتٌ۔ ذُوْ سے مؤنث ہے والی۔ ذَاتُ الصُّدُوْرِ مضاف مضاف الیہ۔ سینوں کے بھید۔ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ دلوں تک کی باتوں کو جاننے والا۔

۳۹: ۸ == مَسَّ ماضی واحد مذکر غائب۔ مَسٌّ مصدر باب نصر۔ چھونا۔ لاحق ہونا اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ جب انسان کو کوئی تکلیف (مرض وغیرہ) پہنچتی ہے۔

== اَلْاِنْسَانَ۔ ھذا وصف للجنس بحال بعض افرادہ جنس کے بعض افراد کی حالت پر جنس کو محمول گردانا۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ۔ (۱۴: ۳۴) انسان بڑا بے انصاف اور ناشکرا ہے۔

اَلْاِنْسَان سے یہاں مراد جنس کافر ہے نہ کہ تمام جنسِ انسان۔

== مُنِیْبًا اِلَیْہِ۔ مُنِیْبًا اسم فاعل واحد مذکر منصوب۔ اللہ کی طرف خلوص سے رجوع کرنے والا۔ اِنَابَۃٌ مصدر باب افعال۔ نَوْبٌ مادہ۔ خلوص عمل کے ساتھ اللہ سے توبہ کرنا۔ مُنِیْبًا اِلَیْہِ اَلْاِنْسَانَ کا حال ہے۔

دَعَا رَبَّہٗ مُنِیْبًا اِلَیْہِ۔ اپنے رب کو اس کی طرف دل سے رجوع کرتے ہوئے پکارتا ہے۔

== خَوَّلَہٗ ماضی واحد مذکر غائب۔ خَوَّلَ یُخَوِّلُ تَخْوِیْلٌ (تفعیل) مصدر سے۔ جس کے معنی عطا کرنے کے ہیں۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب (حیب) اس نے اس کو عطا کیا۔

نِعْمَۃً مفعول ثانی خَوَّلَ کا مِنْہُ ای مِنَ اللّٰہِ (حیب اللہ تعالیٰ) اپنی جناب سے اس کو (الانسان متذکرہ بالا کو) نعمت عطا کرتا ہے۔

خَوَّل کے اصل معنی خَوَلَ یعنی حشم وخدم عطا کرنے کے ہیں بعض کے نزدیک اس کے معنی ایسی چیز عطا کرنے کے ہیں جس کی نگہداشت کی ضرورت پڑے۔ دونوں صورتوں میں مراد نعمت عظیمہ ہے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَتَرَکْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰکُمْ وَرَآءَ ظُھُوْرِکُمْ (۶: ۹۴) اور تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا۔

== نَسِیَ مَا کَانَ یَدْعُوْٓا اِلَیْہِ مِنْ قَبْلُ۔ مَا موصولہ ہے اور اس کا مابعد کا جملہ اس کا صلہ ہے۔ موصول وصلہ مل کر نَسِیَ کا مفعول۔ کَانَ یَدْعُوْٓا ماضی استمراری کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ ضمیر فاعل کا مرجع الانسان (مذکورہ بالا) ہے۔ تو بیتیر ازیں جس چیز کے لئے وہ اسے پکار رہا تھا اسے بھول جاتا ہے۔ یعنی اس چیز کے لئے اپنی دعا و پکار کو بھول جاتا ہے۔

== جَعَلَ ماضی بمعنی حال۔ اَنْدَادًا۔ نِدٌّ کی جمع۔ نِدٌّ اس کو کہتے ہیں جو کسی شے کی ذات اور جوہر میں شریک ہو۔ مقابل۔ برابر۔ یہ جَعَلَ کا مفعول ہے۔ وہ اللہ کا

شریک بنانے لگتا ہے۔

= لِیُضِلَّ ۔ لام تعلیل کا ہے۔ یا یہ لام عاقبت ہے جیسا کہ اور جگہ آیا ہے :۔
فَالْتَقَطَهٗ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا (۲۸ : ۸) چنانچہ فرعون کے لوگوں نے اُس (موسیٰ) کو اٹھا لیا تاکہ وہ ان کے لئے دشمن اور غم کا باعث بنے۔
یُضِلَّ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) واحد مذکر غائب اِضْلَالٌ (افعال) مصدر سے کہ گمراہ کر دے، بہکا دے (دوسروں کو)

= عَنْ سَبِیْلِهٖ ۔ ای عن سبیل اللّٰہ وھو التوحید یعنی خدا کی راہ (توحید) سے دوسروں کو (بھی) گمراہ کر دے۔

= قُلْ ۔ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

= تَمَتَّعْ ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تَمَتُّعٌ مصدر باب تفعل۔ تو فائدہ اٹھا لے۔ تو برت لے۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی تَمَتَّعْ اور تَمَتَّعُوْا کے صیغے آئے ہیں اور دنیا سے فائدہ اٹھانے کو کہا گیا ہے وہ لبطور زجر و توبیخ و تہدید کہا گیا ہے۔ یعنی تمہیں ڈھیل دی جا رہی ہے برت لو جو برتنا ہے مثال کے طور پر قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِیْرَكُمْ اِلَى النَّارِ (۱۴ : ۳۰) کہہ دو (چند روز) فائدے اٹھا لو آخر کار تم کو دوزخ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۳۹ : ۹ = اَمَّنْ ۔ اَمْ مَنْ سے مرکب ہے۔
اَمْ کی دو صورتیں ہیں۔
(۱) اَمْ متصلہ ہے ای الکافر خیر ام ھو قانتٌ : کافر بہتر ہے یا وہ جو اطاعت گذار ہے
(۲) اَمْ منقطعہ ہے۔ ای بل ام من ھو قانت کماھو بضدہٖ ۔ بلکہ کیا وہ جو اطاعت گذار ہے اسی کی طرح ہے جو اس کی ضد ہے۔

یہاں اَمْ بمعنی حرف اضراب ہے کشاف میں ہے مَنْ مبتدا، خبرہٗ محذوف تقدیرہ امن ھو قانت کغیرہٖ۔

= قَانِتٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر قُنُوْتٌ مصدر قنت مادہ۔ باب نصر۔ اس کے معنی خشوع و خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنے کے ہیں۔ فرمانبردار۔ اطاعت گذار۔ ہمہ تن مصروف عبادت۔ کامل توجہ کے ساتھ خداوند قدوس کی جلالت وعظمت کا استحضار کرتے ہوئے اپنی فروتنی اور عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت

و اطاعت میں مشغول رہنے والا۔

= اٰنَآءَ الَّیۡلِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ رات کے اوقات ۔ اٰنیٰ بروزن عَصَا کی جمع ہے جس کے معنی گھڑی اور وقت کے ہیں ۔ اٰنیٰ کا استعمال دن بھر اور رات بھر کے لئے ہوتا ہے ۔

= سَاجِدًا ۔ سجدہ ریز ۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب سجدہ کرنے والا) قَآئِمًا اسم فاعل واحد مذکر بحالت نصب ، نماز میں کھڑا ہونے والا) قَانِتٌ کا حال ہیں ۔

= یَحۡذَرُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب حَذَرٌ مصدر باب سمع ۔ ڈرتا ہے ، اَلۡاٰخِرَۃَ (مفعول ہے یَحۡذَرُ کا) آخرت سے ڈرتا ہو ۔ یہ بھی قَانِتٌ کا حال ہے ۔

= یَرۡجُوۡا رَحۡمَۃَ رَبِّہٖ ۔ یَرۡجُوۡا مضارع واحد مذکر غائب رِجَاءٌ مصدر باب نصر امید رکھتا ہے ۔ رَحۡمَۃَ مضاف رَبِّہٖ مضاف مضاف الیہ مل کر رَحۡمَۃَ کا مضاف الیہ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر یَرۡجُوۡا کا مفعول ۔ اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے ۔ یہ بھی قَانِتٌ سے حال ہے ۔

= ھَلۡ یَسۡتَوِیۡ ۔ ھَلۡ استفہام انکاری کے لئے ہے یَسۡتَوِیۡ مضارع واحد مذکر غائب ۔ اِسۡتِوَاءٌ (استفعال) مصدر ۔ کیا برابر ہے ؟ یعنی برابر نہیں ہے (یہاں صیغہ واحد جمع کے لئے آیا ہے)

= اَلَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۔ وہ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے ۔

تفسیر ماجدی میں اس کی یوں تشریح کی گئی ہے :۔

محاورۂ قرآنی میں علم سے مراد علم حقائق سے ہوتی ہے اور بے علمی سے مراد اس علم سے محرومی ہے ۔ قرآن مجید نے علم سے کہیں بھی وہ چیزیں مراد نہیں لی ہیں جنہیں دنیا میں علوم و فنون کہا جاتا ہے ۔ اَلَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ کا لفظ قَانِتٌ اور سَاجِدٌ اور قَآئِمٌ کے لئے آیا ہے ۔ یعنی ان لوگوں کے لئے جو صاحب عمل ہوتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں جو لوگ بے عمل ہوتے ہیں انہیں اَلَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ سے تعبیر کیا ہے ،

اس سے ظاہر ہے کہ عمل کی کتنی فضیلت اسلام میں ہے اور جو لوگ صرف علم بلا عمل پر قانع رہتے ہیں انہیں قرآن بے علم یا جاہل ہی قرار دیتا ہے ۔ وھو تنبیہ علی ان من لا یعمل فھو غیر عالم ۔ اور یہ تنبیہ ہے کہ جو عامل نہیں ہے وہ غیر عالم ہی ہے (کشاف : کبیر)

= یَتَذَکَّرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَذَکُّرٌ (تفعّل) وہ نصیحت پکڑتا ہے
= اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ صاحب عقل۔

۳۹: ۱۰ = یٰعِبَادِ۔ ای یا عِبَادِیْ۔ اے میرے بندو!
= اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ یہ عِبَاد کی تعریف ہے جو ایمان لائے ہیں۔ جو مومن ہیں۔
یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اے میرے مومن بندو! یا اے میرے بندو جو ایمان لے آئے ہو۔
= اِتَّقُوْا رَبَّکُمْ۔ اِتَّقُوْا فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر وقی مادہ سے تم ڈرو۔ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔ وَقٰی یَقِیْ (باب ضرب) وِقَایَۃٌ ووِقَاءٌ بمعنی کسی چیز کو مُضرّ اور نقصان پہنچانے والی چیزوں سے بچانا۔ مثلاً وَوَقٰھُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ۔ (۴۴: ۵۶) اور خدا ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالے گا۔
اِتَّقُوْا رَبَّکُمْ اپنے پروردگار سے ڈرو!
= لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃٌ۔ اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہیں۔ (۱) عبارت یوں ہے!
لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا حَسَنَۃٌ فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃٌ فِی الْاٰخِرَۃِ
یعنی فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا متعلق ہے اَحْسَنُوْا سے۔ اور ترجمہ یوں ہوگا۔
ان لوگوں جنہوں نے اس دنیا میں نیک اعمال کئے آخرت میں اچھا بدلہ ہے۔ یعنی جنت۔
= یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ۔ یُوَفّٰی مضارع مجہول واحد مذکر غائب (یہاں جمع کے لئے ہے) تَوْفِیَۃٌ (تفعیل) مصدر سے۔ پورا دیا جائے گا۔
اَلْوَافِیْ۔ مکمل اور پوری چیز کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَاَوْفُوا الْکَیْلَ اِذَا کِلْتُمْ (۱۷: ۳۵) اور جب کوئی چیز ناپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھرا کرو!
یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بے شمار اجر ملیگا۔ (یعنی نہ صرف پورا پورا ان کے صبر کے مطابق بلکہ اس سے بھی زیادہ یعنی بے حساب)
اسی مادہ و فی سے باب افعال سے بمعنی عہد و پیمان کو پورا کرنا آیا ہے مثلاً اَوْفُوْا بِعَھْدِیْ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ (۲: ۴۰) اور اس اقرار کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا تھا۔ اور میں اس اقرار کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا تھا۔

۳۹: ۱۱ = اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ ۔ میں اَنْ مصدریہ ہے یا مفسرہ۔
= مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ۔ ملاحظہ ہو ۳۹: ۲ متذکرہ بالا۔
۳۹: ۱۲ = لِاَنْ ۔ لام زائدہ ہے اَنْ مصدریہ ہے۔ مفسرہ بھی ہوسکتا ہے۔
۳۹: ۱۳ = اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ جملہ شرطیہ ہے اَخَافُ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ اس کی جزاء۔ یوم عظیم سے مراد روز قیامت ہے۔
۳۹: ۱۴ = قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِیْنِیْ ۔ (معنی کے لئے ملاحظہ ہو ۳۹: ۲) ضمیر فاعل اَعْبُدُ سے حال ہے۔ اور اللّٰهَ ۔ اَعْبُدُ کا مفعول۔
مفعول کو مقدم لانے سے تاکید کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔
کہہ دیجئے: میں تو اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں اپنے دین کو اس کے لئے (شرک وغیرہ سے) خالص کرتے ہوئے (تم اللہ کو چھوڑ کر جس کی چاہو عبادت کرو نتیجہ کو تم خود ہی دیکھ لوگے)
۳۹: ۱۵ = فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ۔ بطور تہدید قطع تعلقی آیا ہے۔
= خَسِرُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب خُسْرٌ وَخَسَارٌ وَخُسْرَانٌ مصدر (باب سمع) بمعنی زیان، نقصان، ٹوٹا۔ سرمایہ میں گھاٹا۔ خَسِرَ فعل مقدم ہے لیکن آیت ہذا میں بطور فعل متعدی استعمال کیا گیا ہے کیونکہ اَنْفُسَهُمْ اور اَهْلِیْهِمْ مفعول مذکور ہے۔
خَسِرُوْا جنہوں نے اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو گھاٹے میں ڈالا۔ اپنے اہل کو گھاٹے میں ڈالنے سے مراد یہ ہے کہ اپنی غلط تعلیم وتربیت، اور غلط مثال سے اس نے اپنے عزیز واقارب دوستوں۔ ہم قوموں کو توحید سے دور رکھا۔
= یَوْمَ الْقِیَامَةِ ۔ مضاف مضاف الیہ خَسِرُوْا کا مفعول فیہ۔ قیامت کے روز۔
= اَلَا ۔ حرف تنبیہ۔ یاد رکھو۔
= اَلْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ۔ موصوف وصفت۔ صریح خسارہ۔ یہاں خُسْرَانٌ کی شدت کو بیان کرنے کے لئے اول تو فقرہ کی ابتداء اَلَا کلمۂ تنبیہ سے کی گئی ہے پھر خسران کو معرفہ استعمال کرکے اس کی شدت کی مزید تاکید کی گئی ہے اور پھر اس پر مبین لاکر اس کے بہر جہت خسارہ ہونے کا اظہار کیا۔ پھر قیامت کے روز یہ گھاٹا اور بھی مہیب شکل اختیار کرلے گا۔ کیونکہ یہ مستقل اور دوامی صورت میں ہوگا۔ دنیا کے گھاٹے کی طرح نہیں کہ جس کے تبدیل ہونے کا اور ختم ہونے کا امکان ہے۔
۳۹: ۱۶ = لَهُمْ ..... تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۔ یہ الخسران المبین کی تفصیل ہے

= لَهُمْ ضمیر جمع مذکر غائب الخسرین کی طرف راجع ہے
= ظُلَلٌ ۔ سائبان ۔ بدلیاں ظُلَّةٌ کی جمع جیسے غُرْفَةٌ کی جمع غُرَفٌ اور قُرْبَةٌ کی جمع قُرَبٌ ہے ۔
ظُلَّةٌ ہر اس شے کو کہتے ہیں جس کا سایہ کسی پر پڑ رہا ہو۔ شامیانہ ، بادل۔ ظِلٌّ سایہ۔ ظِلٌّ ظِلَالٌ گھنا سایہ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ یہاں آگ سے بھڑکتے ہوئے شعلے مراد ہیں ۔جو سایہ دار چیز کی طرح ان کے اوپر بھی چھائے ہوئے ہوں گے اور نیچے بھی ایسے ہی تہ در تہ آگ کے پرتے ہوں گے ۔جو اُن سے نیچے والے دوزخیوں کے لئے سائبان کی طرح ہوں گے !
مطلب یہ کہ جہنمی ہر طرف سے آگ میں گھرے ہوئے ہوں گے ۔
= مِّنَ النَّارِ ظُلَلٌ کی تعریف ہے ۔
= ذٰلِكَ ۔ ای ذلك العذاب یعنی اس عذاب سے (اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے)
= يُخَوِّفُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَخْوِيْفٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ وہ خوف دلاتا ہے ۔وہ ڈراتا ہے ۔
= عِبَادَهٗ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر یخوف کا مفعول۔ اپنے بندوں کو۔
= يٰعِبَادِ ۔ ای یعبادی ۔ اے میرے بندو!
= اتَّقُوْنِ ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ اصل میں اِتَّقُوْنِیْ تھا۔ ن وقایہ اور ی ضمیر واحد متکلم کی۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ مجھ سے ڈرو۔ یعنی میرے عذاب سے ڈرو۔
۳۹: ۱۷ = اِجْتَنَبُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب ۔ اِجْتِنَابٌ (افتعال) مصدر۔ انہوں نے پرہیز کیا۔ وہ بچے ۔
= الطَّاغُوْتَ ۔ طَغَوْتٌ و طَغَيْتٌ و طُغْيَانٌ و طَغْوَانٌ کے معنی طغیان اور سرکشی کرنے کے ہیں۔ طغیان کے معنی ہیں سرکشی میں حد سے تجاوز کرنا۔ مثلاً اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (۲۰: ۲۴) تو فرعون کے پاس جا وہ بے حد سرکش ہو چکا ہے ۔
الطَّاغُوْتُ مصدر ہے (الملکوت کی طرح) اور شیطان یا شیاطین کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔
بعض نے اس کے معنی یہ لئے ہیں ۔
کاہن ۔ ساحر۔ اصنام (بت) اور ہر سرکش اور حد سے تجاوز کرنے والا خواہ وہ انسان ہو یا جن ۔

= اَنْ یَّعْبُدُوْهَا۔ اَنْ مصدریہ ہے ھا ضمیر واحد مؤنث غائب۔
علامہ بغوی رح نے طاغوت سے مراد بُت لئے ہیں اور ان کے نزدیک ھا ضمیر کا مرجع طاغوت (بمعنی اصنام) ہے۔ اور جو لوگ طاغوت کی پرستش سے بچے رہتے ہیں۔
ھا ضمیر شیاطین کے لئے بھی ہوسکتی ہے۔

= وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ۔ واؤ عطف کے لئے ہے اَنَابُوْا ماضی جمع مذکر غائب اِنَابَةٌ (افعالٌ) مصدر سے۔ وہ رجوع ہوئے۔ انابة الی اللّٰہ کے معنی اخلاص عمل اور دل سے اللہ کی طرف رجوع ہونے اور توبہ کرنے کے ہیں۔ مُنِیْبٌ اللہ کی طرف رجوع ہونے والا توبہ کرنے والا۔

= لَهُمُ الْبُشْرٰى۔ ترکیب کلام سے حصر کے معنی پیدا ہو گئے ہیں۔ یعنی بشارت انہیں ہی کے حق میں ہے سب کے لئے نہیں ہے ای لهم ولا لغیرهم۔ اَلْبُشْرٰى میں الْ حصر کی تاکید مزید کے لئے ہے۔ یہ بشارت دنیا میں پیغمبروں کی زبانی اور مرنے کے وقت ملائکہ کی زبانی ہے۔

= فَبَشِّرْ عِبَادِ۔ ای فَبَشِّرْ عِبَادِیْ۔ فَ ترتیب کے لئے ہے بشارت کا حکم لَهُمُ الْبُشْرٰى پر مرتب ہوا ہے۔ بَشِّرْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو خوشخبری سنادے۔ عِبَادِ میرے بندے۔ یہاں فَبَشِّرْهُمْ بھی آسکتا تھا کیونکہ ضمیر کا مرجع پہلے ہی مذکور ہے لیکن صراحت کے ساتھ ان کی اضافت اپنی طرف ان کی عزت افزائی کے لئے ہے، بشارت کی تکرار بھی اسی پر دلالت کرتی ہے (اس صورت میں وقف فَبَشِّرْ عِبَادِ پر ہوگا)

۳۹ : ۱۸ = اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ۔ اگر وقف فَبَشِّرْ عِبَادِ پر کیا جائے تو یہ جملہ مبتدا ہوگا اور اگلا جملہ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ ... اس کی خبر۔ اور ترجمہ ہوگا:۔
جو لوگ بات کو سنتے ہیں اور اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی اور یہی عقل والے ہیں۔
اور اگر وقف لَهُمُ الْبُشْرٰى پر ہے تو اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ ..... الخ عِبَادِ (میرے بندے) کی تعریف ہے۔ اور ترجمہ ہوگا۔
بس آپ مژدہ سنادیں میرے ان بندوں کو جو بات کو سنتے ہیں اور اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی اور یہی عقل والے ہیں۔

== یَسْتَمِعُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِمَاعٌ اِفْتِعَالٌ مصدر سے۔ وہ کان لگا کر سنتے ہیں، وہ دھیان سے سنتے ہیں۔

== اَلْقَوْلَ ۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱:۔ اس سے مراد القرآن ہے اور اَحْسَنَهٗ سے مراد بہتر۔ زیادہ اچھا۔ (کلمہ افعل التفضیل) مثلاً واجب کی نسبت فرض کا اتباع کرنا۔ مستحب کی نسبت واجب کا اتباع کرنا اسی طرح جہاں دو صورتیں جائز ہوں وہاں اس صورت کو اختیار کرنا جو قربِ الٰہی کا بہتر ذریعہ بن سکے۔

مثلاً قرآن مجید میں ہے:۔

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (۲: ۲۳۷) اور اگر تم نے انہیں طلاق دیدی ہے اس سے پہلے کہ انہیں ہاتھ لگایا ہو۔ لیکن ان کے لئے کچھ مہر مقرر کر چکے ہو۔ تو جتنا مہر تم نے مقرر کیا ہے اس کا آدھا تمہیں دینا ہوگا۔ بجز اس صورت کے کہ (یا تو) وہ عورتیں خود معاف کر دیں یا وہ (اپنا حق) معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، اور اگر تم ہی اپنا حق معاف کر دو تو یہ زیادہ قرینِ تقویٰ ہے۔

یا۔ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ۔ (۲: ۲۸۰) اور اگر تنگ دست ہے تو اس کے لئے آسودہ حالی تک مہلت ہے۔ اور اگر تم معاف ہی کر دو تو تمہارے حق میں (اور) بہتر ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

۲:۔ اَلْقَوْلَ سے مراد قرآن اور اس کے علاوہ دوسری کتب سماوی ہیں اور اَحْسَنَهٗ سے مراد قرآن کے اوامر و نواہی ہیں۔

۳:۔ خدا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بھی سنتے ہیں اور دوسروں کا کلام بھی یعنی القول سے مراد عام کلام ہے تو اس صورت میں خدا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اَحْسَنُ ہوگا۔

== فَيَتَّبِعُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِتِّبَاعٌ (افتعال) مصدر۔ اتباع کرتے ہیں۔ پیروی کرتے ہیں۔

== اَحْسَنَهٗ ۔ اَحْسَنَ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ بہتر۔ بہت اچھا۔ ہٗ ضمیر

واحد مذکر غائب کا مرجع اَلْقَوْلَ ہے۔
۳۹: ۱۹ = اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ: اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ
اَفَمَنْ میں ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے الفاء للعطف علی الکلام المقدر (ہ)
مَنْ شرطیہ ہے حَقَّ عَلَيْهِ - مَنْ کی صفت ہے۔ اَفَاَنْتَ میں ہمزہ استطالت کلام کے لئے ہے اور جملہ اَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ جواب شرط ہے۔
مَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ اور مَنْ فِي النَّارِ کی تکرار تاکید کے لئے ہے۔
حَقَّ عَلَيْهِ یعنی اللہ کے علم قدیم میں عذاب اس کے لئے مقرر ہو چکا۔
ترجمہ: کیا جس شخص پر عذاب کی بات متحقق ہو چکی ہو آپ اس دوزخی کو چھڑا سکتے ہیں: مطلب یہ کہ جس کے لئے (اس کے اعمال کی بناء پر) دوزخ کا عذاب متحقق ہو چکا ہو آپ اس کو دوزخ سے بچا سکتے ہیں؟ یعنی ہرگز نہیں بچا سکتے۔
= تُنْقِذُ - مضارع واحد مذکر حاضر اِنْقَاذٌ (افعال) مصدر۔ تو چھڑاتا ہے یا چھڑا ئیگا تو نجات دلاتا ہے یا دلائے گا!
۳۹: ۲۰ = غُرَفٌ جمع غُرْفَةٌ واحد۔ بالاخانہ۔ مکان کی بالائی منزل۔ اونچا مکان مراد جنت میں خاص منزل۔
= فَوْقِهَا۔ مضاف مضاف الیہ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع غُرَفٌ ہے۔
= مَبْنِيَّةٌ اسم مفعول واحد مؤنث۔ مَبْنِيٌّ مذکر۔ تعمیر کردہ عمارت۔
بَنٰى يَبْنِيْ بِنَاءٌ بَنْيٌ بِنْيَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ بِنَاءٌ تعمیر شدہ عمارت کو بھی کہتے ہیں۔
= مِنْ تَحْتِهَا۔ میں ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع غُرَفٌ ہے۔
یعنی نچلے بالاخانوں کے نیچے بھی اور اوپر والے بالاخانوں کے نیچے بھی۔
= وَعْدَ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ اللہ کا وعدہ۔ وَعْدٌ اسم بھی ہے اور وَعَدَ يَعِدُ (ضرب) کا مصدر بھی۔ یہاں بطور مصدر برائے تاکید آیا ہے۔ کیونکہ لَهُمْ غُرَفٌ بمعنی وَعَدَهُمُ اللّٰهُ ذٰلِكَ۔ اللہ نے ان سے ان (بالاخانوں) کا وعدہ کر رکھا ہے۔
= اَلْمِيْعَادَ۔ اسم مصدر منصوب (بوجہ مفعول) وعدہ
۳۹: ۲۱ = اَلَمْ تَرَ۔ اس میں ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔ نفی کی نفی اثبات ہوتی ہے کیا تو نے نہیں دیکھا۔ یعنی تو نے ضرور دیکھا ہے۔

= فَسَلَکَہٗ ۔ سَلَکَ ماضی واحد مذکر غائب ۔ باب نصر۔ اس نے داخل کیا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ۔ اس نے اس کو داخل کیا۔ یہاں ماضی بمعنی حال ہے یعنی وہ اس کو (یعنی اس پانی کو) داخل کرتا ہے۔

= یَنَابِیْعَ ۔ اسم جمع ۔ یَنْبُوْعٌ واحد۔ چشمے۔ زمین کے سوت جن میں سے پانی پھوٹ کر نکلتا ہے۔ نَبْعٌ و نَبُوْعٌ مصدر (باب نصر، فتح، ضرب) کنویں یا چشمے سے پانی پھوٹ کر نکلنا۔

سَلَکَہٗ یَنَابِیْعَ ۔ ای اَدْخَلَہٗ یَنَابِیْعَ ۔ وہ اُسے زمین کے سوتوں میں داخل کرتا ہے

= یُخْرِجُ ۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب اِخْرَاجٌ (افعال) مصدر وہ نکالتا ہے وہ پیدا کرتا ہے ۔ وہ اُگاتا ہے۔

= زَرْعًا ۔ زَرْعٌ کھیتی ۔ زُرُوْعٌ کھیتیاں ۔ منصوب بوجہ مفعول۔

ثُمَّ یُخْرِجُ بِہٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُہٗ ۔ پھر اس پانی کے ذریعہ سے مختلف رنگوں کی کھیتیاں اگاتا ہے اَلْوَان بمعنی اقسام بھی ہے۔

= یَھِیْجُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ ھَیْجٌ مصدر (باب ضرب) وہ خشک ہو جاتی ہے وہ سوکھ جاتی ہے ۔ ھَائِجَۃٌ وہ زمین جس کی گھاس سوکھ گئی ہو۔ ھَاجَ الْبَقْلُ کھیتی کا پک کر زرد پڑ جانا۔ ھوج مادہ ۔

= تَرَاہُ ۔ مضارع واحد مذکر حاضر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ جس کا مرجع زَرْعًا ہے پھر تو اس کھیتی کو (زرد) دیکھتا ہے ۔

= مُصْفَرًّا ۔ اسم مفعول واحد مذکر اصفرار افعلال مصدر سے ۔ صفر مادہ ۔

= حُطَامًا ۔ ریزہ ریزہ ۔ چورا۔ چُورا۔ بھوسہ ۔ اَلْحَطْمُ کے اصل معنی کسی چیز کو توڑنے کے ہیں۔ الھشیم وغیرہ الفاظ اسی معنی میں استعمال ہوتے ہیں ۔ پھر کسی چیز کو ریزہ ریزہ کر دینے اور روندنے پر بھی حَطْمٌ بولا جاتا ہے حُطَامٌ جو خشک ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے

قرآن مجید میں ہے : لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُہٗ (۲۷ : ۱۸) ایسا نہ ہو کہ (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) اور اس کا لشکر تم کو کچل ڈالے ۔

= فِیْ ذٰلِکَ ۔ یعنی مندرجہ بالا تفصیل میں۔ کہ اس کا اوپر سے پانی برسانا۔ پھر اس کے ذریعہ سے مختلف النوع کھیتیاں اگانا۔ پھر ان کو پکانا۔ کہ وہ زرد رنگ پکڑ جائیں پھر ان کو خشک کرکے ریزہ ریزہ کر دینا۔

= ذِکْرٰی نصیحت۔ پند۔ موعظت۔
یہاں بمعنی تذکیر (یاد دہانی) بھی ہوسکتا ہے۔ مطلب یہ کہ حیات دنیا کھیتی کی طرح ہے جس کا مآل نو بہ نو تغیرات کے بعد فنا ہے (اس پر فریفتہ نہ ہونا چاہئے)
= اُولِی الْاَلْبَابِ: صاحب عقل۔ دانشمند۔

۳۹:۲۲ = اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ۔ اَفَمَنْ میں ہمزہ استفہام انکاری کا ہے۔ شَرَحَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب شَرْحٌ باب فتح مصدر سے بمعنی کھولنا۔ کھلا کرنا۔ کشادہ کرنا۔ تشریح کرنا۔ وضاحت کرنا۔ شرح صدر بمعنی سینہ کا نور الٰہی سے کشادہ ہونا۔ اور اللہ تعالیٰ سے تسکین و تقویت کا پانا۔
صَدْرَہٗ مضاف مضاف الیہ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔
فَھُوَ۔ میں الفاء للسببیۃ اور نور بمعنی ہدایت کا ہے۔ نُوْرٌ کے بعد عبارت محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہے:۔
اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ (کَمَنْ طُبِعَ عَلٰی قَلْبِہٖ فَقَسَا قَلْبُہٗ)
کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے (اسلام کو قبول کرنے کے لئے) کھول دیا ہو جس کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ اپنے پروردگار کی عطا کردہ ہدایت پر آگیا ہو (بھلا ایسا شخص) اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے دل پر (اللہ کی طرف سے) چھاپ لگادی گئی ہو۔ اور اس کا دل سخت ہوگیا ہو (اور قبول حق کی اس میں صلاحیت ہی نہ رہی ہو)
= فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَۃِ قُلُوْبُھُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔ الفاء سببیۃ۔ اور مِن ذِکْرِ اللّٰہِ میں مِنْ اجلیۃ ہے ای من اجل ذکر اللہ یعنی جب اللہ کا ذکر ان کے سامنے کیا جاتا ہے یا اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کی قساوت (سخت دلی) اور بڑھ جاتی ہے۔ گویا اللہ کا ذکر ان کی قساوتِ قلبی بڑھ جانے کا سبب بن جاتا ہے۔
لِلْقٰسِیَۃِ۔ لام حرف جار ہے قٰسِیَۃِ اسم فاعل واحد مؤنث مجرور ہے۔
قَسْوَۃٌ قَسَاوَۃٌ قَسْوٌ مصدر باب نصر سے۔ اس کی جمع قٰسِیَاتٌ ہے قَسْوٌ مادہ اَلْقَسْوَۃُ کے معنی سنگدل ہونے کے ہیں۔ یہ اصل میں حَجَرٌ قَاسٍ سے ہے۔ جس کے معنی سخت پتھر کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً (۲:۷۴) پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے گویا وہ پتھر ہیں یا اُن سے بھی زیادہ سخت۔

ترجمہ ہو گا:۔ پس بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر سے اور سخت ہو گئے۔

۳۹:۲۳ == اَللّٰهُ نَزَّلَ: نَزَّلَ سے پہلے اَللّٰهُ کہنے کے تین فائدے ہیں:۔

ا:۔ عظمت شان کا اظہار ہو گیا۔

۲:۔ اللہ کی طرف قرآن نازل ہونے کی نسبت پختہ ہو گئی۔

۳:۔ قرآن کے احسن ہونے کی شہادت دیدی گئی (کہ اللہ ہی نے اس کلام کو اتارا اور اس کے احسن الحدیث ہونے کی شہادت دی ہے)

== اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے بہت ہی اچھی بات یا کلام سب سے اچھا کلام یا بات یعنی القرآن۔

== كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ۔ كِتٰبًا بدل ہے اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ کا۔ مُتَشَابِهًا صفت ہے كِتٰبًا کی۔ مَثَانِيَ یہ صفت ثانی ہے كِتٰبًا کی۔

مُتَشَابِهًا کا مطلب ہے کہ تمام آیات صحتِ معنی، حُسنِ عبارت اور افادہٴ عام میں ایک جیسی ہیں اور کوئی آیت دوسری آیت کی تکذیب نہیں کرتی۔

مَثَانِيَ جمع ہے مَثْنٰى یا مَثْنَاةٌ واحد۔ ثَنْيٌ یا ثَنَاءٌ مصدر۔ باب ضرب ثنی مادہ۔ اس کے معنی ہیں دوہرا کرنا۔ تکرار کرنا۔ اعادہ کرنا۔ چھانٹ لینا۔ اور ثناء کا معنی بار بار کسی کے اوصاف حمیدہ بیان کرنا۔

قران حکیم کو مَثَانِيَ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآنی مندرجات میں تکرار ہے۔ آیات کی تکرار۔ کلام کی تکرار۔ نصیحت و موعظت اور طرز نصیحت کی تکرار۔ قصص کی تکرار، امر و نہی اور وعدہ وعید کی تکرار۔ تلاوت کی تکرار۔ وغیرہ کی وجہ سے قرآن کو مثانی کہا گیا ہے۔

== تَقْشَعِرُّ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِقْشِعْرَارٌ (اِفْعِلَّالٌ) مصدر سے جس کے معنی کانپنے۔ لرزنے، اور رُواں کھڑا ہو جانے کے ہیں۔

اس کی ترکیب حروف قَشْعٌ اور حرف راء سے مل کر ہوئی ہے۔ قَشْعٌ عربی میں خشک چمڑے کو کہتے ہیں ر کا اضافہ اس لئے کیا گیا ہے تاکہ فعل رباعی ہو جائے جس طرح اِقْمَطَرَّ کو قَمْطٌ سے بنایا گیا ہے جس کے معنی مضبوطی سے باندھنے کے ہیں۔ خشک چمڑا

چونکہ سکڑا ہوا اور سمٹا ہوا ہوتا ہے اس لئے اقشعر کے معنی سکڑنے اور سمٹنے کے ہوئے لرزہ اور کپکپی میں بھی بدن کی کھال سکڑتی اور سمٹتی ہے اور بدن کے بال اور رواں رواں کھڑا ہوجاتا ہے اس لئے اقشعرار کا استعمال ان معانی میں بھی ہونے لگا۔

= مِنْهُ۔ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے منہ بمعنی عند سماعہ۔ اسے سن کر۔

= جُلُودُ۔ کھالیں۔ چمڑے جلد کی جمع مراد بدن۔

= تَلِينُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب لِينٌ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی نرم ہونے کے ہیں یہ خُشُوْنَۃٌ کی ضد ہے۔

= اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ میں اِلٰی بمعنی لِ آیا ہے ای لذکر اللہ یعنی اللہ کے ذکر کی وجہ سے مطلب یہ ہے کہ جب قرآن میں آیات وعید کا ذکر آتا ہے تو مومنوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور جب آیات وعدہ کا ذکر آتا ہے تو کھالوں کا انقباض جاتا رہتا ہے کھالیں نرم ہوجاتی ہیں اور دلوں میں سکون پیدا ہوجاتا ہے۔

= ذٰلِكَ کا اشارہ کتاب ہے جس کا ذکر اوپر مذکور ہوا۔ یعنی القرآن۔

= مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ۔ میں مَنْ شرطیہ ہے۔ یُضْلِلْ مضارع مجزوم کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ مجزوم بوجہ شرط ہے۔ اِضْلَالٌ (افعال) مصدر سے، جس کے معنی گمراہ کرنا۔ یا گمراہ چھوڑ دیتا ہے۔ یعنی جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے (تو اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

هَادٍ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ هِدَايَةٌ مصدر باب ضرب ہدایت دینے والا۔ اصل میں هَادِیٌ تھا۔ ضمہ یا پر دشوار تھا۔ اس لئے حذف کردیا گیا۔ پھر ی اجتماع ساکنین سے گرگئی۔ هَادٍ رہ گیا۔

۳۹: ۲۴ = اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

اَفَمَنْ ہمزہ استفہام انکاری ہے يَتَّقِيْ مضارع واحد مذکر غائب اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر سے بمعنی بچنا۔ ڈرنا۔ خوف کرنا۔ اِتَّقٰى بِالشَّیْءِ جعلہ وقایۃ لہ من شیءٍ اٰخر اس چیز کو کسی دوسری چیز سے بچنے کے لئے ذریعہ بنانا۔ یا بولتے ہیں اِتَّقَيْنَا بِهٖ ہم نے دشمن سے بچنے کے لئے اس سے آڑ پکڑی۔ يَتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ وہ (سخت عذاب سے) بچنے کے لئے اپنے چہرہ کی آڑ پکڑتا ہے۔ یا بچنے کے لئے اپنے چہرہ کو ڈھال بناتا ہے یا سخت عذاب کی مار اپنے منہ پر لیتا ہے!

کسی ضرب کو آدمی اپنے منہ پر اسوقت لیتا ہے جب کہ وہ بالکل عاجز اور بے بس ہو جائے اور کوئی دیگر چارہ کار نہ ہو۔ یہاں اس دوزخی کی بے بسی اس وجہ سے ہو گی کہ کافر جب دوزخ میں ڈالا جائے گا تو اس کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے ہوں گے، لہٰذا عذاب کی مار کو ہاتھوں پر لینے کی بجائے لامحالہ اسے منہ پر ہی لینا پڑے گی۔

جیسے کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے سورۃ المومن (۴۰) میں ہے۔

الذین کذبوا بالکتب وبما ارسلنا بہ رسلنا فسوف یعلمون (۷۰) اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ (۷۱) فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ (۷۲) جن لوگوں نے کتاب (خدا) کو اور جو کچھ ہم نے اپنے پیغمبروں کو دیکر بھیجا۔ اس کو جھٹلایا وہ عنقریب معلوم کرلیں گے جب کہ ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہونگی (اور) گھسیٹے جائیں گے۔ آیات (۴۴ : ۵۰) و (۵۴ : ۴۸) میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔

یہ دوزخیوں کی لاچارگی کی انتہا ہو گی۔

= سُوْٓءَ الْعَذَابِ میں سُوْٓءَ کی اَلْعَذَابِ کی طرف اضافت صفت کی موصوف کی طرف ہے۔ بہت بُرا عذاب۔ بہت سخت عذاب۔ سُوْٓءَ الْعَذَابِ فعل يَتَّقِيْ کا مفعول ہے۔

= يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر فعل يَتَّقِيْ کا مفعول فیہ ہے:

اَفَمَنْ ...... يَوْمَ الْقِيٰمَةِ کے بعد جملہ محذوف ہے ای كَمَنْ اٰمِنَ مِنَ العذاب

پوری عبارت یوں ہوگی!

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَمَنْ اٰمِنَ مِنَ الْعَذَابِ۔ کیا وہ شخص جو قیامت کے روز شدید عذاب کی مار اپنے منہ پر لے گا اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو عذاب سے بچا رہا۔

فَائِدَہ: اس طرح کا پورے پورے جملوں اور عبارتوں کا محذوف و مقدر رہنا عربی اسلوبِ انشاء میں منافی بلاغت نہیں بلکہ اپنے موقع پر داخل حسن و کمال انشاء ہے۔ (الماجدی)

= ذُوْقُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر ذَوْقٌ باب نصر۔ مصدر سے۔ تم چکھو۔ ذَائِقٌ اسم فاعل واحد مذکر۔ چکھنے والا۔ اس کی مؤنث ذَائِقَةٌ ہے؛

= مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ہ مَا موصولہ ہے كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ماضی استمراری کا صیغہ

جمع مذکر حاضر ہے۔ کَسْبٌ باب ضرب مصدر سے، جو کچھ تم کمایا کرتے تھے۔
۳۹ : ۲۵ == مِنْ قَبْلِهِمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع ظلمین ہے۔
تفسیر الخازن میں ہے کہ یہ کفار مکہ کے لئے ہے۔
== فَاَتٰهُمْ میں ضمیر هُمْ الذین کے لئے ہے:
۳۹ : ۲۶ == اَذَاقَهُمْ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِذَاقَةٌ باب افعال سے مصدر۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ (اللہ نے) ان کو چکھایا۔
== اَلْخِزْیَ۔ ذلت واہانت۔ یہ اَذَاقَ کا مفعول ثانی ہے۔ ذلت اور رسوائی صورتیں بگڑ جانا۔ زمین میں دھنسایا جانا۔ مارا جانا۔ طوفان میں مبتلا ہونا۔ اوپر سے پتھروں کی بارش ہونا۔ غرق کیا جانا وغیرہ شامل ہے۔
== لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:۔
ا:۔ اگر ضمیر فاعل اُن مکذبین کی طرف راجع ہو جن کو دنیا میں ذلت ورسوائی کی سزا دی گئی تھی تو اس کا مطلب ہوگا:۔
کاش وہ تکذیب انبیاء کے نتیجے کو سمجھ لیتے تو تکذیب نہ کرتے۔
۲:۔ اگر ضمیر فاعل کا مرجع منکرین مکہ ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ:
اہل مکہ اگر اہل بصیرت اور ارباب نظر ہوتے تو پہلے لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل کرتے۔
۳۹ : ۲۷ == لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۔ (تاکہ وہ نصیحت پکڑیں) ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ کی علت ہے۔ یعنی یہ مثالیں اس لئے بیان کی ہیں تاکہ یہ نصیحت پکڑیں۔
يَتَذَكَّرُوْنَ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ تَذَكُّرٌ (تفعّل) مصدر سے۔ بمعنی نصیحت پکڑنا۔
۳۹ : ۲۸ == قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا۔ قُرْاٰنًا حال مؤکدہ ہے هٰذَا سے۔ اسے حال مُوَطِّئَة بھی کہتے ہیں، کیونکہ فی الاصل حال عَرَبِيًّا ہے اور قُرْاٰنًا اس کا توطئہ ہے جیسے ہم کہتے ہیں جَاءَنِیْ زَيْدٌ رَجُلًا صَالِحًا وَاِنْسَانًا عَاقِلًا۔ کہ حال اصل صَالِحًا وعَاقِلًا ہے رَجُلًا واِنْسَانًا تاکید کے لئے لائے گئے ہیں۔
== غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ۔ جو کجی والا نہ ہو۔ جس میں کسی قسم کی کجی نہ ہو۔ یہاں مستقیم کا

استعمال نہیں کیا۔ کیونکہ مستقیم سے غیر ذی عوج زیادہ بلیغ ہے یہ ہر قسم کی کجی کی نفی کرتا ہے اور معانی میں اختلال نہ ہونے کے لئے یہ لفظ زیادہ مخصوص ہے۔

غَیْرَ حرف استثنار ذِیْ عِوَجٍ مضاف مضاف الیہ۔ ٹیڑھا۔ کجی والا۔

قاعدہ:۔ لفظ غیر کے بعد مستثنیٰ اگر واقع ہو تو مجرور ہوتا ہے۔

= لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ہ علتِ ثانی ہے ضَرَبْنَا .... مَثَلٍ کی۔ تاکہ وہ کفر و معاصی سے اجتناب کریں۔

۳۹ : ۲۹ = ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ۔

مَثَلًا مفعول ضَرَبَ۔ رَجُلًا بدل ہے مثلاً کا۔ شُرَكَآءُ مبتدا۔ فِیْهِ خبر مقدم۔ مُتَشٰكِسُوْنَ مبتدا کی صفت اور پورا جملہ فِیْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ صفت ہے رَجُلًا کی۔

فِیْهِ میں ہٖ ضمیر کا مرجع رَجُلًا ہے۔

مُتَشَاكِسُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر تَشَاكُسٌ تَفَاعُلٌ مصدر سے باہم جھگڑنے والے۔ باہم مخالفت کرنے والے۔ شَكُسَ يَشْكُسُ شَكَاسَةً (باب کرم) اور شَكِسَ يَشْكَسُ شَكَسٌ (باب سمع) بدمزاج ہونا۔

لہذا مُتَشَاكِسُوْنَ بدمزاج۔ مختلف المزاج۔ باہم مخالفت کرنے والے۔

رَجُلًا۔ مابعد کی عبارت بتاتی ہے کہ یہ ایک غلام شخص کی مثال ہے جس کے کئی مالک ہیں: ترجمہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ایک مثال دیتا ہے کہ ایک غلام ہے جس میں کئی ساجھی ہیں جو باہم ضد رکھنے والے یا جھگڑنے والے۔ بدخو ہیں۔

= وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ۔ ای وضرب اللّٰه مثلاً رجلاً سلمًا لرجلٍ (اور اللہ تعالیٰ مثال بیان فرماتا ہے) ایک غلام کی جو پورے کا پورا ایک مالک کا ہے۔ سَلَمًا پورا سالم، سَلِمَ يَسْلَمُ (سمع) کا مصدر ہے۔ جس کے معنی خالص اور پورے طور پر کسی دوسرے کے لئے ہو جانے کے ہیں۔

= هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا۔ هَلْ استفہام انکاری کے لئے ہے يَسْتَوِيٰنِ مضارع تثنیہ مذکر غائب اِسْتِوَاءٌ (افتعال) سے۔ کیا وہ دونوں برابر ہیں۔ مَثَلًا بطور مثال کے کیا دونوں کی حالت یکساں ہے؟ یعنی یکساں نہیں ہے۔

علامہ پانی پتی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:۔
یہ استفہام تقریری بھی ہے۔ مخاطب کو آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ دونوں غلاموں کی ایک جیسی حالت نہ ہونے کا اقرار کرے۔ یہ حاصل مثل ہے۔ مثال بیان کرنے کا مقصد بھی یہی ہے۔

= اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ (مان تو لیا) جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ اس مثال کا مقصد مخاطب کو آمادہ بہ اقرار کرنا ہے کہ ایک مشرک اور ایک موحد برابر نہیں ہو سکتے۔ جب مخاطب نے اقرار کر لیا تو کہا شکر ہے اتنا تو مان لیا۔

= بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ہ بَلْ کا لفظ ابتدائیہ ہے جو جاہلوں کی حالت بیان کر رہا ہے۔ یعنی مگر بات یہ ہے کہ اکثر لوگ (اپنی جہالت کی وجہ سے) سمجھتے ہی نہیں (کہ خدا کا کوئی ساجھی ہی نہیں ہے اور یہ کہ وہی اصل منعم اور مالکِ کل ہے)

۳۹ : ۳۰ = اِنَّکَ مَیِّتٌ۔ بے شک آپ کو بھی مرنا ہے۔ مَیِّتٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے جو دوام و ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔ ہر شخص کی موت یقینی ہے۔ اسی لئے یہاں بجائے فعل مضارع کے (تَمُوْتُ وتَمُوْتُوْنَ کے) مَیِّتٌ و مَیِّتُوْنَ استعمال کیا گیا ہے۔ فرّاء اور کسائی کی تحقیق ہے کہ مَیِّتٌ اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو آئندہ مرنے والا ہو ابھی مرا نہ ہو۔ اور مَیْتٌ اس کو بھی کہتے ہیں کہ جس کی جان نکل چکی ہو اس لئے میّت اور مَیِّتُوْنَ بہ تشدید ی فرمایا۔

محلی نے لکھا ہے کہ کفار مکہ چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلد وفات پا جائیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ آپ بھی یقیناً مریں گے اور وہ یعنی کفار مکہ یا سب لوگ بھی مریں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ان کو خوشی نہ ہونی چاہیے۔ (تفسیر مظہری)

۳۹ : ۳۱ = اِنَّکُمْ۔ یعنی آپ اور کفار مکہ۔ یا سب لوگ۔
= یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ بوجہ ظرف منصوب ہے۔ تَخْتَصِمُوْنَ کا مفعول فیہ ہے
= تَخْتَصِمُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِخْتِصَامٌ (افتعال) مصدر سے۔ تم جھگڑا کرو گے۔ یعنی اپنا اپنا مقدمہ (اپنے رب کے سامنے) پیش کرو گے۔
یہ جھگڑنے والے اور استغاثہ پیش کرنے والے کون لوگ ہوں گے؟ مومن و کافر بھی۔ اور ظالم و مظلوم بھی۔ یعنی تخاصم الکافر والمؤمن والظالم والمظلوم (قرطبی)

فَمَنْ اَظْلَمُ (۲۴)

الزُّمَر، المؤمن، حٰمٓ السجدة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ ط

۳۹:۳۲ == فَمَنْ اَظْلَمُ : میں فاء سببیہ ہے۔ کافروں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا کرنا۔ ان کا بے انصاف ہونے کا سبب ہے (مظہری)
یہ استفہام انکاری ہے اور استفہام انکاری ثبوت قطعی کے معنی پیدا کرتا ہے۔
اَظْلَمُ افعل التفضیل کا صیغہ ہے:۔

ترجمہ :۔
اس شخص سے بڑھ کر بے انصاف کون ہے؟ یعنی کوئی نہیں۔ وہ شخص زیادہ بے انصاف ہے!
== مِمَّنْ۔ مِنْ اور مَنْ سے مرکب ہے۔ مِنْ حرف جار ہے اور مَنْ موصولہ؛ اور كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ۔ اسم موصول کی تعریف (جس نے اللہ پر جھوٹ لگایا)۔ اللہ پر جھوٹ لگانے سے مراد اولاد اور شریک کا اس کی طرف نسبت کرنا ہے؛
== وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ؛ واؤ عاطفہ ہے جملہ مابعد کا عطف جملہ ماقبل پر ہے ای وَمَنْ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ: جس نے سچ کو جھٹلایا:۔
كَذَّبَ بِ۔ جھٹلانا۔ جیسے كَذَّبَ بِالْاَمْرِ اس نے اس بات سے انکار کیا۔ اسے جھٹلایا۔
الصِّدْق۔ سچ۔ یعنی قرآن۔
== اِذْ جَآءَهٗ۔ اِذْ۔ جب۔ جبکہ۔ جس وقت، ظرف زمان ہے، بمعنی جب یا جس وقت۔ بعض نے اسے اِذْ مفاجاتیہ کہا ہے۔ یعنی جبھی سچ آیا اس نے فورًا بغیر سوچے سمجھے اس کی تکذیب کی۔ یہ بھی نہ دیکھا کہ اس سچائی کے دلائل اور اس کے صادق ہونے کے شواہد بکثرت موجود ہیں۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مَنْ موصولہ کی طرف راجع ہے۔
== اَلَيْسَ۔ ہمزہ استفہام انکاری کا ہے۔ لَيْسَ فعل ناقص بمعنی نہیں ہے منفی کی

منفی مثبت ہوگی۔ کیا نہیں ہے؟ یعنی ایسا ضرور ہے۔
مقصود اس سے مخاطب کو آمادہ کرنا ہے کہ وہ اقرار کرے کہ واقعی جہنم ہی کافروں کا ٹھکانا ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو۔ ۳۹ : ۲۸ ۔ مظہری)
= مَثْوٰی۔ ظرف مکان واحد۔ مَثَاوِیْ جمع۔ ٹھکانہ۔ طویل عرصہ کے لئے ٹھہرنے کا مقام فرودگاہ۔ ثَوٰی یَثْوِیْ (ضرب) قیام کرنا۔ ٹھہرنا۔
۳۹ : ۳۳ = اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ۔ اَلَّذِیْ اسم موصول، مبتدا جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ متعلق مبتدا۔ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ خبر۔ اَلصِّدْق۔ سچ۔ سچی بات۔ صدق بمعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ صَدَقَ یَصْدُقُ باب نصر کا مصدر ہے۔ صَدَّقَ باب تفعیل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب اَلصِّدْق کی طرف راجع ہے اس نے اس کی تصدیق کی۔
اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ۔ کے متعلق مختلف اقوال ہیں!
۱۔ اَلَّذِیْ جَآءَ ... سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور صَدَّقَ بِہٖ میں ضمیر فاعل کا مرجع بھی وہی ہیں۔ یعنی وہ سچ لائے اور اس کی تصدیق بھی کی۔
۲۔ اَلَّذِیْ جَآءَ سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صَدَّقَ بِہٖ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔
۳۔ اَلَّذِیْ جَآءَ سے مراد حضرت جبرائیل ہیں اور صَدَّقَ بِہٖ سے مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
۴۔ اَلَّذِیْ جَآءَ .... سے مراد رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور صَدَّقَ بِہٖ سے مراد خود ان کی ذات اقدس اور آپ کے متبعین ہیں۔
۵۔ اَلَّذِیْ جَآءَ میں اَلَّذِیْ بمعنی اَلَّذِیْنَ ہے اور یہاں مراد صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء اور مؤمنین ہیں۔ اس سے اگلا جملہ اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اور ایسی مثال اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ لَعَلَّھُمْ یَھْتَدُوْنَ (۲۳ : ۴۹) ہم نے (حضرت) موسیٰ کو کتاب دی تاکہ وہ لوگ ہدایت پائیں۔
اَلَّذِیْ بمعنی اَلَّذِیْنَ متعدد جگہ قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے مثلاً
۱۔ مَثَلُھُمْ کَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا۔ ای الَّذِیْنَ اسْتَوْقَدُوْا نَارًا

اس کی دلیل اس کے بعد ارشاد الٰہی ہے۔ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ تَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ٥ (۲: ۱۷)
۲: كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ۔ ای كَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ۔... بدلیل کلام مابعد لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا (۲: ۲۶۴)
اس صورت میں ترجمہ ہوگا :۔
اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور خود بھی اس کو سچ جانا یہی لوگ اہل تقویٰ ہیں (خدا سے ڈرنے والے، پرہیزگار ہیں)
== مَا يَشَآءُوْنَ. میں ما موصولہ ہے يَشَآءُوْنَ ٥ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب شَآءَ يَشَآءُ مَشِيَّةٌ باب فتح مصدر، جو وہ چاہیں گے۔
== ذٰلِكَ۔ ای حصول كل مَايشاؤنه۔ خواہش کے مطابق ہر شے کا مل جانا
== جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِحْسَانٌ مصدر سے۔ مضاف، مضاف الیہ۔ نیکوکاروں کا صلہ۔ یعنی ان کی نیکی کرنے کا صلہ۔
== لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ۔ لام تعلیل کا ہے۔ يُكَفِّرَ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام تعلیل) واحد مذکر غائب۔ كَفَّرَ يُكَفِّرُ تَكْفِيْرٌ (تفعيل) مصدر سے۔
تاکہ وہ دور کردے۔ اَلْكُفْرُ کے اصل معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں۔ اور رات کو کافر کہا جاتا ہے کیونکہ وہ تمام چیزوں کو چھپا لیتی ہے۔
لسان العرب میں ہے اصل الكفر تغطية الشئ تغطية تستهلكه یعنی کفر کا اصل معنی یہ ہے کہ کسی چیز کو اس طرح ڈھانپ دینا کہ اس چیز کا نام و نشان بھی دکھائی نہ دے۔
اسی سے کفر بمعنی انکارِ وحدانیت یا شریعت حقّہ یا نبوّت یا انکار نعمت ہے
== اَسْوَاَ۔ سب سے بُرا۔ سَوْءٌ سے جس کے معنی بُرا ہونے کے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے یہاں کسی دوسرے گناہ کے مقابلہ میں زیادہ بُرا ظاہر کرنا مراد نہیں ہے، بلکہ فی نفسہٖ عمل کا بُرا ہونا مراد ہے تفضیل اضافی مراد نہیں بلکہ تفضیل ذاتی مراد ہے۔
= اَجْرَهُمْ ای اجر اعمالهم ان کے اعمال کی جزاء، اجر یا ثواب۔
= اَحْسَنَ۔ بہت اچھا۔ سب سے اچھا۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ یہاں بھی اَسْوَاَ کی طرح اضافی فضیلت مراد نہیں۔ بلکہ فضیلتِ ذاتی مراد ہے۔ یعنی اللہ ان کے اچھے

اعمال کا (خواہ وہ سب سے اچھے نہ ہوں) بدلہ اتنا عطا فرمائے گا جو سب سے بہتر عمل کا مقرر ہے۔

۳۹ : ۳۶ == اَلَيْسَ اللّٰهُ ۔ استفہام انکاری ہے۔ اور انکار نفی پر زور ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ یعنی اللہ اپنے بندے کے لئے (اس کی حفاظت اور نصرت کے لئے) ضرور کافی ہے۔

== كَافٍ ۔ كِفَايَةٌ سے اسم فاعل واحد مذکر کافی۔ کفایت کرنے والا۔ کفی مادہ۔

== عَبْدَهٗ میں ہٗ ضمیر کا مرجع اللّٰهُ ہے، اس کا بندہ۔ یہاں عبد سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جیسا کہ آگے يُخَوِّفُوْنَكَ سے ظاہر ہے۔

اہل قریش و دیگر بت پرست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتوں کی ناراضگی سے ڈراتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ تم ان کو برا کہنے سے اپنی زبان کو روک لو ورنہ تمہیں بدحواس اور پاگل بنادیں گے:

== وَ يُخَوِّفُوْنَكَ يُخَوِّفُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَخْوِيْفٌ (تفعیل) مصدر سے خوف مادہ۔ وہ ڈراتے ہیں آپ کو لَ ضمیر واحد مذکر مفعول۔

== مِنْ دُوْنِهٖ ۔ اس کے سوا۔ ای من الاوثان التی اتخذوھا اٰلِھَةً وہ آپ کو ڈراتے ہیں ان جھوٹے معبودوں (بتوں) سے جو اللہ کے سوا انہوں نے بنا رکھے ہیں۔

== يُضْلِلْ ۔ مضارع مجزوم بوجہ شرط۔ واحد مذکر غائب اضلال (افعال) مصدر (جسے) وہ گمراہ کردے (جس کو) وہ گمراہ چھوڑ دے۔

یہاں گمراہی سے مراد یہ ہے:۔

ا:۔ بے مدد چھوڑ دے۔ (۲) بندہ اس امر سے غافل ہوجائے کہ اللہ ہی اپنے بندے کی حفاظت کے لئے کافی ہے۔ (۳) بندہ اللہ کے سوا ایسی چیزوں سے ڈرنے لگے جو کہ نہ نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ فائدہ۔

== هَادٍ ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ ہدایت دینے والا۔ سیدھا راستہ بتانے والا۔ راہ راست پر لانے والا۔ هِدَايَةٌ باب ضرب سے مصدر۔

هَادٍ اصل میں هَادِیٌ تھا۔ ضمہ یٓ پر دشوار تھا اس کو ساکن کیا اب ی اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہوئے تو اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گئی اور تنوین اب دال پر آگئی هَادٍ ہوگیا۔

== فَمَالَهٗ فاء جواب شرط کے لئے ہے لام استحقاق کا ہے اور ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔ (جسے اللہ نے گمراہ کردیا)

۳۹ : ۳۷ == مِنۡ مُّضِلٍّ - اسم فاعل واحد مذکر اِضۡلَالٌ (اِفۡعَالٌ) مصدر - گمراہ کرنے والا۔

صاحب تفسیر الماجدیؒ اس آیۃ کی تشریح میں لکھتے ہیں :-

ہدایت اور ضلالت اپنے اسباب قریب وظاہری کے لحاظ سے بندہ کے افعال اختیاری میں ہیں اور اسی لئے ان پر ثواب وعذاب مرتب ہوتے ہیں - لیکن اپنے اسباب بعید اور حقیقی کے لحاظ سے تمام تر مشیت تکوینی الٰہی کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اور اسی لئے ان کا انتساب مسبب الاسباب اور علت العلل کی حیثیت سے حق تعالیٰ کی جانب بھی درست ہے۔

== اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِعَزِیۡزٍ ذِی انۡتِقَامٍ - اَلَیۡسَ اللّٰہُ ملاحظہ ہو ۳۹ : ۳۶ - متذکرہ بالا۔
عَزِیۡزٍ - عِزَّۃٌ سے فعیلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے بحالت جر بمعنی فاعل - غالب، زبردست
ذِیۡ - صاحب - والا - ذِیۡ انۡتِقَامٍ - صاحب انتقام - انتقام لینے والا - انتقام لینے پر قادر

مطلب یہ ہے کہ :- اللہ تعالیٰ یقیناً غالب ہے (اور اپنے فرمانبرداروں کو نفع بخشتا ہے) اور انتقام لینے پر قادر ہے (اپنے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے اور ان کو سزا دیتا ہے)

۳۹ : ۳۸ == سَاَلۡتَھُمۡ : میں ھُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب کفار مکہ کی طرف راجع ہے۔
== لَیَقُوۡلُنَّ : لام تاکید کے لئے ہے یَقُوۡلُنَّ مضارع تاکید با نون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر غائب وہ ضرور کہیں گے۔
== اَللّٰہُ فعل محذوف کا فاعل ہے ای خَلَقَھُنَّ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ نے ان (ارض وسماوات) کو پیدا کیا ہے۔
== قُلۡ - فعل امر واحد مذکر حاضر - ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
== اَفَرَءَیۡتُمۡ - ہمزہ استفہامیہ ہے - جب یہ رَاَیۡتُمۡ پر داخل ہوتا ہے تو اَخۡبِرُوۡنِیۡ (مجھے خبر دو) کے معنی دیتا ہے - الفاء شرط مقدر کے جواب میں ہے :-

ای اذا کان خالق العالم العلوی والسفلی ھو اللہ عزوجل کما اقررتم فاخبرونی - جب جیسا کہ تم نے اقرار کرلیا ہے کہ عالم بالا اور عالم زیریں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر مجھے (یہ) بتاؤ۔

== مَا تَدۡعُوۡنَ - مَا موصولہ ہے - تَدۡعُوۡنَ مضارع جمع مذکر حاضر - دُعَاءٌ (باب نصر) سے جن کو تم پکارتے ہو - جن کی تم پوجا کرتے ہو۔
== ھَلۡ ھُنَّ - استفہام انکاری مراد ہے کیا وہ معبودانِ باطل - کیا وہ بت -

= كٰشِفٰتُ ضُرِّہٖ ۔ ضُرِّہٖ مضاف مضاف الیہ۔ دونوں مل کر مضاف الیہ کٰشِفٰتُ
اسم فاعل جمع مؤنث مضاف۔
اس کی (دی ہوئی) تکلیف کو دور کرنے والیاں۔ (یا دور کرنے والے بمعنی مذکر)
كَشْفٌ کھولنا۔ ظاہر کرنا۔ ننگا کرنا۔ ضرر کو رفع کرنا۔
هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّہٖ ۔ (اگر اللہ تعالیٰ مجھے تکلیف پہنچانا چاہے) تو کیا
(تمہارے) یہ (معبودانِ باطل یا بت) اس کی دی ہوئی تکلیف کو رفع کر سکتے ہیں؟ یعنی
نہیں کر سکتے۔
= اَوْ اَرَادَنِیْ ۔ ای اوان ارادنی۔ جملہ کا عطف سابقہ جملہ پر ہے۔ یا (اگر) وہ مجھ پر
(رحمت) کرنا چاہے۔
= هَلْ هُنَّ ۔ جیساکہ اوپر گذرا ہے۔
= مُمْسِكٰتُ ۔ اسم فاعل جمع مؤنث مُمْسِكَةٌ واحد مؤنث۔ مُمْسِكٌ واحد مذکر۔
اِمْسَاكٌ (افعال) مصدر۔ روکنے والیاں۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے نوازنا چاہے
تو کیا تمہارے یہ بت جن کی تم پوجا کرتے ہو اس کی عطا کردہ رحمت کو روک سکتے ہیں (مراد
نہیں روک سکتے)
= حَسْبِیَ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ حَسْبُ ۔ حَسِبَ یَحْسَبُ کا مصدر ہے۔
بمعنی کافی ہونا۔ ی ضمیر واحد متکلم ہے۔ مجھ کو کافی ہے۔
= یَتَوَكَّلُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَوَكُّلٌ (تفعّل) مصدر۔ وہ بھروسہ کرتا ہے
اس سے مُتَوَكِّلٌ اسم فاعل واحد مذکر۔ بھروسہ کرنے والا۔ مُتَوَكِّلُوْنَ جمع توکل
کرنے والے۔ یعنی خیر کے ملنے اور تکلیف سے بچاؤ کے لئے اللہ پر توکل رکھنے والے۔
۳۹:۳۹ = عَلٰى مَكَانَتِكُمْ تمہاری جگہ پر۔ یعنی تم اپنی جگہ پر۔ مَكَانَةٌ ۔ اسم ظرف مکان
ہے۔ یعنی جگہ۔ یہاں جگہ سے مراد مجازاً حالت ہے۔ جیسے حَیْثُ اور هُنَا ظرف زمان ہیں لیکن
کبھی مجازاً ان سے مراد مکان لیا جاتا ہے۔ اِعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ تم اپنی حالت پر کام کئے
جاؤ۔ یعنی اپنی طاقت اور استطاعت کی حد تک میری مخالفت میں میرے پیغام رسالت
کی تکذیب میں اپنا کام کرتے جاؤ۔
= اِنِّیْ عَامِلٌ ۔ ای انی عامل علیٰ مکانتی (مکانتی کو اختصاراً حذف کر دیا
گیا ہے) یعنی میں اپنی حالت پر کام کر رہا ہوں یا کرتا رہوں گا۔ یعنی پیغام الٰہی کی تبلیغ کرتا رہوں گا

۳۹ : ۴۰ - مَنْ - موصولہ ہے یعنی کسی کو، کس پر۔ مَنْ استفہامیہ بھی ہو سکتا ہے۔
= يُخْزِيْهِ - يُخْزِيْ مضارع واحد مذکر غائب ۔ اِخْزَاءٌ (افعال) مصدر سے ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (عذاب جو) اس کو رسوا کرے گا۔ اور اس سے عذاب دنیا ہے۔ بدر کی لڑائی میں اللہ نے کفار مکہ کو رسوا کر بھی دیا۔
= يَحِلُّ عَلَيْهِ - يَحِلُّ فعل مضارع واحد مذکر غائب . حُلُوْلٌ (باب ضرب) مصدر سے نازل ہونا۔ اس پر نازل ہوگا۔
= عَذَابٌ مُّقِيْمٌ دوامی عذاب۔ یعنی دوزخ کا عذاب ۔ یہ آخرت کا عذاب ہوگا۔
۳۹ : ۴۱ = بِالْحَقِّ - حق وحکمت کے ساتھ۔ دلائل وشواہد اور مقصد صحیح کے ساتھ۔
= فَمَنْ - موصولہ ہے یا استفہامیہ
= فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا - ای وبال ضلالہ علیھا۔ تو اس کے بے راہ ہونے کا (اس کی ضلالت کا) وبال اسی کی جان پر ہوگا۔ ھا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع نفس ہے
= وَكِيْلٍ - صفت مشبہ کا صیغہ ہے وَكُلٌ مصدر باب ضرب۔ ذمہ دار۔
۳۹ : ۴۲ = يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ - يَتَوَفّٰى مضارع واحد مذکر غائب تَوَفِّيْ (تفعّل) مصدر سے ۔ لے لیتا ہے قبض کر لیتا ہے ۔ وفی مادّہ ۔ اسی سے اِيْفَاءٌ (افعال) وعدہ ۔ عہد یا نذرانہ پورا کرنا۔ جیسے اَوْفُوْا بِعَهْدِيْ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (۲ : ۴۰) اور اس عہد کو پورا کرو۔ جو تم نے مجھ سے کیا تھا۔ میں بھی اس عہد کو پورا کروں گا۔ جو میں نے تم سے کیا تھا۔
اَلْاَنْفُسَ - مفعول ہے يَتَوَفّٰى کا۔ جانیں ۔ یعنی (اللہ قبض کر لیتا ہے جانوں کو
= لَمْ تَمُتْ - مضارع نفی جحد بلم۔ مجزوم بوجہ عمل لَمْ ۔ تَمُتْ اصل میں تَمُوْتُ تھا۔ تُ بوجہ عمل لَمْ ساکن ہوگیا۔ پھر واؤ بوجہ اجتماع ساکنین کے گر گئی ۔ لَمْ تَمُتْ ہوگیا۔ اور معنی ماضی منفی کے دینے لگا۔ یعنی جو ابھی نہیں مری ۔ جس کی موت کا ابھی وقت نہیں آیا۔
موت کے وقت قبض روح من کل الوجوہ ہوتا ہے ۔جس کے بعد نہ حیات جسمانی باقی رہتی ہے نہ شعور وادراک ؛ لیکن نیند کی حالت میں یہ سلب روح صرف جزئی حیثیت سے ہوتا ہے ۔جس سے حیات جسمانی جوں کی توں رہتی ہے لیکن شعور وادراک باقی نہیں رہتا ۔ نیند کے وقت سلب صرف حیاتِ شعوری کا ہوتا ہے ۔
= يُمْسِكُ - مضارع واحد مذکر غائب ۔ اِمْسَاكٌ مصدر اِفْعَالٌ سے وہ روک لیتا ہے

== اَلَّتِیْ۔ ای الانفس التی ۔ وہ جانیں جو۔
== قَضٰی عَلَیْھَا۔ قَضٰی عَلٰی۔ کسی کے لئے کسی چیز کا حکم دینا۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الانفس ہے۔ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ اس نے ان جانوں کی موت کا حکم دیا۔
فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ ۔ پھر وہ روک لیتا ہے ان جانوں کو جن کی موت کا وہ فیصلہ کردیتا ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا قَضَیْنَا عَلَیْهِ الْمَوْتَ (۳۴: ۱۴) پھر جب ہم نے اس کے لئے موت کا حکم دیا۔
== وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰیٓ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ۔ یُرْسِلُ مضارع واحد مذکر غائب اِرْسَالٌ اِفْعَالٌ مصدر وہ (واپس) بھیج دیتا ہے اَلْاُخْرٰی سے مراد وہ جانیں جو نیند کی حالت میں قبض کی گئی تھیں اور جن کی موت کا ابھی حکم نہیں ہوا تھا۔ اَجَلٍ مُّسَمًّی موصوف وصفت مقررہ میعاد۔ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی مقررہ میعاد تک کے لئے۔
== یَتَفَکَّرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَفَکُّرٌ (تفعّل) مصدر۔ وہ فکر و غور کرتے ہیں یہ آیت علت ہے آیت عَلَیْهِ یَتَوَکَّلُ الْمُتَوَکِّلُوْنَ (آیت ۳۸: متذکرہ بالا کی)
۳۹: ۴۳ == اَمِ۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔
(۱) ہمزہ انکار کے معنی میں ہے اور ابتدائیہ ہے۔
کیا انہوں نے اللہ کے اذن کے بغیر شفیع بنا رکھے ہیں۔ حالانکہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو سفارش کرنے کی مجال نہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (۲: ۲۵۵) کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے۔
مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ۔ ای من دون اذنہ (اس کے اذن کے بغیر اس کی اجازت کے بغیر۔ (روح المعانی، کشاف)
دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور سفارشی بنا رکھے ہیں۔ حالانکہ سب سفارش اللہ کے اختیار میں ہے۔ جیسا کہ اگلی آیت میں اشارہ ہے۔ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا۔ (۳۹: ۴۴)
مطلب یہ ہے کہ اُن کے مزعومہ سفارشی بےبس و بے اختیار ہیں سفارش تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔
(۲) اَمْ منقطعہ ہے۔ اور بمعنی بَلْ (حرف اضراب) آیا ہے اور مقصود اس سے ماقبل کی تصحیح اور مابعد کا ابطال ہے۔ یعنی سکھ دینے اور دکھ کو کرنے کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔

اور متوکلین اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اس کے سوا کسی کی امداد یا کسی کی سفارش پر بھروسہ رکھنا قطعًا لاحاصل ہے۔

= اَوَلَوْ كَانُوْا میں ہمزہ استفہام انکاری کا ہے اس کا ادخال فعل محذوف پر ہے۔ ای اَيَشْفَعُوْنَ واؤ حالیہ ہے۔ اس سے اگلا جملہ جملہ حالیہ ہے ای اَيَشْفَعُوْنَ وَلَوْ كَانُوْا ...... الخ کیا وہ تمہاری شفاعت کریں گے اگرچہ ان کی یہ حالت ہے کہ یہ نہ کوئی قدرت رکھتے ہیں اور نہ ان کو کچھ علم ہے (یعنی ان کو نہ کوئی عقل و شعور ہے یا سوجھ بوجھ ہے)

= قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا فرما دیجئے ان کو کہ سفارش تمام تر تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے یہ علت ہے لَا يَمْلِكُوْنَ کی۔ یعنی جب تمام تر سفارش اللہ ہی کے اختیار میں ہے تو ان کو اس بابت اختیار کہاں سے آیا۔؟ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ یہ استیناف تعلیلی ہے ایک دوسری علت یا وجہ کہ کیوں سب سفارش صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے یہ اس لئے کہ ارض و سماوات کا کل مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر کسی دوسرے کے اختیار میں کیا رہا۔؟

۳۹: ۴۵ = اِشْمَاَزَّتْ ماضی واحد مؤنث غائب اِشْمِئْزَازٌ (افعیلال) مصدر سے منقبض یا گرفتہ ہو جانا۔ غم و غصہ سے اس طرح بھر جانا کہ چہرے سے رکاوٹ اور نفرت کا اظہار ہونے لگے۔ ش م ء ز مادہ۔ (ان کے دل کڑھنے لگتے ہیں)

= ذُكِرَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب ذِكْرٌ سے (باب نصر) ذکر کیا گیا۔ ذکر کیا جاتا ہے۔ ذکر کیا جائے۔

= اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ۔ اِذَا مفاجاتیہ ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اَلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ کی طرف راجع ہے۔

يَسْتَبْشِرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِبْشَارٌ (استفعال) مصدر۔ وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ تو فورًا اسی وقت وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں

۳۹: ۴۶ = قُلْ ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ یہ امر دعا کے لئے ہے جیسا کہ اگلی عبارت سے ظاہر ہے۔

= اَللّٰهُمَّ: اے اللہ۔ یا اللہ۔

= فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ ۔ عٰلِمَ الْغَيْبِ ۔ میں فَاطِرَ اور عٰلِمَ منادیٰ ہیں اور اضافت کی وجہ سے منصوب ہیں۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے۔ اور اے غیب و شہادت کے جاننے والے۔

= تَحْكُمُ ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ تو حکم کرے گا تو فیصلہ کرے گا۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں اسی معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (۴: ۵۸) اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔
آیت ہذا میں اَنْتَ تَحْكُمُ بمعنی انت وحدك تقدر ان تحكم (واحد تو ہی فیصلہ کی طاقت رکھتا ہے) آیا ہے۔
= مَا كَانُوْا ایں ما موصولہ ہے اور فیہ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ما موصولہ ہے۔
۳۹: ۴۷ = مَا فِي الْاَرْضِ ما موصولہ ہے یعنی دنیا میں جو کچھ ہے از قسم اموال و ذخائر۔
= جَمِيْعًا سارے کا سارا۔ یعنی اگر ظالموں (مشرکین) کے پاس دنیا کے سب کے سب اموال و ذخائر ہوں۔
= مِثْلَهٗ مَعَهٗ ۔ (اور) اس کے ساتھ اتنا اور ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اسم موصول ما ہے۔
= لَافْتَدَوْا ۔ لام جواب۔ شرط کے لئے ہے (لَوْ کے جواب میں) اِفْتَدَوْا ماضی جمع مذکر غائب اِفْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر سے تو وہ عذاب کی سختی سے اپنے آپ کو چھڑانے کے لئے بطور فدیہ (یہ اموال و ذخائر) دینے کو تیار ہو جاتے۔
= سُوْٓءِ الْعَذَابِ ۔ عذاب کی سختی۔
= يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ يَوْمَ بوجہ ظرف منصوب ہے۔
= بَدَا ۔ ماضی واحد مذکر غائب بَدَا يَبْدُوْ (نصر) بَدَاءٌ وبَدَاءَةٌ وبُدُوٌّ، مصدر۔ ظاہر ہونا۔ بَادٍ صفت واحد بَادُوْنَ جمع۔ بَدَا کھلم کھلا ظاہر ہو گیا۔ یہاں بھی مستقبل آیا ہے۔ یعنی کھلے طور پر ظاہر ہو جائے گا۔
= مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۔ مَا اسم موصول ہے يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ مضارع نفی جحد بلم بمعنی ماضی۔ احتساب (افتعال) مصدر۔ انہوں نے گمان بھی نہیں کیا تھا
وَبَدَا لَهُمْ ...... يحتسبون ۔ ای ظهر لهم من سخط الله وعذابه مَا لَمْ يكن قط فی حسبانهم وہ اللہ تعالیٰ کے اس غصہ اور عذاب کو دیکھیں گے جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔
۳۹: ۴۸ = وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۔ ای ظهر لهم ان پر ظاہر

ہوں گے۔ سَیِّئَاتُ برائیاں، بدیاں۔ بُرے اعمال۔

کَسَبُوْا ماضی جمع مذکر۔ کَسْبٌ مصدر (باب ضرب) کمائی کرنا۔ نفع کے لئے کوئی کام کرنا۔ خواہ نتیجہ اچھا نکلے یا برا۔ کَسَبَ کا استعمال قرآن مجید میں مندرجہ ذیل معنوں میں کیا گیا ہے

١:۔ قلبی ارادہ اور نیت کی پختگی۔ جیسے وَ لٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ (٢: ٢٢٥) لیکن جو (قسمیں) تم دلی ارادہ سے کھاؤ گے ان پر وہ (یعنی اللہ) مواخذہ کریگا۔

٢:۔ اچھا بُرا قول یا فعل۔ جیسے ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ (٢: ٢٨١) پھر ہر شخص اپنے اعمال کا (اچھا ہو یا بُرا) پورا پورا بدلہ پائے گا۔

٣:۔ نیک کام کرنا۔ جیسے لَھَا مَا کَسَبَتْ (٢: ٢٨٦) اچھے کام کرے گا تو اس کو ان کا فائدہ ملیگا

٤:۔ برے کام کرنا۔ جیسے اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا کَسَبُوْا۔ (٦: ٧٠) یہی لوگ ہیں کہ اپنے اعمال (بد) کے وبال میں ہلاکت میں ڈالے گئے۔

٥:۔ مال کمانا۔ جیسے اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ (٢: ٢٦٧) جو پاکیزہ اور عمدہ مال تم کماتے ہو اس میں سے (خدا کی راہ میں) خرچ کرو۔

اس جملہ میں مَا کی دو صورتیں ہیں۔

١:۔ مَا موصولہ ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا:

اور ظاہر ہو جائیں گی ان پر بدیاں جو انہوں نے کمائی تھیں۔

٢:۔ مَا مصدریہ ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ ان پر ان کے اعمال بد ظاہر ہو جائیں گے

= وَحَاقَ بِھِمْ مَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ۔

حَاقَ یَحِیْقُ (باب ضرب) حَیْقٌ وحُیُوْقٌ وحَیَقَانٌ مصدر۔ جس کے معنی کسی چیز کو گھیرنے اور اس پر نازل ہونے کے ہیں۔ یہ باء کے ساتھ متعدی ہوتا ہے۔

حَاقَ بِھِمْ اس نے ان کو گھیر لیا۔ وہ ان پر نازل ہوا۔

= یَسْتَھْزِءُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب استھزاءٌ (استفعال) مصدر "وہ مذاق بناتے تھے۔ ہلکا سمجھ کر ہنسی اڑاتے تھے۔

مَا کی یہاں بھی دو صورتیں ہیں جو جملہ ماقبل میں ہے یعنی یہ موصولہ بھی ہو سکتا ہے اور مصدریہ بھی۔

موصولہ کی صورت میں ترجمہ ہوگا:۔

اور ان کو وہ عذاب گھیرے گا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

دوسری صورت میں ترجمہ یہ ہوگا:
اور استہزاء کرنے کی سزا ان کو گھیرے گی!

۳۹:۴۹ = مَسَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب مَسٌّ (باب نصر) مصدر۔ جس کے معنی چھونا۔ دکھ پہنچانا۔ اسی باب سے قربت صنفی یعنی جماع کے معنی میں آتا ہے مثلاً وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ (۲: ۲۳۷) اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے سے پہلے طلاق دیدو۔

= اَلْاِنْسَانَ۔ اس میں الف لام عہد کا ہے اس سے مراد کافر انسان ہیں۔
اور بعض کے نزدیک الؔ جنسی ہے اور اس سے جنس انسان مراد ہے لیکن چونکہ کافروں کی کثرت کی وجہ سے جنس انسان سے کافر انسان مراد ہیں۔

= ضُرٌّ۔ تکلیف، ضرر، ایذاء۔

= دَعَانَا۔ دَعَا۔ ماضی واحد مذکر غائب ضمیر فاعل الانسان کی طرف راجع ہے۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ اس نے ہمیں پکارا بمعنی حال۔ وہ ہمیں پکارتا ہے۔

= خَوَّلْنٰهُ۔ خَوَّلْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَخْوِيْلٌ (تفعیل) مصدر بمعنی عطا کرنا۔ دینا بخشنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع الانسان ہے۔ جب ہم اس کو عطا کر دیتے ہیں (بمعنی حال) (جب) ہم نے اس کو عطا کردی (بمعنی ماضی)

تخویل کا لفظ از راہِ مہربانی عطا کر دینے کے لئے مخصوص ہے۔

= اُوْتِيْتُهٗ۔ اُوْتِيْتُ ماضی مجہول واحد متکلم ایتاءٌ (افعال) مصدر بمعنی دینا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع نعمۃ ہے میں دیا گیا ہوں یہ نعمت۔ مجھے یہ نعمت دی گئی ہے۔ نعمۃ بمعنی شیٔ من النعم ہے یعنی نعمتوں میں سے کوئی شے۔ اسی بناء پر ہٗ بصیغہ واحد مذکر استعمال ہوا ہے۔

= عَلٰی عِلْمٍ۔ میرے علم کے باعث۔ میری تدبیر و حکمت کی وجہ سے۔ لِاَجْلِ عِلْمٍ علم کی وجہ سے۔

= بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ۔ بَلْ حرف اضراب ہے۔ بلکہ۔ یعنی حقیقت یہ نہیں ہے کہ یہ نعمت اسے اس کے علم کے باعث یا استحقاق پر دی گئی ہے بلکہ اس کے امتحان کے لئے ہے کہ شکر بجالاتا ہے یا ناشکری کا مرتکب ہوتا ہے۔

هِيَ ضمیر واحد مؤنث غائب نعمۃ کے لئے ہے باعتبار لفظ پہلے ہٗ ضمیر مذکر باعتبار معنی

لائی گئی تھی۔

فِتْنَۃٌ آزمائش اس کے علاوہ کئی دیگر معانی میں بھی اس کا استعمال ہوا ہے!

= اَکْثَرَهُمْ ان میں سے اکثر، بیضاوی نے لکھا ہے کہ :

ذٰلک وھو دلیل علیٰ ان الانسان للجنس - یہ جملہ دلالت کر رہا ہے کہ الانسان سے مراد جنس انسان ہے ۔

۳۹ : ۵۰ = قالھا۔ اس میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع قول انما اوتیتہ علیٰ علم ہے یعنی اس سے پہلے بھی لوگ ایسی بڑ مارتے رہے ہیں۔ ضمیر مؤنث بدیں وجہ ہے کہ یہ ایک جملہ یا کلمہ ہے۔

= فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ مَآ اَغْنٰى ماضی منفی واحد مذکر غائب : اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر غنی کرنا۔ غنی بنانا۔ دولت دینا۔ مالدار کرنا۔ اَغْنٰى عَنْهُ کافی ہونا هٰذَا مَا يُغْنِىْ عَنْكَ شَيْئًا۔ یہ تجھے کوئی فائدہ نہ دے گا۔

مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ہ مَا موصولہ یا مصدریہ ہے۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہو گا :۔ جو (دولت) وہ کمایا کرتے تھے اس نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا۔

دوسری صورت میں ؛ ان کی کمائی ان کے کسی کام نہ آئی ۔

۳۹ : ۵۱ = اَصَابَهُمْ : ماضی واحد مذکر غائب اِصَابَةٌ (افعال) مصدر جس کے معنیٰ پالینے کے ہیں۔ اَصَابَ وہ آپہنچا۔ وہ آپڑا۔ اس نے پالیا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع الذین من قبلھم ہیں۔ وہ ان پر آپڑیں۔

= سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا۔ بدیاں جو انہوں نے کمائی تھیں (بصورت ما موصولہ) اعمالِ بَد۔ (بصورت مَا مصدریہ) نیز ملاحظہ ہو ۳۹ : ۴۸ ؛

اَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ! اُن کے بد اعمال ان کو آلیں گے : بد اعمال سے مراد ان کی سزا ہے ۔ یعنی ان کے بد اعمال کی سزا ان پر آپڑے گی ! سیئات کی سزا کو سیئات صرف تقابل کی وجہ سے قرار دیا۔ سمّی جزاء السیئۃ سیئۃ للازدواج کقولہ تعالیٰ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (۴۲ : ۴۰)

= وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ۔ الذین ظلموا سے مراد مشرکین ہیں جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (۳۱ : ۱۳) بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے مِنْ بیانیہ ہے۔ ومن للبیان فانہم کلھم کانوا ظلمین (روح المعانی) من بیانیہ

کیونکہ وہ سب کے سب ہی ظالم تھے۔

هٰؤُلَآءِ ۔ اسم اشارہ۔ جمع یہ سب۔ مِنْ هٰؤُلَآءِ سے مراد مشرکین مکہ ہیں اور یہ ظالم لوگ بھی ....

بعض کے نزدیک مِنْ تبعیضیہ ہے اور اس صورت میں وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰؤُلَآءِ کا ترجمہ ہوگا: اور ان میں سے جو شرک پر مُصِرّ رہے (اخیر دم تک)

= سَيُصِيْبُهُمْ ۔ سَ مستقبل قریب کے لئے ہے يُصِيْبُ صیغہ واحد مذکر غائب مضارع معروف۔ اِصَابَةٌ (افعال) سے بمعنی پہنچنا۔ آجانا۔ آپڑنا۔ یہ اَصَابَ السَّهْمُ سے ہے۔ جس کا مطلب ہے تیر ٹھیک نشانہ پر جا لگا۔ مُصِيْبَةٌ اصل میں اس تیر کو کہتے ہیں جو ٹھیک نشانہ پر جا کر بیٹھ جائے۔ اس کے بعد (عرف عام میں) ہر حادثہ اور واقعہ کے ساتھ یہ لفظ مخصوص ہو گیا ہے۔

= سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوْا ۔ ان کے اعمالِ بد کی جزا۔

یعنی عنقریب ان کی بداعمالیوں کی سزا ان پر آپڑے گی (چنانچہ کفار مکہ سات سال تک قحط میں مبتلا رہے۔ پھر بدر میں ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ اور واصلِ جہنم ہوئے صرف وہ لوگ محفوظ رہے جنہوں نے توبہ کرلی۔ اور مسلمان ہو گئے)

= وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۔ مَا نافیہ ہے مُعْجِزِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ عاجز بنا دینے والے۔ ہرا دینے والے۔ اور یہ اللہ کو ہرا نہیں سکتے۔ یعنی اللہ کی گرفت سے چھوٹ نہیں سکتے

۳۹: ۵۲ = اَوَلَمْ يَعْلَمُوْا ۔ ہمزہ استفہام انکاری ہے واؤ کا عطف فعل محذوف پر ہے لَمْ يَعْلَمُوْا مضارع مجزوم نفی حجد بلم۔ صیغہ جمع مذکر غائب! کیا وہ نہیں جانتے

= يَبْسُطُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب بَسْطٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ کشادہ کرتا ہے وہ فراخ کرتا ہے۔ وہ وسیع کرتا ہے، بَسْطَةٌ وبُسْطَةٌ فضیلت، قدرت، جسم کی بڑائی۔ علم کی وسعت، کمال کی افزونی، بَسْط کبھی بمقابلہ قَدْر آتا ہے (تنگ کر دینا) جیسا کہ آیت ہذا میں اور کبھی بمقابلہ قبض آتا ہے (تنگ کر دینا) جیسے وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ (۲: ۲۴۵) اللہ ہی روزی کو تنگ کرتا اور (وہی اسے) کشادہ کرتا ہے۔

= يَقْدِرُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب قَدْرٌ (باب ضرب) مصدر سے وہ تنگ کرتا ہے قَدْرٌ وقُدْرَةٌ بمعنی طاقت رکھنا اور قادر ہونا بھی ہے۔ باب نصر سے بھی انہی معنوں میں مستعمل ہے!

۳۹: ۵۳ = قُلْ : ای قل یا محمد ۔ خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔
= عِبَادِیْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ عَبْد کی جمع ہے اور یٖ ضمیر واحد متکلم کی ہے!
میرے بندو۔ اس میں اضافت عہد کی ہے یعنی اس سے مراد اللہ کے بندے ہیں۔
ناکہ امر قُلْ کے مخاطب کے ۔ کیونکہ یہ اضافت بلا شک وشبہ ہر ایک کے علم میں موجود ہے
قرآن کریم میں عبادی ۲۰ ارجگہ آیا ہے اور ہر جگہ اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے!
قُلْ یٰعِبَادِیَ فرما دیجئے : اے اللہ کے بندو! یہاں اللہ کے بندوں سے مراد المؤمنون
المذنبون ہے وہ مؤمن جن سے گناہ سرزد ہو گئے ہوں ۔ یا وہ جنہوں نے اسلام لانے سے
قبل گناہ کا ارتکاب کیا ہو!
= اَلَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ یہ جملہ عبادی کی صفت ہے یعنی جنہوں نے اپنی
جانوں پر زیادتیاں کی ہیں۔
اَسْرَفُوْا ماضی جمع مذکر غائب اسراف (افعال) مصدر ۔ اسراف اصل
میں ہر کام میں انسان کے حد سے تجاوز کرنے کا نام ہے مگر اس کا استعمال خرچ کے بارے
میں زیادہ مشہور ہے قرآن مجید میں اپنے اپنے موقع اور محل کے لحاظ سے دونوں معنی میں
مستعمل ہے ۔ آیت ہذا میں کفر ومعاصی میں افراط مراد ہے ۔ یعنی جنہوں نے کفر وشرک کرکے
اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں۔ یعنی اس کا ارتکاب کرکے اپنے آپ کو حد سے بڑھ کر مجرم بنالیا ہے
= لَا تَقْنَطُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر قنوط (باب فتح) مصدر سے ۔ تم مایوس مت ہو
تم آس مت توڑو۔
۳۹: ۵۴ = وَ اَنِیْبُوْٓا ۔ یہ واؤ عاطفہ ہے جملہ ہذا کا عطف جملہ ماقبل لَا تَقْنَطُوْا
پر ہے ۔ اَنِیْبُوْا فعل امر، جمع مذکر حاضر اِنَابَۃٌ (افعال) مصدر سے ، تم رجوع ہو جاؤ
اس کا مادہ نوب ہے ۔ النوب کسی چیز کا بار بار لوٹ کر آنا ۔ شہد کی مکھی کو نوب بھی کہا
جاتا ہے کیونکہ وہ اپنی قرار گاہ کی طرف لوٹ لوٹ کر جاتی ہے الانابۃ الی اللّٰہ توبہ اور
اخلاص عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا۔
= اَسْلِمُوْا لَہٗ ۔ اَسْلِمُوْا ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر ۔ اسلام (افعال) مصدر تم اس کے
تابع فرماں رہو ۔ تم اس کے فرمانبردار رہو ۔
= اَنْ یَّاْتِیَکُمُ میں اَنْ مصدریہ ہے یَاْتِیَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ
صیغہ واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ

پیشتر اس کے کہ تم پر عذاب آجائے یا تم پر عذاب آنے سے پیشتر۔
== لَا تُنْصَرُوْنَ مضارع نہی مجہول، جمع مذکر حاضر، تمہاری مدد نہیں کی جائے گی، تم مدد نہیں دیے جاؤ گے!

۳۹ : ۵۵ == وَاتَّبِعُوْا، جملہ ہذا معطوف ہے۔ جس کا عطف یا لَا تَقْنَطُوْا پر ہے یا وَ اَنِیْبُوْا پر ہے اور تم پیروی کرو۔ اتبعوا فعل امر، جمع مذکر حاضر اتباع (افتعال) مصدر پیروی کرنا۔ اتباع کرنا۔
== اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ :
اَحْسَنَ مضاف۔ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ مضاف الیہ۔ جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کا بہتر۔ یعنی اس کے بہترین پہلو۔ اور اس سے مراد صریحًا القرآن ہے اور قرآن کے بہترین پہلو کی پیروی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اوامر کی تعمیل کرے اور نواہی سے بچتا رہے احکام کی پیروی کرے اور رخصتوں کی طرف نہ جھکے۔

بعض نے اسے صفت و موصوف کے معنی میں لیا ہے اور جملہ کا ترجمہ کیا ہے کہ:۔
"بہترین کلام جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے" اور بہترین کلام القرآن ہے۔
== بَغْتَةً۔ اچانک، یک دم، یکایک، ناگہاں۔ بَغَتَ یَبْغَتُ (فتح) سے جس کے معنی کسی چیز کے یکبارگی ایسی جگہ سے ظاہر ہو جانے کے ہیں جہاں سے اس کے ظہور کا گماں تک بھی نہ ہو۔
== وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ہ واو حالیہ ہے۔ لَا تَشْعُرُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر حاضر دراں حالیکہ تم کو اس کا خیال تک نہ ہو۔ تم کو (اس کی) خبر تک نہ ہونے پائے۔

۳۹ : ۵۶ == اَنْ تَقُوْلَ۔ (اَنْ مصدریہ ناصبہ) بمعنی لِئَلَّا (لِ تعلیلیہ، لا نافیہ، تاکہ نہ کہے۔ تاکہ نہ کہہ سکے۔

ان تقول سے قبل فعل محذوف ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔
(۱): وَاتَّبِعُوْا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ لِئَلَّا تَقُوْلَ نَفْسٌ الخ
اور تم پیروی کرو اس عمدہ کلام کی جو اتارا گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے تاکہ (کل) کوئی نفس (یہ) نہ کہہ سکے کہ..... الخ
۲:۔ اَنْذَرَکُمْ وَاَمَرَکُمْ بِاَحْسَنِ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ لِئَلَّا تَقُوْلَ نَفْسٌ..... الخ وہ ڈراتا ہے تم کو اور حکم دیتا ہے تم کو پیروی کرنے کا عمدہ کلام کی جو اتارا

گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے تاکہ (کل) کوئی نفس یہ نہ کہہ سکے کہ......

نفسٌ میں تنوین تکثیر کے لئے ہے یا تقلیل کے لئے بھی ہوسکتی ہے کیونکہ قیامت کے دن ایسا کہنے والے کچھ ہی لوگ ہوں گے۔

= یٰحَسْرَتٰی۔ یا حرف ندا۔ حَسْرَۃٌ (افسوس، پشیمانی، پچھتاوا) حَسِرَ یَحْسَرُ سَمِعَ کا مصدر ہے ی اضافت واحد متکلم کی ہے۔ یائے اضافت کو الف سے بدلا گیا ہے، اے میری بدقسمتی، اے میری پشیمانی، صد حیف مجھ پر۔

= عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ علیٰ تعلیلیہ مَا مصدریہ ہے فَرَّطْتُّ ماضی واحد متکلم۔ تَفْرِیْطٌ (تفعیل) مصدر۔ فَرْطٌ مادہ۔ میں نے کمی کی، میں نے کوتاہی کی۔ یہ افراط کی ضد ہے۔ عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ ای بسبب تفریطی میری کوتاہی پر، میری کوتاہی کے سبب سے۔ ملاحظہ ہو وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ علٰی مَا ھَدٰکُمْ (۲: ۱۸۵) کہ تم اللہ کی بڑائی کیا کرو بسبب اس کے تمہیں ہدایت دینے کے۔

= فِیْ جَنْۢبِ اللّٰہِ۔ علماء نے اس کے متعدد معانی لکھے ہیں۔

۱:۔ اللہ کی اطاعت میں۔ (حسن)

۲:۔ اللہ کے معاملہ میں (مجاہد)

۳:۔ اللہ کے حق میں (سعید بن جبیر)

بعض کے نزدیک ذاتِ خدا مراد ہے اور مضاف محذوف ہے یعنی ذاتِ الٰہی کی اطاعت میں یا اس کا قرب حاصل کرنے میں۔

بعض نے جنب کا معنی جانب بیان کیا ہے یعنی اس جانب میں کوتاہی کی جو مجھے اللہ کی جانب پہنچادیتی۔

= وَاِنْ کُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ۔ اس میں اِنْ مخففہ ہے اِنَّ ثقیلہ سے یعنی بلاشبہ۔ بے شک، السّٰخِرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر، سَخِرَ یَسْخَرُ (سمع) سَخَرٌ و سُخْرٌ و مَسْخَرٌ مصدر۔ ٹھٹھا کرنا۔ مذاق کرنا۔ ہنسی اڑانا۔ السُّخْرَۃُ جس سے ٹھٹھا کیا جائے۔ ہنسی اڑانے والے کے اس فعل کو سخریۃ و سخریۃ کہتے ہیں

لَمِنْ میں لام فارقہ ہے۔

۳۹: ۵۷ = اَوْ تَقُوْلَ۔ اَوْ حرف عطف، تَقُوْلَ مضارع منصوب واحد مؤنث غائب کا مرجع نَفْسٌ ہے جو یہاں محذوف ہے۔ فعل مضارع سے قبل عامل

اَنْ (مصدریہ، ناصبہ) محذوف ہے۔ عبارت یوں ہوگی!
اَوْاَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ ..... الخ نحوی تشریح کے لئے آیت ۵۶ متذکرہ بالاملاحظہ فرمائیں!

= لَوْاَنَّ اللّٰهَ هَدٰنِیْ ۔جملہ شرطیہ ہے لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ۔اس کی جزاء (یا کوئی جان یا نفس یا شخص یہ کہے کہ اگر (دنیا میں) اللہ مجھے ہدایت دے دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا۔یعنی شرک اور معاصی سے بچا رہتا۔

۳۹ : ۵۸ = اَوْتَقُوْلَ ۔اس کی تشریح آیات ۵۶ ؛ ۵۷ متذکرہ بالا۔میں دیکھیں۔
= تَرٰی مضارع واحد مؤنث غائب۔ رائی مادہ رُؤْیَةٌ مصدر۔ وہ دیکھتی ہے وہ دیکھے گی

= لَوْاَنَّ لِیْ کَرَّةً ۔جملہ تمنائی ہے فَاَکُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ اس کا جواب ہے لَوْ کاش کَرَّةً (منصوب بوجہ عمل اَنَّ)
اَلْکَرُّ ۔ کَرَّ یَکُرُّ (باب نصر) سے مصدر ہے مگر بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ مصدر بمعنی مڑنا۔لوٹنا۔ جیسے انھزم عَنْهُ ثُمَّ کَرَّعَلَیْهِ ۔ اس نے اس سے شکست کھائی اور پھر حملہ کے لئے لوٹ پڑا۔یعنی پینترا بدلنے کے لئے وہ بھاگا پھر اس نے دوبارہ حملہ کیا کَرّار اسم صفت ہے پھر پھر کر حملہ کرنے والا۔ اور تکرار کسی شے کو بار بار کرنا۔
کَرَّةً میں تا وحدت کی ہے یعنی ایک بار۔گویا کَرَّةً کے معنی ہوئے ایک بار لوٹنا۔ ایک پھیرا۔ ایک مرتبہ واپسی۔
فَاَکُوْنَ میں نصب بوجہ جواب تمنا ہے مُحْسِنِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔نیکوکار۔نیکی کرنے والے۔ اِحْسَانٌ سے۔
جملہ کا ترجمہ یوں ہوگا ، اے کاش میرا (دنیا میں) پھر جانا ہو جائے پھر میں نیک بندوں میں ہو جاؤں۔
لَوْ تمنائیہ کی اور مثال :۔
فَلَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّةً فَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (۲۶ : ۱۰۲) کاش ہمیں (دنیا میں) پھر جانا ہو تو ہم مومنوں میں ہو جائیں۔
لَوْ اَنَّ لِیْ کَرَّةً جملہ شرطیہ بھی ہوسکتا ہے بمعنی اگر مجھے (دنیا میں) پھر ایک بار جانا نصیب ہو جائے۔

۳۹:۵۹ ـــــ بَلٰی ۔ حرف اضراب ہے ۔ یہاں شرک و معاصی کا ارتکاب کرنے والے کے اس قول کی تردید ہے جس کی طرف آیۃ مذکورہ لَوْ اَنَّ اللّٰہَ ھَدٰىنِیْ لَکُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ میں اشارہ ہے علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں :۔

یہ آیت گذشتہ آیت لَوْ اَنَّ اللّٰہَ..... کی مکمل تردید ہے کیونکہ سابق آیت میں اگر راہنمائی مراد ہے تو اس آیت کا مطلب ہوگا کہ پیغمبر اور کتاب کے ذریعہ سے اللہ نے راہنمائی تو کردی تھی مگر تو نے سب کی تکذیب کی تو اس صورت میں آیت لَوْ اَنَّ اللّٰہَ ھَدٰىنِیْ کا مطلب یہ ہوگا کہ میرے پاس پیغمبر آیا ہی نہیں نہ کسی پیغمبر نے مجھے اللہ کا پیغام پہنچایا.......... اور اگر ہدایت سے تخلیق ہدایت اور منزل مقصود تک پہنچانا مراد ہو تو اس صورت میں لَوْ اَنَّ اللّٰہَ ھَدٰىنِیْ کا یہ مطلب ہوگا کہ میں مجبور تھا اللہ ہی نے مجھے ہدایت نصیب نہیں کی ۔ ایمان و اطاعت کو اختیار کرنے کی میرے اندر طاقت ہی نہ تھی کیونکہ اللہ نے مجھے اس کی قدرت دی ہی نہ تھی ۔

بَلٰی قَدْ جَآءَتْکَ اٰیٰتِیْ ...... الخ : میں اس قول کی تردید کردی اور فرمایا کیوں نہیں ہم نے تو تجھے قدرت دی تھی کہ جس راستہ کو اختیار کرنا چاہے کرلے ۔ اسی پر عذاب و ثواب کی عمارت کی بنا ہے لیکن جب میری آیات تیرے پاس پہنچیں تو تو نے اپنے اختیار سے ان کی تکذیب کی اور غرور کیا اور تو کافروں میں شامل رہا ۔

اِسْتَکْبَرْتَ ماضی واحد مذکر حاضر ۔ استکبار (استفعال) مصدر ۔ تو نے غرور کیا ۔

۳۹:۶۰ ـــــ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مُسْوَدَّۃٌ ۔ یَوْمَ بوجہ ظرفیت منصوب ہے ۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر کَذَبُوْا عَلَی اللّٰہِ بدل ہے اَلَّذِیْنَ سے ۔

وُجُوْھُھُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا ۔ مُسْوَدَّۃٌ اسم فاعل واحد مؤنث اِسْوِدَادٌ افْعِلَالٌ مصدر سے سیاہ ۔ خبر ۔ مبتدا و خبر مل کر جملہ اسمیہ ہوا ۔ یہ جملہ موضع حال میں ہے لہٰذا محل نصب میں ہے ۔

یعنی قیامت کے دن تو دیکھیگا ۔ ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ پر دروغ گوئی کی درآں حالیکہ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے ۔

اللہ پر دروغ گوئی سے مراد اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اسے صاحب اولاد ماننا ۔ یا ان صفات کی اس کی طرف نسبت کرنا جو اس کی شان کے شایان نہیں ہیں ۔

ـــــ اَلَیْسَ ۔ الف استفہام انکاری کے لئے ہے لَیْسَ فعل ناقص ماضی واحد مذکر غائب

نہیں ہے۔ نفی کا انکار۔ مثبت کا اقرار ہے۔ یعنی ضرور ہے۔
= مَثْوًى۔ ظرف مکان مفرد مَثَاوِی جمع ٹھکانہ۔فرودگاہ۔اترنے کا مقام۔ درازمدت تک ٹھہرنے کی جگہ۔ مطلب: متکبرین کا ٹھکانہ ضرور بالضرور جہنم میں ہوگا۔
مُتَكَبِّرِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر تکبر کرنے والے۔ اللہ کو ماننے اور اس کی اطاعت کرنے سے سرتابی کرنے والے۔
۳۹: ۶۱ = يُنَجِّيْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَنْجِيَةٌ (تفعیل) مصدر نجو مادہ وہ بچالیگا۔ وہ نجات دیگا۔
= اتَّقَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ ڈرے۔ انہوں نے پرہیزگاری اختیار کی۔ اِتِّقَاءٌ افتعال مصدر وقی مادہ۔ وَقَيْتُ الشَّيْءَ (باب ضرب) وِقَايَةٌ وَوِقَاءٌ کے معنی کسی چیز کو مضر اور نقصان پہنچانے والی چیزوں سے بچانا کے ہیں۔ جیسے وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (۴۴: ۵۶) اور (خدا) ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالیگا۔ اسی سے تقویٰ ہے نفس کو ہر اس چیز سے بچانا جس سے گزند پہنچنے کا اندیشہ ہو۔
کبھی کبھی تقویٰ اور خوف ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں مثلاً فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۷: ۳۵) جو شخص (ان پر ایمان لاکر) خدا سے ڈرتا رہیگا۔ اور اپنی حالت درست رکھیگا تو ایسے لوگوں کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔
پھر تقویٰ کے مختلف مدارج ہیں اس لئے ہر جگہ تقویٰ کا ایک خاص معنی مراد ہے
= بِمَفَازَتِهِمْ۔ ب سببیہ ہے مَفَازَتِهِمْ مضاف مضاف الیہ ان کی کامیابی ان کی فلاح۔ جملہ کا مطلب یہ ہے اور جو پرہیزگار ہیں ان کی کامیابی کے سبب خدا ان کو نجات دیگا
بعض نے مَفَازَةٌ سے مراد خوش نصیبی اور اعمال صالح مراد لیا ہے (یہ دونوں کامیابی کے اسباب ہیں۔ مسبب بول کر سبب مراد لیا گیا ہے۔
مَفَازَةٌ۔ فَازَ يَفُوْزُ (باب نصر) سے مصدر ہے اور فَوْزٌ و مَفَازٌ بھی مصدر ہے
= لَا يَمَسُّهُمْ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ان کو نہیں چھوئے گا۔ ان کو نہیں پہنچیگا۔ مسّ یمسّ (باب سمع)
= السُّوْءُ۔ تکلیف، دکھ، آفت۔ سَوْءٌ سے اسم ہے
۳۹: ۶۲ = وَكِيْلٌ۔ صفت مشبہ، وَكْلٌ مصدر سے۔ نگہبان، نگران، کارساز،

التوکیل کے معنی کسی پر اعتماد کرکے اسے اپنا نائب مقرر کرنے کے ہیں۔
اور وکیل بروزن فعیل بمعنی مفعول ہے جس پر اعتماد کرکے اپنا کام اس کے سپرد کردیا جائے
اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا ط (۴: ۸۱) اور خدا ہی کافی کارساز ہے یعنی
اپنے تمام کام اسی کے سپرد کر دیجئے اور کارسازی کے لئے اسی کو کافی سمجھئے۔

۳۹: ۶۳ = لَہٗ میں لام ملک کے معنی میں آیا ہے اور ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کی طرف
راجع ہے وہی مالک ہے، یعنی اللہ ہی مالک ہے۔ جیسے اور جگہ آیا ہے لَہٗ مَا فِی
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ (۲: ۲۵۵) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے
سب کا وہی مالک ہے۔

= مَقَالِیْدُ۔ مِقْلَادٌ یا مَقْلِیْدٌ کی جمع ہے جیسے مِفْتَاحٌ کی جمع مَفَاتِیْحُ
اور مِنْدِیْلٌ کی جمع مَنَادِیْلُ ہے۔ کنجیاں۔ لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
یعنی آسمانوں کے اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔ سارا جہاں اسی کی ملک
ہے کوئی بھی اس کے سوا ان خزانوں میں تصرف نہیں کر سکتا۔

= اٰیٰتِ اللّٰہِ سے مراد کلمات تمجید و توحید یا قرآن مجید یا اللہ کی قدرت مستقلہ کے
نشانات و علامات۔

= ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر خُسْرٌ و خُسْرَانٌ مصدر سے
ٹوٹا پانے والے۔ نقصان اٹھانے والے۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب حصر کے لئے ہے۔
یعنی وہی خسارہ پانے والے ہیں۔

۳۹: ۶۴ = قُلْ۔ ای قل للقریش یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے کہہ دیجئے۔

= اَفَغَیْرَ اللّٰہِ تَاْمُرُوْنِّیْٓ اَعْبُدُ اَیُّھَا الْجٰھِلُوْنَ۔ ای ایھا الجٰھلون
افغیر اللّٰہ تامرونی اَعْبُدُ۔ اَفَغَیْرَ میں ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔
ف حرف عطف ہے اور اس کا عطف محذوف پر ہے۔ ای ءاکفر و غیر اللّٰہ اعبد
پر غیر مفعول ہے اَعْبُدُ کا۔ تَاْمُرُوْنِّیْ جملہ معترضہ ہے محل انکار غیر اللہ کا لفظ ہے
اس لئے فعل پر اس کو مقدم کر دیا گیا (یعنی اہمیت کی وجہ سے مفعول کو فعل سے پہلے ذکر کر دیا)
مطلب اس طرح ہوگا:۔
اے جاہلو! کیا میں کفر کروں اور غیر اللہ کی عبادت کروں۔ تم مجھے اس کام کا مشورہ

دے رہے ہو۔

تَاْمُرُوْٓنِّیْ ۔ اصل میں تَاْمُرُوْنَنِیْ تھا۔ ی ضمیر واحد متکلم کا ہے اور نون پر تشدید نَ کو نِ میں مدغم کرنے کی وجہ سے ہے ۔ تم مجھے حکم دیتے ہو۔ تم مجھے مشورہ دیتے ہو۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے اَمْرٌ مصدر سے باب نصر۔

۳۹: ۶۵ = وَلَقَدْ واؤ حالیہ ہے لَقَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ......

= اَلَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ سے مراد وہ پیغمبر و رسول جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مبعوث ہوئے تھے ۔ وَ اِلَى الَّذِیْنَ ای واوحی الی الذین

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۞ میں لام اول (لَئِنْ کی لام) کو اللام الموطئۃ للقسم کہتے ہیں ۔ (وہ لام جو قسم کے لئے راہ ہموار کرے) اس سے قبل قسم محذوف ہے ای واللّٰہ لَئِنْ ..... الخ لام دوم (لام سوم لیحبطن اور لتکونن کی لام جواب قسم کی لام ہے۔ اور جوابِ قسم لیحبطن .... الخ قائم مقام دوجواب کے ہے۔ جواب قسم و جواب شرط (لَئِنْ میں اِنْ شرطیہ ہے اور اِنْ اَشْرَكْتَ جملہ شرطیہ ہے اور لیحبطن .... الخ جواب شرط ہے)

= اَشْرَكْتَ ماضی واحد مذکر حاضر۔ اِشْرَاكٌ مصدر (افعال) تو نے شرک کیا اِنْ اَشْرَكْتَ اگر تو نے شرک کیا۔

= یَحْبَطَنَّ ۔ مضارع بانون تاکید ثقیلہ۔ واحد مذکر غائب حَبْطٌ مصدر۔ (باب سمع) ضرور بے کار جائے گا۔ ضائع ہو جائے گا۔ حَبِطَ دَمُ الْقَتِیْلِ مقتول کا خون رائیگاں گیا اَلْحَبْطُ کے معنی کسی کام کا ضائع اور اکارت ہو جانا کے ہیں۔

= تَكُوْنَنَّ ۔ مضارع بانون تاکید ثقیلہ واحد مذکر حاضر۔ تو ضرور ہو جائے گا۔ كَوْنٌ مصدر (باب نصر)

= اَلْخٰسِرِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر خُسْرٌ و خُسْرَانٌ مصدر۔ نقصان اٹھانے والے۔ گھاٹا پانیوالے۔ زیاں کار۔

اَشْرَكْتَ ۔ عَمَلُكَ ۔ تَكُوْنَنَّ میں ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع کون ہے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں :۔

(۱) اس کا مرجع عام مخاطب امت میں سے کا ہر ایک شخص ہے ۔ یعنی آپ کی طرف

اور دیگر پیغمبران کی طرف یہ وحی بھیج دی گئی ہے کہ تمہارا اپنی قوم کے ہر فرد سے یہ خطاب ہو :
اے مخاطب اگر تونے شرک کیا تو تیرے سب اعمال اکارت جائیں گے! اور تو ضرور گھاٹا پانے والوں سے ہوجائیگا۔

۲:۔ اس کا مرجع لَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ اور مِنْ قَبْلِكَ کے قرینہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مگر اس پر اکثر علماء نے اعتراض کیا ہے کہ انبیاء کی شان میں شرک کا تصور بھی محال ہے لیکن اس بارہ میں تفسیر حقانی کے مصنف کی تشریح قابل غور ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"ولقد اوحی الیك والی الذین من قبلك ... الخ کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیری طرف اور تجھ سے پہلے انبیاء کی طرف ہم یہ حکم بھیج چکے ہیں کہ اگر تو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بالفرض یا تجھ سے پہلے انبیاء (فرضاً) شرک کریں۔ توان کے نیک کام اکارت ہوجائیں۔ اور بڑی بربادی میں پڑیں۔ یہ کلام شہنشاہی اور جلالی رعب کے قاعدہ پر ہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اگلے انبیاء سے شرک سرزد ہونا محال تھا کیونکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں مگر مخاطب کے سنانے کو ایسا پرزور حکم سنادیا کہ یہ نکوہیدہ کام کسی کو بھی معاف نہیں"!

مولانا تھانوی رح آیت وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (۶ : ۱۴) کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔
تکالیف شرعیہ کسی سے بھی ساقط نہیں ہوتیں یہاں تک کہ انبیاء سے بھی۔

۳۹ : ۶۶ = بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ۔ بَلْ حرف اضراب ہے۔ جس کی عبادت (ماسوی اللہ) کافرین چاہتے تھے اس کی تردید میں ارشاد ہوتا ہے بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ۔ کانہ قال لاتعبد ما امروك لعبادته بل ان عبدت فاعبد اللہ۔ یعنی جو وہ چاہتے ہیں اس کی عبادت نہ کرو بلکہ اگر عبادت کرنا ہو تو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔
شرط کو حذف کرکے اس کے عوض مفعول کو لایا گیا ہے!

= شٰكِرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر شُكْرٌ مصدر سے۔ شکرگذار۔ احسان ماننے والا۔

۳۹ : ۶۷ = مَاقَدَرُوا اللّٰهَ : مَاقَدَرُوْا ماضی منفی جمع مذکر غائب انہوں نے تعظیم نہیں کی؛ انہوں نے نہیں پہچانا۔ انہوں نے قدر نہیں پہچانی، انہوں نے قدردانی نہیں کی
= وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا یعنی زمین اپنی تمام اندرونی و بیرونی اجزاء کے ساتھ
= قَبْضَتُهٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا قبضہ، اس کی مٹھی میں ہونا۔ اس کا تصرف؛ اس کا اختیار کامل۔ اَلْقَبْضُ کے معنی کسی چیز کو پانچوں انگلیوں سے مٹھی بھر کر پکڑنا۔ جیسے قبض

السَّیفَ تلوار کو پکڑنا۔ قَبَضَ عَلیٰ کسی چیز کو بھرپور پکڑنا۔ قَبَضَ عَنْ کسی چیز کی طرف سے ہاتھ کو کھینچ لینا۔ اسی مفہوم کے لحاظ سے خرچ سے ہاتھ روکنے کو قَبَض کہا جاتا ہے مثلاً وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ (۹: ۶۷) اور خرچ کرنے سے ہاتھ بند کئے رہتے ہیں۔ وقَبَضَ اِلیٰ۔ اپنی طرف سمیٹنا۔ مثلاً ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا (۲۵: ۴۶) پھر ہم اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔

قَبْضَتُهٗ مٹھی بھر چیز۔ یعنی مکمل طور پر اس کے اختیار میں ہوگی!

== مَطْوِيّٰتٌ۔ اسم مفعول جمع مؤنث۔ مَطْوِيَّةٌ واحد۔ طَیٌّ مصدر (باب ضرب) لپیٹے ہوئے۔

طَیٌّ کرنا کے دو معنی ہیں (۱) لپیٹنا جیسے کاغذ یا کپڑے کو تہ کرنا۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ (۲۱: ۱۰۴) جس دن ہم آسمان کو اسی طرح لپیٹ لیں گے جیسے کاغذات کا طومار لپیٹ لیا جاتا ہے۔

(۲) مسافت کو قطع کرنا۔ عمر کو گذارنا۔

بقول امام راغب آیت میں دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ کاغذ کی طرح آسمانوں کا لپیٹ دیا جانا بھی۔ اور فنا کر دینا اور تباہ کر دینا بھی۔ قیامت کے دن آسمان بہرحال فنا کر دیئے جائیں گے۔

۳۹: ۶۸ == نُفِخَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب نَفْخٌ (باب نصر) مصدر وہ پھونکا جائے گا۔ صور پھونکا جائے گا۔ یہاں مراد نفخۂ اوّل ہے۔

== الصُّوْرِ۔ صور۔ نرسنگا۔ وہ چیز کو حضرت اسرافیل خلق کو مارنے اور جلانے کے لئے ارشادِ الٰہی سے پھونکیں گے۔

== فَصَعِقَ فَ سببیہ بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی اس (صور پھونکے جانے) کے سبب اور فجائیہ بھی۔ یعنی صور پھونکا جائے گا اور فوراً ..... صَعِقَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب صَعْقٌ مصدر باب سمع سے۔ جس کے معنی گرج کے صدمہ سے بیہوش ہونے اور مرجانے کے آتے ہیں۔ صَعِقَ وہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ وہ مر گیا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا (۷: ۱۴۳) اور (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) بیہوش ہو کر گر پڑے۔

= ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی پھر اسے دوبارہ پھونکا جائے گا۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الصُّوْر ہے۔

= فَاِذَا۔ میں فاء تعقیب کا ہے۔ اذا مفاجاتیہ۔ فَاِذَا ھُمْ قِیَامٌ تو دفعۃً سب کے سب اٹھ کھڑے ہوں گے!

= یَنْظُرُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب نَظْرٌ (باب نصر) مصدر سے۔ وہ دیکھتے ہوں گے۔ وہ دیکھیں گے۔ وہ دیکھنے لگیں گے

مطلب یہ ہے کہ دوسرے نفخہ پر لوگ یکدم قبروں سے نکل کر کھڑے ہو جائیں گے اور حیرانی سے ادھر ادھر نظریں گھما کر دیکھیں گے۔ یا یہ کہ انتظار کریں گے کہ آئندہ ان کے متعلق کیا حکم صادر ہوتا ہے۔ ای یقلبون ابصارھم فی الجھات نظر المبھوت او ینتظرون امر اللہ فیھم۔

۳۹: ۶۹ = اَشْرَقَتْ: ماضی بمعنی مستقبل واحد مؤنث غائب وہ چمک اٹھے گی! اِشْرَاقٌ مصدر (افعال) سے یعنی میدان قیامت کی زمین روشن ہو جائے گی!

= وُضِعَ الْکِتٰبُ۔ وُضِعَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب وَضْعٌ مصدر (باب فتح۔ اَلْوَضْعُ نیچے رکھ دینا۔ اسی سے ہے مَوْضِعٌ (جمع مَوَاضِعُ) بمعنی جگہیں یا موقع۔ جیسے یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ۔ (۵: ۱۳) یہ لوگ کلمات کتاب کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔

اَلْکِتٰبُ سے مراد جمہور نے اعمال نامے لیا ہے ال جنس کے لئے ہے ابن عباس رضی نے اس سے مراد لوح محفوظ لیا ہے کہ ہر ایک اپنے اعمال نامہ کا مقابلہ اس سے کرلے۔ اس میں الف لام عہد کا مراد لیا گیا ہے۔ ابو حیان نے اسے دور از حقیقت لیا ہے اور کہا ہے کہ شاید ابن عباس کی طرف اس قول کی نسبت صحیح نہیں ہے۔

= جِایْٓءَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ جَآءَ یَجِیْءُ (باب ضرب) مصدر مَجِیْءٌ آنا۔ ب تعدیہ کے لئے ہے جَآءَ بِ وہ لایا۔ ج ی ء مادہ۔

جِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّھَدَآءِ پیغمبر اور دوسرے گواہ لائے جائیں گے۔ حاضر کئے جائیں گے!

= الشُّھَدَآءِ گواہ شَھِیْدٌ کی جمع ہے بمعنی حق کی شہادت دینے والا۔ گواہ۔ شاہد الشھید بروزن فعیل بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے) شہید اصطلاح میں اس شخص کو

کہتے ہیں کہ جس نے راہِ خدا میں کافروں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان دیدی ہو۔

عطار نے کہا ہے کہ الشھداء سے مراد اعمال لکھنے والے فرشتے ہیں اور اسی پر دلالت کررہی ہے یہ آیت وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ (۵۰:۲۱) اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ ایک (فرشتہ) تو اس کے ساتھ ہمراہ لانے والا ہوگا۔ اور ایک (فرشتہ) گواہ ہوگا۔ (یہ دونوں فرشتے وہی کاتب اعمال ہوں گے۔ عرف عام میں انہی کو کراماً کاتبین کہتے ہیں۔ (الماجدی)

= قُضِيَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب یہاں ماضی بمعنی مستقبل استعمال ہوا ہے۔ فیصلہ کردیا جائے گا۔

قَضٰى ماضی معروف قَضَآءٌ مصدر۔ مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ پورا کرنا۔ عزم کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ حکم جاری کرنا۔ حکم دینا۔ قطعی وحی بھیج کر اطلاع دینا۔ مقرر کرنا۔ حاجت پوری کرکے قطع تعلق کرلینا۔ فارغ ہونا۔ مرجانا۔ مار ڈالنا وغیرہ۔

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ اور ان کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کردیا جائیگا

۳۹/۷۰ = وُفِّيَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب تَوْفِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ پورا پورا دیا جائیگا۔ (ماضی بمعنی مستقبل)

الوافی مکمل اور پوری چیز کو کہتے ہیں جیسے اَوْفَيْتُ الْكَيْلَ وَالْوَزْنَ۔ میں نے ناپ یا تول کر پورا پورا دیا۔ یا جیسے قرآن مجید میں ہے وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ (۱۷: ۳۵) اور جب (کوئی چیز) ماپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھر کر دو۔

= وَهُوَ اَعْلَمُ: میں هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔

۳۹: ۷۱ = سِيْقَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب سَوْقٌ وسِيَاقَةٌ و مَسَاقٌ۔ (باب نصر) مصدر۔ ہانکنا۔ ہانک لے جانا۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل ہے وہ ہانک لے جائے جائیں گے۔

= زُمَرًا جتھے۔ جتھے، گروہ در گروہ، جوق در جوق۔ زُمْرَةٌ کی جمع۔ جس کے معنی تھوڑی تھوڑی جماعت کے ہیں۔ بوجہ حال منصوب ہے۔

= جَآءُوْهَا۔ اَبْوَابُهَا۔ خَزَنَتُهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جہنم ہے۔

= مِنْكُمْ ای مِنْ جِنْسِكُمْ۔ تمہاری ہی جنس سے تم میں سے ہی۔ تمہاری نوع

میں ہے۔

== اَلَمْ يَاْتِكُمْ: استفہام تقریری ہے۔

== يَتْلُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب تِلَاوَةٌ مصدر باب نصر، پڑھ کر سنایا کرتے تھے

== يُنْذِرُوْنَكُمْ - يُنْذِرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِنْذَارٌ افعال مصدر بمعنی ڈرانا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر تم کو ڈرایا کرتے تھے۔

== لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا۔ يَوْمِكُمْ مضاف مضاف الیہ هٰذَا متعلق يَوْمَ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ لِقَاءَ مضاف۔ تمہارے اس دن کی پیشی۔ لِقَاءَ حاصل مصدر ہے لَقِيَ يَلْقٰى (سمع) لَقْيٌ وَلِقَاءَةٌ مصدر سے معنی ملنا۔ سامنے آنا۔ پیش ہونا۔ يُنْذِرُوْنَ کا مفعول ثانی ہے يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا کو تمہارے اس دن کی پیشی سے ڈرایا کرتے تھے!

يَوْمِكُمْ هٰذَا۔ سے مراد یوم قیامت ہے یا کافروں کے جہنم میں داخل ہونے کا وقت۔

== بَلٰى - ہاں بے شک استفہام تقریری کے جواب میں۔ ای قالوا بلٰی قد اتانا رسل منا تلوا علینا ایٰت ربنا و انذرونا لقاء یومنا ھذا۔ وہ کہیں گے ہاں بے شک ہم میں سے ہی (خدا کی طرف سے) رسول ہماری طرف آئے تھے ہمارے رب کی آیات کو انہوں نے پڑھ پڑھ کر سنایا اور ہمیں اس دن کی پیشی سے ڈرایا۔

== حَقَّتْ ماضی واحد مؤنث غائب ضمیر فاعل واحد مؤنث کا مرجع كلمة ہے۔ ٹھیک پڑی۔ ثابت ہوئی۔

== كَلِمَةُ الْعَذَابِ مضاف مضاف الیہ عذاب کا حکم۔ کافروں کے لئے عذاب کا حکم جو علم ازلی میں ان کے اعمال پر مترتب ہو کر لوح محفوظ میں درج ہے یا اس کا اشارہ قول الٰہی کی طرف ہے۔ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ (۳۸: ۸۵) کہ میں تجھ سے اور ان میں سے جو تیرا ساتھ دیں ان سب سے دوزخ کو ضرور بھر دوں گا!

وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔ لیکن عذاب کا حکم (آخر) کافروں پر سچا ثابت ہو کر ہی رہا۔ یا کافروں کے خلاف عذاب کا حکم (آخر) پورا ہو کر ہی رہا۔

۳۹: ۷۲ == خٰلِدِيْنَ۔ ہمیشہ رہنے والے۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر منصوب بوجہ حال۔

== فِيْهَا۔ ای فی جہنم۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جہنم ہے۔

= بِئْسَ : بُرا ہے ۔ فعل ذم ہے ۔ اس کی گردان نہیں آتی ۔ بِئْسَ اصل میں بَئِسَ تھا (بروزن فعل باب سمع) عین کلمہ کی اتباع میں اس کے فار کلمہ کو کسرہ دیا گیا پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر دیا بِئْسَ ہو گیا ۔

= مَثْوَی الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل ہے بِئْسَ کا ۔

مَثْوٰی ۔ ظرف مکان ۔ فرودگاہ ۔ نیز ملاحظہ ہو ۳۹ : ۶۰) متذکرہ بالا ۔

المتکبرین ۔ میں الف لام جنس کا ہے ۔ تکبر کرنے والے ۔ حق کو حقیر سمجھ کر قبول نہ کرنے والے ۔

فَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۔ پس تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ بہت بُرا ہے ۔

۳۹ : ۷۳ = اِتَّقَوْا ۔ انہوں نے پرہیزگاری اختیار کی ۔ جو ڈرتے رہے ۔ ملاحظہ ہو ۳۹ : ۶۱ متذکرۃ الصدر ۔

= حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا ۔ میں بعض کے نزدیک واؤ زائد ہے ۔ کیونکہ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا جواب ہے حَتّٰٓی اِذَا کا ۔ یعنی یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اس کے (جنت کے) دروازے کھول دیئے جائیں گے ۔

اور بعض کے نزدیک واؤ عاطفہ ہے زائد نہیں ہے اور حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْهَا کا جواب محذوف ہے ای حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا (دَخَلُوْهَا) یعنی جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اور اس (جنت) کے دروازے کھول دیئے جائیں گے یہ اس میں داخل ہو جائیں گے ۔

هَا ۔ ضمیر واحد مونث غائب کا مرجع الجنۃ ہے ۔

= طِبْتُمْ ، ماضی جمع مذکر حاضر ۔ طَابَ يَطِيْبُ (باب ضرب) سے ۔ طِيْبٌ طَابٌ ۔ طِيْبَةٌ و تَطْيَابٌ مصادر ۔ اچھا ہونا ۔ عمدہ ہونا ۔ مزیدار خوشذائقہ ہونا ۔

طَيِّبٌ ۔ طِيْبٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔ اور طَيِّبٌ وہ چیز ہے کہ جس سے حواس لذت اٹھائیں ۔ اور جی مزہ پائے ۔

طَعَامٌ طَيِّبٌ شرع میں وہ ہے جو جائز طور پر ، جائز مقدار میں ، جائز مقام سے حاصل کیا گیا ہو ۔ پاکیزہ ، صاف ستھرا ، حلال اسی طیب کی صفات ہیں ۔

عا لہٰذا طَابَ يَطِيْبُ جہاں تک رزق کا تعلق ہے اس کا حلال و پاکیزہ اور ہر لحاظ سے جائز ہونا مراد ہے ۔

عا۲ اور جہاں تک کسی کی ذات سے تعلق ہے گناہوں کی آلودگیوں سے پاک ہونا ہے ۔

عا۳ اور جہاں تک ارادہ و خواہش کا تعلق ہے اس میں خوشی ، لطافت ، عدم اکراہ کا ہونا ہے ۔

مثلاً (نمبرا) وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا (۵: ۸۸) اور جو حلال طیب روزی خدا نے تمہیں دی ہے اُسے کھاؤ۔ اور كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ (۲۳: ۵۱) پاکیزہ چیزیں کھاؤ

اور (نمبر ۲) کے متعلق طِبْتُمْ (آیت ہذا ۳۹: ۷۳) زجاج نے کہا ہے کہ طِبْتُمْ کا مطلب یہ ہے کہ تم دنیا میں شرک اور معاصی کی گندگیوں سے پاک تھے (تفسیر مظہری)

(اور (نمبر ۳) کے متعلق قرآن مجید میں ہے فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ (۴: ۴) ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے تم کو چھوڑ دیں۔ اور فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (۴: ۳) (تو ان کے سوا) جو عورتیں تم کو پسند ہوں اُن سے نکاح کر لو۔

== فَادْخُلُوْهَا۔ میں فَ سببیہ ہے یعنی ان لوگوں کا شرک و معاصی سے پاک ہونا ہی جنت میں داخل ہونے اور وہاں ہمیشہ رہنے کا سبب ہوگا۔

اُدْخُلُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ھَا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع اَلْجَنَّةُ ہے

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ۔ ان الفاظ کے ساتھ جنت کے دروازے پر فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔

فَائِدَہ آیت ۷۱ میں جہنمیوں کے لئے اور آیت ۷۳ میں بہشتیوں کے لئے دونوں کے لئے لفظ سِيْقَ آیا ہے۔ سَاقَ يَسُوْقُ سُوْقٌ وَ سِيَاقَةٌ وَ مَسَاقٌ جانور کو ہانکنے کے لئے استعمال ہوتا ہے، لیکن معلوم ہونا چاہئے کہ فاعل کے بدلنے سے فعل کے معنی بدل جاتے ہیں۔ مثلاً گواہ بیٹھ گیا۔ آنکھ بیٹھ گئی وغیرہ۔

یہاں لفظ سِيْقَ اہل دوزخ کے لئے بُرے معنوں میں استعمال ہوا ہے ان کو سخت گیر فرشتے زبردستی دوزخ کی طرف مویشیوں جانوروں کی طرح ہانک کر لے جائیں گے اگرچہ وہ دوزخ میں جانا ہرگز نہ چاہیں گے۔

دوسری طرف اہل جنت کے لئے اس لفظ کے استعمال کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

۱:۔ اہل جنت کو بہ سرعت جنت میں لے جانے کے لئے لفظ سِيْقَ استعمال ہوا ہے

۲:۔ اہل جنت کو اعزازاً سواری پر جنت میں لے جایا جائے گا اور سواری کی تیزی کو لفظ سِيْقَ سے بیان کیا گیا ہے۔

۳:۔ جب اہل ایمان و اہل تقویٰ محشر میں دیدار الٰہی سے مشرف ہوں گے تو وہ اس منظر کو چھوڑنے سے تامل کریں گے کیونکہ ان کے نزدیک دیدار الٰہی ہی منتہی الارب ہوگا اور فرط اشتیاق میں وہ بھول جائیں گے کہ جنت میں بھی ان کو یہ نعمت عطا ہوگی: لہٰذا ان کو فرشتے علی الرغم جنت کی

طرف لیجائیں گے۔

۳۹: ۷۴ == اَوْرَثَنَا۔ اَوْرَثَ ماضی واحد مذکر غائب اِیْرَاثٌ (افعال) مصدر نَا ضمیر مفعول جمع متکلم اس نے ہم کو وارث بنایا۔ یعنی ہم کو مالک بنا دیا۔ کہ جس طرح چاہیں استعمال میں لائیں۔

== اَلْاَرْضَ۔ سے مراد زمین جنت ہے۔

== نَتَبَوَّأُ مضارع جمع متکلم۔ تَبَوُّءٌ (تفعل) مصدر ب و ء مادہ۔ اَلْبَوَاءُ کے اصل معنی کسی جگہ کے اجزار کا مساوی اور سازگار ہونے کے ہیں لہٰذا مَکَانٌ بَوَاءٌ اس مقام کو کہتے ہیں کہ جو اس جگہ اترنے والے کے لئے سازگار اور موافق ہو۔ بَوَّأْتُ لَہٗ مَکَانًا میں نے اس کے لئے جگہ کو درست اور ہموار کیا۔

تَبَوَّأَ الْمَکَانَ کسی جگہ اقامت اختیار کرنا۔ نَتَبَوَّأُ ہم سکونت اختیار کریں ۔۔۔ ہم سکونت پذیر ہوں۔

۳۹: ۷۵ == حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ۔ حَآفِّیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر حَفَّ یَحُفُّ و حَفَّ یَحِفُّ (نصر، ضرب) حَفٌّ و حِفَافٌ گھیرنا۔

اَلْحَفُّ کے معنی کسی چیز کو حافتین یعنی دونوں جانب سے گھیرنے یا احاطہ کرلینے کے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے وَحَفَفْنٰھُمَا بِنَخْلٍ (۱۸: ۳۲) اور ہم نے ان دونوں کے گرداگرد کھجوروں کے درخت لگا دئیے تھے۔

حَآفِّیْنَ گرداگرد گھیرنے والے۔ گھیرے ہوئے۔ حلقہ بنائے ہوئے اَلْمَلٰٓئِکَۃَ سے حال ہے۔

حَوْلِ الْعَرْشِ مضاف مضاف الیہ عرش کے گرد۔ حَالَ یَحُوْلُ (نصر) سے مصدر ہے۔

== یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّھِمْ۔ اپنے رب کی حمد اور پاکی بیان کرتے ہوئے۔ جملہ حالیہ ہے۔

فرشتوں کی یہ تسبیح، تسبیح عبادت نہ ہوگی، عبادت کا حکم تو اس وقت ساقط ہو چکا ہوگا۔ بلکہ یہ تسبیح تلذذ ہوگی فرشتے اس تسبیح سے لذت اندوز ہوں گے (تفسیر مظہری)

== قُضِیَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب ماضی بمعنی مستقبل۔ فیصلہ کر دیا جائے گا۔ یا فیصلہ کر دیا گیا ہوگا۔

= بَیْنَھُمْ ۔ ای بین العباد کلھم بادخال لبعضھم الجنۃ ولبعضھم النار ۔ یعنی تمام مخلوق کے درمیان بعض کو جنت میں اور بعض کو دوزخ میں داخل کرنے کا حکم دیا جائے گا ۔ بِالْحَقِّ انصاف کے ساتھ ۔
= وَ قِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ اور کہا جائے گا سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو رب العالمین ہے ۔

یہ جملہ کہنے والا کون ہوگا؟

۱:۔ جب اللہ کا وعدہ پورا ہو جائے گا اور مؤمن بہشت میں چلے جائیں گے تو لبطور شکر الحمد للہ ربّ العلمین کہیں گے ۔

۲:۔ کائنات کی ہر چیز اپنے خالق ومالک کریم ورحیم پروردگار کی حمد کریگی (ابن کثیر)

۳:۔ جب اللہ اپنے دوستوں کو جنت میں اور دشمنوں کو دوزخ میں داخل کرے گا تو ملائکہ لبطور شکر یہ جملہ کہیں گے ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

(۴۰) سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ (۸۵)

۴۰: ۱ = حٰمٓ ۔ حروفِ مقطعات ہیں ان کا علم خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔

۴۰: ۲ = تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ؕ

تَنْزِيْلٌ بروزن تفعیل مصدر ہے۔ اتارنا۔ نازل کرنا۔ مضاف الکتب مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔ مِنَ اللّٰهِ اس کی خبر۔ اَلْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔

الکتب سے مراد یہ سورۃ ہے یا قرآن ہے۔ العزیز (اپنی حکومت میں) سب پر غالب۔ العلیم (اپنی مخلوق سے پوری طرح) جاننے والا۔

۴۰: ۳ = غَافِرِ الذَّنْبِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ غافر اسم فاعل واحد مذکر الغفر (باب ضرب) کے معنی ہیں کسی شے کو کسی ایسی چیز میں چھپا دینا جو اسے میل کچیل سے بچا سکے۔ چنانچہ محاورہ ہے اِغْفِرْ ثَوْبَكَ فِي الْوِعَاءِ اپنے کپڑے صندوق وغیرہ میں چھپا کر رکھ لو۔

خدا کی طرف سے مغفرۃ یا غفران کے معنی بندے کو عذاب سے بچا لینا ہے یا معاف کر دینا ہے دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے (وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ (۳: ۱۳۵) اور خدا کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ غَافِرِ الذَّنْبِ گناہ بخشنے والا۔

= قَابِلِ التَّوْبِ ؛ مضاف مضاف الیہ۔ قَابِلٌ قُبُوْلٌ وقَبُوْلٌ مصدر باب سمع سے۔ اسم فاعل واحد مذکر بحالت جر ہے قبول کرنے والا۔ تَوْبٌ تَابَ يَتُوْبُ (باب نصر) سے مصدر ہے بعض کے نزدیک تَوْبَةٌ کی جمع ہے جیسے دَوْمَةٌ کی جمع دَوْمٌ آتی ہے۔ قَابِلِ التَّوْبِ توبہ قبول کرنے والا۔

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ ۔ واو عاطفہ کا (جو جمعیۃ پر دلالت کرتا ہے) لانا

دلالت کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں دونوں صفتیں جمع ہیں۔ اس لئے دونوں صفتوں میں تغایر ظاہر کرنے کے لئے حرف عاطف ذکر کر دیا کیونکہ اصل ضابطہ یہی ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت ہونی چاہئے۔

= شَدِيْدِ الْعِقَابِ۔ مضاف مضاف الیہ، سخت عذاب دینے والا۔ (شدید معنی مشدد)

= ذِي الطَّوْلِ: بڑی قدرت والا۔ ذِیْ مضاف اَلطَّوْلِ مضاف الیہ۔ الطول قدرت مقدور، تونگری، بڑی قدرت والا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا (۴: ۲۵) اور جو شخص تم میں سے مقدور نہ رکھے (مومن آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کا)

= العزیز العلیم، غافر الذنب، قابل التوب، شدید العقاب، ذی الطول۔ سب اللہ کی صفات ہیں۔

= اَلْمَصِيْرُ۔ اسم ظرف مکان۔ صَارَ يَصِيْرُ (باب ضرب) سے مصدر بھی ہے صَيْرٌ مادہ لوٹنے کی جگہ، ٹھکانا۔ قرارگاہ۔

۴۰: ۴ = مَا يُجَادِلُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب، وہ جھگڑا کرتا ہے، جَادَلَ يُجَادِلُ مجادلۃ (مفاعلۃ) سے۔ یہاں صیغہ واحد بمعنی صیغہ جمع آیا ہے یعنی نہیں جھگڑا کیا کرتے (اللہ کی آیات میں مگر کافر۔)

= فَلَا يَغْرُرْكَ۔ لَا يَغْرُرْ، فعل نہی واحد مذکر غائب غُرُوْرٌ مصدر (باب نصر) كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ تجھے فریب نہ دے، تجھے دھوکہ میں نہ ڈالے۔

الفاء سببیہ ہے یعنی ان کفار کا کرّوفر سے اپنے تجارتی قافلے لے کر کبھی شام کی طرف اور کبھی یمن کی طرف جانا اور ہر دفعہ دولت و ثروت کے ڈھیر سمیٹ کر واپس آنا تمہارے لئے اس دھوکے کا سبب بن جائے۔ کہ شاید ان کے کفر کی ان کو سزا نہ ملے گی۔ یہ تنعم محض عارضی ہے اور عنقریب وہ عذاب و ہلاکت سے دوچار ہوں گے۔

الفاء فی قولہ فلا یغررک سببیۃ ای لا یمکن تقلبھم فی بلاد اللہ متنعمین بالاموال والارزاق سببا لاغترارک بھم فتظن بھم ظنا حسنا لان ذلک التنعم تنعم استدراج۔ وھو زائل عن قریب وھم صائرون الی الھلاک والعذاب الدائم۔ (اضواء البیان)

= تَقَلُّبُهُمْ مضاف مضاف الیہ، تقلب (تفعل) مصدر۔ پھرنا۔ پھر پھر جانا۔

آنا جانا۔ الٹنا پلٹنا۔ ھُمْ ضمیر کا مرجع کفار قریش ہیں۔

= فِی الْبِلَادِ ۔ ای فی بلاد اللہ ۔ یہاں اشارہ ہے جنوب میں یمن سے اور شمال میں ملک شام سے جہاں قریش کے تجارتی قافلے اکثر آیا جایا کرتے تھے اس کا تذکرہ سورۃ قریش میں آیا ہے رحلۃ الشتاء (للیمن) رحلۃ الصیف (للشام)

۴۰: ۵ = قَبْلَھُمْ ۔ ای قبل کفار قریش ۔ کفار قریش سے پہلے۔

= وَالْاَحْزَابُ مِنْ بَعْدِھِمْ ۔ اَلْاَحْزَابُ حِزْبٌ کی جمع ہے جس کے معنی جماعت یا گروہ کے ہیں ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع قوم نوح ہے۔

مطلب: قوم نوح کے بعد وہ کافر امتیں جو کہ پیغمبروں کے خلاف جتھہ بند ہو گئی تھیں اور مقابلہ پر آگئیں جیسے قوم عاد و ثمود و قوم لوط۔

= وَھَمَّتْ کُلُّ اُمَّۃٍ بِرَسُوْلِھِمْ ۔ ھَمَّتْ ماضی واحد مؤنث غائب ھَمٌّ باب نصر مصدر ہے۔ ھَمَّ بِ کسی چیز کا ارادہ کرنا۔ چاہنا۔ اور ہر امت نے اپنے رسول کا ارادہ کرلیا۔

لِیَاْخُذُوْہُ ۔ لام تعلیل کا یَاْخُذُوْا مضارع جمع مذکر غائب (منصوب بوجہ عمل لام) اَخْذٌ باب نصر مصدر ہے۔ کہ وہ اس کو پکڑلیں۔

حضرت ابن عباس رض نے اس کا ترجمہ کیا ہے تاکہ وہ اپنے پیغمبر کو قتل کردیں۔ اور ہلاک کردیں اور بعض علماء نے ترجمہ کیا ہے تاکہ پیغمبر کو گرفتار کرلیں۔

عرب قیدی کو اَخِیْذٌ (یعنی پکڑا ہوا۔ گرفتار) کہتے ہیں۔

= جٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ ۔ جٰدَلُوْا ماضی جمع مذکر غائب مُجَادَلَۃٌ (مفاعلۃ) مصدر ہے انہوں نے جھگڑا کیا بِالْبَاطِلِ جھوٹ کے ساتھ۔ یعنی جھوٹی بات کو بنیاد بنا کر بغیر حق کے، باطل قول کے ساتھ۔

مطلب: انہوں نے ناحق محض جھوٹ پر مبنی باتوں کو لے کر جھگڑے کھڑے کر دیے تھے

= لِیُدْحِضُوْا بِہٖ ۔ لام تعلیل کا۔ یُدْحِضُوْا مضارع جمع مذکر غائب منصوب بوجہ عمل لام ادحاض (افعال) مصدر بمعنی زائل کرنا۔ باطل کرنا۔ بِہٖ میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب کا مرجع باطل ہے۔

مطلب یہ ہے کہ وہ اس باطل بات کے ذریعہ سے یا اس ناحق ذریعہ سے حق کو زائل کردیں یا باطل کردیں۔ ڈگمگادیں یا دبادیں۔

= فَاَخَذْتُھُمْ : ف سببیہ ہے اَخَذْتُ ماضی واحد متکلم ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب

پس میں نے ان کو پکڑ لیا۔ یعنی ان کو سزا دینے کے لئے میں نے پکڑ لیا۔

= کَیْفَ۔ استفہامیہ ہے۔ کَیْفَ سوالیہ کے ذریعہ سے صفاتِ مخلوق کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔ لیکن جہاں اللہ نے اپنی ذات وصفات کے موقع پر لفظ کیف کو استعمال کیا ہے وہاں غیر حقیقی استفہام مراد ہوتا ہے یعنی صرف استخبار، خواہ بطور تعجب یا مخاطب کو تنبیہ اور توبیخ کرنے کے لئے۔ یہاں بطور تعجب آیا ہے۔

روح المعانی میں ہے و ھذا التقریر فیہ تعجیب للسامعین مما وقع بھم اس تقریر میں جھوٹا جھگڑا کرنے والوں پر جو گذری اس پر سامعین کے لئے تعجیب ہے۔

= عِقَابِ۔ اصل میں عِقَابِیْ تھا۔ ی کو ساقط کردیا گیا۔ میری سزا۔ یعنی میری طرف سے دی گئی سزا۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھا میری طرف سے ان کو کیسی سزا ملی۔

۴۰: ۶ = کَذٰلِكَ کاف اول حرف تشبیہ ہے ذٰ۔ اسم اشارہ دیہ۔ اس ل لام علامت اشارہ بعید۔ آخر کاف حرف خطاب واحد مذکر اسم۔ کَذٰلِكَ سے اشارہ مذکورۃ سابق کی طرف ہوتا ہے۔ جس کا ترجمہ۔ ایسے ہی۔ اسی طرح۔

= حَقَّتْ ٹھیک پڑی۔ ثابت ہوئی۔ واجب ہوئی۔ پوری ہوئی۔ لازم ہوئی، نیز ملاحظہ ہو ۱۰: ۹۶ متذکرہ بالا۔

= کَلِمَتُ حکم: ازلی تحریر، حکم الٰہی سابق۔

کَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔

ا:۔ اَنَّھُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ۔ مقام نصب میں ہے اور اَنَّھُمْ میں لام تعلیل محذوف ہے۔ یعنی لِاَنَّھُمْ ہے۔

آیت کا مطلب یوں ہوگا۔

جس طرح مذکورہ بالا کفار امم سابقہ میں سے مرسلین حق کے ساتھ جھوٹی باتوں پر اڑے رہے اور جھگڑتے رہے اور رسولوں کی ایذار اور قتل کے درپے رہے اور انجام کار خدا کے عذاب نے انہیں بری طرح آلیا اور وہ ہلاک ہوئے اسی طرح تیرے پروردگار کا حکم کفار پر (کفار قریش مراد ہے) واجب ہوکر رہیگا۔ (وہ بھی عذاب الٰہی کا مزہ چکھیں گے اور ہلاکت کو پہنچیں گے) کیونکہ انجام کار وہ ایک ہی قدر مشترک میں مجتمع ہیں یعنی وہ

دوزخی ہیں۔
۲:۔ اگر جملہ اَنَّھُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ محل رفع میں ہے بوجہ کَلِمَتُ رَبِّکَ کا بدل ہونے کے تو اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔
(ا) جس طرح گذشتہ کافر امتوں پر خدا کا فرمان عذاب پورا ہوا۔ اسی طرح آپ کی امت میں سے جو لوگ کافر ہیں ان پر قول عذاب پورا ہوگا یعنی وہ داخل جہنم ہوں گے ؛
(ب) جس طرح گذشتہ کافر امتوں پر خدا کا فرمان عذاب پورا ہوا اسی طرح جو لوگ بھی کفر کے مرتکب ہوئے ہیں یا ہوں گے ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان چسپاں ہو چکا کہ وہ جہنمی ہونگے۔
۴۰: ۷ = یَحْمِلُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب، وہ اٹھاتے ہیں وہ اٹھائے ہوں گے حَمْلٌ (باب ضرب) مصدر سے۔
= یَسْتَغْفِرُوْنَ : مضارع جمع مذکر غائب استغفار (استفعال) مصدر۔ وہ مغفرت طلب کرتے ہیں۔ وہ معافی مانگتے ہیں۔
= وَسِعْتَ ۔ ماضی واحد مذکر حاضر سَعَۃٌ مصدر۔ یہ وسعتِ مکانی، وسعتِ حالت اور وسعتِ فعل کے لئے آتا ہے مثلاً وسعتِ مکانی کے متعلق کہیں گے ھٰذَا الْاِنَاءُ یَسَعُ عِشْرِیْنَ کَیْلًا۔ اس برتن میں بیس کیل سماتے ہیں۔
اور وسعتِ حالت کے متعلق : لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَۃٍ مِّنْ سَعَتِہٖ (۶۵:۷) صاحبِ وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہئے۔ اور وسعتِ فعل (یعنی قدرت وجود و رحمت و علم و فضل وغیرہ کے لحاظ سے وسیع ہونا) مثلاً وَسِعَ رَبِّیْ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا۔ (۶ : ۸۱) میرا پروردگار بلحاظ علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یا اور جگہ فرمایا وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (۷:۱۵۶) اور جو میری رحمت ہے وہ ہر چیز کو شامل ہے۔
آیت ہذا میں وَسِعْتَ کُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَۃً وَّعِلْمًا۔ تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو شامل ہے۔ رَحْمَۃً وَّعِلْمًا بوجہ تمیز منصوب ہیں۔
= فَاغْفِرْ ۔ فعل امر، واحد مذکر حاضر۔ غَفْرٌ (باب ضرب) سے تو معاف کر، تو بخش دے۔
اصل میں غفر ایسے لباس کو کہتے ہیں جو ہر قسم کی گندگی اور میل سے محفوظ رکھ سکے۔ مغفرت الٰہی کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو عذاب سے محفوظ رکھے۔

اسی اعتبار سے غفر کا استعمال معاف کرنے اور بخش دینے کے معنی میں ہوتا ہے۔
الفلاء سببیہ ہے۔ اس کی رحمت سبب مغفرت ہے اعمال موجب مغفرت نہیں ہیں
== سَبِیْلَكَ ۔ مضاف مضاف الیہ، تیری راہ۔ تیرا راستہ، مراد تیرا دین۔
== قِهِمْ ۔ قِ ۔ هِمْ ۔ قِ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔ هِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وِقَایَۃٌ اور وِقَایٌ مصدر (باب ضرب) وقی مادّہ۔
قِ فعل امر حاضر معروف تَقِیْ (فعل مضارع معروف سے بنایا گیا ہے علامت مضارع کو شروع سے اور ی حرف علت کو آخر سے گرادیا قِ رہ گیا۔
قِهِمْ تو ان کو بچا۔ تو ان کو محفوظ رکھ۔
== رَبَّنَا ۔ اے ہمارے پروردگار۔ تکریر الندا لزیادۃ الاستعطاف۔ ندائیہ کلمہ زیادتی طلب رحمت کے دوبارہ لایا گیا ہے۔
۴۰: ۸ == وَاَدْخِلْهُمْ ۔ اَدْخِلْ فعل امر حاضر واحد مذکر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر تو ان کو داخل کر۔ اِدْخَالٌ (افعال) مصدر۔
== جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ ۔ اگر عَدْنٍ علم ہے جیسا کہ بعض علماء کا خیال ہے (اور وہ اس آیۃ کو دلیل میں پیش کرتے ہیں کیونکہ یہاں معرفہ کو اس کی صفت لایا گیا ہے) اس صورت میں جنّٰت عدن ترکیب اضافی ہے بمعنی عدن کے باغات۔
اور اگر عَدْنٌ کو عَدَنَ یَعْدِنُ (باب ضرب) یا عَدَنَ یَعْدُنُ (باب نصر) کا مصدر لیا جاوے تو یہ ترکیب توصیفی ہے جنّٰت موصوف اور عدن صفت یعنی ایسے باغات جہاں مستقل طور پر رہنا اور بسنا ہو۔
ترجمہ ہوگا: (اے پروردگار ان کو) جنّٰتِ عدن (میں داخل فرما) جن کا تونے ان سے وعدہ کیا ہے۔
== وَمَنْ صَلَحَ ۔ واو عاطفہ ہے۔ مَنْ موصولہ۔ اس کا عطف ادخلهم کی ضمیر هُمْ پر ہے۔ ای وادخل معهم هؤلاء اور ان کے ساتھ ان کو بھی داخل فرما۔ صَلَحَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب صَلَاحٌ صُلُوحٌ مصدر (باب فتح) نیک ہونا۔ نیکی کرنا
صَلَحَ ... قرآن مجید میں کہیں فَسَادٌ ... گیا ... [illegible]

فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ، (۷ : ۵۶) اور ملک میں اس کی اصلاح کے بعد خرابی مت مچاؤ۔
اور کہیں اس کا مقابلہ سَيِّئَةٌ سے ہے مثلاً خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ط
(۹ : ۱۰۲) انہوں نے اچھے اور بُرے عملوں کو ملا جُلا (خلط ملط) کر دیا۔
یہاں مَنْ صَلَحَ سے مراد وہ اشخاص ہیں جو (جنت میں داخل ہونے کی) صلاحیت رکھتے ہوں یعنی جو ایمان رکھنے والے ہوں خواہ ان سے گناہ کا ارتکاب ہوا ہو۔

۴۰ : ۹ == وَقِهِمْ۔ میں واؤ عاطفہ ہے قِ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو آیت ۷ تذکرہ بالا) هِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اور ان کو بچالے ، محفوظ رکھ ۔
== السَّيِّاٰتِ ای وقهم جزاء السيّاٰت اور ان کو ان کی برائیوں کی سزا سے بچالے۔ یا بدوں اضافت "ان کو برائیوں سے (دنیا میں) بچالے"
== مَنْ موصول ہے۔ مِنْ بیانیہ ہے۔ تبعیضیہ بھی ہو سکتا ہے ۔
== تَقِ : مضارع واحد مذکر حاضر۔ وَقْیٌ مصدر باب ضرب تَقِ اصل میں تَقِیْ تھا۔ عامل کے آنے سے یٰ حرف علت ساقط ہو گیا۔ تو بچادے۔ تو بچاتا ہے۔ تو بچادیگا
وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ، مَنْ اسم موصول ہے ۔
السَّيِّاٰتِ سے مراد برائیاں ۔ اعمال بد یا اعمال بد کی جزاء۔ برائیوں کی سزا ہے ۔
يَوْمَئِذٍ اس روز ، اس سے مراد یوم مؤاخذہ (روز قیامت) ہے یا یوم عمل یعنی دنیا ہے ۔

آیت کا لفظی ترجمہ یہ ہے :۔
جس کو تو نے برائیوں سے اس روز بچالیا۔ اس پر تو نے (بڑی) رحمت (مہربانی) کی
اگر يَوْمَئِذٍ سے مراد یوم عمل لیا جائے تو آیت کا مطلب ہو گا:۔
جس کو تو نے (دنیا میں) اعمال بد سے بچا لیا (وہ آخرت میں عذاب سے بچ گیا اس طرح روز قیامت) اس پر تیری بڑی رحمت ہوئی ۔
اور اگر يَوْمَئِذٍ سے مراد یوم حساب لیا جائے تو السَّيِّاٰت بمعنی عقوبات سیّاٰت (بداعمال کی سزا) آئے گا۔ یعنی جس کو تو نے روز قیامت اس کے اعمال بد کی سزا سے (اپنی رحمت سے) بچالیا اس پر تیری (بڑی) مہربانی ہوئی ۔
== ذٰلِكَ کا اشارہ رحمت کی طرف ہے یا عذاب سے بچاؤ کی طرف یا دونوں کی طرف
== اَلْفَوْزُ الْعَظِيْمُ . موصوف وصفت ، بڑی کامیابی۔

فَائِدَہ آیات ۷ تا ۹ میں فرشتوں کی طرف سے مومنوں کو جنت میں داخل کرنے کی دعا اور عذاب سے محفوظ رکھنے کی دعا ہے۔

تفسیر مظہری میں ہے:

ایک سوال: ملائکہ کو جب معلوم ہے کہ اللہ نے مومنوں کو جنت میں داخل کرنے کا وعدہ فرمالیا ہے (مثلاً وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ ...... وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۔(۱۳: ۲۲-۲۳) اور اللہ کے وعدہ کے خلاف ہونا ممکن ہی نہیں تو پھر اللہ سے مومنوں کو جنت میں داخل کرنے کی دعا کرنا بے سود ہے ...... جواب میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے دلوں میں مومنوں کی محبت ڈالدی ہے۔ اور اسی محبت کا تقاضا ہے کہ وہ مومنوں کے لئے دعا کرتے ہیں۔ پھر دعا کا مقصد مزید رحمت کی طلب بھی ہوتا ہے۔ اور اللہ کے محبوب بندوں کے لئے دعا کرنے والوں کو خود بھی اللہ کی رحمت اور رضامندی کا ایک حصہ ملتا ہے۔

۴۰ : ۱۰ = يُنَادَوْنَ ، مضارع مجہول جمع مذکر غائب فعل مالم یسم فاعلہ اَلَّذِيْنَ اسم موصول مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔ ان کو پکارا جائیگا۔ مُنَادَاةٌ (مفاعلۃ) مصدر

مطلب یہ کہ جب کافر لوگ اپنے اعمال بد کے نتیجے میں دوزخ کے اندر سزا بھگت رہے ہوں گے وہ اپنے نفسوں سے سخت نفرت کریں گے۔ کیونکہ انہیں کے نفوس نے ان کو دنیا میں گناہ اور کفر پر آمادہ کیا تھا۔ جس کا نتیجہ وہ اب بھگت رہے ہیں۔ اس حالت میں دوزخ کے فرشتے ان کافروں کو پکاریں گے اور کہیں گے۔ یا مومن لوگ ان کافروں کو پکاریں گے

= لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ لام ابتدائیہ یا قسم کے لئے مَقْتُ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ۔ مَقْتٌ مصدر ہے۔ یہ مصدر کی اضافت اس کے فاعل کی طرف ہے۔ اَلْمَقْتُ (باب نصر) کے معنی کسی شخص کو فعل قبیح کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھ کر اس سے نفرت کرنے کے ہیں۔

مَقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ۔ مرکب اضافی۔ تمہاری اپنی نفسوں سے نفرت۔

لَمَقْتُ اللّٰهِ ...... فَتَكْفُرُوْنَ ؛ یہ دوزخ کے فرشتوں یا مومنوں کا مقولہ ہے۔ یعنی وہ یہ کہیں گے ای يُنَادَوْنَ فَيُقَالُ لَهُمْ ان کو پکارا جائے گا اور ان سے کہا جائیگا

= اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ میں اِذْ ظرفیہ نہیں بلکہ تعلیلیہ ہے اور مَقْتُ اللّٰهِ اور مَقْتِكُمْ کا زمانہ ایک ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آج تم جس قدر اپنے نفسوں سے نفرت

کر رہے ہو اللہ تم سے اس سے زیادہ نفرت کر رہا ہے۔ کیونکہ (دنیا میں) ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم کفر کی راہ اختیار کرتے تھے۔

تُدْعَوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، دُعَاءٌ مصدر باب نصر، تم پکارے جاتے ہو۔ تم پکارے جاؤ گے! یہاں مضارع بمعنی ماضی ہے تم پکارے جاتے تھے۔ تم کو پکارا جاتا تھا۔

= فَتَكْفُرُوْنَ۔ تکفرون مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم کفر کرتے ہو۔ تم کفر کرتے تھے (مضارع بمعنی ماضی) تم قبول کرنے سے انکار کرتے تھے۔

(کافروں کا کفر کرنا اور ایمان نہ لانا نفرتوں کا سبب بن گیا)

۴۰: ۱۱ = اَمَتَّنَا۔ ماضی واحد مذکر حاضر نا ضمیر جمع متکلم۔ تو نے ہم کو موت دی۔ اور دو دفعہ زندگی بخشی۔ پہلی موت: ماں کے پیٹ میں بصورت نطفہ۔ علقہ یا مضغہ اس میں روح پھونکے جانے سے قبل۔ اس وقت چونکہ بچے میں جان نہیں ہوتی اس اعتبار سے وہ موت ہی ہے۔

دوسری موت دنیاوی زندگی ختم ہونے پر۔

پہلی حیات: جب ماں کے پیٹ میں بچہ کے جسم میں جان پڑتی ہے اس وقت سے لے کر دنیاوی زندگی ختم ہونے تک۔

دوسری حیات: دنیاوی زندگی ختم ہونے پر مرنے کے بعد کی زندگی جو کبھی ختم نہ ہوگی۔ اس کا ذکر اور جگہ قرآن مجید میں ہے!

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (۲: ۲۸)

تم خدا سے کیونکر منکر ہو سکتے ہو درآں حالیکہ تم بے جان تھے تو اس نے تمہیں زندگی بخشی پھر وہی تمہیں موت دے گا۔ پھر وہی تمہیں زندہ کرے گا۔ پھر اسی کی طرف تم واپس کئے جاؤ گے

= فَاعْتَرَفْنَا۔ الف سببیہ ہے، جب وہ دوسری موت کے بعد دوسری زندگی کو آنکھوں سے دیکھیں گے تو اپنے گناہ اور خطا کا اقرار کریں گے (کیونکہ یہی حیات ثانی تھی جس کے وہ دنیا میں منکر تھے) اس طرح دونوں موتوں اور دونوں زندگیوں کا مجموعہ اعتراف کا سبب بن جائے گا۔

= فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ۔ یہ جملہ استفہامیہ بھی ہو سکتا ہے سو کیا

(یہاں سے) نکلنے کی کوئی صورت ہے؟
اور جملہ تمنائیہ بھی: کاش (یہاں سے نکلنے کی) کوئی سبیل ہوتی۔

۴۰: ۱۲ == ذٰلِكُمْ۔ یعنی تمہارا یہ دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہونا۔
== بِاَنَّهٗ۔ میں باء سببیہ ہے اَنَّ حرف تحقیق ہے اور حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے۔ تحقیق، بے شک۔ یقیناً ہٗ ضمیر شان ہے اور اللہ کی طرف عائد ہوتی ہے۔
== دُعِيَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب وہ پکارا گیا۔ دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر سے۔
ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ۔ تمہارا یہ دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہونا بدیں وجہ ہے کہ تحقیق جب بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر کیا گیا تو تم اسے ماننے سے انکار کر دیتے تھے یعنی جب بھی لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا جاتا تو تم کہہ اٹھتے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (۳۸: ۵) کیا بنا دیا ہے اس نے بہت سے خداؤں کی جگہ ایک خدا۔ یا۔ اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ ... يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ (۳۷: ۳۵) کفار کا حال یہ ہے کہ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا تو یہ تکبر کرنے لگتے ہیں۔
== اِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ اِنْ شرطیہ يُشْرَكْ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ بٖ تعدیہ کے لئے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع اللہ ہے اور اگر کسی کو اس کا شریک بنایا جاتا۔
== تُؤْمِنُوْا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی بوجہ جواب شرط حذف ہو گیا۔ (تو) تم اس شرک کو مان جاتے، اس پر ایمان لے آتے۔
== فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ: پس (آج) حکم کا اختیار (صرف) اللہ وحدہٗ لاشریک کو ہی ہے۔ تمہارے کسی معبود باطل کے بس کی بات نہیں۔
== اَلْعَلِيِّ۔ بلند مرتبہ، رفیع المرتبت، عالیشان۔ فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے ہر دو اَلْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ۔ اپنے اعراب میں موصوف اللہ کے تابع ہیں۔
== اَلْكَبِيْرِ۔ عظمت و مرتبہ میں بڑا۔ یہ بھی صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

فَائِدَہ: یہاں اللہ کی طرف سے دوزخیوں کا جواب ختم ہوا۔ اس کے بعد هُوَ الَّذِيْ سے کلام جدید شروع ہوا۔ جس کے مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے مومن ہیں۔

۴۰: ۱۳ == هُوَ الَّذِيْ مبتدا ہے يُرِيْكُمْ اس کی خبر۔

== یُرِیْکُمْ ۔ یُرِیْ فعل مضارع واحد مذکر غائب اِرَاءَۃٌ مصدر باب افعال کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر وہ تم کو دکھاتا ہے ۔

== اٰیٰتِہٖ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر یُرِیْ کا مفعول ثانی

وہی ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے ۔ نشانیوں سے مراد وہ نشانیاں ہیں جو اس کی عظمت شان اور وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں ۔

== یُنَزِّلُ مضارع واحد مذکر غائب تَنْزِیْلٌ (تفعیل) مصدر ، وہ نازل کرتا ہے ۔

== مِنَ السَّمَآءِ ۔ اوپر سے ۔ سَمَآءٌ ہر شے کے بالائی حصہ کو کہتے ہیں ۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ اسماء نسبیہ سے ہے ۔ ہر شے اپنے ماتحت کے لحاظ سے سماء ہے لیکن اپنے مافوق کے لحاظ سے ارض کہلاتی ہے ۔

== رِزْقًا ۔ یُنَزِّلُ کا مفعول ہے یہاں مسبب بیان کرکے سبب مراد لیا ہے یعنی سبب رزق مراد بارش ، یعنی وہی اوپر سے تمہارے لئے بارش برساتا ہے جس سے تمہارے لئے رزق پیدا کرتا ہے ۔

یُنَزِّلُ لَکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ۔ یہ ھُوَ الَّذِیْ مبتدا کی خبر ثانی ہے ۔

== مَا یَتَذَکَّرُ ۔ مضارع نفی واحد مذکر غائب تَذَکُّرٌ (تفعّل) مصدر سے کوئی نصیحت نہیں پکڑتا (مگر .....)

== مَنْ یُّنِیْبُ ، مَنْ موصولہ ۔ ینیب مضارع واحد مذکر غائب ۔ اِنَابَۃٌ (افعال) مصدر ۔ وہ لوٹتا ہے (یعنی شرک سے توحید کی طرف)

(مگر) وہ جو (اللہ کی طرف) رجوع کرنیوالا ہے ۔

یہ جملہ معترضہ ہے ۔

۴۰ : ۱۴ ۔ فَادْعُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ۔ فَ سببیہ ہے اور یہ جملہ مسبب ہے جس کا سبب اوپر بیان ہوا ۔ ای ھُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ وَیُنَزِّلُ لَکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ۔

اُدْعُوْا فعل امر ، جمع مذکر حاضر دَعْوَۃٌ (باب نصر) مصدر سے ۔ تم پکارو ۔ اَللّٰہَ مفعول اُدْعُوْا کا ۔ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ جملہ حالیہ ہے دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے ۔ یعنی شرک سے بالکل پاک (نیز ملاحظہ ہو ۳۹ : ۲)

== کَرِہَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب کَرَاھَۃٌ (باب سمع) مصدر اس نے بُرا جانا

اس نے نفرت کی۔ اس نے ناپسند کیا۔

فَائِدَہ: فَادْعُوا اللّٰہَ ...... کلامِ معترضہ ہے۔

۴۰: ۱۵ = رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ۔ رَفِیْعٌ بلند کرنے والا۔ بلند ہونے والا۔
رَفْعٌ سے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ یعنی رَافِعٌ بھی ہوسکتا ہے بمعنی بلند ہونیوالا
اور بلند کرنے والا۔ اور بمعنی مفعول۔ یعنی مرفوع بھی بمعنی بلند کیا ہوا۔
رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ۔ اسمارِ حسنٰی میں سے ہے اس کے دونوں معنی ہوسکتے ہیں۔
بلند مرتبوں والا بھی۔ اور مرتبوں کو بلند کرنے والا بھی۔
یہ ھُوَ الَّذِیْ مبتدا کی خبر ثالث ہے۔

= ذُو الْعَرْشِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ یہ خبر چہارم ہے۔
صاحبِ عرش، عرش کا خالق و مالک:

= یُلْقِی الرُّوْحَ۔ یُلْقِیْ مضارع واحد مذکر غائب، اِلْقَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر
وہ ڈالتا ہے، وہ نازل فرماتا ہے۔
اَلرُّوْحَ اس سے مراد مختلف معانی لئے گئے ہیں۔
۱:۔ اس سے مراد وحی ہے (قتادہؒ)
۲:۔ اس سے مراد القرآن ہے۔ (ابن عباسؓ)
۳:۔ اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔ ضحاکؒ
۴:۔ اس سے مراد تمام وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے ہدایت یافتہ بندوں پر نازل فرماتا ہے۔
ابن عطیہ رح

= مِنْ اَمْرِہٖ۔ مِنْ (۱) بیانیہ بھی ہوسکتا ہے یعنی اپنا حکم نازل فرماتا ہے۔
۲:۔ مِنْ ابتدائیہ بھی ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں امر سے مراد فضل ہے۔ یعنی اپنے
فضل سے وہ وحی نازل فرماتا ہے۔
۳:۔ مِنْ سببیہ (یُلْقِیْ) سے متعلق) بھی ہوسکتا ہے۔ ای ینزل الروح من
اجل تبلیغ امرہٖ۔ وہ روح کو اپنے حکم کی تبلیغ کے لے ... فرماتا ہے۔
یہ جملہ ھُوَ الَّذِیْ مبتدا کی خبر پنجم ہے۔

فَائِدَہ: عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ اپنے ... ہیں۔ ... ہتا

وحی لینی اپنا حکم نازل فرماتا ہے) یہ آخری جملہ تمہید نبوت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔
مِنْ عِبَادِہٖ میں مِنْ بیانیہ ہے ؛
== لِیُنْذِرَ۔ لام تعلیل کا ہے۔ یُنْذِرَ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے، نصب بوجہ عمل لام ہے ۔ اِنْذَارٌ (افعال) مصدر۔ تاکہ ڈرائے ۔
ضمیر فاعل کا مرجع :۔
(۱) اللہ تعالیٰ ہے ۔ (۲) رُوح لینی وحی ہے (۳) یا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ (یعنی پیغمبر) ہے۔
یُنْذِرَ کا مفعول الناس والعذاب دونوں محذوف ہیں یَوْمَ التَّلَاقِ مفعول فیہ ہے۔ ضمیر فاعل کا مرجع اللہ ہونے کی صورت میں کلام کا مطلب یہ ہوگا:۔
اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی لینی اپنا حکم نازل فرماتا ہے تاکہ وہ (اس حکم اور پیغمبر کے ذریعہ) لوگوں کو ان کی نافرمانی کے نتیجۂ بد کے طور پر قیامت کے روز ہونے والے اس عذاب سے ڈرائے۔
یَوْمَ التَّلَاقِ۔ مفعول بہ بھی ہوسکتا ہے اس صورت میں الناس اور العذاب کو مفعول محذوف لانے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور ترجمہ ہوگا۔
وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے وہ وحی لینی اپنا حکم نازل فرماتا ہے تاکہ یوم الاجتماع (یوم حساب، روز قیامت) سے ڈرائے
== یَوْمَ التَّلَاقِ، مضاف مضاف الیہ۔ مادہ لقی، باب تفاعل سے مصدر ہے ایک دوسرے سے ملاقات کرنا۔ باہم جمع ہونا۔ اصل میں تَلَاقِیُ تھا۔ ی حرف علت آخر سے حذف ہوگئی ۔ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ کیونکہ اس روز سب اگلے اور پچھلے یا اہل سماء و اہل ارض ایک دوسرے کے آمنے سامنے آجائیں گے، نیز اس روز ہر شخص اپنے اعمال کے نتائج کو اپنے سامنے پالے گا۔
== یَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ ۔ یہ یَوْمَ التَّلَاقِ کا بدل ہے ۔ وہ دن جب وہ قبروں سے نکل کر کھلے میدان میں اللہ کے حضور آکھڑے ہوں گے ؛
بَارِزُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر۔ بُرُوْزٌ باب نصر سے مصدر۔ باہر نکل کھڑے ہونے والے۔ بُرُوْزٌ۔ کسی جگہ نکلنا۔ میدان میں نکلنا۔ اور ظاہر ہونا۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِہٖ ۔ (۲ : ۲۵۰)

اور جب وہ لوگ جالوت اور اس کے لشکر کے مقابل آئے ۔ یا ۔ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۔ (۱۴: ۴۸) اور سب لوگ خدائے یگانہ و زبردست کے سامنے نکل کھڑے ہوں گے ۔

= لَا یَخْفٰی ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب ۔ اِخْفَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ضمیر فاعل کا مرجع شیئ ہے ۔ کوئی شے پوشیدہ نہ رہے گی ۔

لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ کا جملہ یَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ کے معنی کی تاکید کر رہا ہے اور دنیا میں جو پوشیدہ رہنے کا توہم ہو سکتا ہے ۔ اس کو دور کر رہا ہے ۔

اسی مفہوم میں اور جگہ ارشاد باری ہے اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ (۱۰۰: ۱۱) بے شک ان کا پروردگار اس روز ان سے خوب واقف ہوگا ۔

= مِنْهُمْ : یعنی ان کی شخصیت و ذات مخفی رہیگی ۔ نہ کوئی عمل نہ کوئی حالت ۔

= لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ۔ آج کس کی بادشاہی ہے ۔ (سوال)

= لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۔ صرف اللہ کی جو واحد اور قہار ہے (جواب)

۴۰ : ۱۷ = اَلْیَوْمَ تُجْزٰی ...... سَرِیْعُ الْحِسَابِ : آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ ملے گا ۔ آج ذرا ظلم نہیں ہوگا ۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لے ڈالنے والا ہے (جواب کا ضمیمہ ہے)

اس سوال و جواب کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :

۱ ۔ یہ سوال و جواب ساری مخلوق کے مرنے کے بعد اور دوبارہ پیدا کرنے سے پہلے ہوگا ۔ اور سوال کرنے والا اور جواب دینے والا خود اللہ کی ذات ہوگی ۔ جب ہر چیز فنا ہو جائے گی اور کوئی شے باقی نہ رہے گی ۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا ۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ۔ لیکن کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا ۔ تو خود ہی جواب میں فرمائے گا ۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ "

۲ : ۔ یہ سوال و جواب اس وقت ہوگا ، جب ساری مخلوق زندہ ہو کر خدا کے حضور کھڑی ہوگی اور ہر شخص کا ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہوگا ۔ اور یہ امر شک و شبہ سے بالاتر ساری مخلوق کے ذہن نشین ہوگا ۔ تو اللہ تعالیٰ سوال کریگا کہ ۔ دنیا میں بڑے مارنے والو! اب بتاؤ کہ آج کس کی حکومت ہے ؟ ہر شخص حقیقتِ حال سے آگاہ ہوگا ۔ اس لئے کوئی جواب نہ دے سکیگا ۔ توپھر اللہ تعالیٰ خود ہی جواب میں فرمائے گا ۔

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ

(۳) بعض نے کہا ہے کہ سائل اللہ تعالیٰ یا فرشتگان ہوں گے۔ اور جواب دینے والے حشر میں جمع لوگ ہوں گے لیکن کلام اَلْیَوْمَ تُجْزٰی ...... سَرِیْعُ الْحِسَابِ بندوں کی زبان سے نہیں ہے۔
فهذا يقتضى ان يكون المنادى هو المجيب (کشاف) یعنی یہ عبارت اس بات کی متقضی ہے کہ سوال کرنے والا خود ہی جواب دینے والا ہو۔
(۴) بعض کے نزدیک یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اَلْیَوْمَ تُجْزٰی ...... سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۔ تتمہ جواب نہیں ہے بلکہ سوال وجواب کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہو۔
تُجْزٰی مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ مؤنث کا صیغہ نفس کے لئے ہے جَزَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ جزی مادہ۔ اس کو جزار دی جائے گی۔ اس کو بدلہ دیا جائے گا۔
= کُلُّ نَفْسٍ۔ مفعول مالم یسم فاعلہٗ، ہر نفس، ہر جان۔
= سَرِیْعُ الْحِسَابِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ حساب کو بہت جلدی کر لینے والا۔ سَرِیْعٌ۔ سُرْعَةٌ سے بروزن فعیل بمعنی فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بہت جلدی سے کر لینے والا۔
۴۰ : ۱۸ = اَنْذِرْھُمْ : اَنْذِرْ۔ فعل امر، واحد مذکر حاضر۔ جس کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اِنْذَارٌ (افعال) مصدر سے بمعنی ڈرانا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب تو ان کو ڈرا۔ تو ان کو ڈر سنا دے۔
= یَوْمَ الْاٰزِفَةِ۔ مضاف مضاف الیہ ای یوم القیامة۔ یہ اَنْذِرْ کا مفعول ثانی ہے اس کا ظرف نہیں ہے۔ کیونکہ یوم قیامت سے خوف دلانے کا فعل یہاں دنیا میں واقع ہے۔
اَلْاٰزِفَةُ ۔ اَزَفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ اَزِفَ یَاْزَفُ (سمع) اَزَفٌ قریب آپہنچنا۔ اس کے اصل معنی تنگیٔ وقت کے ہیں۔ چونکہ تنگیٔ وقت کا مطلب وقت کا قریب آلگنا ہوتا ہے اس لئے اس کا استعمال قریب آلگنے میں ہونے لگا۔ اٰزِفَة جس کے آنے کا وقت بہت تنگ ہو گیا ہو۔ قریب آلگنے والی۔ مراد قیامت۔
وَ اَنْذِرْھُمْ یَوْمَ الْاٰزِفَةِ : اور ان کو قریب آنے والے دن (یوم قیامت) سے ڈراؤ۔
اور جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۔ نزدیک آجانے والی نزدیک آپہنچی یعنی

قریب آپہنچی۔

== اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَی الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ۔

اِذْ۔ جب۔ جبکہ، يَوْمَ الْاٰزِفَةِ سے بدل ہے۔

لَدَی الْحَنَاجِرِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ لَدَیْ اسم ظرف بمعنی عِنْدَ پاس۔

اَلْحَنَاجِرِ جمع حَنْجَرَةٍ کی گلا۔ لَدَی الْحَنَاجِرِ گلوں کے پاس۔ گلوں میں۔

اس وقت دلوں کا گلے میں آنا۔ دو طرح سے ہے۔

(۱) دل اس روز سینے میں اپنی جگہوں کو چھوڑ کر اوپر کو آجائیں گے حتی کہ گلے میں آ پھنسیں گے وہاں سے نہ تو وہ منہ سے باہر ہی نکل سکیں گے کہ نکل جائیں تو موت ہی آجائے اور نہ نیچے اپنے اصلی مقام کو جاسکیں گے کہ سانس لیا جا سکے، بس گلے میں اٹکے ہی رہ جائیں گے نہ موت آئے گی اور نہ اس دکھ سے جان چھوٹے گی۔

۲۔ دلوں کا گلے میں آ اٹکنا۔ دکھ اور درد کی شدت، صورت حال کی قباحت و دشواری کو ظاہر کرنا ہے دلوں کا فی الواقع گلے میں آجانا مراد نہیں ہے اسی مفہوم میں قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے۔ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا (۳۳: ۱۱) اس موقعہ پر ایمان والوں کو خوب آزمایا گیا اور وہ سخت زلزلہ میں ڈالے گئے یہاں زلزال سے خوف و فزع مراد ہے نہ کہ حرکت ارض (زلزلہ، بھونچال) یعنی وہ خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے۔ گویا یہاں بطور محاورہ استعمال ہوا ہے:

كٰظِمِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر كَاظِمٌ مفرد۔ كَظْمٌ، كُظُوْمٌ مصدر۔ (باب ضرب) كَظَمَ الْبَابَ اس نے دروازہ بند کیا۔ كَظَمَ النَّهْرَ اس نے نہر کو روک دیا كَظَمَ الْقِرْبَةَ اس نے مشک بھری اور منہ باندھ دیا۔ كَظِمَ (باب سمع)۔۔۔۔ غَيْظَهٗ۔ اس نے اپنے غصہ کو پی لیا۔ اور قرآن مجید میں ہے وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ۔۔۔۔ آیہ (۳: ۱۳۴) غصہ کو پی جانے والے۔ اَلْكَظْمُ غم اور غصہ کو دل میں روک لینا حتی يَمْتَلِئَ منه ولیضیق بہ۔ حتی کہ وہ اس سے بھر جائے اور اس کی وجہ سے گھٹن محسوس کرنے لگے۔

کاظمین۔ مکروبین ممتلئین خوفا وغما وحزنا۔ خوف وغم اور حزن سے بھرے ہوئے کہ سخت کرب و عذاب میں مبتلا ہوں۔

كٰظِمِيْنَ۔ القلوب سے حال ہے جملہ کا مطلب یہ ہوگا۔

جس وقت (دکھ اور درد کی شدت سے) اپنی جگہ چھوڑ کر دل اوپر حلقوم میں آجائیں گے اور ان کے

منہ بند کردیں گے (کہ نہ سانس اندر کی نہ باہر کی راہ پا سکے اور نہ اندرونی کرب وایذارسانی کمی ہوسکے)

= ظٰلِمِیْنَ ۔ سے مراد مشرک اور کافر لوگ ہیں ۔

= حَمِیْمٍ ۔ جگری دوست ۔ ایسا دوست جو کہ اپنے دوست کو تکلیف میں دیکھ کر اس کی مدد کے لئے جوش میں آجائے (گرمی کھا جائے)

= شَفِیْعٍ ۔ شَفَاعَۃٌ سے بروزن فعیل بمعنی فاعلٌ ہے ۔ سفارش کرنے والا۔

= یُطَاعُ ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب ۔ جس کی بات مانی گئی ہو ۔ یعنی ایسا سفارشی جس کی بات اگلا مان جائے ۔ مراد یہاں سفارشی کی مطلقاً نفی ہے کیونکہ ان کا کوئی ایسا سفارشی تو ہوگا ہی نہیں جس کی سفارش مان لی جائے اور ایسا سفارشی بھلا کون ڈھونڈے گا جس کے متعلق یقین ہو کہ اس کی کوئی بات مانے گا ہی نہیں ۔ مطلب یہ ہوا کہ اسے کوئی بھی سفارشی ملیگا ہی نہیں

یا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جیسا کہ کفار و مشرکین خیال کرتے تھے اور اب بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ جن بزرگوں کے وہ دامن گرفتہ ہیں وہ ان کو دوزخ میں جلنے نہیں دیں گے اور انہیں اللہ سے بخشوا کر ہی چھوڑیں گے ۔ فرمایا کہ ایسا کوئی ان کا شفیع نہ ہوگا جس کی سفارش اللہ تعالیٰ منظور فرمالے ۔ یا اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا کوئی سفارشی نہ ہوگا جس کی سفارش مان لی جائے ۔ یعنی ان کے کسی سفارشی کی بات نہ مانی جائے گی (یہ الگ بات ہے کہ ان کا کوئی سفارشی ہوگا بھی کہ نہیں)

فائدہ : کلام یُلْقِی الرُّوْحَ ...... الْحِسَابِ (آیات ۱۵ : ۱۷) کا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے (حیث کہ الیوم کا ترجمہ "آج کا دن" کی بجائے "اس دن" کیا جائے) (اللہ تعالیٰ) اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنا حکم دے کر وحی کو اس کی طرف بھیجتا ہے تاکہ وہ (اللہ یا وحی یا پیغمبر جس پر وحی نازل ہو لوگوں کو) یوم اجتماع کے (عذاب سے) ڈرائے اس دن سب مخلوق چیٹل زمینگی بغیر کسی چھپن چھپائے کے اس کے سامنے نکل کھڑی ہو گی (اور) ان کی کوئی بات اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہ ہو گی ۔ اس دن کس کی حکومت ہو گی ؟ (ظاہر ہے کہ اور کسی کی نہیں) صرف اور صرف اللہ کی ہو گی جو الواحد اور القہار ہے ۔ اس دن ہر شخص کو اپنے کئے کی جزا ملے گی اور اس روز کسی کی حق تلفی نہیں کی جائے گی ۔ بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے (اس صورت میں لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (سوال) اور لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (جواب) کے لئے سائل اور مجیب معلوم کرنے کی ضرورت نہیں

یہ اسلوب بیان کسی امر کو زوردار اور مؤثر بنانے کے لئے دوسری زبانوں میں بھی اختیار کیا جاتا ہے)

۴۰: ۱۹ == یَعۡلَمُ ای اللہ یَعۡلَمُ اللہ جانتا ہے۔

== خَآئِنَۃَ الۡاَعۡیُنِ۔ خَائِنَۃٌ اصل میں خِیَانَۃٌ (خیانت، دغا) سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اصل میں فَاعِلٌ کے وزن پر خَائِنٌ تھا۔ ۃ مبالغہ کے لئے بڑھا دی گئی ہے اسم فاعل واحد مؤنث کا صیغہ بھی خَائِنَۃٌ (بہ تاء تانیث) آئے گا۔

لیکن یہاں جمہور علماء کے نزدیک لبطور مصدر آیا ہے۔ معجم الوسیط میں ہے:۔

الخائنۃ اسم بمعنی الخیانۃ وھو من المصادر التی جاءت علی لفظ الفاعلۃ کالعاقبۃ۔ وفی القرآن الکریم۔ یَعۡلَمُ خَآئِنَۃَ الۡاَعۡیُنِ وَمَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ:

یہاں خَائِنَۃٌ فاعلۃ کے وزن پر لبطور مصدر آیا ہے اسی وزن پر دیگر مصادر الکاذبۃ، العاقبۃ۔ العافیۃ وغیرہ ہیں۔

خَآئِنَۃَ الۡاَعۡیُنِ مضاف مضاف الیہ ہے۔ آنکھوں کی خیانت۔ یعنی چوری چھپے اس چیز کو دیکھنا جس کا دیکھنا شرعاً حرام ہے۔ وغیرہ۔

خائنۃ لبطور مصدر قرآن مجید میں اور جگہ بھی آیا ہے مثلاً وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰی خَآئِنَۃٍ مِّنۡہُمۡ (۵: ۱۳) اور ہمیشہ تم ان کی (ایک نہ ایک) خیانت کی خبر پاتے رہتے ہو۔

یا خَآئِنَۃَ الۡاَعۡیُنِ میں تقدیم و تاخیر ہے اور کلام یوں ہے یَعۡلَمُ الۡاَعۡیُنَ الۡخَائِنَۃَ۔ وہ چور آنکھوں کو بھی جانتا ہے۔

== وَمَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ تُخۡفِیۡ مضارع واحد مؤنث غائب اِخۡفَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ وہ چھپاتی ہے یا چھپاتے گی۔

الصُّدُوۡرُ۔ جمع ہے الصَّدۡرُ کی (سینے) مَا موصولہ ہے اور جو سینے اپنے اندر چھپائے ہوئے ہیں۔ یعنی دلوں کے بھید، خطرات، ارادات، یعنی اللہ تعالیٰ اتنا باریک بین اور لطیف خبیر ہے کہ آنکھوں کی خفیف سے خفیف حرکات کو اور دلوں کے پوشیدہ بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔

۴۰: ۲۰ == یَقۡضِیۡ۔ مضارع واحد مذکر غائب قَضَاءٌ (باب ضرب) سے مصدر وہ فیصلہ کرتا ہے، وہ حکم دیتا ہے

== یَدۡعُوۡنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب دَعۡوَۃٌ و دُعَاءٌ مصدر (باب نصر)

وہ پوجتے ہیں وہ پکارتے ہیں۔

۴۰: ۲۱ = اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا .... ہمزہ استفہامیہ ہے واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف فعل محذوف پر ہے (کیا یہ لوگ کفر کے بُرے انجام سے منکر ہیں) لَمْ يَسِيْرُوْا مضارع نفی حجد بلم جمع مذکر غائب کا صیغہ: کیا وہ نہیں چلے پھرے (زمین میں) فَ عطف وتعقیب کے لئے ہے يَنْظُرُوْا مضارع مجزوم جمع مذکر غائب مجزوم بوجہ لَمْ يَسِيْرُوْا کے معطوف ہونے کے ای اَفَلَمْ يَنْظُرُوْا اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔ يَسِيْرُوْا و يَنْظُرُوْا میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کفارِ قریش مکہ کی طرف راجع ہے۔

= كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ۔ جو ان سے پہلے ہو چکی ہیں۔ مراد گذشتہ کافر امتیں جنہوں نے اپنے زمانہ کے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا جیسے قوم عاد، قوم ثمود۔

= كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ۔

كَانُوْا هُمْ۔ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع گذشتہ امتیں ہیں، اَلَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ۔ جو کفار مکہ سے پہلے گذری ہیں اَشَدَّ شِدَّةٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے سخت تر، مضبوط تر، قوی تر، مِنْهُمْ میں ضمیر هم کا مرجع کفار مکہ ہیں۔ قُوَّةً بوجہ تمیز منصوب ہے از روئے طاقت واؤ عاطفہ ہے اٰثَارًا بوجہ تمیز منصوب ہے لیکن اس کا تعلق اَشَدَّ سے نہیں ہے بلکہ ایک محذوف لفظ سے ہے۔

اصل لفظ یوں ہے: اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ مِنْهُمْ اٰثَارًا یعنی وہ گذشتہ نافرمان وسرکش امتیں ان کفار مکہ سے قوت کے لحاظ سے بھی مضبوط تر تھیں اور اپنے جاہ وجلال کے جو نشانات وہ زمین پر چھوڑ گئیں وہ بھی کفار مکہ کی ایسی نشانیوں سے اکثر وبیشتر تھے۔

اٰثَارًا۔ اَثَرٌ کی جمع نشانیاں۔ علامتیں۔

= فَاَخَذَهُمْ، بِذُنُوْبِهِمْ، لَهُمْ۔ سب جگہ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب گذشتہ امتوں کے لئے ہے۔

= بِذُنُوْبِهِمْ۔ میں باء سببیہ ہے ذُنُوْبِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے گناہ۔ ان کے جرائم۔

= وَاقٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر وَقْيٌ مادہ (لفیف مفروق) وِقَايَةٌ مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے اصل میں وَاقِيٌ تھا ضمہ ی پر دشوار تھا اس کو گرادیا۔ اب ی اور تنوین دو ساکن جمع ہوئے ی بوجہ اجتماع ساکنین کے گر گئی وَاقٍ ہو گیا حفاظت کرنے والا۔

بچانے والا۔

۲۲:۴۰ == ذٰلِكَ یہ پکڑ یا گرفت۔ فَاَخَذَهُمُ کی طرف اشارہ ہے۔

== بِاَنَّهُمْ ..... میں بار سببیہ ہے۔

== كَانَتْ تَاْتِيْهِمْ ۔ كَانَتْ تَاْتِيْ ماضی استمراری هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب ان کے پاس آیا کرتے تھے (واحد مؤنث غائب کا صیغہ رُسُلٌ کے لئے استعمال ہوا ہے۔

== اَلْبَيِّنٰتِ ۔ مراد معجزات اور وہ احکام جن کی صحت اور افادیت کھلی ہوئی تھی! روشن دلیلیں۔ بَيِّنَةٌ واحد۔

== فَاَخَذَهُمْ میں ف تعقیب کا ہے اور سببیہ بھی ہو سکتی ہے اَخَذَ میں ضمیر فاعل اللہ کے لئے ہے سو اللہ نے ان کو بسبب ان کے انکار (کفر) کے ان کو دھر پکڑا۔

== شَدِيْدُ الْعِقَابِ: پاداش میں سخت عذاب دینے والا۔ مضاف مضاف الیہ (نیز ملاحظہ ہو ۴۰: ۳) متذکرہ بالا۔

عذاب اور عقاب اگرچہ ہم معنی ہیں لیکن عقاب اس سزا کو کہتے ہیں جو جرم ثابت ہونے کے بعد دی جاتی ہے، عذاب استحقاق اور بغیر استحقاق دونوں طرح ہو سکتا ہے۔

عقب بمعنی پیچھے جیسے بولتے ہیں عَقِبَ الَّيْلُ النَّهَارَ۔ رات دن کے پیچھے ہولی

۴۰: ۲۳ == سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۔ موصوف وصفت کھلی دلیل۔ سُلْطٰنٌ حجت، برہان سند۔ حکومت۔ معجزہ۔

۴۰: ۲۴ == كَذَّابٌ ۔ كَذَبَ يَكْذِبُ (باب ضرب) سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت جھوٹ بولنے والا۔ بڑا جھوٹا۔

۴۰: ۲۵ == اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۔ ترکیب اضافی ہے جو لوگ اس کے ساتھ (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ) ایمان لائے ہیں۔ ان کے بیٹوں کو۔

== كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ کافروں کی چال۔ کافروں کی تدبیر۔

== ضَلٰلٍ ۔ بے اثر۔ بے کار۔ ناکام۔ ایہ معانی اس آیۃ میں مراد ہیں۔ ورنہ تو ضلال کثیر المعانی لفظ ہے لیکن اس میں ہمیشہ منفی پہلو ہوتا ہے۔

۴۰: ۲۶ == ذَرُوْنِيْٓ فعل امر جمع مذکر غائب وَذْرٌ مصدر (باب سمع وفتح) بمعنی چھوڑ دینا۔ مثلاً اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

(۷: ۱۸۶) اور وہ انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑے رکھتا ہے، ذَرُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ تم سب مجھے چھوڑ دو۔

== اَقْتُلْ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر صیغہ واحد متکلم کر میں قتل کر دوں ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ تم مجھے چھوڑ دو کہ میں (موسیٰ کو) قتل کر ڈالوں یا قتل کر دوں۔

== وَلْيَدْعُ واو عاطفہ ہے لِيَدْعُ لام لام امر ہے اور یہ حرف جازم فعل ہے مضارع مجزوم (بوجہ لام امر) واحد مذکر غائب۔ دُعَآءٌ (باب نصر) مصدر سے۔
اور اسے چاہئے کہ وہ (اپنے رب کو رَبَّهٗ) پکارے۔ یا پکار دیکھے۔

== اِنِّیْٓ اَخَافُ۔ ای ان لم اَقْتُلْهُ یعنی اگر میں نے اسے قتل نہ کیا تو میں ڈرتا ہوں یا مجھے ڈر ہے کہ ......

== اَنْ يُّبَدِّلَ میں اَنْ مصدریہ ہے يُبَدِّلَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب تَبْدِيْلٌ (تفعیل) مصدر سے کہ وہ (تمہارا دین ہی) بدل دے۔

== اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ۔ اَوْ۔ یا۔ اَنْ مصدریہ۔ يُظْهِرَ مضارع (منصوب بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب۔ اِظْهَارٌ (افعال) مصدر پھیلانا۔ ظاہر کرنا۔ یا ملک میں فساد پھیلا دے۔
اَظْهَرَهٗ عَلٰی عَدُوِّهٖ۔ کسی کو دشمن پر غالب کرنا۔

۴۰: ۲۷ == عُذْتُ ماضی واحد متکلم میں نے پناہ لی (مراد میں پناہ مانگتا ہوں) عَوْذٌ (باب نصر) سے مصدر۔ عُذْتُ اصل میں عَوَذْتُ تھا۔ واو متحرک ماقبل مفتوح اس لئے واو کو الف سے بدلا گیا۔ بعد میں الف اجتماع ساکنین سے گر گیا۔ پھر واو کی رعایت سے ع کو ضمہ دیا۔ عُذْتُ ہو گیا۔

== مُتَكَبِّرٍ۔ اللہ کا اسم صفت ہے تَكَبُّرٌ (تفعّل) سے اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ بزرگ، بڑھائی جتلانے والا۔ جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ سے ہو تو یہ محمود صفت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ صفت تکبر کے ساتھ متصف ہوتا ہے۔ لیکن جب اس کی نسبت غیر اللہ سے ہو تو یہ ایک بڑا ہے اور مذموم ہے۔ اس صورت میں متکبر اس کو کہیں گے جو صفات کمال کا دعویٰ کرتا ہے لیکن فی الواقع وہ صفات اس میں موجود نہیں ہیں۔ جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (۴۰: ۷۶) متکبروں کا کیا برا ٹھکانا ہے:

آیت ہذا میں یہ لفظ صفت مذموم کے ضمن میں آیا ہے۔
۴۰ : ۲۸ = رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ۔ موصوف صفت، مؤمن شخص یہ شخص آلِ فرعون میں سے تھا۔ اور اس شخص کی طرف سورۃ القصص میں بھی اشارہ ہے:۔
وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ (۲۸ : ۲۰) اور ایک شخص شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا۔ اور سورۃ لیٰس میں بھی (۲۸ : ۲۰) یہی شخص مذکور ہے۔
= يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗ۔ يَكْتُمُ فعل مضارع واحد مذکر غائب كَتْمٌ (باب نصر) مصدر بمعنی چھپانا۔ وہ اپنا ایمان پوشیدہ رکھتا تھا (مضارع بمعنی ماضی)
= اَتَقْتُلُوْنَ ہمزہ استفہامیہ ہے۔ تَقْتُلُوْنَ ای اَتَقْصُدُوْنَ کیا تم (اس کے) قتل کا ارادہ کرتے ہو۔ مسبب بیان کرکے سبب مراد لیا ہے۔
= اَنْ يَّقُوْلَ ای لان يقول۔ اس لئے کہ وہ کہتا ہے اَنْ مصدریہ ہے يَقُوْلَ: میں ضمیر فاعل حضرت موسیٰ کے لئے ہے۔
= رَبِّيَ اللّٰهُ۔ یہ حضرت موسیٰ کی زبان سے ہے: میرا پروردگار اللہ (ہی) ہے رَبِّيَ کی تقدیم اللہ پر مفید حصر ہے۔ جیسے صِدِّيْقِيْ زَيْدٌ کا جملہ مفید حصر ہے۔
وَقَدْ جَآءَكُمْ سے لے کر اِنْ جَآءَنَا (آیت ۲۹ تک) رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ کا بیان ہے
= وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ۔ جملہ حالیہ ہے درآں حالیکہ وہ تمہارے پروردگار کی طرف سے کھلی دلیلیں بھی لایا ہے۔
= اِنْ يَّكُ كَاذِبًا۔ اِنْ شرطیہ ہے يَكُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب بوجہ عمل اَنْ مجزوم ہے كَاذِبًا خبر ہے يَكُ کی۔ اصل میں يَكُوْنَ تھا۔ اِنْ کے عمل سے نون ساکن ہوگیا اجتماع ساکنین سے واؤ گر گیا۔ خلاف قیاس نون بھی ساقط ہوگیا۔ (قاموس القرآن اَلْ اُکُنْ) اگر وہ جھوٹا ہے۔
= فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے جملہ جزائیہ ہے۔ تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا۔
= كَذِبُهٗ۔ مضاف مضاف الیہ اس کا جھوٹ۔ مراد وَبَالُ كَذِبِهٖ ہے یعنی اس کے جھوٹ کا وبال۔
= يُصِبْكُمْ۔ يُصِبْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) اِصَابَةٌ (افعال) مصدر

صیغہ واحد مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم پر پڑے گا۔
اَصَابَ السَّھْمُ تیر کا نشانہ پر بیٹھنا۔ اَصَابَتِ الْمُصِیْبَۃُ فُلَانًا۔ کسی پر مصیبت نازل ہونا۔ صَوْبٌ مادہ۔

= بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ۔ جس (عذاب) سے وہ تم کو ڈراتا ہے اس میں سے کچھ۔

وَاِنْ یَکُ صَادِقًا یُصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ اور اگر وہ سچا ہوا تو جس (عذاب) سے وہ تم کو ڈراتا ہے اس میں سے کچھ (نہ کچھ) حصہ (ضرور) تم کو پہنچے گا۔ وَاِنْ یَکُ صَادِقًا جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ جواب شرط ہے بَعْضُ۔ کل کے اعتبار سے شئے کے کسی جزء کو بعض کہتے ہیں۔ اسی لئے کل کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔

یَعِدُکُمْ: یَعِدُ فعل مضارع واحد مذکر غائب ہے وَعْدٌ (باب ضرب) مصدر۔ ڈرانا۔ وعدہ کرنا۔ یہاں ہر دو معنی مراد ہو سکتے ہیں۔

= مُسْرِفٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِسْرَافٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اَلسَّرَفُ کے معنی انسان کے کسی کام میں حدّ اعتدال سے تجاوز کر جانے کے ہیں۔ مگر عام طور پر خرچ کرنے میں حدّ اعتدال سے تجاوز کر جانے پر ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہوتا ہے وَالَّذِیْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا (۲۵: ۶۷) اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں۔
مُسْرِفٌ فضول خرچی کرنے والا۔ حدّ (اعتدال) سے بڑھ کر خرچ کرنیوالا۔

= کَذَّابٌ۔ بڑا جھوٹا۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

۴۰: ۲۹ = یٰقَوْمِ۔ ای یَا قَوْمِیْ۔ اے میری قوم۔ اے میرے بھائیو! اے میری قوم والو!

= اَلْمُلْکُ۔ بادشاہت۔ حکومت۔ اَلْیَوْمَ۔ آج کے دن۔ آج

= ظٰھِرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب۔ غالب۔ غلبہ پانے والے

= فِی الْاَرْضِ۔ ای فی ارض مصر۔ سرزمین مصر۔

= بَاْسِ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ۔ بَاْسٌ سختی۔ آفت۔ لڑائی۔ دبدبہ جنگ کی شدت۔ اصل میں تو اس کے معنی سختی اور آفت کے ہیں مگر لڑائی اور

غلبہ کے معنی میں س کا استعمال بکثرت ہوتا ہے۔

البُؤْسَ ، البَأْسُ اور البَأْسَآءُ تینوں ایک ہی مادہ بئس سے ہیں اور تینوں میں سختی و ناگواری کے معنی پائے جاتے ہیں۔ مگر بُؤْسٌ کا لفظ زیادہ تر فقر و فاقہ کے لئے آتا ہے۔

معجم الوسیط میں ہے اَلْبُؤْسُ المشقۃ والفقر۔ البأساء بھی اسی مادہ سے مشتق ہے۔ جو مشقت و فقر کے علاوہ شدت حرب کے لئے بھی آتا ہے ای الحرب الفقر المشقۃ۔ الباھیۃ (آفت و بلا، مصیبت، بڑا معاملہ) اسی طرح بأسٌ جو اسی مادہ بئس سے ہے اس میں حرب شدتِ حرب۔ سخت عذاب اور خوف کے معنی غالب ہیں۔

یہاں بأس سے مراد عذاب یا سختی ہے۔

= اِنْ جَآءَنَا اگر وہ (باس یا عذاب) ہم پر آگیا یا آجائے۔ جملہ شرطیہ ہے اس کی جزاء جملہ ماقبل میں آچکی ہے۔

یہاں اس مرد مومن کا خطاب اپنی قوم سے ختم ہوا اگلی آیت میں فرعون کا جواب ہے

۲۹:۴۰ = مَآ اُرِیْكُمْ۔ مَا اُرِیْ فعل مضارع نفی واحد متکلم اراءۃ (افعال) مصدر بمعنی دکھانا۔ متعدی بدو مفعول كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ میں تم کو نہیں دکھاتا (مگر) مَآ اَرٰی مَا موصولہ۔ اَرٰی مضارع واحد متکلم۔ رُؤْیَۃٌ (باب فتح) سے جس کے معنی اصل میں ادراکِ مرئی (دیکھنے) کے ہیں (متعدی بیک مفعول)

لیکن تخیل و تفکر یا بذریعہ عقل بھی کسی شے کے ادراک کو رؤیۃ کہتے ہیں۔ مَآ اُرِیْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰی میں تم کو وہی مشورہ دیتا ہوں جو میں (درست) سمجھتا ہوں۔

(لفظی ترجمہ: میں تمہیں نہیں دکھاتا مگر وہ جو میں آپ دیکھتا ہوں)

ادراک غیر مرئی کی مثال: اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا۔ (۴۴:۲۱) کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آتے ہیں۔

= اَهْدِیْكُمْ اَهْدِیْ مضارع واحد متکلم ھدایۃ (افعال) مصدر سے كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں تم کو راہ دکھاتا ہوں

= اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ۔ اِلَّا حرف استثناء سَبِیْلَ الرَّشَادِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ نیکی، بھلائی، راستی کا راستہ۔ رَشَاد۔ رَشَدَ یَرْشُدُ (نصر) کا مصدر ہے

راہ راست اختیار کرنا۔
مَا اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ میں صرف سیدھے راستہ کی طرف ہی تمہاری راہنمائی کرتا ہوں۔

۴۰: ۳۰ == قَالَ الَّذِیْ اٰمَنَ : سے مراد وہی مرد مؤمن ہے جس کا اوپر ذکر چلا آرہا ہے
== مِثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مثل کا مضاف الیہ ۔ مِثْلَ مضاف: اَلْاَحْزَابُ ، اَلْاُمَمُ: قومیں ۔ حزب کی جمع ۔ ای مثل ایام الامم الماضیۃ ۔ والایام ، الوقائع ۔

مطلب یہ ہے کہ :
مجھے ڈر ہے کہ گذشتہ امتوں کے (افعال بد کے نتیجے میں) جو عذاب و ہلاکت کے واقعات ان کو پیش آئے ویسے ہی واقعات (تم جو حضرت موسیٰ کی ہلاکت کے جو منصوبے باندھ رہے ہو اس کے نتیجے میں) تم کو بھی نہ آلیں۔

۴۰: ۳۱ == مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ
یہ یوم الاحزاب کی تفسیر ہے ۔ یعنی ڈر ہے کہ تم پر بھی ویسا عذاب نہ آجائے جیسا قوم نوح پر قوم عاد پر قوم ثمود پر اور ان کے بعد والوں پر (مثلاً قوم لوط علیہ السلام وقوم نمرود پر) عذاب آیا تھا۔

دَاْبٌ اصل میں دَأَبَ يَدْأَبُ (باب فتح کا مصدر ہے جس کے معنی مسلسل چلنے کے ہیں ۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ (۱۴: ۳۳) اور سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگا دیا کہ دونوں (دن رات) ایک دستور پر چل رہے ہیں۔
اسی استمرار کی وجہ سے عادتِ مستمرہ جو ہمیشہ ایک حالت پر رہے اسے دَاْب کہتے ہیں
مِثْلَ دَاْبِ ..... بَعْدِهِمْ کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی قوم یا عاد و ثمود کی قوم یا ان کے بعد کی قوموں کی عادتِ مستمرہ (تکذیب و ایذا رسانی پیغمبرانِ الٰہی) ان پر عذاب الٰہی کا سبب بنی ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ (تم جو حضرت موسیٰ کی تکذیب کر رہے ہو اور اس کے قتل کا ارادہ رکھتے ہو) تم پر بھی ویسا ہی عذاب نہ آجائے۔
مِثْلَ الاول کا عطف بیان ہونے کی وجہ سے مثل الثانی بھی منصوب ہے۔
وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۔ للعباد میں لام زائدہ ہے اور العباد مفعول ہے

لام کی زیادتی مصدر (ظُلْمًا) سے عمل کو نوت پہنچانے کے لئے کی گئی ہے۔
مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر کسی طرح کا ظلم نہیں کرنا چاہتا کہ کسی کو بلاقصور سزا دے یا ظالم کو بغیر انتقام کے چھوڑ دے۔ یا کسی کی نیکی کے ثواب میں کمی کردے یا کسی مجرم کی سزا میں اس کے جرم کی مقدار سے زیادہ سزا دے۔ (تفسیر مظہری)
اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (۳: ۱۸۲) اور خدا تو بندوں پر مطلق ظلم کرنے والا نہیں۔ لیکن وَ مَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ زیادہ بلیغ ہے۔

۴۰: ۳۲ = يٰقَوْمِ ۔ ای یاقومی اے میری قوم۔ اے میری قوم کے لوگو!
= يَوْمَ التَّنَادِ ۔ یہاں التناد سے پہلے اس کا مضاف محذوف ہے ای عذاب یوم التناد۔ ایک دوسرے کو پکارنے کے دن کا عذاب۔
التناد نَدٰی مادہ سے باب تفاعل سے مصدر ہے پکارنا۔ ندا کرنا۔ فریاد کرنا۔ اصل میں تنادیٌ تھا یوم کا مضاف الیہ ہونے کے سبب آخر سے ی جو حرف علت تھی حذف ہو گئی۔
اصل میں نِدَاءٌ نَدًى سے ہے جس کے معنی رطوبت یا نمی کے ہیں اور صوت نَدِيٌّ کے معنی بلند آواز کے ہیں آواز کے لئے نِدَاءٌ کا استعارہ اس بنا پر ہے کہ جس کے منہ میں رطوبت زیادہ ہوگی اس کی آواز بلند اور حسین ہوگی۔ يَوْمَ التَّنَادِ ایک دوسرے کو پکارنے کا دن۔
دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۔ (۶۸: ۲۱) جب صبح ہوئی تو وہ لوگ ایک دوسرے کو پکارنے لگے۔
بعض کے نزدیک يَوْمَ التَّنَادِ سے مراد قیامت کا دن ہے اور باہمی پکارنے کے متعلق ہے ملاحظہ ہو۔ وَنَادٰى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ (۷: ۴۴) اور اہل بہشت دوزخیوں سے پکار کر کہیں گے۔ اور وَنَادٰى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ (۷: ۵۰) اور دوزخی بہشتیوں سے (گڑگڑا کر) کہیں گے۔ وغیرہ۔ اس سے مراد قیامت کے روز آدمیوں کے سرگروہ کو ان کے پیشوا کے ساتھ پکارا جانا بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ (۱۷: ۷۱) جس دن ہم سب

لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ضحاک کی قرآت میں یَوْمَ التَّنَادِ کی جگہ یَوْمَ التَّنَادّ (بہ تشدید دال) ہے جس کے معنی بھاگنے اور منتشر ہونے کے دن کا ہے اس صورت میں التناد مادہ ند سے مشتق ہے اصل میں باب تفاعل سے تنادُدُ تھا دوسری دال کو یا سے بدلا تنادیُ ہوگیا پھر دال کے ضمہ کو کسرہ میں بدل دیا تنادیُ ہوگیا پھر آخر سے یَ کو گرادیا۔ تنَادِ ہوگیا۔ جس کے معنی ہیں ایک دوسرے سے بدک کر بھاگ جانا۔ اور یوم التناد وہ دن جب لوگ بدک بدک کر بھک دوسرے سے دور بھاگیں گے اس معنی میں قرآن مجید میں ہے یوم یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ وَاُمِّہٖ وَاَبِیْہِ وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیْہِ۔ (۸۰: ۳۴ تا ۳۶) اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا اور اپنی ماں اور باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے۔

۴۰: ۳۳ = تُوَلُّوْنَ مضارع۔ جمع مذکر حاضر تَوَلِّیَۃٌ (تفعیل) مصدر سے تم منہ موڑو گے۔

= مُدْبِرِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر پیٹھ موڑنے والے۔ اِدْبَارٌ (افعال) مصدر سے بوجہ ضمیر فاعل کا حال ہونے کے منصوب ہے دُبُرٌ مادہ۔ آیات ۳۲ و ۳۳ میں یَوْمَ بوجہ ظرفیت منصوب ہے۔

= مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ: تمہارے لئے نہیں ہوگا خدا کے عذاب سے بچانے والا کوئی بھی۔ یَوْمَ تُوَلُّوْنَ ..... مِنْ عَاصِمٍ بدل ہے یَوْمَ التَّنَادِ سے

= مِنْ ھَادٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ ھِدَایَۃٌ مصدر باب ضرب۔ ہدایت یاب کرنے والا۔ ھادٍ اصل میں ھَادِیٌ تھا۔ ضمہ ی پر دشوار تھا۔ یَ کو ساکن کیا۔ اب ی اور تنوین دو ساکن جمع ہوئے بوجہ اجتماع ساکنین یَ گر گئی۔ ھَادٍ ہوگیا۔

۴۰: ۳۴ = مَا زِلْتُمْ ماضی منفی جمع مذکر حاضر مَا زَالَ افعال ناقصہ سے ہے، فاعل کے ساتھ مل کر استمرار فعل کے معنی ہوں گے۔ تم ہمیشہ ہی رہے۔ ایسے ہی رہے۔ یا متواتر ایسے ہی ہے۔ مَا زِلْتُمْ فِیْ شَكٍّ۔ تم برابر شک میں ہی پڑے رہے۔

= مِمَّا۔ مِنْ اور مَا سے مرکب ہے مِنْ حرف جار اور مَا موصولہ ہے۔

مِمَّا جَآءَكُمْ بِہٖ۔ جَآءَكُمْ بِہٖ اسم موصول مَا کا صلہ ہے ہ ضمیر واحد مذکر غائب ہے جس کا مرجع مَا اسم موصول ہے سو تم ان امور میں جو کہ یوسف تمہارے

پاس لے کر آئے تھے برابر شک میں پڑے رہے۔

= هَلَكَ۔ ای مَاتَ۔

= لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ۔ فعل مضارع نفی تاکید بَلَن۔ منصوب بوجہ عمل لَنْ ہے۔ اللہ نہیں بھیجے گا۔ رَسُوْلًا لَنْ يَّبْعَثَ کا مفعول ہے، یعنی اس کے بعد اللہ رسول کوئی نہیں بھیجے گا۔

قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا: یعنی تم لوگ کفر پر قائم رہے اور تم نے خیال کر لیا کہ اب اللہ تعالیٰ کسی رسول کو بھیج کر تمہارے خلاف اتمام حجت نہیں کریگا (مظہری)

= كَذٰلِكَ: کَ حرف تشبیہ کا ہے ذٰلِكَ میں ذَا اسم اشارہ ہے اور لِ ك حرف خطاب ہے۔ ذٰلِكَ یہ۔ یہی۔ كَذٰلِكَ: ایسے ہی۔

مطلب یہ کہ جس طرح عہد یوسف علیہ السلام کی فرعونی قوم گمراہ ہوئی اسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو گمراہی میں مبتلا ہوا چھوڑ دیتا ہے جو دین حق میں حد سے گذر جانے والے۔ اور شک کرنے والے ہوتے ہیں۔

الفائدہ: یہاں یوسف سے مراد کون ہیں؟ اس کے بارہ میں دو قول ہیں!

(۱) یوسف سے یہاں یوسف بن حضرت یعقوب علیہما السلام ہیں۔ جن کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قریبًا چار سو سال قبل کا ہے۔

(۲) یوسف سے یہاں مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے پوتے ہیں جن کا نسب یوں ہے یوسف بن ابراہیم بن یوسف بن یعقوب علیہم السلام۔ لیکن جمہور مفسرین کے نزدیک اول الذکر ہی مراد ہیں۔

= مُسْرِفٌ: اسم فاعل واحد مذکر (نیز ملاحظہ ہو آیت ۴۰: ۲۸ متذکرۃ الصدر)

= مُرْتَابٌ: اسم فاعل واحد مذکر، اِرْتِيَابٌ (افتعال) مصدر۔ اِرْتِيَابٌ وَاِرْتَابٌ کے معنی ہیں کسی چیز میں شک کرنا۔ آدمی کا ایمان کے بارہ میں) متہم ہونا۔ یعنی بین بیخ نکالنا۔

مُرْتَابٌ اصل میں مفتعل کے وزن پر مُرْتَيِبٌ تھا۔ یاء مکسورہ کا ماقبل مفتوح یاء کے کسرہ کو فتحہ سے بدلا۔ پھر یا کو ماقبل مفتوح کی رعایت سے الف سے بدلا مُرْتَابٌ ہوگیا۔ شک کرنے والا۔ ریب مادہ۔

۴۰: ۳۵ = اَلَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ: یہ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ سے بدل ہے کیونکہ مُسْرِفٌ جمع کے حکم میں ہے لانه لایرید مسرفا واحدًا بل کل مسرفٍ جو جھگڑے نکالتے ہیں جھگڑتے ہیں جھگڑا کرتے رہتے ہیں۔

یُجَادِلُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب مُجَادَلَۃٌ (مفاعلة) سے۔ جِدَالٌ جھگڑا۔

آیات اللہ میں جدال کی مندرجہ ذیل تین صورتیں ہیں:

۱۔ آیات کی بے جا تاویل کرنا۔

۲۔ ان میں عیب نکالنا۔

۳۔ ان میں تضاد پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔

= سُلْطٰنٍ۔ برہان، حجت، دلیل، سند وغیرہ۔

= اَتٰھُمْ ۔ اَتٰی۔ اِیْتَاءٌ (افعال) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب: اس نے ان کو دیا۔ یا۔ دی۔

بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰھُمْ: بغیر کسی سند یا دلیل کے جو اس نے ان کو دی ہو۔

اَتٰی میں ضمیر فاعل کا مرجع اللہ ہے۔

= کَبُرَ مَقْتًا: کَبُرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ کِبَرٌ وکُبْرٌ (باب کرم) مصدر بڑا ہونا مرتبہ میں۔ دشوار ہونا معاملہ کا اہم ہونا وغیرہ۔

عربی زبان میں جس لفظ کا مادہ ک، ب، ر سے مرکب ہو اس کے مفہوم میں بڑائی کے معنی ضرور پائے جاتے ہیں گو بڑائی کی نوعیت ہی جدا جدا ہو سکتی ہے۔

کَبُرَ میں ضمیر فاعل کا مرجع کون ہے اس کے متعلق مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں

۱۔ اس کا مرجع مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ (مذکورہ بالا) ہے جو اگرچہ معنًی جمع ہے لیکن لفظًا مفرد ہے (ملاحظہ ہو اَلَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ کے محاذ م) ایسا مسرف اللہ اور مومنوں کے نزدیک بڑا ہی مبغوض ہے۔

۲۔ اَلَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ سے پہلے مضاف محذوف ہے ای جِدَالُ اَلَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ۔ اور کَبُرَ کی ضمیر اسی محذوف کی طرف راجع ہے۔

اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔

ایسے مسرف جو بغیر حق کے یا کسی واضح دلیل کے خدا کی آیات میں جھگڑا کھڑا کرتے رہتے ہیں:

ان کا یہ جھگڑا یا روش یا طریقہ اللہ اور مؤمنوں کے نزدیک بہت بڑی بیزاری اور نفرت کا سبب ہے۔
مَقْتًا: مصدر منصوب بوجہ تاکید۔ سخت بیزاری، بغض شدید۔
مَقَتَ یَمْقُتُ (نصر) مَقْتٌ مصدر۔ ناپسند کرنا۔ نفرت کرنا: اِمْقَاتٌ (افعال) اور تَمْقِیْتٌ (تفعیل) کا بھی یہی معنی ہے۔
= کَذٰلِكَ: اسی طرح، ایسے ہی: یعنی جس طرح ان لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی دعوتِ توحید قبول نہ کی۔ اور ان کے بعد سلسلۂ رسالت کا بھی انقطاع کر بیٹھے اور اس طرح اپنے دلوں کو حق کے لئے ہمیشہ بند کر دیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور سرکش کے دل پر مُہر لگا دیتا ہے کہ پھر ان کے دلوں میں حق بات جاتی ہی نہیں۔
= یَطْبَعُ: مضارع واحد مذکر غائب طَبْعٌ مصدر (باب فتح) وہ مہر لگا دیتا ہے:
= عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ: عَلٰی حرف جار کُلِّ مجرور مضاف، قَلْبِ مضاف الیہ مضاف مُتَکَبِّرٍ مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر کُلِّ کا مضاف الیہ۔ ہر متکبر کا دل۔ اسی طرح ہر جبار کا دل۔ اب جملہ کا ترجمہ ہوگا:
اسی طرح اللہ مہر لگا دیتا ہے ہر مغرور اور جابر کے دل پر:
۴۰: ۳۶ = ھَامَانُ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے فرعون کا وزیر تھا جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سخت دشمن تھا اور فرعون کا بڑا معتمد تھا۔
= اِبْنِ، فعل امر واحد مذکر حاضر کا صیغہ بِنَاءٌ (باب ضرب) مصدر سے:
تو بنا۔ تو تعمیر کر۔
= صَرْحًا: ایک عالیشان عمارت یا محل جس میں نقش و نگار ہوں۔ ایسی اونچی عمارت (منارہ وغیرہ) جو دور سے دیکھنے والوں کو بھی دکھائی دے۔ اسی مناسبت سے تصریح کا لفظ بمعنی اظہار آتا ہے:
اور جگہ قرآن مجید میں آتا ہے قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ (۲۷: ۴۴) (حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا) یہ ایسا محل ہے جس میں شیشے جڑے ہوئے ہیں
= لَعَلِّیْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ۔ لَعَلِّیْ۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل۔ ی ضمیر واحد متکلم: شاید میں۔ اَبْلُغُ مضارع واحد متکلم بُلُوْغٌ (باب نصر) مصدر میں پہنچ جاؤں۔ اَلْاَسْبَابَ سبب کی جمع کسی چیز تک پہنچنے کے ذریعہ کو سبب کہتے ہیں

جیسے رسی اور ڈول کو سبب اسی لئے کہتے ہیں کہ یہ پانی تک پہنچنے کے ذریعے ہیں یہاں مراد آسمانوں کی راہیں یا دروازے یعنی ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پہنچنے کے راستے

ترجمہ :۔ شاید (اس پر چڑھ کر) میں (آسمان کی) راہوں تک پہنچ جاؤں۔

== اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ ۔ مضاف مضاف الیہ، آسمانوں کے راستے۔ یہ الاسباب سے بدل ہے یعنی وہ راستے جو ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک جاتے ہیں۔

۴۰: ۳۷ == فَاَطَّلِعَ ۔ مضارع واحد متکلم اِطِّلَاعٌ افتعال مصدر، میں جھانکوں۔ میں مطلع ہوں۔ میں اطلاع پاسکوں۔ میں معلوم کرسکوں۔ مضارع منصوب لوجہ جواب امر۔ اگر رفع کے ساتھ ہو تو اَبْلُغُ کا معطوف ہوگا۔

== لَاَظُنُّهٗ ۔ لام تاکید کا ہے اَظُنُّ مضارع کا صیغہ واحد متکلم ظَنٌّ باب نصر سے مصدر جس کے معنی اس اعتقاد راجح کے ہیں جس میں اس کے خلاف ظہور پذیر ہونے کا بھی احتمال ہو یہ کبھی شک اور کبھی یقین کے معنی بھی دیتا ہے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے جو حضرت موسیٰ کے لئے آیا ہے۔ میں تو اس (حضرت موسیٰ) کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں مجھے تو یقین ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔

== کَذٰلِکَ ۔ اسی طرح (یعنی جس طرح رب السمٰوٰت کو دیکھنے کے لئے اونچی عمارت کی تعمیر کو فرعون کی نظر میں زینت آگین بنادیا گیا اسی طرح اس کی ہر بدکاری اس کے خیال میں زینت آفریں بنادی گئی)

== سُوْٓءُ عَمَلِهٖ ۔ اس کے کام کی برائی۔

== صُدَّ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب صَدٌّ (باب نصر) مصدر جس کے معنی رک جانے یا روک دینے کے ہیں۔ پہلے اعتبار سے یہ لازم ہے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے متعدی

== السَّبِيْلِ ۔ یعنی سیدھا راستہ، راہ راست۔

== کَيْدُ ۔ تدبیر، چال۔ داؤ۔ اچھے و مذموم و محمود حالت کے لئے استعمال ہوتا ہے

== تَبَابٍ ۔ ٹوٹے میں رہنا۔ گھاٹا۔ مسلسل خسارہ میں رہنا۔ ٹوٹنا۔

تَبَّ يَتِبُّ (باب ضرب) کا مصدر ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (۱۱۱: ۱) ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں۔ یعنی وہ ہمیشہ خسارہ میں رہے۔

۴۰: ۳۸ == اتَّبِعُوْنِ ۔ ای اِتَّبِعُوْنِیْ ؛ تم میری اتباع کرو۔ اِتَّبِعُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم (محذوف)

= اَھْدِکُمْ: جواب امر: میں تم کو (راہِ راست) دکھاؤں گا
= سَبِیْلَ الرَّشَادِ: مضاف مضاف الیہ۔ رَشَادٌ۔ رَشَدَ یَرْشُدُ (باب نصر) سے مصدر ہے، بمعنی نیکی، راستی، بھلائی، راہ راستگی۔ سَبِیْلٌ راستہ۔

۴۰: ۳۹ = مَتَاعٌ اسم مفرد اَمْتِعَۃٌ جمع۔ معین و ممتد وقت تک فائدہ اٹھانا۔
(یعنی دنیا کی زندگی ایک محدود وقت تک لطف اندوزی ہے)
= دَارُ الْقَرَارِ ہمیشہ ٹھہرنے کی جگہ (آخرت کی زندگی کو مَتَاعٌ کی ضد کے طور پر لایا گیا جہاں تک ان کی طوالت کا سوال ہے)

۴۰: ۴۰ = مِثْلَھَا مضاف مضاف الیہ۔ اس کی طرح:

۴۰: ۴۱ = مَالِیْ: (۱) میرا بھی عجیب حال ہے (ضیاء القرآن: حقانی)
(۲) مجھے بتاؤ یہ کیا بات ہے۔ عقل و دانش کے خلاف تمہاری یہ عادت کیوں ہے؟ (مظہری)
(۳) میرے لئے کتنا عجیب ہے (عبد اللہ یوسف علی)
(۴) یہ کیا ماجرا ہے؟ میں بھی عجیب ہوں:
اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَقَالُوْا مَالِ ھٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ (۲۵: ۷) اور کہتے ہیں کہ یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔
اور مَالِ ھٰذَا الْکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً اِلَّآ اَحْصٰھَا (۱۸: ۴۹) یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے اور نہ بڑی کو (کوئی بات بھی نہیں) مگر اُسے لکھ رکھا ہے۔

۴۰: ۴۲ = مَا لَیْسَ لِیْ بِہٖ عِلْمٌ: جس کا مجھے کوئی علم نہیں، علم کی نفی معلوم کی نفی ہے یعنی جس کے شریک ہونے کا مجھے کوئی علم نہیں۔ مَا موصولہ ہے اور ہ ضمیر واحد مذکر حاضر اس کی طرف راجع ہے:
= اَلْعَزِیْزِ: زبردست، غالب، عِزَّۃٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے:
= اَلْغَفَّارِ: بہت بڑا معاف کرنے والا۔ صیغہ مبالغہ ہے:

۴۰: ۴۳ = لَا جَرَمَ: بے شک: یقیناً: حق و صحیح بات یہی ہے: سچی بات تو یہ ہے:

لَاجَرَمَ ، کی لغوی تحقیق میں کئی اقوال منقول ہیں : لیکن بقول امام راغبؒ ان میں سے اکثر تحقیق کی رو سے صحیح نہیں ہیں :

المنجد میں ہے لَاجَرَمَ و لَاجُرْمَ ۔ یعنی ضروری ، یقینی ، ناگزیر ، سچی قسم کے معنی دیتا ہے ۔

قرآن مجید میں تقریباً انہی معنوں میں مستعمل ہے ۔ مثلاً (۱) لَاجَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ (۱۱ : ۲۲) بلاشبہ یہ لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان پانے والے ہیں ۔

(۲) لَاجَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۱۶ : ۱۰۹) کچھ شک نہیں کہ یہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والے ہوں گے ۔

(۳) لَاجَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ ۔ (۴۰ : ۴۳ آیت ہذا) سچی بات تو یہ ہے کہ (سچ تو یہ ہے کہ) جس کی (بندگی کی) طرف تم مجھے بلاتے ہو وہ پکارے جانے کے قابل نہ دنیا میں ہے نہ آخرت میں ۔

(الخازن ، بیضاوی ، کشاف نے بھی لَاجَرَمَ بمعنی حق ہی لیا ہے)

= مَرَدَّنَا : مضاف مضاف الیہ ، مَرَدَّ : رَدَّ يَرُدُّ (باب نصر) سے مصدر میمی ہے نَا ضمیر جمع متکلم ۔ ہمارا لوٹ جانا ۔ پھر جانا ۔ لوٹنا ۔ پھرنا ۔ یعنی مرنے کے بعد ہم سب کا اللہ کے پاس لوٹ جانا ہے

= اَلْمُسْرِفِيْنَ ، اسم فاعل جمع مذکر مُسْرِفٌ واحد ۔ نیز ملاحظہ ہو ۴۰ : ۲۸ : متذکرۃ الصدر ۔ حد سے گذرنے والے ۔

لَاجَرَمَ .... اَصْحٰبُ النَّارِ : میں اَنَّ مَرَدَّنَا اور اَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ کا عطف اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْ پر ہے ۔ یعنی سچی بات تو یہ ہے کہ :-

(۱) جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو وہ پکارے جانے کے قابل نہ دنیا میں ہے نہ آخرت میں ۔

(۲) اور یہ کہ ہم سب کو اللہ کی طرف ہی لوٹنا ہے ،

(۳) اور یہ کہ مسرفین سب ہی دوزخی ہوں گے :

۴۰ : ۴۴ = فَسَتَذْكُرُوْنَ : سین مضارع قریب کے لئے ہے تَذْكُرُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ۔ عنقریب ہی تم یاد کرو گے مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ (جو میں تم کو کہہ رہا ہوں) کا مفعول ہے :

== اُفَوِّضُ : مضارع واحد متکلم، تَفْوِیْضٌ (تفعیل) میں سونپتا ہوں

== بَصِیْرٌ : جاننے والا۔ دیکھنے والا۔ نگران ؛ فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل ہے :

اُفَوِّضُ ..... بِالْعِبَادِ ؛ جملہ حالیہ ہے اَقُوْلُ کی ضمیر فاعل واحد متکلم ہے ، اور حال یہ ہے کہ میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں جو اپنے بندوں کا بلاشبہ خوب نگران ہے :

۴۰ : ۴۵ == فَوَقٰـهُ : ف تعلیل کا ہے : یعنی اپنے جملہ امور کو اللہ کی سپردگی میں دے دینے سے فرعون کی ہر گزند سے بچنے کا سبب بن گئی۔ چنانچہ عربی میں کہتے ہیں سَهَا فَسَجَدَ اس سے سہو ہوئی۔ پس اس نے سجدہ کیا۔ یعنی اس کی سہو سجدہ کا سبب بن گئی۔

وَقٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ وِقَایَةٌ مصدر باب ضرب : و ق ی مادہ : (لفیف مفروق) بچانا۔ حفاظت کرنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب : اس نے اس کو حفاظت میں رکھا ؛ بچالیا۔ بچائے رکھا ؛

== سَیِّئَاتُ مَا مَكَرُوْا : سَیِّئَاتُ جمع سَیِّئَةٌ واحد۔ برائیاں۔ اعمالِ بَد۔ مضاف : مَا موصولہ مَكَرُوْا ماضی جمع مذکر غائب، مضاف الیہ ؛ ان کی تدابیر مذموم کے مآل بد سے۔ یعنی فرعونیوں کی ضرر رساں تدبیروں کے شر سے اس کو محفوظ رکھا ؛

علامہ پانی پتی رح فرماتے ہیں :

فَوَقٰهُ سے پہلے چند جملے محذوف ہیں ، پوری عبارت اس طرح تھی : فرعونیوں نے اس (مرد مومن) کو قتل کرنا چاہا مگر وہ بھاگ گیا فرعون نے اس کو پکڑنے کے لئے اپنے آدمیوں کو بھیجا لیکن اللہ نے اسے محفوظ رکھا :

== حَاقَ : ماضی واحد مذکر غائب یَحِیْقُ (باب ضرب) مصدر۔ اَلْحُیُوْقُ وَ اَلْحَیَقَانُ (باب ضرب کے معنی کسی چیز کو گھیرے میں لے لینا۔ اور اس پر نازل ہونا کے ہیں

یہ باء کے ساتھ متعدی ہوتا ہے ، وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ : اور اس نے آل فرعون کو (یعنی فرعونیوں کو) چاروں طرف سے گھیر لیا :

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَا یَحِیْقُ الْمَكْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ :

(۳۵ : ۴۳) اور بُری چال کا وبال اس کے چلنے والے پر ہی ہوتا ہے :

== بِاٰلِ فِرْعَوْنَ : میں فرعون از خود شامل ہے :

== سُوْٓءُ الْعَذَابِ : ترکیب اضافی ہے۔ سُوْٓءُ اسم ہے بمعنی بُرائی ؛ آفت ، عذاب کی برائی ۔ عذاب کی شدت : عذاب کی سختی ؛ بمعنی شدید عذاب یا سخت عذاب

اسی طرح سُوْءُ الدَّارِ بمعنی بُرا گھر، جیسے قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ (۱۳: ۲۵) اور ان کے لئے بُرا گھر ہے اسی طرح اور جگہ ہے اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْءُ الْحِسَابِ (۱۳: ۱۸) ایسے لوگوں کا حساب بھی بُرا ہوگا۔

یہاں سب جگہ سُوْءُ بمعنی بِئْسَ آیا ہے۔ بمعنی بُرا۔

۴۰: ۴۶ == اَلنَّارُ: کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:۔

۱:۔ یہ سُوْٓءُ الْعَذَابِ سے بدل ہے یعنی وہ سخت عذاب جہنم کی آگ ہوگی۔

۲:۔ یہ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے کانہ قیل ماسوء العذاب فقیل ھوالنار۔ یعنی کوئی پوچھے وہ سخت عذاب کیا ہوگا اور جواب میں کہا جائے وہ عذاب دوزخ یا دوزخ کی آگ ہوگا۔

۳:۔ مبتدا ہے اور اس کی خبر اگلا جملہ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا ہے۔

== يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا۔ يُعْرَضُوْنَ مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے عَرْضٌ (باب ضرب) مصدر پیش کرنا۔ عَرَضَ عَلٰى۔ کسی کے سامنے پیش کرنا۔ جیسے عَرَضَ الْمَتَاعَ لِلْبَيْعِ: سامان کو فروخت کے لئے خریداروں کے سامنے پیش کرنا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع النار ہے۔ یعنی ان کو دوزخ کی آگ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ (جلانے کے لئے)

== غُدُوًّا۔ ای فی الغدو صبح کے وقت عَشِيًّا رات کے وقت۔

دونوں بوجہ مفعول فیہ ہونے کے منصوب ہیں۔

یہاں صبح و شام سے مراد اس دنیا کے صبح و شام نہیں بلکہ اس عالم آخرت میں وقت کے تعین کی جو بھی صورت ہوگی اس کے مطابق۔ صبح کو بھی پیش کئے جائیں گے اور شام کو بھی یا صبح و شام سے مراد ہمیشگی ہے جیسے اس دنیا میں ہم کہتے ہیں کہ کام صبح و شام ہوتا رہتا ہے یعنی ہمیشہ ہوتا ہی رہتا ہے جب تک کہ یہ صبح و شام کا سلسلہ جاری ہے۔

فائدہ: علمائے اہل سنت نے اس آیت سے عذاب قبر کا اثبات کیا ہے اور علمائے معتزلہ عالم برزخ میں عذاب کے قائل نہیں ہیں۔

== وَيَوْمَ ...... اَشَدَّ الْعَذَابِ: ای یوم تَقُوْمُ السَّاعَةُ يقال لخزنۃ جہنم اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ: اور جس روز قیامت قائم ہوگی تو

دوزخ کے پہرہ داروں کو کہا جائے گا کہ فرعونیوں کو سخت عذاب میں داخل کردو۔

۴۰: ۴۷ = اِذْ: ای اذکر وَقْتَ اِذْ: اور یاد کرو وہ وقت جب ......

= یَتَحَاجُّوْنَ مضارع جمع مذکر غائب تَحَاجُجٌ (تفاعل) مصدر وہ ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے۔ باہم جھگڑیں گے:

= الضُّعَفٰٓؤُا۔ الضعیف کی جمع ہے ضعیف فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ مادہ ض ع ف:

۱:۔ ضِعْفٌ دوگنا: دوچند، الفاظ متضائفہ میں سے ہے، کہ ان میں سے ایک کا وجود دوسرے کے وجود کا مقتضی ہے اور یہ عدد کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے۔

۲:۔ ضَعْفٌ کمزور ہونا: سستی یا کمزوری۔ سست یا کمزور ہونا۔ ضَعْفٌ اس کمزوری کو کہتے ہیں جو عقل اور رائے میں ہو۔ اور ضُعْف وہ کمزوری جو بدن میں ہو۔ ضَعْفٌ ضُعْفٌ دونوں کا فعل باب کرم سے آتا ہے:

ضَعْفٌ و ضَعِیْفٌ کی مثال:

فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا (۲: ۲۸۲) پھر اگر وہ شخص کہ جس پر قرض ہے بے عقل یا ضعیف (یعنی کم سمجھ) ہے:

ضَعِیْفٌ کی جمع ضُعَفَآءُ یا ضِعَافٌ ہے:

اور ضُعْفٌ کی مثال (یعنی بدنی و جسمانی کمزوری) کی مثال: اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً (۳۰: ۵۴) خدا ہی تو ہے جس نے تم کو (ابتداء میں) کمزور حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد طاقت دی پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا:

الضُّعَفٰٓؤُا ۔ کمزور لوگ، ضعیف لوگ:

= اِسْتَكْبَرُوْا: ماضی جمع مذکر غائب اِسْتِكْبَارٌ (استفعال) مصدر۔ انہوں نے گھمنڈ کیا۔ تکبر کیا:

= تَبَعًا، تابعٌ کی جمع ہے منصوب بوجہ خبر كُنَّا ہے ہم تمہارے تابع یعنی پیروی کرنے والے تھے: اس کی مثال صَاحِبٌ واحد، صَحْبٌ جمع:

= مُّغْنُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر اصل میں مُغْنِيُوْنَ تھا۔ ی مضموم سے قبل کسرہ

دشوار تھا ضمہ کو ماقبل پر تبدیل کیا ی اجتماع ساکنین (ی : و) سے گر گئی۔ مُغْنُوْنَ ہوگیا۔ غنی کرنے والے : بے نیاز کرنے والے، دور کرنے والے، دفع کرنے والے :

عَنَّا : عَنْ اور نَا سے مرکب ہے۔ ہم سے :

= نَصِيْبًا : حصہ۔ یہاں مراد دوزخ کے عذاب اور دکھ کا ایک حصہ۔ مُغْنُوْنَ کا مفعول ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کیا تم ہم پر سے دوزخ کے عذاب کا کچھ حصہ ہٹا سکتے ہو؟

۴۰ : ۴۸ = اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ۔ ہم سب ہی اس جہنم (کی آگ میں) پڑے ہوتے ہیں :

= حَكَمَ ماضی واحد مذکر غائب حُكْمٌ (باب نصر) سے مصدر، فیصلہ کرنا۔ حکم دینا یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ نے قطعی فیصلہ کر دیا ہے اب کیا ہو سکتا ہے :

۴۰ : ۴۹ = يُخَفِّفْ : مضارع واحد مذکر غائب مجزوم بوجہ جواب امر تَخْفِيْفٌ (تَفْعِيْلٌ) سے مصدر۔ ہلکا کر دے۔ کم کر دے، اس میں تخفیف کر دے۔

= يَوْمًا۔ کسی دن،

۴۰ : ۵۰ = اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ : ہمزہ استفہامیہ، واؤ کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے لَمْ تَكُ مضارع نفی جحد بلم۔ (لَمْ کے عمل سے مضارع تَكُوْنُ۔ تَكُ ہو گیا۔) اَوَلَمْ تَكُ قصہ ہے تَاْتِيْكُمْ تفسیر قصہ ہے : رُسُلُكُمْ ضمیر قصہ کا مرجع بِالْبَيِّنٰتِ باء تعدیہ کا ہے۔ بینات، معجزات، روشن دلائل :

ترجمہ : کیا تمہارے پیغمبر (یعنی اللہ کی طرف سے تمہاری طرف بھیجے گئے پیغمبر) تمہارے پاس واضح احکام لے کر نہیں آئے تھے؟

یہ استفہام انکاری ہے اور زجر و توبیخ کے لئے ہے یعنی پیغمبر تو آئے تھے لیکن تم نے دعا کا وقت اور قبولیت کے اسباب کو کھو دیا۔

= فَادْعُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر کا صیغہ دَعْوَةٌ (باب نصر) مصدر۔ پس پھر تم خود ہی پکارو۔ یعنی دعا کرو۔ تم خود ہی پکار دیکھو،

یہ بطور استہزاء فرشتے دوزخیوں سے کہیں گے۔

= وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ اور کافروں کی دعا تو بس بے اثر اور بیکار ہی ہے (کافروں کی دعا اور وہ بھی روز قیامت جب دنیا میں وہ تمام مواقع قبولیت کے کھو چکے تھے اب بے اثر اور بے کار نہ ہوگی تو اور کیا ہوگی) یہ جملہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دوزخ کے پہرہ داروں کے کلام کا جزء ہو۔ ضَلٰلٍ، بیکار۔ ضائع، لاحاصل،

۴۰:۵۱ = لَنَنْصُرُ۔ لام تاکید کا ہے۔ نَنْصُرُ مضارع جمع متکلم۔ نَصْرٌ مصدر (فَعَلَ یَفْعُلُ) ہم یقینی مدد کرتے ہیں:

= وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ۔ واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف جملہ ماقبل پر ہے۔ يَوْمَ بوجہ ظرفیت کے منصوب ہے یہ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کا معطوف ہے، یعنی ہم مدد کرتے رہتے ہیں اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیوی زندگی میں بھی اور اس روز بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے (یعنی روز قیامت)

اَلْاَشْهَادُ یا شَاهِدٌ کی جمع ہے جیسے صَاحِبٌ کی جمع اَصْحَاب ہے۔ یا یہ شَهِيْدٌ کی جمع ہے جیسے شَرِيْفٌ کی جمع اَشْرَافٌ ہے اَلْاَشْهَادُ۔ گواہ۔ گواہی دینے والے، جمہور مفسرین نے اس سے مراد نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتے لئے ہیں۔ جو قیامت کے دن اس کی بھی گواہی دیں گے کہ رسولوں نے تبلیغ کی اور کافروں نے ان کی تکذیب کی:

۴۰:۵۲ = يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ: یہ يَوْمَ۔ يَوْمَ اوّل (يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ) سے بدل ہے یعنی وہ دن جب ظالموں کو ان کی معذرت (عذر خواہی) کچھ نفع نہ دے گی۔ ظٰلمین سے مراد کافر ہیں۔

= وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع ظلمین ہے یہ جملہ اسمیہ ہے اس کا عطف جملہ ماقبل لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ پر ہے اور ان کے لئے لعنت ہوگی۔

= وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ۔ اور ان کے لئے گھر کی سختی یا برائی ہوگی یعنی ایسا گھر جس میں غم والم اور سختی وناگواری ہو گی (یعنی بہت بُرا گھر)

اَلدَّارُ کو اگر عالمِ آخرت لیا جائے تو معنی ہوں گے: ان کے لئے اس عالمِ آخرت میں خرابی ہی خرابی ہوگی:

المدارک میں ہے ولهم سوء دار الاٰخرة هو عن ابهار یہ بھی جملہ اسمیہ ہے اور یہ بھی جملہ لا ينفع کا معطوف ہے۔

۴۰:۵۳ = اَلْهُدٰى: اسم و مصدر۔ ہدایت۔ ہدایت کرنا۔ انبیا (کیونکہ وہ بھی مجسمۂ ہدایت بنا کر بھیجے جاتے ہیں) یا اللہ کی طرف سے کتابیں و صحیفے وغیرہ۔ جو سب بجائے خود ہدایت بھی ہیں اور ہدایت کرنے والی بھی۔

یہاں مُراد حضرت موسٰی علیہ السلام پر نازل شدہ توریت، معجزات وغیرہ ہیں۔

= اَلْكِتٰبَ۔ اسم جنس ہے یہاں اَلْكِتٰب سے مراد وہ کتابیں جو بنی اسرائیل پر نازل کی گئی

تھیں مثلاً توراۃ، انجیل، زبور، ودیگر صحائف وغیرہ۔

۴۰: ۵۴ = ھُدًى۔ اور الھُدٰى ہم معنی ہیں۔ ہدایت یا ہدایت کرنا۔ ذِكْرٰى ذکر کرنا نصیحت کرنا۔ پند ونصیحت، موعظت، ذَكَرَ يَذْكُرُ باب نصر کا مصدر ہے؛

ھُدًى اور ذِكْرٰى بوجہ مفعول لہٗ یا بوجہ حال منصوب ہیں؛

= لِاُولِي الْاَلْبَابِ؛ لام ملک و مالک ہونا کے لئے ہے، اولی الالباب مضاف مضاف الیہ۔ صاحب عقل، عقل والے۔ لاولی الالباب عقل والوں کے لئے۔ عقلمند لوگوں کے لئے۔

۴۰: ۵۵ = فَاصْبِرْ؛ ای فَاصْبِرْ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں فاء ترتیب کا ہے؛ مترتب علٰی قولہٖ تعالٰی اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وقولہ تعالٰی وَاٰتَيْنَا۔۔۔۔ الخ

= اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ۔ یعنی اللہ تعالٰی نے جو آپ سے نصرت کا وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا: اس نبوت کے لئے حضرت موسٰی علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ بیان فرمایا؛

= وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ؛ اور معافی مانگتے رہئے اپنی کوتاہی کی؛

انبیاء جو گناہ سے معصوم ومحفوظ ہوتے ہیں۔ علامہ قرطبی رح لکھتے ہیں:۔ ھٰذا التعبد للنبی صلی اللہ علیہ وسلم بالدعاء والفائدۃ زیادۃ الدرجات وان یصیر الدعاء سنۃ لمن بعدہٗ؛ یعنی یہ محض تعمیل ارشاد الٰہی ہے تاکہ حضور دعا مانگا کریں اور اس میں حکمت یہ ہے کہ استغفار سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات بلند سے بلندتر ہوتے جائیں گے؛ اور امت کے لئے دعا، واستغفار ان کے پیارے رسول کی سنت بن جائے گی؛

اور بعض کے نزدیک لِذَنْۢبِكَ سے مراد لذنب امتک ہے اپنی امت کے گناہوں کی مغفرت کی دعا کرتے رہا کریں:

= بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ؛ شام کے وقت اور صبح کے وقت؛

حضرت حسن رح نے کہا ہے کہ اس سے مراد عصر اور فجر کی نمازیں ہیں؛ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک پانچوں نمازیں مراد ہیں۔ اس سے مراد ہمیشگی بھی ہو سکتی ہے یعنی مداومت سے اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیا کریں:

۴۰: ۵۶ = اِنَّ الَّذِيْنَ ۔۔۔۔۔ اَتٰهُمْ؛ ملاحظہ ہو ۴۰: ۳۵ متذکرۃ الصدر

= اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ میں اِنْ نافیہ ہے:

= کِبْرٌ۔ اسم مصدر، غرور، باوجود بڑانہ ہونے کے اپنے کو بڑا سمجھنا۔
= مَا ھُمْ بِبَالِغِیْہِ: مَا نافیہ ہے ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع اَلَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ ہے۔ بَالِغِیْ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ بَلَغَ یَبْلُغُ (باب نصر) بُلُوْغٌ مصدر سے، مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ: اس کا مرجع کِبْرٌ ہے۔ بوجہ اضافت نونؔ حذف ہوگیا۔ جس تک وہ کبھی پہنچنے والے ہی نہیں ہیں:

مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں میں تکبر ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب آنے کی خواہش رکھتے ہیں لیکن وہ بڑائی تک کبھی بھی پہنچ نہیں سکیں گے:

= فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ: پس آپ (ان کی شرارتوں سے) اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگئے:
اَلْعَوْذُ: (باب نصر) کے معنی ہیں کسی کی پناہ لینا اور اس سے چمٹے رہنا:
اَلْعَوْذَۃُ اصل میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے کسی چیز سے بچاؤ حاصل کیا جائے: اسی سے تَعْوِیْذٌ (باب تفعیل) ہے:
اِسْتَعِذْ اصل میں اِسْتَعْوِذْ تھا۔ واؤ کا کسرہ ماقبل کو دیا اور واؤ حذف کردی۔ اِسْتَعِذْ ہوگیا۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِسْتِعَاذَۃٌ مصدر جس کے معنی پناہ مانگنا کے ہیں۔ تو پناہ مانگ:

۴۰: ۵۷ = لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: میں لام تاکید کا ہے بمعنی بیشک: اس میں کوئی شک نہیں:
۴۰: ۵۸ = یَسْتَوِیْ: مضارع واحد مذکر غائب، اِسْتِوَاءٌ (افتعال) مصدر برابر ہونا۔ مَا یَسْتَوِیْ برابر نہیں ہے: یکساں نہیں ہے:
= اَعْمٰی: اندھا۔ یعنی جاہل۔ بَصِیْرٌ بینا۔ دیکھنے والا۔ مراد ہے عالم، دانا۔
= اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے
= اَلْمُسِیْءُ: اسم فاعل واحد مذکر اِسَاءَۃٌ (افعال) مصدر: سوء مادہ: بدی کرنے والا: مراد کافر۔ اَلْمُسِیْءُ سے پہلے لام زائد ہے:

مطلب یہ کہ جس طرح ایک جاہل اور ایک عالم برابر نہیں ہیں اسی طرح مؤمن، نیکوکار اور کافر بدکار بھی آپس میں برابر نہیں ہیں

= قَلِیْلًا مَّا تَتَذَکَّرُوْنَ۔ قَلِیْلًا مصدر محذوف کی صفت ہے: ای تذکرًا قلیلًا۔ تَتَذَکَّرُوْنَ: اس صورت میں مَا صلہ زائدہ ہے۔ تم کم نصیحت

پکڑتے ہو، تم کم دھیان کرتے ہو۔ تم کم سمجھتے ہو۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رح تحریر فرماتے ہیں۔

قَلِیْلًا مَّا۔ یعنی تم بہت کم سمجھتے ہو:

تَتَذَکَّرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر تَذَکُّرٌ (تفعّل) مصدر۔ تم نصیحت پکڑتے ہو۔ تم دھیان کرتے ہو۔

۴۰: ۵۹ = لَاٰتِیَةٌ لام تاکید کا ہے اٰتِیَۃٌ اسم فاعل واحد مؤنث اِتْیَانٌ مصدر، ضرور آنے والی۔ جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

= اُدْعُوْنِیْ: فعل امر جمع مذکر حاضر دَعْوَۃٌ مصدر (باب نصر) سے ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم تم (سب) مجھے پکارو، مجھ سے دعا کرو۔

= اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ اَسْتَجِبْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) واحد متکلم میں قبول کروں گا، میں قبول کرتا ہوں استجابۃ (استفعال) مصدر ج و ب مادہ

= دَاخِرِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر (بحالت نصب وجر) دَاخِرٌ واحد: ذلیل وخوار دَخْرٌ باب فتح سے جس کے معنی ذلیل وخوار ہونے کے ہیں:

۴۰: ۶۱ = مُبْصِرًا۔ اسم فاعل واحد مذکر (حالت نصب) اِبْصَارٌ (افعال) مصدر سے۔ دیکھنے والا۔ دکھانے والا۔ جو خود روشن ہو اور دوسروں کو بھی روشن کرے

۴۰: ۶۲ = اَنّٰی: کیونکر: اسم ظرف زمان واسم ظرف مکان ہے ظرف زمان ہو تو بمعنی مَتٰی (جب، جس وقت) اور ظرف مکان ہو تو بمعنی اَیْنَ (جہاں، کہاں) اور اگر استفہامیہ ہو تو بمعنی کَیْفَ (کیسے، کیونکر) ہوتا ہے:

= تُؤْفَکُوْنَ: مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، اَفْکٌ (باب ضرب) مصدر سے: جس کے معنی کسی شے کے اپنے اصلی رُخ سے پھرنے کے ہیں۔ یہاں اعتقاد میں حق سے باطل کیطرف۔ قول میں راستی سے دروغ بیانی کی طرف اور فعل میں نکوکاری سے بدکاری کی طرف پھیرا جانا مراد ہے۔ تم پھیرے جاتے ہو تم پلٹائے جاتے ہو (تم کدھر کو بھٹکائے جا رہے ہو یعنی پھر اللہ کی عبادت سے دوسروں کی عبادت کی طرف کہاں پھرے جاتے ہو)

۴۰: ۶۳ = کَذٰلِکَ۔ اسی طرح: (یعنی کفار مکہ کی طرح)

= یَجْحَدُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب جَحْدٌ و جُحُوْدٌ مصدر (باب فتح)

وہ انکار کرتے ہیں ۔

۴۰:۶۴ = قَرَارًا. آرام گاہ ۔ ٹھہرنے کی جگہ ، مصدر واسم مصدر

= بِنَآءً: چھت ۔ عمارت ، جو چیز بنائی جائے عمارت کہلاتی ہے ۔

= صَوَّرَكُمْ. تمہاری صورت گری کی ؛ تمہاری صورت بنائی ۔ صَوَّرَ باب تفعیل سے ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے اور کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر

= اَحْسَنَ ماضی واحد مذکر غائب : اس نے اچھا کیا ۔ اس نے اچھا بنایا ۔ اِحْسَانٌ (افعال) مصدر صُوَرَكُمْ تمہاری صورتیں ۔ صُوَرٌ تَصْوِيْرٌ کی جمع :

= تَبَارَكَ: وہ بہت برکت والا ہے ۔ تَبَارُكٌ مصدر جس کے معنی بابرکت ہونے کے ہیں ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اس کی گردان نہیں آتی صرف ماضی کا صیغہ (تَبَارَكَ) مستعمل ہے اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے :

۴۰:۶۵ = اَلْحَيُّ، زندہ ۔ حَيَاةٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے ہے اللہ کی صفت میں جب حَيٌّ کہا جائے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ذات اقدس ایسی ہے کہ جس کے لئے موت کا تصور بھی نہیں ہو سکتا :

= مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے (نیز ملاحظہ ہو ۴۰:۱۴)

۴۰:۶۶ = نُهِيْتُ. ماضی مجہول واحد متکلم ، نَهْيٌ مصدر (باب فتح) سے : مجھے ممانعت کردی گئی ہے ۔ میں منع کیا گیا ہوں ۔ مجھے روکا گیا ہے :

= تَدْعُوْنَ. مضارع جمع مذکر حاضر دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر سے (جسے) تم پکارتے ہو ۔ یعنی (جس کی) تم عبادت کرتے ہو ''

= اُسْلِمَ. مضارع واحد متکلم اِسْلَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ۔ میں تابعدار ہو جاؤں میں سرتسلیم خم کردوں ؛ میں گردن جھکاؤں ؛ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) ہے : (اَنْ مصدریہ ہے)

۴۰:۶۷ = نُطْفَةٍ: اسم مفرد ۔ صاف پانی ، یہاں مراد نطفۂ انسانی ہے انسان کی منی اس کے اور بھی کئی مشتقات دوسرے معنی میں آتے ہیں :

نَطَفٌ عیب یا عیب میں آلودہ ہونا ۔ نَطَفَةٌ چھوٹے موتی ۔ نَاطِفٌ ہر سیال چیز ، وغیرہ :

= عَلَقَةٍ: جمے ہوئے خون کی ایک پھٹکی، خون کی وہ پھٹکی جو منی انسانی سے پیدا ہوتی ہے یہاں یہی مراد ہے ۔ اس کو علقہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ خون کی پھٹکی اپنی اس رطوبت میں جو اس کے ساتھ لگی رہتی ہے معلق ہوتی ہے جب یہ رطوبت خشک ہو جائے تو پھر اس کو علقہ نہیں کہتے ۔

= ثُمَّ لِتَبْلُغُوْا۔ لتبلغوا سے قبل عبارت محذوف ہے ای ثم یبقیکم لتبلغوا۔ پھر تمہیں زندہ رکھا یا پرورش کی کہ تم (اپنی جوانی کو) پہنچو۔

لام تعلیل کا ہے تَبْلُغُوْا مضارع جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ نون اعرابی بوجہ عمل لام ساقط ہو گیا۔ تاکہ تم پہنچو۔ بُلُوْغٌ باب نصر سے مصدر۔

= اَشُدَّكُمْ: مضاف مضاف الیہ: تمہارا زور جوانی، تمہاری جوانی،

اَشُدَّ کے اصل معنی ہیں عقل و تمیز کی قوت: اور جگہ قرآن مجید میں انہی (جوانی کے) معنوں میں آیا ہے: حَتّٰى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ (۴۶ : ۱۵) یہاں تک کہ جب جوان ہو تا ہے۔

= ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا۔ یہاں بھی لِتَكُوْنُوْا سے قبل يُبْقِيْكُمْ محذوف ہے: ای ثم يُبْقِيْكُمْ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا پھر تمہیں زندہ رکھا تاآنکہ تم بوڑھے ہو جاؤ۔

= مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے یعنی بڑھاپے یا جوانی سے قبل،

= وَلِتَبْلُغُوْا۔ ای ویفعل ذٰلك لتبلغوا۔ اور یہ سب وہ اس لئے کرتا ہے کہ تم پہنچ جاؤ۔

= اَجَلٍ مُّسَمًّى: وقتِ مقررہ ۔ یعنی موت، خواہ وہ بڑھاپے میں آئے یا جوانی میں یا اس سے قبل اس کا وقت مقررہ ہے:

= وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ تاکہ اس کے اندر قدرت کی جو لشانیاں ہیں یا جو عبرتیں یا جو حکمتیں ہیں ان کو تم سمجھو:

۴۰ : ۶۸ = فَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا۔ پس جب وہ کسی امر کا فیصلہ کر لیتا ہے ۔ ارادہ کر لیتا ہے یعنی اس کے ہو جانے کا فیصلہ یا ارادہ کر لیتا ہے ۔

اس میں فَ دلالت کر رہا ہے کہ یہ کلام سابق کا نتیجہ ہے ۔ سابق کلام بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ذاتی ہے ۔ کسی مواد کی یا سامان کی اس کو کوئی حاجت نہیں،

۴۰ : ۶۹ = اَنّٰى: کیسے۔ کیونکر۔ نیز ملاحظہ ہو ۴۰ : ۶۲ متذکرۃ الصدر :

= یُصْرَفُوْنَ، مضارع مجہول جمع مذکر غائب صَرْفٌ مصدر (باب ضرب) وہ پھیرے جاتے ہیں۔ (یہ کہاں یا کیسے حق سے پھیرے جا رہے ہیں)

۴۰ : ۷۰ = اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِالْکِتٰبِ وَ بِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا۔ اس میں الکتب سے مراد قرآن کریم ہے۔ اور بِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا۔ سے مراد وہ کتابیں، صحیفے واحکام شرائع ہیں جو دوسرے پیغمبروں پر نازل کئے گئے۔ بِمَا میں مَا موصولہ ہے اس جملہ میں معانقہ ہے۔ اگر وقف رُسُلَنَا پر کریں تو یہ جملہ اَلَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ کی توضیح و تعریف میں ہے یعنی اللہ کی کتاب و آیات میں جھگڑے نکالنے والے یہی لوگ ہیں جنہوں نے (اللہ کی) کتاب (یعنی قرآن کی) اور اُن کتابوں، صحائف، شرائع کی تکذیب کی جو اللہ نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا تھا۔ (پس جلدی ہی یہ اپنے انجام کو جان لیں گے)

اور اگر وقف یُصْرَفُوْنَ (آیت ۶۹) پر کیا جائے، تو یہ ایک نیا جملہ ہے اس صورت میں الذین کذبوا .... رسلنا مبتدا ہوگا، اور فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ اس کی خبر: اور ترجمہ ہوگا جن لوگوں نے اس کتاب (یعنی قرآن مجید) کو جھٹلایا اور اس کو بھی جھٹلایا جو ہم نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا تھا۔ (انہیں اپنی تکذیب کا انجام) عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

۴۰ : ۷۱ = آیات ۷۱ و ۷۲ میں وہ انجام و عاقبت کا بیان ہے جو مجادلت کرنے والوں اور تکذیب کرنے والوں کی ہوگی۔

= اِذْ۔ اسم ظرفِ زمان ہے۔ اِذْ اصل واقعہ کے اعتبار سے تو زمانِ ماضی کا اور اِذَا زمانِ مستقبل کا ظرف ہے۔ لیکن کبھی دوسرے زمانے کی نسبت بھی ان کی طرف واقع ہو جاتی ہے۔ یعنی اِذْ زمان مستقبل کے لئے اور اِذَا زمان ماضی کے لئے۔ یہاں اِذْ زمانِ مستقبل کا ظرف ہے۔ جب، جس وقت،

= اَلْاَغْلٰلُ۔ غُلٌّ کی جمع طوق، قیدیں، ہتھکڑیاں، بندھن، غُلٌّ اس شے کے ساتھ مخصوص ہے جس سے قید کیا جائے اور اس میں اعضاء باندھ دیئے جائیں۔

اِذِ الْاَغْلٰلُ مبتدا ہے اور فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ خبر ہے۔

= وَالسَّلٰسِلُ واؤ عاطفہ ہے اور اس کا عطف الاغلال پر ہے اور فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اس کی خبر ہے: ای الاغلال والسلاسل فی اعناقھم بندھن اور زنجیریں ان کی گردنوں میں ہونگی السلسلۃ زنجیر۔

= یُسْحَبُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب سَحْبٌ (باب فتح) مصدر۔ زمین پر

گھسیٹنا۔ اَلسَّحْبُ کے اصل معنی کھینچنے کے ہیں چنانچہ دامن زمین پر گھسیٹ کر چلنے یا کسی کو منہ کے بل گھیٹنے پر سَحَبَ کا لفظ بولا جاتا ہے:

اسی سے بادل کو سحاب کہا جاتا ہے یا تو اس لئے کہ ہوا اسے کھینچ کر لے جاتی ہے یا اس لئے کہ وہ خود پانی کو کھینچ کر لاتا ہے اور یا اس بنا پر کہ وہ چلنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گھسٹتا ہوا چل رہا ہے:

یُسْحَبُوْنَ وہ گھسیٹے جائیں گے (فی الحمیم، کھولتے ہوئے پانی میں)

۴۰: ۲: = اَلْحَمِیْم: ح م م مادہ۔ حمیم کے معنی سخت گرم پانی کے ہیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے و سُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا (۴۷: ۱۵) اور ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائیگا تشبیہ کے طور پر پسینہ کو بھی حَمِیْم کہا جاتا ہے اور حَمّام کو حمام اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں گرم پانی موجود ہوتا ہے یا یہ کہ وہ پسینہ آور ہوتا ہے۔

مجازاً قریبی رشتہ دار اور گہرے دوست کو بھی حمیم کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے رشتہ دار کی یا اپنے دوست کی حمایت میں گرم ہو جاتا ہے۔

= فِی النَّارِ۔ ای فی نار جھنم دوزخ کی آگ میں۔

= یُسْجَرُوْنَ: مضارع مجہول جمع مذکر غائب: سَجْرٌ (باب نصر) مصدر: تپائے جائیں گے، جھونکے جائیں گے:

اَلسَّجْرُ کے اصل معنی زور سے آگ بھڑکانے کے ہیں اور سَجَرْتُ التَّنُّوْرَ کے معنی ہیں: میں نے تنور جلایا۔ یا تنور کو ایندھن سے بھر دیا (جلانے کے لئے)

یہاں بھی یُسْجَرُوْنَ کے معنی ہیں ای یطرحون فیہا دیکونون وقودالھا: وہ دوزخ میں پھینکے جائیں گے اور اس کا ایندھن بن جائیں گے:

اسی سے ہے وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ (۸۱: ۶) جب دریا آگ سے بھڑکا دیئے جائیں گے:

۴۰: ۳۷ = اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تُشْرِکُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کہاں ہیں وہ غیر اللہ جن کو تم شریک خدائی ٹھہرایا کرتے تھے۔

اَیْنَ ظرف مکان۔ کہاں۔ جس طرح: مَتٰی سے زمان کے متعلق سوال کیا جاتا ہے اسی طرح اَیْنَ سے مکان دریافت کیا جاتا ہے مَا موصولہ ہے:

کُنْتُمْ تُشْرِکُوْنَ: ماضی استمراری جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ اِشْرَاکٌ مصدر

(باب افعال) دُوْنِ ۔ ورے ، سوائے ، غیر :

= ضَلُّوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب ضَلَالٌ وضَلَالَۃٌ مصدر۔ (باب سمع وضرب) گمراہ ہونا۔ حق راستہ سے بھٹکنا، دین سے پھرنا۔ راستہ کھونا، گم ہونا، کھو جانا۔ ضَلُّوْا عَنَّا وہ ہم سے کھو گئے، ہم کو اُن سے جو امیدیں تھیں وہ پوری نہ ہوئیں،

= بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا: بَلْ حرفِ اضراب ہے: لَمْ نَكُنْ نَدْعُوْا مضارع نفی حجد بلم جمع متکلم۔ نَدْعُوْا دُعَاءٌ دَعْوَۃٌ مصدر (باب نصر) سے ، ہم پکارتے نہ تھے یعنی ہم عبادت اور پوجا نہیں کرتے تھے۔

یہ مطلب نہیں کہ ہم دنیا میں شرک نہیں کرتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اب ہم پر یہ بات کھل گئی ہے کہ ہم جنہیں دنیا میں پکارتے تھے وہ کچھ بھی نہ تھے، ہیچ تھے لا شئے تھے،، (تفہیم القرآن)

ای بل تبین لنا انا لم نکن نعبد شیئًا بعبادتھم فانھم لیسوا شَیْئًا یعتد بہ ؛ بلکہ ہم پر یہ بات کھل گئی ہے کہ ہم جن کی عبادت کیا کرتے تھے ان میں کوئی حقیقت ہی نہ تھی کوئی شئے بھی نہ تھے کہ جن پر اعتماد کیا جا سکے ؛ (بیضاوی)

اور بعض کے نزدیک کافروں کی طرف سے یہ شرک کرنے کا ہی انکار ہے یعنی وہ کہیں گے ہم شرک کرتے ہی نہ تھے، ہم تو کسی کو بھی پکارا نہ کرتے تھے۔ جس طرح کوئی شخص بُرا کام کرے اور سزا کے وقت انکار کر دے کہ میں نے تو کچھ بھی نہ کیا تھا تاکہ سزا نہ ہو (حقانی) جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ (۶ : ۲۳) تو ان سے کچھ عذر نہ بن پڑے گا بجز اس کے کہ کہیں : خدا کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے ہم شریک نہیں بناتے تھے (کسی اور کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراتے تھے ؛

= كَذٰلِكَ : کاف اوّل حرف تشبیہ ہے ذَا اسم اشارہ (یہ - اس) لِ علامتِ اشارہ بعید۔ کافِ آخر حرف خطاب (واحد مذکر کے لئے) كَذٰلِكَ سے اشارہ مذکورہ سابقہ کی طرف ہے، جس کا ترجمہ ہے : ایسے ہی ؛ اسی کی طرح ؛ اسی طرح :

= يُضِلُّ اللّٰهُ ۔ اَضَلَّ يُضِلُّ اِضْلَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ وہ گمراہ کرتا ہے : وہ گمراہ چھوڑ دیتا ہے :

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ : اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں :-

۱:- کافروں کو مذکورہ سابق مشرکوں سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جیسے ان مشرکوں کو (جن کا ذکر اوپر آیا ہے) اللہ تعالیٰ نے گم کردہ راہ بنا دیا۔ اسی طرح اللہ سب کافروں کو (بوجہ ان کے متواتر اعمال بد یا گناہ وشرک پر مستقل اصرار کے) گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے:

۲:- کافرین سے مراد یہاں وہی مشرکین ہیں جو اوپر مذکور رہیں اور جملہ کا مطلب ہے:
یہ ہے کافروں یا مشرکوں کا مآل کہ وہ بے حقیقت اور قدرت سے یکسر معرّیٰ چیزوں کو خدا کا شریک بنا کر دنیا میں پوجتے رہے اور قیامت میں وہ ان کی کوئی بھی امداد نہ کر سکے: اللہ تعالیٰ نے یوں ہی ان کو اس گمراہی میں دنیا میں چھوڑے رکھا (کیونکہ وہ شرک کو چھوڑنے پر تیار نہ ہوتے) عبداللہ یوسف علی

۴۰: ۷۵ = ذٰلِكُمْ: سے اشارہ بروز قیامت کافروں کے گلوں میں طوق وزنجیر کے ہونے اور ان کو کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹنے کی طرف اور ان کو آگ میں جھونکنے کی طرف ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے۔ ابن عطیہ اسی طرف گئے ہیں ای ذلکم العذاب الذی انتم فیہ یعنی یہ عذاب جس میں تم اب اپنے آپ کو پا رہے ہو یہ اس لئے ہے کہ ..... بما کنتم ..... الخ
یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اشارہ اللہ تعالیٰ کا کافروں کو دنیا میں ضلالت وگمراہی میں سرگرداں چھوڑ دینے کی طرف ہو جو ابھی اوپر مذکور ہوا:
= بِمَا میں بار سببیہ ہے اور ما موصول ہے بہ سبب اس بات کے کہ تم ....
= كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر فَرَحٌ مصدر (باب سمع) اَلْفَرَحُ کے معنی کسی فوری یا دنیوی لذت پر انشراح صدر کے ہیں: عموماً اس کا اطلاق جسمانی لذتوں پر خوش ہونے کے معنی میں ہوتا ہے اس کا استعمال اکثر غیر پسندیدہ معنی میں ہوتا ہے۔ اترانا۔ بہت زیادہ اترانے والے کو مِفْرَاحٌ کہتے ہیں:
قرآن مجید میں صرف دو جگہ پسندیدہ معنوں میں آیا ہے مثلاً فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (۱۰: ۵۸) تو چاہیے کہ لوگ اس سے خوش ہوں: اور وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ (۳۰: ۴) اور اس روز مومن خوش ہو جائیں گے۔
مجاہد نے اسے بمعنی تَبْطَرُوْنَ و تَاْشِرُوْنَ اترانا۔ تکبر کرنا۔ غرور کرنا لیا ہے
= بِغَيْرِ الْحَقِّ۔ بغیر استحقاق لذالک۔ بغیر استحقاق کے۔ روح المعانی میں ہے کہ وھو شرك والمعاصی یعنی اس سے مراد شرک عبادتِ اصنام اور ارتکاب گناہ ہے

= بِمَا ۔ اوپر ملاحظہ ہو۔
= كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۔ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر مَرْحٌ مصدر ۔ بہت زیادہ خوش ہونا اترانا ۔ غرور کرنا ۔ تکبر کرنا ۔ ایسی کیفیت جس میں دوسروں کے لئے حقارت یا گستاخی کا پہلو ہو اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا (١٧: ٣٧) اور زمین پر اکڑ کر (اور اٹھلا کر) مت چل :

٤٠: ٧٦ = مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۔ مضاف مضاف الیہ مَثْوٰى اسم ظرف مکان مفرد مَثَاوِيْ جمع ۔ ثَوٰى يَثْوِيْ ثَوَاءٌ (باب ضرب) مصدر سے ۔ ٹھکانا : طویل وقت کے لئے ٹھہرنے کا مقام ۔ فرود گاہ ۔
اَلْمُتَكَبِّرِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر ۔ المتکبر واحد تَكَبُّرٌ (تفعل) مصدر ۔ اللہ کو نہ ماننے اور اس کی اطاعت سے سرتابی کرنے والا ، اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے :
تکبر اور غرور کرنے والوں کا ٹھکانا ۔

٤٠: ٧٧ = فَاصْبِرْ ۔ ای فَاصْبِرْ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
= فَاِمَّا ۔ اِمَّا اصل میں اِنْ (شرطیہ) اور مَا (زائدہ) سے مرکب ہے پس اگر ۔ مَا زائدہ شرط کے موقع پر تاکید کلام کے لئے آتا ہے :
= نُرِيَنَّكَ ۔ مضارع تاکید بانون ثقیلہ جمع متکلم اِرَاءَةٌ (افعال) مصدر كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر : ہم تجھے دکھا دیں ۔
= بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ : مفعول ثانی نُرِيَنَّ کا : (اس عذاب کا) کچھ حصہ جس کا ہم نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے : نَعِدُهُمْ : مضارع جمع متکلم وَعْدٌ (باب ضرب) مصدر سے ۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں
یہاں شئے معہود قتل و عذاب ہے اس کے بعد الفاظ فی الدنیا محذوف ہیں :
= اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ اَوْ حرف عطف بمعنی یا ۔ (بمعنی خواہ یہاں تک ، مگر ، جبکہ ، اگرچہ ، کیا ۔ مختلف معانی ، شک : ابہام : تخییر : اباحت و تفصیل کے لئے آتا ہے)
نَتَوَفَّيَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ جمع متکلم ، كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر : تَوَفِّيٌ (تفعل) مصدر ۔ ہم تیری زندگی پوری کر دیں ۔ یعنی تیری روح قبض کر لیں ۔
اس کے بعد الفاظ قَبْلَ ذٰلِكَ محذوف ہیں یعنی : یا اس سے قبل ہی آپ کو اس جہان سے اٹھا لیں ۔

= فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ : اس کے بعد عبارت محذوف ہے ای فالینا یرجعون یوم القیامۃ فنجازیھم باعمالھم آخرکار ہماری طرف ہی لوٹائے جائیں گے روزِ قیامت کو پس ہم ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیں گے!

یہ جملہ (فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ) نَتَوَفَّيَنَّكَ کا جواب ہے یعنی اگر کافروں کو دنیوی عذاب میں مبتلا کرنے سے پہلے ہم آپ کو وفات دیدیں تو آخرت میں ان کو ضرور عذاب دیں گے۔ اس صورت میں نُرِيَنَّكَ کا جواب محذوف ہے، مثلاً فَذَاكَ، اور یہ بھی جائز ہے کہ جملہ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ دونوں کا جواب ہو اور دونوں سے اس کا تعلق ہو۔ مطلب یہ کہ کافروں کا عذاب دنیوی ہم آپ کو دنیا ہی میں دکھا دیں یا آپ کو وفات پہلے دیدیں بہرحال آخرت میں تو سب کو ہمارے پاس آنا ہی ہے وہاں (کافروں کو) سخت عذاب ہونا لازم ہے (ان کے اعمالِ بد کے بدلہ میں) (تفسیر مظہری)

۴۰:۷۸ = وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ ...... بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ میں ایۃ سے مُراد معجزہ ہے۔ ترجمہ یہ ہے: اور کسی رسول کا یہ مقدور نہیں کہ وہ کوئی معجزہ بدون اذنِ الٰہی ظاہر کر سکے: یعنی کوئی رسول کوئی معجزہ صرف اس وقت ظاہر کر سکتا ہے جب اللہ چاہتا ہے کہ وہ معجزہ کسی مُنکر قوم کو دکھایا جائے: کیونکہ مُعجزہ کوئی کھیل تماشہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک فیصلہ کن چیز ہے کیونکہ جب ایک قوم اس کے دکھائے جانے کے بعد بھی نہیں مانتی تو پھر اس کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے: یعنی ان کے انکارِ حق پر قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ: کا معاملہ وقوع پذیر ہو جاتا ہے تو فیصلہ حق کے مطابق کر دیا جاتا ہے اور باطل پرست پھر گھاٹا کھانے والے ہی ہوتے ہیں۔

= اَمْرُ اللّٰهِ: اللہ کا حکم۔ اللہ کا فیصلہ، یعنی انبیاء اور ان کی امتوں کے درمیان اللہ کا آخری فیصلہ:

= هُنَالِكَ: اسم ظرف مکان ہے لیکن یہاں استعارۃً بطور اسم ظرف زمان استعمال ہوا ہے بمعنی وقت مجیئ امر اللہ۔ اللہ کا حکم آجانے کے وقت۔ بعض کے نزدیک اسم ظرف مکان و اسم ظرف زمان دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اس وقت، اس جگہ:

= اَلْمُبْطِلُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر۔ غلط گو، جھوٹے۔ اہل باطل، باطل پرست

= لَكُمُ میں لام تعلیل کا ہے، اختصاص کے لئے نہیں ہے:

= مِنْهَا مِنْ تبعیضیہ ہے :

۴۰ : ۸۰ = فِیْهَا ۔ ای فی الانعام ۔ مَنَافِعُ (فوائد) جمع مَنْفَعَةٌ واحد) سے مراد سواری اور خوراک کے علاوہ فوائد ہیں : مثلاً ان کے دودھ ، ان کے چمڑے وغیرہ سے فائدہ اٹھانا۔

= لِتَبْلُغُوْا ۔ لام تعلیل کا ہے تَبْلُغُوْا مضارع (لام کے اول آنے سے نون اعرابی حذف ہوگیا) صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تاکہ تم پہنچو ، حاصل کرو ، اس کا مفعول حَاجَةً ہے

= فِیْ صُدُوْرِکُمْ : حاجت کی تعریف ہے یعنی جو تمہارے سینوں میں ہے۔

حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِکُمْ : وہ مقصد جو تمہارے سینوں میں ہے یعنی تم اپنے دلوں کے مقصد تک پہنچو ، مراد ان پر سوار ہو کر سفر کرنا ، اسباب لاد کر لے جانا ، دشمنوں پر چڑھائی کرنا وغیرہ ؛

= عَلَیْهَا : ان پر سوار ہو کر ، یعنی مولشیوں پر چڑھ کر۔

هَا ضمیر واحد مونث غائب کا مرجع الانعام ہے ۔

= وَعَلَیْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ میں وعَلَیْهَا قول ما بعد وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ کے لئے بطور توطئۃ (تمہید) استعمال ہوا ہے ۔ سفائن البر (الانعام) وسفائن البحر (الفلک) کو اکٹھا بیان کرنے کے لئے ۔ مراد ؛ عَلَیْهَا ۔ (الانعام) فی البرّ وَعَلَى الْفُلْكِ : فی البحر ۔

عَلَى الْفُلْكِ بجائے فِی الْفُلْكِ لفظ ماقبل علیها کی رعایت سے آیا ہے ورنہ اس (فی الفلک) میں ظرفیت اور استعلاء ہر دو کے معنی موجود ہیں ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ (۱۱ : ۴۰) اس (کشتی) میں ہر قسم کے جوڑوں میں سے دو دو کو چڑھا لو ؛

= تُحْمَلُوْنَ : مضارع مجہول جمع مذکر حاضر حَمْلٌ مصدر باب ضرب) تم سوار کئے جاتے ہو ، تم لدے پھرتے ہو ؛

۴۰ : ۸۱ = یُرِیْكُمْ ؛ مضارع واحد مذکر غائب اِرَاءَةٌ (افعال) مصدر كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ؛ وہ تم کو دکھاتا ہے اٰیٰتِهٖ اس کی نشانیاں ۔ اپنی نشانیاں ۔ یُرِیْ کا مفعول ثانی ہے ۔

= تُنْكِرُوْنَ : مضارع جمع مذکر حاضر ، اِنْكَارٌ (افعال) مصدر تم انکار کرتے ہو۔

تم انکار کرو گے :

اَیَّ اٰیٰتِ اللّٰہِ تُنْکِرُوْنَ : میں استفہام انکاری ہے (اور تُنْکِرُوْنَ کی وجہ سے منصوب ہے) یعنی آیات اللہ اتنی ظاہر اور اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا انکار کیا ہی نہیں جا سکتا :

اَیَّ (کونسا، جس، کس کس، کیا کیا) استفہامیہ آتا ہے۔ جیسے مذکورۃ الصدر، یہ شرطیہ بھی آتا ہے مثلاً اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ (۲۸ : ۲۸) میں جونسی مدت چاہوں پوری کروں پھر مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو۔ موصولہ بھی آتا ہے مثلاً ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ کُلِّ شِیْعَۃٍ اَیُّھُمْ اَشَدُّ عَلَی الرَّحْمٰنِ عِتِیًّا (۱۹ : ۶۹) پھر ہر جماعت میں سے ہم ایسے لوگوں کو کھینچ نکالیں گے جو خدا سے سرکشی کرتے تھے۔

۴۰ : ۸۲ = اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ : الف استفہامیہ ہے فاء عاطفہ ہے اس کا عطف فعل محذوف پر ہے ای اقعدوا فلم یسیروا۔ لَمْ یَسِیْرُوْا مضارع نفی تاکید بلم، کیا وہ لوگ بیٹھے رہے اور وہ زمین میں چلے پھرے نہیں۔

= فَیَنْظُرُوْا ف سببیہ ہے یَنْظُرُوْا مضارع مجزوم۔ جمع مذکر غائب کہ وہ دیکھتے کہ وہ دیکھ لیتے

= کَانُوْا اَکْثَرَ مِنْھُمْ میں کَانُوْا کی ضمیر فاعل اسم موصول اَلَّذِیْنَ کی طرف راجع ہے اور مِنْھُمْ میں ضمیر ھِمْ جمع مذکر غائب کا مرجع ضمیر فاعل اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا ہے یعنی وہ پہلے لوگ ان لوگوں سے جن کی اقوام سابقہ کے انجام کی طرف توجہ دلائی۔ سب تعداد میں زیادہ تھے۔

= اَشَدَّ قُوَّۃً وَّ اٰثَارًا فِی الْاَرْضِ جو قوت میں زبردست تھے اور اپنے جاہ و جلال کے جو نشانات وہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں ان سے کہیں زیادہ تھے۔ ملاحظہ ہو آیت (۴۰ : ۲۱) مذکورۃ الصدر

= فَمَآ اَغْنٰی عَنْھُمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ہ اس میں فاء نتیجہ کے لئے ہے اور مَا نافیہ ہے اور دوسرا مَا موصولہ ہے۔ کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ داس کا صلہ، جو کچھ انہوں نے کمایا تھا وہ ان کے کسی کام نہ آیا۔

۴۰ : ۸۳ = فَلَمَّا۔ فاء تفسیریہ ہے اور لَمَّا یہاں شرطیہ استعمال ہوا ہے بس جب لَمَّا نافیہ بھی آتا ہے مثلاً۔ اِنْ کُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْھَا حَافِظٌ (۸۶ : ۴) کوئی نفس ایسا نہیں ہے کہ اس (کے اعمال) کا نگران (فرشتہ) نہ ہو۔ گو بعض نے اس کو

یہاں استثنائیہ (اِلَّا کا ہم معنی) لیا ہے اس صورت میں ترجمہ یوں ہوگا:۔
کوئی نفس نہیں مگر اس پر نگران (فرشتہ) مامور ہے

= جَآءَتْهُمْ: جَاءَتْ۔ ماضی۔ ضمیر واحد مؤنث غائب رُسُلُ کے لئے ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کفار ہیں۔ ایسے ہی رُسُلُهُمْ میں ضمیر هُمْ کفار کے لئے ہے فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ پس جب (بھی) ان کے پیغمبر ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے۔

= فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ: اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

۱:۔ فَرِحُوْا اور عِنْدَهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کفار ہیں۔
اس صورت میں ترجمہ ہو گا:

تو وہ لوگ بڑے نازاں ہوئے اس علم پر جو ان کے پاس تھا۔

اس صورت میں علم سے مراد ان کے اپنے فلسفے اور سائنس، اپنے قانون اپنے دنیوی علوم اور اپنے پیشواؤں کے گھڑے ہوئے مذہبی افسانے اور الٰہیات ہیں یعنی وہ اپنے ان دنیوی علوم پر اڑے رہے اور انبیاء علیہم السلام کے لائے ہوئے کو ہیچ سمجھ کر اس کی طرف التفات نہ کیا۔

۲:۔ فَرِحُوْا اور عِنْدَهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع رُسُلُ ہے اور جملہ کا مطلب ہوگا:۔

جب پیغمبروں نے کفار کا جہالت پر مسلسل اصرار اور حق پر استہزاء کو دیکھا اور ان کی سوء عاقبت اور ان کی اس جہالت و استہزاء پر المناک عذاب کا خیال کیا تو وہ ان پر اللہ تعالیٰ کے وحی کردہ علم پر شاداں و فرحاں ہوئے اور اس کا شکر بجالائے،

۳:۔ فَرِحُوْا کی ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کفار ہیں اور عِنْدَهُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع رُسُلُ ہیں اور فَرِحُوْا بمعنی ضَحِكُوْا اور اسْتَهْزَءُوْا ہوگا۔ اور ترجمہ ہوگا:۔

انہوں نے (کفار نے) پیغمبروں پر منزل من اللہ علم الوحی کی ہنسی اڑائی اور اسے ہدفِ مذاق بنایا۔

آئندہ آیت سے اس تفسیر کی تائید ہو رہی ہے!

= حَاقَ بِهِمْ: حَاقَ ماضی واحد مذکر غائب حَیْقٌ (ضرب) مصدر اس نے گھیر لیا۔ وہ الٹ پڑا۔ وہ نازل ہوا۔ حَاقَ بِهِمْ اس نے ان کو گھیر لیا وہ ان پر نازل ہوا۔

= مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ: ما موصولہ ہے كَانُوْا يَسْتَهْزِءُوْنَ ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا اسم موصول ہے جس چیز کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اس نے ان کو گھیر لیا۔ یعنی اس مذاق کا عذاب اُن پر نازل ہوا۔

۴۰: ۸۴ = فَلَمَّا میں فاء تعقیب کا ہے اور لَمَّا جیسا کہ آیت سابقہ میں گذرا: پھر جب۔

= بَأْسَنَا: مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا عذاب۔ بَأْس، عذاب، سختی، آفت، دبدبہ، جنگ کی شدت:

۴۰: ۸۵ = فَلَمْ يَكُ۔ فاء تعقیب کا ہے: لَمْ يَكُ مضارع مجزوم نفی جحد بلم:

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ: پس کوئی فائدہ نہ دیا انہیں ان کے ایمان نے،

= سُنَّتَ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی سنت، دستور، طریقہ جاریہ عادت مستمرہ:

سُنَّتَ۔ مصدر مؤکدہ لنفسہ ہے اس سے پہلے فعل محذوف ہے ای سَنَّ اللّٰهُ سُنَّةً: یہی دستور ہے اللہ تعالیٰ کا: اس کی مثال قرآن مجید میں ہے:۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ (ہمارے اوپر اللہ کا رنگ ہے اللہ نے ہمیں اپنے رنگ میں رنگ دیا ہے) اور مثالیں ۳۰: ۶ اور ۳۱: ۹ - پر ملاحظہ ہوں:

= قَدْ خَلَتْ: قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے اور ماضی کو زمانہ حال کے قریب بنا دیتا ہے یعنی ماضی قریب کے معنی دیتا ہے۔ خَلَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب (اس ضمیر کا مرجع سُنَّتَ ہے) خُلُوٌّ مصدر (باب نصر) وہ گذری یہی اللہ کا دستور ہے جو اس کے بندوں میں ہوتا چلا آیا ہے:

= خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ، اس وقت کافر خسارہ میں رہ گئے:

الکافر خاسرٌ فی کلِّ وقت ولکنہ تبین لھم خسرانھم اذا
رأوا العذاب کافر تو ہر وقت خسارہ میں رہتا ہے لیکن اس خسارے کا ان کے لئے ظہور
اس وقت ہوتا ہے جب کہ عذاب ان کی نظروں کے سامنے آجاتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۴۱) سُوۡرَۃ حٰمٓ السَّجۡدَۃ (۶۱)

۴۱ : ۱ = حٰمٓ : حروف مقطعات : ان سے کیا مراد ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں!

۴۱ : ۲ = تَنۡزِیۡلٌ ، بروزن تفعیل مصدر ہے اتارنا۔ نازل کرنا۔ تنزیل اور اِنۡزَالٌ میں معنوی فرق یہ ہے کہ تنزیل کے معنی ایک چیز کو یکے بعد دیگرے اور متفرق طور پر نازل کرنے کے ہوتے ہیں اور انزالٌ کا مطلب یہ ہے جو یکے بعد دیگرے ترتیب سے اتارنے کے لئے بھی آتا ہے اور ایک ہی دفعہ مکمل طور پر کسی چیز کو نازل کرنے پر بھی بولا جاتا ہے۔

یہاں تنزیلٌ سے مراد قرآن مجید ہے جیسا کہ اگلی آیت سے ظاہر ہے۔ تَنۡزِیۡلٌ مبتدا محذوف کی خبر ہے ای ھذا تَنۡزِیۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ (یہ قرآن) اتارا گیا ہے (خدائے) رحمن ورحیم کی طرف سے۔ مِنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ متعلق خبر ہے

۴۱ : ۳ = کِتٰبٌ بروزن فِعَالٌ بمعنی مَفۡعُوۡلٌ ہے ای مکتوب وانما قیل لہ کتاب لانہ مکتوب فی اللوح المحفوظ۔ اسے کتاب اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ لوح محفوظ پر مکتوب ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے بَلۡ ھُوَ قُرۡاٰنٌ مَّجِیۡدٌ فِیۡ لَوۡحٍ مَّحۡفُوۡظٍ (۸۵ : ۲۲)

کتٰبٌ مبتدا محذوف کی خبر ہے ای ھٰذَا کِتٰبٌ

= فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ ۔ فُصِّلَتۡ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب تَفۡصِیۡلٌ (تفعیل) مصدر سے۔ اٰیٰتُہٗ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی آیات : فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ جس کی آیات کھول کھول کر بیان کر دی گئی ہیں۔ یہ متعلق خبر (کِتٰبٌ) ہے :

= قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا، موصوف وصفت، موصوف بوجہ اٰيٰتُه سے حال ہونے کے ہے
ای فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ فی حال کونه قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا: جس کی آیات کھول کھول کر بیان
کردی گئی ہیں درآنحالیکہ یہ قرآن عربی زبان میں ہے (یعنی یہ عربوں پر احسان ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے قرآن عربی میں نازل فرمایا جس کا پڑھنا اور سمجھنا ان کے لئے دشوار نہیں اگر دوسری زبان
میں نازل ہوتا تو عربوں کے لئے سمجھنا دشوار ہوتا۔)

اگر عَرَبِيًّا کے معنی فصیح و بلیغ کے لئے جائیں تو پھر یہ خطاب تمام بنی نوع انسان کے لئے
ہو گا: لیکن نفع اس سے بہرحال وہی اٹھائیں گے جو علم و فہم سے کام لیتے ہیں (یعنی اہل علم)
= لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ: اگر اسے فعل لازم مانا جائے تو ترجمہ ہوگا: اہل علم کے لئے: یا اس کا
مفعول محذوف ہے اور عبارت ہے لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ مَعَانِيَهٗ۔ اس قوم کے لئے جو اس
کے معانی جانتی ہے، (یعنی اہل عرب جو اس قرآن کے مخاطبین اول ہیں)
لام تعلیل کا ہے یا اختصاص کا۔

۴۱: ۴ = بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔ یہ ہر دو صفات ہیں جن کا موصوف قُرْاٰنًا ہے۔
(یہ قرآن) اہل اطاعت کے لئے مژدہ سنانے والا ہے اور اہل معصیت کے ڈرانے والا ہے
= فَاَعْرَضَ۔ ماضی صیغہ واحد مذکر غائب اس نے اعراض کیا۔ اس نے روگردانی
کی۔ اس نے منہ پھیر لیا۔ اس نے کنارہ کیا۔ اعراضٌ (افعال) مصدر۔
فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ۔ یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ ان صفات کے پیش نظر سب اس
پر ایمان لے آتے لیکن ہوا یہ کہ ان میں سے اکثر لوگوں نے اس سے روگردانی کی۔
اَكْثَرُهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان میں سے اکثر۔ هُمْ ضمیر کا مرجع قوم ہے
= فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ہ عربی محاورہ ہے تَشَفَّعْتُ اِلٰى فُلَانٍ فَلَمْ يَسْمَعْ
قَوْلِىْ: میں نے فلاں کو سفارش کے لئے کہا لیکن اس نے میری بات نہ سنی۔ یعنی میری
بات نہ مانی۔ یعنی قرآن اس کے احکام بجا لانے والوں کو خوشخبری سنانے والا ہے اور
خلاف ورزی کرنے والوں کو انجام بد سے ڈرانے والا ہے لیکن ان لوگوں نے بشارت
یا انذار کو سنا ہی نہیں یعنی اس کو مانا ہی نہیں۔ قبول ہی نہیں کیا۔

۴۱: ۵ = اَكِنَّةٍ۔ پردے۔ غلاف، كِنَانٌ کی جمع۔ ک ن ن مادہ کے حروف
ہیں۔ اسی معنی میں اور جگہ قرآن میں ہے وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ
يَّفْقَهُوْهُ (۶: ۲۵) اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں کہ اس کو

سمجھ نہ سکیں۔
اَلْکِنَّ ہر وہ چیز جس میں کسی چیز کو محفوظ رکھا جائے۔ کَنَنْتُ الشَّیْئَ کَنًّا کسی چیز کو کِنَّ میں محفوظ کر دینا۔ اس کِنَّ کی اَکْنَانٌ آتی ہے اسی سے محفوظ رکھی ہوئی چیز کو مکنون کہیں گے جیسے کَاَنَّھُمْ لُؤْلُؤٌ مَّکْنُوْنٌ (۵۲:۲۴) جیسے چھپائے ہوئے موتی۔

= مِمَّا تَدْعُوْنَا اِلَیْہِ مِنْ حرف جار مَا اسم موصول تَدْعُوْنَا مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر نَا ضمیر مفعول جمع متکلم اِلَیْہِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا موصول ہے۔

= وَقْرٌ اسم مصدر۔ ثقل، گرانی۔ بہرہ پن۔

= اِعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ۔ آپ اپنا کام کریے۔ یعنی آپ اپنے دین پر چلتے رہیے، ہم اپنا کام کرتے ہیں یعنی ہم اپنے دین پر ثابت قدم رہتے ہیں یا یہ کہ آپ اپنی دعوت سے باز نہیں آتے تو ٹھیک ہے آپ اپنا عمل جاری رکھیں ہم بھی آپ کی مخالفت کو جاری رکھیں گے اور جو کچھ ہو سکے گا آپ کے خلاف کرتے رہیں گے۔

۴۱ : ۶ = قُلْ۔ ای قل یا محمد۔ صلی اللہ علیہ وسلم
= اِنَّمَا: بے شک، تحقیق، بجز اس کے نہیں۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور مَا کافہ ہے حصر کے معنی دیتا ہے اور اِنَّ کو عمل سے روکتا ہے، یعنی اِنَّ یا اَنَّ کا اسم بجائے منصوب ہونے کے مرفوع ہوگا اور اس طرح اِنَّ یا اَنَّ کا عمل کہ اپنے اسم کو نصب دیتا ہے رک جائے گا۔ جیسے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ (۹: ۶۰) تحقیق صدقات (یعنی زکوٰۃ وخیرات) مفلسوں کے لئے ہے۔

= اَنَّمَا۔ وہی معانی ہیں جو اوپر اِنَّمَا کے بیان ہوئے ہیں۔

فائدہ: اِنَّ اور اَنَّ کے استعمال میں فرق یہ ہے کہ اِنَّ (مکسورہ) صدر کلام میں آتا ہے اور اپنے اسم وخبر سے مل کر کلام تام بن جاتا ہے: جیسے اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ اس جگہ اِنَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہے اَنَّ وسط کلام میں آتا ہے اور اپنے اسم وخبر سے مل کر مفرد کے حکم میں ہوتا ہے اور ایک فعل یا اسم کا اس سے پہلے آنا ضروری ہے۔ جس کا یہ اَنَّ فاعل یا مفعول یا کوئی اور جزو جملہ بن سکے: جیسے بلغنی اَنَّ زَیْدًا قَائِمٌ

اَنَّ کے مابعد کا جملہ (اسم اور خبر سے مل کر) بَلَغَ کا فاعل ہے مفرد کے معنی ہیں ہے" مجھے زید کے قیام کی خبر پہنچی۔ یا۔ عَلِمْتُ اَنَّ زَیْدًا فَاضِلٌ اس میں اَنَّ زَیْدًا فَاضِلٌ، اَنَّ بمعہ اپنے اسم اور خبر کے مل کر عَلِمْتُ کا مفعول ہے اور مفرد کے حکم میں ہے

== اِسْتَقِیْمُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِسْتِقَامَۃٌ (استفعال) مصدر۔ تم سیدھے رہو۔ تم سیدھا راستہ اختیار کرو۔ اِسْتَقَامَ اِلٰی (گنہگار کا اللہ کی طرف) رجوع کرنا قوم مادہ۔ فَاسْتَقِیْمُوْا اِلَیْہِ: سو تم اسی کی طرف سیدھ باندھے رکھو:

== اِسْتَغْفِرُوْہُ: امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ استغفار (استفعال) مصدر۔ تم اسی سے بخشش (گناہوں کی مغفرت) طلب کرو۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اِلٰھُکُمْ ہے:

== وَیْلٌ اسم مرفوع، ہلاکت، عذاب، دوزخ کی ایک وادی کا نام۔

۴۱: ۷ == یہ آیت مشرکین کی صفت ہے (۱) زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ یہاں زکوٰۃ بطور اصطلاح فقہی نہیں ہے لفظی معنی میں ہے یعنی نیک راہ میں خرچ کرنا۔ اور یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ اپنے آپ کو شرک کی نجاست سے پاک نہیں کرتے ہیں (۲) آخرت کے منکر ہیں۔

یہاں ھُمْ کی تکرار اور کٰفِرُوْنَ پر بِالْاٰخِرَۃِ کی تقدیم تاکید کلام کے لئے ہے

۴۱: ۸ == غَیْرُ مَمْنُوْنٍ: غَیْرُ حرف استثنار مَمْنُوْنٍ مستثنیٰ (مستثنیٰ غیر کے بعد واقع ہو تو مجرور ہوگا) مَمْنُوْنٍ اسم مفعول واحد مذکر۔ مَنٌّ مادہ۔ (باب نصر) کم کیا ہوا۔ قطع کیا ہوا۔ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ (یعنی وہ اجر) جو نہ کم ہوگا اور جو نہ منقطع (ختم) ہوگا۔ مَنَّ (باب نصر) الشیئ کسی چیز کو کم کرنا۔ مَنَّ الْحَبْلَ رسی کاٹنا۔ اسی سے اَلْمَنُوْنُ بمعنی موت ہے کہ عمر کو قطع کرتی ہے تعداد کو گھٹاتی ہے۔

مجاہد نے کہا ہے بے حساب، بعض نے ترجمہ کیا ہے بے احسان دھرے"۔ مَنٌّ احسان رکھنا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی (۲: ۲۶۴) (مومنو!) اپنے صدقات (وخیرات) کو احسان رکھنے سے اور ایذا دینے سے برباد نہ کر دینا۔

۴۱: ۹ == اَئِنَّکُمْ لَتَکْفُرُوْنَ۔ اَئِنَّکُمْ استفہام زجری ہے یہ جملہ جواب ہے ایک سوال محذوف کا۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا کہ اگر وہ استقامت نہ اختیار کریں اور استغفار نہ کریں تو میں ان سے کیا کہوں؟ (ارشاد ہوا) آپ کہہ دیجئے

کہ کیا تم ایسے خدا (کی توحید) کا انکار کرتے ہو جس نے .... الخ (تفسیر مظہری)
لتکفرون میں لام تاکید کفر کے لئے ہے۔
= اَنْدَادًا۔ نِدٌّ کی جمع ہے بمعنی مقابل: برابر۔ نِدٌّ اور مِثْلٌ میں فرق یہ ہے کہ مِثْلٌ عام ہے اس کا استعمال ہر قسم کی شرکت میں ہوتا ہے اور نِدٌّ خاص ہے اور اس کا استعمال کسی شے کی ذات اور جوہر میں شرکت کے لئے ہوتا ہے، منصوب بوجہ مفعول ہے
= ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ: ذٰلِكَ اسم اشارہ بعید اس کا مشارٌ الیہ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ۔ ہے یعنی وہ ذات جس نے زمین کو دو روز میں پیدا کیا:
رَبُّ العٰلمین مضاف مضاف الیہ۔ اس ذات کی صفت ہے۔ یعنی وہ ذات ربُّ العٰلمین (تمام جہانوں کو پالنے والی) ہے

فائدہ یہاں یَوْمَیْنِ (دو دن) میں یَوْم سے مراد وہ متعارف چوبیس گھنٹوں والا تو ہو نہیں سکتا۔ کہ یہ خود نتیجہ ہے حرکتِ ارض یا حرکتِ شمس کا اور بیان اسوقت کا ہو رہا ہے جب یہ چاند، سورج، زمین، آسمان سرے سے موجود ہی نہ تھے۔ بلکہ مراد یہاں مطلق زمانہ ہے یعنی دو مختلف اوقات میں (ملاحظہ ہو تفسیر ماجدی حاشیہ نمبر ۵، بر آیت ۷: ۵۴۔ دآیت ہذا: ۴۱: ۹)

۴۱: ۱۰ = رَوَاسِیَ: رَاسِیَۃٌ کی جمع ہے بمعنی بوجھ، پہاڑ، رَوَاسِیَ کا استعمال ٹھہرے ہوئے پہاڑوں کے لئے آتا ہے رُسُوٌّ (باب نصر) سے اسم فاعل واحد مؤنث رَاسِیَۃٌ اس بڑی دیگ کو کہتے ہیں جو ثقیل ہونے کی وجہ سے ایک ہی جگہ پڑی رہے:
چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ (۳۴: ۱۳) اور بھاری دیگیں جو چولھوں پر جمی رہیں۔ لہٰذا رَوَاسِیَ سے وہ پہاڑ مراد ہیں جو ایک ہی جگہ بوجہ بوجھ وثقالت جمے رہیں۔
= بٰرَكَ: ماضی واحد مذکر غائب مُبَارَكَۃٌ (باب مفاعلۃ) مصدر: اس نے برکت دی۔ مطلب یہ کہ اس نے اس میں بڑی برکتیں (برکت والی چیزیں) رکھ دیں مثلاً: آگ، پانی، ہوا۔
= قَدَّرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَقْدِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ مقدر کر دیا۔ اندازے کے مطابق مقرر کر دیا۔ تجویز کر دیئے۔
= اَقْوَاتَهَا۔ اَقْوَاتٌ کی ہے قُوْتٌ کی جس کے معنی خوراک کے ہیں۔ آیت ہذا میں ضمیر هَا واحد مؤنث غائب ہر جگہ الارض کے لئے ہے۔

اَقْوَاتَهَا سے مراد اَقْوَاتَ اَهْلِهَا ہے (زمین پر رہنے والوں کی غذائیں) لہٰذا اَقْوَاتَ مضاف ہے اور اَهْلِهَا مضاف مضاف الیہ اَقْوَاتَ کا مضاف الیہ۔

= فِیْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ۔ چار دن میں۔ یعنی یہ سب کچھ مزید دو دنوں میں کیا جو پہلے دو دنوں سے متصل ہیں۔ اس طرح تخلیق ارض کے دو ایام اور اس میں برکات و اقوات مہیا کردینے کے دو ایام مل کر کل چار ایام ہوگئے۔ محاورہ میں کہا جاتا ہے ہیں بصرہ سے بغداد تک دو دن میں پہنچا اور کوفہ تک تین دن میں یعنی دو دن پہلے اور ایک دن مزید

= سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ: جملہ ماقبل فِیْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ میں اَيَّامٍ پر وقف مطلق ہے۔ لہٰذا سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ الگ جملہ ہے لیکن یہاں پہلا مضمون ختم نہیں ہوا۔ اور بات کہنے والا ابھی کچھ اور کہنا چاہتا ہے۔ لامحالہ بات اسی موضوع کے متعلق ہی ہو گی جو پیچھے سے چلا آرہا ہے۔ بات برکات اور اقوات کی ہورہی تھی لہٰذا اس جملہ کا مطلب اسی روشنی میں لیا جائے گا؛ گو مفسرین کے اس فقرہ کے متعلق مختلف اقوال ہیں لیکن اولیٰ یہی ہے کہ زمین میں ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک جس جس قسم کی جتنی مخلوق بھی اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا تھا۔ ہر ایک کی مانگ اور حاجت کے مطابق غذا کا ٹھیک پورا سامان حساب لگا کر زمین کے اندر رکھ دیا۔

یہاں سائلین سے مراد صرف انسان ہی نہیں بلکہ مختلف قسم کی وہ سب مخلوقات ہیں جنہیں زندہ رہنے کے لئے غذا کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا اس آیت سے سوشلسٹ نظام کی تائید کا استدلال بے محل ہے:

۴۱: ۱۱ = ثُمَّ: حرف عطف ہے۔ بمعنی پھر۔ یہ دو طرح مستعمل ہے (۱) ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے بروئے زمانہ، اسے تراخی زمانی کہتے ہیں،

(۲) فرقِ مرتبہ کے لئے۔ (یعنی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کو ظاہر کرنے کے لئے) تراخیٔ رتبہ (تراخی۔ دیر۔ فاصلہ)

ارض و سماء کی تخلیق و ترتیب کے بیان میں مفسرین نے ہر دو معانی اختیار کئے ہیں۔ اور اپنے اپنے قول کی تائید میں براہین و دلائل دے کر طویل بحث کی ہے۔ یہاں اس لمبی چوڑی بحث سے اجتناب ہی بہتر سمجھا گیا ہے!

= اِسْتَوٰی۔ مادّہ سوی سے باب افتعال سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اس نے قصد کیا۔ اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ سنبھل گیا۔ وہ سیدھا بیٹھا۔

جب اس کا تعدیہ عَلٰی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی چڑھنے، قرار پکڑنے اور قائم ہونے کے آتے ہیں مثلاً وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ (۱۱:۴۴) اور (کشتی کوہ) جودی پر جا ٹھہری؛ اور اگر تعدیہ اِلٰی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی قصد کرنے اور پہنچنے کے ہوتے ہیں مثلاً ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ (آیت ہذا) پھر اس نے آسمان کا قصد کیا۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔ یَسْتَوِیْ بمعنی برابر ہونا بھی ہے جیسے لَا يَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ (۵۹:۲۰) اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں۔ نیز بمعنی سنبھلنا، درست ہونا اور سیدھا رہنا بھی ہے: مثلاً فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى (۵۳:۶،۷) پھر وہ سیدھا اور درست (یعنی اپنی اصلی صورت میں اور پوری طرح) بیٹھا اور وہ آسمان کے اونچے کنارے پر تھا۔ اور سنبھلنے کے معنی میں جیسے وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى (۲۸:۱۴) اور جب وہ پہنچ گیا اپنی جوانی کو اور سنبھل گیا۔ یعنی پختہ طور پر جوان ہو گیا۔

= وَهِيَ دُخَانٌ: واؤ حالیہ ہے هي ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع السمآء ہے دُخَانٌ دھواں۔ اس کی جمع اَدْخِنَةٌ ہے؛

= فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ پھر اس نے آسمان اور زمین دونوں کو کہا۔

= اِئْتِيَا: امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر اِتْيَانٌ مصدر سے، تم دونوں آؤ! تم دونوں حاضر ہو جاؤ۔ اتی مادہ۔ یعنی میں نے جو برکات، خوبیاں یا صلاحیتیں تمہارے اندر پیدا کی ہیں ان سب کو بھرپور اپنے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے پیش کر دو، جب جہاں اور جس طرح مشیّتِ ایزدی ہے۔

= طَوْعًا اَوْ كَرْهًا: خوشی سے یا زبردستی، اَلطَّوْعُ کے معنی بطیب خاطر تابعدار ہو جانا۔ اَلْكُرْهُ ضد ہے اَلطَّوْعُ کی۔ کسی کام کو ناگواری اور دل کی کراہت سے سرانجام دینا۔ طَوْعًا وَكَرْهًا: یہاں ترکیب میں طَآئِعِيْنَ وَكَارِهِيْنَ کے مرادف ہیں۔ یعنی اگرچہ مصدر ہیں لیکن ان کا استعمال موقع حال پر ہوا ہے؛

وَهُمَا مصدران وقعا موقع الحال (بیضاوی) اور کشاف میں ہے:۔
وانتصابهما على الحال۔ دونوں بوجہ حال منصوب ہیں۔

= اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ۔ ہم بخوشی حاضر ہیں (تعمیل ارشاد کے لئے) اَتَيْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ ہم آ گئے ہیں: ہم حاضر ہیں۔ اگر اتیان مصدر کا تعدیہ باء کے ساتھ ہو تو لانے اور پہنچانے کے معنی ہوں گے؛ طَآئِعِيْنَ۔ طَوْعٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے

اپنی خوشی سے کہا ماننے والے ؛ فرماں بردار طَآئِعٌ واحد ۔

۴۱ : ۱۲ == فَقَضٰهُنَّ ۔ فاء عاطفہ ہے جملہ ہذا کا عطف جملہ سابقہ ثُمَّ اسْتَوٰىٓ اِلَى السَّمَآءِ پر ہے ۔ قَضٰى ۔ ای خَلَقَ اَوْ اَتَمَّ اَوْ جَعَلَ ؛ اس نے پیدا کر دیئے ۔ اس نے مکمل کر دیئے ، اس نے بنا دیئے ۔ هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب ؛ السماء کی طرف راجع ہے ، جو یہاں بطور اسم جنس استعمال ہوا ہے اور بمعنی السمٰوٰت ہے

== سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۔ سَبْعَ اسم عدد قَضٰى کا مفعول بہ ۔ سَمٰوٰتٍ تمیز سَبْعَ کی : تقدیر کلام یوں ہے : فَقَضٰى مِنْهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۔ ای اَتَمَّهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ اور ان کو مکمل سات آسمان بنا دیا ۔

== وَاَوْحٰى : اس کا عطف فَقَضٰهُنَّ پر ہے :

== اَمْرَهَا ؛ مضاف مضاف الیہ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع سماء ہے ؛ اس کا کام ؛ ای اوحیٰ الیٰ اھلھا باوامرہ ونواھیہ اور ہر ایک آسمان کی مخلوق کے لئے احکام بھیج دیئے ۔

== وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا ۔ واؤ عاطفہ ہے زَيَّنَّا ماضی جمع متکلم تَزْيِيْنٌ (تفعیل) مصدر ۔ ہم نے زینت دی : ہم نے مزین کیا ، ہم نے سنوارا ۔ السَّمَآءَ الدنیا موصوف وصفت مل کر زَيَّنَّا کا مفعول ۔

اَلدُّنْيَا دَانِيَةٌ سے اسم تفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے اس کی جمع دُنًى ہے جس طرح کُبْرٰى کی جمع کُبَرٌ ہے السماء الدنیا ۔ نزدیک ترین آسمان آسمان دنیا ۔

== مَصَابِيْحَ : مِصْبَاحٌ کی جمع ۔ قندیل ، لالٹین ، چراغ ، لیمپ ، یہ جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہونے کی وجہ سے قائم مقام دو سببوں کے ہے ۔ لہٰذا غیر منصرف ہے بدیں وجہ ح پر بجائے کسرہ کے فتح لائی گئی ہے ۔ مصابیح سے مراد یہاں ستارے کواکب ہیں ۔

فائدہ : یہاں التفات ضمائر (واحد مذکر غائب سے جمع متکلم کی طرف) سمٰوٰت اور ان کی تزئین کی عظمت کی وجہ سے ہے ۔

== وَحِفْظًا : واؤ عاطفہ ہے : حِفْظًا فعل مقدرہ کا مفعول مطلق ہے ای حَفِظْنَاهَا حِفْظًا ۔ جملہ ہذا کا عطف جملہ سابقہ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا پر ہے ، اور

ہم نے اس کو (آسمانِ دنیا کو) خوب محفوظ کر دیا (ہر قسم کی بیرونی دخل اندازی و شکست وریخت سے)

= ذٰلِكَ: اسم اشارہ لبعید۔ یعنی یہ تمام چیزیں جن کا اوپر تفصیلی ذکر ہوا ہے زمین کی تخلیق اور اس میں اہل زمین کے لئے مناسب مقدار میں اقوات کی بہم رسانی۔ تخلیق سماوات ان کی تزئین وتحفظ وغیرہ وغیرہ:

= تَقْدِيْرُ (یعنی نظامِ ارض وسماوات) مضاف ہے: الْعَزِيْزِ مضاف الیہ۔ ہمہ تواں، غالب، زبردست، قوی۔

= الْعَلِيْمِ۔ ہمہ دان، بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ ہردو۔ العزیز، والعلیم فعیل کے وزن پر مبالغہ کے صیغے ہیں۔

۴۱:۱۳ = فَاِنْ اَعْرَضُوْا: پس اگر وہ (پھر بھی) روگردانی کریں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اتنے دلائل کے باوجود بھی اقرار توحید سے انکار اور اعراض کریں (جملہ شرطیہ ہے)

= فَقُلْ: فاء جواب شرط کے لئے ہے قُلْ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو آپ کہہ دیجئے

= اَنْذَرْتُكُمْ: اَنْذَرْتُ ماضی کا صیغہ واحد متکلم۔ اِنْذَارٌ (افعال) مصدر سے کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر: میں نے تم کو ڈرا دیا۔ یا ڈر سنا دیا۔ ڈر سے متنبہ کر دیا

صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں:۔

اَنْذَرْتُ کا عام مفہوم اتنا ہی بیان کیا جاتا ہے کہ میں نے ڈرایا۔ حالانکہ نَذَرَ کے مادّہ کا اطلاق اس ڈرانے پر ہوتا ہے جس میں کم از کم دو خصوصیتیں ہوں۔

(۱) ایک تو وہ ڈرانا بروقت ہو۔ یوں نہیں کہ جب پتھر آسمان سے برسنے شروع ہو جائیں تو خطرہ کا الارم بجنے لگے۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ انذار سے مقصد صرف عذاب کی خبر دینا نہیں ہوتا۔ بلکہ اصل مقصد اس شخص کی خیر خواہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچاؤ کا انتظام کرلے:

لسان العرب میں ہے کہ:۔

عرب کہتے ہیں اَنْذَرْتُ الْقَوْمَ مَسِيْرَ الْعَدُوِّ اِلَيْهِمْ فَتَنَذَّرُوْا۔ ای علمتھم ذٰلِكَ فعلموا وتَحَرَّزُوْا۔ یعنی میں نے قوم کو دشمن کے حملے سے خبردار کیا۔ پس انہوں نے اپنا بچاؤ کر لیا۔

= صٰعِقَةً: بادل کی اس شدید کڑک کو کہتے ہیں جس کے ساتھ بجلی بھی ہوتی ہے، یہ اس کے لغوی معنی ہیں لیکن اس کا اطلاق ہر مہلک عذاب پر بھی ہوتا ہے خواہ اس کی

نوعیت کسی بھی قسم کی ہو ،،

= صٰعِقَۃً۔ صَعَقَ یَصْعَقُ (باب فتح) سے مصدر ہے ۔ لازم اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔ (آسمانی) بجلی کا گرنا۔ (آسمان کا) بجلی گرانا۔

یا صَعِقَ یَصْعَقُ (باب سمع) (گرج سے بیہوش ہو جانا، مرجانا۔ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے کڑک اور گرج کے ساتھ آسمان سے گرنے والی آگ، مہلک عذاب اس کی جمع صَوَاعِق ہے، قرآن مجید میں ہے فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ (۵۱ : ۴۴) سو تم کو موت نے آپکڑا۔

اور آگ اور بجلی کی کڑک کے معنی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ (۱۳ : ۱۳) اور وہی بجلیاں (یا آگ) بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے :

آیت ہذا (۴۱ : ۱۳) میں بمعنی سخت عذاب ہے۔ صٰعِقَۃً منصوب بوجہ مفعول ثانی اَنْذَرْتُ کے ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر اس کا مفعول اول ہے :

= مِثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ (میں تم کو ایسے سخت عذاب سے ڈراتا ہوں) جو قوم عاد و قوم ثمود کے عذاب کی مثل ہوگا۔ یہاں صٰعقۃ سے مراد وہ عذاب نہیں جو آسمان سے بجلی کی کڑک اور آگ کی صورت میں نازل ہوا ہو بلکہ اس سے مراد اس کی شدت و ہلاکت ہر دو صورتوں میں ایک جیسی تھی جیسے آگے آئیگا۔ قوم عاد پر عذاب تیز و تند سرد، دہشتناک سرسراتی ہوئی سخت آندھی کی صورت میں مسلسل سات رات اور آٹھ دن تک جاری رہا

اور قوم ثمود پر ایک زبردست کلیجے پھاڑ دینے والی چنگھاڑ اور دل پاش پاش کر دینے والے زلزلے کی صورت میں نازل ہوا تھا۔

۴۱ : ۱۴ = اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ .....

اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

۱:۔ یہ اَنْذَرْتُكُمْ کا ظرف زمان ہے۔

۲:۔ یہ الصاعقۃ الاولیٰ کی صفت ہے۔

۳:۔ یہ الصاعقۃ الثانیۃ کی صفت ہے۔

۴:۔ یہ صعقۃ عاد سے حال ہے: متعدد مفسرین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

= مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں :۔
۱:۔ آگے سے بھی اور پیچھے سے بھی یعنی رسول ہر طرف سے اُن کے پاس پہنچے۔ یعنی ان کو ہر پہلو سمجھانے کی کوشش کی۔ اور ان کو راہ راست پر لانے کے لئے کوئی تدبیر اختیار کرنے میں کسر نہ اٹھا رکھی۔ ای اجتهدوا بهم واتو بجميع الوجوه
۲:۔ ان کے پاس یکے بعد دیگرے رسول آتے رہے۔ یعنی رسولوں کی کثیر تعداد ان کو سمجھانے کے لئے بھیجی جاتی رہی۔
۳:۔ آگے پیچھے سے مُراد ہے گذرا ہوا زمانہ اور آنیوالا زمانہ۔ گذشتہ کافروں پر کیا گذرا، وہ بھی بتایا اور آئندہ آخرت میں ان پر کیسا عذاب ہو گا اس سے بھی ڈرایا۔

= اَلَّا تَعْبُدُوْا ای اَنْ لَا تَعْبُدُوْا: اس میں اَنْ مصدریہ ہے لَا تَعْبُدُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ کہ تم پوجا مت کرو۔

= اِلَّا اللّٰهَ۔ اَللّٰهَ مستثنیٰ بحالتِ مفعول ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

فائدہ: اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ۔ یہ پندار تھا جس کو ذہن نشین کرانے کیلئے پیغمبرانِ الٰہی قوم عاد وثمود کو مختلف دلائل وبراہین کے ساتھ کوشاں رہے:

= قَالُوْا: یعنی قوم عاد وثمود نے جواب میں کہا۔

= فَاِنَّا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ فاء۔ النتيجة السببية ہے بِمَا میں ما موصولہ ہے اور باء کٰفرون کے ساتھ ہے۔ کفر ب۔ کسی چیز سے انکار کرنا اُرْسِلَ ب کسی کو پیغام دے کر بھیجنا۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ما موصولہ ہے پس ہم اس پیغام سے منکر ہیں جسے دے کر تم بھیجے گئے ہو۔

فائدہ: آیت ہذا میں ذکر ہو رہا ہے عاد وثمود کا۔ لیکن آیت میں ان دونوں کے لئے بجائے تثنیہ کے صیغہ جمع کا استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً جَآءَتْهُمْ ۔ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ۔ اَلَّا تَعْبُدُوْا ۔ قَالُوْا۔ یہ اس لئے ہے کہ عاد وثمود سے مراد قوم عاد وثمود ہے لہٰذا تثنیہ پر جمع کا اطلاق کیا گیا ہے:

۱۵:۴۱ = فَاَمَّا۔ اَمَّا حرف شرط ہے اور اس کے حرف شرط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد حرف فاء کا آنا لازم ہے: جیسا کہ آیت ہذا میں آیا ہے:۔
فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا۔ یہ اکثر تفصیل کے لئے آتا ہے جیسا کہ آیت ہذا میں آیا ہے

اور کبھی تاکید کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے :

جہاں تک عاد کی بات ہے سو۔ رہا عاد کا ذکر سو۔۔۔۔

جیساکہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَمَّا السَّفِیْنَۃُ فَکَانَتْ لِمَسٰکِیْنَ (۱۸: ۷۹)

رہی کشتی کی بات سو وہ غریب لوگوں کی تھی۔

کبھی ابتدار کلام کے لئے آتا ہے مثلاً اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّہٗ کَذَا۔

= فَاسْتَکْبَرُوْا۔ ف جواب شرط کے لئے ہے۔ اِسْتَکْبَرُوْا ماضی جمع مذکر غائب اِسْتِکْبَارٌ (استفعالٌ) مصدر۔ انہوں نے تکبر کیا۔ گھمنڈ کیا۔ غرور کیا۔

= بِغَیْرِ الْحَقِّ: ناحق۔ بغیر استحقاق کے۔ بندوں کے لئے استکبار تو ہمیشہ ہی ناجائز ہے۔ بغیر الحق کے اضافہ نے بتا دیا کہ ان لوگوں کے پاس استکبار کی کوئی بنیاد ان کے معیار سے بھی نہ تھی۔۔۔۔ (الماجدی)

= مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً ط مَنْ استفہامیہ ہے: کون۔ اَشَدُّ افعل التفضیل کا صیغہ ہے شِدَّۃٌ مصدر سے۔ اَشَدُّ مِنَّا ہم سے زیادہ سخت ہم سے قوی تر۔ قُوَّۃً تمیز ہے یعنی بلحاظ قوت کے۔ از روئے قوت کے۔ یہ جملہ استفہام انکاری ہے یعنی ہم سے زیادہ طاقت ور کوئی نہیں ہے۔

= اَوَلَمْ یَرَوْا۔ یعنی کیا انہوں نے نہیں جانا۔ یہ بھی استفہام انکاری ہے اور فعل محذوف پر عطف ہے یعنی کیا انہوں نے یہ بات کہی اور یہ نہ جانا کہ۔۔۔۔

= وَکَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ۔ اس جملہ کا عطف فَاسْتَکْبَرُوْا پر ہے۔ کَانُوْا یَجْحَدُوْنَ۔ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے: وہ انکار کرتے رہے جَحْدٌ وَ جُحُوْدٌ مصدر (باب فتح) انکار کرنا۔ الجُحُوْدُ۔ الانکار مع العلم جان بوجھ کر انکار کرنا۔

بِاٰیٰتِنَا۔ ہماری آیات سے: ہمارے معجزات سے۔ مطلب یہ کہ وہ ناحق تکبر و گھمنڈ کرنے لگے اور ہماری آیات سے انکار کرتے رہے:

۴۱: ۱۶ = رِیْحًا صَرْصَرًا: موصوف و صفت، منصوب بوجہ مفعول اَرْسَلْنَا متحرک ہوا جو کہ زمین و آسمان کے درمیان مسخر ہے اسے ریح کہتے ہیں: بو کو بھی ریح کہتے ہیں۔ کیونکہ کسی چیز کی بو ہوا ہی کے ذریعہ ہی ناک تک پہنچتی ہے: قرآن مجید میں ہے۔ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ (۱۲: ۹۴) میں یوسف کی بو پا رہا ہوں: اور کبھی اس کا

استعمال غلبہ کے لئے بھی ہوتا ہے مثلاً وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (۸: ۴۶) اور تمہاری ہوا ہی جاتی رہیگی۔ یعنی تمہارا غلبہ ختم ہو جائے گا۔

یہ روح یا ر ی ح مادہ سے ہے اور اَرْوَاحٌ و رِيَاحٌ آتی ہے:

مفردات القرآن میں ہے: عام طور پر جن مواضع میں ارسال الریح صیغہ مفرد کے ساتھ مذکور ہے وہاں عذاب مراد ہے اور جہاں کہیں لفظ ریح جمع کے ساتھ مذکور ہے وہاں رحمت مراد ہے۔ چنانچہ ریح کے متعلق فرمایا۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا (۳۳: ۹) تو ہم نے ان پر آندھی چلائی۔

اور ریاح جمع کے لفظ کے متعلق فرمایا۔

اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ (۳۰: ۴۶) کہ وہ ہواؤں کو اس غرض سے بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بارش کی خوشخبری پہنچائیں۔

صَرْصَرًا: امام راغبؒ رقمطراز ہیں:۔

رِيْحًا صَرْصَرًا میں صَرْصَرٌ کا لفظ صَرٌّ سے ہے جس کے معنی باندھنے کے ہیں۔ اور صُرَّةٌ اس تھیلی کو کہتے ہیں جس میں نقدی باندھ کر رکھ دی جاتی ہے گویا سخت سرد ہونے کی وجہ سے اس میں بستگی پائی جاتی ہے:

لسان العرب میں ہے کہ:۔

شديدة البرد وقيل شديدة الصوت (صرصر) سخت ٹھنڈی ہوا کو کہتے ہیں اور سخت شور مچانے والی ہوا کو بھی۔ لہٰذا رِيْحًا صَرْصَرًا سے مراد سناٹے کی ٹھنڈی ہوا۔ ہوائے تند و تیز و سخت سرد، ایسی تیز آندھی جس میں سخت سردی اور شور کرنے والی آواز بھی ہو (تفسیر مظہری)

اپنے موصوف رِيْحًا کی رعایت سے منصوب ہے:

= فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ۔ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ موصوف وصفت: منحوس دنوں میں۔ نَحِسَاتٍ۔ نَحُوْسَةٍ کی جمع ہے منحوس دن: یعنی جو ان کے حق میں سخت منحوس واقع ہوئے، دن تو سب مبارک ہیں مگر برے عملوں کی وجہ سے عذاب کا سبب بن گئے

لِنُذِيْقَهُمْ: میں لام تعلیل کا ہے نُذِيْقَ مضارع کا صیغہ جمع متکلم۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تاکہ ہم ان کو چکھائیں: اِذَاقَةٌ (افعال) مصدر سے:

= اَخْزٰى۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے: زیادہ رسوا۔ زیادہ شرمسار۔ خِزْيٌ

رسوائی، ذلت۔

= لَا یُنۡصَرُوۡنَ: مضارع منفی جمع مذکر غائب وہ مدد نہیں کئے جائیں گے، ان کی مدد نہیں کی جائے گی (عذاب سے بچانے کے لئے) ای یدفع العذاب عنہم۔

۴۱: ۱۷ = وَ اَمَّا ثَمُوۡدُ: رہی ثمود کی بات (ملاحظہ ہو آیت ۴۱: ۱۵) متذکرۃ الصدر۔

= فَهَدَيۡنٰهُمۡ، فاء جواب شرط کے لئے ہے: ھَدَیۡنَا ماضی جمع متکلم ای بیّنالھم طریقی الرشد والضلالۃ۔ ہم نے ان کے لئے راست روی اور گمراہی ہر دو کے طریقے واضح کردیئے۔ جیساکہ اور جگہ ارشاد ہے باری تعالیٰ کا۔

وَ هَدَيۡنٰهُ النَّجۡدَيۡنِ (۹۰: ۱۰) اور ہم نے اس کو (خیر و شر کے) دونوں راستے بھی دکھادیئے۔

= فَاسۡتَحَبُّوا الۡعَمٰى عَلَى الۡهُدٰى - ای اختار والکفر علی الایمان۔ اَنّ العمی الکفر۔ یعنی انہوں نے ایمان کے مقابلہ میں جہالت اور کفر کو پسند کیا۔ العمٰی بمعنی کفر ہے۔ العمٰی۔ عَمِیَ یَعۡمٰی (باب سمع) سے مصدر ہے۔ اندھاپن۔ اندھا ہونا

= فَاَخَذَتۡهُمۡ۔ اس میں فاء سببیہ ہے۔ یعنی انہوں نے اندھے پن کو ہدایت کے مقابلہ میں اختیار کیا اور بدیں سبب ان کو عذاب نے آپکڑا۔

فائدہ قرآن مجید میں قوم ثمود کے عذاب کو مختلف الفاظ سے تعبیر کیا ہے مثلاً (۱) صٰعِقَةً: جس کے لغوی معنی ہیں۔ بادل کی وہ شدید کڑک جس کے ساتھ بجلی بھی گرے۔ لیکن اس کا اطلاق ہر مہلک عذاب پر بھی ہوتا ہے خواہ اس کی نوعیت کسی قسم کی ہو۔ (۴۱: ۱۳ - ۴۱: ۱۷)

(۲) صَيۡحَةً: چیخ، کڑک، چنگھاڑ، چونکہ زور کی آواز سے آدمی گھبرا اٹھتا ہے اس لئے بمعنی عذاب اور گھبراہٹ کے بھی مستعمل ہے (۱۱: ۹۴: ۱۵: ۸۳ - ۸: ۳۱)

(۳) اَلرَّجۡفَةُ: زلزلہ۔ بھونچال۔ اضطراب شدید (۷: ۷۸)

(۴) تَدۡمِيۡر: ہلاک کرنا۔ تباہی ڈالنا۔ اکھاڑ مارنا۔ (۲۷: ۵۱)

(۵) الطَّاغِيَة: حد سے تجاوز کرنا (قوت میں ہلاکت میں) (۶۹: ۵)

(۶) دَمۡدَمَة: تباہی ڈالنا۔ ہلاکت ڈال دینا۔ (۹۱: ۱۴)

(۷) العذاب: (۲۶: ۱۵۸) ومعنی ھذہ العبارات کلھا راجع الی شیٔ

وَّاحِدٍ: وهو ان الله ارسل عليهم صيحة اهلكتهم والصيحة الصوت المزعج المهلك۔

ان تمام عبارات کے معنی کا مرجع ایک ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان (قوم ثمود) پر صیحۃ نازل فرمائی جس نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔ اور الصیحۃ وہ آواز ہے جو مضطرب کردے اور ہلاک کر ڈالے۔

== صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ: صٰعِقَةُ مضاف، اَلْعَذَابِ الْهُوْنِ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ صٰعِقَةٌ کڑک۔ بجلی کی کڑک۔ نیز ملاحظہ ہو (۴۱: ۱۳) متذکرۃ الصدر۔ اَلْهُوْنِ (باب فتح) سے مصدر۔ ذلت، رسوائی، خواری۔ عذاب کو مصدر سے وصف مبالغہ کے لئے کیا گیا ہے۔ گویا عذاب عین رسوائی اور ذلت تھا۔

ترجمہ آیت کا ہوگا:۔

تو ایک سخت عذاب کی کڑک نے ان کو آپکڑا اور یہ عذاب سراپا ذلت ورسوائی تھا

== بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ: باء سببیہ۔ مَا موصولہ، كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ كَسْبٌ مصدر (باب ضرب) بسبب ان کرتوتوں کے جو وہ کیا کرتے تھے۔

== نَجَّيْنَا۔ ای نجینا من تلك الصعقة اور ہم نے اس کڑک سے یا اس کڑک والی آفت سے بچالیا۔ نجینا۔ تنجية (تفعیل) مصدر سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہم نے نجات دی۔ ہم نے بچالیا۔

۴۱: ۱۸ == وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اور كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب' اور وہ ہم سے ڈرتے رہتے تھے۔

۴۱: ۱۹ == وَيَوْمَ: واؤ عاطفہ ہے اور اس کا عطف قُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً آیت ۱۳: متذکرہ بالا پر ہے۔ يَوْمَ منصوب بوجہ فعل مقدرہ کے مفعول ہونے کے ہے ای اُذْكُرْ يَوْمَ۔ اور (ان کو) یاد دلائیے وہ دن کہ ....

یا یہ يُحْشَرُ کا مفعول فیہ (ظرف زمان) ہے

== يُحْشَرُ... الی: مضارع مجہول واحد مذکر غائب: جمع کرکے لے جائے جائیں گے:

== فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۰ فاء تفصیلیہ ہے (یعنی فاء ترتیب ذکری جو مفصل کو مجمل پر

عطف کرنے کو کہتے ہیں۔ اس کی مثال: وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ ۔۔۔ الآیۃ (۱۱: ۴۵)۔ الاتقان جلد اول نوع چالیسویں الفاء)

یُوْزَعُوْنَ: مضارع مجہول واحد مذکر غائب وَزْعٌ مصدر (باب فتح) ان کو جمع کیا جائے گا۔ وَزَعَ کے اصل معنی ہیں روک لینا، روکنا۔ منع کرنا، وَزَعْتُهٗ عَنْ كَذَا۔ کے معنی ہیں کسی آدمی کو کسی کام سے روک دینا: اور وَزَعَ الْجَيْشَ (غیر ترتیبی اور انتشار سے روک کر) فوج کو ترتیب وار صفوں میں رکھنا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ: (۲۷ : ۱۷) اور سلیمان (علیہ السلام) کے لئے جنوں اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے اور وہ قسم وار کئے گئے تھے:

لبعض نے یُوْزَعُوْنَ کے یہ معنی کئے ہیں کہ لشکر کا اگلا حصہ پچھلے کی خاطر رکا رہتا تھا:

آیت ہذا میں بھی دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔

جس دن خدا کے دشمن دوزخ کی طرف (لیجائے جانے کے لئے) جمع کئے جائیں گے پھر روکے جائیں گے (تاکہ باقی لوگ بھی آجائیں) اور ترتیب وار کرلئے جائیں گے۔

۴۱ : ۲۰ = حَتّٰى۔ یہاں تک (انتہا یا غایت کے لئے ہے)

= اِذَا مَا: میں مَا زائدہ ہے تاکید کے لئے آیا ہے جب:

= جَآءُوْهَا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب النّار (دوزخ) کے لئے ہے: جَآءُوْهَا۔ ای حضروھا: (یہاں تک کہ جب) وہ اس کے قریب (دوزخ کے قریب) جا پہنچیں گے۔

= شَهِدَ عَلَيْهِمْ۔ وہ ان کے خلاف شہادت دیں گے:

۴۱ : ۲۱ = لِمَ یہ لفظ مرکب ہے لام تعلیل اور مَا استفہامیہ سے۔ مَا کے الف کو تخفیفاً ساقط کر دیا گیا ہے۔ کیوں؟ کس لئے؟ کس وجہ سے؟

= اَنْطَقَنَا: اَنْطَقَ ماضی واحد مذکر غائب: اِنْطَاقٌ (افعال) مصدر گویائی عطا کرنا۔ بولنے کی قابلیت عطا کرنا۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم: اس نے ہم کو قوّتِ گویائی عطا کی: نطق مادہ۔

= وَهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ یہ جملہ اعضاء کے

کلام کا جزء بھی ہوسکتا ہے اور جملہ مستانفہ (ابتدائیہ، نیا) بھی ہوسکتا ہے، اس کے بعد جو کلام آرہا ہے اس میں بھی یہ دونوں احتمال جائز ہیں۔

۴۱:۲۲ = وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

مَا نافیہ ہے کنتم تستترون ماضی استمراری جمع مذکر حاضر (فعل لازم) اِسْتِتَارٌ (افتعال) مصدر۔ ستر مادہ۔ چھپنا اور پردہ کرنا۔ تم چھپتے تھے۔ تم پردہ کرتے تھے۔ یا کیا کرتے تھے۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ سَمْعُكُمْ مضاف مضاف الیہ تمہارے کان (تمہاری قوت سماعت) جُلُوْدُكُمْ مضاف مضاف الیہ تمہاری جلدیں۔ جُلُوْدٌ جمع ہے جلد کی کھال، جلد، چمڑا)

بیضاوی میں ہے ای کنتم تستترون عن الناس عند ارتکاب الفواحش مخافۃ الفضاحۃ وما ظننتم ان اعضاءکم تشھد علیکم بھا فما استترتم عنھا۔ برائیوں کے ارتکاب کے وقت تم لوگوں سے اس واسطے چھپتے تھے کہ تمہیں اپنی بے عزتی اور بدنامی کا ڈر تھا اور تمہیں خیال تک نہ تھا کہ تمہارے اعضا بھی تمہارے خلاف ان برائیوں کی گواہی دیں گے۔ پس تم (اپنے) ان (جوارح) سے نہیں چھپتے تھے ولے تو تمہارا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے اکثر اعمال کی خبر ہی نہیں ہے فلذٰلک اجترأتم علیٰ ما فعلتم: یہی وجہ تھی کہ تم بڑی جرأت اور بے باکی سے ارتکاب گناہ کیا کرتے تھے۔

۴۱:۲۳ = ذٰلِكُمْ۔ یہ۔ یہی۔ اسم اشارہ بعید۔ مبتدار
ظَنُّكُمُ الَّذِىْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ۔ ظنکم مضاف مضاف الیہ۔ الذی ظننتم بربکم۔ ظن کی نعت۔ سارا جملہ ذٰلکم سے بدل منہ ہے۔
اردٰکم۔ مبتدا کی خبر۔
اَرْدٰى يُرْدِىْ اِرْدَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی ہلاک کرنا۔ غارت کرنا۔ ردی مادہ
كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

ترجمہ۔ تمہارے اسی گمان نے جو تم اپنے رب کے بارے میں کیا کرتے تھے تمہیں غارت کردیا۔

= فَاَصْبَحْتُمْ ۔ فاء سببیہ ہے یعنی بسبب اس گمان کے جس نے تمہیں ہلاک کر ڈالا تم (گھاٹا پانے والوں میں سے) ہو گئے۔

۴۱: ۲۴ = فَاِنْ یَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًی لَّهُمْ ۔ اِنْ شرطیہ ہے اور فَالنَّارُ میں فاء جواب شرط کے لئے ہے یَصْبِرُوْا کے بعد اَوْ لَا تَصْبِرُوْا کلام مقدرہ ہے یعنی وہ صبر کریں یا نہ کریں آگ ہی ان کا ٹھکانا ہے۔

= اِنْ یَّسْتَعْتِبُوْا ۔ اِنْ شرطیہ ہے یَسْتَعْتِبُوْا مضارع مجزوم کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے اِسْتِعْتَابٌ (استفعال) مصدر بمعنی طلب اعتاب، لیعنی ناراضگی کو دور کرنے کی طلب ای طلب العتبیٰ ۔ یعنی اگر وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے کوئی عذر پیش کریں گے (تو ان کی معذرت قبول نہ ہو گی) نیز ملاحظہ ہو ۱۶: ۸۴

= اَلْمُعْتَبِیْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر اَلْمُعْتَبُ واحد عَتْبٌ و مَعْتَبَۃٌ اسم و مصدر ناراضگی ۔ ناراض ہونا۔ اِعْتَابٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے ہے ناراضگی کا اظہار کرنا۔ یا (باعتبار سلب مادہ) ناراضگی کو دور کرنا ۔ منانا ۔ رضامندی حاصل کرنا۔ جن سے ناراضگی کو دور کیا گیا ہو۔ یعنی جن کی معذرت قبول کر کے ناراضگی دور کر دی گئی ہو۔

ترجمہ ہو گا:۔

اور اگر وہ اس وقت (یعنی روز قیامت) اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی خاطر کوئی عذر پیش کریں گے تو ان کی معذرت قبول ہو کر ناراضگی دور نہیں کی جائے گی یعنی وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

۴۱ : ۲۵ = قَیَّضْنَا ۔ ماضی جمع متکلم تَقْیِیْضٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ قیض مادہ۔ قیض کے معنی انڈے کا بالائی چھلکا۔ چھلکا انڈے کے ساتھ چپاں ہوتا ہے اس مناسبت سے تَقْیِیْضٌ کے معنی ہوئے ساتھ لگا دینا۔ پیچھے لگا دینا۔ مسلط کر دینا۔ یعنی ہم نے ان کے ساتھ لگا دیا۔ جما دیا۔ یا مسلط کر دیا۔

= قُرَنَآءَ جمع اس کا واحد قَرِیْنٌ ہے۔ ہمنشین، ساتھ رہنے والے۔ ساتھی

ذھم قرناء ھم من الشیٰطین علی التحقیق ۔

مطلب یہ ہے کہ ہم نے شیاطین جن و انس میں سے بعض کو ان پر بطور ساتھیوں کے لگا رکھا تھا۔ جو ان کو راہ راست سے بھٹکائے رکھتے اور کفر و معاصی کو مزین کر کے ان کو دکھاتے تھے۔ ای ان اللہ تعالیٰ سلط علی الکفرین قرناء من الشیاطین

یضلونھم عن الھدیٰ ویزینون لھم الکفر والمعاصی۔

= زَیَّنُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب تَزْیِیْنٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ انہوں نے مزین کر دیا۔ انہوں نے اچھا کر کے دکھایا۔

= مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ: جو ان کے سامنے تھا۔ یعنی من امور الدنیا دنیاوی کرتوتیں۔ اور وَمَا خَلْفَھُمْ اور جو ان کے بعد تھا۔ یعنی امور الاٰخرۃ۔

صاحب مظہری رقمطراز ہیں:۔

ما بین ایدیھم سے مراد ہیں دنیوی چیزیں اور خواہشات کا اتباع۔ اور مَا خَلْفَھُمْ سے مراد امر آخرت یعنی شیطانوں نے ان کو دنیا کا شیفتہ بنا دیا اور آخرت کے انکار اور دوسری زندگی کی تکذیب کی دعوت دی۔

= وَحَقَّ عَلَیْھِمُ الْقَوْلُ، حَقَّ عَلٰی لازم ہونا۔ واجب ہونا۔

اَلْقَوْلُ۔ کلمۃ العذاب: کلمۂ عذاب اللہ تعالیٰ کا وہ قول جو اس نے شیطان کے بارے میں فرمایا تھا۔

قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۚ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنْکَ وَمِمَّنْ تَبِعَکَ مِنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ (۳۸: ۸۴-۸۵) (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا:۔ سچ ہے اور میں بھی سچ کہتا ہوں کہ میں تجھ سے اور جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

مطلب یہ کہ ان پر کلمۂ عذاب متحقق ہو گیا۔ ثابت ہو گیا۔ یا واجب ہو گیا اور لازم ہو گیا۔

= فِیْ اُمَمٍ۔ فِیْ بمعنی مَعَ ہے یعنی ان قوموں کی طرح (جو ان سے قبل گذر چکی ہیں) یا منجملہ ان امتوں کے (جو ان سے پہلے گذر چکیں)

= قَدْ خَلَتْ: ماضی قریب واحد مؤنث غائب کا صیغہ خُلُوٌّ مصدر (باب نصر) وہ گذر گئی۔ یہاں یہ صیغہ اُمَمٍ (جمع) کے لئے آیا ہے یعنی وہ امتیں جو گذر چکیں ان سے پہلے۔

= مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ: اُمَمٍ کی تعریف ہے یعنی جنوں اور انسانوں کی امتیں۔

ترجمہ ہوگا: اور منجملہ جن وانس کی ان امتوں کے جو ان سے پہلے گذر چکیں ان پر بھی فیصلہ

عذاب چسپاں ہو کر رہا یا صادر ہو کر رہا۔
== اِنَّھُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ: بیشک وہ سب نقصان اٹھانے والے تھے۔ اس میں ضمیر جمع مذکر غائب ھُمْ کا مرجع حَقَّ علیھم القول ۔اور اُمَمٍ ہے
۴۱: ۲۶ == اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا: سے مُراد کفار مکہ اور مشرکین قریش ہیں۔
== اِلْغَوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر: لَغْوٌ باب نصر، سمع، فتح) سے مصدر۔ تم لغو باتیں کرو، فضول بے معنی شور مچاؤ، بے ہودہ بکواس کرو؛
لَغْوٌ۔ بے ہودہ، ایسے معنی بات جو کسی شمار میں نہ ہو۔ اور جو سوچ سمجھ کر نہ کی جائے
== فِيْهِ۔ فِیْ حرف جار ہے یہاں ظرفیت کے معنی دیتا ہے۔ ہٖ ضمیر کا مرجع قرأۃ قرآن ہے۔ یعنی جب قرآن پڑھا جاتے تو تم اس وقت فضول بکواس اور شور و غوغا مچانا شروع کر دو۔ یا فِيْهِ بمعنی بِهٖ ہے۔
== تَغْلِبُوْنَ: مضارع جمع مذکر حاضر غلبۃ مصدر (باب ضرب) تم غالب آجاؤ، تم چھا جاؤ۔
۴۱: ۲۷ == فَلَنُذِيْقَنَّ: فاء بمعنی فَوَاللّٰهِ۔ لام تاکید کے لئے ہے:
نُذِيْقَنَّ جمع متکلم مضارع تاکید با نون ثقیلہ۔ اِذَاقَةٌ (افعال) مصدر۔ ہم ضرور ضرور چکھائیں گے۔
== اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ اس کی بجائے محض ضمیر ھُمْ سے کام لیا جاسکتا تھا۔ اور اس سے مراد وہ لوگ ہوئے جنہوں نے لغویات چیخنے چلانے کے لئے کہا اور جنہوں نے ان کے کہنے پر عملاً بکواس کی ای لاغین والاٰمرین باللغو لیکن بجائے ضمیر کے اسم ظاہر دو باتوں کی وجہ سے استعمال کیا۔
۱۔ ان لوگوں کے کفر کی اس سے تصدیق ہو گئی۔ اور
۲۔ حکم میں عموم آگیا۔ یہ حکم ان کافروں کے لئے بھی ہو گیا اور دوسرے کافروں کے لئے بھی
== عَذَابًا شَدِيْدًا۔ موصوف وصفت مل کر فلنذیقن کا مفعول ثانی، اَلَّذِيْنَ مفعول اوّل ہے۔
== لَنَجْزِيَنَّهُمْ: لام تاکید کا ہے، نَجْزِيَنَّ مضارع تاکید با نون ثقیلہ۔ صیغہ جمع متکلم، ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم ضرور ضرور ان کو بدلہ دیں گے۔ یا سزا دیں گے
== اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ: اَسْوَاَ (سُوْءٌ: بُرا ہونا) سے افعل

التفضیل کا صیغہ ہے سب سے بُرا: ہم ان کے سب سے بُرے عمل کی ان کو سزا دیں گے۔ یعنی کفر کی: یا ہم اُن کو ان کے بُرے اعمال کی سزا دیں گے۔ اَسْوَاَ بمعنی ایسے اعمال جو فی نفسہٖ بُرے ہوں۔

۴۱:۲۸ = ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ۔

ذٰلِكَ اشارہ ہے اس عذاب و سزا کی طرف جو آیہ سابقہ میں مذکور ہوئی ہے۔ مبتدا، جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ۔ جَزَآءُ مضاف اَعْدَآءِ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ مل مضاف الیہ، خبر اَلنَّارُ، جَزَآء کا عطف بیان ہے یا مبدل منہ۔

یہ ہے سزا اللہ کے دشمنوں کی یعنی آگ (دوزخ)

= جَزَآءً بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ: جَزَآءً بوجہ مفعول مطلق فعل مقدر کے منصوب ہے ای يُجْزَوْنَ جَزَآءً۔ بِمَا میں باء سببیہ ہے مَا موصولہ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ: ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب ان کو سزا دی گئی بسبب اس کے کہ وہ ہماری آیات (قرآن) کا انکار کیا کرتے تھے۔

۴۱:۲۹ = اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا اَرِ فعل امر واحد مذکر حاضر، اِرَاءَةٌ (افعال) مصدر نَا ضمیر جمع متکلم تو ہمیں دکھا۔ اَلَّذَيْنِ اَلَّذِیْ کا تثنیہ اسم موصول بحالتِ نصب۔ (وہ دو مرد) جنہوں (نے) اَضَلّٰنَا۔ اِضْلَالٌ (افعال) سے ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب ہے۔ نَا ضمیر جمع متکلم (جن) دو نے ہمیں بہکایا یا گمراہ کیا۔

اَلَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا: وہ دو جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا یعنی جنات اور انسانوں ہر دو میں سے وہ لوگ جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔

(تثنیہ کا صیغہ دو اشخاص کے لئے بھی آسکتا ہے اور دو گروہوں کے لئے بھی، یعنی یہ بہکانے والے شیطان سیرت خواہ انسانوں میں سے ہوں یا جنات میں سے (ان کو ہمارے سامنے لے آ)

= نَجْعَلْهُمَا: مضارع جمع متکلم مجزوم بوجہ جواب امر: هُمَا ضمیر مفعول تثنیہ مذکر غائب ہم ان دونوں کو کریں (اپنے قدموں کے نیچے) یعنی ان کو اپنے قدموں کے نیچے روند ڈالیں۔

= اَسْفَلِيْنَ: اَسْفَلُ کی جمع۔ اَسْفَلُ افعل التفضیل کا صیغہ ہے بمعنی سب سے نیچا۔ اَعْلٰی کی ضد ہے۔ فروترین، کہترین، ذلیل ترین، اَلسُّفْلُ بمعنی پست ہونا۔ حقیر ہونا۔

۴۱ : ۳۰ = ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ۔ ثُمَّ تراخی وقت کے لئے بھی ہو سکتا ہے (التراخی الزمانی) کہ اقرار باللسان کے بعد وقت کے ساتھ ساتھ استقامت میں بھی برقرار رہے ،

اور التراخی الرتبی کے لئے بھی ہو سکتا ہے کہ استقامت بہ نسبت اقرار باللسان کے زیادہ بلند اور مشکل امر ہے ۔ یعنی زبانی اقرار کے بعد مسلسل اپنے قول اور فعل اور فرائض کی ادائیگی سے اس اقرار کو مستقل اور ثابت رکھے ۔

اِسْتَقَامُوْا ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۔ اِسْتِقَامَۃٌ (استفعال) مصدر وہ ثابت قدم رہے ۔ وہ قائم رہے ای ثبتوا علی الاقرار ولم یرجعوا الی الشرک یعنی اپنے اقرار پر ثابت قدم رہے اور شرک کی طرف دوبارہ نہ مڑے ۔

حدیث شریف میں ہے قل ربی اللہ تعالیٰ ثم استقم : کہو اللہ تعالیٰ میرا پروردگار ہے اور پھر اس پر قائم رہو ۔

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ ۔ تَتَنَزَّلُ مضارع واحد مؤنث غائب وہ (فرشتوں کی جماعت) اترتی ہے ۔ نازل ہوتی ہے ۔ تَنَزُّلٌ (تفعل) مصدر سے جس کے معنی اترنے کے ہیں ،

= اَلَّا ۔ مرکب ہے اَنْ اور لَا سے ۔ یہاں اَنْ مفسرہ ہے کیونکہ تَتَنَزَّلُ کے اندر قول کا معنی پوشیدہ ہے ۔

(۲) یہاں اَنْ مصدریہ ہے یعنی امر آخرت جو تمہارے سامنے آرہا ہے اس کا اندیشہ نہ کرو ،

لَا ہر دو صورت میں نافیہ ہے ۔ لَا تَخَافُوْا ۔ تم مت ڈرو ،

= وَلَا تَحْزَنُوْا اور تم غم مت کرو ، فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔

= اَبْشِرُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر اِبْشَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے جس کے معنی بشارت پانے کے ہیں ۔ تم کو خوشخبری ہو ۔

= تُوْعَدُوْنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر ۔ وَعْدٌ مصدر ۔ كُنْتُمْ سے اس کے معنی ماضی استمراری کے ہو گئے ۔ یعنی (جس جنت کا) تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ۔

آیۃ میں اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ۔ اَلَّذِيْنَ اسم اِنَّ اور تَتَنَزَّلُ خبر اِنَّ :

۴۱ : ۳۱ = فِيْهَا ، ای فی الجنۃ ۔ جنت میں ۔

= مَا تَشْتَهِيْ ۔ مَا موصولہ ہے تَشْتَهِيْ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب اِشْتِهَاءٌ (افتعال) مصدر یہاں واحد مؤنث کا صیغہ اَنْفُسُكُمْ (تمہاری جانیں ، تمہارے دل ۔ تمہارے جی) کے لئے استعمال ہوا ہے ۔ یعنی جسے تمہارے جی پسند کریں گے (یا) چاہیں گے ؛

= مَا تَدَّعُوْنَ: مَا موصولہ. تَدَّعُوْنَ جمع مذکر حاضر مضارع معروف۔
اِدِّعَاءٌ (افتعال) مصدر۔ جس کے معنی دعویٰ کرنے یا آرزو کرنے کے ہیں: یعنی تمہارے
لئے وہاں ہر وہ چیز ہوگی جو تم مانگو گے یا جس کی تم آرزو کرو گے۔

۴۱: ۳۲ = نُزُلًا۔ اسم: مہمانی کا کھانا: طعام ضیافت۔ المَنْزُوْلُ کے اصل معنی ہیں بلند
جگہ سے نیچے اترنا۔ چنانچہ محاورہ ہے نَزَلَ عَنْ دَابَّتِہٖ وہ سواری سے اتر پڑا۔ اَنْزَلَ
باب افعال کسی کو لبطور مہمان اتارنا۔ یا لبطور مہمان ٹھہرانا۔ مہمانی کرنا۔ مَنْزِلٌ اترنے کی جگہ
مہمان خانہ:

اور جگہ قرآن مجید میں ہے: فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ (۵۶: ۹۳) (تو اس کے لئے کھولتے پانی
کی ضیافت ہے)

کتاب کا منجانب اللہ نازل کیا جانا، وحی کا نازل ہونا، عذاب یا مصیبت کا نازل ہونا
سب اسی مادہ (نزل) سے ہیں

نُزُلًا حال ہے مَا تَدَّعُوْنَ سے بدیں وجہ منصوب ہے:

۴۱: ۳۳ = وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا: مَنْ سوالیہ ہے: اَحْسَنُ افعل التفضیل کا صیغہ ہے
قَوْلًا تمیز ہے اَحْسَنُ سے: قول کے لحاظ سے کون بہتر ہے۔ اس شخص کے قول سے کس کا قول
بہتر ہو سکتا ہے یا ہوگا۔

یہ جملہ استفہام انکاری ہے یعنی اس سے بہتر قول والا کوئی نہیں ہو سکتا۔

= مِمَّنْ، مرکب ہے مِنْ (حرف جر) اور مَنْ (اسم موصول) سے، یعنی اس شخص سے دَعَا
اِلَى اللهِ ..... الخ صلہ: جس نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا: بعض کے نزدیک اس دعوت الی اللہ
سے مراد اذان ہے: پھر مَنْ دَعَا اِلَى اللهِ سے متعلق متعدد اقوال ہیں:

(۱) محمد بن سیرین اور سدی کا قول ہے کہ اس سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے
(۲) حسن کے نزدیک ہر وہ مومن مراد ہے جس نے اللہ کی طرف دعوت دی۔
(۳) اور حضرت ابو امامہ نے فرمایا کہ اس سے مراد مؤذن (اذان دینے والا) ہے۔

۴۱: ۳۴ = لَا تَسْتَوِى مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ برابر نہیں ہوگی: برابر نہیں ہے،
اِسْتِوَاءٌ (افتعال) مصدر۔

= وَلَا السَّيِّئَةُ میں لَا نفی تاکید کے لئے آیا ہے۔ یہ لام زائدہ ہے محض نفی کی تاکید کے لئے
آیا ہے مثلاً اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَلَا الظُّلُمٰتُ

وَ لَا النُّوْرُ ۙ وَ لَا الظِّلُّ وَ لَا الْحَرُوْرُ ۚ (۳۵: ۱۹-۲۱) اور برابر نہیں اندھا اور آنکھ والا، اور نہ اندھیرا اور روشنی اور نہ سایہ اور دھوپ۔

== اِدْفَعْ ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر، تو دفاع کر، تو تدارک کر، تو دور کر۔

== اَحْسَنُ یہاں اَحْسَنُ (صیغہ اسم تفضیل) سے حُسنِ اضافی یعنی بدی سے زیادہ اچھا ہونا مراد نہیں کیونکہ بدی بہرحال بدی ہے اس میں اچھائی ہوتی ہی نہیں نہ کم نہ زیادہ۔ بلکہ اَحْسَنُ سے فی نفسہٖ زیادہ خوبی والی خصلت مراد ہے۔

علامہ پانی پتی اس آیت کی یوں تشریح فرماتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے فرمایا،

حکم دیا گیا ہے کہ اگر کوئی غصہ کرے تو اس کے مقابلہ میں صبر کیا جائے اور کوئی جہالت کرے تو تحمل کیا جائے۔ اور کوئی بدسلوکی کرے تو معاف کیا جائے، بعض علماء نے آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ بدیاں سب ایک درجہ کی نہیں ہوتیں اسی طرح نیکیوں کے مراتب بھی مختلف ہوتے ہیں اب اگر کوئی دشمن کوئی بدی کرے تو اس کے مقابلہ میں بہترین اعلیٰ درجہ کی نیکی سے کام لیا جائے مثلاً اگر کسی نے تمہارے ساتھ بدسلوکی کی ہو تو درگذر کرنا چاہئے (یہ ایک درجہ کی نیکی ہے) لیکن اگر بدی کے عوض دشمن سے بہترین سلوک کیا جائے تو یہ اَحْسَنُ ہے؛

== فَاِذَا الَّذِیْ ..... حَمِیْمٌ: یہ نتیجہ ہے اس دفاع کا جس کا اوپر حکم ہوا ہے یعنی اگر تم بدی کا تدارک نیکی سے کرو گے تو تمہارا دشمن تمہارا دوست بن جائے گا۔

فاء ترتیب کے لئے ہے اذا مفاجاتیہ ہے۔ فَاِذَا۔ تو لو۔ پس جونہی تم بدی کا بدلہ نیکی سے دو گے تمہارا دشمن تمہارے گہرے دوست کی طرح بن جائے گا۔ اَلَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ وہ شخص جس کے اور تمہارے درمیان عداوت تھی۔

اس سارے جملہ کی بجائے عَدُوَّكَ (تمہارا دشمن) بھی استعمال ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ زیادہ بلیغ ہے لہٰذا باوجود عدول کے اختصار کے اسے اختیار کیا گیا۔

== كَاَنَّهٗ ۔ كَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۔ گویا وہ۔

== وَلِیٌّ حَمِیْمٌ: گہرا دوست، جگری دوست؛

۴۱: ۳۵ == مَا يُلَقّٰهَا ۔ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب۔ تَلْقِيَةٌ (تفعیل) مصدر وہ نہیں عطا کی جائے گی۔ لَقّٰى يُلَقِّىْ تَلْقِيَةً ...... فُلَانَ الشَّیْئَ کوئی چیز کسی کی طرف پھینکنا دینا، عطا کرنا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ (۲۷: ۶) اور تم کو

قرآن عطا کیا جاتا ہے: لقی مادہ

== ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ذُوْ - صاحب حَظٍّ عَظِیْمٍ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ،

حَظٌّ حصہ، نصیب، خوش قسمتی، ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ بڑا خوش نصیب، یعنی جس کو تجلیاتِ ذاتی وصفاتی کا بڑا حصہ ملتا ہے اسی کو یہ اعلیٰ خصلت عطا ہوتی ہے نفس پر جب اعلیٰ صفات جلوہ پاش ہو جاتی ہیں تو بری صفات نکل جاتی ہیں۔

۴۱: ۳۶ == اِمَّا اِنْ شرطیہ اور مَا زائدہ سے مرکب ہے۔ اگر

== یَنْزَغَنَّكَ مضارع واحد مذکر غائب با نون تاکید ثقیلہ: نَزْغٌ (باب فتح) سے مصدر جس کے معنی عیب لگانا۔ لفظ کے ذریعے طعن وتشنیع کرنا۔ لوگوں کے درمیان فساد ڈالنا۔ برائی پر اکسانا کے ہیں۔ نَزَغَ بَيْنَهُمْ ان کے درمیان فساد ڈال دیا۔ وسوسہ پیدا کر دیا۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔

مطلب یہ ہے کہ اگر شیطان کی طرف سے آپ کے دل میں وسوسہ پیدا ہو اور انتقام لینے پر اور برائی کے عوض برائی کرنے پر شیطان آپ کو ابھارے۔

== فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ۔ فا جواب شرط کے لئے ہے اِسْتَعِذْ: فعل امر واحد مذکر حاضر۔ اِسْتِعَاذَةٌ (استفعال) بمعنی پناہ مانگنا۔ تو تو (اس کے شر سے) پناہ مانگ۔

سورۃ الاعراف (۷) کی آیت (۲۰۰) میں بھی یہی آیت مذکور ہے۔

۴۱: ۳۷ == مِنْ اٰيٰتِهٖ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ منجملہ اس کی نشانیوں میں سے۔

== خَلَقَهُنَّ هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب کا مرجع لیل ونہار، شمس وقمر چاروں ہی ہیں یا یہ ضمیر اٰيٰتِهٖ کی طرف راجع ہو سکتی ہے۔

== وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝

یہاں سجدہ سے مراد عام اصطلاحی سجدہ اسلامی نماز کا مراد نہیں ہے بلکہ عام عبادت و پرستش مقصود ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اگر تمہیں صرف اسی کی عبادت کرنا مقصود ہے جملہ شرطیہ جس کی جزاء مقدم ہے۔

الخازن فرماتے ہیں:۔

ان ناسا کانوا یسجدون للشمس والقمر والکواکب ویزعمون ان سجودھم لھذہ الکواکب ھو سجود للّٰہ عزّوجلّ فنھوا عن السجود لھذہ الوسائط وامروا بالسجود للّٰہ الذی خلق ھذہ الاشیاء کلھا۔ لوگ، سورج چاند اور ستاروں

کی پرستش کیا کرتے تھے ان کے خیال میں ان ستاروں کی پرستش خدا کی پرستش ہے ان کو ان واسطوں کی پرستش سے روکا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف اللہ ہی کی پرستش کریں جس نے ان تمام اشیاء کو پیدا کیا ہے۔

۴۱: ۳۸ = فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا: اِنْ شرطیہ ہے، استکبروا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ استکبارٌ (استفعال) مصدر بمعنی گھمنڈ کرنا۔ غرور کرنا: اگر پھر بھی وہ اپنے غرور پر اڑے رہیں۔ اس کے بعد اجزاء شرط محذوف ہے ای فلا یخل ذلك لعظمۃ ربك (ان کے اس فعل سے) تیرے رب کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اجزاء کے قائم مقام جزاء کی علت کو ذکر کیا گیا ہے)

= فَالَّذِيْنَ میں فاء تعلیل کی ہے یعنی ان کے استکبار سے خدا کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ اُس کی عظمت کے لئے تو کسی مخلوق کی عبادت کی بھی ضرورت نہیں لیکن اگر بالفرض عبادت گذاروں ہی کا ذکر ہے تو وہ ملائکہ مقربین جو اپنے مرتبہ و منزلت میں ان مستکبرین سے بدرجہا اعلیٰ وارفع ہیں اور ان گنت تعداد میں ہیں اس کی حمد و ثنا میں رات دن مشغول ہیں اور نہ تھکتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں۔

= اَلَّذِيْنَ اسم موصول جمع مذکر۔

= عِنْدَ رَبِّكَ ای فی حضرۃ قدسہ عزوجل: جو رب العزت کی بارگاہ میں رہتے ہیں

= وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ: جملہ حالیہ ہے اور ان کی حالت یہ ہے کہ وہ کبھی (اس کی تسبیح سے) تھکتے نہیں ہیں۔

لَا يَسْئَمُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ سَاٰمَةٌ وسَاٰمٌ (باب سمع) مصدر سے س ء م مادہ۔ السَّاٰمَةُ کے معنی کسی چیز کے زیادہ عرصہ تک رہنے کی وجہ سے اس سے کبیدہ خاطر یا دل برداشتہ ہو جانا کے ہیں۔ اور یہ فعلاً (کسی کام کو زیادہ عرصہ کرنے) اور انفعالاً (کسی چیز سے زیادہ متأثر ہونے) دونوں طرح ہوتا ہے۔

اول الذکر کی مثال آیت ہذا ہے؛

ثانی الذکر کی مثال قول شاعر ؎

سَئِمْتُ تَكَالِيْفَ الْحَيٰوةِ وَمَنْ يَّعِشْ

ثَمَانِيْنَ حَوْلًا لَا اَبَالَكَ يَسْئَمُ

میں زندگی کی ناخوشگواریوں سے اکتا چکا ہوں۔ ہاں جو شخص اسّی سال کی عمر کو پہنچ جائے وہ لامحالہ اکتا ہی جاتا ہے۔

۴۱:۳۹ = وَمِنْ اٰیٰتِہٖ ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔

= خَاشِعَۃً اسم فاعل واحد مؤنث خُشُوْعٌ مصدر (باب نصر) عاجزی کرنا۔ نگاہ یا آواز کا پست ہونا۔ (زمین کا) خشک ہونا۔ بے آب وگیاہ ہونا۔ زمین کا بارش نہ ہونے سے خشک ہو جانا۔ زمین کا بغیر پانی کے خشک اور دبا ہوا ہونا۔

= اَلْمَآءَ ۔ ای المطر۔ بارش۔

= اِھْتَزَّتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب اِھْتِزَازٌ (افتعال) اس نے تروتازہ ہوکر حرکت کی۔ اَلْھَزُّ کے معنی کسی چیز کو زور سے ہلانے کے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَھُزِّیْٓ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَۃِ (۱۹:۲۵) اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ۔

اور باب افتعال سے خوش و شاداب ہوکر ہلنا۔

= رَبَتْ ؛ ماضی واحد مؤنث غائب رَبْوٌ مصدر (باب نصر) جس کے معنی بڑھنے پھولنے اور بلند ہونے کے ہیں۔ وہ بڑھی۔ وہ پھولی۔ وہ اُبھری۔

اِھْتَزَّتْ وَرَبَتْ وہ جھومنے لگتی ہے اور کھل اٹھتی ہے۔

= اَحْیَاھَا ؛ اَحْیَا ماضی واحد مذکر غائب اِحْیَآءٌ (افعال) مصدر۔ اس نے زندہ کیا اس نے زندہ کردیا۔ ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب (الارض کی طرف راجع ہے)

اَلَّذِیْٓ اَحْیَاھَا ؛ وہ (قادر مطلق) جس نے بے آب وگیاہ اور بنجر زمین کو زندہ کردیا زندگی بخشی اور سرسبز و شاداب کردیا۔

= لَمُحْیِ الْمَوْتٰی ، لام تاکید کا ہے مُحْیٖ اِحْیَآءٌ (افعال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ مضاف ؛ اَلْمَوْتٰی ، مَیِّتٌ کی جمع (مُردے) مضاف الیہ۔ وُہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔

= قَدِیْرٌ ۔ قُدْرَۃٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ قَدِیْرٌ اس کو کہتے ہیں جو اپنی حکمت کے مطابق جو چاہے کرے۔ اسی لئے اللہ کے سوا قدیر کسی مخلوق کو نہیں کہہ سکتے۔ البتہ قادر عام ہے

۴۱:۴۰ = یُلْحِدُوْنَ ؛ اِلْحَادٌ (افعال) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب وہ کج روی کرتے ہیں۔ اَللَّحْدُ اس گڑھے یا شگاف کو کہتے ہیں جو قبر کی ایک جانب بنایا جاتا ہے (اور اس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے) پھر اس کا استعمال کسی کی طرف جھکنے ، غلط نسبت کرنے یا غلط بات کہنے کے لئے بھی ہوتا ہے کیونکہ غلط بات حقیقت سے پھر کر بات ہوتی ہے۔

یا بقول علامہ ابن منظور:۔ اَلْمُلْحِدُ الْعَادِلُ عَنِ الْحَقِّ : الحاد کرنے والا وہ شخص ہے

جو حق سے روگردانی کرے اَوْ اَلْمُدْخِلُ فِیْہِ مَا لَیْسَ فِیْہِ: یا اس میں ایسی چیز کو داخل کرے جو اس میں نہیں ہے مثلاً باری تعالیٰ کو ان اوصاف کے ساتھ متصف ماننا جو کہ اس کی شانِ الوہیت کے منافی ہوں یا صفاتِ الٰہی کی ایسی تاویل کرنا جو اس کی شان کے زیبا نہ ہوں مثلاً وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِہٖ (۷: ۱۸۰) اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جو اس کے ناموں میں کجی اختیار کرتے ہیں۔

علامہ پانی پتی رح رقمطراز ہیں:۔

یُلْحِدُوْنَ کا لفظ عام ہے، تکذیب کرنے والے لغویات بکنے والے اور قراتِ قرآن کے وقت سیٹیاں بجانے والے اور تفسیر سلف کے خلاف قرآن کے معانی میں تحریف کرنے والے اور باطل تاویلات کرنے والے سب ہی یلحدون کی ذیل میں آتے ہیں۔

= لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا: مضارع منفی جمع متکلم خِفَاءٌ مصدر (باب سمع) پوشیدہ نہیں رہیں گے۔ عَلَیْنَا۔ علیٰ حرف جر۔ نا ضمیر جمع متکلم مجرور، ہم سے، ہم پر۔

= اَفَمَنْ: استفہام انکاری ہے۔

= اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا: یُلْقٰی مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر سے وہ ڈالا جائے گا۔

رُوح البیان میں ہے:۔

حُذِفَ من الاول مقابل الثانی ومن الثانی مقابل الاول والتقدیر افمن یاتی خائفًا ویُلقٰی فی النار خیر ام من یاتی اٰمنا ویدخل الجنۃ

اول میں ثانی کا مقابل اور ثانی میں اول کا مقابل محذوف ہے تقدیر کلام ہے اَفَمَنْ ... ... الجنۃ۔ کیا وہ شخص جو (قیامت کے دن) خوف کی حالت میں آئے گا اور دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ بہتر ہے یا وہ شخص جو بےخوف وخطر آئے گا اور جنت میں داخل ہو جائے گا۔

۴۱: ۴۱ = اَلذِّکْرَ: ای القراٰن۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالذِّکْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ۔

۱۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الذین۔ اسم اِنَّ۔ کَفَرُوْا ... جَآءَهُمْ متعلق اسم، خبر اِنَّ محذوف ہے (ای معاندون او ھالکون) بے شک وہ لوگ جنہوں نے قران حکیم کو ماننے سے انکار کیا جب وہ ان کے پاس آیا محض عناد کرنے والے یا ہلاک ہونے والے ہیں

۲۔ یا یہ جملہ۔ جملہ سابقہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا کا بدل ہے:

۳:۔ یا اس کی خبر اُولٰٓئِکَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّکَانٍ بَعِیْدٍ ہے۔
۴۱:۴۲ = وَاِنَّہٗ لَکِتٰبٌ عَزِیْزٌ جملہ حالیہ ہے کِتٰبٌ موصوف عَزِیْزٌ صفت ای کثیر المنافع۔ عدیم النظیر۔
۴۱:۴۲ = لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ ط باطل اس کے پاس نہیں آسکتا نہ آگے سے اور نہ پیچھے سے۔
اس کی وضاحت مختلف صورتوں میں کی گئی ہے:
۱:۔ باطل سے مراد شیطان ہے۔ شیطان انس ہو یا جن قرآن میں کوئی کمی بیشی یا تغیر و تبدل نہیں کرسکتا۔ (قتادہ، سدی)
۲:۔ آگے سے باطل نہ آسکنے کا معنی ہے کمی نہ ہونا۔ اور پیچھے سے باطل نہ آنے کا معنی ہے زیادتی نہ ہوتا۔ (زجاج)
۳:۔ کتب سابقہ سے اس کی تکذیب نہیں ہوتی نہ اس کے بعد کوئی ایسی کتاب آئے گی جو قرآن کو باطل اور منسوخ کردے (مقاتل)
۴:۔ جھوٹ نہ اس کی ماضی کی خبروں میں داخل ہوسکتا ہے اور نہ آئندہ امور میں۔
لا یتطرق الیہ الباطل مما فیہ من الاخبار الماضیۃ والامور الاٰتیۃ (بیضاوی)
= تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ: تنزیل بروزن تفعیل مصدر ہے اتارنا۔ تھوڑا تھوڑا کرکے اتارنا۔ اس سے مراد قرآن حکیم ہے کیونکہ یہی وہ مخصوص کتاب ہے جو ۲۳ سال کے عرصہ میں حسب مصلحت و ضرورت تھوڑی تھوڑی کرکے نازل کی گئی اور باقی کتابیں بیک دفعہ نازل ہوئیں۔
حَکِیْمٍ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے بمعنی حکمت والا۔ حَمِیْدٍ: ستودہ صفات، تعریف کیا ہوا۔ حَمْدٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے بروزن فعیل بمعنی مفعول یعنی مَحْمُوْدٌ ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے کیونکہ وہی حقیقی طور پر مستحق حمد ہے:
(۱) یہ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے ای ھذا تنزیل من حکیم حمید: یا
(۲) یہ کتٰبٌ کی صفت ہے پہلی صفات عزیزٌ اور لا یاتیہ الباطل ..... ولا من خلفہ ہیں۔
۴۱:۴۳ = مَا یُقَالُ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب قَوْلٌ (باب نصر) مصدر سے نہیں کہا جاتا ہے لَکَ آپ کے متعلق۔ مَا یُقَالُ لَکَ آپ کے متعلق (اس کے سوا) کچھ نہیں

کہاجاتا۔

= اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ۔ اِلَّا حرف استثناء، مَا موصول قَدْ قِيْلَ ماضی مجہول قریب۔ مگر وہی باتیں جو کہی جا چکی ہیں۔

مَا يُقَالُ لَكَ .... مِنْ قَبْلِكَ، آپ کے متعلق کچھ نہیں کہاجاتا ماسوائے ان باتوں کے (جو ایذاء رسانی اور تکذیب کے لئے منکرین حق کہتے رہتے ہیں) جو آپ سے پہلے رسولوں کے متعلق کہی جاتی رہی ہیں۔

یعنی جس طرح پیغمبران سلف کی تکذیب کی گئی اور ان کو اذیت پہنچائی گئی وہی سب آپ کو بھی پیش آرہا ہے تو جس طرح انہوں نے صبر کیا تھا آپ بھی صبر سے کام لیجئے۔

یا اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے:۔

اللہ کی طرف سے آپ کو بھی وہی کہاجارہا ہے جو آپ سے قبل پیغمبروں کو کہا گیا تھا اور مقولہ (وہ بات جو کہی گئی تھی) یہ ہے جو آگے آرہی ہے یعنی اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْعِقَابٍ اَلِيْمٍ بے شک تیرا رب بڑا مغفرت والا ہے (اپنے صبر کرنے والے پیغمبروں پر) اور دردناک عذاب دینے والا ہے (ان کے دشمنوں اور مکذبین کو)

عِقَابٍ: مار۔ عذاب، سزا۔ عقوبت، سزا دینا۔ عَاقَبَ يُعَاقِبُ کا مصدر ہے عقاب کے اصل معنی پیچھے ہو لینے کے ہیں اسی لئے عقاب اس سزا کو کہیں گے جو ارتکاب جرم کے بعد اس کا مستحق ہو جانے پر مرتکب کو دی جاتی ہے۔

عذاب اور عقاب میں فرق یہ ہے کہ عذاب استحقاق اور بغیر استحقاق دونوں طرح ہوسکتا ہے اور عقاب صرف جرم ثابت ہونے کے بعد مستحق کو دیا جاتا ہے۔

= اَلِيْمٍ، المناک: دردناک، دکھ دینے والا۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے۔

ذو مغفرۃ مضاف مضاف الیہ ذُوْعِقَابٍ اَلِيْمٍ، ذو مضاف عقاب الیم موصوف صفت مل کر مضاف الیہ: بڑا مغفرت والا۔ اور دردناک سزا دینے والا۔

۴۱: ۴۴ = وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا جملہ شرطیہ ہے لَوْ حرف شرط ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ الذکر (آیۃ ۴۱: ۴۱ متذکرۃ الصدر) کی طرف راجع ہے یہ جملہ جواب ہے منکرین کے سوال مقدر کا۔ ای ھلا انزل القراٰن بلغۃ العجم یہ قرآن (توریت اور انجیل کی طرح) عجمی زبان میں کیوں نہ نازل کیا گیا۔ جواب میں ارشاد ہوتا ہے !!

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا اگر ہم اس کو عجمی (زبان) کا قرآن بناتے لَقَالُوْا

...... الآیۃ

لَقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ ءَاَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ لام جواب شرط ہے: فُصِّلَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب اٰیٰتُہٗ مضاف، مضاف الیہ (ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن ہے) تو وہ لوگ یوں کہتے کہ اس کی آیات صاف (عربی زبان میں) کیوں نہیں بیان کی گئیں۔

ءَاَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ۔ ای قران اعجمی و رسول عربیٌّ (عجیب اچنبھے کی بات ہے کہ) قرآن عجمی (زبان میں) اور نبی عربی۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ:۔

یہ منکرین اعتراض برائے اعتراض کر رہے ہیں اگر یہ فصیح اور بلیغ عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے تو یہ معترض ہیں کہ توریت اور انجیل کی طرح عجمی زبان میں کیوں نہ نازل کیا گیا۔ اور اگر یہ عجمی زبان میں نازل کیا جاتا تو پھر یہ اعتراض کرتے کہ بھلا عجمی زبان ہم کیا جانیں ہماری اپنی زبان اتنی فصیح ہے اس زبان میں کیوں نہ اتارا گیا۔ پھر نبی عربی ہے اور عربی زبان کا جاننے والا اور یہ کلام غیر زبان میں نازل کیا گیا ہے عجیب بات ہے ،، خوئے بد را بہانہ بسیار۔

= ھُوَ۔ ای القران:

= شِفَآءٌ اس میں تنوین اظہار عظمت کے لئے ہے یعنی بڑی شفا ہے۔ سینہ کی جہالت اور قلب و نظر کے امراض خبیثہ کے لئے۔ نیز جسمانی دکھ درد کے لئے بھی قرآن باعث شفا ہے۔

= وَقْرٌ۔ بوجھ، کانوں کا بھاری پن۔ الوقار کے معنی سنجیدگی اور حلم کے ہیں۔ باوقار آدمی کو وقارٌ کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا (۷۱:۱۳) تم کو کیا ہوا کہ تم خدا کی عظمت کے قائل نہیں ہو۔

= عَمًى۔ عَمِیَ یَعْمٰی کا مصدر ہے (باب سمع) نابینا ہونا۔ اندھا ہونا۔ کور دل ہونا عَمًى کا استعمال دونوں آنکھوں کی بینائی جاتے رہنے کے لئے ہوتا ہے نیز بطور استعارہ کور دل ہونے کے لئے بھی آتا ہے عُمْیٌ اندھے جمع۔ اَعْمٰی واحد اندھا۔

= اُولٰٓئِكَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِیْدٍ۔ اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ بعید۔ یُنَادَوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ مُنَادَاۃٌ (مفاعلۃ) مصدر ان کو پکارا جائے گا۔

یہ جملہ بطور تشبیہ کہا گیا ہے جیسے بہت دور سے کسی کو آواز دی جاتے تو وہ نہ کچھ سنتا ہے اور نہ سمجھتا ہے یہی حالت کافروں کی تھی کہ قرآن کی آواز ان کو سنائی نہیں دیتی تھی گویا ان کو بہت دور سے پکارا جا رہا تھا۔ اس لئے سنتے نہ تھے۔ کمال مماثلت کی وجہ سے حرف تشبیہ گرا دیا گیا ہے

۴۱: ۴۵ = کَلِمَۃٌ اس سے مراد وہ حکم ازلی ہے جس کے متعلق فیصلہ ہو چکا کہ وہ قیامت کے روز چکایا جائے گا؛

= سَبَقَتْ ماضی واحد مؤنث غائب، پہلے سے طے ہو چکی۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اور اگر تیرے پروردگار کی طرف سے یہ حکم پہلے ہی طے نہ ہو چکا ہوتا (کہ پورا عذاب آخرت میں ملیگا روز قیامت تک کامل عذاب نہیں آئیگا یا مقررہ مدت سے پہلے عذاب نہیں آئے گا۔

= لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ؛ لام جواب شرط کا ہے قُضِيَ فعل ماضی مجہول واحد مذکر غائب تو ان کا فیصلہ (دنیا میں ہی) ہو چکا ہوتا۔ بَيْنَهُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کفار مکہ کی طرف راجع ہے

= اِنَّهُمْ ای کفار قومك

= مِنْهُ ای من القراٰن۔

= شَكٍّ مُّرِيْبٍ؛ موصوف وصفت مُرِيْبٍ اسم فاعل واحد مذکر اِرَابَ اِرَابَۃٌ (افعال) مصدر رَيْبٌ مادہ۔ بے چین بنا دینے والا۔ بے چین کر دینے والا۔ ای موجب للقلق والاضطراب، بے چین اور مضطرب کر دینے والا۔ یعنی یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں پڑے ہوئے ہیں کہ جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے۔

۴۱: ۴۶ = عَمِلَ صَالِحًا۔ ای عمل عملاً صالحًا، نیک عمل کیا۔

= فَلِنَفْسِهٖ۔ ای فلنفسه نفعه لا لغيره اس کا اجر بھی اسی کے لئے ہے غیر کے لئے نہیں ہے۔

= اَسَاءَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اس نے بُرا کیا۔ اس نے بُرائی کی! اِسَاءَةٌ مصدر (افعال) سے جس کے معنی کسی بُرے کام کو انجام دینے کے ہیں۔

= عَلَيْهَا۔ اسی پر۔ یعنی اس کی برائی کی سزا بھی اُسی پر ہے۔ غیر پر نہیں ہے:

= مَا۔ نافیہ ہے:

= ظَلَّامٍ۔ ظلم کرنے والا۔ ظُلْمٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے یہ لفظ حق تعالیٰ شانہٗ کی نسبت سے قرآن مجید میں مندرجہ ذیل مقامات پر آیا ہے؛

۱۔ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (۸: ۵۱)

۲۔ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (۲۲: ۱۰)

۳:- ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (۲۲:۱۰)
۴:- مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (۴۱:۴۶)
۵:- مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (۵۰:۲۹)

۱:- ان آیاتِ مبارکہ مذکورہ بالا تین جگہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی سے نفی ظلم کے سلسلہ میں مبالغہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور ظلّام کا لفظ لایا گیا ہے ظلّام میں مبالغہ کمیت (مقدار کے اعتبار سے ہے کیفیت (اس کے تھوڑے یا بہت ہونے کی صورت) کے لحاظ سے نہیں ہے

اول الذکر کی نفی کی صورت میں مطلب ہوگا کہ وہ ذرا سا بھی ظلم نہیں کرتا۔ ثانی الذکر کی صورت میں مطلب ہوگا کہ زیادہ ظلم نہیں کرتا تھوڑا کرتا ہے۔ جیسا کہ آپ کہیں زید لیس بقتال للرجل لا ینفی ھذا الا مبالغۃ فی قتلھم فلا ینافی انہ ربما قتل لبعض الرجال۔ زید آدمیوں کا قتال (بہت قتل کرنے والا) نہیں ہے اس سے صرف اس کے قتل کے فعل میں مبالغہ کی نفی ہے۔ اس امر کی نفی نہیں کہ بسا اوقات اس نے آدمیوں کو قتل کیا جیسا کہ اوپر مذکور ہے کہ یہاں نفی ظلم کمیت کے لحاظ سے نہ کہ کیفیت کے لحاظ سے لہذا مطلب یہ ہوا کہ تیرا پروردگار بندوں پر ذرا بھر بھی ظلم نہیں کرتا۔

۲:- نیز یہ بھی معلوم ہو کہ یہاں نفی نسبت کی نفی ہے یعنی ظلم کی اللہ کی طرف نسبت کی نفی: یعنی وہ ظلم والا ہے ہی نہیں۔

اکثر علماء کا قول ہے کہ یہاں نفی سے مراد نفی نسبۃ الظلم الی اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کی نفی ہے) اور فعّال صیغہ بمراد نسبت استعمال ہوتا ہے بدوں یاء نسبتی کے۔ مثلاً الخلاصۃ میں ہے:۔

ومع فاعل وفعّال فعل : فی نسب اغنی عن الیاء فقبل :

مطلب یہ ہے کہ یہ تینوں صیغے (فاعل جیسے ظالم۔ فعّال جیسے ظلّام اور فَعِلٌ جیسے فرح) یاء نسبت سے مستغنی بمراد نسبت استعمال ہوتے ہیں۔ فعّال کے استعمال کے متعلق امرئ القیس کا شعر ہے ؎

ولیس بذی رمح فیطعننی بہ - ولیس بذی سیف ولیس بنبال

لیس بنبال بمعنی ذی نبل ہے جیسا کہ بذی رمح اور لیس بذی سیف سے ظاہر ہے اسی بناء پر محققین نے کہا ہے کہ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ سے مراد ہے کہ

وَ مَا رَبُّكَ بِذِیْ ظُلْمٍ عَلٰی عِبَادِہٖ اور تیرا پروردگار اپنے بندوں پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا۔

۳۔ نسبت کے اعتبار سے ظَلَّامٌ کی مثال عَطَّارٌ ہے جس طرح عطر کی نسبت سے عَطَّارٌ بولتے ہیں۔ اسی طرح ظلم کی نسبت سے ظَلَّامٌ (ذو ظلم) نہیں ہے

۴۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا مندرجہ ذیل آیات کو ملحوظ رکھیں:

(۱) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (۴:۴۰) خدا ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا۔ یعنی کسی کی حق تلفی نہیں کرتا۔

(۲) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا (۱۰:۴۴) بے شک خدا لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا

(۳) وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (۱۸:۴۹) اور تیرا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کریگا

وغیرہ وغیرہ

اِلَيْهِ يُرَدُّ (۲۵)

حٰمٓ السجدة
الشوریٰ، الزخرف، الدخان، الجاثیة،

اِلَیۡہِ یُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَۃِ

۴۱:۴۷ = اِلَیۡہِ ۔ ای اِلَی اللّٰہِ ؛ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے
= یُرَدُّ : مضارع مجہول واحد مذکر غائب رَدٌّ (باب نصر) مصدر۔ لوٹایا جائے گا ؛ عِلۡمُ السَّاعَۃِ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول مالم یُسم فاعلہٗ فعل یُرَدُّ کا
قیامت کا علم اسی کی طرف (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف ہی) لوٹایا جائے گا۔ قیامت کے علم کا حوالہ اسی کی طرف دیا جا سکتا ہے ، ای لَا یَعۡلَمُھَا اِلَّا اللّٰہُ ؛ یعنی اللہ عزّوجل کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں ہے ؛ جیسے اور جگہ فرمایا قُلۡ اِنَّمَا عِلۡمُھَا عِنۡدَ رَبِّیۡ لَا یُجَلِّیۡھَا لِوَقۡتِھَا اِلَّا ھُوَ ؕ (۷:۱۸۷) کہہ دو کہ اس کا علم (یعنی قیامت کے آنے کا علم) تو میرے پروردگار ہی کو ہے ۔ اس کے وقت پر اسے کوئی ظاہر کرے گا سوائے اُس کے۔

= وَ مَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ مِّنۡ اَکۡمَامِھَا ۔ مَا نافیہ ہے مِنۡ اوّل زائدہ استغراق کے لئے اور مِنۡ (ثانی) ابتدائیہ۔
اَکۡمَامِھَا ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ اَکۡمَام جمع ہے کِمٌّ کی ۔ کِمٌّ اس غلاف کو کہتے ہیں جو کلی یا پھل پر لپٹا ہوا ہوتا ہے ۔ اس کے غلاف ، گابھا ، شگوفہ۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے فِیۡھَا فَاکِھَۃٌ ۪ۙ وَّ النَّخۡلُ ذَاتُ الۡاَکۡمَامِ (۵۵:۱۱) اس میں میوے ہیں اور غلاف دار کھجور کے درخت ہیں۔
= وَ مَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰی ، مَا نافیہ ہے تَحۡمِلُ مضارع واحد مؤنث غائب ۔ حَمۡلٌ وَ حِمۡلٌ (باب ضرب) مصدر ، وہ اٹھاتی ہے ؛ وہ حاملہ ہوتی ہے مِنۡ زائدہ ہے ۔ اُنۡثٰی : عورت ، مادہ ؛
= وَ لَا تَضَعُ ۔ واؤ عاطفہ لَا تَضَعُ مضارع منفی واحد مؤنث غائب ؛ وہ نہیں جنتی ہے وَضۡعٌ (باب فتح) مصدر سے ؛ وَضۡعٌ کے معنی رکھ دینا ۔ ڈال دینا ۔ کے بھی آتے ہیں مثلاً اَنۡ تَضَعُوۡۤا اَسۡلِحَتَکُمۡ (۴:۱۰۲) کہ تم ڈال دو ۔ یا رکھ دو ۔ یا اتار کر رکھ دو
= اِلَّا بِعِلۡمِہٖ ؛ اِلَّا : حرف استثناء ، بِ ۔ بائے ملابست یا مصاحبت ہے

مگر کہ (یہ سب کچھ) اس کے علم کے ساتھ ہوتا ہے، یعنی اس کے علم میں ہوتا ہے، تو جمہ آیت کا ہوگا:۔

اور نہ تو پھل گابھوں سے نکلتے ہیں اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے:

= یَوْمَ یُنَادِیْهِمْ: یَوْمَ بوجہ ظرفیت منصوب ہے یا بوجہ مفعول فعل محذوف اُذْكُرْ کا۔ یا بوجہ مفعول فیہ۔ یُنَادِیْ مضارع واحد مذکر غائب: مُنَادَاةٌ (مفاعلۃ) وہ پکارے گا وہ ندا کرے گا: نِدَاءٌ مادہ هِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اور جس روز وہ ان کو پکارے گا، یعنی قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ مشرکوں کو پکارے گا۔

= اَیْنَ شُرَكَآءِیْ۔ اَیْنَ کہاں۔ ظرف مکانی، شُرَكَآءِیْ مضاف مضاف الیہ میرے شریک۔ یعنی جن کو تم نے دنیا میں اپنا معبود بنا رکھا تھا اور خدائی میں میرا شریک بنا رکھا تھا۔

= اٰذَنّٰكَ: اٰذَنَّا۔ ماضی جمع متکلم اِیْذَانٌ (افعال) مصدر۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر، ہم نے تجھ کو کہہ سنایا۔ ہم نے تجھ سے عرض کردیا ہے، اٰذَنَ۔ اطلاع دینا کہہ سنانا۔ اعلان کرنا۔ اسی سے ہے مُؤَذِّنٌ اطلاع دینے والا۔ پکارنے والا۔

= مَا مِنَّا مِنْ شَهِیْدٍ: مَا نافیہ ہے: مِنَّا مرکب ہے مِنْ اور نَا سے جار مجرور۔ شہید کے متعدد معنی ہوسکتے ہیں۔ گواہ۔ شاہد، نگران۔ احوال کہنے والا۔ اقرار کرنے والا۔

اور مفسرین کے اس لحاظ سے کئی اقوال ہیں:۔

مثلاً (۱) ہم میں سے کوئی شرک کی شہادت دینے والا نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب عذاب اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھیں گے تو شرک سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ (تفسیر مظہری)

(۲) ہم میں سے کوئی بھی ان شریکوں کا مشاہدہ نہیں کرتا۔ سب غائب ہوگئے ہیں کوئی سامنے نظر نہیں آتا۔ (مظہری وضیاء القرآن)

(۳) ہم میں سے کوئی بھی اس کا مدعی نہیں ہے کہ کوئی تیرا شریک ہے (ماجدی)

۴۱: ۴۸ = وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ۔

ضَلَّ ماضی واحد مذکر غائب (بمعنی جمع مستعمل ہے) ضَلَالٌ (باب ضرب)

مصدر۔ کھو گیا۔ گم ہو گیا۔ بھٹک گیا۔ راہ سے دور جا پڑا۔ مَا کَانُوْا یَدْعُوْنَ
مَا موصول۔ کَانُوْا یَدْعُوْنَ (جن کی وہ دنیا میں بطور معبود) پوجا کیا کرتے
تھے۔ ای شُرَکَآء یہ فاعل ہوا فعل ضَلَّ کا اور عَنْھُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب
ان مشرکین کی طرف راجع ہے جن سے اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ وہ تمہارے معبودان
جن کو تم میرا شریک ٹھہراتے تھے کہاں ہیں؟۔

ترجمہ آیت :۔ اور جن کی یہ پہلے (دنیا میں) پوجا کیا کرتے تھے وہ سب غائب
ہوں گے۔کوئی معبود دکھائی نہ دے گا۔ یہ جملہ حالیہ ہے!

== ظَنُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب ظَنٌّ (باب نصر) گمان کرنا، خیال کرنا۔ یقین کرنا
یہاں مراد اَیْقَنُوْا ہے۔ انہوں نے یقین کیا۔ وہ یقین کریں گے، ان کو یقین ہوجائیگا
گمان کے معنی میں قرآن مجید میں ہے اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ
بِمُسْتَیْقِنِیْنَ (۴۵:۳۲) اور ہم اس کو محض گمان خیال کرتے ہیں اور ہم اس پر
یقین کرنے والے نہیں ہیں۔

== مَحِیْصٍ : حَاصَ یَحِیْصُ (اجوف یائی) سے مصدر میمی ہے اور اس
کے معنی ہیں سختی۔ چنانچہ اسی سے ہے حَاصَ عَنِ الْحَقِّ : وہ حق سے اعراض
کر کے سختی کی طرف لوٹ گیا۔

یہاں بطور ظرف مکان مجرور مستعمل ہے بمعنی پناہ گاہ۔ لوٹنے کی جگہ
وَظَنُّوْا مَا لَھُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ۔ اور ان کو یقین ہو جائے گا کہ اب بھاگ
جانے کی کوئی جگہ نہیں ہے:

۴۱:۴۹ == لَا یَسْئَمُ ؛ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ سَأَمَۃٌ سَأَمٌ
(باب سمع) مصدر ہے۔ تھکنا۔ اکتا جانا۔ نہیں تھکتا۔ س ء م مادہ:

== دُعَآءِ الْخَیْرِ : خیر کی دعا۔ مال و رزق میں وسعت اور صحت و تندرستی اور
خیر و عافیت کی طلب

== اِنْ مَّسَّہُ الشَّرُّ : ان شرطیہ، مَسَّ ماضی واحد مذکر غائب (باب نصر)
سے مَسٌّ مصدر۔ چھونا۔ الشَّرُّ۔ سختی و عزیت۔ اِنْ مَّسَّہُ الشَّرُّ شرط۔
فَیَئُوْسٌ قَنُوْطٌ : جواب شرط : یَئُوْسٌ یَاْسٌ (باب سمع) صفت مشبہ کا
صیغہ ہے مایوس۔ ناامید۔ باب استفعال سے بھی اسی معنی میں مستعمل ہوتا ہے

قرآن مجید میں ہے: حَتّٰۤی اِذَا اسۡتَیۡـَٔسَ الرُّسُلُ (۱۲: ۱۱۰) یہاں تک کہ جب پیغمبر ناامید ہوگئے [illegible]

= قَنُوۡطٌ، یاس، ناامید۔ مایوس۔ قُنُوۡطٌ (باب نصر) مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے قَانِطٌ اسم فاعل واحد مذکر ای فھو یَـُٔوۡسٌ قنوط ۔ تو وہ اللہ کی رحمت اور راحت سے مایوس و ناامید ہوجاتا ہے۔

۴۱: ۵۰ = لَئِنۡ ۔ لام تاکید کے لئے اِنۡ شرطیہ

اَذَقۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنَّا ۔ اَذَقۡنَا ماضی جمع متکلم اِذَاقَةٌ باب افعال مصدر سے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ہم اس کو چکھاتے ہیں۔ ہم نے اسکو چکھایا۔ رَحۡمَةً مفعول ثانی اَذَقۡنَا کا مِنَّا متعلق رَحۡمَةً اور (جب) ہم اس کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں۔

= بَعۡدِ ضَرَّآءَ مضاف الیہ۔ اَلضَّرَّآءُ تکلیف، سختی، تنگی، مرض، مصیبت؛ اسم ہے۔ بوجہ غیر منصرف ہونے کے بجائے مکسور کے مفتوح آیا ہے

= مَسَّتۡهُ ۔ مَسَّتۡ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب اس نے چھوا۔ مَسٌّ (باب نصر) مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جسے اس نے چھوا تھا۔ جو اس کو آئی تھی۔

جملہ لَئِنۡ اَذَقۡنٰهُ ..... مَسَّتۡهُ شرط ہے اور اگلا جملہ جواب شرط ہے۔

= لَیَقُوۡلَنَّ لام جواب شرط کے لئے ہے۔ یَقُوۡلَنَّ مضارع معروف با نون تاکید ثقیلہ صیغہ واحد مذکر غائب تو ضرور بالضرور اس کا قول یہ ہوتا ہے ھٰذَا لِیۡ۔ ھٰذَا ای ھذہ الرحمۃ یہ رحمت۔ یہ تنگی کے بعد فراخی، بیماری کے بعد یہ صحت، عسرت کے بعد یہ یسرت، لِیۡ میں لام استحقاق کا ہے ی ضمیر واحد متکلم کے لئے یعنی یہ میرا حق تھا۔ میں اس کا ہی مستحق تھا (کہ مجھے اس دکھ کے بعد یہ سکھ میسر ہو)

لَیَقُوۡلَنَّ ھٰذَا لِیۡ جملہ جواب شرط کا ہے

= وَمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۔ مَاۤ اَظُنُّ مضارع منفی واحد متکلم میں گمان نہیں رکھتا۔ میرا خیال نہیں ہے۔ اَلسَّاعَةَ ای القیامۃ مفعول قَآئِمَةً کھڑی ہونے والی قیام (باب نصر) ق وم مادہ۔ خبر۔ ترجمہ: میں خیال نہیں کرتا کہ قیامت برپا ہوگی

= وَلَئِنۡ رُّجِعۡتُ اِلٰی رَبِّیۡۤ جملہ شرط ہے اِنَّ لِیۡ عِنۡدَهٗ لَلۡحُسۡنٰی جواب شرط حُسۡنٰی۔ اچھی۔ عمدہ۔ بروزن فُعۡلٰی حُسۡنٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ای وعلٰی فرض صحۃ ما قالت الرسل من البعث ان لی عند اللہ الجنۃ

اور اگر قیامت کے متعلق رسولوں کی بات سچ بھی ہو گئی تو مجھے وہاں بھی اللہ کے ہاں جنت ہی ملے گی۔

مولانا عبد الماجد دریا بادی رقمطراز ہیں۔

اِنَّ لِیْ عِنْدَہٗ لَلْحُسْنٰی اِنَّ خود کلمہ تاکید کا ہے پھر لِیْ کی تقدیم نے اس تاکید کو مضاعف کر دیا ہے پھر لَلْحُسْنٰی میں لَ الگ تاکید کا ہے یعنی ترجمہ ہو گا:۔ تو میرے دئے اس کے پاس ضرور ہی بہتری ہی ہے۔

= فَلَنُنَبِّئَنَّ فاء عاطفہ ہے لننبئن مضارع کا صیغہ جمع متکلم باتاکید لام ونون ثقیلہ۔ تنبئۃ باب تفعیل۔ ہم ضرور ہی بتائیں گے۔ ہم ضرور ہی آگاہ کریں گے۔

= اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا موصول وصلہ مل کر ننبئن کا مفعول۔

= وَلَنُذِیْقَنَّھُمْ: واؤ عاطفہ: لَنُذِیْقَنَّ مضارع معروف بلام تاکید ونون ثقیلہ صیغہ جمع متکلم۔ اِذَاقَۃٌ (افعال) سے مصدر ہم ضرور ضرور چکھائیں گے۔ ہم ضرور ضرور مار دیں گے۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

= عَذَابٍ غَلِیْظٍ، موصوف وصفت شدید عذاب۔ ذھو کو ثاق غلیظ لا یمکن قطعہٗ۔ سخت بندھن کی طرح کہ اس کا ٹوٹنا ممکن ہی نہ ہو گا۔

چنانچہ خدا کے عذاب اور بندھن کے متعلق قرآن مجید میں ہے:۔

فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَہٗٓ اَحَدٌ وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَہٗٓ اَحَدٌ (۸۹: ۲۵، ۲۶) تو اس دن نہ کوئی خدا کے عذاب کی طرح کا کوئی (کسی کو) عذاب دے گا اور نہ کوئی ویسا جکڑنا جکڑے گا۔

۴۱: ۵۱ = اَعْرَضَ۔ ماضی واحد مذکر غائب ہے اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر اس نے منہ پھیر لیا۔ اس نے کنارہ کیا۔ اَلْعَرْضُ (کسی چیز کی چوڑائی) یہ الطول کا ضد ہے اصل میں اس کا استعمال اجسام کے لئے ہوتا ہے اس کے بعد غیر اجسام کے لئے بھی بولا جاتا ہے مثلاً اسی آیت میں آگے آتا ہے فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِیْضٍ: تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔

اور عَرَضٌ خاص کر ایک جانب اور کنارہ کو کہتے ہیں جیسے عَرَضَ الشَّیْءُ اس کی ایک جانب ظاہر ہو گئی۔ یہ لفظ متعدد المعانی ہے اور قرآن مجید میں بھی مختلف مقامات پر مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً

۱:۔ معنی پیش کرنا۔ جیسے ثُمَّ عَرَضَھُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ (۲: ۳۱) پھر اس نے ان کو

فرشتوں کے سامنے رکھا۔
۲:۔ بمعنی آڑ جیسے وَ لَا تَجْعَلُوا اللّٰہَ عُرْضَۃً لِّاَیْمَانِکُمْ (۲: ۲۲۴) اور خدا کے نام کو اپنی قسموں کے لئے آڑ مت بناؤ۔ اور
۳:۔ بمعنی عرض طول کی ضد جیسے وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ (۳: ۱۳۲) اور بہشت جس کا عرض ارض وسماء کے برابر ہے وغیرہ:
= نَاٰ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ نَاٰی یَنْاٰی نَاْیٌ (باب فتح) مادہ ن ا ی مصدر دور ہونا۔ آیت ہذا میں یہ متعدی بالباء ہے اس لئے ترجمہ ہوگا۔ اس نے اپنے پہلو کو دور کر لیا۔ اس نے پہلو پھیر لیا۔ اس نے روگردانی کی:
بعض قراتوں میں نَاءَ بِجَانِبِہٖ آیا ہے اس صورت میں اس کا مادہ ن و ء ہوگا اور نَاءَ یَنُوْءُ (باب نصر) سے مصدر: نَوْءٌ و تَنْوَاءٌ ہوگا۔ جس کے معنی مشقت و تکلیف سے اٹھنا کے ہیں۔ اور باء کے تعدیہ کے ساتھ بمعنی بوجھ کو مشکل سے اٹھانا۔
المفردات میں ہے۔ ایک قرآت میں نَاءَ بروزن نَاعَ ہے جس کے معنی پہلو اٹھانا ہے اور یہ تکبر سے کنایہ ہے۔
مصدر تَنْوَاءٌ سے قرآن مجید میں آیا ہے۔
مَا اِنَّ مَفَاتِحَہٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَۃِ اُولِی الْقُوَّۃِ (۲۸: ۷۶) کہ ان کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت کو اٹھانا مشکل ہوتیں۔
= جَانِبِہٖ: مضاف مضاف الیہ، اس کا بازو، اس کی جانب، اس کا پہلو، یہی آیت ۱۷: ۸۳ میں آئی ہے:
فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِیْضٍ: فَ جواب شرط کے لئے ہے ا ذُوْ (بمعنی والا۔ صاحب، اسم ہے) محاورہ عرب میں عریض بمعنی کثیر مستعمل ہے: اس میں کثرت و وسعت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ کیونکہ طول نام ہے سب سے بڑی مسافت و امتداد کا اور جب دوسرا امتداد یعنی عرض بھی اتنا ہی ہو (یعنی شکل مربع بن جائے) تو پھر اس کی وسعت کا کیا کہنا۔ اسی لئے جنت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ:
۴۱: ۵۲ = قُلْ۔ ای قُلْ لھم یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اَرَءَیْتُمْ کیا تم نے دیکھا عربی محاورہ میں اس کو بمعنی اَخْبِرُوْنِیْ (بھلا مجھے بتاؤ تو سہی) استعمال کیا جاتا ہے۔
= اِنْ کَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ ای ان کان القراٰن من عند اللّٰہِ۔ اگر یہ قرآن

منزل من اللہ ہو۔

== ثُمَّ کَفَرْتُمْ بِہٖ میں ثُمَّ تراخی فی الرتبہ ہے" اور اس کی اس عظمت و مرتبت کے باوجود تم اس سے انکار کرو۔

== اَضَلُّ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے، بہت بہکا ہوا۔ بہت بے راہ۔ زیادہ گمراہ ضَلَالٌ (باب ضرب وسمع) مصدر۔

== شِقَاقٍ م بَعِیْدٍ۔ موصوف وصفت، شقاق۔ ضد۔ مخالفت، اپنے دوست کی شق چھوڑ کر دوسری شق میں ہو جانا۔ اور شق طرف کو کہتے ہیں۔

چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎

اذا ما بکیٰ من خلفہا انحرفت لہ : بشق وشق عندنا لم یحول

(جب بچہ اس کی پشت پر سے روتا ہے تو وہ ایک جانب سے اس کی طرف مڑ جاتی ہے اور ایک طرف ہماری جانب رہتی ہے جو کہ نہیں بدلتی۔

== شِقَاقٍ بَعِیْدٍ۔ بہت دور تک کی مخالفت، بہت گہری مخالفت،

ترجمہ کچھ یوں ہوگا:۔

بھلا بتاؤ تو سہی۔ اگر یہ قرآن فی الواقع منجانب اللہ ہو اور اس کی اس عظمت و حقیقت کے باوجود تم اس کے منکر ہو۔ تو اتنی دور تک کی مخالفت رکھنے والے سے زیادہ گمراہ اور بے راہ کون ہو سکتا ہے۔ یعنی اس صورت میں تم سے بڑھ کر کوئی گمراہ ہو ہی نہیں سکتا۔

۴۱:۵۳ == سَنُرِیْہِمْ: سَ مستقبل قریب کے لئے ہے نُرِیْ مضارع جمع متکلم رَأیٰ (اِرَاءَۃٌ افعال) مصدر ھِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر کا مرجع کفار ہیں۔ ہم عنقریب ان کو دکھائیں گے

== اٰیٰتِنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہماری نشانیاں۔ ہم اپنی قدرت کی نشانیاں ان کو دکھائیں گے

== فِی الْاٰفَاقِ۔ اُفُقٌ وَاُفُقٌ کی جمع اطراف، انہی کے اردگرد۔ اسی دنیا میں۔

== وَفِیْٓ اَنْفُسِہِمْ اور خود ان کی ذات میں۔

بیضاوی نے لکھا ہے:۔

آیات فی الآفاق یہ ہیں:۔ ا:۔ آئندہ کے واقعات کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشنگوئیاں (۲) آپ کے خلفاء کا بلاد مشرق و مغرب پر معجزانہ تسلط۔ (۳) گذشتہ حوادث و مصائب کے نشانات:۔ اور آیات فی انفسہم سے مراد ہیں (۱)، وہ واقعات جو اہل مکہ کو خود پیش آئے (مثلاً بدر کی شکست کفار کے لئے اور فتح مکہ مسلمانوں کے حق میں (۲)، انسان کی

جسمانی ساخت، صنعتِ الٰہیہ کی عجیب و غریب کارفرمائیاں اور کمال قدرت کی ندرت آگین اعجوبہ ترائیاں۔

= اَنَّهُ الْحَقُّ ۔ اس میں ہٗ ضمیر کا مرجع القرآن ہے۔ یعنی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ یہ قرآن خدا کا بھیجا ہوا ہے۔

یا اس کا مرجع دین ہے۔ یعنی یہ کہ دینِ خدا حق ہے۔ یا

یا اس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے یہ کہ اللہ حق ہے اور توحید کی تائید اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ لیکن اول الذکر زیادہ قابل ترجیح ہے۔

= اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ؕ

اَوَ لَمْ میں ہمزہ استفہام انکاری ہے وَ عاطفہ ہے اور اس کا عطف عبارت مقدرہ پر ہے لَمْ يَكْفِ فعل مضارع نفی جحد بلم۔ بِ زائدہ رَبِّكَ فاعل ہے۔

عبارت مقدرہ یہ ہے: کیا اپنے کام کے انجام میں آپ کو کچھ شک ہے۔ (مظہری)

ترجمہ کچھ یوں ہو گا:۔

کیا اپنے کام کے انجام میں آپ کو کچھ شک ہے۔ اور کیا آپ کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ آپ کا رب ہر چیز پر شاھد ہے!

۴۱: ۵۴ = اَلَآ ۔ حرفِ تنبیہ و استفتاح (یعنی کلام کے شروع کرنے کے لئے) ہے اور ہمزہ استفہام اور لا نافیہ سے مرکب نہیں بلکہ بسیط ہے، ہاں یہ تنبیہ استفتاح، عرض اور تحضیض میں مشترک ہے۔ جب یہ تنبیہ اور استفتاح کے لئے استعمال ہوتا ہے تو جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے اور جب عرض اور تحضیض کے لئے آتا ہے تو صرف افعال کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے خواہ وہ افعال لفظًا مذکور ہوں یا تقدیرًا۔ (لغات القرآن)

اَلَآ: خبردار ہو جاؤ، جان لو، سن رکھو۔

= مِرْيَةٍ ۔ اسم مصدر ۔ تردد ۔ یہ شک اور ریب سے خاص ہے گویا جس شک سے تردد پیدا ہو جائے اسے مِرْيَةٍ کہا جاتا ہے م ر ی مادہ (باب افتعال) اَلْاِمْتِرَاءُ اور باب مفاعلہ اَلْمُمَارَاةُ کے معنی ایسے کام میں جھگڑا کرنے کے ہیں جس کے تسلیم کرنے میں تردد ہو مثلاً قرآن مجید میں ہے قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ (۱۹:۳۴) یہ سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ اور اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى (۵۳:۱۲) کیا جو کچھ وہ دیکھتے ہیں تم اس میں ان سے جھگڑتے ہو؟

== لِقَاءِ رَبِّهِمْ: رَبِّهِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر لِقَآءِ (مضاف کا) مضاف الیہ بیشی۔ اپنے رب سے ملاقات کرنا۔ اپنے پروردگار کے روبرو ہونا۔
لِقَاءٌ (ب مفاعلہ سے) حاصل مصدر ہے:
== مُحِيْطٌ، اسم فاعل مرفوع، ہر طرف سے گرفت رکھنے والا۔ ایسا قابو یافتہ کہ اس سے چھوٹ جانا ناممکن ہے۔ احاطہ کرنے والا۔ گھیرنے والا۔ گھیرے میں لے لینے والا۔ پورا پورا قابو میں رکھنے والا۔ ہر طرف سے گھیر لینے والا۔ اِحَاطَةٌ (باب افعال) مصدر۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۴۲) سُوۡرَةُ الشُّوۡرٰی مَكِّيَّةٌ (۵۳)

۴۲: ۱ = حٰمٓ ۔ حروف مقطعات ہیں ملاحظہ ہو ۲: ۱ ۔

۴۲: ۲ = عٓسٓقٓ ۔ حروف مقطعات ہیں ملاحظہ ہو ۲: ۱ ۔

۴۲: ۳ = كَذٰلِكَ ۔ ك حرف تشبیہ ہے ذٰلِكَ اسم اشارہ واحد مذکر ہے "مشار الیہ سورۃ ہذا :

تشبیہ کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ۔

۱:۔ معانی کے لحاظ سے یعنی جو مطالب و معانی اس صورت میں مذکور ہیں انہی مطالب و معانی پر مبنی کلام آپ کی طرف بھی وحی ہوتے ہیں اور آپ سے قبل دیگر رسولوں پر بھی نازل ہوتے رہے ہیں ۔ ای یوحی مثل ما فی ھذہ السورۃ من المعانی :

۲:۔ تشبیہ فی المعنی المصدری الذی ھو الایحاء ۔ یعنی جس طرح یہ سورۃ بذریعہ وحی آپ پر نازل ہوئی ہے اسی طرح دوسری سورتیں بھی آپ پر نازل ہوئی ہیں اور یہی وحی آپ سے قبل رُسل پر بھی نازل ہوتی رہی ہے مطلب یہ کہ جس طرح یہ سورۃ بذریعہ وحی آپ پر نازل ہوئی ہے اسی طرح وہ تجھ پر اور تجھ سے پہلے پیغمبروں پر بذریعہ وحی اپنا کلام نازل کرتا آیا ہے كذٰلِكَ مثل ذلك الایحاء (بیضاوی ، کشاف)

= يُوۡحِيۡٓ ۔ وہ وحی کرتا ہے ۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب : یہاں مضارع کا صیغہ بمعنی حکایت حال ماضی ۔ وحی کے استمرار کی دلیل کے لئے لایا گیا ہے : یعنی یہ دستور الٰہیہ (وحی کے ذریعہ اپنے رسولوں کو کلام نازل فرمانا) کوئی نیا نہیں ہے بلکہ ماضی میں بھی اللہ تعالیٰ کا یہی دستور رہا ہے ۔

= اَللّٰهُ ۔ فاعل يُوۡحِيۡ کا اور الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ اس کے صفات ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کی طرف وحی کرنے کے بعد اور جگہ بھی ان دو اسماء سے اپنی ثناء کی ہے مثلاً آیت ۴: ۱۶۵ ۔ یہاں آیت ۴: ۱۶۴ سے ارشاد ہوتا ہے کہ اِنَّاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ كَمَا

اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ...... اور آیت ۱۶۵ کے اختتام پر اس مضمون کے بیان کرنے کے بعد ارشاد ہے وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔

۴۲: ۴ = لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ لام مِلک (مالک ہونے کے معنی میں آیا ہے مَا اسم موصول، جو کچھ آسمانوں میں ہے ...... اسی کی ملکیت ہے

= اَلْعَلِىُّ الْعَظِيْمُ۔ اَلْعَلِىُّ عَلَاءٌ سے بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بلند مرتبہ، سب سے اوپر۔ عالی شان۔ اور العظیم۔ عظمۃ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے بزرگ، بڑا

۴۲: ۵ = تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ۔ تَكَادُ افعال مقارب میں سے ہے جن کا عمل افعال ناقصہ کی مانند ہے كَوْدٌ (باب فتح) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے: قریب ہے يَتَفَطَّرْنَ مضارع جمع مؤنث غائب۔ تَفَطُّرٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے۔ پھٹ جائیں۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اَلْفَطْرُ (باب نصر وضرب) کے اصل معنی کسی چیز کو طول میں (پہلی مرتبہ) پھاڑنے کے ہیں مختلف ابواب میں مستعمل ہے مثلاً اَفْطَرَ هُوَ فُطُوْرًا بمعنی روزہ افطار کرنا۔ فُطُوْرٌ بمعنی خلل یا شگاف جیسے هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ (۶۷: ۳) بھلا تجھ کو کوئی شگاف نظر آتا ہے اِنْفِطَارٌ (انفعال) پھٹ جانا۔ قرآن مجید میں ہے اَلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ (۷۳: ۱۱) جس سے آسمان پھٹ جائے گا۔ فَطَرْتُ الْعَجِيْنَ۔ آٹا گوندھ کر فوراً روٹی پکانا۔ اسی سے فِطْرَةٌ ہے جس کے معنی تخلیق کے ہیں اور اَلْفَاطِرُ تخلیق کرنے والا۔

مِنْ فَوْقِهِنَّ مِنْ حرف جار، فَوْقِهِنَّ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے اوپر سے هِنَّ ضمیر جمع مؤنث۔ السَّمٰوٰتُ کی طرف راجع ہے۔ یعنی ان کے اوپر سے (نیچے تک)، ای يبتدأ الانفطار من جهتهن الفوقانية۔ یعنی ان کا پھٹنا ان کی اوپر کی طرف سے شروع ہو۔

تَكَادُ فعل مقاربہ۔ السموٰت مبتدا۔ يَتَفَطَّرْنَ خبر مِنْ فَوْقِهِنَّ متعلق خبر

فائدہ: آسمانوں کے پھٹنے کی وجوہات یہ ہو سکتی ہیں:

۱:۔ اللہ کی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے آسمان پھٹ پڑیں۔

۲:۔ مشرکین جو اللہ تعالیٰ کو صاحب اولاد قرار دیتے اور کہتے ہیں اِتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ان کے اس قول سے آسمان پھٹ پڑیں تو بعید نہیں۔ سورۃ مریم کی آیت لَقَدْ

جِئۡتُمۡ شَیۡئًا اِدًّا۔ تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرۡنَ مِنۡہُ (۱۹: ۹۰) اس مطلب پر دلالت کر رہی ہے:

(ترجمہ آیت: ۔ قریب ہے کہ اس افترا سے آسمان پھٹ پڑیں)

۲:۔ کثرت ملائکہ سے اگر آسمان پھٹ پڑیں تو بعید نہیں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسمان چرچرایا اور یہ چرچرانا اس کے لئے بے جا نہیں ہے: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے آسمان میں بالشت بھر بھی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں سجدہ کرنے والے کسی فرشتہ کی پیشانی سجدہ میں نہ ہو جو اللہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول رہتا ہے

= وَالۡمَلٰٓئِکَۃُ یُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّہِمۡ وَیَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ ؕ دونوں جملے حالیہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب کہ بنی نوع انسان زمین پر خدائے ذوالجلال کی شان میں ایسے کلمات کہتا ہے اور ایسے اعمال کا مرتکب ہوتا ہے کہ قریب ہے کہ اس کی شامت میں آسمان پھٹ پڑیں فرشتے اپنے رب تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت اور اس کے انعام واکرام کی بے انتہاء عطائگی پر اس کی حمد وثنا میں مشغول رہتے ہیں اور زمین پر بسنے والوں کے لئے دعاء مغفرت کرتے رہتے ہیں (اس دعا میں مومن وکافر سب شامل ہیں مومنوں کے حق میں استغفار یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں اور خطاؤں کو نظر انداز کر دے اور کافروں کے حق میں استغفار یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں توفیق ایمان ڈال دے۔ اما فی حق الکفار فبواسطۃ طلب الایمان لھم واما فی حق المؤمنین فبالتجاوز عن سیئاتھم۔ (تفسیر کبیر)

= اَلَآ ۔ یاد رکھو، آگاہ رہو۔

= ھُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ۔ ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع اللہ ہے اسے تخصیص اور تاکید کے لئے لایا گیا ہے یعنی صرف وہی غفور اور رحیم ہے:

۴۲: ۶ = وَالَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہُ حَفِیۡظٌ عَلَیۡہِمۡ واؤ عاطفہ، الذین اسم موصول۔ مبتدا۔ اتخذوا من دونہ اولیاء صلہ اپنے موصول کا۔ اور جملہ اَللّٰہُ حَفِیۡظٌ عَلَیۡہِمۡ خبر ہے: اور وہ لوگ کہ جنہوں نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں وہ اللہ کی نظر میں ہیں۔

دُوۡنِہٖ مضاف مضاف الیہ، اس کے سوا۔ اس کے ورے:

= وَکِیۡلٍ ۔ صفت مشبہ کا صیغہ۔ مجرور وَکۡلٌ (باب ضرب) مصدر، ذمہ دار

وَکِیْل بمعنی کارساز۔ نگران، گواہ بھی قرآن میں مستعمل ہے،

= وَکَذٰلِکَ: واؤ عاطفہ ہے لَکَ حرف تشبیہ ہے ذٰلِکَ اسم اشارہ واحد مذکر۔ مشارٌ الیہ۔ ای معنی الأیۃ التی قبلھا۔ ماقبل آیت کے معنی میں جو کلام آپ پر بذریعہ وحی نازل کیا گیا ہے یا آپ سے قبل دیگر رسولوں پر نازل کیا گیا تھا۔ اسی طرح ہم یہ عربی زبان میں قرآن وحی کر رہے ہیں (ملاحظہ ہو ۴۲: ۳) متذکرۃ الصدر م وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ" ای و مثل ذلک الا یحاء الیك والی من قبلك:

= اَوْحَیْنَا ماضی جمع متکلم۔ ہم نے وحی کی۔

= قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا۔ موصوف وصفت مل کر اَوْحَیْنَا کا مفعول۔

= لِتُنْذِرَ۔ لام تعلیل کی ہے۔ تُنْذِرَ مضارع معروف منصوب (بوجہ عمل لام) صیغہ واحد مذکر حاضر اِنْذَارٌ (افعال) مصدر (تاکہ) تو ڈرائے۔

= اُمَّ الْقُرٰی۔ مضاف مضاف الیہ۔ القُرٰی جمع ہے القریۃ کی۔ قَرْیَۃٌ بمعنی بستی یا بستی کے رہنے والے۔

قَرْیَۃٌ کی جمع قُرٰی قیاسی نہیں سماعی ہے کیونکہ فَعْلَۃٌ کی قیاسی جمع فَعَلَۃٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے ظَبْیَۃٌ کی جمع ظِبَاءٌ ہے یا ذَھْبَۃٌ کی جمع ذِھَابٌ ہے) بستیوں کی ماں، آبادیوں کا مرکز۔ یہاں اس سے مراد شہر مکہ ہے وھی مکۃ سمیت بھذہ الاسم اجلالًا لھا۔ (تفسیر کبیر) اُمَّ القُرٰی مفعول اول ہے تُنْذِرَ۔ کا۔

= وَمَنْ حَوْلَھَا: اور جو اس کے ارگرد رہتے ہیں اس سے مراد صرف مکہ کے آس پاس کی بستیاں یا وہاں کے رہنے والے ہی مراد نہیں ہیں بلکہ سارا عالم مُراد ہے۔ مرکز سے قطع نزدیک ہو یا دور بہرحال اس مرکز ہی سے اس کا تعلق قائم رہیگا۔ ای ارض کلھا۔ (ابن جریر) یہ مفعول ثانی ہے تُنْذِرَ کا:

= یَوْمَ الْجَمْعِ۔ مضاف مضاف الیہ جمع ہونے کا دن۔ یوم القیامۃ۔ جب کہ اگلے پچھلے لوگ سب جمع ہوں گے: یہ بھی تُنْذِرَ کا مفعول ہے:

= لَارَیْبَ فِیْہِ۔ جس میں ذرا شک نہیں۔ یہ یَوْمَ الجمع کی صفت ہے۔

= فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّۃِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ: فَرِیْقٌ خبر مبتدا محذوف کی۔ ای بَعْضُھُمْ فریق فی الجنۃ (حقانی) فریق مبتدا فی الجنۃ اس کی صفت خبر محذوف

وکذا فریق فی السعیر: ای منھم فریق کائن فی السعیر: ومنھم فریق کائن فی الجنۃ وضمیر منھم للمجموعین لدلالۃ الجمع علیہ (روح المعانی)

(اس روز) ایک گروہ اپنے ایمان وتقویٰ۔ اوامر کی تعمیل اور نواہی سے بچنے کی وجہ سے جنت میں ہوگا یا جائے گا۔ اور ایک گروہ اپنے شرک وکفر عدم تقویٰ اور احکام کی عدم تعمیل اور نواہی کے عدم ترک کی وجہ سے بھڑکتے ہوئے جہنم میں ہو گا یا جائے گا)

فریق فی الجنۃ بایمانہ وتقواہ اللہ بفعل اوامرہ وترک نواھیہ وفریق فی السعیر لشرکہ وکفرہ باللہ وعدم تقواہ فلا امتثل امرًا ولا اجتنب نھیًا (ایسر التفاسیر لابی بکر جابر)

۴۲: ۸ = وَلَوۡ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَہُمۡ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً: پہلا جملہ شرط اور دوسرا جواب شرط ہے۔
لَوۡ حرف شرط ہے دو جملوں پر آتا ہے اور دونوں جملے فعلیہ ماضیہ ہوتے ہیں۔ اگر ایسا ہو گیا ہوتا لام جواب شرط کے لئے ہے۔

ترجمہ ہو گا:۔ اور اگر خدا چاہتا تو ان کو ایک ہی جماعت کر دیتا۔ (لَوۡ پر مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۳: ۱۵۹)۔

اُمَّۃً وَّاحِدَۃً موصوف صفت ہو کر مفعول ہے جَعَلَ کا: اُمَّۃً وَّاحِدَۃً یعنی سب کو دین اسلام پر کر دیتا۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوۡ شَآءَ اللّٰہُ لَجَمَعَہُمۡ عَلَی الۡہُدٰی اور اگر خدا چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا

= وَالظّٰلِمُوۡنَ مَا لَہُمۡ مِّنۡ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیۡرٍ: الظّٰلِمُوۡنَ مبتدا۔ باقی جملہ اس کی خبر ہے۔ الظّٰلِمُوۡنَ ظلم کرنے والے ظَلۡمٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ ظُلۡمٌ کے معنی ہیں وضع الشئ فی غیر محلہ، کسی چیز کو اپنی اصلی جگہ سے دوسری جگہ رکھنا (عبادت صرف اللہ کا حق ہے غیر اللہ کی عبادت ظلم ہے:

وَلِیٌّ: مددگار، محافظ، نگہبان، بچانے والا؛ صفت مشبہ کا صیغہ بروزن فَعِیۡلٌ۔ وِلَایَۃٌ مصدر۔

نَصِیۡرٍ: صیغہ صفت مجرور۔ نَصۡرٌ مصدر سے بچانے والا۔ محافظ

۴۲: ۹ = اَمۡ: بمعنی بَلۡ ہے یعنی کافروں نے اللہ کو حامی و ناصر و کارساز قرار نہیں دیا بلکہ اس کے سوا دوسروں کو کارساز قرار دیا ہے (اور ایسا کرنا کسی طرح صحیح نہ تھا)

= مِنۡ دُوۡنِہٖ۔ دُوۡنِ مضاف ہ مضاف الیہ۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے؛

اس کے سوا۔ اس کے درے۔ مِنْ حرف جار ہے۔
= اَوْلِیَآءَ: وَلِیٌّ کی جمع۔ دوست، ساتھی۔ منصوب بوجہ اِتَّخَذُوْا کے مفعول ہونے کے ہے۔ اتخذوا ماضی جمع مذکر غائب۔ اتخاذٌ (افتعال) مصدر، انہوں نے اختیار کیا۔ انہوں نے ٹھہرالیا۔
= فَاللّٰہُ ھُوَ الْوَلِیُّ فَ جواب شرط مقدرہ کے لئے ہے۔
تقدیر کلام ہے: اِنْ اَرَادُوْا وَلِیًّا بحق فاللّٰہُ تعالیٰ ھُوَ الْوَلِیُّ بِحَقٍّ:
اگر وہ حقیقی کارساز کا ارادہ رکھتے تھے تو اللہ تعالیٰ ہی حقیقی کارساز ہے۔
= وَھُوَ یُحْیِ الْمَوْتٰی وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں
۴۲: ۱۰ = وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْہِ مِنْ شَیْءٍ۔ مَا موصول ہے فِیْہِ: ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب اسم موصول کی طرف راجع ہے۔ جس بات میں۔ اور کسی شے میں تمہارے درمیان جس بات کا اختلاف ہو جائے۔ یعنی دین اور دنیا میں کہیں بات پر اختلاف ہو
= فَحُکْمُہٗ اِلَی اللّٰہِ۔ تو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے اور جگہ قرآن مجید ہے:۔
اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ (۱۲: ۶۷) (بے شک، حکم اسی کا ہے میں اس پر بھروسہ کرتا ہوں۔

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔
فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ (۴: ۵۹) اور اگر کسی بات پر تم میں اختلاف ہو جائے تو اس میں خدا اور (خدا کے رسول (کے حکم کی طرف) رجوع کرو!
= ذٰلِکُمْ۔ ذَا اسم اشارہ ہے اور کُمْ حرف خطاب جمع مذکر حاضر کے لئے ہے۔ یہ۔ یہی۔ اس سے قبل قُلْ محذوف ہے ای قل یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبِّیْ .... الخ۔
= اِلَیْہِ اُنِیْبُ۔ میں رجوع کرتا ہوں اِنَابَۃٌ (افعال) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ اِلَیْہِ اس کی طرف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے۔
۴۲: ۱۱۔ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: فَاطِرُ اسم فاعل واحد مذکر فَطْرٌ (باب ضرب ونصر) مصدر سے مضاف ہے السمٰوٰتِ مضاف الیہ۔ واؤ حرف عطف الارض معطوف، فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مبتدا، جَعَلَ لَکُمْ خبر۔
فَاطِرٌ کے معنی ہیں عدم کو پھاڑ کر وجود میں لانے والا، نیست سے ہست کرنے والا۔

لغت میں فَطْر کے معنی پھاڑنے کے ہیں۔

= اَزْوَاجًا ، زَوْجٌ کی جمع جوڑے، ہم مثل چیزیں۔ حیوانات کے جوڑے ہیں سے نر ہو یا مادہ ہر ایک کو زوج کہتے ہیں۔

= مِنْ اَنْفُسِكُمْ . اَنْفُسِكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے نفس، تمہاری جانیں: یعنی تم میں سے، تمہاری جنس میں سے۔

= اَلْاَنْعَامِ ، مویشی ، بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، اونٹ، مویشی کو اس وقت تک انعام نہیں کہا جاسکتا جب تک اس میں اونٹ شامل نہ ہو۔

وَمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۔ ای خلق للانعام من جنسها ازواجا ۔ اور مولیشیوں کے لئے بھی ان کی جنس سے جوڑے پیدا کئے۔

= يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ، مضارع واحد مذکر غائب ذَرْءٌ باب فتح مصدر بمعنی پیدا کرنا۔ جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ (۷: ۱۷۹) اور ہم نے جہنم کے لئے پیدا کئے:

ذَرْءٌ کے معنی کسی چیز میں زیادتی کرنا۔ اور زمین میں بیج بکھیرنا کے ہیں كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، يَذْرَؤُكُمْ تمہیں کثیر التعداد کرتا ہے، تمہاری افزائش کرتا ہے،

فِيْهِ میں فِیْ بمعنی بِ ہے یعنی اس تدبیر سے کہ تمہاری جنس سے جوڑے پیدا کئے اور مولیشیوں کی جنس سے جوڑے پیدا کئے۔ تاکہ توالد و تناسل کا سلسلہ جاری رہے اور تم کثرت سے بڑھو

= لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ : کوئی چیز اس کی مثل نہیں۔

علامہ پانی پتی تفسیر مظہری میں رقمطراز ہیں۔

مثل کا لفظ زائد ہے، مطلب یہ کہ وہ کسی چیز کی طرح نہیں ہے مثل کے لفظ کی زیادتی مزید تاکید کے لئے ہے جس طرح ایک اور آیت میں آیا ہے فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَاۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ (۲: ۱۳۷) بعض کے نزدیک كَمِثْلِهٖ میں کاف زائد ہے یعنی اس کی مثل کوئی شے نہیں ہے جو اس کی ہم پلہ اور اس سے جوڑ کھانے والی ہو۔

حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ:

اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ مثل کا لفظ مبالغہ کے لئے بطور کنایہ استعمال کیا گیا ہے جیسے نفیِ فعل کا اگر مبالغہ مقصود ہو تو کہا جاتا ہے کہ تجھ جیسا آدمی یہ کام نہیں کرتا یعنی تو یہ کام نہیں کرتا۔ جب مخاطب کی مثل جو مخاطب کا ہم پلہ اور برابر کا ہو یہ کام نہیں کرتا۔

تو مخاطب کا ذکر نا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوجائے گا۔ اور کنایہ کے لئے حقیقت کا وجود یا امکان ضروری نہیں ۔ جیسے کسی دراز قامت آدمی کو لبطور کنایہ کہتے ہیں فلان طویل النجاد ہے یعنی فلاں شخص کا پر تلا لمبا ہے یعنی وہ دراز قد ہے ۔ اس کلام کی صداقت کے لئے ضروری نہیں کہ اس کا پرتلہ بھی ہو۔ اس طرح آیت بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ (۵: ۶۴) سے لبطور کنایہ سخی ہونا مراد ہے واقع میں ہاتھوں کا لمبا ہونا ضروری نہیں ناممکن ہے، بعض نے کہا کہ مثل کا معنی ہے صفت یعنی اس کی صفات کی طرح کسی کی صفت نہیں ہے ۔

= السَّمِیْعُ ۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے سَمْعٌ مصدر سے ۔ بہت سننے والا۔

= اَلْبَصِیْرُ۔ فعیل بمعنی فاعل۔ بَصُرٌ (باب کرم) مصدر سے، دیکھنے والا۔

۴۲: ۱۲ — لَهٗ ۔ میں لام ملک دملکیت کا ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے اسی کی ہے ۔ اسی کی ملکیت ہے ۔

= مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں آسمانوں اور زمین کے خزانے ۔ اَلْقَلْدُ اَلْقَلْدُ (باب ضرب) رسی بٹنا ۔ قَلَدْتُ الْحَبْلَ میں نے رسی بٹی ۔ بٹی ہوئی رسی کو تَقْلِیْد یا مَقْلُوْدٌ کہتے ہیں۔ قَلَادَةٌ اس بٹی ہوئی رسی کو کہتے ہیں جو گلے میں ڈالی جائے۔ جیسے ڈور، زنجیر وغیرہ ، اسی سے باب تفعیل سے تَقْلِیْدٌ ہے کسی مسئلہ میں تقلید کرنا ۔ بے سوچے سمجھے پیروی کرنا ۔

امام راغبؒ نے لکھا ہے :۔

اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حفاظت کی طرف اشارہ ہے جو تمام کائنات کو محیط ہے ۔

= یَبْسُطُ ۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب ۔ بَسْطٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ کشادہ کرتا ہے ، وہ وسیع کرتا ہے ، وہ فراخ کرتا ہے ۔

= یَقْدِرُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب قدر (باب ضرب، مصدر) وہ تنگ کرتا ہے، وہ رزق تنگ کرتا ہے وہ اندازہ کرتا ہے ۔ قرآن مجید میں ہے فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ (۵۴: ۱۲) تو پانی ایک کام کے لئے جو مقدر یا معین ہوچکا تھا (جس کا اندازہ کیا جا چکا تھا) جمع ہوگیا تھا۔

اور انہی معنوں میں کہتے ہیں قَدَرْتُ عَلَیْهِ الشَّیْءَ میں اس پر کسی چیز کی تنگی کردی

یعنی وہ چیز اسے معین مقدار کے ساتھ دی گئی۔ اس کے بالمقابل فراخی کرنا بَسَطَ ہے یا بغیر حساب (بے اندازہ) دینا ہے وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (۲: ۲۱۲) اور اللہ جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔ اور تنگی کے معنی میں آیا ہے وَ مَنْ قُدِرَ عَلَیْہِ رِزْقُہٗ (۶۵: ۷) اور جس کے رزق میں تنگی کی گئی ہو۔ یا جس کے رزق میں تنگی ہو۔ آیت ہذا میں یَقْدِرُ ای یَقْدِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ

آیت کا ترجمہ ہوگا۔ وہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے:

= عَلِیْمٌ۔ عِلْمٌ سے فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت بڑا دانا۔ خوب جاننے والا، خداوند تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے قرآن مجید میں بیشتر مقامات پر عَلِیْمٌ کا استعمال اللہ تعالیٰ کی صفت میں ہی وارد ہوا ہے اس وقت اس کا مطلب ہوگا: سب سے زیادہ عالم۔

۴۲: ۱۳ = شَرَعَ۔ ماضی واحد مذکر غائب: شَرْعٌ (باب فتح) مصدر۔ شریعت جاری کرنا۔ قانون بنانا۔ دین مقرر کرنا۔ اس نے شریعت جاری کی؛ اس نے دین مقرر کیا۔

= مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا۔ مَا موصولہ ہے وَصّٰی ماضی واحد مذکر غائب تَوْصِیَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ اس نے حکم دیا۔ وَصّٰی بمعنی وصیت کرنا جیسے وَوَصّٰی بِھَآ اِبْرٰھِیْمُ بَنِیْہِ وَ یَعْقُوْبُ (۲: ۱۳۲) اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی اس بات کی اور حضرت یعقوب (علیہما السلام) نے بھی۔ نُوْحًا مفعول وَصّٰی کا۔

اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے (حضرت) نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا

= وَالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ۔ واؤ عاطفہ ہے الذی اسم موصول اَوْحَیْنَا ماضی جمع متکلم (ایحاءٌ) (افعال)، مصدر۔ ہم نے وحی کی۔ یعنی اور جو ہم نے آپ کے پاس وحی کیا ہے۔

= وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی : واؤ عاطفہ، مَا موصولہ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا پر ہے۔ اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) کو حکم دیا تھا۔

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ دین اسلام جو امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کیلئے مقرر کیا ہے یہ کوئی نیا دین نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء (علیہم السلام) کا دین بھی رہا ہے پہلے حضرت

نوح (علیہ السلام) کا ذکر کیا جو طوفان کے بعد موجودہ نسل کے پیشوا مانے جاتے ہیں وہ پہلے پیغمبر ہیں جن سے سلسلۂ نبوت باقاعدہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک۔

اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ کے بعد حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا ذکر تاکید مزید کے لئے لایا گیا۔ پھر صرف ان تین جلیل القدر پیغمبران کے نام ہی لئے گئے، کیونکہ جہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعلق ہے انہیں اہل عرب متفقہ طور پر اپنا جدِّ اعلیٰ مانتے تھے۔ اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہما السلام کی طرف یہودی اور عیسائی اپنے مذہب کو منسوب کرتے تھے۔

= اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ - اَنْ مصدریہ ہے اَقِیْمُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِقَامَۃٌ (افعال) مصدر سے۔ تم قائم کرو، تم درست رکھو۔ الدِّیْنَ مفعول اَقِیْمُوْا کا

اس فقرہ کی دو صورتیں ہیں :۔

(۱) یہ شَرَعَ کے مفعول کا بدل ہے، یعنی مشروع کا مقصود اقامت دین ہے۔

(۲) یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ کلام کے پہلے حصہ کو سننے کے بعد سوال ہو سکتا ہے کہ وہ کیا ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو دیا تھا۔ جواب ہوگا: هُوَ اِقَامَۃُ الدِّیْنِ تو اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ خبر ہے هُوَ مبتدا محذوف کی۔

= وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ۔ لَا تَتَفَرَّقُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر تَفَرُّقٌ (تفعّل) مصدر۔ تم متفرق نہ ہو۔ تم جدا نہ ہو، فرقوں میں نہ بٹ جاؤ۔

فِیْہِ ای فی الدین - دین میں۔

= کَبُرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ شاق ہے، دشوار ہے، ک ب ر حروف مادہ ہیں اس سے مشتقات مختلف ابواب سے مختلف معانی میں آتے ہیں۔ مثلاً باب کَرُمَ سے بمعنی بڑا ہونا۔ جسامت میں بڑا ہونا۔ باب نصر اور سمع سے عمر میں زیادہ ہونا۔

= مَا تَدْعُوْھُمْ اِلَیْہِ۔ مَا موصولہ تَدْعُوْا مضارع واحد مذکر حاضر، دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر سے۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان کو پکارتا ہے۔ تو ان کو بلاتا ہے تو ان کو دعوت دیتا ہے : سارا جملہ فاعل ہے فعل کَبُرَ کا۔ اور المشرکین مفعول۔

= یَجْتَبِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِجْتِبَاءٌ (افتعال) مصدر وہ چن لیتا ہے وہ منتخب کر لیتا ہے۔ وہ اختیار کر لیتا ہے۔

= یُنِیْبُ : مضارع واحد مذکر غائب، اِنَابَۃٌ (افعال) مصدر، وہ لوٹتا ہے

نافرمانی سے اطاعت کی طرف : شرک سے توحید کی طرف :
۴۲ : ۱۴ = بَغْيًا : اسم تمیز۔ ضد۔ زیادتی ۔ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ : باہمی ضد (کی بنا پر)
= مَا تَفَرَّقُوْٓا ۔ مَا نافیہ ہے تَفَرَّقُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۔ تَفَرُّقٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے وہ فرقوں میں نہ بٹ گئے ۔
= لَوْلَا ۔ اگر نہ ہوتا ۔ کیوں نہ ۔ لَوْ شرطیہ اور لا نافیہ سے مرکب ہے ۔ یہ حروف تحضیض والعرض میں سے ہے (اَلَا ۔ هَلَّا ۔ لَوْلَا ۔ لَوْمَا) نیز ملاحظہ ہو (۴۳ : ۶)
= كَلِمَةٌ ۔ حکم ازلی ۔ کلمہ کا صحیح ترجمہ بات ہے ۔ بات قول کو بھی کہتے ہیں ۔ جیسے میری بات سنو ، اور فعل کو بھی ۔ یہ بات کرو ، قرآن مجید میں مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے ، مثلاً وعدۂ قیامت ۔ یعنی قیامت کے دن فیصلہ ہونے کا حکم ازلی (۱۰ : ۱۹) بمعنی کلام یا جملہ (۲۳ : ۱۰۰)
= سَبَقَتْ : ماضی واحد مؤنث غائب ۔ سَبْقٌ باب نصر ، وضرب) مصدر ۔ وہ پہلے سے ہوچکی ۔ وہ پہلے سے ٹھہر چکی ۔
= اَجَلٍ مُّسَمًّى ۔ موصوف وصفت ۔ وقتِ مقرر ۔ میعاد مقرر ۔
جملہ کا ترجمہ ہوگا :-
اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک بات ایک وقتِ معین تک کے لئے طے ہوچکی ہوتی ۔ (یہ جملہ شرط ہے)
= لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ لام جواب شرط کے لئے ۔ قُضِيَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب : قَضَاءٌ (باب ضرب) فیصلہ کیا گیا ۔ تو ان کے درمیان فیصلہ ہوچکا ہوتا ۔ یعنی اسی دنیا میں ان کو عملاً اور عیاناً بدلہ مل گیا ہوتا ۔
= اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ ۔ اُوْرِثُوْا ۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب : اِيْرَاثٌ (افعال) مصدر ۔ ورث مادہ) اَلْكِتٰبَ مفعول ۔ بمعنی تورات ، انجیل ۔ (جن کو) کتاب یعنی تورات وانجیل کا وارث بنایا گیا ۔ ان سے مراد وہ یہود ونصاریٰ ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمعصر تھے ۔ ای اھل الکتاب کانوا فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاکثرون ھم الیھود والنصاریٰ ۔
= مِنْۢ بَعْدِهِمْ : میں هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب منکرین سابقین اہل کتاب کی جانب راجع ہے ای من بعد انبیاء هم
= لَفِيْ ، میں لام تاکید کے لئے ہے :

== شَكٍّ مُّرِيبٍ ، موصوف وصفت ۔ مُرِیۡبٍ اسم فاعل واحد مذکر اِرَابَۃٌ (افعال) مصدر (ریب مادہ) بے چین کر دینے والا۔ متردّد کر دینے والا۔ قلق انگیز۔
== مِنۡهُ ہُ ضمیر واحد مذکر غائب الکتٰب کی طرف راجع ہے :
مطلب یہ ہے کہ منکرین سابقین جن کے پاس صحیح علم آیا اور وہ باہمی حسد کے باعث مختلف فرقوں میں بٹ گئے ۔ ان کے بعد جو اہل کتاب (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں) کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اپنے ہی دین اور اپنی ہی کتابوں کی حقیقت کی طرف سے متردد و متذبذب ہیں اور ان پر اس طرح ایمان نہیں رکھتے جو ایمان کا حق ہے ۔
۴۲ : ۱۵ == فَلِذٰلِكَ فَادۡعُ ۔ فَ سببیہ ہے، لام علت کے لئے ہے ذٰلِكَ اسم اشارہ اس کا مشارٌالیہ منکرین سابقین کا دین کی پیروی میں باہمی رقابت کی وجہ سے فرقوں میں بٹ جانا اور مابعد کے اہل کتاب کا اپنی ہی کتابوں میں شک و تردّد میں پڑجانا ہے ۔ پس ان حالات کے پیشِ نظر اُدۡعُ تو (ان کو) بلا۔ دعوت دے، اُدۡعُ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر دَعۡوَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ای ادع علی الاتفاق علَی المِلّۃِ الحنفیۃ ۔
== وَاسۡتَقِمۡ : واوٗ عاطفہ، اِسۡتَقِمۡ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اِسۡتِقَامَۃٌ (استفعال) مصدر۔ تو قائم رہ، تو ثابت قدم رہ۔ قوم مادّہ ۔ ای استقم علی الدعوۃ الی الدین ۔
== کَمَا اُمِرۡتَ ۔ کَ تشبیہ کا ہے اُمِرۡتَ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اَمۡرٌ (باب نصر) مصدر سے ۔ تجھے حکم دیا گیا ہے ۔
== وَلَا تَتَّبِعۡ ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ اِتِّبَاعٌ (افتعال) مصدر۔ تبع مادہ۔ تو اتباع نہ کر۔ تو پیروی نہ کر۔
== اَهۡوَآءَهُمۡ ، اَهۡوَاء جمع هَوٰی کی ۔ ھوی مادّہ ۔ خواہشات، مضاف، هُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ دونوں مل کر لَا تَتَّبِعۡ کا مفعول ۔
== مِنۡ کِتٰبٍ ، از قسم کتاب : مَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنۡ کِتٰبٍ ۔ اللہ نے جو کتاب بھی نازل کی ہے ۔
== اُمِرۡتُ ماضی مجہول کا صیغہ واحد متکلم ۔ مجھے حکم دیا گیا۔ نیز ملاحظہ ہو اُمِرۡتَ متذکرۃ الصدر

= لِاَعْدِلَ: لام تعلیل کی ہے اَعْدِلَ مضارع واحد متکلم عَدْلٌ (باب ضرب) مصدر۔ منصوب بوجہ عمل لام: کہ میں انصاف کروں۔

= لَاحُجَّۃَ: لانفی جنس کا ہے حُجَّۃَ اسم مفرد نکرہ۔ مبنی بر فتحہ بوجہ عمل لانفی جنس، حجت، بحث۔

= اَلْمَصِیْرُ: اسم ظرف مکان۔ (مصدر) (باب ضرب) صیر مادہ۔ لوٹنے کی جگہ، ٹھکانا قرارگاہ۔

۴۲:۱۶ = یُحَاجُّوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب مُحَاجَّۃٌ (مفاعلۃ) مصدر وہ جھگڑتے ہیں وہ حجت کرتے ہیں۔ وہ بحث کرتے ہیں۔

= فِی اللّٰہِ۔ یعنی اللہ کے دین (شریعت) کے باب میں۔ یعنی جو لوگ اللہ کے باب (یعنی اس کے دین و شریعت کے باب میں) مسلمانوں سے جھگڑا کرتے رہتے ہیں

= مِنْۢ بَعْدِ مَا میں مَا زائدہ ہے: تاکید کے لئے آیا ہے:

= اُسْتُجِیْبَ لَہٗ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِسْتِجَابَۃٌ (استفعال) قبول کرنا۔ مان لینا۔ اسے مان لیا گیا۔ اسے قبول کر لیا گیا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یا تو الدین ہے جس کی دعوت کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو استقامت کے لئے حکم دیا گیا۔ یعنی بعد اس کے کہ لوگوں نے اس کی دعوۃ الی الدین قبول کر لی۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے یعنی بعد اس کے کہ وہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مان لئے گئے۔

= حُجَّتُھُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کی حجت، ان کی بحث:

= دَاحِضَۃٌ: اسم فاعل واحد مؤنث: باطل۔ گرنے والی، زائل ہونے والی۔ (دلیل) دَحْضٌ (باب فتح) مصدر۔ جس کا مطلب ہے پاؤں کا پھسلنا، اور ٹھوکر کھا کر گرنا۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے وَ یُجَادِلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِہِ الْحَقَّ (۱۸:۵۶) اور جو کافر ہیں وہ باطل (سے استدلال کرکے) جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس سے حق کو اس کے مقام سے پھسلا دیں۔

حُجَّتُھُمْ دَاحِضَۃٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ، ان کے پروردگار کے نزدیک ان کی دلیل بالکل بودی ہے: ھُمْ کی ضمیر الذین کی طرف راجع ہے: مکمل جملہ کا ترجمہ ہوگا:۔

جو لوگ اللہ کے دین کے بارہ میں ازاں بعد کہ (اکثر حق شناس) اس کو مان بھی چکے ہیں

حجت بازی کرتے ہیں ان کے پروردگار کے نزدیک ان کی دلیل بالکل بودی ہے

= وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ: جملہ معطوفہ ہے اور اسی طرح وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ

۴۲:۱۷ = اَلْمِيزَانَ۔ مصدر یا اسم۔ یہ اَنْزَلَ کا مفعول ثانی ہے اور مفعول اول اَلْكِتَابَ (ای القرآن)، بے معنی ترازو، قتادہ، مجاہد، مقاتل نے کہا ہے میزان سے مراد عدل ہے: میزان یعنی ترازو انصاف اور صحیح مساوات کا آلہ ہوتا ہے اور عدل کا معنی بھی انصاف ہے۔ اس لئے عدل کو میزان کہا گیا۔

= مَا يُدْرِيكَ۔ جملہ استفہامیہ ہے۔ مَا استفہامیہ ہے، بمعنی اَيُّ شَيْءٍ؟ اَوْ، مَنْ؟ يُدْرِيكَ مضارع واحد مذکر غائب: اِدْرَاءٌ (انعال)، مصدر۔ درءٌ اور دری مادہ ثلاثی مجرد (باب ضرب) سے آتا ہے۔

اَلدِّرَايَةُ اس معرفت کو کہتے ہیں جو کسی قسم کے حیلہ یا تدبیر سے حاصل کی جائے۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ تجھے کون خبر سمجھائے (ای شیئ یجعلك عالمًا) تجھے کون بتائے۔ عام طور پر اس کا ترجمہ کرتے ہیں:۔ تجھے کیا خبر؟ تجھے کیا معلوم؟

قرآن مجید میں جہاں کہیں مَا اَدْرٰكَ آیا ہے وہاں بعد میں اس کا بیان بھی آیا ہے، مثلاً آیۃ ہذا میں لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ۔ شاید قیامت قریب ہی آپہنچی ہو۔ یا وَمَا اَدْرٰكَ مَا هِيَهْ نَارٌ حَامِيَةٌ (۱۰۱: ۱۰-۱۱) تم کیا سمجھے کہ (ھاویہ) کیا ہے؟ (وہ) دھکتی ہوئی آگ ہے یا وَمَا اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ (۹۷: ۲-۳) اور تجھے کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے، شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔

دَرٰى وَدِرَايَةٌ کا لفظ اللہ تعالیٰ کے متعلق استعمال نہیں ہوتا۔

= لَعَلَّ۔ حرف مشبہ بالفعل ہے شاید، ممکن ہے۔ اسم کو نصب خبر کو رفع دیتا ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۲:۲۱۔

= اَلسَّاعَةَ قَرِيبٌ: اَلسَّاعَةَ (مؤنث) مبتدا۔ قَرِيبٌ (مذکر) خبر: اَلسَّاعَةَ لَعَلَّ کے عمل سے منصوب ہے۔ اَلسَّاعَةَ (مؤنث) اور قَرِيبٌ (مذکر) میں عدم توافق کی مندرجہ ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں:۔

۱:۔ بعض نے کہا ہے کہ قَرِيبٌ کا لفظ اگرچہ مذکر ہے لیکن اس کے معنی قرب والی یعنی مؤنث مراد ہیں۔ گویا اس قائل کے نزدیک وزن فعیل مؤنث کے لئے بھی

استعمال کر لیا جاتا ہے۔

۲:- بعض نے کہا ہے کہ ساعۃ بمعنی بعث ہے اور بعث مذکر ہے اس لئے قریب بصیغہ مذکر لایا گیا ہے۔

۳:- امام کسائیؒ کا قول ہے قریب نعت ہے اور یہ مذکر و مؤنث دونوں کی نعت کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ (۷: ۵۶) کچھ شک نہیں کہ خدا کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔

۴:- کسائی کا قول یہ بھی ہے کہ قَرِیۡبٌ کا فاعل محذوف ہے کلام یوں ہے:۔ لعل الساعۃ اتیانھا قریبٌ۔ جب کہ ھا ضمیر الساعۃ کی طرف راجع ہے شاید قیامت کا آنا قریب ہے:

۴۲: ۱۸ = یَسۡتَعۡجِلُ بِھَا۔ یَسۡتَعۡجِلُ مضارع واحد مذکر غائب (یہاں جمع کے لئے استعمال ہوا ہے) استعجال (استفعال) مصدر۔ وہ جلدی مانگ رہے ہیں وہ جلدی مچاتے ہیں۔ وہ تعجیل چاہتے ہیں عُجۡلَۃ بمعنی جلدی۔ بِھَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الساعۃ۔ القیامۃ ہے:

= اَلَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِھَا۔ وہ لوگ جو اس (قیامت) پر ایمان نہیں رکھتے یہ جملہ اپنے اسم موصول اور صلہ سے مل کر فاعل ہے فعل یَسۡتَعۡجِلُ کا۔

= وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مُشۡفِقُوۡنَ مِنۡھَا۔ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا۔ اسم موصول و صلہ مل کر مبتدا۔ مُشۡفِقُوۡنَ مِنۡھَا خبر۔ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ تو اس سے ڈرتے ہیں مُشۡفِقُوۡنَ اسم فاعل جمع مذکر اِشۡفَاقٌ (افعال) مصدر۔ مُشۡفِقٌ واحد۔ شَفَقٌ کا معنی ہے غروب آفتاب کے وقت روشنی کا تاریکی سے اختلاط۔ اسی لئے جو محبت خوف کے ساتھ مخلوط ہو اس کو شفقت کہتے ہیں۔ باب افعال سے اشفاق کا معنی ہوا ایسی محبت کرنا جس میں ڈر بھی لگا ہوا ہو۔ اس معنی کے دو جزو ہیں:۔ محبت اور خوف،، اگر اس کے بعد مِنۡ مذکور ہو تو خوف کا معنیٰ ظاہر ہوتا ہے جیسے مُشۡفِقُوۡنَ مِنۡھَا اس سے (قیامت سے) ڈرنے والے:

اور اگر عَلٰی یا فِیۡ مذکور ہو تو محبت کے معنی کا زیادہ ظہور ہوتا ہے۔ شَفِقَ (باب سمع) عَلَیۡہِ مہربان ہونا۔ شفقت برتنا۔ اور اَشۡفَقَ مِنۡہُ ڈرنا اور اَشۡفَقَ عَلَیۡہِ

مہربان ہونا۔

قرآن مجید میں شفقت اور مہربانی کے معنی میں استعمال نہیں ہوا۔

= اَلَا : خبردار ہوجاؤ۔ جان لو۔ سن رکھو۔ یہ ہمزہ استفہامیہ اور لَا نافیہ سے مرکب نہیں ہے جیساکہ بعض علماء کا خیال ہے بلکہ یہ ایک حرف بسیط ہے۔ تنبیہ اور استفتاح کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کا استعمال کبھی عرض کے لئے ہوتا ہے یعنی کسی چیز کو نرمی سے طلب کرنا۔ جیسے کہ قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے، اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ (۲۴:۲۲) کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو معاف کردے اور کبھی تحضیض یعنی کسی چیز کے سختی کے ساتھ مطالبہ کے لئے بھی آتا ہے مثلاً اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَیْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (۹:۱۳) کیا تم نہیں لڑو گے ان لوگوں سے کہ جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے تم سے پہلے چھیڑ خانی کی

جب یہ تنبیہ اور استفتاح (یعنی کلام کے شروع کرنے) کے لئے استعمال ہوتا ہے تو جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے اور جب عرض اور تحضیض کے لئے آتا ہے تو صرف افعال کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے، خواہ وہ الفاظ لفظاً مذکور ہوں یا تقدیراً۔ (لغات القرآن)

= یُمَارُوْنَ : مضارع جمع مذکر غائب: مَارٰی (ماضی کا صیغہ) مِرَاءٌ و مُمَارَاةٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ وہ جو جھگڑا کرتے ہیں۔ مری مادہ

= فِی السَّاعَةِ . ای فی القیامۃ۔

= لَفِیْ . میں لام تاکید کے لئے ہے۔

= ضَلٰلٍۢ بَعِیْدٍ . موصوف وصفت: گمراہی جو دور نکل گئی ہو۔ گمراہی میں بہت دور نکل گئے ہیں: بہت بڑی گمراہی میں ہیں۔

۴۲ : ۱۹ = لَطِیْفٌ . جب یہ کسی جسم کی صفت واقع ہو تو یہ جُثَلٌ کی ضد ہوتا ہے جس کے معنی بھاری اور ثقیل کے ہیں رکھتے ہیں شَعْرٌ جُثَلٌ (زیادہ اور بھاری بال) اور کبھی لَطَافَةٌ یا لُطْفٌ سے حرکتِ خفیفہ اور دقیق امور کا سرانجام دینا مراد ہوتا ہے اور لطائف سے وہ باتیں مراد لی جاتی ہیں جن کا انسانی حواس ادراک نہ کر سکتے ہوں۔

اور اللہ تعالیٰ کے لطیف ہونے کے معنی یا تو یہ ہیں کہ وہ انسانی حواس کے ادراک سے مافوق اور بالاتر ہے۔ اور یا اسے اس لئے لطیف کہا جاتا ہے کہ وہ باریک سے باریک اور دقیق امور تک سے واقف ہے اور یا یہ کہ وہ انسانوں کو ہدایت دینے میں نہایت نرم انداز اختیار

کرتاہے۔

لطیف کا ترجمہ :۔

بڑا مہربان (ابن عباس) : بندوں سے بھلائی کرنے والا (عکرمہ) نرمی کرنے والا (سدی) نیکوں اور بدوں سب پر مہربانی کرنے والا (مقاتل) کیا گیا ہے۔

== اَلْقَوِیُّ ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ طاقتور۔

== اَلْعَزِیْزُ ۔ عِزَّۃٌ سے فعیل کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے۔ زبردست گرامی قدر۔ اَلْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ : اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۴۲ : ۲۰ == مَنْ ۔ شرطیہ ہے۔

== کَانَ یُرِیْدُ ۔ ماضی استمراری واحد مذکر غائب اِرَادَۃٌ (افعال) مصدر (جو دنیا میں) چاہتا تھا۔ چاہا کرتا تھا۔

حَرْثَ الْاٰخِرَۃِ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر کَانَ یُرِیْدُ کا مفعول۔ آخرت کی کھیتی، یعنی جو نیک کام دنیا میں اس نیت سے کیا کرتا تھا کہ اسے اس کا پھل آخرت میں ملے نَزِدْ (مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط صیغہ جمع متکلم۔ زِیَادَۃٌ مصدر باب ضرب) لَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ ہم اس کی کھیتی کے پھل یعنی ثواب (آخرت) میں اضافہ کریں گے۔ یعنی بڑھادیں گے۔

حَرْث کھیتی، زراعت، حَرَثَ یَحْرِثُ (باب ضرب) سے مصدر ہے۔ بیج ڈالنا کھیتی کرنا۔ کھیت۔

== نُؤْتِہٖ ۔ مضارع جمع متکلم اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم اس کو عطا کریں گے۔

== مِنْھَا ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع حَرْثَ الدُّنْیَا ہے مِنْھَا۔ ای شیئًا منھا وھو رزقہ الذی قسم لہ لا ما یرید ۔ اس کو دنیا کے مال سے اسی قدر رزق ملیگا جو اس کی قسمت میں لکھا جاچکا ہے نہ کہ جو وہ چاہتا ہے۔

== نَصِیْبٍ ۔ حصہ۔ (آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہ ہوگا۔

۴۲ : ۲۱ == اَمْ ۔ حرف عطف ہے بمعنی کیا۔ یہاں ہمزہ استفہام کے معنی میں آیا ہے تقدیر کلام یوں ہے ایقبلون ما شرع اللہ لھم من الدین ام لھم شرکاء شرعوا لَھُمْ مِنَ الدِّیْنِ ...... الخ کیا وہ اس دین کو مانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے جو شریک (باطل) بنا رکھے ہیں انہوں نے ان کے لئے کوئی (نیا) دین

مقرر کر رکھا ہے ...... (نیز ملاحظہ ہو ۱۰: ۱۹)

== مَا لَمْ یَاْذَنْ بِہِ اللّٰہُ۔ مَا اسم موصول ہے باقی جملہ اس کا صلہ۔ لَمْ یَاْذَنْ مضارع نفی جحد بلم۔ بمعنی ماضی منفی اِذْنٌ (باب سمع) مصدر (جس کی اللہ نے) اجازت نہیں دی ہے۔

== لَوْلَا۔ اگر نہ ہوتا (نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۴ متذکرۃ الصدر و ۶۳: ۴۳)

== کَلِمَۃُ الْفَصْلِ، مضاف مضاف الیہ۔ فیصلے کی بات: قولِ فیصل۔ اگر (روز ازل سے ہی) فیصلے کی بات ٹھہرائی ہوئی نہ ہوتی (کہ قیامت کے آنے سے پہلے ان کو پوری سزا نہیں دی جائے گی) لَوْلَا کَلِمَۃُ الْفَصْلِ جملہ شرطیہ ہے۔

== لَقُضِیَ بَیْنَھُمْ۔ جواب شرط۔ لام جواب شرط کے لئے ہے۔ قُضِیَ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب) قَضَاءٌ (باب ضرب) مصدر فیصلہ کرنا۔ بَیْنَھُمْ۔ ای بین الکافرین و المؤمنین۔ تو کافروں اور مؤمنوں کے درمیان اختلافات کا فیصلہ کر دیا گیا ہوتا۔

== اَلظّٰلِمِیْنَ ای المشرکین، ضمیر غائب کی جگہ اسم ظاہر (الظّٰلِمِیْنَ) کی صراحت یہ بتانے کے لئے کہ وہ ظلم یعنی شرک کی وجہ سے عذاب الیم (دردناک عذاب) کے مستحق ہیں۔ تریٰ کا مفعول اول ہے

۴۲: ۲۲ == مُشْفِقِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر ڈرنے والے (ملاحظہ ہو آیت ۱۸ متذکرۃ الصدر۔ تَرٰی کا مفعول ثانی ہے۔

== مِمَّا کَسَبُوْا۔ مِمَّا۔ مِنْ اور مَا سے مرکب ہے، مَا موصولہ کَسَبُوْا صلہ ہے اپنے موصول کا۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے کَسْبٌ (باب ضرب) مصدر۔ جو انہوں نے کمایا۔ (جو کام شرک و معاصی کے انہوں نے کئے ہوں گے)

== وَھُوَ وَاقِعٌ بِھِمْ۔ جملہ حالیہ ہے ھُوَ کی ضمیر مَا کَسَبُوْا کی طرف راجع ہے حال یہ کہ وہ ان پر پڑ کر ہی رہیگا۔ یعنی ان کے کئے کا وبال۔

== رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ: مضاف مضاف الیہ۔ جنتوں کے باغات، اَلرَّوْضُ اصل میں اس جگہ کو کہتے ہیں کہ جہاں پانی جمع ہو اور سبزہ بھی ہو۔ باغ

== مَا یَشَآءُوْنَ: جو وہ چاہیں گے۔ مَا موصولہ۔ یَشَآءُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب مَشِیَّۃٌ (باب فتح) مصدر۔

= ذٰلِكَ ، یعنی جنت کی یہ نعمت جس کا ذکر کیا گیا۔

۴۲ : ۲۳ = ذٰلِكَ ۔ ای الفضل الکبیر ، یہی فضل کبیر ہے جس کی اللہ نے اپنے بندوں کو بشارت دیتا ہے۔

= اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یہ بدل ہے عِبَادِہٖ کا: "اسی کے بندوں" سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور نیک کام کئے۔

= قُلْ : ای قُلْ یَا مُحَمَّدُ (صلی اللہ علیہ وسلم) لِلْمُشْرِكِیْنَ :

= لَآ اَسْئَلُكُمْ ۔ لَآ اَسْئَلُ ۔ مضارع منفی واحد متکلم ، كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ، عَلَیْهِ ای علیٰ تبلیغ الرسالۃ یعنی تبلیغ رسالت پر (میں کچھ اُجرت نہیں مانگتا) اَجْرًا ۔ مفعول ثانی لَآ اَسْئَلُكُمْ کا ۔ اجرت ۔ معاوضہ ۔

= اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى : اِلَّا حرف استثناء یہ استثناء متصل ہے (تفسیر حقانی) اَلْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى مستثنیٰ ۔ سوائے قرابت کی محبت کے :

صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں :۔

اِلَّا حرف استثناء ہے یہاں مستثنیٰ منقطع ہے یعنی اَلْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى جو کہ مستثنیٰ ہے یہ مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں ہے تاکہ آیت کا یہ مفہوم ہو۔ کہ میں تم سے کوئی اجر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا ۔ مگر یہ اجر طلب کرتا ہوں کہ تم آپس میں محبت اور پیار کرو"

= مَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً : جملہ شرط ہے ۔ یَقْتَرِفْ مضارع مجزوم بوجہ شرط ۔ واحد مذکر غائب ، اِقْتِرَافٌ (افتعال) مصدر ۔ کمائے گا ، حَسَنَةً نیکی ، بھلائی یَقْتَرِفْ کا مفعول ۔

اَلْقَرْفُ وَالْاِقْتِرَافُ کے اصل معنی درخت سے چھال اتارنے اور زخم سے چھلکا کریدنے کے ہیں ۔ اور جو چھال یا چھلکا اتارا جاتا ہے اسے قِرْفٌ کہتے ہیں ۔ اور بطور استعارہ اِقْتَرَفَ (افتعال) کمانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ، خواہ وہ کسب اچھا ہو یا بُرا۔

ترجمہ ہوگا : جو شخص نیکی کماتا ہے۔

= نَزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا : جملہ جواب شرط ہے ۔ نَزِدْ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط صیغہ جمع متکلم زِیَادَةٌ (باب ضرب) مصدر ۔ ہم بڑھا دیں گے ۔ حُسْنًا ، اچھائی ، عمدگی خوبی : حُسْن ۔ ہم اس کے لئے اس نیکی میں اور بھی خوبی بڑھا دیں گے ؛

= غَفُوْرٌ صیغہ مبالغہ، خوب بخشنے والا۔ بڑا معاف کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے۔

= شَكُوْرٌ۔ بڑا قدردان۔ تھوڑے کام پر زیادہ ثواب دینے والا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے۔

جب یہ بندے کی طرف منسوب ہوگا تو مطلب ہوگا بڑا شکرگذار، بڑا احسان ماننے والا۔ شَکُوْرٌ سے بروزن فَعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے مبالغہ کے اوزان میں سے ہے مذکر مؤنث دونوں کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے اس کی جمع شُکُوْرٌ ہے۔

۴۲: ۲۴ = اَمْ: اَمْ منقطعہ بمعنی بَلْ: اَمْ یَقُوْلُوْنَ۔ ای بل یقول کفار مکۃ (الخازن)، (کفار مکہ معاذ اللہ رسالت تو ادا نہیں کرتے) بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ، (افترٰی علی اللہ کذبا)

= اِفْتَرٰی، ماضی واحد مذکر غائب افتراء (افتعال) مصدر۔ اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان تراشا۔ ف ری مادہ اَلْفَرْیُ (باب نصر) کے معنی چمڑے کو سینے اور درست کرنے کے لئے اُسے کاٹنے کے ہیں۔ اِفْرَاءٌ (افعال) بمعنی خراب کرنے کے لئے کاٹنے کے ہیں۔ اور باب افتعال سے اِفْتَرَاءٌ کا لفظ اصلاح اور فساد، دونوں کے لئے آتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر استعمال فساد ہی کے معنوں میں آتا ہے: اسی لئے قرآن مجید میں جھوٹ، شرک، ظلم کے موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے:۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:۔ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ: (۴: ۵۰) دیکھو یہ خدا پر کیسا جھوٹ باندھتے ہیں:

= كَذِبًا، جھوٹ:

= فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ۔ جملہ اوّل شرط اور جملہ ثانی جواب شرط ہے اِنْ شرطیہ ہے، يَشَاِ مضارع واحد مذکر غائب: اصل میں يَشَاءُ تھا۔ اِنْ شرطیہ کی وجہ سے مضارع مجزوم ہوکر يَشَاءْ ہو گیا۔ اجتماع ساکنین کی وجہ سے ء گر گیا الف ساکن کو مابعد متحرک سے وصل کے لئے کسرہ دیا گیا۔ مَشِيَّةٌ (باب فتح) مصدر۔ وہ چاہتا ہے۔ وہ چاہے:

= يَخْتِمْ۔ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ شرطیہ) واحد مذکر غائب وہ مہر لگاتا ہے وہ مُہر لگا دے۔ اگر خدا چاہتا تو تیرے دل پر مُہر لگا دیتا۔

مطلب یہ ہے کہ یہ جاہل کفار جو کہتے ہیں کہ قرآن تو نے گھڑلیا ہے اور اللہ کے نام لگادیا ہے ایسا نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مہر لگا دیتا پھر تجھے کچھ یاد نہ رہتا جیسے کہ ارشاد باری ہے وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَیۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِیۡلِ ۙ لَاَخَذۡنَا مِنۡہُ بِالۡیَمِیۡنِ ۙ ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡہُ الۡوَتِیۡنَ ۫ (۶۹: ۴۴: ۴۶) اور اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنا لاتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی رگ گردن کی کاٹ ڈالتے (ابن کثیر)

== وَیَمۡحُ اللّٰہُ الۡبَاطِلَ۔ یہ جملہ مستانفہ ہے جملہ سابقہ کا معطوف نہیں ہے! مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے مَحۡوٌ (باب نصر) سے مصدر۔ اخیر میں واؤ کا کتابت میں نہ آنا یہ صرف امام کے رسم الخط کی موافقت کی وجہ سے ہے: جیسے سَنَدۡعُ الزَّبَانِیَۃَ (۹۶: ۱۸) ہم بھی اپنے موکلان دوزخ کو بلائیں گے۔ یا یَدۡعُ الۡاِنۡسَانُ بِالشَّرِّ (۱۷: ۱۱) اور انسان برائی کی دعا بھی (اسی تقاضہ سے) کرتا ہے: میں واؤ نہیں ہے۔

== وَیُحِقُّ الۡحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور اللہ تعالیٰ حق کو واضح اور بین کر دیتا ہے اپنے کلمات سے (یعنی دلائل بیان فرما کر یا حجت پیش کر کے۔

== ذَاتِ الصُّدُوۡرِ: مضاف مضاف الیہ۔ سینوں کی۔ ذَاتِ مؤنث ہے ذُوۡ کی معنی والی۔ صاحب۔ صُدُوۡرٌ جمع ہے صَدۡرٌ کی۔ سینہ۔

== عَلِیۡمٌ: بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ عِلۡمٌ سے فَعِیۡلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے:

۴۲: ۲۵ == یَعۡفُوۡا عَنۡ۔ مضارع واحد مذکر غائب عَفۡوٌ (باب نصر) مصدر وہ معاف کرتا ہے، وہ بخش دیتا ہے۔

== السَّیِّاٰتِ: سَیِّئَۃٌ کی جمع۔ برائی۔ گناہ، فعل بد۔ حَسَنَۃٌ کی ضد ہے سَیِّئَۃٌ اصل میں سَیۡوِءَۃٌ تھا۔ واؤ کو ی سے بدل کر ی کو ی میں مدغم کر دیا گیا۔

۴۲: ۲۶ == وَیَسۡتَجِیۡبُ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِسۡتِجَابَۃٌ (استفعال) مصدر۔ جوب مادہ۔ وہ قبول کرتا ہے، وہ دعا قبول کرتا ہے۔ ای یستجیب دعاء الذین امنوا ...... اور وہ دعا قبول کرتا ہے ان کی جو ایمان لائے اور نیک کام کئے

== وَیَزِیۡدُہُمۡ: ای دیزید فی ثواب اعمالھم اور ان کے اعمال کے ثواب میں زیادتی کر دیتا ہے۔ یعنی ان کی عبادت کے لحاظ سے اجر کئی گنا دیتا ہے یا اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ:۔ ای اذا دعوہ استجاب دعاءھم واعطاھم

مَاطلبوا و زادھم علیٰ مطلوبھم جب وہ دعا کرتے ہیں ان کی دعا قبول کرتا ہے اور جو طلب کرتے ہیں وہ اُن کو عطا کرتا ہے اور ان کے مطلوب سے بھی زیادہ دیتا ہے۔

= عَذَابٌ شَدِيۡدٌ : موصوف وصفت۔ شَدِيۡدٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بروزن فَعِيۡلٌ۔ سخت:

۴۲: ۲۷ = وَلَوۡ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزۡقَ لِعِبَادِهٖ۔ جملہ شرطیہ ہے لَوۡ حرف شرط ہے بَسَطَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب بَسۡطٌ (باب نصر) مصدر اس نے کشادہ کیا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی روزی فراخ کردے۔

= لَبَغَوۡا فِی الۡاَرۡضِ : جواب شرط۔ لام جواب شرط کا ہے، بَغَوۡا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ بَغۡیٌ (باب ضرب) مصدر۔ اس نے بغاوت کی۔ اس نے سرکشی کی اس نے زیادتی کی۔ تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگیں گے۔

= يُنَزِّلُ : مضارع واحد مذکر غائب، تَنۡزِيۡلٌ (تَفۡعِيۡلٌ) مصدر۔ وہ نازل کرتا ہے وہ اتارتا ہے۔

= بِقَدَرٍ : اندازہ شدہ۔ مقدار۔ مقدار مقررہ۔ اللہ کا حکم جو وہ اپنے بندوں کے لئے مقدر کر چکا ہے۔ فعل بمعنی مفعولٌ:

= خَبِيۡرٌ خَبِيۡرٌ سے فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے، بمعنی خبردار۔ دانا اللہ تعالیٰ جل وعلا شانہٗ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اور قرآن مجید میں یہ صرف ذاتِ باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ ہی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

= بَصِيۡرٌ۔ فعیل معنی فاعلٌ۔ دیکھنے والا۔ جاننے والا۔ یہی اللہ رب العزت کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے:

۴۲: ۲۸ = يُنَزِّلُ ملاحظہ ہو آیت سابقہ۔

= اَلۡغَيۡثُ : بارش: غَاثَ يَغِيۡثُ غَيۡثٌ (باب ضرب) مصدر اجوف یائی ہے۔ یہ فعل متعدی ہے۔ کہا جاتا ہے غَاثَنِيۡ : اس نے مجھ پر بارش کی، اس کے مثل لفظ غَوۡثٌ ہے جو اجوف واوی ہے۔ غَوۡثٌ سے اَغَاثَ يُغِيۡثُ (باب افعال) ماضی و مضارع آتا ہے: باب استفعال میں جمع کر دونوں کی شکل ظاہری ایک ہو جاتی ہے یعنی اِسۡتَغَاثَ يَسۡتَغِيۡثُ مدد طلب کرنا۔ یا بارش طلب کرنا۔ قرآن مجید کی آیت وَاِنۡ يَّسۡتَغِيۡثُوۡا يُغَاثُوۡا بِمَآءٍ كَالۡمُهۡلِ (۱۸: ۲۹) میں دونوں

معنیٰ کا احتمال ہے یعنی جب دوزخی مدد طلب کریں یا پانی مانگیں گے تو پگھلے ہوئے تانبے کا پانی ان کو دیا جائے گا۔ یا پگھلے ہوئے تانبے کا پانی دے کران کی فریادرسی کی جائے گی۔

یُغَاثُوْا فعل مجہول جمع مذکر غائب میں دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ مدد طلب کرنے کی صورت میں یہ اَغَاثَ (باب افعال) سے ہوگا اور دوسری صورت میں غَاثَ یَغِیْثُ (ضرب) سے۔

= قَنَطُوْا ماضی جمع مذکر غائب قُنُوْطٌ اگرچہ جملہ ابواب اس سے مستعمل ہیں لیکن اعلیٰ یہی ہے کہ اس کو باب ضَرَبَ سے قرار دیا جائے کیونکہ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا (آیت ہذا) میں ماضی فتح عین سے اور مَنْ یَّقْنِطُ (۱۵: ۵۶) زیر سے ہے یا زبر سے (لیکن عام نسخہ جات میں یہ عین کلمہ کے زبر سے ہے اس صورت میں ماضی اور مضارع کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ باب فتح سے ہوگا)

قَنَطُوْا وہ ناامید ہو گئے۔

= یَنْشُرُ: مضارع واحد مذکر غائب نَشْرٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پھیلاتا ہے۔ پھیلائے گا۔

= اَلْوَلِیُّ دِلَایَۃٌ (باب ضرب) سے مصدر فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے کارساز، دوست۔ مددگار۔

= اَلْحَمِیْدُ ستودہ، صفات کیا گیا۔ سراہا ہوا۔ حَمْدٌ باب سمع مصدر سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی مَفْعُوْلٌ یعنی مَحْمُوْدٌ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے ہے کیونکہ وہی حقیقی طور پر مستحق حمد ہے۔

۴۲: ۲۹ = وَمَا بَثَّ فِیْھِمَا۔ جملہ معطوف ہے اس کا عطف السَّمٰوٰت پر ہے مَا موصولہ ہے بَثَّ ماضی واحد مذکر غائب بَثٌّ (باب نصر و ضرب) مصدر اس نے بکھیر دیا۔ اس نے پھیلا دیا۔

اصل میں بثّ کے معنی کسی چیز کے پراگندہ کرنے اور ابھارنے کے ہیں۔ اسی لئے ہوا سے خاک اڑنے، غم سے بے قرار ہوجانے اور راز کے افشا کرنے کے لئے بَثَّ کا استعمال ہوتا ہے۔

= دَابَّۃٍ۔ جانور، چلنے والا۔ پاؤں دھرنے والا۔ رینگنے والا۔ دَبَّ دَبِیْبٌ (باب ضرب) سے اسم فاعل کا صیغہ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے اس کی جمع

دَوَابٌّ ہے اگرچہ عرف میں یہ لفظ گھوڑے کے لئے مخصوص ہے مگر سب جانوروں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور قرآن مجید میں جو لفظ دابۃ آیا ہے تو اس میں ہر ایک حیوان داخل ہے مثلاً وَبَثَّ فِيهِمَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ (۲: ۱۶۴) اور اس نے زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلا رکھے ہیں۔

= فِيهِمَا میں هِمَا ضمیر تثنیہ مذکر و مؤنث غائب السموٰت والارض کے لئے آیا ہے۔

= اِذَا يَشَآءُ میں اِذَا متعلقہ اجمعھم ہے یعنی وہ جب بھی ان کو جمع کرنا چاہے

= قَدِيْرٌ قُدْرَةٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ قدرت والا ہے۔ زبردست خداوند تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے ہے:

۴۲: ۳۰ = وَمَآ اَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ ؛

مَا اسم موصول مبتدا۔ اَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ اس کا صلہ:

جب مبتدا اسم موصول ہو اور اس صلہ جملہ فعلیہ ہو تو اس کی خبر پر اکثر فَ لاتے ہیں کیونکہ اس (ما) کے اندر شرط کے معنی پائے جاتے ہیں اسی وجہ سے یہاں خبر پر فَ استعمال ہوا ہے۔

اَصَابَكُمْ ، اَصَابَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اِصَابَةٌ (افعال) مصدر۔ تم کو پہنچے، تم کو پہنچا۔ تم کو پیش آیا۔

مِّن مُّصِيبَةٍ جار مجرور۔ کوئی مصیبت۔

بِمَا میں بَ سببیہ ہے اور مَا موصولہ ہے۔ بہ سبب (اس گناہ کے) جو تمہارے ہاتھوں نے کیا۔

كَسَبَتْ : ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، كَسْبٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی گناہ اٹھانا کمانا۔ حاصل کرنا۔ اَيْدِيكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے ہاتھ:

= وَيَعْفُوا عَن كَثِيرٍ يَعْفُوا مضارع واحد مذکر غائب۔ عَفْوٌ (باب نصر) مصدر وہ معاف کردیتا ہے۔

كَثِيرٍ ای کثیر من الذُّنُوبِ۔ اکثر گناہ۔

۴۲: ۳۱ = وَمَآ اَنتُمْ واؤ عاطفہ۔ مَا نافیہ ہے۔

= مُعْجِزِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِعْجَازٌ (افعال) مصدر۔ عاجز بنانے

والے۔ ہرانے والے۔ عجز مادہ :

= مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ اللہ کے سوا۔ اللہ کے ورے۔

= وَلِیٍّ۔ کا معنی ہے متولیًا لشیٔ من امورکم بالاستقلال یحمیکم من المصائب یعنی وہ ذات، جو تمہارے کسی کام کی متولی ہو اور تمہیں مصیبتوں سے بچائے اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔

۴۲ : ۳۲ = اَلْجَوَارِ۔ جَارِیَۃٌ کی جمع اصل میں جَارِیَۃٌ کی جمع جَوَارِیْ یاء کو لبطور زائد حذف کیا گیا ہے، کشتیاں۔ جہاز۔ جَارِیَۃٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے جریٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ چلنے والی۔ جاری۔ بہنے والی۔ چونکہ کشتی پانی کی سطح پر چلتی ہے۔ اس لئے جَارِیَۃٌ کہلاتی ہے۔

= کَالْاَعْلَامِ، عَلَمٌ کی جمع۔ پہاڑ۔ عَلَمٌ اصل میں اس علامت کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے کسی شے کا علم ہو سکے۔ جیسے نشان راہ کے پتھر۔ اور نوع کا عَلَم اس اعتبار سے پہاڑ کا نام بھی علم ہو گیا۔

ایک آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عَلَمٌ کہا گیا ہے وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَۃِ (۴۳ : ۶۱) بے شک وہ (یعنی حضرت عیسیٰ) قیامت کی نشانی ہیں۔

۴۲ : ۳۳ = اِنْ یَّشَاْ، اِنْ شرطیہ۔ یَشَاْ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ) واحد مذکر غائب مَشِیَّۃٌ (باب فتح) مصدر۔ اگر وہ چاہے۔

= یُسْکِنْ مضارع مجزوم بوجہ شرط : واحد مذکر غائب کا صیغہ ن مکسور بالوصل اِسْکَانٌ (انعال) مصدر وہ روک دے :

= الرِّیْحَ۔ ہوا۔ اسم مفعول۔ رِیْحٌ کی جمع رِیَاحٌ ہے قرآن مجید میں جہاں ارسال ریح کا تذکرہ ہے اگر جمع ہے یعنی ریاح کا لفظ استعمال ہوا ہے تو وہاں عام طور پر رحمت کی ہوائیں مراد ہیں اور اگر واحد کا لفظ رِیْحٌ استعمال ہوا ہے تو وہاں عذاب کے معنی مراد ہیں۔

اِنْ یَّشَاْ یُسْکِنِ الرِّیْحَ جملہ شرطیہ ہے :

= فَیَظْلَلْنَ۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے یَظْلَلْنَ مضارع فعل ناقص جمع مؤنث غائب ظَلٌّ (باب سمع) مصدر وہ ہو جائیں۔ وہ ہو جائیں گی۔ ضمیر جمع مؤنث کا مرجع اَلْجَوَارِ ہے :

= رَوَاکِدَ ، ایستادہ : ٹھہری ہوئیں : تھمی ہوئیں۔ رَاکِدٌ کی جمع ہے رُکُوْدٌ (باب نصر) مصدر معنی (ہوا۔ پانی۔ یاجہاز کا) رک جانا۔ اپنے مقام پر ٹھہر جانا۔ اپنی جگہ پر برقرار رہنا۔

= عَلٰی ظَھْرِہٖ میں ہٖ ضمیر کا مرجع البَحْرِ ہے۔

پس کشتیاں یا جہاز اس کی سطح پر کھڑے رہ جائیں۔

= فِیْ ذٰلِکَ: ذٰلِکَ کا اشارہ کشتیوں یا جہازوں کا پانی کی سطح پر ہواؤں کے چلنے سے رواں دواں رہنا۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہواؤں کو روک کر کشتیوں کو پانی پر ساقط کر دینا کی طرف ہے۔

= صَبَّارٍ صَبُوْرٌ سے بروزن فَعَّال مبالغہ کا صیغہ ہے بہت صبر کرنے والا بڑا تحمل کرنے والا۔

= شَکُوْرٍ شکرٌ سے فَعُوْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے مبالغہ کے اوزان میں سے ہے۔ بڑا شکر گذار، بڑا احسان ماننے والا۔

یہاں صبار و شکور مومن مخلص کی تعریف میں آئے ہیں۔

۴۲: ۳۴ = اَوْ یُوْبِقْھُنَّ بِمَا کَسَبُوْا۔ ای او ان یشاء یُوْبِقْھُنَّ بِمَا کَسَبُوْا۔ اَوْ حرف عطف۔ یُوْبِقْ مضارع مجزوم (جواب شرط کی وجہ سے) واحد مذکر غائب۔ اِیْبَاقٌ (افعال) مصدر وَبُوْقٌ مادہ۔ وہ ہلاک کر دے وَبَقَ (باب ضرب) بمعنی ضعیف اور گراں ہو کر ہلاک ہونا۔ مَوْبِقٌ اسم ظرف مکان۔ ہلاک ہونے کی جگہ جیسے کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَجَعَلْنَا بَیْنَھُمْ مَّوْبِقًا (۱۸:۵۲) اور ہم ان کے بیچ میں ہلاکت کی جگہ بنا دیں گے۔

ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مونث غائب کا مرجع الجوار ہے (اور اگر وہ چاہے) تو ان کی کرتوتوں کے سبب انکو ہلاک کر دے۔

اس جملہ کا عطف سابقہ جملہ اِنْ یَّشَاْ یُسْکِنِ الرِّیْحَ پر ہے

= وَیَعْفُ عَنْ کَثِیْرٍ۔ یہ جملہ معترضہ ہے یا اس کا عطف سابق جملہ اِنْ یَّشَاْ یُسْکِنِ الرِّیْحَ پر ہے۔ یعنی اگر وہ چاہے تو ہوا کو روک دے کہ جہاز کھڑے رہ جائیں یا طوفان بھیج دے کہ جہاز تباہ ہو جائیں اور آدمی ڈوب جائیں۔ یا موافق ہوائیں چلاتا ہے، اور کثیر لوگوں سے درگذر فرماتا ہے۔ (مظہری)

یَعْفُ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ واحد مذکر غائب کا صیغہ نیز ملاحظہ ہو

۴۲ : ۲۰ متذکرۃ المصدر۔

۴۲ : ۳۵ = یَعْلَمَ۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب تعلیل محذوف پر عطف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ تقدیر کلام ہے لِیَنْتَقِمَ مِنْھُمْ وَیَعْلَمَ: اس کا فاعل اَلَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا ہے۔ یعنی اگر وہ چاہے تو ان کے کرتوتوں کے سبب ان سے انتقام لینے کے لئے ان کو ہلاک کردے اور وہ جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں جان لیں کہ ....

= اَلَّذِیْنَ اسم موصول یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا اس کا صلہ۔ دونوں مل کر فاعل یَعْلَمَ فعل۔ مَا لَھُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ مفعول۔

= یُجَادِلُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ مُجَادَلَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر۔ وہ جھگڑا کرتے ہیں۔

= مَحِیْصٍ اسم ظرف مکان۔ پناہ لینے کی جگہ۔ لوٹنے کی جگہ۔

۴۲ : ۳۶ = فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ ف عاطفہ، مَا موصولہ متضمن بشرط فَمَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا میں ف جواب شرط کے لئے ہے جملہ اوّل شرط۔ جملہ ثانی جواب شرط۔ بس جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے وہ دنیوی زندگی کا (ناپائیدار) سامان ہے۔

= وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی : واؤ عاطفہ۔ مَا عِنْدَ اللّٰہِ ما موصولہ مع صلہ۔ دونوں مل کر مبتدا خَیْرٌ وَّاَبْقٰی خبر۔ اور (آخرت میں) جو (ثواب) اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور سدا رہنے والا ہے۔

اَبْقٰی بَقَاءٌ (باب سمع) سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے، دیر تک رہنے والا جب یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کا معنی "سدا رہنے والا" ہوگا۔

= لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ خبر مبتدا محذوف، ای ذٰلِکَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ یہ ثواب اُن کے لئے ہے جو ایمان لائے۔

= وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ہ اس کا عطف اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پر ہے۔

یَتَوَکَّلُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب تَوَکُّلٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ وہ بھروسہ رکھتے ہیں۔ وہ توکل کرتے ہیں۔

۴۲ : ۳۷ = وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ : اس کا عطف بھی اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پر ہے۔ یَجْتَنِبُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب

اِجْتِنَابٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر وہ پرہیز رکھتے ہیں کَبَائِرَ جمع کَبِیْرَۃٌ کی صفت مشبہ جمع مؤنث مضاف اَلْاِثْمَ (گناہ) مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اول یَجْتَنِبُوْنَ کا۔ اَلْفَوَاحِشَ، فَاحِشَۃٌ کی جمع مفعول ثانی۔ اور جو لوگ بڑے بڑے گناہوں اور بدکاریوں بیحیائیوں سے بچے رہتے ہیں۔ اجتناب کرتے ہیں۔

فائدہ حدیث شریف میں مندرجہ ذیل گناہ کبیرہ بیان ہوئے ہیں۔

اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ کسی پر جادو کرنا۔ قتلِ ناجائز۔ سود خوری۔ یتیم کا مال کھانا۔ جہاد سے بھاگنا۔ پاکدامنوں پر تہمت لگانا۔ (متفق علیہ)

فواحش میں مندرجہ ذیل مندرج ہیں۔ زنا۔ لواطت، بےشرمی کی باتیں۔

= اِذَا مَا۔ جب۔ جب کبھی۔ شرطیہ ہے۔

= غَضِبُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب غَضَبٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ غضبناک ہوتے ہیں۔ اِذَا مَا غَضِبُوْا جملہ شرط ہے یہ بھی اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پر معطوف ہے۔

= ھُمْ یَغْفِرُوْنَ: جملہ جواب شرط ہے۔ ھُمْ مبتدا۔ یَغْفِرُوْنَ خبر۔ اِذَا مَا ...... کا عطف بھی اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پر ہے۔

۴۲: ۳۸ = وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا۔ معطوف ہے اَلَّذِیْنَ پر۔ اِسْتَجَابُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب: اِسْتِجَابٌ (استفعال) مصدر۔ جوب مادہ۔ انہوں نے مانا انہوں نے قبول کیا۔ اور جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں۔

= وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ۔ اور نماز قائم کرتے ہیں۔ معطوف ہے الذین امنوا پر۔

= وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ: شُوْرٰی مشورہ کرنا۔ یہ باب مفاعلۃ سے مصدر ہے جیسے بُشْرٰی و ذِکْرٰی۔ یہ جملہ بھی معطوف ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پر۔

اور ان کے سارے کام باہمی مشورے سے ہوتے ہیں۔

= وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ: معطوف علیٰ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔

مِمَّا۔ مِنْ حرف جار اور مَا موصولہ سے مرکب ہے۔ اس میں سے جو (رزق ہم نے عطا کیا) یُنْفِقُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر۔ وہ خرچ کرتے ہیں۔

۴۲: ۳۹ = وَالَّذِیْنَ اِذَا ...... یَنْتَصِرُوْنَ۔ اس کا عطف بھی اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پر ہے۔ اِذَا جب، ظرف زمان ہے۔ شرطیہ بھی ہو سکتا ہے۔

= اَصَابَھُمُ الۡبَغۡیُ۔ اَصَابَ ماضی واحد مذکر غائب اِصَابَۃٌ (افعال) مصدر۔ وہ پہنچا۔ وہ آپڑا۔ اس نے پالیا۔ مُصِیۡبَۃٌ آپڑنے والی۔

اَلۡبَغۡیُ۔ سرکشی، ظلم۔ زیادتی۔ البغی (باب ضرب) سے مصدر۔
بَغۡیٌ کے اصل معنیٰ میانہ روی سے بڑھنے کی خواہش کرنے کے ہیں۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک محمود: جیسے عدل کی بجائے احسان کرنا۔ اور فرائض کے علاوہ نوافل کا بھی پابند رہنا۔ دوسرے مذموم: جیسے حق سے تجاوز کرکے باطل کو اختیار کرنا۔ شبہات میں پڑنا۔ جیسے قرآن مجید میں اکثر مواقع پر بَغۡیٌ کا استعمال مذموم معنی میں ہی ہوا ہے۔

بَغۡیٌ (باب ضرب) بمعنی طلب کرنا۔ خواہش کرنا۔ بھی آتا ہے۔

= یَنۡتَصِرُوۡنَ: مضارع جمع مذکر غائب اِنۡتِصَارٌ (اِفۡتِعَالٌ) مصدر وہ بدلہ لے لیتے ہیں۔ بدلہ لے سکتے ہیں (جرم کے مطابق) بدلہ لے لیتے ہیں۔

اِذَا شرطیہ ہونے کی صورت میں جملہ اِذَا اَصَابَھُمُ الۡبَغۡیُ جملہ شرطیہ ہوگا اور جملہ ھُمۡ یَنۡتَصِرُوۡنَ مبتدا اور خبر مل کر جواب شرط۔ جملہ شرط وجواب شرط مل کر صلہ اپنے موصول اَلَّذِیۡنَ کا۔

۴۲: ۴۰ = وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثۡلُھَا: سَیِّئَۃٌ برائی۔ برا کام۔ گناہ اس کی جمع سَیِّئَاتٌ ہے۔ س و ء مادہ۔ واؤ عاطفہ ہے جَزَآءُ سَیِّئَۃٍ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر مبتدا۔ مِثۡلُھَا مضاف مضاف الیہ مل کر سَیِّئَۃٌ کی صفت موصوف وصفت مل کر خبر اپنے مبتدا کی۔ مِثۡلُھَا میں ضمیر ھا واحد مؤنث غائب کا مرجع سَیِّئَۃٌ ہے۔ اور برائی کا بدلہ برائی ہے (اسی طرح کی، اسی قدر) مقاتل نے کہا ہے کہ: جَزَآءُ سَیِّئَۃٍ سے مراد قتل اور زخمی کرنے کا بدلہ۔ مجاہد اور سدی کے نزدیک گالی گلوچ یا برے الفاظ کا بدلہ مراد ہے۔ لیکن ساتھ ہی فرمادیا فَمَنۡ عَفَا وَ اَصۡلَحَ فَاَجۡرُہٗ عَلَی اللّٰہِ۔ لیکن جو شخص معاف کردے اور صلح کرلے تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔

= عَفَا۔ ماضی واحد مذکر غائب عَفۡوٌ (باب نصر) مصدر اس نے معاف کیا۔

= اَصۡلَحَ: ماضی واحد مذکر غائب اِصۡلَاحٌ (افعال) مصدر اس نے صلح کرلی وہ سنور گیا۔ وہ نیک ہوگیا۔ اس نے اصلاح کی۔ اس نے صلح کرادی۔

فَمَنۡ عَفَا وَ اَصۡلَحَ مَنۡ شرطیہ جملہ شرط۔ فَاَجۡرُہٗ عَلَی اللّٰہِ جواب شرط۔ مَنۡ موصولہ متضمن لمعنی الشرط بھی ہوسکتا ہے۔

۴۲ : ۴۱ = وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِہٖ فَاُولٰٓئِکَ مَا عَلَیْھِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ
واؤ عاطفہ لَمَنْ شرطیہ اور جملہ لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِہٖ شرط۔ فَاُولٰٓئِکَ مَا عَلَیْھِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ جواب شرط۔

اِنْتَصَرَ ماضی، واحد مذکر غائب اِنْتِصَارٌ افْتِعَالٌ) مصدر۔ اس نے مدد طلب کی۔ اِنْتِصَارٌ کے معنی مدد طلب کرنے کے ہیں ظالم سے انتصار کے معنی اس کو سزا دینا اور اس سے انتقام لینے کے ہیں باب استفعال سے بھی مدد مانگنا کے معنی آتے ہیں مثلاً وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْکُمُ النَّصْرُ (۸ : ۷۲) اور اگر وہ تم سے دین کے معاملات میں مدد طلب کریں تو تم کو مدد کرنی لازم۔

سَبِیْلٌ: راستہ۔ راہ۔ سبیل اس راہ کو کہتے ہیں جو واضح ہو اور اس میں سہولت ہو، پھر سبیل کا لفظ ہر اس چیز پر بولا جاتا ہے جو کسی دوسری چیز تک رسائی کا ذریعہ ہو عام اس سے کہ وہ چیز خیر ہو یا شر۔ قرآن مجید میں ہے اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ (۱۶ : ۱۲۵) اے پیغمبر! لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف (یعنی راہ حق کی طرف) حکمت و دانش سے بلاؤ سبیل اللّٰہ سے مراد جہاد، حج، طلب علم اور وہ امور خیر جن کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

محاورہ ہے لَیْسَ عَلَیَّ فِیْ ھٰذَا سَبِیْلٌ اس بارہ میں مجھ پر کوئی مواخذہ نہیں ہے یا لَیْسَ لَکَ عَلَیَّ مِنْ سَبِیْلٍ تمہیں میرے سے مواخذہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

اس صورت میں ترجمہ ہوگا:

اور جس نے اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے لیا۔ پس یہ لوگ ہیں ان پر کوئی ملامت نہیں (ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہے) مَا نافیہ ہے۔

۴۲ : ۴۲ = اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ: بے شک الزام یا مواخذہ تو ان لوگوں پر ہے جو ....

= یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ ۔ یَبْغُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ بَغْیٌ (باب ضرب) مصدر وہ زیادتی کرتے ہیں، سرکشی یا ظلم کرتے ہیں اور جگہ قرآن مجید میں چاہنا، خواہش کرنے کے معنی میں بھی آیا ہے مثلاً یَبْغُوْنَکُمُ الْفِتْنَۃَ (۹ : ۴۷) تم میں فتنہ ڈالنے کی خواہش سے۔

نیز ملاحظہ ہو ۴۲ : ۳۹ متذکرۃ الصدر۔

۴۲ : ۴۳ = وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ ، مَنْ شرطیہ ہے جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ جواب شرط ہے۔

غَفَرَ ماضی واحد مذکر غائب غُفۡرَانٌ (باب ضرب) مصدر اس نے بخشا۔ اس نے معاف کیا
= ذٰلِکَ : ای الصبر والغفران صبر کرنا اور معاف کر دینا۔
= مِنۡ تبعیضیہ ہے
= عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ، مضاف مضاف الیہ۔ اَلۡعَزۡمُ والۡعَزِیۡمَۃُ کسی کام کو قطعی اور حتمی طور پر کرنے کا ارادہ کرنا۔ عَزَمۡتُ الۡاَمۡرَ میں نے اس کام کو قطعی طور پر کرنے کا ارادہ کر لیا میں نے اس کام کو کر گذرنے پر دل کو پکا کر لیا۔ یہ عَزَمَ یَعۡزِمُ کا مصدر ہے اور اسی کا فعل باب ضرب سے آتا ہے یہاں مصدر بمعنی مفعول ہے۔ یعنی عَزۡم بمعنی مَعۡزُوۡم ہے اور اس سے مراد ہے وہ عمل جس کو اس کی خوبی بڑائی اور عزت کی بنا پر ہر ایک کو کرنے کا پختہ ارادہ کر لینا چاہیے،
مطلب یہ کہ ظلم پر صبر کرنا اور ظالم کو معاف کر دینا ان امور میں سے ہے جن کے کرنے کا پختہ ارادہ کر لینا چاہیئے۔

علامہ اسماعیل حقیؒ لکھتے ہیں کہ صبر اور مغفرت ان امور میں سے ہے جنہیں بندہ کو اپنے نفس کے اوپر واجب کرنا چاہیئے کیونکہ یہ امور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محمود اور پسندیدہ ہیں (ضیاء القرآن)

۴۲ : ۴۴ = فَمَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ۔ جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ فَمَالَہٗ ..... مِنۡ بَعۡدِہٖ جواب شرط۔ یُضۡلِلۡ مضارع مجزوم (بوجہ عمل مَنۡ شرطیہ) واحد مذکر غائب اِضۡلَالٌ (افعال) مصدر (جس کو) وہ گمراہ کر دے۔
= فَمَالَہٗ، ف جواب شرط کے لئے ہے مَا نافیہ ہے لَہٗ میں ضمیر ہ واحد مذکر غائب کا مرجع وہ شخص ہے جسے اللہ نے گمراہ کر دیا ہو۔ اور مِنۡ بَعۡدِہٖ میں ہ کا مرجع اللہ ہے۔
= تَرٰی۔ مضارع واحد مذکر حاضر، رُؤۡیَۃٌ (باب فتح) مصدر تو دیکھتا ہے یا تو دیکھے گا مہموز العین و ناقص یائی ہے۔ ر ء ی مادہ ہے
= لَمَّا۔ جب (کلمہ ظرف)
= رَاَوُا الۡعَذَابَ، رَاَوُا اصل میں رَاَوۡا تھا واؤ ساکن کو لام سے وصل کے لئے ضمہ دیا گیا۔ رَاَوۡا رُؤۡیَۃٌ (باب فتح) مصدر سے اصل میں رَاَیُوۡا تھا۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ی متحرک ما قبل اس کا مفتوح اس ی کو الف سے بدلا۔ اب الف اور واؤ دو ساکن جمع ہوئے الف کو حذف کر دیا گیا۔ رَاَوۡا ہو گیا۔ انہوں نے دیکھا۔
یہاں اس آیت میں بمعنی مستقبل آیا ہے یعنی وہ دیکھیں گے چونکہ آئندہ قیامت کے دن عذاب کو

دیکھنا یقینی ہے اس لئے بجائے مستقبل کے ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا۔ اَلعَذَابَ فعل رَاَوا کا مفعول ہے۔

= مَرَدٍّ۔ رَدٌّ سے مصدر میمی۔ پھرنا۔ لوٹنا۔ ھَلْ اِلٰی مَرَدٍّ مِّنْ سَبِیْلٍ۔ کیا (دنیا کی طرف) لوٹ جانے کی کوئی راہ ہے؟ ۔ یعنی دنیا کی طرف لوٹ جانے کی درخواست کریں گے:

تَرَی فعل الظّٰلِمِیْنَ مفعول بہ یَقُوْلُوْنَ ھَلْ اِلٰی مَرَدٍّ مِّنْ سَبِیْلٍ جملہ حالیہ الظّٰلِمِیْنَ سے حال۔ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ شرط یَقُوْلُوْنَ ...... مِنْ سَبِیْلٍ جواب شرط

۴۲ : ۴۵ = تَرٰىھُمْ۔ تَرٰی مضارع واحد مذکر حاضر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب تو ان کو دیکھے گا۔

= یُعْرَضُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ عَرْضٌ (باب ضرب) ان کو پیش کیا جائیگا عَلَیْھَا میں ھَا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع النّار ہے (آگ، دوزخ) جس پر لفظ العذاب دلالت کرتا ہے۔

= خٰشِعِیْنَ: خُشُوْعٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، ڈرنے والے عاجزی کرنے والے۔ فروتنی کرنے والے:

= مِنَ الذُّلِّ۔ مِنْ بمعنی بٓ سببیہ ہے اَلذُّلِّ۔ ذَلَّ یَذِلُّ (باب ضرب) سے مصدر ہے ذلت، عاجزی، تواضع، دوسرے کے دباؤ اور قہر کی بنا پر جو ذلت ہو اس کو ذُلّ (بضمہ دال) کہتے ہیں۔ اور بغیر کسی کے قہر اور دباؤ کے خود اپنی سرکشی اور سخت گیری کے بعد جو ذلت حاصل ہو وہ ذِلّ (بکسرہ ذال) کہلاتی ہے۔ ذ ل ل مادہ۔

مِنَ الذُّلِّ۔ ذلت کی وجہ سے عاجز و درماندہ و خوف زدہ۔

= یَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِیٍّ۔ نیچی و دزدیدہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے۔ طَرْفٍ خَفِیٍّ، موصوف و صفت؛ طرف کے معنی ہیں۔ نظر، نگاہ۔ طرف العین کہتے ہیں آنکھ کی پلک اور طرف کے معنی ہیں پلک جھپکنے کے۔ پلک جھپکنے کو لازم ہے نگاہ۔ اس لئے خود نگاہ اور نظر کے لئے بھی طرف کا استعمال ہوتا ہے۔ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ (۵۵:۵۶) نیچی نگاہ والیاں۔

خَفِیٍّ صفت مشبہ کا صیغہ ہے خَفَاءٌ (باب سمع) مصدر۔ پوشیدہ، چھپی ہوئی۔ یعنی چوری کی نظر سے دیکھیں گے، جیسے وہ شخص جو رسیوں سے بندھا ہوا ہو خوف زدہ ہو کر عاجزی کے ساتھ چوری کی نظر سے جلاد کی تلوار کو دیکھتا ہے۔

یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا۔ خٰشِعِیْنَ مِنَ الذُّلِّ۔ اور یَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِیٍّ

تینوں جملے حال ہیں ھُمْ ضمیر مفعول سے۔

= خَسِرُوْا اَنْفُسَھُمْ وَاَھْلِیْھِمْ: (جنہوں نے) اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو گھاٹے میں ڈالا۔

= یَوْمَ الْقِیَامَۃِ: مضاف مضاف الیہ، مفعول فیہ۔ قیامت کے روز۔

= اَلَآ۔ خبردار ہو جاؤ، جان لو، سن لو۔

= عَذَابٍ مُّقِیْمٍ۔ موصوف و صفت: ہمیشہ کا عذاب، قائم رہنے والا۔

۴۲:۴۶ = وَ مَا کَانَ: میں مَا نافیہ ہے: وَمَا کَانَ لَھُمْ مِّنْ اَوْلِیَآءَ یَنْصُرُوْنَھُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ ای وَمَا کَانَ لَھُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ اَوْلِیَآءَ یَنْصُرُوْنَھُمْ اللہ کے درے ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا کہ ان کی مدد کر سکے:

یَنْصُرُوْنَھُمْ، یَنْصُرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب نَصْرٌ (باب نصر) مصدر (کہ) وہ مدد کر سکیں۔ یا مدد کریں۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

= وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ۔ جملہ شرط۔ فَمَا لَہٗ مِنْ سَبِیْلٍ جواب شرط:

یُضْلِلْ مضارع مجزوم (بوجہ عمل مَنْ شرطیہ) واحد مذکر غائب اِضْلَالٌ (افعال) مصدر اور جس کو اللہ گمراہ کرے (یہ اضلال ان لوگوں کے عدم تلاش حق کی پاداش میں ہوگا اور یہ اضلال کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف ہمیشہ تکوینی حیثیت سے بطور مسبب الاسباب کے ہوگی۔ تفسیر ماجدی)

فَمَا میں فَ جواب شرط کے لئے ہے مَا نافیہ ہے فَمَا لَہٗ مِنْ سَبِیْلٍ: ای فمالہ من طریق ای ھدایۃ فی الدنیا والی الجنۃ یوم القیامۃ۔ اس کے لئے دنیا میں ہدایت کا کوئی راستہ اور آخرت میں جنت تک رسائی کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔

۴۲:۴۷ = اِسْتَجِیْبُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر غائب استجابۃ (استفعال) مصدر۔ تم حکم مانو، بعض نے کہا ہے اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّکُمْ: ای اجیبوا داعی اللّٰہ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

= مِنْ قَبْلِ اَنْ: اَنْ مصدریہ ہے: یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ۔ ای یاتی یَوْمٌ مِّنَ اللّٰہِ لَا مَرَدَّ لَہٗ (پیشتر اس کے کہ) آجائے اللہ کی طرف سے وہ دن جو ٹلنے والا نہیں ہے۔ یَوْمٌ سے مراد۔ یوم الموت یا یوم القیامۃ ہے۔

لَا مَرَدَّ لَہٗ۔ مَرَدٌّ۔ رَدٌّ۔ مصدر میمی ہے پھیرنا۔ لوٹنا۔ کہ اس کے لئے ہٹ جانا ٹل جانا۔ یا لوٹ جانا ممکن نہیں ہے۔

اگر مِنَ اللہ کا تعلق لَا مَرَدَّ سے ہے تو مطلب ہوگا۔ کہ اللہ جب اس روز کے آنے کا حکم دے چکے گا۔ تو پھر اس حکم کو واپس نہیں لے گا۔

== مَلْجَاٍ۔ اسم ظرف مکان ، پناہ کی جگہ۔ لَجَأٌ (باب فتح، سمع) سے مصدر۔ پناہ پکڑنا اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّآ اِلَیْہِ (۹: ۱۱۸) اور انہوں نے جان لیا کہ اللہ سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اسی کے ہاں سے :

== یَوْمَئِذٍ۔ اس روز۔

== وَمَا لَکُمْ مِّنْ نَّکِیْرٍ۔ نَکِیْرٌ مصدر ہے بمعنی اِنکارٌ (افعال)۔ باب افعال سے نَکِیْرٌ (بروزن فعیل) مصدر غیر قیاسی ہے۔ اس جگہ نفی انکار سے مراد ہے ایسے انکار کی نفی جو نجات دے سکے۔ (کرخی) یا نکیر سے مراد ہے مدد گار (مجاہد) یا نکیر بمعنی منکر ہے : یعنی قیامت کے دن عذاب کا انکار کرنے والا کوئی نہ ہوگا (کلبی)

تم نے جو کچھ کیا ہے تم اس کا انکار نہ کرسکو گے کیونکہ اعمال ناموں میں اس کا اندراج ہوگا اور تمہاری زبان اور تمہارے ہاتھ پاؤں وغیرہ بھی تمہارے اعمال کی شہادت دیں گے۔

۴۲: ۴۸ == فَاِنْ اَعْرَضُوْا جملہ شرط ہے۔ فَمَآ اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْھِمْ حَفِیْظًا۔ جواب شرط

اَعْرَضُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر۔ منہ پھیر لینا۔ اور اگر وہ لوگ (یہ سن کر) پھر بھی منہ پھیر لیں۔

== حَفِیْظًا۔ نگہبان۔ حفاظت کرنے والا۔ منصوب بوجہ تمیز۔

== اِنْ عَلَیْکَ میں اِنْ نافیہ ہے۔ اِلَّا حرف استثنار۔

== اَلْبَلٰغُ : مصدر ہے یہ لفظ قرآن مجید میں بمعنی تبلیغ آتا ہے۔ اَلْبَلَاغُ وَالْبُلُوْغُ (باب نصر) کے معنی مقصد اور منتہٰی کے آخری حد تک پہنچنے کے ہیں۔ عام اس سے کہ وہ مقصد کوئی مقام ہو یا زمانہ یا اندازہ کئے ہوئے امور میں سے کوئی امر ہو۔ مگر کبھی محض قریب تک پہنچ جانے کے لئے بھی بولا جاتا ہے گو انتہا تک نہ بھی پہنچا ہو۔

انتہا تک پہنچنے کے معنی میں فرمایا :۔

حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً (۴۶: ۱۵) یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا ہے اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے۔

اور اَمْ لَکُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا بَالِغَۃٌ (۶۸: ۳۹) یا تم نے ہم سے قسمیں لے رکھی ہیں جو ...... چلی جائیں گی۔ یہاں بَالِغَۃٌ سے مراد انتہائی مؤکد قسمیں ہیں۔

بَلٰغٌ بمعنی پیغام جیسے هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ (۱۴: ۵۲) یہ (قرآن) لوگوں کے نام (خدا کا) پیغام ہے۔

اور بَلٰغٌ کے معنی کافی ہونا بھی ہیں جیسے اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ (۲۱: ۱۰۶) عبادت کرنے والے لوگوں کے لئے اس میں (خدا کے حکموں کی) پوری تبلیغ ہے۔

= وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً جملہ شرط فَرِحَ بِهَا جواب شرط۔

اِذَا شرطیہ: اَذَقْنَا ماضی جمع متکلم اِذَاقَةٌ (افعال) مصدر۔ ہم نے چکھایا۔ ذوق مادہ رَحْمَةً مفعول فعل اَذَقْنَا کا۔ فَرِحَ ماضی واحد مذکر غائب، وہ خوش ہوا۔ یا خوش ہو جاتا ہے بِهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع رَحْمَةً ہے رحمۃ سے مراد دنیاوی نعمتیں ہیں مثلاً دولت، صحت وغیرہ:

= وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ شرط۔ ینسی النعمۃ راسًا ویذکر البلیۃ ویستعظمھا (جواب شرط محذوف) فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ۔ علت جزاء

اِنْ شرطیہ تُصِبْهُمْ مضارع مجزوم بوجہ شرط واحد مؤنث غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے (الانسان سے مراد جنس انسان ہے لہٰذا یہاں هُمْ جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے) اِصَابَةٌ (افعال) مصدر۔ ان کو پہنچے یا پہنچتی ہے۔ سَيِّئَةٌ تکلیف، مصیبت از قسم قحط، بیماری، تنگی، مفلسی، وغیرہ۔

بِمَا میں ب سببیہ ہے ما موصولہ قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اس کا صلہ۔ قَدَّمَتْ ماضی واحد مؤنث غائب تَقْدِيْمٌ (تفعیل) مصدر۔ اس نے آگے بھیجا۔ كَفُوْرٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے سخت ناشکرا۔ الکفر سے:

فَرِحَ اور كَفُوْرٌ لفظاً واحد کے صیغے ہیں اور معنیً جمع آئے ہیں۔

مطلب یہ کہ جب انسان کو اللہ کی طرف سے رحمت عطا ہوتی ہے تو اترا جاتا ہے لیکن جب کوئی دکھ آتا ہے جو اس کی اپنی کرتوتوں کا نتیجہ ہوتا ہے رحمت اور عنایت کو سرے سے بھول جاتا ہے اور سب کا انکار کرنے لگتا ہے۔ مصیبت کا بار بار ذکر کرتا ہے اسے بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے اور غور نہیں کرتا کہ اس کا سبب کیا ہے۔

صاحب تفسیر مظہری رقم طراز ہیں:۔

اِذَا (جب) عربی زبان میں اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کوئی بات ثابت شدہ اور محقق ہو۔ نعمت عطا فرمانا اور اس کا مزہ چکھانا اللہ تعالیٰ کی رحمت ذاتیہ کا اقتضا اور اس کا معمول ہے

کسی شک کی اس میں گنجائش ہی نہیں ہے اس لئے اَذَقْنَا کے ساتھ لفظ اذا استعمال کیا لیکن مصیبت کا آنا تقاضا ئے رحمت نہیں نہ اللہ کا یہ دستور ہی ہے کہ (بے وجہ) بغیر جرم کے مصیبت میں مبتلا کردے۔ اس لئے تُصِبْھُمْ کے ساتھ لفظ اِنْ (اگر۔ جو شک کے لئے آتا ہے) استعمال کیا۔

۴۲:۴۹ = یَھَبُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ھِبَۃٌ (باب فتح) مصدر وہ بخشتا ہے وہ دیتا ہے۔ وھب مادہ، اَلْوَھَّابُ بہت عطا کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسمار حسنیٰ میں سے ہے۔

= یَشَآءُ مضارع واحد مذکر غائب مَشِیَّۃٌ (باب فتح) جس کو وہ چاہتا ہے۔

= اِنَاثًا۔ اُنْثیٰ کی جمع عورتیں یہاں مراد بیٹیاں۔ ا ن ث مادہ

= الذُّکُوْرَ۔ ذَکَرٌ کی جمع ۔ مرد، یہاں مراد بیٹے۔ اصل میں اُنْثیٰ وَذَکَرٌ عورت اور مرد کی شرمگاہوں کو کہتے ہیں۔ پھر اس معنی کے لحاظ سے (مجازاً) یہ دونوں نر اور مادہ پر بولے جاتے ہیں دونوں مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

۴۲:۵۰ = اَوْیُزَوِّجُھُمْ ۔ یُزَوِّجُ مضارع واحد مذکر غائب تَزْوِیْجٌ (تفعیل) مصدر زَوْجٌ جوڑا۔ یُزَوِّجُ وہ جوڑا بناتا ہے، باہم ساتھی بناتا ہے (ان کو جمع کردیتا ہے (مولانا اشرف علی) ان یجمع بینھما۔ دونوں کو جمع کردیتا ہے یعنی بیٹے بھی دیتا ہے اور بیٹیاں بھی دیتا ہے۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع بیٹے اور بیٹیاں ہیں (یعنی بیٹے اور بیٹیاں جو وہ عطا کرتا ہے)

= ذُکْرَانًا وَّاِنَاثًا۔ ذُکْرَانٌ ذکر کی جمع۔ مرد، بیٹے۔ اور اِنَاثٌ اُنْثیٰ کی جمع، عورتیں، بیٹیاں۔ دونوں ھُمْ ضمیر سے حال ہیں۔

= یَجْعَلُ: مضارع واحد مذکر غائب جَعْلٌ (باب فتح) مصدر۔ کرتا ہے۔ کردیتا ہے

= عَقِیْمًا۔ منصوب بوجہ یجعل کا مفعول ہونے کے۔ یا یہ یَخْلُقُ سے بدل ہے، عَقِیْمٌ بانجھ اس لفظ کا استعمال مذکر اور مؤنث سب کے لئے ہوتا ہے یعنی مرد جس کے اولاد نہ ہوتی ہو اور عورت جو بانجھ ہو۔ مرد کے لئے آئیگا تو اس کی جمع عُقَمَآ ہوگی۔ اور اگر عورت کے لئے آئے گا تو اس کی جمع عِقَامٌ ہوگی۔ عَقْمٌ اصل میں اس خشکی کو کہتے ہیں جو اثر قبول کرنے سے مانع ہو چنانچہ محاورہ ہے کہ۔ عَقَمَتْ مَفَاصِلُہٗ اس کے جوڑ خشک ہوگئے اور عَقَمَتِ الرَّحِمُ بچہ دانی خشک ہوگئی۔ عورتوں میں عقیم اس کو بولتے ہیں جو مرد کے نطفہ کو قبول نہ کرے۔

عقیم بے خیر کو بھی کہتے ہیں قرآن مجید میں ہے اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْھِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ (۵۱:۴۱) جب ہم نے ان پر خیر سے خالی ہوا بھیجی۔

عَلِیْمٌ، عِلْمٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن مبالغہ کا صیغہ ہے بڑا دانا، خوب جاننے والا۔ اللہ تعالیٰ

کے اسمارِ حُسنیٰ ایں سے ہے۔
= قَدِیۡرٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر۔ قدرت والا۔ زبردست، خدا تعالیٰ کا اسم صفت قَدِیۡرٌ اس ذات کو کہتے ہیں جو جو چاہے کرے اور جو کچھ کرے اس طرح کرے کہ تقاضائے حکمت کے بالمقابل مطابق ہو۔ اس سے ذرا اِدھر اُدھر نہ ہو اس لئے اس لفظ کا اطلاق بجز اللہ تعالیٰ کے کسی اور ذات پر جائز نہیں۔ (راغب)

۴۲: ۵۱ = وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ۔ اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ (ضیاء القرآن) اور کسی بشر کا مقدور نہیں (حقانی) اور یہ کسی بشر کا مرتبہ نہیں (تفسیر ماجدی)

= اَنۡ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحۡيًا: اَنۡ مصدریہ۔ يُكَلِّمَ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنۡ) واحد مذکر غائب۔ کہ کلام کرے وہ۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع لبشر ہے اور یہ کسی بشر کا یہ مرتبہ نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے۔

اِلَّا حرف استثناء۔ جس کی مندرجہ ذیل صورتیں بیان فرمائی گئی ہیں:

(۱) وَحۡيًا۔ یعنی بطریق وحی۔ یعنی عام قدرتی ذرائع ابلاغ کے واسطہ کے بغیر دل میں کوئی بات ڈال دی جائے۔

اس کی بھی دو صورتیں ہیں:۔

(ا) بحالت بیداری جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں حضرت موسیٰ کو دریا میں ڈال دینے کے متعلق الہام ہوا تھا۔

اِذۡ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰۤى اُمِّكَ مَا يُوۡحٰۤى ۙ اَنِ اقۡذِفِيۡهِ فِى التَّابُوۡتِ فَاقۡذِفِيۡهِ فِى الۡيَمِّ (۲۰: ۳۸: ۳۹) جب کہ ہم نے تمہاری ماں کو وہ بات الہام کی جو الہام کئے جانے ہی کے قابل تھی (یعنی) یہ کہ (موسیٰ کو) ایک صندوق میں رکھ کر پھر اُسے دریا میں ڈال دو۔

(ب) بحالتِ خواب: جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بحالت منام القار فی القلب ہوا۔
قَالَ يٰبُنَىَّ اِنِّىۡۤ اَرٰى فِى الۡمَنَامِ اَنِّىۡۤ اَذۡبَحُكَ فَانْظُرۡ مَاذَا تَرٰى ؕ (۳۷: ۱۰۲) کہا (ابراہیم نے) کہ اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں (سو تم بھی سوچ لو کہ) تمہاری کیا رائے ہے؟

(۲) اَوۡ مِنۡ وَّرَآئِ حِجَابٍ۔ یا کسی پردے کے پیچھے سے: وَرَآئِ اصل میں مصدر ہے لیکن اس کا معنی ہے آڑ۔ حدِ فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا۔ پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ سوا ہونا

فصل اور حد بندی پر دلالت کرتا ہے اس لئے سب معنی میں مستعمل ہے۔

حجاب: پردہ۔ اوٹ۔ ملنے سے روکنا۔ مصدر ہے۔ یہاں پردہ سے مراد وہ پردہ ہے جو رؤیت سے مانع ہو۔

مثال اس کی حضرت موسیٰ کا خدا سے کلام ہے: وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ (۷:۱۴۳) اور جب (حضرت) موسیٰ ہمارے وقتِ (موعود) پر آگئے اور ان سے ان کا پروردگار ہمکلام ہوا۔ موسیٰ بولے اے پروردگار مجھے اپنے کو دکھلا دیجئے (کہ) میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں (اللہ نے) فرمایا کہ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔

(۳) اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ یا کسی قاصد (فرشتہ) کو بھیج دے۔ سو وہ وحی پہنچا دے اللہ کے حکم سے جو وہ (یعنی اللہ) چاہتا ہے۔

وَمَا كَانَ واؤ عاطفہ۔ مَا نافیہ، كَانَ فعل ناقص۔ لِبَشَرٍ خبر کان۔ اَنْ مصدریہ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ جملہ بتاویل مصدر اسم كَانَ۔ کسی انسان کا یہ مقام نہیں کہ اللہ اس سے روبرو بالمشافہ کلام کرے۔

= اِلَّا وَحْيًا۔ استثناء منقطع۔ ای اِلَّا اَنْ يُّوْحِيَ اِلَيْهِ وَحْيًا۔ مگر یہ کہ اس پر وحی نازل کی جائے

(۲) اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ۔ ای ان یکلمہ اللّٰہُ من وَّرَآئِ حِجَابٍ، یا یہ کہ پردہ کے پیچھے سے اللہ اس سے کلام کرے۔

(۳) اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا۔ ای اَوْ اَنْ يُّرْسِلَ رَسُوْلًا۔ یا یہ کہ وہ (خدا) بھیجے (اس کی طرف اپنا کوئی)، پیغمبر (فرشتہ)

فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ: فَ ترتیب کا ہے۔ يُوْحِيَ مضارع واحد مذکر غائب ضمیر فاعل کا مرجع رسول (فرشتہ) ہے بِاِذْنِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب اور يَشَآءُ میں ضمیر فاعل واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔

مَا موصولہ ہے اور يَشَآءُ اس کا صلہ۔ اور وہ (فرشتہ) اُس (اللہ کے) حکم سے اس کی منشاء کے مطابق وحی کرتا ہے۔

= عَلِیٌّ۔ بلند مرتبہ۔ سب سے اوپر۔ عالی شان، برتر۔ عَلَاءٌ سے بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں۔ عَلِیٌّ کے معنی ہیں رفیع القدر۔ بلند مرتبت۔ یہ عَلِیَ

سے ہے۔ اور جب یہ اللہ تعالیٰ کی صفت واقع ہو جیسے هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ تو اس کے معنی ہوں گے وہ ذات پاک جو اس سے کہیں برتر ہے کہ وصف بیان کرنے والوں کا وصف بلکہ عالموں کا علم بھی اس کا احاطہ نہ کر سکے۔

= حَكِيْمٌ بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ حکمت والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ کیونکہ اصل حکمت اسی کی حکمت ہے۔

۵۲:۴۲ = وَ كَذٰلِكَ۔ واؤ عاطفہ۔ کاف تشبیہ کا ہے ذٰلِكَ اسم اشارہ واحد مذکر۔ اور اسی طرح سے۔ ای مثل ایحاءنا الی غیرك من الرسل، جس طرح تیرے علاوہ دوسرے رسولوں پر ہم نے وحی کی (اسی طرح)

= اَوْحَيْنَا، ماضی جمع متکلم اِيْحَاءٌ (افعال) مصدر۔ ہم نے وحی نازل کی۔

= رُوْحًا، ای القرآن۔ روح چونکہ حرارت جسم کا باعث ہے

اسی طرح کتاب اللہ عالم کی حیات ابدیہ کا باعث ہے اس لئے روح کا لفظ اس پر بولا گیا یہ قول حضرت ابن عباس کا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ روح سے مراد جبرائیل ہے۔

= مَا كُنْتَ تَدْرِيْ۔ ماضی استمراری کا صیغہ واحد مذکر حاضر، تَدْرِيْ دِرَايَةٌ (باب ضرب) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے بمعنی جاننا۔ تو نہیں جانتا تھا۔

= مَا الْكِتٰبُ۔ میں مَا استفہامیہ ہے کتاب کیا ہے وَلَا الْاِيْمَانُ اور ایمان کیا ہے اس کی تشریح کرتے ہوئے صاحب تفسیر حقانی رقمطراز ہیں:۔

یہ تو ظاہر ہے کہ آپ وحی سے پہلے کتاب یعنی قرآن کو نہ جانتے تھے مگر ایمان کے نہ جاننے میں کلام ہے: کس لئے کہ بعثت اور وحی سے پہلے انبیاء علیہم السلام مومن تھے۔ کسی نے شرک نہیں کیا۔ نہ زنا کیا نہ کوئی بدکاری اس کی علماء تفسیر نے توجیہیں کی ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ ایمان سے مراد نماز ہے اور ایمان کا اطلاق نماز پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت میں وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ (۲:۱۴۳) ای صَلَاتَكُمْ یعنی وحی سے پہلے آپ نماز اور اس کے ارکان و شروط سے واقف نہ تھے نہ شرائع معلوم تھے۔۔۔

فقیر کہتا ہے کہ گو ایمان کو جانتے تھے مگر وہ جاننا اس جاننے کے مقابلے میں جو وحی کے بعد ہوا کالعدم ہے دیکھو کوئی کامل استاذ جب کسی طالب علم کو جو پہلے بھی کچھ پڑھا تھا تکمیل کے بعد یہ کہہ دیتا ہے کہ آپ پہلے جانتے بھی نہ تھے کہ علم کیا ہے؟

= جَعَلْنٰهُ۔ میں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الْكِتٰبُ ہے۔

= نَھۡدِیۡ مضارع جمع متکلم ھدی وھدایۃ (باب ضرب) مصدر ہم ہدایت کرتے ہیں۔ہم راستہ دکھا دیتے ہیں۔

= بِہٖ میں ب سببیہ ہے اور ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الکتٰب ہے

= لَتَھۡدِیۡ لام تاکید کے لئے ہے تَھۡدِیۡ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، بیشک آپ (راہ راست کی ہی) ہدایت کر رہے ہیں

۴۲: ۵۲ = صِرَاطِ اللّٰہِ، مضاف مضاف الیہ یہ بدل ہے صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ سے اتحاد اعراب بھی اسی وجہ سے ہے

= اَلَّذِیۡ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ یہ اللہ کی صفت ہے۔

لَہٗ ای خَلۡقًا وملکًا ازروئے پیدائش وملکیت اسی کی ہیں یعنی وہی خالق ومالک ہے مَا موصولہ ہے اور فی السمٰوٰت اور فی الۡاَرۡضِ صلہ ہے، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا خالق اور مالک وہی ہے۔

= اَلَاۤ بطور حرف استفتاح استعمال ہوا ہے یعنی کلام کے شروع کرنے کے لئے جان لو۔ یا درکھو۔ نیز ملاحظہ ہو ۴۲: ۱۸ متذکرۃ الصدر۔

= تَصِیۡرُ: مضارع واحد مؤنث غائب: صَیۡرٌ (باب ضرب) مصدر معنی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پلٹنا یا پھرنا۔ جب اس کا صلہ الیٰ آتا ہے (جیساکہ آیت ہذا میں ہے) تو معنی وہاں تک پہنچنے اور منتہی ہونے کے ہیں افعال ناقصہ میں سے ہے۔ جملہ امور (فیصلہ کے لئے) اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں:

اَلَاۤ اِلَی اللّٰہِ تَصِیۡرُ الۡاُمُوۡرُ۔ ای ترجع امور جمیع العباد فی یوم القیٰمۃ الی اللّٰہ تعالٰی۔ جملہ خلائق کے احوال روز قیامت فیصلہ کے لئے اسی کے حضور پیش ہوں گے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

(۴۳) سُوْرَۃُ الزُّخْرُفِ مَکِّیَّۃٌ (۸۹)

۴۳:۱ = حٰمٓ ۔ حروف مقطعات ہیں :

۴۳:۲ = وَ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ واؤ قسمیہ ہے اَلْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ہ موصوف و صفت مل کر مقسم بہ۔ اور اگلی آیت میں قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا مقسم علیہ۔ قسم ہے قرآن مبین کی :

الْکِتٰب سے مراد قرآن مجید ہے جیسا کہ اگلی آیت سے واضح ہے، مُبِیْن اسم فاعل واحد مذکر اِبَانَۃٌ باب افعال سے مصدر۔ یہ لفظ لازم و متعدی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے بمعنی ظاہر یا ظاہر کرنے والا۔

پہلی صورت میں مطلب ہوگا: اس کتاب کی قسم جو بالکل واضح ظاہر اور روشن ہے یعنی اس کے مطالب و معارف بالکل عیاں اور شک و شبہ سے بالاتر ہیں۔

اور متعدی ہونے کی صورت میں اس کا مطلب ہوگا:۔ اس کتاب کی قسم جو حق و باطل کو واضح کرنے والی ہے یہاں یہ دونوں صفات اس کتاب میں پائی جاتی ہیں یہ کتاب بذات خود بڑی واضح اور روشن ہے اور حق و باطل کو نمایاں اور آشکارا کرنے والی ہے۔

۴۳:۳ = جَعَلْنٰہُ ۔ جَعَلْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم جَعْلٌ باب فتح مصدر بمعنی کرنا۔ بنانا۔ ٹھہرانا وغیرہ۔

یہ لفظ مندرجہ ذیل پانچ طرح پر استعمال ہوتا ہے :

۱۔ بمعنی صَارَ۔ طَفِقَ ، اس صورت میں یہ بطور فعل لازم کے آتا ہے مثلاً جَعَلَ زَیْدٌ یَقُوْلُ کَذَا : زید یوں کہنے لگا۔

۲:۔ بمعنی اَوْجَدَ ۔ یعنی ایجاد یا پیدا کرنا۔ اس صورت میں یہ فعل متعدی بیک مفعول استعمال ہوتا ہے مثلاً وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ۔ (۶ : ۱) اور اس نے اندھیرے اور روشنی بنائی۔

۳۔ ایک شے کو دوسری شے سے پیدا کرنا اور بنانا۔ مثلاً وَجَعَلَ لَکُمْ مِّنْ

اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا (۴۲:۱۱) اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے

۴:۔ بمعنی تصییر۔ یعنی کسی شے کو ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرنا۔ جیسے اَلَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً (۲:۲۲) جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔ اور آسمان کو چھت: یا اِنَّا جَعَلۡنٰہُ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا (آیت ہذا) بے شک ہم نے اس کو قرآن عربی بنایا۔

۵:۔ کسی چیز پر کسی چیز کے ساتھ حکم لگانا عام اس سے کردہ حکم حق ہو یا باطل۔

(ا) حق کی مثال:۔ اِنَّا رَآدُّوۡہُ اِلَیۡکِ وَجَاعِلُوۡہُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ۔ (۲۸:۷) ہم اس کو تمہارے پاس واپس پہنچا دیں گے اور (پھر) اسے پیغمبر بنا دیں گے:

(ب) باطل کی مثال۔ وَجَعَلُوۡا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الۡحَرۡثِ وَالۡاَنۡعَامِ نَصِیۡبًا (۶:۳۶) اور (یہ لوگ) خدا ہی کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے یعنی کھیتوں اور چوپایوں سے خدا کا بھی ایک حصہ مقرر کرتے ہیں (راغب)

ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اس کا مرجع الکتٰب ہے:

== قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا موصوف وصفت مل کر جَعَلۡنَا کا مفعول۔ بمعنی قرآن بزبان عربی

== لَعَلَّکُمۡ تاکہ تم۔ لَعَلَّ اصل میں حرفِ ترجی ہے: بمعنی شاید کہ، امید ہے کہ:۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حاکمانہ وشاہانہ طرز کلام کے مطابق یہ لفظ تعلیل وتحقیق کے لئے استعمال فرمایا ہے بمعنی کَیۡ۔ جیسا کہ آیت ہذا میں آیا ہے کُمۡ ضمیر جمع مذکر حاضر۔

== تَعۡقِلُوۡنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ عَقۡلٌ باب ضرب) مصدر سے (تاکہ) تم (اس کے مطالب کو) سمجھو۔ یہ آیت جواب قسم ہے۔

۴۳:۴ == اِنَّہٗ فِیۡۤ اُمِّ الۡکِتٰبِ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الکتٰب (آیت نمبر ۲) اُمِّ الۡکِتٰبِ مضاف مضاف الیہ۔ بمعنی تمام کتابوں کی ماں۔ یا اصل۔ اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔ جیسا کہ اور جگہ فرمایا بَلۡ ہُوَ قُرۡاٰنٌ مَّجِیۡدٌ فِیۡ لَوۡحٍ مَّحۡفُوۡظٍ (۸۵:۲۱:۲۲) بلکہ یہ قرآن مجید ہے لوح محفوظ میں لکھا ہوا۔

== لَدَیۡنَا۔ لَدٰی مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ ہمارے پاس، ہمارے نزدیک اللہ کے پاس ہونا بے کیف اور تصور مکانیت سے پاک ہے (قربِ الٰہی نہ مکانی ہے نہ کسی جسمانی کیفیت کا حامل)

بعض کے نزدیک لَدَیۡنَا سے پہلے مَحۡفُوۡظًا کا لفظ محذوف ہے یعنی قرآن

ہمارے پاس تغیر سے محفوظ ہے۔
== لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ، لام تحقیق کے لئے ہے۔ عَلِیٌّ حَکِیْمٌ قرآن مجید کی صفات ہیں عَلِیٌّ بڑے رتبے والا۔ کسی کا ادراک وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ یا اس کا یہ مطلب ہے کہ تما آسمانی کتابوں میں اس کی شان بلند ہے۔
حَکِیْمٌ حکمت، سے بھرا ہوا۔ یا محکم جس کو کوئی کتاب منسوخ نہیں کر سکتی (نیز ملاحظہ ۴۲: ۵۱)
۴۳: ۵ == اَفَنَضْرِبُ عَنْکُمُ الذِّکْرَ صَفْحًا: ہمزہ استفہام انکاری کا ہے ف عطف کے لئے۔ نَضْرِبُ عَنْ: جب کوئی شخص کسی چیز سے منہ پھیر لے اور اسے نظر انداز کردے۔ تو عرب کہتے ہیں کہ ضَرَبْتُ عَنْہُ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ میں اس سے رُک
صَفْحًا۔ صَفْحٌ کا معنی ہے گردن کا ایک پہلو کسی کی طرف کر دینا۔ یعنی گردن پھیر
صَفْحًا مفعول مطلق من غیر لفظہ ہے۔ پہلو پھیرنا۔ دور ہو جانا۔ روگردان ہونا۔
صَفْحًا مفعول مطلق ہے نَضْرِبُ کا۔ جیسے قَعَدْتُ جُلُوْسًا ہے۔
راغب نے لکھا ہے کہ صَفْحٌ باب فتح کے معنی ترکِ تثریب۔ یعنی الزام یا چھوڑ دینے کے ہیں اور یہ عفو سے زیادہ بلیغ ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے فَاعْفُوْا وَ اصْفَحُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ (۲: ۱۰۹) سو تم درگذر کرو اور خیال میں نہ لاؤ جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ کبھی انسان معاف تو کر دیتا ہے لیکن الزام دینے نہیں چھ
الذِّکْرَ۔ ذکر کے معنی پند و نصائح الذکر سے یہاں مراد قرآن اور اس کے دنصائح ہیں۔
== اَنْ کُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِیْنَ: اَنْ مصدریہ ہے مُسْرِفِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر اِسْرَافٌ (افعال) سے جس کے معنی ہیں حد اعتدال سے تجاوز کرنا:
مطلب یہ کہ:۔
تمہارے ایک حد سے تجاوز کرنے والی قوم ہونے پر کیا ہم تم کو نظر انداز کر دیں گے او عظیم اور اس میں مذکور فرائض و واجبات جن کی تعمیل تم پر لازمی ہے ان سے تم کو مطلع نہ کریں گے۔
(ہمزہ استفہام انکاری کے داخل ہونے سے مطلب یہ ہو گیا کہ:۔
نہیں ہم تمہیں نظر انداز نہیں کریں گے اور اس ذکر عظیم (قرآن مجید) اور اس کے احکام۔

تم کو ضرور مطلع کرتے رہیں گے)
۴۳: ۶ = کَمۡ : دو طرح استعمال ہوتا ہے:۔
ا:۔ سوالیہ استفہام کے لئے۔ مقدار یا تعداد کو ظاہر کرنے کے لئے جیسے کَمۡ دِرۡهَمًا عِنۡدَكَ ۔ تیرے پاس کتنے درہم ہیں:۔؟
۲:۔ خبریہ:۔ جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے اس صورت میں یہ مِنۡ کے صلہ کے ساتھ بھی اور اس کے بغیر بھی آتا ہے۔ اس جملہ میں کَمۡ خبریہ ہے۔ کَمۡ مِنۡ نَّبِيٍّ بہت سے نبی۔
= فِي الۡاَوَّلِيۡنَ ۔ پہلے لوگوں کی طرف۔ ہم پہلے لوگوں کی طرف بہت سے نبی بھیجتے رہے ہیں۔
۴۳: ۷ = وَ مَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ نَّبِيٍّ ۔ واؤ عاطفہ مَا نافیہ ہے۔ يَاۡتِيۡ مضارع واحد مذکر غائب هِمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع اَلۡاَوَّلِيۡنَ ہے (مضارع کو استعمال کر کے ماضی کا حال بیان ہوا ہے) اِلَّا حرف استثناء كَانُوۡا يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ماضی استمراری جمع مذکر غائب اِسۡتِهۡزَاءٌ (استفعال) مصدر سے بہٖ میں ہٖ ضمیر کا مرجع نبی ہے۔ ان لوگوں کے پاس (کبھی) کوئی ایسا نبی نہیں آتا تھا جس کا انہوں نے مذاق نہ اڑایا ہو۔
۴۳: ۸ = فَاَهۡلَكۡنَا اَشَدَّ مِنۡهُمۡ بَطۡشًا ف سببیہ ہے اَهۡلَكۡنَا ماضی جمع متکلم۔ اِهۡلَاكٌ (افعال) مصدر اَشَدَّ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ قوی تر۔ نہایت قوی مِنۡهُمۡ میں ضمیر هُمۡ جمع مذکر غائب المُسۡرِفِيۡنَ المخاطبین کی طرف راجع ہے جس سے مراد مکہ کے مسرفین ہیں بَطۡشًا بوجہ تمیز منصوب ہے۔ بَطۡشٌ بمعنی قوت، سختی، پکڑ، گرفت، مصدر بدیں سبب ہم نے ان لوگوں کو جو ان (موجودہ مخاطبین) سے بھی زیادہ زور آور تھے غارت کر ڈالا۔ فَاَهلكنا قومًا اشد بطشا من کفار مكة الذين كذبوا نبينا بسبب تكذيبهم رسلهم فليحذر الذين كذبوك ان تهلكهم لسبب ذلك كما اهلكنا الذين كانوا اشد منهم بطشا اى اكثر منهم عددًا وعُدَدًا وجلدًا (اضواء البیان)

بس ہم نے ان لوگوں کو جو ہمارے نبی کی تکذیب کر رہے ہیں ان سے بھی زیادہ طاقتور اور شہ زور تھے ہلاک کر ڈالا کیونکہ انہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی سو (اے نبی علیہ السلام) ان کفار کو جو آپ کی تکذیب کر رہے ہیں ان کو بچنا چاہئے کہ ہم اس تکذیب کے سبب ان کو بھی ہلاک

نہ کردیں جیساکہ ہم نے ان سے زیادہ طاقت ور لوگوں کو (ایسے ہی قصور پر) ہلاک کر دیا تھا۔ جو تعدادی لحاظ سے، سامانِ حرب کے لحاظ سے، اور ہمت و استقلال کے لحاظ سے ان سے کہیں بڑے تھے۔

= وَمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ۔ واؤ عاطفہ ہے مَضٰى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب مَضِىٌّ (باب ضَرَبَ) مصدر، وہ گذر گیا۔ مُضُوٌّ (باب نصر) مصدر سے بھی اسی معنی میں آتا ہے مَثَلٌ اسم مفرد اَمْثَالٌ جمع۔ حالت۔ اور اگلے لوگوں کی (یہ) حالت (ان سے پہلے) گذر چکی ہے۔

فائدہ مَثَلٌ قرآن مجید میں مندرجہ ذیل معانی میں آیا ہے۔

(۱) جس جگہ مَثَلٌ مرفوع آیا ہے اور اس کے بعد کَمَثَلِ بھی آیا ہے۔ یعنی مثل اور ممثل بہٖ دونوں مذکور ہیں تو مَثَلٌ سے مراد صفت اور حالت ہے۔

(۲) اگر لفظ مَثَلٌ مرفوع مذکور ہے اور اس کے بعد کمثل نہیں ہے تو اس کا معنی بھی صفت ہے۔ ماسوائے آیت اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ (۲: ۲۱۴) کے جہاں اس سے شبہ یعنی تشبیہی قصہ مراد ہے،

ترجمہ: کیا تم یہ گمان رکھتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے دراں حالیکہ ابھی تم پر ان لوگوں کے حالات جیسے حالات پیش نہیں آئے۔

۳:۔ اگر مَثَلَ منصوب ہے خواہ اس کے بعد کَمَثَلِ ہے یا نہیں بہرحال مَثَلٌ سے مراد ہے صفت اور حالت۔

۴:۔ اگر مَثَلٍ مجرور معہ تنوین کے ہے وہ نادر معنی مراد ہے جو ندرت میں کہاوت کی طرح ہو گیا ہے صرف آیت وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا (۲۵: ۳۳) اور یہ لوگ جیسا بھی عجیب سوال آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں ہم اس کا جواب ٹھیک اور وضاحت میں بڑھا ہوا آپ کو بتاتے ہیں: میں مَثَلٍ کا معنی ہے اعتراض اور سوال عجیب۔

۵:۔ اگر مَثَلِ مجرور بغیر تنوین کے ہو تو تشبیہی قصہ مراد ہے۔

۶:۔ اور اگر اَلْمَثَلُ معرف باللام ہے اور ایسا حرف دو جگہ آیا ہے تو اس سے مراد ہے عظیم الشان صفت۔ (ماخوذ از لغات القرآن)

۴۳: ۹ = وَلَئِنْ واؤ عاطفہ ہے لام تاکید کے لئے ہے اِنْ حرف شرط:

= سَاَلْتَهُمْ صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر

غائب اہل مکہ کے مسرفین المشرکین مُراد ہیں سارا جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ لَیَقُوْلُنَّ ..... العَلِیْمُ جواب شرط ہے :

= لَیَقُوْلُنَّ لام جواب شرط کے لئے ہے لَیَقُوْلُنَّ مضارع تاکید با نون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر غائب وہ ضرور کہیں گے :

= خَلَقَهُنَّ - هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کی طرف راجع ہے۔

= اَلْعَزِیْزُ عِزَّۃٌ سے فعیلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے زبردست ، غالب ، گرامی قدر۔

= اَلْعَلِیْمُ : فَعِیْلٌ کے وزن پر عِلْمٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ دونوں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں۔

۴۳ : ۱۰ = **فائدہ :** آگے آیات ۱۰-۱۱-۱۲ ۔ میں اس ذات العزیز العلیم کی صفات بیان فرمائی ہیں۔

= مَهْدًا مصدر ہے (باب فتح) بستر بچھانا۔ ٹھکانا بنانا ۔ مِهَادٌ جمع اَمْهِدَۃٌ و مُهُدٌ ، بستر ، ہموار زمین ۔ فرش ، جیسا کہ فرمایا۔ وَجَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا (۲ : ۲۲) جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنایا۔

لَکُمْ میں ضمیر جمع مذکر حاضر۔ مفعول لہٗ جَعَلَ کا۔ اَلْاَرْضَ مفعول ثانی ،

= سُبُلًا - راستے سَبِیْلٌ کی جمع جَعَلَ کا مفعول ثالث : فِیْهَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب مفعول فیہ الارض کی طرف راجع ہے۔

= لَعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ : تاکہ ان راستوں پر چل کر اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکو :

فائدہ ۲ زمین کے سارے جغرافیائی تغیرات جن سے انسان کو مدد مل سکتی ہے اس کے تحت میں آگئے ۔

۴۳ : ۱۱ = بِقَدَرٍ- بقدر حاجت ، مقررہ مقداریں ۔ اندازہ کے مطابق ، ق د ر مادہ اس مادّہ سے مختلف مصادر سے مختلف معانی آتے ہیں ۔ نیز قَدَرَ بمعنی کسی پر تنگی کر دینے کے معنی میں آتا ہے : جیسے اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ (۱۳ : ۲۶) خدا جس پر چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے :

= فَاَنْشَرْنَا بِهٖ۔ فَ تعقیب کا ہے اَنْشَرْنَا ماضی جمع متکلم۔ اِنْشَاءٌ (افعال) مصدر سے جس کے معنی زندہ کرنے اور اٹھا کھڑا کرنے کے ہیں۔ ہم نے زندہ کر دیا۔ ہم نے کھڑا کر دیا۔

بِهٖ میں باء سببیہ ہے اور ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب ماء کی طرف راجع ہے۔ بوجہ اس پانی کے

اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ (۲۱:۲۱) بھلا لوگوں نے جو زمین کی چیزوں سے (بعض کو) معبود بنا لیا ہے (تو کیا) وہ ان کو (مرنے کے بعد) اٹھا کھڑا کریں گے۔

= بَلْدَةً مَّيْتًا۔ موصوف وصفت مل کر اَنْشَرْنَا کا مفعول۔ مردہ بستی، اجڑا ہوا شہر جو پانی کے نہ ہونے سے اجڑ گیا ہو اور وہاں نباتات وحیوانات ختم ہو گئے ہوں (بارش ہونے پر نباتات اُگ آتے حیوانات دوبارہ لبس آئیں اور یوں اجڑی ہوئی بستی دوبارہ آباد و شاداب ہو جائے)

= كَذٰلِكَ: کاف حرف تشبیہ ذٰلِكَ اسم اشارہ واحد مذکر، اجڑی ہوئی بستی کا آباد ہو جانا مشارٌ الیہ، یعنی جس طرح ہم نے مردہ شہر کو زندہ کر دیا یوں ہی تمہیں بھی (قبروں سے) اٹھا کھڑا کر دیا جائے گا۔

= تُخْرَجُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، اِخْرَاجٌ (افعال) مصدر تم نکالے جاؤ گے (قبروں سے)

فائدہ بادل، بارش، کاشتکاری، باغبانی کے سلسلہ کے چھوٹے بڑے تغیرات ہیں سب اس میں شامل ہیں۔

۴۳:۱۲ = وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا۔ ازواج، جوڑے۔ ہم مثل چیزیں۔ زَوْجٌ کی جمع۔ حیوانات کے جوڑے میں سے نر ہو یا مادہ ہر ایک زوج کہتے ہیں اور اسی طرح غیر حیوانات میں ہر اس شے کو جو کہ دوسری شے کے قرین ہو خواہ مماثل ہو یا متضاد زوج کہتے ہیں۔

زوج کے معنی یہاں صنف اور نوع کے ہیں۔

الزوج تطلقہ العرب علی الصنف (اضواء البیان) عرب زوج کا اطلاق صنف پر کرتے ہیں۔ الازواج میں اصناف نباتات، بنی آدم اور دیگر مخلوق جس کا علم صرف خدا تعالیٰ ہی کو ہے، سب شامل ہیں۔

اور جگہ فرمایا:۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۶:۳۶) وہ خدا پاک ہے جس نے بنائے جوڑے

سب چیز کے اس قسم سے جسے زمین اگاتی ہے اور اُن کے اپنے میں سے اور ان چیزوں میں سے جن کا انہیں علم نہیں ہے:

کُلَّھَا ۔ کُلَّ منصوب بوجہ الازواج کی صفت ہونے کے) مضاف ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الازواج ہے۔ مضاف الیہ۔ سب ۔ تمام ۔

فائدہ مخلوقات کی تنویع، تقسیم، تزویج سب اس کے تحت میں آگئی۔

= وَجَعَلَ لَکُمْ اور بنائی تمہارے لئے مِنَ الْفُلْکِ کشتی کی قسم سے یعنی کشتیاں جہاز وغیرہ۔ وَالْاَنْعَامِ اور چوپاؤں کی قسم سے یعنی اونٹ گھوڑے، گائے وغیرہ مَا موصولہ تَرْکَبُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ رُکُوْبٌ (باب سمع) سے مصدر ۔ تم سواری کرتے ہو تم سوار ہوتے ہو

فائدہ: اس میں دریائی زمینی جتنی بھی سواریاں ہیں سب اسی میں داخل ہیں ۔ سب کو شامل ہے:

۴۳: ۱۳ = لِتَسْتَوٗا لام کیٔ ۔ اور اس کے بعد اَنْ مقدرہ ہے، تَسْتَوٗا مضارع جمع مذکر حاضر اِسْتِوَاءٌ (افتعال) مصدر سے عَلٰی کے صلہ کے ساتھ، جس کا مطلب ہے اچھی طرح سوار ہو جانا۔ تاکہ تم جم کر سوار ہو جاؤ۔ س و ی مادہ ۔

= ظُهُوْرِهٖ مضاف مضاف الیہ ۔ ظہور جمع ہے ظَهْرٌ کی بمعنی پیٹھ، پشت ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب ۔ اور اسی طرح اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ ۔ میں ضمیرہ مَا تَرْکَبُوْنَ کے لفظ مَا کی طرف راجع ہے جو لفظ کے لحاظ سے مفرد ہے لیکن معنوی لحاظ سے چونکہ کثیر سواریاں مراد ہیں اس لئے معنوی لحاظ سے ظہور جمع کا صیغہ لایا گیا ہے اور لفظی لحاظ سے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب استعمال کی گئی ہے ۔

= ثُمَّ تَذْکُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّکُمْ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ : ای ثُمَّ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ تَذْکُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّکُمْ پھر جب تم (سواریوں کی پشتوں پر) جم کر بیٹھ جاؤ اپنے رب کی نعمتوں کو یاد کرو، تَذْکُرُوْا مضارع منصوب جمع مذکر حاضر ذِکْرٌ (باب نصر) مصدر سے نون اعرابی عامل لام کیٔ آنے سے حذف ہو گیا۔ تاکہ تم یاد کرو، تم یاد کرنے لگو،

= وَتَقُوْلُوْا واؤ عاطفہ، تَقُوْلُوْا مضارع منصوب جمع مذکر حاضر، قَوْلٌ (باب نصر) مصدر سے نون اعرابی بوجہ عامل حذف ہو گیا۔ کہ تم کہنے لگو، یا تم کہو۔

= سَخَّرَ ماضی واحد مذکر غائب تَسۡخِیۡرٌ (تفعیل) مصدر، اس نے بس میں کر دیا سَخَّرَ لَنَا اس نے ہمارے بس میں کر دیا۔ ہمارے تابع کر دیا۔ ہمارے اختیار میں کر دیا۔
تسخیر کے معنی ہیں کسی کو کسی خاص مقصد کی طرف زبردستی لے جانا۔ قرآن مجید میں ہے
وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ دَآئِبَیۡنِ وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیۡلَ وَالنَّهَارَ۔۔۔۔
(۱۴:۳۳) اور (اسی طرح ایک اعتبار سے) سورج اور چاند کو تمہارے اختیار میں کر دیا کہ دونوں بڑے چکر کھا رہے ہیں اور (ایسے ہی ایک طرح سے) رات اور دن کو تمہارے اختیار میں لگا دیا (یعنی تمہارے کام میں لگا دیا)

= هٰذَا: ای ھذا المرکوب۔ اس سواری کو۔

= مَا کُنَّا لَهٗ: مَا نافیہ ہے کُنَّا ماضی جمع متکلم کَوۡنٌ (باب نصر) مصدر۔ ہم نہ تھے۔ لَهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب المرکوب (سواری) کی طرف راجع ہے۔

= مُقۡرِنِیۡنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر منصوب بوجہ کان کی خبر کے۔ اِقۡرَانٌ (افعالٌ) مصدر قابو میں لانے والے، بس میں کرنے والے۔ قرن مادہ۔
اس سے بہت سے مشتقات ہیں، اجتماعیت اور قرب کا مفہوم ضرور ہوتا ہے، بعض مشتقات یہ ہیں۔ قَرۡنٌ، سینگ، عورت کے بالوں کی بٹی (زمانہ، قوم کا سردار۔ قُرُوۡنٌ قومیں الگ الگ زمانے والیاں۔ قرین۔ ساتھی۔ دوست، قرینہ ساتھ۔ ساتھ وغیرہ

۴۳:۱۴ = مُنۡقَلِبُوۡنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر، منقلبٌ واحد۔ انقلاب (انفعال) مصدر۔ قلب مادہ۔ لوٹنے والے: قلب الشیٔ کے معنی کسی چیز کو پھیرنے اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پلٹنے کے ہیں۔ انقلاب کے معنی پلٹنے، پھر جانے کے ہیں قرآن مجید میں ہے۔ وَمَنۡ یَّنۡقَلِبۡ عَلٰی عَقِبَیۡهِ (۳:۱۴۴) اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا۔
بعض نے کہا ہے کہ انسان کے دل کو بھی قلب اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ کثرت سے الٹتا پلٹتا رہتا ہے۔

وَاِنَّآ اِلَیۡهِ لَمُنۡقَلِبُوۡنَ: اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں

۴۳:۱۵ = وَجَعَلُوۡا لَهٗ۔ میں جَعَلُوۡا کی ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کا مرجع کفار ہیں اور لَهٗ میں ہٗ کا مرجع اللہ ہے۔ انہوں نے بنا دیا اس کے لئے۔

= مِنۡ عِبَادِهٖ۔ مِنۡ تبعیضیہ ہے عِبَادِهٖ مضاف مضاف الیہ۔

= جُزۡءً - حصہ - اولاد، جُزۡءُ الشَّیۡءِ چیز کا وہ ٹکڑا جس سے وہ چیز مل کر بنے۔
اولاد کو بھی جسم کا ٹکڑا کہتے ہیں کیونکہ اولاد باپ کے نطفہ سے بنتی ہے۔ اور نطفہ انسان کا جزو ہوتا ہے اس لئے اولاد کو بھی جسم کا ٹکڑا کہتے ہیں۔

بخاری رح نے حضرت مسور بن مخرمہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

ترجمہ آیت:۔ اور انہوں نے اس (اللہ) کے لئے اس کے بعض بندوں کو (اس کا) جزو قرار دیا۔ یا بنادیا۔

اس کلام کا تعلق آیت: وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ ..... الخ (آیت ۹ سورۃ ہذا) سے ہے۔ دونوں آیتوں میں نہایت تضاد ہے۔ سابق کلام میں جب اقرار کر لیا کہ اللہ ارض و سماوات کا خالق ہے تو پھر کسی مخلوق کو اس کا جزو کہنا بالکل ممکن نہیں۔ جو ذات قابل تجزیہ ہوتی ہے وہ نہ واجب الوجود ہو سکتی ہے اور نہ خالق (تفسیر مظہری)

= اِنَّ الۡاِنۡسَانَ: اِنَّ حرف مشبہ بالفعل بمعنی تحقیق، بلاشک، یقیناً، اَلۡاِنۡسَانَ بمعنی القائل ما تقدم (جلالین) یہاں انسان سے مراد برعایت ال: وہ لوگ ہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے یعنی کفار۔

= لَکَفُوۡرٌ میں لام تاکید کا ہے کَفُوۡرٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر، بہت ناشکرا کفران و کفور (نصر) سے مصدر بھی ہے۔

= مُبِیۡنٌ: اسم فاعل واحد مذکر، ظاہر کرنیوالا۔ اِبَانَۃٌ (باب افعال) مصدر، اس مصدر سے فعل لازم بھی آتا ہے اور متعدی بھی، اس لئے مبین کے معنی ظاہر بھی ہے اور ظاہر کرنے والا بھی، یہاں بطور لازم آیا ہے: بمعنی ظاہر، کھلا ہوا۔ صریحا۔

یہاں کفار کی حد سے بڑھی ہوئی جہالت کو بیان کرنے کے لئے اِنَّ حرف تحقیق لام تاکید، (صفت مشبہ) اور مُبِیۡنٌ بیک وقت استعمال کیا گیا ہے:۔

۴۳: ۱۶ = اَمۡ - استفہام انکاری کے معنی میں آیا ہے:

= اِتَّخَذَ ماضی واحد مذکر غائب (ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے) اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر اس نے اختیار کیا۔ اس نے پسند کیا۔

= مِمَّا۔ مِنۡ حرف جار۔ اور ما موصولہ سے مرکب ہے۔ یَخۡلُقُ صلہ ہے اپنے موصول کا بَنٰتٍ مفعول فعل اِتَّخَذَ کا۔ کیا جو مخلوق اس نے پیدا کی ہے اس میں سے

اس نے اپنے لئے بیٹیوں کو ہی پسند کیا ہے ؟

یہاں اَمْ استفہام انکاری بطور زجر و توبیخ آیا ہے یعنی ایسا ہرگز ہرگز نہیں یہ تمہارا سراسر افتراء ہے :

= وَاَصْفٰکُمْ۔ اَصْفٰی ماضی واحد مذکر غائب اِصْفَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی منتخب کرنا۔ برگزیدہ کرنا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، اور تمہیں چن لیا (بیٹوں کے لئے)

اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَہُ الْاُنْثٰی ۝ تِلْکَ اِذًا قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی۔ (۵۳: ۲۱، ۲۲) کیا تمہارے لئے تو بیٹے ہوں اور اُس (اللہ) کے لئے بیٹیاں یہ تو پھر بڑی ڈھنگی اور بھونڈی تقسیم ہے۔

= وَاِذَا میں واؤ حالیہ ہے اور اِذَا شرطیہ۔ حالانکہ جب،

= بُشِّرَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَبْشِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر جس کے معنی خوشخبری سنانے کے ہیں۔ تبشیر میں کثرت سے خوشخبری دینے کے معنی ملحوظ ہیں۔ لیکن کبھی کبھی غصہ کے اظہار کے لئے تہکما یا طنزًا افسوسناک یا بری خبر سنانے کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے چنانچہ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔

= اَحَدُھُمْ۔ ان میں سے کوئی ایک۔ اَحَدُ مضاف ھُمْ مضاف الیہ۔

= بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا :

مَا موصولہ۔ ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا (مَثَلًا مفعول بہ ضَرَبَ کا) صلہ و موصول مل کر مفعول بہ ہوا بُشِّرَ کا۔

ترجمہ ہوگا۔

اور حال یہ ہے کہ جب ان میں سے کسی کو اسی وصف ، صفت یا حالت کی بشارت دی جائے (یعنی خبر دی جائے) جسے وہ اللہ کے لئے قرار دیتا ہے تو . . . . .

مَثَلًا کے لئے مزید ملاحظہ ہو ۴۳ : ۸ متذکرہ بالا۔

صاحب تفسیر مظہری اس جملہ کی تشریح میں رقمطراز ہیں :۔

یعنی جب اس جنس کی بشارت دی جاتی ہے جس کو وہ خدا کی مثل قرار دیتا ہے (مطلب یہ ہے کہ ملائکہ کو وہ خدا کی بیٹیاں قرار دیتا ہے اور ان کو خدا کی مثل مانتا ہے) کیونکہ اولاد اپنے باپ کی مثل اور مشابہ ہوتی ہے یا مثل سے مراد ہے صفت، یعنی جب اس کو اس صفت کی بشارت دی جاتی ہے جس نے اس کو رحمان کا وصف قرار دیا ہے (تو انتہائی غم سے اس کا چہرہ

سخت کالا ہوجاتا ہے)

اِذَا ...... مَثَلًا جملہ شرط ہے

= ظَلَّ وَجْھُہٗ مُسْوَدًّا جملہ جواب شرط ہے:

ظَلَّ ای صَارَ۔ ماضی واحد مذکر غائب ظَلٌّ و ظَلُوْلٌ (باب فتح وسمع) ہوگیا افعال ناقصہ میں سے ہے:

مُسْوَدًّا۔ اسم مفعول واحد مذکر اِسْوِدَادٌ (افعلال) مصدر۔ سَوَادٌ سیاہی مُسْوَدًّا سیاہ۔ غم کی وجہ سے رنگ بگڑا ہوا۔

تو اس کا رنگ غم کی وجہ سے کالا ہوجاتا ہے:

= وَھُوَ کَظِیْمٌ واؤ حالیہ۔ کَظِیْمٌ۔ الکظم اصل میں مخرج النفس یعنی سانس کی نالی کو کہتے ہیں۔ چنانچہ محاورہ ہے اَخَذَ بِکَظْمِہٖ اس کی سانس کی نالی کو پکڑ لیا۔ یعنی غم میں مبتلا کردیا۔ اَلْکَظُوْمُ کے معنی سانس رکنے کے ہیں اور مَکْظُوْمٌ غم و غصہ سے بھرا ہوا۔ کَظْمُ الغیظ غصہ کو روکنا۔ کَظِیْمٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر، سخت غمگین جو اپنے غصہ کو گھونٹ کر رکھے اور ظاہر نہ ہونے دے۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۶: ۵۸-۵۹

۴۳: ۱۸ = اَوَ مَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَۃِ: ای ایجترؤن علی اللّٰہ ویجعلون لہ جُزْءًا مَّنْ یُّنَشَّؤُ اِفِی الْحِلْیَۃِ۔ کیا وہ اللہ سے نڈر اور بیباک ہوگئے ہیں اور اس کے حصہ میں وہ جنس ڈالتے ہیں جو زیوروں میں پروان چڑھتی ہے۔ (السیر التفاسیر)

ہمزہ استفہامیہ اور واؤ عاطفہ ہے۔

یُنَشَّؤُا مضارع مجہول واحد مذکر غائب؛ تَنْشِئَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ پرورش پاتا ہے۔ وہ پروان چڑھتا ہے۔ ن، ش، ء مادہ۔ النشأُ والنشاۃُ۔ کسی چیز کو پیدا کرنا اور اس کی پرورش کرنا۔

الحلیۃ۔ زیور۔ حَلْیٌ باب ضرب۔ عورت کو زیور پہنانا۔ اور باب سمع سے عورت کا زیور سے آراستہ ہونا۔

= وَھُوَ واؤ عاطفہ ہے ھُوَ مَنْ کی رعایت سے مذکر کا صیغہ استعمال ہوا ہے:

واؤ حالیہ بھی ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں یہ سارا جملہ وھو فی الخصام غیر مبین: حالیہ ہے اور حال یہ ہے کہ مباحثہ کے وقت اپنا مدعا واضح نہ کرسکے۔

= الْخِصَامِ: باب مفاعلہ سے مصدر بھی ہے بمعنی جھگڑا کرنا۔ مباحثہ کرنا۔ اور یہ خَصْمٌ

کی جمع بھی ہے اِخۡتَصَمَ (باب افتعال سے آپس میں جھگڑا کرنا (اختصام)
اَلۡخَصِیۡم، سخت جھگڑالو، مخاصمت باہمی جھگڑا۔ آپس میں ضدّ بازی۔
== غَیۡرُ مُبِیۡنٍ: غَیۡرُ حرف استثناء (لفظ غیر کی اصل وضع تو صفت کے لئے ہے
مگر کبھی استثناء کے لئے بھی آتا ہے) غَیۡرُ حرف استثناء کے بعد آنیوالا مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے
مُبِیۡنٍ کھول کر بیان کرنے والا۔ اِبَانَۃ (افعال) مصدر سے اسم فاعل واحد مذکر، غَیۡرُ
مُبِیۡنٍ کھول کر بیان نہ کر سکے۔

۴۳: ۱۹ == اَلۡمَلٰٓئِکَۃَ مفعول اول جَعَلُوۡا کا اِنَاثًا مفعول ثانی، اَلَّذِیۡنَ
اسم موصول۔ ھُمۡ عِبَادُ الرَّحۡمٰنِ صلہ: صلہ اور موصول مل کر صفت الملٰئکۃ کی۔
اور انہوں نے ٹھہرا لیا ہے فرشتوں کو جو (خداوند) رحمٰن کے بندے ہیں عورتیں
یعنی فرشتوں کو عورتیں قرار دے رکھا ہے۔
== اَشَھِدُوۡا: ہمزہ استفہامیہ۔ شَھِدُوۡا ماضی جمع مذکر غائب شَھَادَۃٌ وشُھُوۡدٌ
(باب سمع) وہ موجود تھے۔ انہوں نے دیکھا۔ انہوں نے گواہی دی، انہوں نے اقرار کیا۔
== خَلۡقَھُمۡ مضاف، مضاف الیہ مل کر شَھِدُوۡا کا مفعول۔ کیا انہوں نے ان
کی پیدائش کو دیکھا۔ یا کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے (کہ فرشتوں کو خدا نے
عورتیں بنایا ہے)
== سَتُکۡتَبُ۔ تُکۡتَبُ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ سَ مضارع کو مستقبل
کے معنی میں کر دیتا ہے۔ ان کی شہادت لکھ لی جائے گی:
== وَ یُسۡـَٔلُوۡنَ واؤ عاطفہ، یُسۡـَٔلُوۡنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب: ان سے
سوال کیا جائے گا۔ ان سے بازپرس کی جائے گی۔ یعنی ان کی اس باطل شہادت پر
ان سے بازپرس کی جائے گی۔ اور سزا کے مستوجب ہوں گے:

۴۳: ۲۰ == مَا عَبَدۡنٰھُمۡ۔ مَا نافیہ ہے ھُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع
اَلۡمَلٰٓئِکَۃ ہے ہم ان کی پوجا نہ کرتے۔ یا ھُمۡ سے مراد بت ہیں جن کی کافر پرستش
کیا کرتے تھے۔
== بِذٰلِکَ۔ ای بذلک القول۔ یعنی ان کا یہ قول لَوۡ شَآءَ الرَّحۡمٰنُ مَا
عَبَدۡنٰھُمۡ۔
== مِنۡ عِلۡمٍ: عِلۡمٍ سے مراد یہاں سند ہے۔ یعنی اپنے اس قول کی تائید میں ان کے

پاس کوئی سند نہ ہے :

== اِنۡ هُمۡ میں اِنۡ نافیہ ہے :

== یَخۡرُصُوۡنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ خَرۡصٌ (باب نصر) مصدر ۔ وہ قیاسی باتیں کرتے ہیں ۔ اَلۡخَرۡصُ پھلوں کا اندازہ کرنا ۔ اندازہ کئے ہوئے پھلوں کو خِرۡصٌ کہا جاتا ہے ۔ یہ بمعنی مَخۡرُوۡصٌ ہے ہر وہ بات جو ظن اور تخمین سے کہی جائے اسے خَرۡصٌ کہا جاتا ہے عام اس سے کہ وہ اندازہ غلط ہو یا صحیح ۔ کیونکہ تخمینہ کرنے والا نہ تو علم سے بات کرتا ہے اور نہ سماع کی بناء پر کہتا ہے بلکہ اس کا اعتماد محض گمان پر ہوتا ہے جیسا کہ تخمینہ کرنے والا پھلوں کا تخمینہ کرتا ہے اور اس قسم کی بات کہنے والے کو بھی جھوٹا کہا جاتا ہے :

اِنۡ هُمۡ اِلَّا یَخۡرُصُوۡنَ ۔ وہ محض اٹکلیں دوڑا رہے ہیں ۔ بعض کے نزدیک یَخۡرُصُوۡنَ بمعنی یَکۡذِبُوۡنَ ہے یعنی یہ جھوٹ بول رہے ہیں ۔

۴۳ : ۲۱ == اَمۡ : یہاں اَمۡ منقطعہ ۔ یعنی بطریق عقل ان کے پاس اپنے اس قول کی کوئی سند نہیں ہے اور نہ بطریق نقل ان کو اس سے قبل کوئی کتاب دی ہے جس پر یہ سختی سے پابند ہیں ۔

یعنی مطلب یہ کہ ان کے پاس اس کی نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ کوئی نقلی (روح المعانی)

== مِنۡ قَبۡلِهٖ ای من قبل القرآن ۔ بہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع کتٰبًا ہے صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں :

اس آیت کا ربط اَشَهِدُوۡا خَلۡقَهُمۡ سے ہے ۔ مطلب یہ کہ کیا ان کی پیدائش کے وقت یہ لوگ موجود تھے یا قرآن سے پہلے ہم نے ان کو کوئی آسمانی کتاب دی تھی جس سے وہ استدلال کرتے ہیں ۔ اس صورت میں اَمۡ متصلہ ہے :

== مُسۡتَمۡسِکُوۡنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ استمساک استفعال ۔ چنگل سے پکڑنے والے مراد دلیل اور سند پکڑنے والے ۔ مادہ مَسۡکٌ کے مفہوم میں رکنے یا روکنے کا معنی ضرور ہوتا ہے مُمۡسِکٌ روکنے والا ۔ بخیل ۔ کنجوس ۔ مال کو روک رکھنے والا ۔

اِسۡتِمۡسَاکٌ سند پکڑنا ۔ پنجہ میں مضبوط پکڑنا ۔

۴۳ : ۲۲ == بَلۡ قَالُوۡۤا ۔ یہاں بَلۡ (حرف اضراب) پہلی بات کو برقرار رکھتے ہوئے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کرنے کے لئے آیا ہے ۔ یعنی ستم بالائے ستم نہ تو ان کے پاس کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی ۔ اور اب مزید برآں یہ کہہ رہے ہیں اِنَّا وَجَدۡنَا ۔۔۔۔۔۔

= اُمَّۃٍ ۔ طریقہ، دین، جماعت، مُدّت، اُمّت،

= اٰثٰرِھِمۡ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ان کے نشانات قدم ۔ ان کے پیچھے۔

اٰثَارُ۔ اَثَرٌ کی جمع ، نشانیاں، علامتیں، مجازاً نشان قدم کے لئے بھی مستعمل ہے

= مُھۡتَدُوۡنَ : اسم فاعل جمع مذکر۔ اِھۡتِدَاءٌ (افتعال) مصدر سے ۔ ہدایت پانے والے۔ مُھۡتَدٍی واحد۔

۴۳ : ۲۳ = وَکَذٰلِكَ ۔ واوٗ عاطفہ ک حرف تشبیہ ذٰلِكَ اسم اشارہ واحد مذکر۔ اشارہ ہے آباء پرستی۔ جمود اور تقلید پسندی کی طرف۔

= نَذِیۡرٍ ۔ صفت مشبہ مجرور۔ نکرہ۔ ڈرانے والا۔ نُذُرٌ جمع ۔ نُذُرٌ ۔ نَذۡرٌ باب سمع مصدر۔ قرآن مجید میں نَذِیۡرٌ (ڈرانے والا) سے مُراد ہے نافرمانوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا۔

= مُتۡرَفُوۡھَا : مُتۡرَفُوۡا اصل میں مُتۡرَفُوۡنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا مضاف ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔ ھا کا مرجع قَرۡیَۃٍ ہے

مُتۡرَفُوۡنَ ۔ جمع مذکر اسم مفعول ۔ وہ لوگ جن کو عیش وآرام اور فراغتِ زندگی دی گئی۔ امیر اور فارغ البال۔ اتراف (افعال) مصدر۔ عیش دینا۔ آرام دینا۔

= مُقۡتَدُوۡنَ : اسم فاعل جمع مذکر۔ مُقۡتَدٍی واحد۔ اقتداء (افتعال) مصدر پیروی کرنے والے۔ پیچھے پیچھے چلنے والے۔ نقل کرنے والے، اقتدار کرنے والے ۔ مُقۡتَدٰی جس کی پیروی کی جائے۔

نیز ملاحظہ ہو آیت ۲۲ متذکرۃ الصدر۔

۴۳ : ۲۴ = قَالَ : اس کا فاعل وہ ضمیر ہے جو نَذِیۡر کی طرف راجع ہے۔ یعنی اس نذیر نے کہا۔

= اَوَلَوۡ جِئۡتُکُمۡ : ہمزہ استفہامیہ انکاریہ ہے واوٗ عاطفہ ہے، ہمزہ استفہام کے بعد فعل محذوف ہے ای اَتَقۡتَدُوۡنَ بِاٰبَآئِکُمۡ وَلَوۡ جِئۡتُکُمۡ ۔

لَوۡ حرف شرط۔ جواب لَوۡ محذوف ہے۔

= بِاَھۡدٰی ۔ ای بدین اھدی ۔ مِمَّا مرکب ہے مِنۡ اور مَا موصولہ سے وَجَدۡتُّمۡ عَلَیۡہِ اٰبَآءَکُمۡ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر اس کا صلہ۔ اٰبَآءَکُمۡ مفعول ہے وَجَدۡتُّمۡ کا۔ ای قال لھم رسولھم اتتبعون دین اٰبائکم ولو جئتکم

بدین اھدیٰ من دین اباءکم (اس پر ان کو) پیغمبر نے کہا کیا تم اپنے اسلاف کے دین پر چلتے رہو گے گو میں اس سے زیادہ صحیح طریقہ تمہارے سامنے لے آؤں ؟

== بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهٖ مَا موصولہ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ اس کا صلہ جو دین تم کو دے کر بھیجا گیا۔ جمع کا صیغہ اس لئے لاتے ہیں کہ اس قوم کے لوگوں نے کہا کہ تم اور تم سے پہلے پیغمبروں کو جو دین دے کر بھیجا گیا ہم سب سے منکر ہیں ۔

== کٰفِرُوْنَ : ای جاحدون منکرون ۔ انکاری ہیں ۔ انکار کرنے والے ہیں

== فَانْتَقَمْنَا ف سببیہ ہے اِنْتَقَمْنَا ماضی جمع متکلم ۔ انتقام (افتعال) مصدر نقم مادہ ۔ ہم نے سزا دی ، ہم نے انتقام لیا ۔ نَقَمَ مِنْهُ (باب ضرب) سزا دینا ۔ انتقام لینا ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ (۸۵ : ۸) اور انہوں نے (مومنوں کو) محض اس لئے سزا دی کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتے تھے ۔

== فَانْظُرْ ۔ اُنْظُرْ . فعل امر واحد مذکر حاضر نَظَرٌ (باب نصر) مصدر ۔ تو دیکھ تو غور کر ۔ یہاں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ۔

== عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۔ عَاقِبَةُ انجام ۔ آخر ۔ مضاف ۔ اَلْمُكَذِّبِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ تَكْذِيْبٌ (تفعیل) مصدر سے جھٹلانے والے ۔

۴۳ : ۲۶ == وَاِذْ قَالَ ۔ ای وَاذْكُرْ اِلْوَقْتَ اِذْ قَالَ : وہ وقت یاد کر جب کہا ابراہیم نے

== بَرَآءٌ بیزار ۔ بیزار ہونا ۔ اصل میں اس کے معنی ہر اس چیز سے جس کا پاس رہنا برا لگتا ہو ۔ اس سے چھٹکارا ڈھونڈھنے کے ہیں مصدر ہے جو صفت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے ۔ اور جب صفت واقع ہو تو واحد تثنیہ ، جمع ۔ مذکر ، مؤنث ، سب کے لئے برابر استعمال ہوتا ہے ب ر ء ، مادہ ۔

۴۳ : ۲۷ == فَطَرَنِیْ ۔ فَطَرَ ماضی واحد مذکر غائب فَطْرٌ (باب ضرب و نصر) بمعنی عدم سے وجود میں لانا ۔ پیدا کرنا ۔ فَطْرٌ کے مفہوم میں پھاڑنے کے معنی ضرور ہونا چاہئے کیونکہ لغت میں فطر کے معنی پھاڑنے کے ہیں ۔ عدم کے پردہ کو پھاڑ کر وجود میں لانا ۔ یعنی پیدا کرنا اسی مناسبت سے اس کا مفہوم قرار پایا ۔

نِیْ ضمیر مفعول واحد متکلم ۔ فَطَرَنِیْ اس نے مجھے پیدا کیا ۔

== سَيَهْدِيْنِ : س مضارع کو مستقبل کے ساتھ خاص کر دینے کے لئے استعمال

ہوتا ہے۔ یَھۡدِیۡنِ مضارع واحد مذکر غائب: ھدایۃ باب ضرب مصدر نون وقایہ یاءِ متکلم محذوف ہے وہ مجھے ہدایت کردے گا۔ وہ میری راہنمائی کرے گا۔

۴۳: ۲۸ == وَجَعَلَھَا واؤ عاطفہ جَعَلَ ماضی واحد مذکر غائب، جَعۡلٌ (باب فتح) مصدر اس نے بنایا۔ اس نے بنادیا۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب، اس کا مرجع وہ کلمہ توحید ہے جو حضرت ابراہیم سے مذکور ہے جَعَلَ کا فاعل ابراہیم ہے بعض کے نزدیک اس کا مرجع اللہ ہے۔

== کَلِمَۃً بَاقِیَۃً: موصوف وصفت مفعول ثانی جَعَلَ کا۔ باقی رہنے والی بات:

== عَقِبِہٖ، مضاف مضاف الیہ۔ عَقِبٌ پاؤں کے پچھلے حصہ (ایڑی) کو کہتے ہیں۔ بطور استعارہ عَقِبٌ کا استعمال بیٹے اور پوتے کے لئے بھی ہوتا ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اس کلمہ توحید کو اپنی اولاد میں باقی رہنے والی بات بنادیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول کو کلمہ توحید اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ اس میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنی شامل ہیں۔

== لَعَلَّھُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ۔ یہ تعلیل ہے جَعَلَ کی، تاکہ وہ (اس کی طرف رجوع کریں)

ھُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب اولادِ ابراہیم کی طرف بھی راجع ہوسکتی ہے یعنی بقائے کلمہ توحید کی وجہ سے اولاد ابراہیم میں سے مشرک اور گمراہ اس سے ہدایت پاتے رہیں۔ یا اس کا مرجع مشرکین اہل مکہ ہیں مطلب یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول اہل مکہ کے سامنے بیان کرد شاید یہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کی وصیت اور دین کی طرف لوٹ آویں (تفسیر مظہری)

۴۳: ۲۹ == بَلۡ مَتَّعۡتُ یہ محذوف سے اضراب و اعراض ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کلمہ توحید کو اپنی اولاد میں چھوڑا کہ وہ شرک وکفر سے بچ جاویں اور راہ ہدایت پاویں مگر ایسا نہ ہوا جیسا کہ وہ چاہتے تھے۔ ان میں سے بہت سے شرک وکفر میں ڈوب گئے اور ناشکری ونافرمانی اختیار کی۔ چاہتے تو یہ تھا کہ انہیں اس کی سزا فوراً دی جاتی لیکن ہم نے ایسا نہ کیا بلکہ ان کو مہلت دی اور ان موجودہ دنیوی زندگی کے سازو سامان سے نوازتے رہے حتیٰ کہ ان کے پاس حق (یعنی قرآن) اور (اس کے احکام کو) صاف صاف اور کھول کھول کر بیان کرنے والا رسول پہنچ گیا۔

مَتَّعْتُ ماضی کا صیغہ واحد متکلم تَمْتِیْعٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ ہم نے دنیوی سامان سے بہرہ مند کر دیا۔ ھٰٓؤُلَآءِ اسم اشارہ جمع۔ یہ لوگ اس سے مراد وہ لوگ بھی ہو سکتے ہیں جن کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کلمہ باقیہ چھوڑا کہ اس کی طرف رجوع کریں اور اس سے مراد مکہ کے وہ کافر بھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے۔ بھی ہو سکتے ہیں۔

۴۳ : ۳۰ = لَمَّا جب، بہ ای بھذا الحق۔

= قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ۔ یعنی یہ قرآن جادو ہے۔ قرآن کریم کو جادو انہوں نے اس لئے کہا کہ وہ قرآن جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز تھے۔

۴۳ : ۳۱ = لَوْلَا: کیوں نہ۔

= رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ۔ ای رَجُلٍ عَظِيْمٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ دونوں بستیوں میں سے کوئی بڑا آدمی۔

اَلْقَرْيَتَيْنِ دو بستیاں۔ مراد مکہ و طائف

۴۳ : ۳۲ = اَھُمْ: ہمزہ استفہام انکاری کا ہے ھُمْ سے مراد وہ لوگ جو کہ کہتے تھے کہ یہ قرآن ان دو بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل ہوا۔

= يَقْسِمُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب قِسْمَۃٌ (باب ضرب) وہ بانٹتے ہیں۔

= رَحْمَتَ رَبِّكَ: رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ رَحْمَتَ مضاف یہ مضاف الیہ و مضاف مل کر مفعول اپنے فعل يَقْسِمُوْنَ کا۔ آپ کے رب کی رحمت کو مراد نبوت ہے۔

= مَعِيْشَتَهُمْ۔ مَعِيْشَتَ اسم مصدر مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کا سامانِ زندگی۔ قَسَمْنَا کا مفعول۔

= دَرَجٰتٍ: دَرَجَۃٌ کی جمع۔ مرتبے۔ بلندیاں۔ درجے، منصوب بوجہ تمیز ہے۔ از روئے درجات۔ مرتبوں کے لحاظ سے۔

= لِيَتَّخِذَ: لام تعلیل کا ہے۔ يَتَّخِذَ مضارع منصوب بوجہ عمل لام واحد مذکر غائب اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر وہ بنا لے۔

= سُخْرِيًّا۔ خدمت گار۔ تابعدار۔ يَتَّخِذَ کا مفعول ہے۔

مطلب یہ کہ سامان زندگی اللہ تعالیٰ تقسیم کرتا ہے کسی کو کثیر مال و متاع دے کر دنیاوی

طور پر اونچا کر دیتا ہے کسی کو رزق کی کمی سے پست کر دیتا ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لیتے رہیں۔

علامہ آلوسی رح لکھتے ہیں:۔

ترجمہ:۔ تاکہ وہ ایک دوسرے کو اپنی مصلحتوں کے لئے استعمال کریں اور مختلف پیشوں میں ان سے خدمت لیں۔ اور مختلف کاموں میں ان سے فائدہ اٹھائیں۔

= رَحْمَتُ رَبِّكَ: تیرے رب کی رحمت: یعنی نبوت اور لوازمِ نبوت۔

= مِمَّا، مِنْ اور مَا سے مرکب ہے یَجْمَعُوْنَ، مضارع جمع مذکر غائب جَمْعٌ (باب فتح) مصدر، وہ جمع کرتے ہیں (یعنی دنیا کا وہ مال جو وہ ساری عمر اکٹھے کرتے رہتے ہیں اس سے مرتبۂ نبوت اور اس کے لوازمات بدرجہا بہتر اور افضل ہیں۔

۴۳: ۳۳ = وَلَوْلَا اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً جملہ شرط ہے اور لَجَعَلْنَا سے لے کر وَزُخْرُفًا آیت ۳۵ تک جواب شرط:

لَوْلَا۔ اگر نہ۔ حرفِ شرط: اَنْ مصدریہ یَكُوْنَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ یَكُوْنُ فعل ناقص النّاس اس کا اسم اُمَّةً وَّاحِدَةً موصوف وصفت مل کر یَكُوْنُ کی خبر۔

= لَجَعَلْنَا: لام جوابِ شرط کے لئے ہے جَعَلْنَا ماضی جمع متکلم۔ ہم بنا دیتے

= لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ۔ لام اختصاص کا ہے مَنْ موصولہ، یَکْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ اس کا صلہ لِبُيُوْتِهِمْ میں لام اختصاص کا بُیُوْتِهِمْ مضاف مضاف الیہ، یہ بدل اشتمال ہے مَنْ یَّکْفُرُ سے سُقُفًا۔ مفعول ہے جَعَلْنَا کا۔ سُقُفٌ جمع سَقْفٌ کی۔ چھتیں۔

ترجمہ:۔ تو ہم بنا دیتے ان کے لئے جو انکار کرتے ہیں رحمٰن کا ان کے مکانوں کے لئے چاندی کی چھتیں۔

= وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ: واؤ عاطفہ۔ عَلَیْھَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مَعَارِجَ کے لئے ہے۔ یَظْهَرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب ظَھْرٌ و ظُھُوْرٌ باب فتح مصدر۔ وہ چڑھتے ہیں۔ وہ چڑھ کر اوپر پہنچ جاتے ہیں۔ وہ غالب آتے ہیں۔

اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ای وَجَعَلْنَا لِمَنْ یَّکْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ

لِبُیُوْتِھِمْ مَعَارِجَ عَلَیْھَا یَظْھَرُوْنَ مِنْ فِضَّۃٍ ۔ اور ہم بنا دیتے ان کے لئے جو انکار کرتے ہیں رحمٰن کا ان کے گھروں کے لئے سیڑھیاں چاندی کی :

مَعَارِجَ معراج کی جمع اسم آلہ ۔ سیڑھیاں ۔ عُرُوْجٌ (باب ضرب) مصدر سے ۔ بمعنی چڑھنا ۔

= وَ لِبُیُوْتِھِمْ اَبْوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَیْھَا یَتَّکِئُوْنَ : اس جملہ کا عطف بھی جملہ جَعَلْنَا....... سُقُفًا مِّنْ فِضَّۃٍ پر ہے ۔

اَبْوَابًا جمع بَابٌ کی دروازہ ۔ سُرُرًا جمع سَرِیْرٌ کی ۔ تخت : وہ جس پر ٹھاٹھ سے بیٹھا جائے ۔ یہ سُرُوْرٌ سے مشتق ہے ؛ کیونکہ خوشحال لوگ ہی اس پر بیٹھتے ہیں ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فِیْھَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَۃٌ (۸۸ : ۱۳) وہاں تخت ہوں گے اوپر بچھے ہوئے :

یَتَّکِئُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِتِّکَاءٌ (افتعال) مصدر ۔ وہ تکیہ لگاتے ہیں یا لگائیں گے ۔ ت ک ء مادہ ۔ اَلْمُتَّکَاءُ (اسم مکان) سہارا لگانے کی جگہ چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے : ھِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّأُ عَلَیْھَا (۲۰ : ۱۸) یہ میری لاٹھی ہے اس پر میں سہارا لگاتا ہوں ۔

۴۳ : ۳۵ = وَزُخْرُفًا ۔ واؤ عاطفہ ، زُخْرُفٌ کے متعلق لغات القرآن میں ہے ملمع ۔ سنہری ۔ سونا ۔ آراستہ ۔ زینت اور کسی شے کے کمال حسن کو زخرف کہتے ہیں لیکن جب قول کے لئے اس کا استعمال ہو تو جھوٹ سے آراستہ کرنے اور ملمع کی باتیں کرنے کے معنی ہوں گے : جیسے ارشاد ہے زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (۶ : ۱۱۲) ملمع کی باتیں فریب کی ۔

امام راغب رح لکھتے ہیں اَلزُّخْرُفُ اصل میں اس زینت کو کہتے ہیں جو کہ ملمع سے حاصل ہو ۔ اسی سے سونے کو بھی زخرف کہا جاتا ہے کیونکہ یہ زیبائش کے کام آتا ہے ؛ ۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے وَ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَھَا (۱۰ : ۲۴) یہاں تک کہ زمین سبزے سے خوشنما اور آراستہ ہو گئی ۔

اور سونے کے معنی ہیں : بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ (۱۷ : ۹۳) سونے کا گھر :

بظاہر زُخْرُفًا کا عطف سُقُفًا پر ہے اس صورت میں اس کا معنی نقش و نگار زیب و زینت ہو گا ۔ اور اگر زُخْرُف سے مراد سونا ہے تو پھر اس کا عطف " مِنْ فِضَّۃٍ "

بر ہو گا: اور اس کا نصب محل کی وجہ سے ہو گا: اور آیت کا معنی ہو گا کہ ان کی چھتیں، ان کے زینے ان کے دروازے۔ ان کے پلنگ بعض سونے کے بنے ہوتے اور بعض چاندی کے بنے ہوتے
(ضیاء القرآن)

فائدہ آیت ۳۲ متذکرہ بالا میں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے دنیا میں دنیاوی زندگی کے مال و متاع کی تقسیم میں بعض کو بعض پر فوقیت بخشی ہے تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا ہے ورنہ دنیاوی مال و دولت کی ہمارے نزدیک کوئی وقعت نہیں یہ ایک حقیر اور ادنیٰ سی چیز ہے اگر ہم چاہتے تو اس بے بضاعت دولت سے منکروں اور کافروں کے گھروں کی چھتیں، دروازے۔ پلنگ، زینے وغیرہ سونے کے بنا دیتے۔ لیکن اس حکمت کے پیش نظر کہ مبادا اس تجمل اور زینت کو دیکھ کر سارے یا اکثر لوگ کفر کی طرف راغب نہ ہو جاویں ایسا نہیں کیا گیا۔

= وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ اِنْ نافیہ ہے كُلُّ ذٰلِكَ مضاف مضاف الیہ، یہ سب سنہری روپہلی چیزیں (جن کا اوپر ذکر ہوا)

= لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ میں لَمَّا استثنائیہ بمعنی اِلَّا ہے اور نہیں ہے یہ سب کچھ مگر دنیاوی زندگی کا ساز و سامان

۳۶:۴۳ = وَمَنْ يَّعْشُ واؤ عاطفہ اور مَنْ شرطیہ ہے اگلا جملہ نُقَيِّضْ .... جواب شرط ہے يَعْشُ مضارع واحد مذکر غائب عَشْوٌ (باب نصر) مصدر۔ يَعْشُ اصل میں يَعْشُوْ تھا۔ بوجہ جواب شرط واؤ ساقط ہو گیا۔ اس کے اصل معنی رات میں کہیں جانے کا قصد کرنے کے ہیں توسیع استعمال کے بعد ہر قاصد کو عاشی کہا جانے لگا۔ عَشْوٌ مصدر کے معنی کمزور نظر سے دیکھنا کے بھی ہیں اور رتوندی، تاریکی جو آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے اسے العشاء کہتے ہیں رَجُلٌ اَعْشٰی جسے رتوندی کی بیماری ہو۔ مثل مشہور ہے هُوَ يَخْبِطُ خَبْطَ عَشْوَاءَ وہ اندھی اونٹنی کی طرح ہاتھ پاؤں مارتا ہے یعنی بلا سوچے سمجھے معاملات سرانجام دیتا ہے۔

مختلف صلات کے ساتھ مختلف معانی دیتا ہے عَشَوْتُ اِلَيْهِ میں اس کی طرف مائل ہو گیا۔ عَشَوْتُ عَنْهُ میں نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اس سے اعراض کیا۔
عَشِيَ عَنْ۔ کسی چیز سے آنکھیں بند کر لینا۔ اندھا ہو جانا۔ آیت ہذا میں یہی معنی ہیں) وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ اور جو کوئی خدا کی یاد سے آنکھیں بند کر لے۔
(ع ش و، ع ش ی مادّہ)

= نُقَیِّضْ ، مضارع جمع متکلم، تَقِیُضٌ تفعیل مصدر ق ی ض، مادّہ ہم مقدر کر دیتے ہیں اَلْقَیْضُ کے معنی انڈے کے اوپر کے چھلکا کے ہیں اور چھلکا چونکہ اس کے باقی ماندہ اجزاء پر محیط اور مستولی ہوتا ہے لہٰذا اس سے قَیَّضَ (فعل) کسی چیز پر غالب اور مستولی ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لام کے صلہ کے ساتھ بمعنی مقدر کرنے، مقرر کرنے سبب بنا دینے اور تخلیہ کر دینے، کے استعمال ہوتا ہے مثلاً اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَقَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ (۴۱: ۲۵) اور ہم نے (شیطانوں کو) ان کا ساتھی مقرر کر دیا تھا۔

آیت ہذا میں نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطَانًا (ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں) کے معنی ہیں کہ ہم اس سے الگ ہو جاتے ہیں تاکہ شیطان اس پر اس طرح سے مسلط ہو جاتے جیسے انڈے کے اوپر چھلکا اپنے مافیہا پر مستولی رہتا ہے۔

= فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ۔ پس شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور اس سے الگ نہیں ہوتا۔ قَرِیْنٌ۔ ساتھی۔ ہمنشین۔

۴۳: ۳۷ = وَاِنَّهُمْ واؤ عاطفہ اِنَّهُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب شیاطین کی طرف راجع ہے۔ آیت ۳۶ متذکرہ بالا میں شَیْطَانًا بطور جنس شیطان آیا ہے لہٰذا یہاں صیغہ جمع لایا گیا ہے مطلب یہ کہ وہ سارے شیطان جو ذکر رحمان سے اعراض کرنے والوں پر مقرر کر دیئے تھے اور جو ان کے ساتھی بن گئے تھے ان کو راہ ہدایت سے روکتے ہیں۔

= لَیَصُدُّوْنَهُمْ ۔ یَصُدُّوْنَ : مضارع جمع مذکر غائب صَدٌّ باب نصر مصدر وہ روکتے ہیں۔ وہ باز رکھتے ہیں۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب شیاطین کی طرف راجع ہے جو لفظاً مفرد ہے اور معنیً جمع ہے۔

= اَلسَّبِیْلِ وہ راہ ہدایت جس کی طرف ذکر رحمٰن کی دعوت دیتا ہے۔

= وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ یَحْسَبُوْنَ کی ضمیر فاعل جمع مذکر غائب اور هُمْ کا مرجع مَنْ ہے اور بوجہ مذکورہ جمع ہے

ترجمہ:۔ اور حقیقت یہ ہے کہ شیطان ان کو راہ ہدایت سے روکتے ہیں اور وہ (بہکے ہوتے لوگ) خیال کرتے ہیں کہ ہم راہ ہدایت پر ہیں۔

۴۳: ۳۸ = اس آیت میں اور آیت ۳۶ میں شیطان اور جس پر اس کو مقرر کیا گیا تھا اس کے لفظی معنی کے لحاظ سے دونوں کے لئے الگ الگ صیغہ واحد استعمال ہوا ہے۔

= جَآءَنَا۔ ماضی بمعنی مستقبل۔ یہاں تک کہ جب ایسا شخص جس پر شیطان کو مقرر

کیا گیا تھا ہمارے پاس آئے گا (روزِ قیامت)

قَالَ ۔ یعنی کافر جو ذکر اللہ (قرآن مجید) کی طرف سے اندھا ہو گیا تھا اپنے شیطان سے کہیگا

= یٰلَیْتَ: یا، حرفِ ندار قَرِیْنِیْ منادی (محذوف) لَیْتَ حرف مشبہ بفعل۔ تمنا کے لئے آیا ہے ۔ اے کاش!

= بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ: مضاف مضاف الیہ ۔ بُعْد دُوری، فاصلہ۔ الْمَشْرِقَیْنِ دونوں مشرق۔ بمعنی مشرق و مغرب، عرب کی عادت ہے کہ جب دو مقابل چیزوں کو بیان کرنا ہو تو ان میں جو زیادہ غالب ہو اُسی کو تثنیہ کی صورت میں بیان کر دیتے ہیں اس کو تسمیۃ الشیئین ای المتقابلین باسم احد ھما کہتے ہیں۔ مثلاً الموصل و الجزیرۃ کو الموصلین، الشمس والقمر کو القمران ۔ ابوبکر و عمر کو العمران کہیں گے۔

اے ساتھی کاش! میرے اور تیرے درمیان (دنیا میں) اتنا فاصلہ ہوتا جتنا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان تھا۔

= فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ: ای فبئس القرین انت: تو برا ساتھی تھا۔

۴۳: ۳۹ = لَنْ یَّنْفَعَکُمُ الْیَوْمَ ۔ ای قیل لھم لن ینفعکم الیوم لَنْ یَنْفَع مضارع نفی تاکید بلن نَفْعٌ باب فتح مصدر بمعنی نفع پہنچانا کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اَلْیَوْمَ (آج کے دن) مفعول فیہ۔ آج کے دن یا آج (یہ بات ہرگز تم کو نفع نہیں پہنچائے گی: اس جملہ سے پہلے سَیُقَالُ لَھُمْ (ان سے کہا جائے گا) مقدرہ ہے

= اِذْ ظَلَمْتُمْ جب ظلم کر چکے تم (دنیا میں) ظلم کے معنی یہاں شرک کرنا، کفر کرنا کے ہیں۔

= اَنَّکُمْ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِکُوْنَ ۔ مُشْتَرِکُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ اشتراک (افتعال) مصدر سے، شریک ہونے والے۔ شریک یہ جملہ فاعل ہے لَنْ یَّنْفَعَکُمْ کا۔ ای ولن ینفعکم اشتراککم فی العذاب او کونکم مشترکین فی العذاب ۔ یعنی آج تمہارا عذاب میں (اپنے شیاطین کے ساتھ) شریک ہونا ہرگز تم کو فائدہ نہیں پہنچائے گا ۔ یعنی اس بات سے تمہیں ذرا بھی تسکین نہ ہوگی کہ تمہارے ساتھ تمہارے دنیا کے ساتھی مشرکین و کفار بھی دوزخ میں پڑے ہوئے ہیں۔

مرگِ انبوہ جشنے دارد کا قانون وہاں نہ چل سکے گا۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ:۔
فعل لَنۡ یَّنۡفَعَکُمُ کی ضمیر فاعل عاشون عن القراٰن کا شور وغوغا آیت ۳۸؍ ہے اور مطلب آیت ہذا کا یہ ہے کہ تمہارا یہ شور وغوغا کہ تمہارے اور شیاطین کے درمیان بعد المشرقین ہوتا اور یہ کہ وہ بڑے بڑے ساتھی تھے آج تمہارے کسی کام نہ آئے گا جبکہ (دنیا میں) تم ظلم کرتے رہے ہو تم سب اس عذاب میں آج حصہ دار ہو۔

۴۳: ۴۰ = اَفَاَنۡتَ ۔ استفہام انکاری تعجبی ہے اس کی تین صورتیں بیان کی ہیں۔
۱:۔ اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں ؟
۲:۔ اَفَاَنۡتَ تَھۡدِی الۡعُمۡیَ کیا آپ اندھوں کو راہ دکھا سکتے ہیں ؟
۳:۔ اَفَاَنۡتَ تَھۡدِیۡ مَنۡ کَانَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۔ کیا آپ ان کو راہ راست دکھا سکتے ہیں جو صریح گمراہی میں ہیں (وَ مَنۡ کَانَ کا عطف العُمۡیَ پر ہے کیونکہ نابینا ہونا اور گمراہ ہونا دو صفتیں الگ الگ ہیں)۔

۴۳: ۴۱ = فَاِمَّا نَذۡھَبَنَّ بِکَ ۔ فَاِمَّا اصل میں فاء عطف کی، اِنۡ شرطیہ اور مَا زائدہ برائے تاکید سے مرکب ہے اس لئے نَذۡھَبَنَّ میں نون تاکید ثقیلہ لانا ضروری ہوا۔ جملہ شرط ہے؛

نَذۡھَبَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ جمع متکلم۔ ذَھَبَ بِ لے جانا۔ وفات دینا۔ پس اگر ہم آپ کو لے جائیں یعنی آپ کو وفات دیدیں۔

= فَاِنَّا مِنۡہُمۡ مُّنۡتَقِمُوۡنَ ۔ جواب شرط ۔ تو پھر بھی ہم ان سے بدلہ لیں گے۔
مُنۡتَقِمُوۡنَ اسم فاعل جمع مذکر انتقام (افتعال) مصدر۔ بدلہ میں سزا دینے والے۔ انتقام لینے والے۔

۴۳: ۴۲ = اَوۡ نُرِیَنَّکَ الَّذِیۡ وَعَدۡنٰہُمۡ : جملہ شرط ہے ای اَوۡ اِنۡ اَرَدۡنَا ان نریك العذاب الذی وعد ناھم اور اگر ہمارا ارادہ ہو کہ ہم دکھائیں آپ کو وہ عذاب جن کا ہم نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔

نُرِیَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ جمع متکلم۔ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ ہم تمہیں ضرور دکھائیں گے۔

= فَاِنَّا عَلَیۡہِمۡ مُّقۡتَدِرُوۡنَ ، اسم فاعل جمع مذکر اقتدار (افتعال) مصدر۔ پوری قدرت رکھنے والے۔ تو ہمیں ان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ جملہ جواب شرط ہے۔

الکشاف میں ہے وان اردنا ان ننجزفی حیاتك ماوعدناھم من العذاب النازل بھم فھم تحت ملکتنا وقدرتنا۔ اور اگر ہم چاہیں کہ ہم آپ کی زندگی میں ہی ان کو ان پر آنے والے عذاب کا مزہ چکھائیں تو بھی وہ ہماری ملکیت اور قدرت میں ہیں۔

مطلب آیات ۴۱: ۴۲: کا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفار کو ان کے کئے کی سزا بہر حال ملے گی۔ اگر ہم آپ کو پہلے اس دنیا سے لے جائیں تو پھر بھی ہم ان سے بدلہ ضرور لیں گے یعنی ان کو سزا دیں گے، اور اگر ہم چاہیں کہ آپ کی حیات میں ہی ان پر عذاب نازل ہو تو اس کی بھی ہمیں قدرت ہے

۴۳: ۴۳ = فَاسْتَمْسِكْ ۔ فَ محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے اور شرط مقدرہ کے جواب میں ہے۔ ای اذا کان احد ھذین الامرین واقعًا لامحالۃ فاستمسك بالذی اوحینا الیك۔ ان ہر دو صورتوں میں کوئی بھی وقوع پذیر ہو کوئی بات نہیں پس آپ مضبوطی سے پکڑے رہیے اس (قرآن) کو جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے۔

اِسْتَمْسِكْ فعل امر واحد مذکر حاضر استمساك (استفعال) مصدر۔ تو پکڑے رکھ۔ تو پکڑے رہ۔

= اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۔ بے شک آپ سیدھی راہ پر ہیں یہ جملہ امر (اِسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْٓ اُوْحِیَ اِلَیْكَ) کی تعلیل ہے۔

۴۳: ۴۴ = وَاِنَّهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب سے مراد القرآن ہے

= لَذِكْرٌ میں لام تاکید کے لئے ہے ذِكْرٌ شرف عظیم۔ بے شک یہ تمہارے لئے شرف عظیم ہے۔

= سَوْفَ تُسْئَلُوْنَ ۔ سَوْفَ مضارع پر آنے سے اس کو مستقبل کے معنی میں خاص کر دیتا ہے۔ عنقریب تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اس کے حقوق کو کہاں تک قائم رکھا

۴۳: ۴۵ = اِسْئَلْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر سؤال (باب فتح) تو سوال کرلے تو پوچھ لے۔ تو دریافت کرلے۔

= مَنْ اسم موصول۔ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا اس کا صلہ، اور آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو آپ سے پہلے ہم نے بھیجا تھا پوچھ لیجئے۔

= اَجَعَلْنَا ۔ ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ کیا ہم نے بنایا۔ مقرر کیا۔

== اٰلِهَةً۔ بہت سے معبود۔ اِلٰهٌ کی جمع۔ منصوب بوجہ مفعول جَعَلْنَا
== يُعْبَدُوْنَ: مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ عِبَادَةٌ (باب نصر) مصدر۔ اُن کی پرستش کی جاتی ہے۔ کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا اور معبود مقرر کر رکھے ہیں کہ ان کی عبادت کی جاتی ہو۔

۴۳ : ۴۶ == بِاٰيٰتِنَا: باء تعدیہ کا ہے اٰيٰتِنَا مضاف مضاف الیہ۔ ہماری آیات۔ ہماری نشانیاں۔ یہاں نشانیوں سے مراد معجزات جو حضرت موسیٰ ؑ کو خدا نے دے کر فرعون کے پاس بھیجا۔ وہ نشانیاں یہ تھیں۔ عصا۔ ید بیضاء وغیرہ۔
== مَلَاۡئِهٖ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے سردار مَلَاٌ اسم جمع ہے۔ مَلَاٌ اصل میں مَلَاَ يَمْلَاُ (باب فتح) کا مصدر ہے بمعنی بھر دینا کسی چیز کو کسی چیز سے۔ قوم کے سردار اور اہل الرائے اشخاص اپنی خوبی اور ذاتی محاسن سے لوگوں کی خواہش کو بھر دیتے ہیں یا آنکھوں میں روشنی اور دلوں میں ہیبت بھر دیتے ہیں اسی لئے ان کو مَلَاٌ کہتے ہیں۔ م ل ء مادہ
== فَقَالَ۔ ای قال موسیٰ لھم۔
== رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ رب العلمین مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف رَسُوْلُ مضاف الیہ۔ رب العالمین کا فرستادہ۔

۴۳ : ۴۷ == اِذَا هُمْ میں اِذَا فجائیہ ہے هُمْ ای فرعون وملائه، فرعون اور اس کے مصاحب:
== مِنْهَا يَضْحَكُوْنَ: ها ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع اٰيٰتِنَا ہے يَضْحَكُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے ضِحْكٌ (باب سمع) مصدر۔ تو وہ ان نشانیوں پر ہنسنے لگے۔ مذاق اڑانے لگے۔

۴۳ : ۴۸ == وَمَا نُرِيْهِمْ۔ واؤ عاطفہ ما نافیہ۔ نُرِيْ مضارع جمع متکلم اِرَاءَةٌ (افعال) مصدر۔ ہم دکھاتے ہیں۔ هِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ یعنی فرعون اور اس کے سرداران۔
== مِنْ اٰيَةٍ۔ یعنی عذاب کی نشانی۔ جیسے قحط، طوفان، ٹڈیاں، مینڈک خون وغیرہ۔ یہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کی نشانیاں تھیں۔
== مِنْ اُخْتِهَا۔ مِنْ حرف جر۔ اُخْتِهَا مضاف مضاف الیہ۔ اُخْتٌ، بہن

اَخٌ کی تانیث۔ ھَا کا مرجع اٰیَۃٍ ہے اَکْبَرُ مِنْ اُخْتِھَا۔ اپنی ساتھ والی سابقہ نشانی سے بڑی۔

مطلب یہ کہ ہر معجزہ اعجاز کی چوٹی پر پہنچا ہوا تھا۔ ہر معجزہ کو دیکھنے والا یہی سمجھتا تھا کہ یہ پہلے معجزہ سے بڑا ہے کیونکہ ہر معجزہ انتہائی بڑا تھا۔

== لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ: ای لکی یرجعوا او یتوبوا عما ھم علیہ من الکفر۔ تاکہ وہ باز آجائیں اور توبہ کرلیں اس کفر سے جس پر وہ کاربند تھے۔

۴۳ : ۴۹ == اُدْعُ: امر کا صیغہ واحد مذکر غائب دَعْوَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ تو مانگ تو دعا کر۔ ای تدعوا لنا فیکشف عنا العذاب: ہمارے لئے دعا کر کہ ہم پر سے عذاب ہٹ جائے۔

== بِمَا عَھِدَ عِنْدَکَ ب سببیہ ہے ما موصول عَھِدَ عِنْدَکَ صلہ اللہ نے تمہارے ساتھ عہد کیا ہے۔ یعنی تم نے ہم سے کہا ہے کہ تم اگر دعا کروگے تو تمہارا رب عذاب دور کردے گا۔ اس نے تم سے اس کا وعدہ کرلیا ہے۔ اب بسبب اس عہد کے تم اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہمارا عذاب دور کردے۔

== اِنَّنَا لَمُھْتَدُوْنَ: ای اننا لمؤمنون۔ بیشک ہم ضرور ایمان لے آئیں گے ایمان کو ہدایت سے تعبیر کیا ہے اسے علم بیان میں تسمیۃ السبب باسم المسبب کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اور جگہ ارشاد الٰہی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں۔

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَیْھِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا یٰمُوْسَی ادْعُ لَنَا رَبَّکَ بِمَا عَھِدَ عِنْدَکَ لَئِنْ کَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَکَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَکَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ (۷: ۱۳۴) اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا تو کہتے اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے پروردگار سے دعا کرو جیسا کہ اس نے تم سے عہد کر رکھا ہے اگر تم ہم سے عذاب کو ٹال دوگے تو ہم ضرور تم پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ جانے (کی اجازت) دے دیں گے۔

اس کا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے: بیشک ہم ضرور ہدایت یافتہ ہو جائیں گے۔

۴۳ : ۵۰ == فَلَمَّا کَشَفْنَا عَنْھُمُ الْعَذَابَ اس سے قبل عبارت مقدرہ ہے تقدیر کلام یوں ہے: فدعانا یکشف العذاب فکشفناہ فلما کشفنا عنھم العذاب پس اس نے ہم سے عذاب کے دور کرنے کی دعا کی اور ہم نے اسے دور کردیا

جب ہم نے ان سے عذاب کو دور کردیا تو......

کَشَفْنَا ماضی جمع متکلم ہم نے دور کردیا۔ ہم نے ہٹادیا۔ کَشْفٌ (باب ضرب) مصدر سے کھولنا۔ ظاہر کرنا۔ باب انفعال سے بھی اسی معنی میں آتا ہے۔ انکشاف کسی پوشیدہ بھید کا ظاہر ہونا۔

== اِذَا ھُمْ۔ اذا مفاجاتیہ ہے۔ لو وہ۔

== یَنْکُثُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب نکثٌ (باب نصر) مصدر وہ توڑتے ہیں وہ توڑنے لگتے ہیں۔

یعنی پھر جونہی ہم نے ان سے عذاب دور کردیا تب ہی انہوں نے اپنا عہد توڑ دیا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ (۴۸:۱۰) پھر جو عہد توڑے تو عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے۔

۴۳:۵۱ == نَادٰی، ماضی واحد مذکر غائب نِدَاءٌ (باب مفاعلۃ) مصدر ن د ء مادہ۔ اس نے پکارا۔ یعنی عذاب دور ہوجانے کے بعد فرعون نے اپنی قوم کے مجمع میں پکار کر کہا۔

== مُلْکُ مِصْرَ: مُلْکُ مضاف مِصْرَ مضاف الیہ غیر منصرف ہونے کی وجہ سے مفتوح ہے۔

== وَھٰذِہِ الْاَنْھٰرُ: اس کا عطف مُلْکُ مِصْرَ پر ہے اور یہ نہریں (جو دریائے نیل سے نکلتی تھیں جن میں چار بڑی نہریں یہ تھیں۔ نہر الملک۔ نہر طولون، نہر دمیاط اور نہر تینیس۔

== تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ۔ جملہ حالیہ ہے ھٰذہ الانھر سے۔ تَجْرِیْ مضارع واحد مؤنث غائب۔ جَرْیٌ وجَرْیَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ چلتی ہیں، وہ جاری ہیں مِنْ تَحْتِیْ میرے محلات کے نیچے سے۔ میرے ماتحت، میرے زیر حکم یا میرے سامنے باغوں میں۔

== اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے لَا تُبْصِرُوْنَ کا مفعول محذوف ہے ای افلا تبصرون ذلک اوْ عظمتی او قوتی: کیا تم یہ چیزیں نہیں دیکھ رہے ہو یا کیا تم میری عظمت اور قوت کو نہیں دیکھ رہے ہو۔

۴۳: ۵۲ = اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ ھٰذَا۔
(۱) اَمْ منقطعہ ہے اس کے اندر ہمزہ استفہامیہ کا معنی ہے اور استفہام تقریری ہے (یعنی مخاطب کو آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ اقرار کرے کہ ایسا ہی ہے) یعنی میں بہتر ہوں۔
۲:- اَمْ متصلہ ہے اور تقدیر کلام ہے اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ، اَمْ تُبْصِرُوْنَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ ھٰذَا الَّذِیْ ھُوَ مَھِیْنٌ (کشاف) کیا تم دیکھتے ہو یا نہیں کہ میں اس حقیر اور ذلیل سے بہتر ہوں۔
۳:- اَمْ زائدہ ہے (شوکانی، لین، لسان) اور تقدیر کلام ہے اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ ھٰذَا الَّذِیْ ھُوَ مَھِیْنٌ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں اس شخص سے جو حقیر اور ذلیل ہے بہتر ہوں۔
خَیْرٌ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ بہتر۔
= ھٰذَا الَّذِیْ۔ یہ شخص یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام۔
= مَھِیْنٌ : ھُوْنٌ ھَوَانٌ مَھَانَۃٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر: ذلیل وخوار۔ حقیر۔ بے وقعت۔ ہ و ن، مادہ۔
اَھَانَ اِھَانَۃٌ (افعال) مصدر سے بمعنی ذلیل کرنا۔ جیسے دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے فَیَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَھَانَنِ (۸۹: ۱۶) تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کیا
ھَوْنٌ سکون۔ نرمی، وقار اور حیا، کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا (۲۵: ۶۳) اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور وقار سے (متواضع ہو کر) چلتے ہیں۔
= لَا یَکَادُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب کَوْدٌ (باب سمع کَوِدَ یَکْوَدُ جو تحلیل صرفی کے بعد کَادَ یَکَادُ ہو گیا) کَادَ یَکَادُ افعال مقاربہ میں سے ہے۔ فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ اگر بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں آنے والا فعل واقع نہیں ہوا۔ قریب الوقوع ضرور تھا۔ مثلاً یَکَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَھُمْ (۲: ۲۰) قریب ہے کہ بجلی کی چمک ان کی آنکھوں کی بصارت کو لیجائے۔ یعنی ابھی بجلی کی چمک نے ان کی بصارت کو اچک نہیں لے گئی لیکن قریب تھا کہ وہ اچک لیجائے۔
اور اگر بصورت نفی مذکور ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں آنیوالا فعل واقع ہو گیا مگر عدم وقوع کے قریب تھا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے فَذَبَحُوْھَا وَمَا کَادُوْا یَفْعَلُوْنَ

(۲: ۷۱) غرض (بڑی مشکل سے) انہوں نے اس بیل کو ذبح کیا اور وہ ایسا کرنے والے تھے نہیں۔
آیت ہذا وَلَا یَکَادُ یُبِیْنُ۔ کا مطلب یہ ہے کہ وہ بات کھول کر بیان تو کر لیتا ہے لیکن معلوم یوں ہوتا ہے کہ بیان نہیں کر سکے گا۔

یُبِیْنُ مضارع واحد مذکر غائب البیان (افعال) مصدر سے۔ وہ کھول کر بیان کرتا ہے۔

۴۳: ۵۳ = لَوْلَا۔ کیوں نہیں۔ (لَوْلَا پر تفصیلی نوٹ کے لئے ملاحظہ ہو ۲: ۱۱۸ اور ۶: ۴۳)

= اُلْقِیَ: ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اِلْقَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ ڈالا گیا۔ اسے ڈالا گیا۔

= اَسْوِرَۃٌ سِوَارٌ کی جمع بمعنی کنگن۔ پہنچیاں۔

= مُقْتَرِنِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اَلْاِقْتِرَانُ سے جس کے معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کے کسی معنی میں باہم مجتمع ہونے کے ہیں۔ مطلب یہ کہ یا اس کو سونے کے کنگن پہنائے گئے ہوتے کہ اس کو سردار بنا کر بھیجا گیا ہے یا اس کی معیت میں فرشتے جمع ہو کر ساتھ آتے۔

مجاہد نے کہا ہے کہ اہل مصر کا دستور تھا کہ جب کسی شخص کو اپنا سردار بناتے تھے تو اس کو سونے کے کنگن اور طوق پہناتے تھے۔ سردار ہونے کی یہ علامت تھی۔ اسی لئے فرعون نے کہا کہ موسیٰ کے رب نے جب موسیٰ کو واجب الاطاعت سردار بنایا ہے تو اس کو سونے کے کنگن کیوں نہیں پہنائے گئے اور اس کے ساتھ فرشتے کیوں نہیں بھیجے گئے۔ جو اس کی تصدیق بھی کرتے اور یہ جلوہ اس کی شان کے شایان بھی تھا۔

اِسْتَخَفَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب استخفاف (استفعال) مصدر، بمعنی بیوقوف اور جاہل بنانا۔ اور راہِ حق سے ہٹانا۔ ای اِسْتَجْھَلَ غرض اس نے (اپنی قوم کی) عقل ماردی اور لوگوں نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایمان لانے کا جو وعدہ کیا تھا اس کو توڑنے پر ان کو آمادہ کر لیا۔ قَوْمَہٗ اس کی قوم یعنی فرعون کی قوم (قبطیوں) کو۔

= اَطَاعُوْہُ۔ اَطَاعُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِطَاعَۃٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی حکم ماننا۔ فرمانبرداری کرنا۔ اطاعت کرنا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع فرعون ہے۔ انہوں نے (فرعون کی قوم نے) اس کا کہا مان لیا۔ (اور موسیٰ علیہ السلام سے کئے گئے

وعدول سے پھر گئے)

== اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ ۔ قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ موصوف وصفت مل کر كَانُوۡا کی خبر۔ درحقیقت وہ فاسق لوگ تھے۔ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ علت ہے اطاعُوۡہُ کی۔ یعنی وہ فاسق لوگ تھے اسی لئے انہوں نے فاسق کی اطاعت کرلی۔

فلذٰلك سارعوا الیٰ طاعۃ ذلك الفاسق۔

فٰسِقِيۡنَ اسم فاعل جمع مذکر حالت نصب۔ فاسقٌ واحد۔ فسق مصدر باب نصر، ضرب، بدکردار۔ راستی سے نکل جانے والا۔ ہمیشہ اللہ کی نافرمانی کرنے والا۔

۴۳ : ۵۵ == فَلَمَّاۤ ۔ لَمَّا حرف شرط، کلمہ ظرف، پھر جب۔

== اٰسَفُوۡنَا انۡتَقَمۡنَا ۔ اٰسَفُوۡا ۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِيۡسَافٌ (افعال) مصدر نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ انہوں نے ہم کو غصہ دلایا۔ اَسِفَ باب سمع سے

۴۳ : ۵۶ == فَجَعَلۡنٰهُمۡ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلۡاٰخِرِيۡنَ ۔ ف عاطفہ ہے ھُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب۔ قوم فرعون کی طرف راجع ہے جس کا اوپر ذکر چلا آرہا ہے۔

ترجمہ: اور ہم نے ان کو (قوم فرعون کو) پچھلے آنیوالوں کے لئے سلف اور مثل بنادیا۔

سَلَفًا ۔ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی واقعہ کا گذر جانا ہے۔ لیکن یہاں بطور اسم مفعول کے استعمال ہوا ہے یعنی گذرا ہوا واقعہ۔ یا یہ سَالِفٌ کی جمع ہے جیسے خَدَمٌ کی جمع خَادِمٌ ہے اور اس کے معنی ہیں گذرا ہوا۔ گذشتہ۔ پہلے گذرا ہوا۔ پیش رو۔ یعنی آخرین میں سے جو ان کی روش پر چلتے رہے اور ان کے انجام (غرقابی) سے سبق حاصل نہ کیا ان کے لئے وہ جہنم کی طرف پیش رو ہو گئے۔ (تفہیم القرآن)

مَثَلًا تشبیہی قصہ تمثیل۔ ایسا عجیب واقعہ جو کہاوت کے طور پر بیان کیا جائے ضرب المثل، چنانچہ کہا جاتا ہے تمہاری حالت ایسی ہے جیسی قوم فرعون کی۔ پند و موعظت اور عبرت کے لئے جس کا تذکرہ کیا جائے۔

مثل کے متعلق ملاحظہ ہو ۴۳ : ۸ متذکرۃ الصدر

۴۳ : ۵۷ == وَلَمَّا ۔ واؤ عاطفہ ہے اور لَمَّا کلمہ ظرف ہے۔ جب،

== ضُرِبَ ابۡنُ مَرۡيَمَ مَثَلًا ۔ ضُرِبَ بیان کرنا۔ جب ابن مریم (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو بیان کیا گیا بطور مثال کے، اور جگہ قرآن مجید میں ہے ضَرَبَ لَكُمۡ مَّثَلًا مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ (۳۰ : ۲۸) وہ تمہارے لئے تم میں سے ہی ایک مثال بیان کرتا ہے

== اِذَا: مفاجاتیہ ہے تو یکایک۔ قَوْمُكَ تیری قوم اہل قریش، آیت ہذا میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے:

== يَصِدُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ صَدَّ يَصُدُّ (باب نصر) مصدر۔ حیرت وتعجب کے باعث ہنسنا (استغرب ضحکا) دوسرا معنی اس کا شور دغل مچانا۔ چیخنا چلانا ہے۔ مِنْهُ ای من المثل۔ اس مثال سے۔

۴۳: ۵۸ == قَالُوْٓا ءَ اٰلِهَتُنَا میں ہمزہ استفہامیہ ہے اٰلِهَتُنَا مضاف مضاف الیہ ہمارے معبودان۔

== اَمْ هُوَ، اَمْ بمعنی یا۔ هُوَ ضمیر حضرت عیسٰی علیہ السلام (ابن مریم) کی طرف راجع ہے مطلب یہ کہ جب آپ کے نزدیک حضرت عیسٰی بہتر ہیں تو اگر (معاذ اللہ) وہ جہنم میں ہوتے تو ہمارے معبود بھی ہوا کریں۔

فائدہ: جب اہل قریش سے حضرت عیسٰی کی رسالت اور ان کے محاسن ومکارم کی مثال بیان کی جاتی ہے تو کج بحثی اور کٹ حجتی کے طور پر مختلف لایعنی حجتیں پیش کرتے ہیں مثلاً (۱) امام احمد نے صحیح سند سے اور طبرانی نے حضرت ابن عباس کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے فرمایا تھا۔

اللہ کے سوا جس کسی کی بھی پوجا کی جاتی ہے اس میں کوئی خیر نہیں۔ قریش نے کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ عیسٰیؑ نبی اور عبد صالح تھے اور (یہ ظاہر ہے) ان کی پوجا کی جاتی ہے (تو کیا عیسٰی میں کوئی خیر نہیں تھی)

۲:۔ صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں اس آیت کے تحت۔ کہ صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر رقمطراز ہیں:۔

کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے سامنے یہ آیت پڑھی اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (۲۱: ۹۸) کافرو! (اس روز) تم اور جن کی تم خدا کے سوا پوجا کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوں گے، تو یہ سن کر مشرکین کو بہت غصہ آیا۔ اور ابن الزبعری کہنے لگا کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا یہ خاص ہمارے اور ہمارے معبودوں کے لئے ہے یا کہ ہر امت اور گروہ کے لئے؟ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارے اور تمہارے معبودوں کے لئے بھی ہے اور سب امتوں کے لئے بھی، اس پر اس

نے کہا کہ آپ کے نزدیک عیسٰی بن مریم نبی ہیں اور آپ ان کی والدہ کی تعریف کرتے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ نصاریٰ ان دونوں کو پوجتے ہیں اور حضرت عزیر اور فرشتے بھی پوجے جاتے ہیں تو اگر یہ حضرات (معاذ اللہ) جہنم میں ہوں تو ہم راضی ہیں کہ ہم اور ہمارے معبود بھی ان کے ساتھ ہوں اور یہ کہہ کر کفار خوب ہنسے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ (۲۱:۱۰۱) جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے پہلے بھلائی مقرر ہو چکی ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے اور یہ آیت نازل ہوئی وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا .... يَصِدُّوْنَ (۴۳:۵۷) جس کا مطلب یہ ہے کہ جب ابن زبعریٰ نے اپنے معبودوں کے لئے حضرت عیسٰی بن مریم کی مثال پیش کی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مجادلہ کیا کہ نصاریٰ اسے پوجتے ہیں تو قریش اس کی بات پر خوب ہنسے۔

= مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا۔ مَا نافیہ ہے ضَرَبُوْهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مثل کی طرف راجع ہے ای ما ضربوا ھذا المثل۔ جَدَلًا سخت جھگڑنا باب سمع کا مصدر ہے۔ جس کے معنی شدید خصومت کرنے کے آتے ہیں اور جَدَلٌ اسم بھی ہے سخت جھگڑنے کے معنی میں آتا ہے، بوجہ مستثنیٰ (منقطع) منصوب ہے۔

فائدہ: آیت کے معنی ہیں: مَا ضَرَبُوا ھذا المثل الا لاجل الجدل والخصومة لا لتمییز الحق من الباطل: انہوں نے یہ مثال محض کج بحثی اور جھگڑے کی خاطر بیان کی نہ کہ حق کو باطل سے تمیز کرنے کے لئے۔ (ورنہ انہیں علم تھا کہ:

ا:- حضرت عیسٰی اور حضرت مریم (علیہما السلام) کی پوجا کے لئے نصاریٰ خود ذمہ دار تھے۔ حضرت عیسٰی نے تو انہیں پوجا کرنے کے لئے نہیں کہا تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے استفسار وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (۵:۱۱۶) اور جب خدا فرمائے گا کہ اے عیسٰی بن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود ٹھہراؤ۔ تو ان کا جواب ہوگا مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ (۵:۱۱۷) میں نے ان سے کچھ نہیں کہا بجز اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے وہ یہ کہ تم خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے۔

۲:۔ اسی طرح آیت انکم وَمَا تعبدون من دون اللہ حصب جھنم (۲۱: ۹۸) میں بُت، بے جان معبود اور دہ گمراہ کنندگان مراد ہیں جو دنیا میں لوگوں کو اپنی پوجا پر اکساتے تھے نہ کہ حضرت عیسٰی، وعزیر و ملائکہ وغیرہم جنہوں نے کبھی لوگوں کو ایسی تلقین نہیں کی

۳:۔ بعض کے نزدیک آیت ۲۱: ۹۸ میں مَا تعبدون کا لفظ اگرچہ عام ہے مگر عام مخصوص البعض ہے اور اس سے مراد حضرت عیسٰی، عزیر اور ملائکہ نہیں بلکہ بُت اور بے جان معبود ہیں لہٰذا اہل قریش کا اس آیت کی طرف حوالہ خارج از بحث تھا۔

= بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ خَصِمُوۡنَ۔ بَلۡ حرف اضراب ہے ما قبل کے حکم کو برقرار رکھتے ہوئے مابعد کے حکم کو اس پر اور زیادہ کر دیا گیا ہے یعنی یہ لوگ اہل قریش حق کو باطل سے تمیز کرنے کے لئے یہ کج بحثیاں نہیں کر رہے بلکہ وہ ہیں ہی سخت جھگڑالو لوگ،

خَصِمُوۡنَ۔ خَصِمٌ (باب ضرب) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے خَصِمٌ کی جمع ہے سخت جھگڑنے والے۔ خَصۡمٌ سے ہی بروزن فعیل مبالغہ کا صیغہ خَصِیۡمٌ سخت جھگڑنے والا۔

۴۳: ۵۹ = اِنۡ هُوَ۔ اِنۡ نافیہ هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف راجع ہے اِنۡ هُوَ اِلَّا عَبۡدٌ یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں تھے بلکہ اس کے بندے تھے۔

= اَنۡعَمۡنَا عَلَیۡہِ: ہم نے اس کو نعمتیں عطا کیں یعنی نبوت اور قرب کی نعمت سے ان کو نوازا تھا جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

وَاِذۡ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ اذۡکُرۡ نِعۡمَتِیۡ عَلَیۡكَ وَ عَلٰی وَالِدَتِكَ اِذۡ اَیَّدۡتُّكَ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الۡمَهۡدِ وَکَهۡلًا وَ اِذۡ عَلَّمۡتُكَ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ وَالتَّوۡرٰىةَ وَالۡاِنۡجِیۡلَ وَاِذۡ تَخۡلُقُ مِنَ الطِّیۡنِ کَهَیۡـَٔةِ الطَّیۡرِ بِاِذۡنِیۡ فَتَنۡفُخُ فِیۡهَا فَتَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِیۡ وَتُبۡرِئُ الۡاَکۡمَهَ وَالۡاَبۡرَصَ بِاِذۡنِیۡ وَاِذۡ کَفَفۡتُ بَنِیۡۤ اِسۡرٰٓءِیۡلَ عَنۡكَ اِذۡ جِئۡتَهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ (۵: ۱۱۰) (وہ وقت یاد میں رکھو) جب خدا (عیسٰی سے) فرمائے گا کہ اے عیسٰی ابن مریم۔ میرے ان احسانوں کو یاد کرو۔ جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کئے جب میں نے روح القدس (جبرائیل) سے تمہاری مدد کی تم جھولے میں اور جوان ہوکر (ایک ہی نسق پر) لوگوں سے گفتگو کرتے تھے اور جب میں نے تم کو کتاب اور دانائی

اور توراۃ و انجیل سکھائی اور جب تم میرے حکم سے مٹی کا جانور بنا کر اس میں پھونک مار دیتے تھے تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتا تھا اور مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کر دیتے تھے۔ اور مردے کو (زندہ کر کے قبر سے) میرے حکم سے نکال کھڑا کرتے تھے اور جب میں نے بنی اسرائیل (کے ہاتھوں) کو روک دیا۔ جب تم ان کے پاس کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے۔ وغیرہ ذلک من الایات فی القرآن المجید۔

= وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا ، ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت عیسٰی علیہ السلام ہیں ؛ مَثَلًا منسوب بوجہ مفعول ہے۔ یعنی ہم نے ان کو عجیب النسان بنایا کہ دوسری کہاوتوں کی طرح ان کا قصہ بھی عجیب ہوا۔ اور ضرب المثل کے طور پر بیان کیا جانے لگا۔

۴۳ : ۶۰ = وَلَوْ نَشَآءُ ۔ جملہ شرط ہے اور اگر ہم چاہیں لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِی الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ۔ جواب شرط۔ لام جواب شرط کے لئے ہے يَخْلُفُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب خَلْفٌ باب نصر مصدر (تمہارے) خلیفہ (ہو کر) رہتے۔

اگر ہم چاہیں تو تم سے فرشتے پیدا کر دیں جو زمین میں تمہارے جانشین ہوں ،
اس کا دوسرا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ تم میں سے بعض کو فرشتہ بنا دیں (ہر دو ترجمے تفہیم القرآن سے لئے ہیں) حضرت تھانوی صاحب رح اس کا ترجمہ کرتے ہیں : یکے بعد دیگرے رہا کریں ۔ (یہ جملہ معترضہ ہے)

۴۳ : ۶۱ = وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ہ ضمیر واحد مذکر غائب حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف راجع ہے اصل میں وانہ لذو علم للساعۃ تھا۔ مضاف محذوف ہے اور مضاف الیہ اس کا قائم مقام ہے ای وانہ لصاحب اعلام الناس لقرب مجیئھا۔ تحقیق وہ لوگوں کو قیامت کے عنقریب وقوع پذیر ہونے کی اطلاع دینے والا ہو گا۔

قیامت کے قریب آنے کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جو زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں نیچے اس دنیا میں زمین پر اتریں گے اور شریعت محمدی کے مطابق بقایا زندگی گذاریں گے :

= فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا ۔ لَا تَمْتَرُنَّ فعل نہی بتاکید نون ثقیلہ جمع مذکر حاضر ؛ اِمْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر۔ بمعنی ایسی چیز کی بابت بحث کرنا اور جھگڑنا کہ جس میں شک و شبہ اور تردد ہو ۔ تم شک و شبہ ہرگز نہ کرو اور ہرگز بحث نہ کرو اور نہ جھگڑو۔

بِهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب الساعۃ کی طرف راجع ہے۔

== اِتَّبِعُوۡنِ ۝ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف : تم میری اتباع کرو۔ اِتِّبَاعٌ (افتعال) مصدر۔ یہ اللہ کے کلام ہی کا حصہ ہے ، بعض نے کہا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے اس صورت میں لفظ قُلْ محذوف متصور ہوگا :

== ھٰذَا یہ راستہ جس کی میں تمہیں دعوت دے رہا ہوں ،

۴۳: ۶۲ == لَا یَصُدَّنَّکُمُ : فعل نہی بتاکید نون ثقیلہ ۔ صیغہ واحد مذکر غائب صَدٌّ باب نصر، کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر تم کو نہ روک دے ۔

== عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ : موصوف وصفت ، کھلا ہوا دشمن ، صریح وجیتا ننگا دشمن ،

مُبِیۡنٌ اِبَانَۃٌ سے باب افعال مصدر ۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر: ب ی ن مادہ

مادہ ب ی ن سے باب افعال اِبَانَۃٌ باب تفعیل تَبۡیِیۡنٌ باب تفعل تَبَیُّنٌ اور باب استفعال استبانۃ لازم بھی آتے ہیں اور متعدی بھی ۔ ظاہر ہونا ظاہر کرنا اس لئے بین کا معنی ظاہر بھی ہے اور ظاہر کرنے والا بھی ۔

۴۳: ۶۳ == اَلۡبَیِّنٰتِ کھلی دلیلیں ۔ بَیِّنَۃٌ کی جمع ۔ واضح اور کھلی دلیل خواہ دلالت عقلیہ ہو یا محسوسہ : یہاں مراد معجزاتِ حضرت عیسٰی یا انجیل کی آیات یا واضح احکام ہیں ۔

== جِئۡتُکُمۡ بِالۡحِکۡمَۃِ میں تمہارے پاس حکمت و موعظت کی باتیں لے کر آیا ہوں

== وَ لِاُبَیِّنَ ای وجئتکم لا بین۔ واؤ عاطفہ ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے لام علت کا ہے اُبَیِّنَ مضارع واحد متکلم : تبیین تفعیل مصدر اور (اس لئے آیا ہوں) کہ کھول کر بیان کروں :

== بَعۡضَ الَّذِیۡ تَخۡتَلِفُوۡنَ فِیۡہِ ۔ ای بعض امور الدین تختلفون فیہ ان شرعی ودینی امور کی تصریح جن کی بابت تمہارا آپس میں اختلاف ہے ۔

== فَاتَّقُوا اللّٰہَ سو تم اللہ سے ڈرو۔ ف سببیہ ہے ۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا پرحکمت تعلیم کا لانا حصول تقویٰ کا سبب ہے (مظہری)

== وَ اَطِیۡعُوۡنِ ۔ اَطِیۡعُوۡا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِطَاعَۃٌ (افعال) مصدر ۔ ن وقایہ ی واحد متکلم محذوف ہے ۔ اور تم سب میری اطاعت کرو ، میرا کہنا مانو ،

۴۳: ۶۴ == ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ۔ قَدۡ جِئۡتُکُمۡ بِالۡحِکۡمَۃِ سے لے کر ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ تک حضرت عیسٰی علیہ السلام کا کلام ہے ۔

۴۳: ۶۵ = اَلۡاَحۡزَابُ۔ حزب کی جمع ۔ گروہ، ٹولیاں، جماعتیں ۔
= مِنۡۢ بَیۡنِہِمۡ: باہم ۔ آپس میں، یعنی حضرت عیسٰی کی امت میں سے مختلف گروہوں نے آپس میں اختلاف ڈال لیا۔
= وَیۡلٌ ، ہلاکت ، عذاب ، دوزخ کی ایک وادی ۔ عذاب کی شدت ۔
امام راغب لکھتے ہیں :۔
بعض لوگوں نے کہاہے کہ ویل دوزخ کی ایک وادی کا نام ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے جن بدبختوں کے لئے کلمۂ ویل استعمال کیاہے ان کا ٹھکانہ دوزخ میں بن گیا یہ مراد نہیں کہ یہ لفظ وادی دوزخ کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ (المفردات)
= عَذَابِ یَوۡمٍ اَلِیۡمٍ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ عَذَابٌ مضاف اَلِیۡمٍ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے درد ناک ۔ دکھ دینے والا۔ یوم الیم ۔ درد ناک دن ۔ یوم آخرت :
= لِلَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا ۔ ای الذین کفروا۔ ظَلَمُوۡا بمعنی کفروا پر متعدد آیات دال ہیں مثلاً وَالۡکٰفِرُوۡنَ ھُمُ الظّٰلِمُوۡنَ (۲: ۲۵۴) اِنَّ الشِّرۡکَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ (۳۱: ۱۳) وغیرہ ، ترجمہ ہوگا :
سو جو لوگ کافر یا ظالم ہیں ان کے لئے درد دینے والے دن کے عذاب سے ہلاکت ہے
لِلَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا کا معنی یہ بھی ہو سکتاہے۔ ان لوگوں کے لئے جنہوں نے خواہشات کی پیروی کرکے اور کتاب وسنت کو ترک کرکے اپنے اوپر ظلم کیا۔
۴۳: ۶۶ = ھَلۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا السَّاعَۃَ اَنۡ تَاۡتِیَھُمۡ بَغۡتَۃً وَّھُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ
ھَلۡ استفہام انکاری ہے ۔ یَنۡظُرُوۡنَ مضارع جمع مذکر غائب ۔ نَظَرٌ (باب نصر) مصدر بمعنی یَنۡتَظِرُوۡنَ : وہ انتظار کررہے ہیں ۔ کلام عرب میں ینظرون کا استعمال بمعنی ینتظرون معروف ہے ۔ مثلاً فَھَلۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا السَّاعَۃَ اَنۡ تَاۡتِیَھُمۡ بَغۡتَۃً فَقَدۡ جَآءَ اَشۡرَاطُھَا ، (۴۷: ۱۸) سو یہ لوگ بس قیامت کے ہی انتظار میں ہیں کہ ان پر دفعۃً آپڑے سو اس کے آثار تو پیدا ہی ہو چکے ہیں ۔
اور مَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا صَیۡحَۃً وَّاحِدَۃً تَاۡخُذُھُمۡ وَھُمۡ یَخِصِّمُوۡنَ ۔ (۳۶: ۴۹) یہ لوگ بس ایک سخت آواز کے منتظر ہیں وہ انہیں آپکڑے گی اور یہ لوگ آپس میں لڑجھگڑ رہے ہوں گے ۔ وغیرہ ۔
اِلَّا السَّاعَۃَ میں السَّاعَۃَ مستثنیٰ ہے جس کا مستثنیٰ منہ محذوف ہے جو حالت مفعول

میں واقع ہے لہٰذا مستثنیٰ کا اعراب اسی کی موافقت میں منصوب ہے اَنْ مصدریہ ہے اور
بَغْتَۃً حرف فجائیہ ہے یکایک، اچانک، ایک دم۔
وَ ھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۔ جملہ حالیہ ہے لَا یَشْعُرُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب ہے
شُعُوْرٌ باب نصر مصدر۔ وہ شعور نہیں رکھتے۔ وہ سمجھتے ہی نہیں۔ ضمیر فاعل کا مرجع قریش ہیں
یا وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔

ترجمہ: یہ لوگ بس قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر دفعۃً آن پڑے اور ان کو خبر
بھی نہ ہو۔

تفسیر ماجدی میں ہے: ذکر منکرین قیامت کا ہے یہ منکرین اپنی غفلتوں میں پڑے
ہوئے ہوں گے کہ قیامت یک بیک آواقع ہوگی۔

۴۳: ۶۷ = اَلْاَخِلَّاءُ۔ دوست۔ احباب، خلیل کی جمع ہے
اَلْاَخِلَّاءُ مبتدا۔ عَدُوٌّ خبر۔ یَوْمَئِذٍ یوم اسم ظرف منصوب اِذْ مضاف الیہ
اس روز۔ اس واقعہ کے دن (ای یوم الساعۃ۔ روز قیامت)

= بَعْضُھُمْ مضاف مضاف الیہ لِبَعْضٍ۔ لام حرف جار بعض مجرور۔ یَوْمَئِذٍ اور
بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ متعلق خبر۔ اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ مبتدا اپنی خبر اور
متعلق خبر کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ ہے۔ اس روز ان میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے:
یعنی دنیوی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے!

اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ۔ استثناء متصل، کلام مثبت تام میں مستثنیٰ منصوب آتا ہے لہٰذا
المتقین منصوب آیا ہے اِتِّقَاءٌ افتعال مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ منصوب
ہے تقویٰ رکھنے والے، خدا سے ڈرنے والے۔

۴۳: ۶۸ = یٰعِبَادِ یا حرف ندا ہے عِبَادِیْ مضاف مضاف الیہ منادیٰ ی ضمیر واحد متکلم
محذوف ہے عباد جمع ہے عَبْدٌ کی۔ اے میرے بندو۔

یٰعِبَادِ سے کلام مستانفہ شروع ہوتا ہے اس سے قبل عبارت یَقُوْلُ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ
فرمائے گا۔ یا یُنَادَوْنَ فَیُقَالُ لَھُمْ۔ ان کو پکارا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا۔ محذوف ہے
یعنی اللہ تعالیٰ تقویٰ رکھنے والے دوستوں سے فرمائے گا۔

منادیٰ سے مراد المتقین ہیں جو اوپر مذکور ہوئے (ملاحظہ ہو بیضاوی)
تفسیر ماجدی میں ہے: یہ ندا حشر میں مؤمنین کو حق تعالیٰ کی طرف سے دی جائے گی:

= خَوْفٌ ۔ آیندہ کی کسی تکلیف کا اندیشہ کرنا خوف ہے اور ماضی کی تکالیف کو یاد کرکے جو کیفیتِ غم دل میں پیدا ہوتی ہے حُزْن کہلاتی ہے۔
= لَا تَحْزَنُوْنَ مضارع منفی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، باب سمع سے مصدر۔ نہ تم غمگین ہوگے۔
۴۳ : ۶۹ = اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَکَانُوْا مُسْلِمِیْنَ : اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں
(۱) اللہ تعالیٰ نے یہاں متقین کی صفات بیان فرمائی ہیں جنہیں روزِ قیامت نہ خوف ہوگا نہ حزن۔ منجملہ دیگر صفات کے ان میں یہ دو صفات ہوں گی (۱)، ایمان بآیت اللہ رب، اور اسلام۔ انہی معنوں میں سورۃ یونس میں ارشاد ہے اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ : اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ہ (۱۰ : ۶۲، ۶۳) یا ان کی اور صفت سورۃ الاحقاف میں یوں آئی ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ : (۴۶ : ۱۳)
(۲) الایمان بآیات اللہ صفت ہے متقین کی اور وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ حال ہے ضمیر اٰمَنُوْا سے
۴۳ : ۷۰ = تُحْبَرُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر حَبْرٌ (باب نصر) مصدر جس کے معنی زینت کرنے اور خوشی ومسرت کے آثار ظاہر ہونے کے ہیں حال ہے ضمیر انتم سے، دراں حالیکہ تم خوش کردیئے جاؤگے، تمہیں مزین کردیا جائے گا۔ خوشی اور مسرت کے آثار تمہارے چہروں پر ظاہر و عیاں ہوں گے،
اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَھُمْ فِیْ رَوْضَۃٍ یُّحْبَرُوْنَ ہ (۳۰ : ۱۵) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ جنت میں اس قدر خوش ہوں گے کہ وہاں کی نعمتوں کی تروتازگی کا اثر ان کے چہروں پر عیاں ہوگا۔
بطور فعل مضارع صرف انہی دو جگہ آیا ہے اور فعل مجہول آیا ہے۔
روشنائی کو بھی حِبْرٌ کہتے ہیں اسی سے علماء کو بھی احبار کہتے ہیں کہ ان کے نقش لوگوں کے دلوں پر روشنائی کے نقوش کی طرح دیر تک رہتے ہیں۔
قرآن مجید میں ہے اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ (۹ : ۳۱) انہوں نے اپنے علماء ومشائخ کو اللہ کے سوا خدا بنالیا ہے۔
صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں:۔
تُحْبَرُوْنَ ۔ یعنی اتنی خوشی پاؤگے کہ اس کا اثر چہروں سے نمودار ہوگا، اس مطلب

تُحْبَرُوْنَ حبار سے مشتق ہوگا۔ اور حَبَار کا معنی ہے اثر، لشان، یا تُحْبَرُوْنَ کا معنی ہے تم آراستہ کئے جاؤ گے۔ اس وقت اس کا مادہ حَبْرٌ ہوگا۔ اور حَبْرٌ کا معنی ہے زینت، خوبصورتی یا اس کا ترجمہ ہے تمہاری پوری پوری عزت افزائی کیجائے گی۔ آیت میں خطاب عِبَادِیْ سے ہے

۴۳:۷۱ : يُطَافُ عَلَيْهِمْ۔ يُطَافُ مضارع واحد مذکر غائب اِطَافَةٌ (افعال) مصدر دور چلایا جائے گا

= صِحَافٍ : جمع ہے صَحْفَةٍ کی۔ اتنی بڑی رکابی جس میں پانچ آدمی پیٹ بھر کر کھانا کھالیں۔ صِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ سونے کی رکابیاں۔

= وَ اَكْوَابٍ واؤ عاطفہ ہے۔ اَكْوَابٍ معطوف ہے جس کا عطف صِحَافٍ پر ہے۔ كُوْبٌ واحد۔ کوزہ۔ آبخورہ، پیالہ۔ ایسا گول برتن جس کا گلا بھی مدور ہو اور قبضہ نہ ہو۔

ان پر سونے کی بڑی بڑی رکابیوں اور پیالوں کے دور چلائے جائیں گے، یعنی ان کو کھانے کی چیزیں اور پینے کے مشروبات سونے کی رکابیوں اور پیالوں میں مہیا کی جائیں گی!

= وَ فِيْهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع (آیت سابق اُدخلوا الجنۃ۔۔۔۔ میں) الجنۃ ہے۔

= مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ۔ مَا موصولہ تَشْتَهِیْ مضارع واحد مؤنث غائب، اِشْتِهَاءٌ (افتعال) مصدر، ضمیر فاعل الانفس کی طرف راجع ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب تَشْتَهِیْ کے مفعول کے لئے۔ جس کو جی چاہیں گے۔ یعنی جنت میں وہ سب چیزیں مہیا ہوں گی جن کو جی چاہیں گے۔

= وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ۔ ای وفیھا ما تلذ الاعین اور اس میں ہر وہ چیز ہوگی جس سے آنکھیں لذت اندوز ہوں گی۔ تَلَذُّ مضارع واحد مؤنث غائب لَذَّةٌ باب سمع مصدر بمعنی لذت پانا، مزہ لینا۔ جس سے آنکھیں لذت پائیں گی۔

= وَ اَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ : ای دائمون : اس آیت کا عطف آیت نمبر ۷۰ پر ہے اور تم اس میں (یعنی جنت میں) ہمیشہ رہو گے

۴۳:۷۲ = وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ : اسم اشارہ و مشار الیہ، اور یہ جنت وہی ہے جس کی نسبت عباد اللہ سے کہا گیا ہے اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ ۔۔۔۔۔ تُحْبَرُوْنَ (آیت ۷۰) اور اور اب حکم ہو رہا ہے کہ یہی جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو اپنے اعمال صالحہ کے باعث۔

== اَلَّتِیۡ ۔ اسم موصول واحد مؤنث۔ اُوۡرِثۡتُمُوۡھَا۔ اُوۡرِثۡتُمُوۡا میں واؤ اشباع کا ہے اصل صیغہ اُوۡرِثۡتُمۡ ہے : جو اِیۡرَاثٌ (افعال) مصدر سے ہے اور جس کے معنی وارث بنانا یا میراث میں دینے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے، جس کے تم وارث بنا دیئے گئے ہو، یا جو تم کو میراث میں دی گئی ہے۔

== بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ : میں بَ سببیہ ہے مَا موصول۔ کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ صلہ اپنے موصول کا۔ بہ سبب ان اعمال کے جو تم (دنیا میں) کرتے رہے ہو۔

۴۳:۷۳ == فِیۡہَا ای فِی الۡجَنَّۃِ ۔ مِنۡہَا میں مِنۡ تبعیضیہ ہے اور ھا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع الجنۃ ہے۔ یعنی جن میں سے تمہارا جی چاہیگا کھاؤ گے۔

فائدہ

آیات ۶۷ تا ۷۳ میں التفاتِ ضمائر ہے بعض جگہ صیغہ جمع مذکر غائب لایا گیا ہے اور بعض جگہ جمع مذکر حاضر کا صیغہ استعمال ہوا ہے اس کی وضاحت کچھ یوں کی گئی ہے:۔

قیامت کے روز دنیاوی دوست جن کی دوستی دنیاوی نفع و نقصان کی خاطر تھی ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے؛ اور ایک دوسرے پر الزام لگائیں گے؛ کہ یہ ہمارے انجام بد کے ذمہ دار ہیں لیکن جن کی دوستی محض تقویٰ اور اللہ کے ڈر کی بنا پر تھی ان کی حالت ایسی نہ ہوگی ۔ ان متقیوں سے کہا جائے گا اے میرے بندو! (آج) تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمزدہ ہوگے (صیغہ جمع مذکر حاضر لایا گیا ہے)

متقی لوگوں کی تعریف یہ ہوگی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پکے فرمانبردار تھے (صیغہ جمع مذکر غائب استعمال ہوا) اُن سے یعنی متقین سے کہا جائے گا تم اور تمہاری بیویاں خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جاؤ (صیغہ جمع مذکر حاضر لایا گیا) (وہاں جنت میں) سونے کی رکابیاں اور کوزے ان پر دَور میں لائے جائیں گے (عَلَیۡہِمۡ صیغہ جمع مذکر غائب آگیا) اور ان سے یعنی متقیوں سے جن کو مع بیویوں کے جنت میں داخل ہونے کا فرمان ہوا تھا۔ اب ان کو تسلی دی جائے گی ۔ کہ یہ نعمتوں کا ملنا وقتی نہیں ہے دائمی ہے لہذا ان سے کہا جائے گا کہ تم اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو گے (صیغہ جمع مذکر حاضر آگیا)

اسی خطاب کو جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ جنت تمہیں تمہارے دنیا کے اعمالِ صالح کے سبب تم کو وراثت میں دی گئی ہے اس میں کثیر التعداد و کثیر الانواع میوے ہیں ان میں سے جو

جو تمہارا جی چاہے کھاؤ پیو۔

۴۳: ۴۷ = اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ ...۔ الآیۃ۔ متقین کو دی جانیوالی نعمتوں کا ذکر ختم ہوا۔ اب مجرمین اور ان کے اعمالِ سوء کے نتیجہ میں جو عذاب ان کو ملے گا اس کا احوال شروع ہوتا ہے المجرمین بمعنی الکافرین۔

۴۳: ۵۷ = لَا يُفَتَّرُ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب تَفْتِيْرٌ (تفعیل) مصدر کم نہیں کیا جائے گا۔ ہلکا نہیں کیا جائے گا۔

اَلْفُتُوْرُ کے معنی تیزی کے بعد ٹھہرنے سختی کے بعد نرمی اور قوت کے بعد کمزور پڑ جانا کے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ (۵: ۱۹) اے اہل کتاب پیغمبروں کے آنے کا سلسلہ جو ایک عرصہ تک منقطع رہا تو اب تمہارے پاس ہمارے پیغمبر آگئے ہیں۔

اور جگہ کلام باری تعالیٰ ہے يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ (۲۱: ۲۰) وہ سب رات دن (اس کی) تسبیح کرتے رہتے ہیں (نہ تھکتے ہیں نہ تھمتے ہیں۔

= مُبْلِسُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع: مُبْلِسٌ واحد۔ غمگین، مایوس، پشیمان متحیر، خاموش، جس کو کوئی بات بن نہ پڑتی ہو۔ اس کا مادہ بلس ہے یہ ثلاثی مجرد سے افعال مستعمل نہیں۔ ثلاثی مزید میں باب افعال اپنے تمام مشتقات کے ساتھ مستعمل ہے؛

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ (۳۰: ۱۲) اور جس دن قیامت برپا ہوگی گنہگار مایوس اور مغموم ہو جائیں گے۔

عام طور پر غم اور مایوسی کی وجہ سے انسان خاموش رہتا ہے اور اسے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ اس لئے اَبْلَسَ فُلَانٌ کے معنی خاموش اور دلیل سے عاجز آنے کے ہیں۔ اور اَبْلَسَ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ کے معنی ہیں وہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہو گیا۔ چونکہ شیطان بھی رحمتِ حق سے مایوس و ناامید ہے اس لئے اسے ابلیس کہا گیا ہے:

وَهُمْ فِيْهِ، ای فی عذاب جھنم؛

۴۳: ۷۶ = وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ یہ خدائے اسلام کی صفات میں سے نہیں ہے کہ وہ کسی کو ناحق دوزخ میں ڈال دے۔ یا خواہ مخواہ عذاب میں مبتلا کر دے۔

= وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ۔ بلکہ وہ خود ہی (اپنے حق میں) ظالم رہے ہیں۔ ظٰلِمِيْنَ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ بحالت نصب بوجہ خبر كَانُوْا۔ ظٰلِمِيْنَ یہاں کفار کے

مرادف ہے ای واضعین الکفر موضع الایمان۔ ایمان کے بجائے کفر کو اپنانے والے
۴۳: ۷۷ == نَادَوْا۔ ماضی بمعنی مستقبل) جمع مذکر غائب۔ نِدَاءٌ مصدر (باب مفاعلۃ)
وہ پکاریں گے۔ ضمیر فاعل الظلمین کی طرف راجع ہے وہ دوزخی کافر پکاریں گے: شدتِ عذاب
سے پکاراٹھیں گے۔ ای من شدۃ العذاب (روح المعانی)
== یٰمٰلِکُ۔ یا حرف ندار مالك منادیٰ۔ اے مالک: مالک، دوزخ کے داروغہ
کے لئے استعمال ہوا ہے:
== لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّکَ۔ لِیَقْضِ فعل امر واحد مذکر حاضر، چاہئے کہ تمہارا رب
ہمیں موت دیدے۔ اے مالک تمہارا پروردگار ہمیں موت دیدے۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَوَکَزَهٗ مُوْسٰی فَقَضٰی عَلَیْهِ (۱۸: ۵) اور موسیٰ نے
اس کو مکا مارا اور اس کو جان سے مار دیا۔ اس کا کام تمام کر دیا۔
تفسیر اضواء البیان میں ہے کہ لیقض میں لام، لام الدعاء ہے اور مالک (خازن
النار) سے سوال کرنے سے کفار کی مراد یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ان کی موت کی دعا کرے
اگر ان کا ارادہ از خود اللہ سے موت مانگنے کا ہوتا تو وہ مالک کو کیوں خطاب کرتے۔
ایسے ہی سورۃ المؤمن میں اہل النار دوزخ کے کوتوالوں سے التجا کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ
ان کے عذاب میں تخفیف کے لئے دعا کریں۔
وَقَالَ الَّذِیْنَ فِی النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّکُمْ یُخَفِّفْ عَنَّا
یَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ (۴۰: ۴۹) اور جو لوگ آگ میں (جل رہے) ہوں گے وہ
دوزخ کے داروغوں سے کہیں گے کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ ایک دن تو ہم سے
عذاب ہلکا کر دے۔

تفسیر بیضاوی میں ہے:۔
والمعنی سل ربنا ان یقضی علینا اپنے رب سے کہہ کہ ہمارا خاتمہ کر دے
== قَالَ۔ ای قال ملك (مالک داروغہ جہنم کہیگا) اگر قَالَ کی ضمیر مالک کی طرف
راجع ہے:
== مّٰکِثُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت رفع مَکْثٌ (باب نصر و کرم) مصدر
ٹھہرے رہنے والے۔ باقی رہنے والے۔ مراد ہمیشہ رہنے والے۔
ٹھہرنے کے معنی میں قرآن مجید میں ہے فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْکُثُوْا اِنِّیْ

اَلَسۡتُ نَارًا، (۲۰: ۱۰) تو اس نے اپنے گھروالوں سے کہا تم یہاں ٹھہرو۔
اور باقی رہنے کے معنی میں ہے۔ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذۡهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ فَيَمۡكُثُ فِى الۡاَرۡضِ (۱۳: ۱۷) سو جھاگ تو سوکھ کر زائل ہوجاتا ہے اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں باقی رہ جاتا ہے۔
۴۳: ۷۸ = لَقَدۡ جِئۡنٰكُمۡ ...... كٰرِهُوۡنَ ۔ اگر آیت سابقہ ۷۷ میں قَالَ کی ضمیر کا مرجع اللہ ہے تو جواب اِنَّكُمۡ مّٰكِثُوۡنَ بھی اللہ کی طرف سے ہے اور آیت ہذا (۷۸) اللہ کے مقولہ کا تتمہ ہے۔
اور اگر قَالَ کی ضمیر کا مرجع اللہ نہیں ہے بلکہ اس کا مرجع مٰلِكُ ہے تو اِنَّكُمۡ مّٰكِثُوۡنَ داروغۂ جہنم کا جواب ہوگا، اور آیت ہذا لَقَدۡ جِئۡنٰكُمۡ... الخ فرشتہ کے جواب کے بعد اللہ خود یہ فرمائے گا۔ اور ہوسکتا ہے کہ یہ آیت بھی مالک (فرشتہ) کا جواب ہو۔ اور اس کا یہ قول کہ ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے تھے ایسا ہی ہے جیسا کہ حکومت کا کوئی افسر حکومت کی طرف سے بولتے ہوئے ہم کا لفظ استعمال کرتا ہے اور اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ ہماری حکومت نے یہ کام کیا۔
= كٰرِهُوۡنَ: اسم فاعل جمع مذکر حالت رفع كَرۡهٌ وكُرۡهٌ (باب سمع) مصدر۔ کسی چیز سے طبعی نفرت کرنے والے۔ طبعی کراہت کرنے والے۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَيُحِقُّ اللّٰهُ الۡحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ (۱۰: ۸۲) اور خدا اپنے حکم سے سچ کو سچ ثابت کردیگا اگرچہ گنہگار برا ہی مانیں (کراہت کریں یا نفرت کریں۔)
۴۳: ۷۹ = اَمۡ اَبۡرَمُوۡۤا اَمۡرًا فَاِنَّا مُبۡرِمُوۡنَ ۔ اَبۡرَمُوۡا ماضی جمع مذکر غائب، اِبۡرَامٌ (اِفۡعَالٌ) مصدر کسی معاملہ کو محکم و مضبوط کرنا۔ پختہ و مضبوط ارادہ کرنا۔ مُبۡرِمُوۡنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ حالتِ رفع، کسی امر کو پختہ ارادہ اور مضبوط عزم کے ساتھ کرنے والے:
اَمۡ یہاں منقطعہ اور بمعنی بَلۡ (حرف اضراب) آیا ہے یعنی پہلے حکم یا حالت کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کردینے کے لئے، پہلے ان کی کراہتِ حق کو بیان کیا۔ اب ارشاد ہوتا ہے کہ حق کے قبول نہ کرنے یا اس سے صرف کراہت کرنے کا تو ذکر ہی کیا بلکہ وہ اس کے رد کرنے میں سینکڑوں مکر و تدابیر کیا کرتے تھے۔ اور ان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مضبوط اور محکم اقدام کیا کرتے تھے۔ (یہ اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف جب کفار نے دار الندوہ میں مجلس مشاورت منعقد کی اور طویل بحث و تمحیص کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کردینے پر متفق ہوگئے تھے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (کہ اگر تم نے میرے محبوب کو شہید کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے تو ہم بھی غافل نہیں) ہم نے بھی یہ حتمی فیصلہ کرلیا ہے کہ ہم اپنے حبیب کی حفاظت کریں گے اور تم ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے۔

فَائِدَہٗ: آیت ۷۸ میں خطاب کفار مکہ سے بصیغہ جمع مذکر حاضر کیا گیا کہ ہم نے تمہارے پاس دین حق بھیجا لیکن تم نے کراہت و نفرت سے اس سے منہ موڑ لیا۔

اب ان منکرین حق سے نفرت کے اظہار کیلئے آیات ۷۹ : ۸۰ میں التفات ضمائر بصیغہ جمع مذکر غائب استعمال کیا گیا ہے

۴۳ : ۸۰ = اَمۡ : منقطعہ ہے بمعنی بَلۡ آیا ہے اور آیت ۷۹ کی طرح ماقبل کے حکم کو برقرار رکھتے ہوئے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کر دینے کے لئے استعمال ہوا ہے یعنی یہ کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنی مذموم تدابیر کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مصمم ارادوں کے علاوہ یہ بھی باور کئے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کے رازوں اور سرگوشیوں کو نہیں سن سکتا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہ صرف ہم ان کو سنتے ہیں بلکہ ہمارے فرشتے لکھ بھی رہے ہوتے ہیں

= یَحۡسَبُوۡنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب حُسۡبَانٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ خیال کرتے ہیں۔

= سِرَّھُمۡ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا راز، ان کا بھید۔

= نَجۡوٰنھُمۡ : مضاف مضاف الیہ۔ ان کی سرگوشی، نجویٰ واحد ہے اور نجاوی جمع ہے یہ نجویٰ واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ النجویٰ باب نصر مصدر سرگوشیاں کرنا۔ مثلاً اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ نُھُوۡا عَنِ النَّجۡوٰی (۵۸ : ۸) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشیاں کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ ن ج و مادہ

= بَلٰی۔ ہاں نفی ماقبل کی تردید کے لئے آیا ہے کفار کے اس گمان کے جواب میں کہ اللہ تعالیٰ ان کے رازوں اور سرگوشیوں کو سن نہیں سکتا۔ ارشاد ہوتا ہے کیوں نہیں سن سکتے ہم ضرور سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس (بیٹھے) لکھتے بھی رہتے ہیں۔

بَلٰی بمعنی بَلۡ بھی ہو سکتا ہے، نیز ملاحظہ ہو ۳ : ۷۶

= رُسُلُنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارے رسول۔ ہمارے فرشتے، جو ان کفار پر ان کے اعمال کی نگرانی کے لئے مقرر ہیں۔ ای الذین یحفظون علیھم اعمالھم (روح المعانی)

= لَدَیْھِمْ لَدٰی مضاف (بمعنی طرف، پاس) ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ان کے پاس۔
۴۳:۸۱ = قُلْ۔ ای قل یا محمد للکفار۔ ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار مکہ کو کہہ دیجئے
= اِنْ۔ شرطیہ ہے اگر خداوند تعالیٰ کا کوئی بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں اس کی پوجا کرنیوالا ہوتا۔ بعض کے نزدیک اِنْ نافیہ ہے اور عَابِدِیْن بمعنی گواہی دینے والے ہیں۔
اس صورت میں ترجمہ ہوگا:
رحمٰن کی کوئی اولاد نہیں اور میں سب سے پہلے اس کی شہادت دینے والا ہوں۔
۴۳:۸۲ = سُبْحٰنَ۔ علامہ جلال الدین سیوطی رح اپنی کتاب الاتقان فی علوم القرآن حصہ اول نوع چالیسویں۔ میں رقمطراز ہیں ہ۔
سُبْحٰنَ یہ مصدر ہے بمعنی تسبیح۔ اس کو نصب اور کسی ایسے اسم مفرد کی طرف مضاف ہونا لازم ہے جو ظاہر ہو جیسے سُبْحَانَ اللّٰہِ (۱۲:۱۰۸) اور سبحان الذی اَسْرٰی (۱۷:۱) یا مضمر ہو جیسے سُبْحَانَہٗ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ وَلَدٌ (۴:۱۷۱) اور سُبْحٰنَکَ لَاعِلْمَ لَنَا (۲:۳۲)
اور یہ ایسا مفعول مطلق ہے کہ اس کا فعل حذف کیا گیا ہے اور اس کو اس کی جگہ قائم مقام کردیا گیا ہے (یعنی اس کا فعل کبھی استعمال نہیں کیا گیا)
= رَبِّ السَّمٰوٰتِ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ اپنے مضاف سبحان کا۔ وَالْاَرْضِ ای وَرَبِّ الْاَرْضِ: رَبِّ الْعَرْشِ۔ دونوں جملوں کا عطف رَبُّ السَّمٰوٰت پر ہے۔
= عَمَّا۔ مرکب بہ عَنْ حرف جار اور ما موصولہ سے:
= یَصِفُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب: وَصْفٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ پاک ہے آسمانوں اور زمینوں کا پروردگار (اور) عرش کا رب ہر اس (عیب) سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔
۴۳:۸۳ = فَذَرْھُمْ۔ ذَرْ فعل امر، واحد مذکر حاضر دَذْرٌ (باب سمع وفتح) مصدر بمعنی چھوڑ دینا۔ اس کی ماضی نہیں آتی۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، تو ان کو چھوڑ دے
= یَخُوْضُوْا۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر۔ خَوْضٌ باب نصر، مصدر بمعنی مشغول رہنا۔ وہ مشغول رہیں۔
= وَیَلْعَبُوْا۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر صیغہ جمع مذکر غائب۔ لَعْبٌ باب نصر، مصدر

وہ کھیل میں پڑے رہیں۔

(پس اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کو بے ہودہ باتوں میں مشغول اور کھیل تماشا میں پڑے رہنے دیں:

= حَتّٰی۔ حرف جر ہے انتہار غایت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی یہاں تک کہ۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ (۹۷: ۵) سلامتی ہو یہاں تک فجر طلوع ہو۔

= یُلٰقُوْا مضارع منصوب جمع مذکر غائب مُلَاقَاۃٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ وہ مل جاویں

= یَوْمَھُمْ۔ یَوْمَ اسم ظرف منصوب بوجہ مفعول۔ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کا دن۔ یعنی قیامت (وہ مل جاویں یا پالیں اپنے دن کو، حتیٰ کہ قیامت کے دن کو پہنچ جاویں۔ یعنی قیامت کے دن تک)

= الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ: جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے یُوْعَدُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب وَعْدٌ (باب ضرب) مصدر۔

۴۳: ۸۴ = ھُوَ الَّذِیْ۔ وہ وہی ذات ہے (تاکید کے ساتھ) فِی السَّمَآءِ اِلٰہٌ جو آسمانوں میں خدا ہے یعنی صرف آسمان میں خدا ہے اور زمین میں بھی: وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ اور وہی صاحب علم و صاحب حکمت ہے۔

عَلِیْمٌ۔ عِلْمٌ سے مبالغہ کا صیغہ اور حَکِیْمٌ حِکْمَۃٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے

۴۳: ۸۵ = تَبٰرَکَ۔ وہ بہت برکت والا ہے۔ وہ بڑی برکت والا ہے تَبَارُکٌ۔ (تفاعل) مصدر۔ جس کے معنی بابرکت ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، اس فعل کی گردان نہیں آتی۔ صرف ماضی کا ایک صیغہ مستعمل ہے اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے آتا ہے اسی لئے بعض لوگ اس کو اسم فعل بتاتے ہیں۔

= لَہٗ میں لام تملیک (ملکیت جتانے کے لئے) کا ہے لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کی بادشاہت اسی کی ہے۔ مَا موصولہ ہے۔

۴۳: ۸۶ = وَلَا یَمْلِکُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہِ الشَّفَاعَۃَ؛ واؤ عاطفہ۔ لَا یَمْلِکُ مضارع منفی واحد مذکر غائب مِلْکٌ مصدر (باب ضرب)، مالک نہیں ہے یا اختیار نہیں رکھتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول۔ جمع مذکر۔ یَدْعُوْنَ مضارع۔ جمع مذکر غائب

دَعْوَۃٌ اور دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پوجتے ہیں۔ وہ پکارتے ہیں۔ صلہ اپنے موصول کا۔
مِنْ دُوْنِہٖ اس کے ورے۔ اَلشَّفَاعَۃَ شَفَعَ یَشْفَعُ (باب فتح) کا مصدر بحالت مفعول ہے
= لَا یَمْلِکُ فعل، اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ فاعل۔ اَلشَّفَاعَۃَ مفعول۔
اللہ کے سوا جن کی بھی یہ پوجا کرتے ہیں وہ (یعنی معبودانِ باطل) سفارش کا کچھ اختیار نہیں رکھتے
= اِلَّا: حرف استثناء اَلْحَقِّ ای التوحید۔ شَہِدَ ماضی واحد مذکر غائب شَہَادَۃٌ
(باب سمع) گواہی دینا۔ اقرار کرنا۔ شہادت بالحق یعنی کلمہ توحید کا اقرار۔ ای شھادۃ بالحق
بکلمۃ التوحید (مدارک) اِلَّا مَنْ شَہِدَ بِالْحَقِّ۔ سوائے اس کے جس نے لَا
اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کیا۔

اِلَّا مَنْ شَہِدَ بِالْحَقِّ کی دو صورتیں ہیں:۔

۱:۔ اگر اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ میں وہ تمام معبودانِ باطل شامل ہیں جن کی مشرکین اللہ کو چھوڑ کر پوجا کیا کرتے تھے مثلاً بت، ملائکہ (کہ بعض ملائکہ کی بھی پوجا کیا کرتے تھے اور ان کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے) عیسیٰ، عزیر وغیرہ کہ نصاریٰ اور یہود ان کو اللہ کے بیٹے کہا کرتے تھے۔ یا بعض اولیاء اللہ جن کو کئی لوگ خدا کے ساتھ پوجا میں یا حاجت روائی میں شریک ٹھہراتے ہیں۔ تو اس صورت میں یہ استثناء متصل ہے۔

۲:۔ اگر ان سے مراد محض بت ہی ہیں جن کی مشرکین پوجا کیا کرتے تھے اور جن کو وہ خدا کا شریک مانتے تھے۔ تو یہ استثناء منقطع ہے۔

ہر دو صورت میں مستثنیٰ وہ لوگ بیان ہوئے ہیں جنہوں نے حق کی شہادت دی اور زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہہ کر توحید و رسالت کے قائل ہوئے ایسے لوگ خدا کے نزدیک ایک مرتبہ اور درجہ سفارش رکھتے ہیں۔ خدا نے ان کے مرتبہ کو مستثنیٰ کر لیا (تفسیر حقانی)

بعض کے نزدیک اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ سے مراد عیسیٰ، عزیر اور ملائکہ ہیں۔ اور یہ کہ خدا تعالیٰ نے ان میں سے کسی کو کسی ایسے کی سفارش کا اختیار نہیں دیا سوائے اس کے حق میں جس نے کلمہ توحید کا اقرار کیا ہوگا۔

وقیل المراد بالذین یدعون من دونہ عیسٰی وعزیر والملائکۃ فان اللہ تعالیٰ لا یملک لاحد من ھٰؤلاء الشفاعۃ الا لمن شھد بالحق وھی کلمۃ الاخلاص وھی لا الٰہ الا اللہ۔ (الخازن)

اِلَّا مَنْ شَہِدَ بِالْحَقِّ وَہُمْ یَعْلَمُوْنَ۔ ای استثنی اللہ تعالیٰ ان من شھد

بالحق ای بانہ لا الٰہ الا اللہ وھو یعلم ذلک علمًا یقینًا فھٰذا الذی یشفع لہ الملئکۃ او الانبیاء (الیسر التفاسیر)

اس صورت میں یہ استثناء متصل ہوگا اور مستثنیٰ منہ محذوف ہے (روح المعانی)

= وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ٥ جملہ موضع حال میں ہے درآں حالیکہ وہ اس کا علم الیقین رکھتے ہوں

= وَلَئِنْ: واؤ عاطفہ لام تاکید کے لئے اور اِنْ شرطیہ۔ اور اگر۔

= سَاَلْتَھُمْ: (اگر) تو ان سے دریافت کرے۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ان کافروں کے لئے ہے جو اللہ کے سوا دوسروں کی پوجا کرتے تھے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ مَنْ خَلَقَھُمْ جملہ شرط۔ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ جواب شرط۔

= لَیَقُوْلُنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ یا لام جواب شرط کے لئے اور مضارع با نون تاکید ثقیلہ صیغہ جمع مذکر غائب وہ ضرور بالضرور کہہ دیں گے۔

= فَاَنّٰی میں فاء جزائیہ ہے ای اذا کان الامر کذلک (جملہ شرط محذوف)

= یُؤْفَکُوْنَ ٥ جواب شرط۔ اَنّٰی بمعنی کَیْفَ، کیونکر، کیسے، یُؤْفَکُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب، اِفْکٌ (باب ضرب) مصدر پھیرے جاتے ہیں۔ کیسے بہکے پھرتے ہیں کہ یہ جانتے ہوئے اور اقرار کرتے ہوئے بھی کہ ان سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے پھر بھی اسے چھوڑ کر دوسروں کی عبادت طرف کیوں پھرے جاتے ہیں۔

اَلْاِفْکُ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے صحیح رُخ سے پھیر دی گئی ہو اسی لئے ان ہواؤں کو جو اپنا صحیح رخ چھوڑ دیں مُؤْتَفِکَۃٌ کہا جاتا ہے اور قرآن مجید میں ان بستیوں کو جن کو گناہ کے کام کرنے پر الٹ دیا گیا تھا مُؤْتَفِکَاتٌ کہا ہے۔ جیسے وَالْمُؤْتَفِکَاتُ بِالْخَاطِئَۃِ (۶۹: ۹) اور وہ الٹنے والی بستیوں نے گناہ کے کام کئے تھے۔

جھوٹ بھی چونکہ اصلیت اور حقیقت سے پھرا ہوا ہوتا ہے اسی لئے اس پر بھی اِفْکٌ کا لفظ بھی بولا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْکِ عُصْبَۃٌ مِّنْکُمْ (۲۴: ۱۱) جن لوگوں نے بہتان باندھا ہے تمہیں لوگوں میں سے ایک جماعت ہے

= وَقِیْلِہٖ۔ واؤ عاطفہ ہے قِیْلِہٖ مضاف مضاف الیہ (قِیْلَ قول ہی کی طرح ہے اور مصدر ہے اور اس کے مرادف ہے اس کا عطف الساعۃ پر ہے یعنی اللہ کو قیامت کا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا علم ہے کہ اے میرے رب مکہ کے یہ کافر ایمان نہیں لاتے

بعض کے نزدیک یہ مجرور ہے اور حرف قسم مضمر ہے اور تقدیر کلام ہے وَ اُقسِمُ بِقِیلِہٖ معنی یہ ہوں گے مجھے اس کے (یعنی رسول کے) یہ کہنے کی قسم کہ اے رب یہ قوم ایمان نہیں لاتی. جواب قسم محذوف ہے ای لننصرنّہ ہم ضرور اس کی (یعنی رسول کی) مدد کریں گے۔

== یٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ۔ یہ مقولہ ہے۔ قِیلِہٖ کی تعریف: اے میرے پروردگار یہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان نہیں لاتے۔

۸۹:۴۳ == فَاصْفَحْ: ف سببیہ ہے اِصْفَحْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر صَفْحٌ باب فتح مصدر۔ تو درگذر کر۔ تو اعراض کر۔ صَفْحٌ مصدر کے معنی ترک ملامت اور عفو کے ہیں مگر یہ عفو سے زیادہ بلیغ ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (۲:۱۰۶) تو تم معاف کردو اور درگذر کرو یہاں تک خدا اپنا دوسرا حکم بھیجے۔ اس میں عَفْوٌ کے بعد صَفْحٌ کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ بعض اوقات انسان عفو یعنی درگذر تو کر لیتا ہے لیکن صَفْحٌ سے کام نہیں لیتا۔ یعنی کسی سے اس قدر درگذر کرنا کہ اسے مجرم ہی نہ گردانا جائے۔

== وَقُلْ سَلٰمٌ۔ اور کہو سلام ہے تم پر۔ اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ اگر اِصْفَحْ سے مراد اس قدر درگذر کرنا کہ دوسرے کو مجرم ہی نہ گردانا جائے، مراد لیا جائے تو قُلْ سَلٰمٌ سے مراد ہوگا کہ ان کے لئے سلامتی اور ہدایت کی دعا مانگتے رہا کیجئے۔ عنقریب ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور حقیقت حال جان لیں گے اگر حق کو قبول نہ کیا تو اپنی سزا پائیں گے اور اگر قبول کر لیا تو فردوس بریں کے دروازے ان پر کھول دیئے جائیں گے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

۲۔ اگر اصفح سے مراد اعراض کرنا لیا جائے تو مطلب ہوگا:

اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ سرکش لوگ گمراہ ازلی ہیں نہیں مانیں گے ان سے اعراض کیجئے اور سلام کہئے۔ سلام کرنا محاورہ ہے رخصت کرنے اور علیحدہ ہونے سے۔ اس کو سلام رخصت کہتے ہیں فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ۔ ان کو ابھی معلوم ہو جائے گا۔ یعنی موت ہر شخص کے قریب ہے مرتے ہی سب نیک و بد کا نتیجہ سامنے آجائے گا۔ (تفسیر حقانی)

== سَوْفَ، عنقریب، جلد۔ سَوْفَ افعال مضارع پر داخل ہو کر ان کو مستقبل کے معنی کے ساتھ خاص کر کے حال سے علیحدہ کر دیتا ہے۔

یَعْلَمُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب: وہ عنقریب ہی جان لیں گے (اور اپنے اعمال نیک و بد کا بدلہ پالیں گے)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

(۴۴) سُوۡرَۃُ الدُّخَانِ مَکِّیَّۃٌ (۶۴)

۴۴: ۱ = حٰمٓ : حروف مقطعات ہیں :

= وَ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ۔ واؤ قسمیہ ہے الکتٰب موصوف المُبِیۡنِ صفت۔ اسم فاعل واحد مذکر ابانۃ (افعال) مصدر۔ کھلا ہوا۔ ظاہر کرنے والا۔ موصوف وصفت مل کر المقسم بہٖ الکتٰب ای القرآن ۔

= اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ ۔ یہ جواب قسم ہے یا یہ المقسم بہٖ کی صفت ہے اور جواب قسم اِنَّا کُنَّا مُنۡذِرِیۡنَ ہے ۔

اِنَّا ۔ اِنَّ اور ضمیر جمع متکلم نَا سے مرکب ہے ۔ اِنَّ (تحقیق ، بیشک ، یقیناً) حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے ۔ خبر کی تحقیق و تاکید مزید کے لئے آتا ہے ۔

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ بے شک اس (کتاب) کو ہم نے ہی نازل کیا ہے نہ یہ انسانوں اور جنوں میں سے کسی فرد واحد کی تصنیف ہے اور نہ دانشوروں کے کسی بورڈ نے باہمی مشوروں سے اس کا مسودہ تیار کیا ہے ۔

فِیۡ لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ یہ اس کی دوسری صفت ہے اول یہ کہ یہ کتاب یعنی قرآن حکیم ہماری طرف سے نازل شدہ ہے کسی اور کا اس میں نہ عمل و دخل ہے ۔ دوم یہ کہ یہ قرآن مجید ایک برکت والی رات میں نازل کیا گیا ہے ۔

یہ برکت والی رات کونسی ہے ۔ جمہور مفسرین کا قول یہ ہے کہ اس سے لیلۃ القدر مراد ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ ۔ (۹۷ : ۱) تحقیق ہم نے اس کو (یعنی قرآن مجید کو) شب قدر میں نازل کیا اس رات کی برکتیں کچھ تو آگے اس سورۃ میں بیان کی گئی ہیں مثلاً سورۃ القدر ساری کی ساری اس کی برکات پر مشتمل ہے اور کئی دیگر برکات اور جگہ قرآن مجید میں مذکور ہیں ۔

= اِنَّا کُنَّا مُنۡذِرِیۡنَ ۔ جملہ مستانفہ ہے (نیا مضمون شروع ہوتا ہے) اس میں یہ حکمت

بیان کی گئی ہے کہ ہم نے قرآن مجید کو کیوں نازل فرمایا۔ فرمایا ہماری شان یہ ہے کہ ہم ہر وقت خبردار کر دیا کرتے ہیں (ترجمہ ضیاء القرآن) یعنی ہماری شان یہ ہے کہ ہم آنے والے مصائب و آلام سے بروقت آگاہ کر دیا کرتے ہیں تاکہ جو ان سے بچنا چاہے وہ اپنا بچاؤ کر لے۔

وانزلنہ لان من شاننا الانذار والتحذیر من العقاب (الکشاف المدارک)

منذرین۔ جمع مذکر اسم فاعل حالت نصب بوجہ خبر کُنّا۔ انذارٌ افعال) مصدر ڈرانے والے، خبردار کرنے والے، متنبہ کرنے والے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّآ اَنْذَرْنٰکُمْ عَذَابًا قَرِیْبًا (۷۸: ۴۰) ہم نے تم کو عذاب سے جو عنقریب آنے والا ہے خبردار کر دیا ہے،

(اللہ تعالیٰ کا یہ انداز اس کی غایت شفقت و کرم سے ہمیشہ بندوں کی ہی مصلحت کے لئے ان کو عواقب امور سے مطلع اور متنبہ کرنے کے لئے ہوتا ہے)

۴۴: ۴ = فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ۔ یہ اس رات کی دوسری خصوصیت اور برکت ہے کہ ہر اہم کام کا اس رات فیصلہ کیا جاتا ہے۔

فِیْهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب لیلۃ مبارکۃ کی طرف راجع ہے۔ یُفْرَقُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ فَرْقٌ باب نصر۔ مصدر۔ وہ فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل الگ الگ بیان کر دی جاتی ہے:

كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ۔ كُلُّ مضاف اَمْرٍ حَكِیْمٍ: موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر یُفْرَقُ کا مفعول مالم یسم فاعلہ۔

فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ اس رات ہر امر حکیم فیصل کیا جاتا ہے

فَرْقٌ مادہ سے جملہ مشتقات میں " الگ الگ ہونے یا الگ الگ کرنے کے معنی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً آیت ہذا میں ہر امر حکیم کے فیصل ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس رات ہر حکمت کی بات جو اگلے سال کے دوران وقوع پذیر ہونے والی ہوتی ہے بیان کی اور ظاہر کی جاتی ہے۔ یعنی جو حوادث دنیا میں ظاہر ہونے والے ہوتے ہیں (جیسا کہ کسی کا مرنا۔ کسی کا امیر ہونا۔ کسی کا بیمار ہونا۔ تندرست ہونا۔ قحط و ارزانی کا ہونا۔ سلطنت و حکومت کا تغیر و تبدل ہونا وغیرہ بمعہ ہر ایک کی جملہ تفاصیل کے) بارگاہ قدس سے ملائکہ مدبرانِ عالم پر ظاہر اور واضح کئے جاتے ہیں۔

فَرْقٌ باب ضرب و نصر سے جدا کرنا۔ تمیز کرنا۔ واضح کرنا۔ صاف بیان کرنا۔

سمندر کو پھاڑنا۔ جیسا کہ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ (۲: ۵۰) اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا۔ تَفَرُّقٌ باب تفعل سے جماعت کا بکھر جانا۔ تفریق باب تفعیل سے جدا جدا کرنا۔ وغیرہ۔ قرآن کو الفرقان کہا گیا ہے کہ حق و باطل میں تمیز کرنے والا ہے۔ اور الفاروق حق و باطل میں امتیاز قائم کر دینے والا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطاب ہے

حَكِيْمٍ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ پُر از حکمت، لان کل مایفعلہ اللہ مشتمل علی انواع الحکم الباھرۃ۔ اللہ تعالیٰ جو کام کرتے ہیں وہ روشن حکمتوں پر مبنی ہوتا ہے۔

بعض کے نزدیک حکیم سے مراد محکم، تغیر و تبدل سے بالاتر ہے ای محکم لا تغییر فیہ ولا تبدیل۔

۴۴: ۵ = اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا۔ ہر حکم ہماری جانب سے جاری ہوتا ہے (ترجمہ ضیاء القرآن) یعنی یہ فیصلے میری بارگاہ جلالت واقدس سے صادر ہوتے ہیں اور جو فیصلہ ہماری بارگاہِ جلالت سے صادر ہوگا یقیناً وہ خیر و برکت کا حامل ہوگا، عدل اور احسان کا آئینہ دار ہوگا۔ اس رات مبارک میں جو فیصلے کئے جاتے ہیں ان کی عظمتِ شان کے اظہار کے لئے اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا کے الفاظ ذکر کئے گئے ہیں۔

امام رازی رح اَمْرًا کے منصوب ہونے کی دو وجہیں ذکر فرمائی ہیں۔ اِنْ نُصِبَ علی الاختصاص کہ مخصوص ہونے کی وجہ سے منصوب ہوا۔ یا یہ حال ہے ذوالحال اَنْزَلْنٰهُ کی ضمیر فاعل ہوگی یا مفعول۔

فائدہ لیلۃ مبارکۃ کو فیصل ہونے والے امور کو پہلے اَمْرٍ حَكِيْمٍ فرمایا کہ وہ پُر از حکمت اور محکم اور تغیر و تبدل سے بالاتر ہیں پھر ان امور کی اہمیت و عظمت کو چندور چند زیادہ بتانے کے لئے فرمایا کہ وہ امور ہماری طرف سے صادر کئے جاتے ہیں، ہمارے علم اور تدبیر کے مطابق ہوتے ہیں۔

= اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۔ یہ بدل ہے جملہ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ سے۔ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ بے شک ہم ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سے قبل جملہ رسولوں کو بھیجنے والے ہیں۔

مُرْسِلِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر اِرْسَالٌ (افعال) مصدر۔ بھیجنے والے۔

۴۴: ۶ = رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ: مفعول لہٗ۔ (تیرے پروردگار کی طرف سے) بطور رحمت کے

مطلب یہ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے پروردگار نے تجھے اور تیرے سے قبل جملہ پیغمبروں کو بمقتضائے رحمت بمعہ کتب الہیہ کے اپنے بندوں کی طرف بھیجا کہ تیرے اور تجھ سے قبل پیغمبروں کے ذریعہ اپنے بندوں کو عواقب امور سے مطلع اور متنبہ کردے۔

= السَّمِيْعُ، بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ اسمار حسنیٰ میں سے ہے۔ جب یہ حق تعالیٰ کی صفت واقع ہو۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ: ایسی ذات جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہو۔

= اَلْعَلِيْمُ، بروزن فَعِيْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے عِلْمٌ سے اسمار حسنیٰ میں سے ہے قرآن مجید میں اس کا استعمال بیشتر اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہی میں ہوا ہے

۴۴ : ۷ = رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا: بدل ہے رَبِّكَ (آیۃ ۶ متذکرۃ الصدر) سے مَا موصولہ بَيْنَهُمَا مضاف مضاف الیہ ان دونوں کے درمیان هُمَا تثنیہ غائب ہے اس کا مرجع سمٰوٰت و الارض ہے

= اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ - اِنْ شرطیہ ہے۔ مُوْقِنِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب بوجہ خبر کان۔ اِيْقَانٌ (افعال) مصدر ایمان لانے والے۔ یقین رکھنے والے۔ یہ جملہ شرط ہے جواب شرط محذوف ہے۔ یا اس کی ایسی توضیح کی جا سکتی ہے:

مشرکین اپنے منہ سے کہتے تھے کہ اللہ زمین و مافیہا کا مالک ہے (۲۳ : ۸۴ ؛ ۸۵) وہ ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا رب ہے (۲۳: ۸۶ - ۸۷) ہر چیز کی بادشاہت اسی کے ہاتھ میں ہے (۲۳: ۸۸ - ۸۹) فرمایا اگر تمہیں یقین اور ایمان ہے تو حقیقت یہی ہے کہ وہ رَبُّ السمٰوٰت والارض و ما بینہما ہے،

۴۴ : ۸ = لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: جملہ مستانفہ ہے ما قبل پر مبنی۔ یعنی جب یہ بات واضح ہو گئی کہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کا مالک اور پروردگار وہی ہے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہے وہ سمیع و علیم ہے اس کا ہر فیصلہ اس کی رحمت کا مظہر ہے تو اب یہ بات ثابت ہو گئی کہ وہی اور صرف وہی عبادت کا سزاوار ہے اور زندہ کرنا اور مارنا اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔

= رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۔ ای وھو ربکم ..... الخ اور وہی تمہارا رب ہے، اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا رب ہے رَبُّ مضاف اٰباء موصوف الاوّلین صفت، موصوف و صفت مل کر مضاف۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ

مل کر ربُّ (مضاف) کا مضاف الیہ۔

۴۴: ۹ == بَلۡ ھُمۡ فِیۡ شَکٍّ یَّلۡعَبُوۡنَ۔ بَلۡ اضراب کا ہے یعنی یہ لوگ محض زبانی کلامی اللہ رب العزت کو رب اور خالق و مالک مانتے ہیں حقیقت اس کے الٹ ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہ شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ زندگی کو لہو و لعب سمجھ رکھا ہے خدا کو ماننا یا نہ ماننا ان کے نزدیک چنداں اہمیت نہیں رکھتا۔

یَلۡعَبُوۡنَ۔ مضارع معروف جمع مذکر غائب لَعِبٌ باب سمع مصدر وہ استہزاء کرتے ہیں۔

۴۴: ۱۰ == فَارۡتَقِبۡ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِرۡتِقَابٌ (افتعال) مصدر، انتظار کرنا۔ راہ دیکھنا۔ تو انتظار کر! خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

== یَوۡمَ: روز، دن۔ منصوب بوجہ مفعول فیہ۔

== تَاۡتِیۡ۔ مضارع واحد مؤنث غائب، اِتۡیَانٌ (باب ضرب) وہ آئے گی۔ ب تعدیہ کے صلہ کے ساتھ تَاۡتِیۡ ب۔ وہ لائے گی! مؤنث کا صیغہ سماء کے لئے استعمال ہوا ہے

== دُخَانٍ مُّبِیۡنٍ: موصوف وصفت، صاف و ظاہر دُھواں۔ صریح دھواں۔ آسمان صاف و ظاہر دھواں لائے گا۔ یعنی آسمان پر صاف نظر آنے والا دھواں ظاہر ہوگا (یہ دھواں قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے)

۴۴: ۱۱ == یَغۡشَی مضارع واحد مذکر غائب غَشۡیٌ و غَشَیَانٌ (باب سمع) مصدر وہ چھا جائے گا۔ وہ ڈھانک لے گا۔ غِشَاوَۃٌ ڈھکنا۔ پردہ، جیسے وَعَلٰۤی اَبۡصَارِھِمۡ غِشَاوَۃٌ (۲: ۷) اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اور جگہ قرآن مجید میں ہے واستغشوا ثیابھم (۷۱: ۷) اور انہوں نے اپنے اوپر کپڑے لپیٹ لئے۔

یَغۡشَی النَّاسَ وہ (دھواں) لوگوں کو لپیٹ میں لے لیگا۔

== ھٰذَا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ: ھٰذَا۔ یعنی آسمانی دھوئیں کا لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لینا ایک دردناک عذاب ہوگا۔ یا جملہ سے قبل فقالوا کا لفظ محذوف ہے اور معنی ہے کہ: وہ کہہ اٹھیں گے یہ ایک دردناک عذاب ہے:

۴۴: ۱۲ == رَبَّنَا اکۡشِفۡ عَنَّا الۡعَذَابَ اِنَّا مُؤۡمِنُوۡنَ۔ ای یقولون ربنا ..... الخ وہ کہہ اٹھیں گے:

اِکۡشِفۡ امر کا صیغہ واحد حاضر۔ کَشۡفٌ (باب ضرب) مصدر کھولنا۔ اٹھا دینا۔ دور کرنا

(اے ہمارے رب یہ عذاب ہم سے دور کر دے۔
اَلْعَذَابَ : وہ عذاب جس کا ذکر ہو رہا ہے۔ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ۔ ہم ایمان لاتے ہیں
اس کی دونوں صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یہ کہ ہم سے عذاب کو ہٹا لے ہم ایمان لے آتے ہیں۔ یا
ہم ایمان لے آتے ہم سے عذاب کو دور کر دے۔
۴۴:۱۳ —— اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى۔ اَنّٰى اسم ظرف ہے زمان و مکان دونوں کے لئے
آتا ہے ظرف زمان ہو تو بمعنی مَتٰى (جب، جس وقت)۔ ظرف مکان ہو تو بمعنی اَيْنَ
(جہاں، کہاں) اور استفہامیہ ہو تو بمعنی كَيْفَ (کیسے۔ کیونکر) آتا ہے۔
اَلذِّكْرٰى نصیحت کرنا۔ ذکر کرنا۔ یاد۔ پند۔ موعظت۔ یہ ذَكَرَ يَذْكُرُ (باب
نصر) کا مصدر ہے۔ کثرت ذکر کے لئے ذکریٰ بولا جاتا ہے یہ ذکر سے زیادہ بلیغ ہے۔
یہاں مراد ایمان ہے۔ ایمان کو ذکریٰ سے تعبیر کیا گیا ہے جس کے نتیجہ میں ایمان پیدا ہوتا
ہے اسے علم بیان میں تسمیۃ الشیٔ باسم سببہ کہتے ہیں۔
اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى ان کے لئے ایمان کیونکر، یہ استفہام انکاری ہے مطلب
یہ کہ ان کے لئے ایمان نہیں ہے (اس چھوٹی سی بات پر ایمان ان کے نصیب میں کہاں
یہ اس سے بڑھ کر نشانیاں دیکھ چکے ہیں اور ایمان نہیں لائے)
—— وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ۔ جملہ حالیہ ہے: حالانکہ اس سے پہلے ان کے
پاس کھول کر بیان کرنے والا پیغمبر رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیا۔ (لیکن انہوں نے اس
کی نصیحت کو نہ مانا اور نہ ایمان لائے)
—— ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ۔ ثُمَّ تراخی وقت کے لئے ہے (پھر) اس جملہ کا عطف
جملہ سابقہ پر جَآءَهُمْ پر ہے۔ تَوَلَّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب تَوَلِّيٌ (تفعّل)
مصدر۔ انہوں نے پشت پھیری۔ انہوں نے منہ موڑا۔
تَوَلِّيٌ کا تعدیہ جب بلا واسطہ ہوتا ہے تو اس کے معنی کسی سے دوستی رکھنے
کسی کام کو اٹھانے اور والی دحاکم ہونے کے ہوتے ہیں۔ مثلاً وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ
فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (۵:۵۱) اور جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی کرے وہ انہی میں سے
ہے اور وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۲۴:۱۱) اور جس نے
ان میں سے اس بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا ہے اس کو بڑا عذاب ہوگا۔
اور فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ (۴۷:۲۲)

اے منافقو! تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو۔
اور جب عَنْ کے ساتھ متعدی ہوتا ہے تو خواہ عَنْ لفظوں میں مذکور ہو یا پوشیدہ ہو تو منہ پھیرنے اور نزدیکی چھوڑنے کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ آیت زیر نظر میں ہے۔
= وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۔ اس کے مندرجہ ذیل دو معنی ہو سکتے ہیں۔
۱:۔ وَقَالُوْا تَارَةً مُعَلَّمٌ وَ تَارَةً مَجْنُوْنٌ ۔ کبھی مُعَلَّم کہتے ہیں کہ اس کو رومی غلام تعلیم دیتا ہے یا بتاتا ہے اور کبھی مجنون کہتے ہیں۔ مُعَلَّمٌ اسم مفعول واحد مذکر تَعْلِيْمٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر سکھایا ہوا۔
۲:۔ وَقَالُوْا بَعْضُهُمْ مُعَلَّمٌ وَ بَعْضُهُمْ مَجْنُوْنٌ: بعض اسے مُعَلَّم کہتے ہیں کہ اسے کوئی دوسرا بتاتا ہے اور بعض اسے مجنون کہتے ہیں۔
۴۴: ۱۵ = كَاشِفُوا الْعَذَابِ ۔ كَاشِفُوْنَ جمع مذکر قیاسی ہے كَاشِفٌ سے كَاشِفُوْا اصل میں كَاشِفُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ كَاشِفُوْا مضاف اَلْعَذَابِ مضاف الیہ۔ عذاب کو دور کرنے والے۔ باب ضرب سے كَشْفٌ کے معنی کھولنا۔ ظاہر کرنا۔ برہنہ کرنا۔ ضرر کو دفع کرنا۔ کے ہیں۔ باب ضرب سے یہ متعدی مستعمل ہے لیکن باب سمع سے لازم آتا ہے بمعنی شکست کھانا۔
= قَلِيْلًا ای زمانًا قليلًا تھوڑی سی مدت کے لئے۔
= اِنَّكُمْ عَائِدُوْنَ: تم (پھر کفر کی طرف) لوٹ جانے والے ہو۔ یعنی لوٹ جاؤ گے۔
عَائِدُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر۔ عَوْدٌ (باب نصر) مصدر۔ لوٹ کر آنے والے۔ پھر کر آنے والے۔ پلٹنے والے۔

یعنی ہم اس عذاب کو کچھ عرصہ کیلئے کم کر دیں گے، لیکن تم ایمان لانا تو کجا تم تو پھر لوٹ کر اسی کفر و شرک کی طرف آجاؤ گے۔
آیت ۱۲ میں مشرکین (مکہ کے مشرکین، قریش و دیگر مشرکین) نے دعا کی تھی رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ہ اے ہمارے رب ہم سے یہ عذاب دور کر دے ہم ابھی ایمان لاتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے اول تو ایمان تمہارے نصیب ہی میں کہاں ہے کیونکہ اس سے بڑھ کر نشانیاں تمہارے پاس آچکیں مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث من اللہ ہو کر تم کو دعوت الی الحق دینا۔ لیکن تم ایمان نہ لائے۔ بلکہ اس کو معلم و مجنون کہا۔ پھر بھی ہم اس عذاب کو کچھ عرصہ کے لئے کم کر دیں گے لیکن تم اپنی فطرت سے مجبور ہو تم

کفر و شرک کی طرف ہی لوٹنے والے ہو۔

فَائِدَہٗ:- ابتدار سورۃ سے مختلف اسالیب سے خداوند تعالیٰ نے اپنا رب السمٰوٰت والارض ہونا۔ موجودہ اور گذشتہ نسلوں کا پروردگار ہونا۔ اپنا سمیع و علیم ہونا۔ اپنا خالق و مالک ہونا اور اپنے بندوں پر رحیم و کریم ہونا، زندگی اور موت پر قادر ہونا۔ بیان کرکے مشرکین مکہ کو متنبہ کیا ہے کہ باوجود اس کی لاتعداد کرمفرمائیوں کے تم صرف زبانی دکلامی اس کی وحدانیت، الوہیت اور ربوبیت کا دعویٰ کرتے رہتے ہو جو درحقیقت تم نے ان تمام باتوں کو کھیل سمجھ رکھا ہے اب تم غور سے سن لو۔ کہ ہم تم کو ایک ایسے عذاب سے دوچار کریں گے جو آسمانی دھوئیں کی شکل میں ہوگا تم میں سے ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا اور اس کی شدت سے تم چلا اٹھوگے رَبَّنَا اکْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان تو خیر تمہارے نصیب میں کیا ہوگا ہم ازراہ تلطف اس عذاب کو کچھ مدت کے لئے کم کردیں گے لیکن تم پھر کفر و شرک کی طرف لوٹنے والے ہو۔

صاحب تفسیر ضیاء القرآن رقمطراز ہیں:۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں نزول اجلال فرمایا۔ تو اہل مکہ اور گردو نواح میں بسنے والوں کو قحط نے آلیا۔ نوبت بایں جا رسید کہ مردار اور کتے کھا کھا کر گذارہ کرنے لگے۔ اپنے چھوٹے بڑے بتوں کے سامنے بڑی دردمندانہ التجائیں کیں لیکن سب بے سود۔ آخر ابوسفیان بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ آپ خیال فرماتے ہیں کہ آپ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے آپ کی قوم بھوک سے ہلاک ہو گئی ہے آپ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے نجات بخشے۔

فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسقوا الغیث۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور بارش برسنے لگی:

یہ آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں ان میں قحط شدید کی آمد کی اطلاع دی گئی پھر اس قحط سے مجبور ہو کر مشرکین کے رویہ میں جو تبدیلی آنے والی تھی اس کا ذکر کیا گیا۔ اَنّٰی لَهُمُ سے بتادیا گیا کہ ان کا یہ کہنا (انا مؤمنون) محض وقتی مجبوری کے باعث تھا ورنہ جب انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن تعلیمات اور روشن معجزات کے باوجود ایمان قبول نہیں کیا تو اب اتنی سی بات سے وہ ہدایت کیسے قبول کرسکتے ہیں؟

اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ... الخ سے بتا دیا کہ ان سے وہ عذاب ایک عرصہ کے لئے

ٹال دیا جائے گا لیکن وہ اپنی کرتوتوں سے باز نہیں آئیں گے۔

آیات کی یہ تفسیر جو بخاری سے منقول ہے اس کو ان احادیث سے متعارض کہنا جن میں دخان علامت قیامت کے ضمن میں مذکور ہے قطعاً درست نہیں۔ بے شک قیامت سے پہلے بھی دھواں ظاہر ہوگا۔ جیسے حدیث میں مذکور ہے وہ دھواں علامات قیامت میں سے ہوگا۔ اور یہ الگ واقعہ ہے جس کا ذکر ان آیات میں ہے۔ اس لئے قطعاً کوئی تعارض نہیں ہے جیسے بعض حضرات کو غلط فہمی ہوئی ہے۔

۴۴: ۱۶ = یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى۔ یَوْمَ مفعول فعل مقدر کا۔ ای اُذْكُرْ یَوْمَ: نَبْطِشُ مضارع جمع متکلم بَطْشٌ (باب ضرب) مصدر۔ ہم سختی سے پکڑیں گے بَطْشٌ، سختی اور قوت کے ساتھ پکڑنے کو کہتے ہیں اَلْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى موصوف وصفت سخت پکڑ۔ مضبوط گرفت۔ موصوف وصفت مل کر مفعول فعل نبطش کا۔ وہ دن یاد کرو جب ہم پوری شدت سے پکڑیں گے۔

یا جملہ یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى بدل ہے جملہ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ کا۔ سخت پکڑ کے دن سے مراد قیامت کا دن۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد یوم بدر ہے۔ اول الذکر زیادہ صحیح ہے۔

= اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ (اس دن) ہم بدلہ لینے والے ہوں گے۔ یعنی اس روز ہم پورا پورا بدلہ لیں گے
مُنْتَقِمُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر۔ اِنْتِقَامٌ (افتعال) مصدر۔ بدلہ لینے والے۔ انتقام لینے والے۔

۴۴: ۱۷ = وَلَقَدْ فَتَنَّا۔ واؤ عاطفہ لام تاکید کا: قَدْ کے دو فائدے ہیں:۔
۱:۔ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے۔
۲:۔ ماضی کو زمانہ حال کے قریب کر دیتا ہے۔ فَتَنَّا ماضی جمع متکلم فِتْنَةٌ باب ضَرَبَ مصدر۔ آزمانا۔ آزمائش میں ڈالنا۔ اور تحقیق ان سے قبل ہم نے ماضی قریب میں قوم فرعون کو آزمایا تھا۔

فِتْنَةٌ کے اصل معنی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو جائے اس لئے کسی کو آگ میں ڈالنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ یُفْتَنُوْنَ (۵۱: ۱۳) جس دن ان کو آگ میں (ڈال کر) عذاب دیا جائے گا۔ نفس عذاب پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے مثلاً ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ (۵۱: ۱۴)

اپنے عذاب کا مزہ چکھو۔

قرآن مجید میں فتنہ اور اس کے مشتقات کو مختلف معانی کے لئے استعمال کیا گیا

== قَبْلَهُمْ۔ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مشرکین مکہ کی طرف راجع ہے جن کا ذکر اوپر ہو رہا ہے۔

== رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ: عظیم الشان رسول (رسولٌ کی تنوین تعظیم کے لئے ہے) كَرِيْمٌ كَرَمٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بزرگ، بڑا، عزت والا، شان والا۔ یہاں مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جن کو خدا تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا تھا۔

۴۴: ۱۸ == اَنْ اَدُّوْا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ۔ اَنْ مفسرہ ہے کیونکہ حضرت موسیٰ کا فرعون اور اس کی قوم کے پاس آنا قول کے معنی کو بھی متضمن ہے یعنی وہ ان کے پاس آیا اور فرعون سے کہا کہ اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو۔

اَدُّوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تَادِيَةٌ (تفعیل) مصدر، جس کے معنی ادا کرنے یا حوالہ کرنے کے ہیں۔ ادی یا ادو مادہ۔

الاداء کے معنی یکبارگی اور پورا پورا حق دینا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے فَلْيُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ (۲: ۲۸۳) پس امانت دار کو چاہیے کہ صاحب امانت کی امانت کو ادا کر دے۔ یا اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا (۴: ۵۸) خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کے حوالہ کر دیا کرو۔

== عِبَادَ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل اَدُّوْا کا۔ اللہ کے بندے: مراد یہاں بنی اسرائیل ہیں جو فرعون کے تحت ملک مصر میں غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

== اَمِيْنٌ۔ اَمْنٌ اور اَمَانَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے اور اسم مفعول کا بھی۔ کیونکہ فعیل کا وزن دونوں میں مشترک ہے۔ امانت دار، معتبر، امانت والا۔

== اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ۔ واؤ عاطفہ، اَنْ مفسرہ، لَا تَعْلُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ عُلُوٌّ (باب نصر) مصدر بمعنی بلند ہونا۔ غالب آنا۔ بلند کرنا۔ متکبر ہونا۔ سرکشی کرنا۔ (اور یہ بھی کہا کہ) کہ تم اللہ کے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو۔

== اٰتِيْكُمْ: اٰتِیْ بِ۔ مضارع واحد متکلم۔ اِتْيَانٌ (افعال) مصدر۔ میں لایا ہوں۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں تمہارے پاس لایا ہوں۔ اٰتِیْ اسی مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر حاضر بھی آتا ہے۔ آنے والا۔ اور جب اس کا تعدیہ باء کے ساتھ ہو تو معنی

لانے والا

== سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ : موصوف وصفت سُلْطَانٌ بمعنی بُرہان، سند، دلیل۔ قوت، زور قرآن مجید میں اکثر بمعنی حجت و دلیل آیا ہے۔ مُبِیْنٍ ظاہر۔ کھلا۔ روشن، مطلب یہ کہ میں اپنے ساتھ تمہارے پاس اپنی رسالت کی روشن دلیل لایا ہوں

۴۴ : ۲۰ == عُذْتُ ۔ ماضی واحد متکلم عُذْتُ اصل میں عَوَذْتُ تھا۔ عَوْذٌ باب نصر مصدر سے۔ واؤ متحرک ماقبل مفتوح واؤ کو الف سے بدلا گیا۔ الف اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گیا، پھر واؤ کی رعایت سے عین کو ضمہ دیا۔ میں نے پناہ لی۔ میں نے پناہ پکڑی میں نے پناہ مانگی۔

== وَرَبِّکُمْ ای دبو بکم۔ (میں نے پناہ لے لی ہے) اپنے رب کی اور تمہارے رب کی :

== اَنْ تَرْجُمُوْنِ ۔ اَنْ مصدریہ۔ تَرْجُمُوْنِ اصل میں تَرْجُمُوْنَنِیْ تھا۔ تَرْجُمُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر رَجْمٌ (باب نصر) مصدر۔ سنگسار کرنا۔ نون وقایہ اور ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔ کہ تم مجھے سنگسار کرو، تَرْجُمُوْنِ سے مراد پتھر مارنا بھی ہے اور بدکلامی کرنا بھی۔ رَجْمٌ باب نصر پتھر برسانا۔ الرِّجَامُ پتھر کو کہتے ہیں۔ لیکن استعارہ کے طور پر رَجْمٌ کا لفظ جھوٹے گمان۔ توہم، سب وشتم، اور کسی کو دھتکارنا کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً اور جگہ قرآن مجید میں ہے رَجْمًا بِالْغَیْبِ (۱۸ : ۲۲) یہ سب غیب کی باتوں میں اٹکل کے تکے چلاتے ہیں یا فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ (۳۸ : ۷۷) تو بہشت سے نکل جا کہ تو راندۂ درگاہ ہے۔

۴۴ : ۲۱ == اِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ ۔ اِنْ شرطیہ۔ لَمْ تُؤْمِنُوْا مضارع نفی جحد بلم صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے ہو۔ جملہ شرط۔

== فَاعْتَزِلُوْنِ ۔ جملہ جواب شرط ف جواب شرط کے لئے۔

اِعْتَزِلُوْا فعل امر، جمع مذکر حاضر اِعْتِزَالٌ (افتعال) مصدر نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف تم مجھ سے الگ ہو جاؤ۔ یعنی اگر تمہارا مجھ پر ایمان نہیں ہے تو تم دور ہٹ جاؤ، میرا راہ نہ روکو، تاکہ میں اپنی قوم کو لے جاؤں۔

۴۴ : ۲۲ == اَنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ خبر کی تاکید اور تحقیق مزید کے لئے آتا ہے اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ هٰؤُلَآءِ ۔ اسم اَنَّ ۔ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ موصوف وصفت مل کر خبر۔ تحقیق یہ مجرم لوگ ہیں۔

مُجْرِمُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مُجْرِمٌ واحد۔ اِجْرَامٌ (افعال) مصدر سے۔ گنہ گار، مجرم،

۴۴:۲۳ = فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا: ای فقال اللّٰہ ان کان الامر کذٰلک فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو میرے بندوں کو لے کر راتوں رات چل نکلو۔ اس میں ان کان الامر کذلک جملہ شرط محذوف ہے۔ فَاَسْرِ میں فَ جواب شرط ہے اور اَسْرِ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِسْرَاءٌ (افعال) مصدر سے جس کے معنی رات کو سفر کرنے کے ہیں بَ کے تعدیہ کے ساتھ بمعنی کسی کو لے کر رات کے وقت چلنا۔ یا کسی کو رات کے وقت لیجانا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (۱۷:۱) بِعِبَادِیْ بَ تعدیہ کے لئے ہے۔ عِبَادِیْ مضاف مضاف الیہ۔ میرے بندے۔ لَیْلًا رات کو، مفعول فیہ۔ پاک ہے وہ ذات جو ایک رات میں اپنے بندے کو مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔

= اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ: تمہارا ضرور تعاقب کیا جائے گا: ای یتبعکم فرعون و جنودہ اذا علموا بخروجکم۔ یہ علت ہے اسر بعبادی کی۔ یعنی جب وہ تمہارے نکل جانے کی خبر پائیں گے تو فرعون اور اس کی فوج ضرور تمہارا تعاقب کرے گی۔

مُتَّبَعُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر مُتَّبَعٌ واحد اِتِّبَاعٌ (افتعال) مصدر۔ مُتَّبَعٌ وہ شخص جس کا پیچھا کیا جائے۔ یا جس کی پیروی کی جائے۔ اس جگہ اول الذکر مراد ہے:

۴۴:۲۴ = وَاتْرُکِ الْبَحْرَ رَهْوًا واؤ عاطفہ، اُتْرُکْ فعل امر واحد مذکر حاضر، تَرْکٌ (باب نصر) مصدر۔ تو چھوڑ۔ اَلْبَحْرَ دریا۔ دریائے قلزم مراد ہے جسے حضرت موسیٰ اور اس کی قوم نے پار کیا تھا۔ رَهْوًا یہ رَهَا یَرْهُوْا (باب نصر) سے مصدر ہے جس کے معنی دریا کے تھمنے کے آتے ہیں۔ یعنی پار ہو کر دریا کو اسی ہیئت میں ساکن رہنے دیجئے، دریا پھٹ کر کھلے کشادہ رستے بن گئے تھے اور راستوں کے دونوں طرف دریا کے آر پار پانی پہاڑ کی طرح تھم کر کھڑا ہو گیا تھا۔ خدا کا حکم ہوا کہ اسے اسی طرح راستوں میں بٹا ہوا اور ساکن رہنے دیجئے اپنے عصا سے یا کسی اور طریقے سے یہ پاٹ پُر کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ اس ڈر سے کہ مبادا فرعون اور اس کی قوم تمہیں آنہ لے۔ بلکہ راستے کھلے رہنے دیں تاکہ فرعون اور اس کی قوم تمہارے تعاقب میں ان راستوں پر دریا میں داخل ہو جائے اور جب وہ سارے دریا کی زد میں آجائیں تو خدا تعالیٰ

پانی کو چالو کر دے، رستے ختم ہو جائیں اور فرعون و جنودہٗ اس میں غرق ہو جائیں۔
== اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ۔ جُنْدٌ لشکر، فوج۔ جُنُوْدٌ جمع۔ مُغْرَقُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ اِغْرَاقٌ (افعال) مصدر۔ غرق کئے ہوئے۔
تحقیق وہ لوگ ایک ایسی فوج ہیں جو غرق کی جانیوالی ہے:

۴۴: ۲۵ == كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ:
كَمْ دو طرح استعمال ہوتا ہے
۱:۔ سوالیہ:۔ استفہام کے لئے آتا ہے، کتنی مقدار۔ کتنی تعداد، کتنی دیر۔ اس صورت میں اس کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے یہ تمیز کبھی مذکور ہوتی ہے مثلاً كَمْ دِرْهَمًا عِنْدَكَ، تیرے پاس کتنے درہم ہیں۔ اور کبھی محذوف ہوتی ہے جیسے كَمْ لَبِثْتَ ای كَمْ زَمَانًا لَبِثْتَ۔ تو کتنی مدت ٹھہرا۔
۲:۔ كَمْ خبریہ: جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے مثلاً كَمْ آهلكنا ھا۔ ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر دیا۔ اور کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے جیسے كَمْ مِنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا (۷: ۴) کتنی ہی بستیاں ہوں گی کہ ہم نے ان کو تباہ کر دیا۔
تَرَكُوْا جمع مذکر غائب فعل ماضی معروف، تَرْكٌ (باب نصر) مصدر، انہوں نے چھوڑا۔ ضمیر فاعل فرعون اور اس کی قوم یا لشکر جو قلزم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعاقب میں غرق ہو گئے تھے ان کی طرف راجع ہے
كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ: کتنے ہی باغات اور چشمے وہ (غرق ہونے کے بعد) چھوڑ گئے۔
عُيُوْنٍ، عَيْنٌ کی جمع۔ چشمے / نہریں۔

۴۴: ۲۶ == وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ۔ ای وکم من زروع ومقام کریم ترکوا۔ کتنے ہی کھیت اور عمدہ مکانات وہ پیچھے چھوڑ گئے۔ زُرُوْعٍ زَرْعٌ کی جمع۔ کھیت کھتان۔ زَرْعٌ (باب فتح) مصدر۔ کھیتی اگانا۔
مَقَامٍ كَرِيْمٍ موصوف وصفت كَرِيْمٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر: كَرُمَ (باب كَرُمَ) مصدر سے۔ معظم۔ شاندار۔ باعزت؛

۴۴: ۲۷ == وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ: ای وکم من نعمۃ ترکوا:

اور کتنی ہی نعمتیں (آرام کے سامان) انہوں نے چھوڑے۔ جن میں وہ مزے اڑایا کرتے تھے۔
فکِھِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ فاکِھَۃٌ واحد: فَکَاھَۃٌ اسم مصدر، بمعنی ہنسی مذاق خوش طبعی۔ فکِھِیْنَ۔ ہنسی مذاق کی باتیں کرنے والے۔ مزے اڑانے والے۔
۴۴: ۲۸ = کَذٰلِکَ: ای الامر کذلک۔ یہ قصہ ایسے ہی واقع ہوا۔ (حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھی دریائے قلزم کے پار گذر گئے۔ اور فرعون اور اس کا لشکر اسی دریا میں غرق ہو گئے)
= اَوْرَثْنٰھَا: اَوْرَثْنَا ماضی جمع متکلم اِیْرَاثٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ بمعنی وارث بنانا۔ میراث میں دینا۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث مفعول اوّل۔ کا مرجع وہ نعمتیں اور چیزیں ہیں جو فرعون اور اس کا لشکر پیچھے چھوڑ کر غرق ہو گئے تھے۔
= قَوْمًا اٰخَرِیْنَ۔ موصوف وصفت مل کر مفعول ثانی۔
اور ہم نے وہ نعمتیں اور سامانِ عشرت دوسرے لوگوں کو میراث میں دے دیا۔
قَوْمًا اٰخَرِیْنَ کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں:۔
۱:۔ اس سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔
۲:۔ اس سے مراد وہ قبطی لوگ ہیں جو غرق ہونے والے لوگوں کے بعد ان چیزوں کے وارث بنے
۴۴: ۲۹ = مَا بَکَتْ عَلَیْھِمْ: ماضی منفی واحد مؤنث غائب بُکَاءٌ مصدر باب ضرب، نہ روئی۔ بمعنی نہ روئے ان پر۔
= عَلَیْھِمْ۔ میں ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع فرعون اور وہ لوگ ہیں جو اس کے ہمراہ غرق ہو گئے تھے۔
= مُنْظَرِیْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر منصوب بوجہ خبر کَانُوْا۔ مُنْظَرٌ واحد۔ مہلت دیئے گئے۔ مہلت یافتہ۔ اور نہ انہیں (مزید) مہلت دی گئی۔
۴۴: ۳۰ = نَجَّیْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَنْجِیَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ ن ج و مادہ۔ ہم نے نجات دی۔ ہم نے بچایا۔
= اَلْعَذَابِ الْمُھِیْنِ۔ موصوف وصفت، ذلیل و خوار کرنے والا عذاب۔
مُھِیْنٌ اسم فاعل۔ واحد مذکر اِھَانَۃٌ (افعال) مصدر۔ مَھِیْنٌ ذلیل و خوار، حقیر۔ مَاءٍ مَّھِیْنٍ حقیر پانی، ناپاک پانی، یعنی نطفہ۔
یہاں اَلْعَذَابِ الْمُھِیْنِ سے مراد فرعون کا ظلم و استبداد ہے، بنی اسرائیل کے لڑکوں کا قتل کرنا اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دینا۔ بنی اسرائیل کو غلام بنا کر ان سے

حقارت آمیز کام لینا۔ ان کو محنت و مشقت میں ان کی استعداد سے بڑھ کر دبائے رکھنا۔ وغیرہ
۴۴:۳۱ = مِنۡ فِرۡعَوۡنَ۔ العذاب سے بدل ہے بحذفِ مضاف ای من
عذاب فرعون۔
= عَالِیًا۔ سرکش۔ متکبر، جبر کرنے والا۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ منصوب بوجہ خبر کان
عُلُوٌّ باب نصر مصدر۔ علو۔ مادہ۔
= مِنَ الۡمُسۡرِفِیۡنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اسراف (افعال) مصدر۔ حدِ اعتدال
سے آگے بڑھنے والے۔ بیہودہ صرف کرنے والے۔ حد حلال سے حرام کی طرف بڑھنے والے، شر اور
فساد میں آگے بڑھنے والے۔ یہ یا تو کَانَ کی خبر ثانی ہے ای کان متکبرا مغرقا فی
الاسراف۔ یا عالیا میں ضمیر مستتر سے حال ہے۔ ای کان متکبرا فی حال اغراقہ
فی الاسراف :
۴۴:۳۲ = قَدِ اخۡتَرۡنٰهُمۡ۔ قَدۡ بمعنی تحقیق اِخۡتَرۡنَا ماضی جمع متکلم اِخۡتِیَارٌ
(افتعال) مصدر هُمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تحقیق ہم نے پسند کیا ان کو۔ ہم نے
ان کو برتری دی (بعض امور میں)
= عَلٰی عِلۡمٍ۔ علم کی بناء پر۔ علم کی رُو سے۔ یعنی ہم کو علم تھا کہ وہ اس کے مستحق ہیں۔
یا ہم جانتے تھے کہ بعض احوال میں وہ کج رو ہو جائیں گے دانستہ طور پر۔
= عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ: اہل عالم پر۔ مطلب ہے کہ۔ ان کے زمانہ کے لوگوں پر۔ یا علی تعلیل
کے لئے ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے۔ ہم نے ان کو (بنی اسرائیل کو) ان کے علم کی وجہ سے
لوگوں پر فضیلت دی۔
۴۴:۳۳۔ اٰتَیۡنٰهُمۡ: اٰتَیۡنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ هُمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہم نے
ان کو دیا۔ ہم نے ان کو بخشا۔ اِیۡتَاءٌ (افعال) مصدر۔
= اَلۡاٰیٰتِ۔ نشانیاں۔ اٰیَة کی جمع۔ یہ لفظ مادہ ای ی سے تَاَیِّیْ (تفعل) مصدر
سے مشتق ہے جس کے معنی کسی چیز پر ٹھہرنے اور تثبت حاصل کرنے کے ہیں۔ اور اٰیَةٌ کا
لفظ بلند عمارت پر بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے فرمایا۔ اَتَبۡنُوۡنَ بِکُلِّ رِیۡعٍ اٰیَةً تَعۡبَثُوۡنَ
(۲۶:۱۲۸) کہ تم ہر اونچی جگہ پر بے کار نشان تعمیر کرتے ہو۔ اور قرآن کے ہر اس حصہ کو جو کسی حکم
پر دال ہو اٰیة کہا جاتا ہے۔ عام اس سے کہ وہ سورۃ ہو یا اس کی ایک فصل یا کئی فصلیں
اور ہر اس کلام کو جو لفظی اعتبار سے دوسرے سے الگ ہو اٰیة کہہ دیا جاتا ہے اسی کے

اعتبار سے سورتوں کی آیات کو آیات کہا جاتا ہے جن کے ذریعہ سورۃ شمار کی جاتی ہے :
آیات سے فکری دلائل بھی مراد لئے جاتے ہیں کہ لوگ اپنے مراتب علمیہ کے اعتبار سے ان کی معرفت میں مختلف درجات رکھتے ہیں۔
اسی معنی میں فرمایا ۔
بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ (۲۹ : ۴۹) بلکہ یہ اہل علم کے نزدیک واضح دلائل ہیں اور ہمارے ان دلائل سے وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو بے انصاف ہیں ۔
(اٰیۃ کی مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو المفردات للراغب اصفہانیؒ) :
آیت ہذا میں آیات سے مراد وہ معجزات اور نشانیاں ہیں جو وقتاً فوقتاً بنی اسرائیل کو عطا ہوئیں مثلاً دریا کے پانی کو ان کے گذرنے کے لئے پھاڑ دینا اور الگ الگ بارہ راستے بنا دینا۔ میدان تیہ میں ان پر ابر کا سایہ کر دینا ۔ من و سلویٰ کا نازل فرمانا وغیرہ وغیرہ ،،
== مَافِيْهِ : مَا موصولہ ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر مَا موصولہ کی طرف راجع ہے ، جس میں ۔ جن میں ۔
== بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ۔ موصوف وصفت ۔ صریح آزمائش ۔ اِخْتِبَارٌ ظَاهِرٌ کھلی آزمائش (بیضاوی) تفسیر الماجدی میں ہے ۔ بَلَاءٌ کے عام متداول معنی ہی لئے جا سکتے ہیں کہ ان نشانات کے ذریعہ سے خوب آزمائش اور تجربہ ہو گیا۔ اَيَشْكُرُوْنَ اَمْ يَكْفُرُوْنَ ۔ کہ وہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں یا ناشکری کرتے ہیں ۔
بَلٰٓؤٌا آزمائش نعمتوں کے ذریعے سے بھی کی جا سکتی ہے اور تکالیف کے ذریعے بھی نعمتوں کے ذریعہ جیسا کہ آیت ہذا میں ہے اور تکالیف کے ذریعہ بھی ۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ (۲ : ۴۹) (اور ہمارے ان احسانات کو یاد کرو) جب ہم نے تم کو قوم فرعون سے نجات دی ۔ (وہ لوگ) تم کو بڑا دکھ دیتے تھے ۔ تمہارے بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔ اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی سخت آزمائش تھی ۔
۴۴ : ۳۴ == اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ۔ اِنَّ حرف مشبہ بفعل ہے بمعنی تحقیق ۔ بے شک ، یقیناً : هٰٓؤُلَآءِ اسم اشارہ جمع مذکر مؤنث ، یہ لوگ ، مراد مشرکین مکہ ہیں ۔ گفتگو ان کی ہو رہی تھی ۔

ان کو کفر سے باز آنے کی تلقین کیجا رہی تھی بیچ میں فرعون اور اس کی قوم کا ذکر نصیحۃً آگیا کہ وہ بھی دنیاوی جاہ وجلال اور دنیاوی نعمتوں میں مستغرق ہو کر بکمال تعصب وہٹ دھرمی قبول حق سے انکار ہی کرتے رہے۔ پھر ان کا کیا انجام ہوا۔ مشرکین مکہ کو اس انجام بد سے باخبر کر کے سبق سیکھنے کے لئے اس کا ذکر ہوا۔

اس ضمنی بحث کے بعد پھر ان سے خطاب ہے اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَیَقُوۡلُوۡنَ بے شک یہ لوگ (کفار مکہ) یہ کہتے ہیں :۔

۴۴ : ۳۵ ـــــ اِنۡ هِیَ اِلَّا مَوۡتَتُنَا الۡاُوۡلٰی ۔ اِنۡ نافیہ، هِیَ ای العاقبۃ او نهایۃ الامر عاقبت یا کسی امر کا انجام۔ اختتام۔ مَوۡتَتُنَا مضاف مضاف الیہ۔ مل کر موصوف اَلۡاُوۡلٰی صفت پہلی موت۔ ہماری پہلی موت،

صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں :۔

اَلۡمَوۡتَۃَ الۡاُوۡلٰی سے مراد پہلی موت۔ پہلی موت کے لئے ضروری نہیں ہے کہ کوئی دوسری موت بھی ہو۔ قال الاسنوی فی التمهید الاول فی اللغۃ ابتداء الشئ ثم قد یکون له ثان وقد لا یکون ۔ اسنوی اپنی کتاب التمہید میں لکھتے ہیں کہ لغت میں "اول" شے کی ابتداء کو کہتے ہیں کبھی اس کے بعد دوسرا ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔

مطلب یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ آپ ہمیں قیامت اور عذاب جہنم سے ڈراتے رہتے ہیں۔ پہلی دفعہ جب موت کا پیالہ پئیں گے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندگی کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد نہ کوئی زندگی ہوگی نہ کوئی حشر نشر،

یا مَوۡتَۃَ الۡاُوۡلٰی سے مراد موت کی وہ کیفیت ہے جو اس دنیاوی حیات سے قبل تھی جس کی طرف اشارہ ہے وَکُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡیَاکُمۡ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ (۲ : ۲۸) درآنحالیکہ تم بےجان تھے تو اس نے تم کو زندہ کیا۔ پھر تم کو مارے گا۔ پھر وہی تم کو زندہ کرے گا۔

اور مطلب ان کے کہنے کا یہ ہے کہ اس دنیاوی زندگی کے خاتمہ پر وہی پہلی موت کی سی کیفیت ہو جائے گی۔ یعنی یہ ساری مخلوق معدوم ہو جائے گی۔ اور کوئی حشر ونشر کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا۔

لیکن اول الذکر تاویل زیادہ صحیح ہے۔ قرآن مجید میں اسی سورۃ میں ہے لَا یَذُوۡقُوۡنَ فِیۡهَا الۡمَوۡتَ اِلَّا الۡمَوۡتَۃَ الۡاُوۡلٰی (۴۴ : ۵۶) (جنت میں متقین) پہلی دفعہ مرنے کے سوا

موت کا مزہ نہیں چکھیں گے (موت کا ذائقہ بعد از حیات ہی ہوسکتا ہے نہ کہ قبل از موت) ۔
= مُنْشَرِیْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر منصوب مُنْشَرٌ واحد اِنْشَارٌ (افعال) مصدر۔ اٹھائے گئے، زندہ کئے گئے یعنی دوبارہ زندہ کرکے قبروں سے اٹھائے جانے والے۔
یعنی مرنے کے بعد ہم کو زندہ کرکے دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا۔
۴۴: ۳۶ = فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَا۔ جملہ جواب شرط ہے اور آئندہ جملہ شرطیہ ہے ای اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ پس اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کرکے لے آؤ۔
اِئْتُوْا بِ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِیْتَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ ب تعدیہ ہے۔
۴۴: ۳۷ = اَھُمْ خَیْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ۔ یعنی قوت وشوکت اور کثرت میں یہ لوگ قوم تبع سے بہتر ہیں یا قوم تبع ان سے بہتر ہے یہ استفہام انکاری تقریری ہے یعنی یہ لوگ قوم تبع سے بہتر نہیں بلکہ قوم تبع ان سے بہتر تھی۔
تُبَّع یمن کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ جیسے مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون تھا۔ اور روم کے بادشاہ کا قیصر، فارس کے بادشاہ کسریٰ کہلاتے تھے۔ بعض کے نزدیک آخری تبع کا نام تبع اسعد ابوکریب بن ملیک کرب تھا۔
= وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے جیسے عاد وثمود وغیرہ۔
= اِنَّھُمْ کَانُوْا مُجْرِمِیْنَ۔ بے شک وہ گنہگار تھے۔ یہ اس علت کا بیان ہے جو تباہ کرنے کی متقضی تھی۔ ھو تعلیل لاھلاکھم (روح البیان)
مُجْرِمِیْنَ بمعنی کاملین فی الاجرام والاٰثام۔ لفظ مجرم اسم فاعل ہے لیکن صفت مشبہ کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔
۴۴: ۳۸ = وَمَا خَلَقْنَا میں مَا نافیہ ہے اور وَمَا بَیْنَھُمَا میں مَا موصولہ ہے۔
= لٰعِبِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر لَعْبٌ وَلَعِبٌ (باب سمع) مصدر۔ کھیلنے والے۔ بے فائدہ کام کرنے والے۔ ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اسے فضول کھیل کے طور پر نہیں بنایا۔ محض بیکار وعبث پیدا نہیں کیا۔
۴۴: ۳۹ = مَا خَلَقْنٰھُمَا۔ مَا نافیہ۔ ای مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا۔ یعنی یہ آسمان وزمین اور ان کے درمیان جملہ مخلوق کو کسی مصلحت اور حکمت کی بنیاد پر پیدا کیا ہے:

= اِلَّا بِالْحَقِّ : استثنار مفرغ (جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو)
حق کے اظہار کے لئے۔ یعنی توحید کو ثابت کرنے اور اطاعت کو واجب کرنے کے لئے تاکہ فرماں بردار کو ثواب اور نافرمان کو عذاب دیا جاتے۔

۴۴: ۴۰ = یَوْمَ الْفَصْلِ : یَوْمَ منصوب بوجہ عمل اِنَّ، یَوْمَ مضاف اَلْفَصْلِ مضاف الیہ فیصلے کا دن۔ قیامت کا دن۔ حق کو باطل سے جدا کرنے کا دن۔ الفَصْلِ (باب ضرب) مصدر۔ ایک چیز کو دوسری چیز سے علیحدہ کرنا۔ ممیز کرنا، فاصلہ کرنا۔

یہاں بمعنی فصل الحق عن الباطل والمحق عن المباطل بالجزاء او فصل الشخص عن احبابہٖ و ذوی قرابتہ۔ یعنی جس دن حق اور باطل میں تمیز کی جائے گی سچوں اور جھوٹوں کو الگ کیا جائے گا۔ یا لوگوں کو اپنے دوستوں اور رشتہ داروں سے جدا کیا جائے گا۔

= مِیْقَاتُھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میقات اسم ظرف زمان۔ مقرر وقت، ان کا مقرر وقت۔

= اَجْمَعِیْنَ۔ سب کے سب: ھُمْ کی تاکید کے لئے آیا ہے۔ وہ سب کے سب، ان سب کا۔

۴۴: ۴۱ = یَوْمَ لَا یُغْنِیْ۔ بدل من یوم الفصل۔ یوم الفصل سے بدل ہے۔ لَا یُغْنِیْ مضارع منفی۔ واحد مذکر غائب۔ اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر۔ کام نہیں آئے گا۔

= مَوْلًی۔ وَلْیٌ (لفیف مفروق، باب حسب یحسب) مصدر سے اسم مفعول و اسم فاعل ہر دو طرح مستعمل ہے۔ اسم مفرد ہے اس کی جمع مَوَالٍ ہے۔ بمعنی آقا۔ آزاد کردہ غلام، غلام کا آزاد کرنے والا۔ مددگار۔ انعام دینے والا۔ جس کو انعام دیا جائے۔ ساتھی۔ دوست، رفیق، پڑوسی، حلیف، پیرو۔ قاضی۔

لَا یُغْنِیْ مَوْلًی عَنْ مَوْلًی۔ کوئی دوست کسی دوست کے کام نہ آسکے گا:
شَیْئًا ذرا بھر بھی۔ کچھ بھی۔ کسی قسم کا فائدہ خواہ عطار منفعت کی شکل میں ہو یا دفع مضرت کی صورت میں۔

= وَلَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ۔ مضارع منفی مجہول مذکر غائب۔ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی یعنی نہ کوئی اس دن کسی کی کسی طرح مدد کر سکے گا اور نہ ہی کوئی بیرونی مدد آتے گی: (ابن کثیر) ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب بلحاظ معنی مولیٰ (اول الذکر) کے لئے ہے۔ الضمیر لمولی الاو

باعتبار المعنی (بیضاوی) لبعض کے نزدیک کفار کے لئے ہے جیساکہ ضمیر جمع مذکر غائب میقاتہم میں ہے ۔

۴۴: ۴۲ = اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰہُ (استثناء متصل) ای لا یمنع من العذاب الا من رحمہ اللہ تعالیٰ وذلک بالعفو عنہُ وقبول الشفاعۃ فیہ۔ یعنی کوئی بھی عذاب سے بچ نہیں سکیگا سوائے اس کے کہ جس پر اللہ رحم فرمائے گا۔ معافی دے کر اور اس کے حق میں شفاعت قبول فرماکر (روح المعانی) یا۔ لکن من رحمہ اللہ تعالیٰ فانہ یدفع عنہ العذاب وینصر (الجزائری) لیکن جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائیگا اس پر سے عذاب بھی ہٹایا جاسکے گا اور اس کی امداد بھی کی جا سکے گی :

= اَلْعَزِیْزُ۔ عِزَّۃٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے، اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے ہے :

= الرَّحِیْمُ ۔ رَحْمَۃٌ سے بروزن فعیل مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اسماء الحسنیٰ سے ہے بڑا مہربان ۔ نہایت رحم والا۔

۴۴: ۴۳ = شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۔ مضاف مضاف الیہ، تھوہر کا درخت ،، شَجَرَتَ منصوب بوجہ عمل اِنَّ ۔ ای اسمِ اِنَّ ۔ جمع ہے شَجَرَۃ کی لیکن بمعنی واحد مؤنث آیا ہے درخت ۔ مختلف نسخوں میں شجرۃ ہی تحریر ہے ۔

الزَّقُّوْم ۔ تھوہر ۔

۴۴: ۴۴ = طَعَامُ الْاَثِیْمِ : خبر اِنَّ ۔ طَعَامُ الْاَثِیْمِ مضاف مضاف الیہ اَلْاَثِیْمُ اِثْمٌ (باب ضرب) مصدر سے ۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل۔ گنہگار، عاصی یہاں مراد الکافر ہے اور جنس کافر کے لئے مستعمل ہے۔ بیشک زقوم کا درخت ہر بڑے گنہگار (یعنی کافر) کا کھانا ہوگا۔

۴۴: ۴۵ = کَالْمُھْلِ ۔ کاف تشبیہ کا ہے مُھْلٌ تلچھٹ ، وہ چیز جو مائع کی تہ میں بیٹھ جاتی ہے گار (فیروز اللغات اُردو) پگھلی ہوئی دھاتیں (فیروز اللغات عربی اُردو) روغن زیتون کی تلچھٹ (قاموس القرآن) المعدن المذاب (پگھلی ہوئی دھات) کالفضۃ والحدید والنحاس والذھب مثلاً چاندی، لوہا، تانبا۔ سونا۔ القطران الرقیق رقیق سیال مادہ۔ دُرْدِیّ الزیت ۔ روغن زیتون کی تلچھٹ (المعجم الوسیط)

= کالمھل : معالقہ کے انند ہے۔ اگر وقف کالمھل کے بعد کیا جائے تو ترجمہ ہوگا۔
بے شک زقوم کا درخت بڑے گنہگار (یعنی کافر) کا کھانا ہوگا (جو صورت میں ایسا برا ہوگا) جیسے تیل کی تلچھٹ۔

اور اگر وقف الاثیم پر کیا جاتے تو ترجمہ ہوگا:۔
وہ جو تلچھٹ کی مانند ہوگا (یعنی زقوم کا کھانا) پیٹ میں ایسا کھولے گا (جیسے سخت گرم پانی کھولتا ہے)

= یَغْلِیْ : مضارع واحد مذکر غائب غَلْیٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ کھولتا ہے، وہ کھولیگا غَلْیٌ کھولنا۔ جوش مارنا۔

۴۴ : ۴۶ = اَلْحَمِیْمِ ۔ نہایت گرم پانی۔ اسی اعتبار سے گہرے دوست کو بھی حمیم کہتے ہیں۔ جیسے مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ (۴۰ : ۱۸) ظالموں کا کوئی دوست نہیں ہوگا۔ اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات قبول کی جائے۔

۴۴ : ۴۷ = خُذُوْہُ : امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ہُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب، اس کو پکڑو۔ ای یقال للزبانیۃ خذوہ :.... جہنم کے فرشتوں سے کہا جائے گا۔ پکڑو اس کو۔

= فَاعْتِلُوْہُ : فَ عاطفہ ہے اِعْتِلُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر عَتْلٌ باب نصر، ضرب، مصدر سے جس کے معنی چہار طرف سے پکڑ کر زبردستی کھینچنے اور دھکیلنے کے ہیں۔ اور اس زبردستی دھکیلتے اور کھینچتے لے جاؤ۔

= سَوَآءِ اسم مصدر ہے بمعنی استوار یعنی دونوں طرف سے بالکل برابر۔ عین درمیان میں اس کا نہ تثنیہ بنایا جاتا ہے نہ جمع۔

سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ط مضاف مضاف الیہ۔ جہنم کا وسط۔

۴۴ : ۴۸ = ثُمَّ ۔ تراخئ وقت کے لئے آیا ہے بمعنی پھر، اس کے بعد۔

= صُبُّوْا : امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، صَبٌّ باب نصر، مصدر سے۔ تم بہاؤ۔ تم اوپر سے ڈالو۔

= مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ : مِنْ تبعیضیہ ہے۔ عذاب الحمیم مضاف مضاف الیہ۔ پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب انڈیل دو۔

اصل میں انڈیلا تو پانی جائے گا یہاں عین پانی کو عذاب استعمال کرکے مبالغہ کا کام لیا گیا ہے۔

۴۴ : ۴۹ = ذُقْ : امر واحد مذکر حاضر، ذَوْقٌ باب نصر مصدر۔ توچکھ۔ تو ذائقہ لے۔ (یہاں بطور طنز کے استعمال ہوا ہے)
= اَلْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ : معزز، مکرم۔ ترجمہ :۔ لو چکھو تم تو بڑے معزز اور مکرم ہو نا۔

فائدہ : روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل ملعون سے فرمایا کہ مجھے خدا کا حکم ہوا ہے کہ تجھ سے کہہ دوں کہ تیرے لئے وَیل ہے۔ تجھ پر افسوس ہے۔ پھر مکرر کہتا ہوں کہ تیرے لئے خرابی اور افسوس ہے۔ اس پاجی نے اپنا کپڑا آپ کے ہاتھ سے گھسیٹتے ہوئے کہا۔ جا تو اور تیرا رب میرا کیا بگاڑ سکتے ہو۔ اس تمام وادی میں سب سے زیادہ عزت اور تکریم والا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے بدر کے دن دو کمسن بچوں کے ہاتھوں قتل کرایا اور اسے ذلیل کیا۔ اور اس سے کہا جائے گا کہ لے اب اپنی عزت کا اور اپنی تکریم کا اور اپنی بزرگی اور بڑائی کا لطف اٹھا۔ (ابن کثیر)

۴۴ : ۵۰ = هٰذَا۔ ای ھذا العذاب۔ یہ عذاب (جو اب تمہیں مل رہا ہے)
= مَا۔ موصولہ۔ بمعنی الذی۔
= كُنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ : ماضی استمراری جمع مذکر حاضر، جس کے متعلق تم شک کیا کرتے تھے۔ اِمْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر۔ جس کے معنی کسی ایسی چیز کی بابت حجت کرنے اور جھگڑنے کے ہیں کہ جس میں شک اور شبہ و تردد ہو۔

۴۴ : ۵۱ = اَلْمُتَّقِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ پرہیزگار لوگ
= مَقَامٍ اَمِيْنٍ موصوف وصفت۔ امن والی جگہ۔

۴۴ : ۵۲ = عُيُوْنٍ عَيْنٌ کی جمع۔ چشمے، نیز بمعنی آنکھیں۔

۴۴ : ۵۳ = يَلْبَسُوْنَ. مضارع جمع مذکر غائب۔ لَبْسٌ (باب سَمِعَ) مصدر وہ پہنیں گے۔ لِبَاسٌ پوشاک۔
= سُنْدُسٍ۔ باریک ریشم، باریک دیبا۔ معرّب ہے۔ فارسی یا ہندی اصل سے ہے
= اِسْتَبْرَقٍ۔ ریشم کا موٹا زرّیں کپڑا۔ دیبا۔
= مُتَقٰبِلِيْنَ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ آمنے سامنے۔ تقابُلٌ (تفاعل) مصدر سے بحالت نصب بوجہ حال۔ درآں حالیکہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

۴۴ : ۵۴ = كَذٰلِكَ۔ ای الامر کذلک (بات یونہی ہوگی) او اَتَيْنَا هُمْ مِثْلَ

ذٰلك۔ ہماری داد ودہش ایسی ہی ہوگی (بیضاوی)

== وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ؕ اور ہم ان کا گوری گوری فراخ آنکھوں والیوں سے بیاہ کردیں گے۔

زَوَّجْنٰهُمْ۔ زَوَّجْنَا ماضی جمع متکلم تَزْوِيْجٌ (تفعیل) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم نے ان کو بیاہ دیں۔ ہم ان کو بیاہ دیں گے (ماضی بمعنی مستقبل) زَوَّجْنَاهُمْ سے مراد نکاح کرانا نہیں ہے بلکہ جوڑ لگادینا مراد ہے اسی لئے بِحُوْرٍ باء کے ساتھ ذکر کیا نکاح کرانا مراد ہوتا تو حُوْرًا عِيْنًا بغیر بِ کے کہا جاتا۔ عربی میں اگر کسی مرد کا کسی عورت کے ساتھ نکاح کرانے کا ذکر کیا جاتا ہے تو زَوَّجْتُهٗ بِفُلَانَةٍ نہیں آتا بلکہ زَوَّجْتُهٗ فُلَانَةً کہا جاتا ہے قرآن مجید میں ہے، زَوَّجْنٰكَهَا (۳۳: ۳۷) ہم نے تم سے اس (عورت) کا نکاح کردیا

حُوْرٍ حَوْرَاءُ کی جمع ہے نہایت گوری عورت، وہ خوبصورت عورت جس کی آنکھ کی سفیدی بہت سفید اور سیاہی بہت سیاہ ہو۔

== عِيْنٍ عَيْنَاءُ کی جمع فراخ چشم عورتیں۔

۴۴: ۵۵ == يَدْعُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ دَعْوَةٌ باب نصر، مصدر۔ وہ طلب کرتے ہیں یا طلب کریں گے۔

== بِكُلِّ فَاكِهَةٍ۔ یعنی پھلوں میں سے جس پھل کو پسند کریں گے۔ طلب کریں گے

== اٰمِنِيْنَ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت نصب بوجہ حال۔ اَمْنٌ باب سمع مصدر محفوظ ہونا۔ مطمئن ہونا۔ اٰمِنِيْنَ مطمئن ہونا۔ دل جمع۔ بے خوف۔ یعنی ان کو نہ پھلوں کے ختم ہونے کا کوئی اندیشہ ہوگا اور نہ کسی پھل کے کھانے سے کسی مضرت کا کوئی پہلو ہوگا۔

۴۴: ۵۶ == لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ۔ وہ اس میں موت کو نہیں چکھیں گے یعنی ان کو وہاں کبھی موت نہیں آئے گی، بلکہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع یا تو آخرۃ ہے یا جنت،

== اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى سوائے پہلی موت کے۔

صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں:۔

اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى۔ یہ استثناء منقطع ہے یا متصل ہے اور فِيْهَا کی ضمیر آخرت کی طرف راجع ہے (لیکن آخرت میں تو پہلی موت بھی نہیں آئے گی۔ اس لئے مجازی معنی مراد ہے۔ کیونکہ ہم مرتے ہی قیامت کے احوال شروع ہوجاتے ہیں۔ یا جنت کی طرف راجع ہے (لیکن جنت

میں بھی تو پہلی موت نہیں ہوگی۔ اس لئے اس صورت میں بھی مجازی معنی مراد ہوں گے یہ مرتے ہی متقی فوراً جنت کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے گویا اس کی موت ہی جنت کے اندر واقع ہوتی ہے۔

لہٰذا اس جملہ کا ترجمہ ہوگا:

بجز اس پہلی موت کے جو دنیا میں آ چکی ہوگی۔

= وَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ : وَقٰى (لفیف مفروق) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب وَقَايَةٌ باب ضرب مصدر۔ وہ بچا لیگا۔ وہ محفوظ رکھیگا۔ (ماضی بمعنی مستقبل) هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ عَذَابَ الْجَحِيْمِ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی وَقٰى کا جہنم کے عذاب سے۔

۴۴ : ۵۷ = فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۔ فَضْلًا منصوب بوجہ مفعول لہٗ ہونے کے ہے۔ یعنی یہ سب عنایات (متذکرہ آیات ۵۱ تا ۵۶) اس کا فضل و احسان ہے نہ کہ بندہ کے افعال کا ثمر یہ محض آپ کے رب کا فضل و کرم ہے۔

= ذٰلِكَ ۔ یعنی تیرے رب کا فضل و کرم کا نصیب ہو جانا ہی عظیم کامیابی ہے : یا یہ مکروہات سے نجات اور مقاصد تک رسائی یہی بڑی کامیابی ہے۔

۴۴ : ۵۸ = يَسَّرْنٰهُ ۔ يَسَّرْنَا ماضی جمع متکلم تَيْسِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے آسان کر دیا۔ هٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے

= بِلِسَانِكَ : تیری زبان میں۔ عربی زبان میں۔

= لَعَلَّهُمْ تاکہ یہ لوگ :

= يَتَذَكَّرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَذَكُّرٌ (تفعل) مصدر۔ نصیحت پکڑتے ہیں۔ تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں۔

۴۴ : ۵۹ = فَارْتَقِبْ : فَ جواب شرط محذوف کے لئے ہے ای وان لم یتذکروا فَارْتَقِبْ ۔ ای فَانْتَظِرْ ۔ اور اگر وہ نصیحت نہ پکڑیں تو پھر انتظار کرو، اور یہ بھی منتظر ہیں۔ یعنی آپ انتظار کریں اس عذاب کا جو ان پر نازل ہوگا۔ اور وہ آپ کے مبتلائے مصیبت ہونے کے منتظر رہیں۔

اِرْتَقِبْ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ ارتقاب (افتعال) مصدر بمعنی انتظار کرنا۔ راہ دیکھنا۔

= اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ : بے شک وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں۔ صیغہ جمع مذکر اسم فاعل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۲۵) سُوۡرَۃُ الۡجَاثِیَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۶۵)

۴۵: ۱ = حٰمٓ: حروف مقطعات ہیں۔
۴۵: ۲ = تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ: تَنۡزِیۡلٌ بروزن تفعیل مصدر ہے بمعنی اتارنا۔ نازل کرنا۔ الۡکِتٰبُ ای القراٰن۔ مرکب اضافی ہے، اس کتاب یعنی قرآن مجید کا اتارا جانا یا نازل کرنا یا کیا جانا۔ مِنَ اللّٰہِ اللہ کی طرف سے ہے۔
الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ۔ جو العزیز الحکیم ہے۔ العزیز غالب الحکیم حکمت والا ہے) یعنی غالب اور حکمت والے اللہ کی طرف سے ہے۔
۴۵: ۳ = اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ بے شک آسمانوں اور زمین میں (اللہ کی قدرت و وحدانیت کی) مومنوں کے لئے کثیر نشانیاں ہیں۔ آیت کا یہ ظاہر مطلب بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اور لفظ خلق کو محذوف بھی قرار دیا جاتا ہے یعنی آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں مومنوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔
۴۵: ۴ وَ مَا یَبُثُّ مِنۡ دَآبَّۃٍ۔ واؤ عاطفہ، جملہ کا عطف خَلۡقِکُمۡ پر ہے مَا موصولہ یَبُثُّ مضارع واحد مذکر غائب: بَثٌّ (باب نصر) مصدر ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے دَآبَّۃٍ جانور، چلنے والا۔ رینگنے والا۔ پاؤں دھرنے والا۔ اسم فاعل کا صیغہ مذکر اور مؤنث، دونوں کے لئے مستعمل ہے ۃ وحدت کی ہے دَوَآبُّ جمع ہے۔
(تمہاری) اور ان جانوروں کی پیدائش میں جن کو اللہ نے (زمین پر) پھیلا رکھا ہے یقین رکھنے والوں کے لئے بہت سے دلائل ہیں۔
۴۵: ۵ = وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّہَارِ۔ ای وفی اختلاف اللیل والنہار۔ اور (اسی طرح) رات دن کے ادل بدل میں موسموں کے گھٹاؤ بڑھاؤ میں۔
= رِزۡقٍ سے یہاں مراد بارش ہے کیونکہ بارش پیدائش رزق کا سبب ہے۔
= فَاَحۡیَا بِہٖ۔ فَ تعقیب کا ہے بہٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب رِزۡقٍ کے لئے ہے (یعنی بارش سے)

= تَصْرِيْفِ الرِّيَاحِ ۔ مضاف مضاف الیہ تصریف بروزن تفعیل مصدر ہے ہواؤں کا ہیر پھیر، ہواؤں کا بدلنا۔ یعنی مختلف جہات میں چلنا۔ اور مختلف حالات میں مختلف صورت میں چلنا۔

ان سب میں اہل عقل کے لئے دلائل ہیں۔

۴۵: ۶ = نَتْلُوْهَا ۔ نَتْلُوْ مضارع جمع متکلم ہم پڑھ کر سناتے ہیں۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب، یہاں جمع کے لئے استعمال ہوا ہے اور اس کا مرجع آیات ہے: عَلَيْكَ آپ پر۔ آپ کو، یہ اللہ کی آیات ہیں جو صحیح صحیح طور پر پڑھ کر ہم آپ کو سناتے ہیں۔

= اَيِّ ۔ کونسی، جس، کس کس۔ کیا کیا۔ یہ استفہامیہ بھی ہوتا ہے اور شرطیہ بھی۔

= حَدِيْثٍ : بات۔

۴۵: ۷ = وَيْلٌ اسم مرفوع۔ ہلاکت، عذاب، دوزخ کی ایک وادی، عذاب کی شدت، وَيْلٌ اصل میں کلمہ عذاب و ہلاکت ہے: یہ مصدر ہے اور اس سے فعل کا کوئی صیغہ نہیں آتا۔ (اضواء البیان)

= اَفَّاكٍ ۔ جھوٹا۔ افك سے مبالغہ کا صیغہ ہے بروزن فعّال۔ اَلْإِفْكُ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے صحیح رُخ سے پھیر دی گئی ہو۔ اسی بنا پر ان ہواؤں کو جو اپنا اصلی رُخ چھوڑ دیں مؤتفکۃ کہا جاتا ہے۔

اور آیت شریفہ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى (۵۳: ۵۳) اور الٹی ہوئی بستیوں کو دے پٹکا۔ میں مؤتفکۃ سے مراد وہ بستیاں ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے مع ان کے بسنے والوں کے الٹ دیا تھا۔

اور جھوٹے کو افاك اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اعتقاد حق سے باطل کی طرف سچائی سے جھوٹ کی طرف اور اچھے کاموں سے بُرے کاموں کی طرف پھرتا ہے۔

= اَثِيْمٍ بھی اثم سے فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ بمعنی کثیر الاثم بڑا گنہگار ہے۔ اثیم سے قبل حرف عطف محذوف ہے۔

مکذبین کے لئے ویل سورۃ مرسلات میں بھی مذکور ہے وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (۷۷: ۱۵) بڑی خرابی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لئے۔

۴۵: ۸ = يَسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۔ وہ اللہ کی آیات کو سنتا ہے۔ یہ افاك اثیم کی

تیسری صفت ہے یا یہ جملہ مستانفہ ہے۔

= تُتْلٰی عَلَیْہِ یہ جملہ اٰیٰتِ اللّٰہِ سے حال ہے یعنی درآں حالیکہ وہ (آیات) اس کے اوپر پڑھی جاتی ہیں۔ تُتْلٰی مضارع مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ وہ پڑھی جاتی ہیں۔ وہ تلاوت کی جاتی ہیں۔ تِلَاوَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ ت ل و۔ مادہ۔

= ثُمَّ۔ حرف عطف ہے مہلت کے ساتھ ترتیب کے اظہار کے لئے آتا ہے۔ عام طور پر التراخی فی الوقت (وقت کی تاخیر کا وقفہ یعنی ترتیب میں ایک شے کا دوسری شے سے کتنے وقفہ کے بعد وقوع ہوا) کے لئے استعمال ہوتا ہے بمعنی پھر، اس کے بعد۔ لیکن بعض دفعہ التراخی فی الرتبہ کے لئے بھی بول لیتے ہیں۔ یہاں اس کا استعمال التراخی فی الرتبہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یعنی وہ افاک ہے اثیم ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اٰیٰت اللہ کو سن کر بھی اپنے اعتقادات باطل پر بھی مُصِر ہے۔

= یُصِرُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب اصرارٌ (افعال) مصدر۔ وہ اصرار کرتا ہے وہ مُصر ہے۔

= مُسْتَکْبِرًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ مغرور۔ غرور کرنے والا۔ اپنے کو بڑا سمجھنے والا سرکشی کرنے والا۔ منصوب بوجہ ضمیر یُصِرُّ سے حال ہونے کے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِ اٰیٰتُنَا وَلّٰی مُسْتَکْبِرًا کَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْھَا (۳۱: ۷)

اور جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو اکڑ کر منہ پھیر لیتا ہے گویا ان کو سنا ہی نہیں

= کَاَنْ: اصل میں یہ لفظ کَاَنَّ ہی تھا کاف حرف تشبیہ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل اسی کی طرح اس کا معنوی فائدہ بھی ہے لیکن تخفیف نون کے بعد عمل اور لفظی تصرف ختم ہو گیا۔ اب نہ اسم کو نصب دے سکتا ہے اور نہ خبر کو رفع۔ گویاکہ:

= لَمْ یَسْمَعْھَا۔ لَمْ یَسْمَعْ مضارع نفی جحد بلم۔ واحد مذکر غائب۔ (گویا کہ) اس نے سنا ہی نہیں۔

= فَبَشِّرْہُ۔ ف سببیہ ہے۔ یعنی فَ سے پہلے کا کلام بعد والے کلام کی علت ہے:

بَشِّرْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے تَبْشِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ بشارت۔ اس خبر کو کہتے ہیں جس کو سن کر چہرے پر خوشی کے آثار پیدا ہو جائیں۔ یہاں چہرے پر آثار غم پیدا کرنے والی خبر کو بطور استہزاء بشارت کہا ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔ تحیۃ بلینھم ضرب وجیع

ان کا آپس کا سلام دردناک ضرب ہے،، مطلب یہ کہ کارزار کی گرمی سے ان کے سلام کی ابتدا ہوتی ہے۔

۴۵: ۹ = وَاِذَا ۔ واؤ عاطفہ ہے اِذَا ظرف زمان ہے بمعنی جب۔ مفاجاتیہ بھی استعمال ہوتا ہے، بمعنی ناگہاں، اچانک۔ یکایک۔

یہاں دونوں صورتیں ممکن ہیں۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔

اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو اس کا مذاق بناتا ہے ؛

دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا۔

اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو فوراً مذاق بنانے لگتا ہے۔

= اِتَّخَذَهَا ۔ اِتَّخَذَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے بنالیا۔ اس نے ٹھہرالیا۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب شَيْئًا کی طرف راجع ہے (ہماری آیات میں سے کوئی حصہ)

لیکن روح المعانی میں ہے :۔

بادر الی الاستھزاء بالاٰیت کلھا ولم یقتصر علی الاستھزاء بما بلغہٗ ۔ وہ اپنے استہزاء کو صرف انہیں آیات تک محدود نہیں رکھتا جن کی خبر اس تک پہنچتی ہے بلکہ تمام آیات کے استہزاء میں جلدی دکھاتا ہے۔ یعنی ساری آیات کو تختۂ استہزاء بناتا ہے ؛

= هُزُوًا : مصدر۔ باب فتح، مادہ ھزء ۔ ھزئٌ بمعنی اسم مفعول۔ وہ جس کا مذاق اڑایا جائے۔

= اُولٰٓئِكَ لَهُمْ ۔ یعنی ایسے تمام جھوٹوں کے لئے۔ یہی ہیں وہ لوگ جن کے لئے۔

= عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۔ موصوف وصفت۔ مُهِيْنٌ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِهَانَةٌ (افعال) مصدر۔ اہانت آمیز، ذلیل وخوار کرنے والا۔

۴۵: ۱۰ = مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ : ان کے آگے جہنم ہے (یعنی قیامت کے روز۔ وَرَآئِهِمْ مضاف مضاف الیہ ۔ وَرَآءَ اسم ہے جہت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

صاحب اضواء البیان نے بڑے وثوق سے لکھا ہے کہ اس کے معنی آگے کے ہیں ملاحظہ ہو اضواء البیان جلد ۷ تفسیر آیۃ ہذا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس کا استعمال تقریباً ہر جہت کے لئے ہوا ہے۔ مثلاً:۔

ا۔ بمعنی پیچھے، پس پشت۔ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۔ (۸۴: ۱۰) اور جس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔

۲:۔ بمعنی آگے: مِنْ وَّرَآئِهِمْ: (آیۃ ہذا)
۳:۔ آگے، پیچھے، ہر طرف سے: وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ (۸۵:۲۰) اور خدا ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

صاحب تفسیر مظہری رقم طراز ہیں:۔

وَرَآءَ۔ کا ترجمہ:۔ ورے بھی ہے پرے بھی ہے۔ آگے بھی ہے اور پیچھے بھی۔

= لَا يُغْنِيْ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب: اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر۔ کام نہ آئے گا: فائدہ بھی نہیں پہنچائیگا۔ دفع نہیں کریگا۔

= مَاكَسَبُوْا مَا موصولہ۔ كَسَبُوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ كَسْبٌ باب ضرب انہوں نے کمایا۔ ای ماکسبوا فی الدنیا۔ یعنی جو انہوں نے کمایا تھا دنیا میں۔ یعنی مال و اولاد وہ ان کے کسی کام نہیں آئے گا۔

= وَلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ۔ واؤ عاطفہ: اور نہ ہی کام آئیں گے وہ جن کو انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنا کارساز بنا رکھا تھا۔ مَا موصولہ۔ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اللہ کو چھوڑ کر جن کو انہوں نے اپنا کارساز بنا رکھا تھا اس میں وہ بت بھی شامل ہیں جن کی وہ پوجا کرتے تھے۔ اور وہ پیر و پیشوا جن کی وہ پیروی کیا کرتے تھے۔

= شَيْئًا: کچھ بھی۔ ذرہ برابر بھی۔

۴۵: ۱۱ = هٰذَا هُدًى: هٰذَا۔ ای القرآن۔ یہ قرآن سراسر ہدایت ہے

عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ: عَذَابٌ اَلِيْمٌ موصوف وصفت، دردناک عذاب:

رِجْزٌ کے متعلق ضیاء القرآن میں ہے:۔

علامہ ابن منظور اس کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ (ترجمہ) ابو اسحٰق کہتے ہیں کہ رجز کا لفظ جو قرآن میں مذکور ہے۔ اس کا معنیٰ ہے ایسا عذاب جو اپنی شدت کے باعث لرزہ خیز ہو۔ اس کے جھٹکے شدید اور لگاتار ہوں:

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ:۔

وہ بدبخت جو از راہِ غرور و تکبر اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں انہیں شدید عذاب سے دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

امام راغب اصفہانی المفردات میں لکھتے ہیں۔

الرِّجْزُ کے اصل معنیٰ اضطراب کے ہیں اور اسی سے رَجَزَ الْبَعِيْرُ ہے جس کے معنی ضعف کے

سبب چلتے وقت اونٹ کی ٹانگوں کے کپکپانے اور چھوٹے قدم اٹھانے کے ہیں۔ اور شعر کے ایک بحر کا نام بھی رِجز ہے جس میں شعر پڑھنے سے زبان میں اضطراب سا معلوم ہوتا ہے۔ لفظ رِجزٌ زلزلہ کی طرح عذاب سے کنایہ ہے

بعض نے اَلِیمٌ کو اَلِیمٍ پڑھا ہے۔ اس طرح یہ رِجزٍ کی صفت ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا:۔ دردناک کپکپاہٹ کا عذاب

۴۵: ۱۲ = سَخَّرَ ماضی واحد مذکر غائب: تَسْخِیْرٌ (تفعیل) مصدر اس نے لبس میں کردیا۔ اس نے تابع کردیا۔ تسخیر کے معنی لبس میں کرنے اور کبھی زبردستی کسی خاص کام میں لگادینے کے ہیں۔

= لِتَجْرِیَ: لام تعلیل کا ہے۔ تَجْرِیَ: مضارع واحد مؤنث غائب: جَرْیٌ وجَرَیَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ جاری ہے، وہ چلتی ہے۔

= اَلْفُلْكُ ۔ کشتی، کشتیاں، واحد اور جمع دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

فِیْہِ ای فی البحر تاکہ اس (دریا۔ یا سمندر میں) کشتیاں چلیں۔ بِاَمْرِہٖ ای باذنہٖ اس کے حکم سے۔

= وَ لِتَبْتَغُوْا ۔۔۔ واؤ عاطفہ، لام تعلیل کا۔ تَبْتَغُوْا مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِبْتِغَاءٌ (افتعال) مصدر تَبْتَغُوْا اصل میں تَبْتَغُوْنَ تھا۔ نون اعرابی عامل لام تعلیل کے آنے سے گر گیا۔ تاکہ تم تلاش کرو، ڈھونڈو:

= مِنْ فَضْلِہٖ اور تاکہ تم اس کی طرف سے عطا کردہ رزق کی تلاش کرو۔ مِنْ فَضْلِہٖ اس کے فضل میں سے۔ فضل بمعنی بزرگی۔ بخشش، جمع افضالٌ۔ فضل کے اصل معنی زیادتی کے ہیں۔ اس لئے اس کا اطلاق اس مال و دولت پر بھی ہوتا ہے جو بطور نفع انسان کو حاصل ہو" اور خداوند تعالیٰ کے عطیہ پر بھی خواہ وہ دنیوی ہو یا اخروی، کیونکہ وہ انسان کو اس کے استحقاق سے زیادہ دیا جاتا ہے۔

یہاں آیت ہذا میں فضل سے مراد وہی مال و دولت و رزق مراد ہے۔ اسی معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ (۶۲: ۱۰) اور جب نماز پوری ہو چکے تو زمین پر پھیر و چلو، اور اللہ کی روزی تلاش کرو

= وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ہ اور تاکہ تم شکر ادا کرو، د لکی تشکروا النعم المترتبۃ عَلٰی ذٰلِکَ تاکہ اس تلاش پر مبنی جو نعمتیں حاصل ہوں ان کا تم شکر بجالاؤ۔

۴۵ : ۱۳ == جَمِیْعًا مِّنْہُ : ای ھِیَ جَمِیْعًا مِّنْہُ . یعنی مِنْہُ خبر ہے ھِیَ مبتدا محذوف کی یہ سب کچھ اسی کا عطا کردہ ہے۔

یا یہ حال ہے مَا سے ۔ ای سخّر ھذہ الاشیاء کائنۃً منہ

== یَتَفَکَّرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب : تَفَکُّرٌ (تفعّل) مصدر۔ وہ غور کرتے ہیں یعنی زمین وآسمان اوران کے مابین کی جملہ اشیاء کی تخلیق کے متعلق غور کرتے ہیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی قدرت اور اس کی سلطنت کے حقائق عیاں ہوتے ہیں۔ اور ان کا ایمان مضبوط سے مضبوط تر ہوجاتا ہے۔

۴۵ : ۱۴ == یَغْفِرُوْا ، امر کا صیغہ جمع مذکر غائب ۔ مَغْفِرَۃٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی کسی کا گناہ معاف کرنا۔ درگذر کرنا۔ معاف کردیں۔ ایمان والوں سے فرمادیجئے کہ وہ معاف کردیں۔ یا درگذر کردیں۔

== لَا یَرْجُوْنَ : مضارع منفی جمع مذکر غائب : رَجَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ اندیشہ کرنا۔ خوف رکھنا۔ امید رکھنا۔ یقین رکھنا۔ جو امید نہیں رکھتے اور خوف نہیں رکھتے،

یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ ان لوگوں سے درگذر کریں یا ان کو معاف کردیا کریں جو ایام اللہ کا یقین نہیں رکھتے۔

== اَیَّامَ اللّٰہِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ اَیَّام بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہے۔ اللہ کے دن ۔ اللہ کے دنوں سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ سرکشوں سے انتقام لے اور ان کی بدکرداری کے عوض ان کو عذاب دے۔ یا اپنے فرمانبردار بندوں کو اپنے مخصوص فضل وکرم سے نوازے۔

ابن السکیت نے تصریح کی ہے کہ عرب ایام کو وقائع کے معنی میں استعمال کرتے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فلان عالم بایام العرب۔ یعنی وہ عرب کے واقعات وحالات کا عالم ہے۔ یہاں الذین لایرجون ایام اللہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس پر یقین نہیں رکھتے یا ان کو اللہ کے ان وقائع کا ڈر یا اندیشہ نہیں جب وہ اپنے نیک بندوں کو اپنے فضل وکرم سے نوازے گا۔ اور بدکرداروں اور مجرموں کو عذاب دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے بندوں، کو جو ایام اللہ کا اندیشہ نہیں رکھتے معاف کردینے میں یہ مصلحت رکھی ہے کہ قیامت کے روز وہ اپنے بندوں کو خود انعام واکرام دیگا۔ اور بدکرداروں کو سزا دے گا۔ اگر اس کے نیک بندوں نے اپنے مخالفین سے یہاں اس دنیا میں ہی بدلہ لے لیا۔

توپھر اللہ تعالیٰ ان سے بدلہ نہیں لے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو درگذر کرنے اور معاف کر دینے کا حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بدکرداروں کو خود سزا دے۔

یَجْزِیَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ جَزَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ مضارع منصوب بوجہ عمل لام تعلیل ہے۔ وہ بدلہ دے گا۔

= بِمَا۔ میں ب سببیہ ہے اور ما موصولہ۔ بسبب اس کے جو وہ کیا کرتے تھے۔

= کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ماضی استمراری جمع مذکر غائب کَسْبٌ (باب ضرب) مصدر وہ کمایا کرتے تھے۔ وہ کیا کرتے تھے۔

۴۵: ۱۵ = اَسَاءَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِسَاءَۃٌ (افعال) مصدر سوء مادہ۔ کام خراب کرنا۔ بگاڑنا۔ برا کام انجام دینا۔ برا کرنا۔ برائی کرنا (جس نے) برا کام کیا۔

یہ آیت، سابقہ آیت لِیَجْزِیَ قَوْمًام بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ کی تفسیر ہے۔

۴۵: ۱۶ = اَلْکِتٰبَ۔ ای التوراۃ۔

= اَلْحُکْمَ۔ حَکَمَ یَحْکُمُ کا مصدر ہے کسی چیز کے متعلق فیصلہ کرنا۔ یہاں بمعنی اللہ کے احکام کا علم۔

= فَضَّلْنٰھُمْ: فَضَّلْنَا ماضی جمع متکلم۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، تَفْضِیْلٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے ان کو فضیلت عطا کی۔

= عَلَی الْعٰلَمِیْنَ۔ عَالَمِیْنَ جمع عَالَمٌ کی، اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا سب مخلوقات کو عَالَمٌ کہتے ہیں ایسی مخلوق کے تعدّد کی بنا پر جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

ای علیٰ عالمی زمانہم۔ ان کے زمانے کے عالمین پر۔

= اَلطَّیِّبٰتِ لذیذ حلال کھانے کی چیزیں۔ جیسے منّ وسلویٰ وغیرہ۔

۴۵: ۱۷ = بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ۔ بَیِّنٰت، کھلی ہوئی دلیلیں۔ روشن اور واضح دلیلیں بَیِّنَۃٌ کی جمع۔ کھول کر بیان کی ہوئی۔ تَبْیِیْنٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر سے، اَلْاَمْرِ سے مراد امر دین ہے۔ یعنی امر دین کی واضح دلیلیں واحکام۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان تمام امور کا علم عطا فرما دیا تھا جن کو جاننا اور ان پر عقیدہ رکھنا ضروری تھا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور بعثت کی نشانیاں بھی بتا دی تھیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا ہی یقینی طور پر جانتے اور پہچانتے تھے جتنا کہ اپنی اولاد کو پہچانتے تھے۔

= بَغْیًا: تمیز۔ ضد ، زیادتی ، بَیْنَھُمْ مضاف مضاف الیہ ایک دوسرے کے مابین۔ باہمی

ترجمہ:۔ اور ہم نے ان کو دین کے بارے میں روشن اور واضح احکام دیدیئے۔ پس انہوں نے اختلاف نہ کیا مگر بعد اس کے کہ اس کا علم ان کو ہوچکا تھا۔ محض آپس میں ضد کی وجہ سے

یعنی ان کا باہمی اختلاف دین کے احکام سے لاعلمی نہیں تھی بلکہ آپس کی ضد اور ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کی خواہش تھی۔

= یَقْضِیْ مضارع واحد مذکر غائب قَضَاءٌ مصدر باب ضرب۔ وہ فیصلہ کر دیگا۔

= یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ یَوْمَ منصوب بوجہ مفعول فیہ ہے۔

= فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ۔ فِیْ۔ بابت، متعلق۔ مَا موصولہ۔ کَانُوْا یَخْتَلِفُوْنَ صلہ۔ فِیْہِ۔ (جار مجرور۔ ہٗ ضمیر امر کی طرف راجع ہے۔ جس امر میں۔

بے شک تیرا رب قیامت کے دن ان کے درمیان جس امر دین کے متعلق وہ باہمی اختلاف رکھتے تھے اس کا فیصلہ فرمادیگا۔ یعنی جزا و سزا کی شکل میں عملی فیصلہ کر دیگا۔

۴۵: ۱۸ = ثُمَّ۔ تراخی فی الوقت کے لئے ہے پھر۔ اسی بعد از بنی اسرائیل۔

= جَعَلْنٰکَ۔ جَعَلْنَا ماضی جمع متکلم۔ جَعْلٌ باب فتح۔ ہم نے بنایا۔ ہم نے کیا۔ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ پھر ہم نے تم کو (قائم) کردیا

= شَرِیْعَۃٍ۔ طریقہ، راستہ۔

المفردات میں ہے:۔

اَلشَّرْعُ: سیدھا راستہ جو واضح ہو۔ یہ اصل میں شَرَعْتُ لَہٗ طَرِیْقًا (واضح راستہ مقرر کرنا) کا مصدر ہے اور بطور اسم کے بولا جاتا ہے، چنانچہ واضح راستہ کو شَرْعٌ و شِرْعٌ و شَرِیْعَۃٌ کہا جاتا ہے۔ پھر استعارہ کے طور پر طریق الٰہیہ پر یہ الفاظ بولے جاتے ہیں:۔ ایک دستور۔ ایک طریق۔

بعض نے کہا ہے کہ شریعت کا لفظ شریعۃ الماء سے ماخوذ ہے جس کے معنی پانی کے گھاٹ کے ہیں (جہاں لوگ بآسانی بیٹھ کر پانی پی سکتے ہیں۔ غسل وغیرہ کر سکتے ہیں) اور شریعت کو شریعت اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی صحیح حقیقت پر مطلع ہونے سے سیرابی اور طہارت ہوتی ہے۔

انہی معنی میں بعض حکماء کا قول ہے کہ:۔

کنت اشرب فلا اروی فلما عرفت اللہ تعالیٰ رویت بلا مشرب (میں پیتا رہا

لیکن سیر نہ ہوا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو گئی تو بغیر پینے کے سیری حاصل ہو گئی
شَرِیْعَۃٍ میں تنوین اظہارِ عظمت کے لئے ہے :
= مِنَ الْاَمْرِ۔ ای من امر الدین۔
= فَاتَّبِعْهَا۔ فَ تعلیل کا ہے اِتَّبِعْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اِتِّبَاعٌ (افتعال) مصدر
هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع شَرِیْعَۃٍ ہے۔ پس تو اس (شریعت) کی
پیروی کر"
اسی معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے :۔
فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْٓ اُوْحِیَ اِلَیْكَ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (۴۳:۴۳)
پس تمہاری طرف جو وحی کی گئی ہے اس کو مضبوط پکڑے رکھو۔
= وَلَا تَتَّبِعْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ اتباع (افتعال) مصدر۔ اور نہ پیروی کر۔
= اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ہ اَهْوَآء هَوٰی کی جمع۔ خواہشیں، خیالات۔
مضاف، الذین اسم موصول لَا یَعْلَمُوْنَ صلہ۔ صلہ موصول مل کر مضاف الیہ۔ مضاف
مضاف الیہ مل کر مفعول ہوا لا تَتَّبِعْ کا۔ اور جاہلوں کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔
جہلاء سے مراد بعض کے نزدیک بنو قریظہ اور بنو نضیر ہیں۔ بعض کے نزدیک رؤسائے
قریش ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کرتے تھے کہ اپنے آباء و اجداد کے دین کی پیروی کر
۴۵:۱۹ = لَنْ یُّغْنُوْا۔ مضارع منفی تاکید بلَنْ، جمع مذکر غائب۔ اغناءٌ (افعال) مصدر
وہ ہرگز دفع نہیں کر سکیں گے۔ ہرگز کسی کام نہ آسکیں گے : مضارع منصوب بوجہ عمل لَنْ ہے
= مِنَ اللّٰهِ۔ اللہ کے سامنے۔ اللہ کے مقابلے میں۔
= اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، اَلظّٰلِمِیْنَ
اسم فاعل جمع مذکر منصوب : اسم اِنَّ۔ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ خبر۔ تحقیق ظالم لوگ ایک
دوسرے کے دوست ہوتے ہیں۔
اَوْلِیَآءُ۔ جمع وَلِیٌّ کی بمعنی دوست، ساتھی۔
= وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ المتقین اسم فاعل جمع مذکر منصوب
اِتِّقَآءٌ (افتعال) مصدر۔ متقی لوگ، پرہیزگار لوگ۔ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ۔ پرہیزگار لوگوں کا
دوست ہے۔
۴۵:۲۰ = هٰذَا۔ ای القراٰن۔ اتباع شریعت۔

= بَصَائِرُ. بَصِیْرَۃ کی جمع۔ کھلی دلیلیں۔ ظاہر نصیحتیں۔ دانش وبصیرت،
قرآن مجید میں بَصَائِرُ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً۔

۱:۔ قَدْ جَآءَکُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِہٖ (۶ : ۱۰۵) تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے روشن دلیلیں پہنچ چکی ہیں تو جس نے (ان کو آنکھ کھول کر) دیکھا اس نے اپنا بھلا کیا۔

۲:۔ ھٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّکُمْ وَھُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (۷ : ۲۰۳) یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے دانش وبصیرت اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے:

۳:۔ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ ھٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ: (۱۷ : ۱۰۲) انہوں نے کہا کہ تم یہ جانتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے پروردگار کے سوا اس کو کسی نے نازل نہیں کیا۔ اور وہ بھی تم لوگوں کے سمجھانے کو:

۴:۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ مِنْ بَعْدِ مَآ اَھْلَکْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰی بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَھُدًی وَّرَحْمَۃً لَّعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ (۲۸ : ۴۳) اور ہم نے پہلی امتوں کے ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی۔ جو لوگوں کے لئے بصیرت اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

۵:۔ ھٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَھُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ٥ (۴۵ : ۲۰) یہ قرآن لوگوں کے لئے دانائی کی باتیں ہیں اور جو یقین رکھتے ہیں ان کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ (آیت زیر نظر، ترجمہ: مولانا فتح محمد جالندھری۔

متذکرہ بالا آیات میں بصائر، روشن دلیلوں، ظاہر نصیحتوں، دانائی اور بصیرت کی باتوں کے لئے مستعمل ہے۔

اَلْبَصَرُ کے معنی آنکھ کے ہیں۔ قوت بینائی کو بھی بصر کہہ لیتے ہیں۔ دل کی بینائی پر بصر اور بصیرت دونوں لفظ بولے جاتے ہیں۔ بصر کی جمع ابصار اور بصیرۃ کی جمع البصار آتی ہے جب حاسۂ بصر کے ساتھ رویت قلبی بھی شامل ہو تو بصیرت ہی استعمال ہوتا ہے۔ اور اس بصیرت کو ہی دانائی۔ آگہی بھی کہا جاتا ہے۔ یا دل کی آنکھ بھی کہہ سکتے ہیں۔

لسان العرب میں ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا یا بنی ھاشم تصابون فی البصارکم کہ اے بنی ہاشم تمہاری آنکھوں میں

نقص ہے تو انہوں نے جواب دیا وانتم یا بنی امیۃ تصابون فی بصائرکم : کہ اے بنی امیہ اور تمہارے دل کی آنکھوں میں نقص ہے :

ھٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ ۔ یہ قرآن لوگوں کے لئے روشن دلیلیں یا عقل و دانش کی باتیں ہیں وَ ھُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ : اور یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے باعث ہدایت و رحمت ہے :

يُوْقِنُوْنَ : مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب اِيْقَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ، وہ یقین رکھتے ہیں

۴۵ : ۲۱ = اَمْ : اَمْ منقطعہ ہے بَلْ کے معنی میں آیا ہے اس کا کوئی خاص مدلول نہیں محض ایک بیان سے دوسرے بیان کی طرف انتقال کے لئے ذکر کیا گیا ہے۔ یا استفہام انکاری کے لئے ہے (یعنی ان کا یہ خیال درست نہیں ہے :

= حَسِبَ کا فاعل اَلَّذِيْنَ ہے قاعدہ کے مطابق حَسِبَ کے دو مفعول ہونے چاہئیں یہاں صرف ایک مفعول ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ اگرچہ بظاہر ایک مفعول ہے لیکن دو کے قائم مقام ہے نَجْعَلَ کا معنی نُصَيِّرُ ہے هُمْ اس کا مفعول اول ہے اور کالذین اٰمَنُوْا مفعول ثانی ہے ۔

= سَوَآءً بدل ہے اور کاف مبدل منہ ہے جو یہاں مثل کے معنی میں مستعمل ہوا ہے ۔ سَوَاءٌ مصدر ہے اور مُسْتَوٍ کے معنی میں استعمال ہوا ہے مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ اس کا فاعل ہیں ۔

صاحب ضیاء القرآن فرماتے ہیں :۔

اگرچہ اور بھی اقوال ہیں لیکن زیادہ صحیح اور صاف یہی ترکیب ہے ۔ ع

حَسِبَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب حِسْبَانٌ باب حَسِبَ يَحْسِبُ مصدر ماضی و مضارع ہر دو میں عین کلمہ پر کسرہ ۔ جس کے معنی گمان کرنے اور سمجھ لینے کے ہیں ۔ حَسَبَ يَحْسَبُ ماضی و مضارع ہر دو پر فتح) سے مصدر حُسْبَانٌ آتا ہے جس کے معنی حساب و شمار (حساب کے مطابق سزا) ہیں ۔ یہاں آیۃ ہذا میں اول الذکر تحریر ہے ۔ کیا یہ لوگ سمجھ بیٹھے ہیں ۔

اَلَّذِيْنَ اسم موصول اِجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ ، صلہ ۔ صلہ اور موصول مل کر فاعل اپنے فعل حَسِبَ کے ساتھ مل کر ۔

= اِجْتَرَحُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب ۔ انہوں نے گناہ کمایا ۔ انہوں نے گناہ کا ارتکاب کیا اِجْتِرَاحٌ (افتعال) مصدر ۔ گناہ کمانا ۔

= السَّیِّئَاتِ۔ بُرے کام، گناہ۔ سَیِّئَۃٌ کی جمع۔

اَنْ نَّجْعَلَھُمْ: اَنْ مصدریہ نَجْعَلَھُمْ۔ نَجْعَلَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ جمع متکلم۔ جَعْلٌ باب فتح مصدر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہم ان کو بنا دیں۔ ہم ان کو کر دیں

کَالَّذِیْنَ۔ کاف تشبیہ کا بمعنی مثل۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بہ تحلیل صرفی مفعول ثانی فعل حَسِبَ کا نیز معطوف علیہ جملہ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا۔

سَوَآءً۔ اسم مصدر بمعنی مُسْتَوٍ (برابر)

= مَحْیَاھُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا جینا۔ مَحْیَا۔ مصدر میمی حَیٰوۃٌ سے

= مَمَاتُھُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کا مرنا۔ ان کی موت، مَوْتٌ سے مصدر میمی۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

ترجمہ ہو گا:۔

کیا خیال کر رکھا ہے ان لوگوں نے جو ارتکاب کرتے ہیں برائیوں کا کہ ہم بنا دیں گے انہیں ان لوگوں کی مانند جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ یکساں ہو جائے ان کا جینا ان کا مرنا (مطلب یہ کہ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔)

= سَآءَ۔ فعل ذم ہے۔ یعنی بُرا ہے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ سَوْءٌ (باب نصر) مصدر سے۔

= مَا یَحْکُمُوْنَ: مَا موصولہ۔ یَحْکُمُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب حُکْمٌ باب نَصَرَ مصدر۔ بُرا غلط فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔

۴۵: ۲۲ = بِالْحَقِّ۔ حق کے ساتھ۔ نیز ملاحظہ ہو ۴۵: ۶ متذکرہ بالا۔

= وَلِتُجْزٰی۔ واوَ عاطفہ لام تعلیل کا۔ تُجْزٰی مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ جَزَآءٌ باب ضرب۔ مصدر۔ وہ بدلہ دی جائے گی۔ اس کو جزا دی جائے گی۔

= بِمَا کَسَبَتْ: جو کچھ اس نے کمایا۔ جو کچھ اس نے کیا۔

= لَا یُظْلَمُوْنَ، مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب ظُلْمٌ (باب ضرب) مصدر۔ ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ان کے ساتھ ناانصافی نہیں کی جائے گی۔

۴۵: ۲۳ = اَفَرَءَیْتَ: میں ہمزہ استفہامیہ ہے ف عاطفہ ہے جس کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے پورا کلام اس طرح تھا۔ کیا آپ اس کو ہدایت کرنا چاہتے ہیں اور آپ نے دیکھ بھی لیا ہے کہ اس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔

اَرَاَیۡتَ بمعنی اَخۡبِرۡنِیۡ بھی استعمال ہوتا ہے۔ ویسے اس جملہ کا اردو ترجمہ۔ کیا بھلا تونے (اس شخص کو) دیکھا ہے۔ اس کا صحیح مطلب ادا کرتا ہے۔

== اِتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰىہُ (جس نے) اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔

اِلٰھَہٗ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی اپنے فعل اتخذ کا ھَوٰىہُ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اول اتخذ کا۔ ای من اتخذ ھوٰىہُ الٰھَہٗ۔

== وَاَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلۡمٍ: اور اللہ نے اسے عَلٰی عِلۡمٍ گمراہ کر دیا ہے۔

عَلٰی عِلۡمٍ فاعل یا مفعول سے حال ہے ای حال من الفاعل اوالمفعول۔

(روح البیان)

فاعل سے حال: اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کی فطری استعداد کو جانتے ہوئے اسے گمراہ کر دیا ہے اور مفعول سے حال: اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر دیا کیونکہ وہ شخص راہ ہدایت کو جانتے ہوئے بھی گمراہی کی طرف جا رہا تھا۔ جیساکہ اور جگہ فرمایا۔ فَمَا اخۡتَلَفُوۡۤا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَھُمُ الۡعِلۡمُ (۴۵:۱۷) متذکرۃ الصدر)

== وَخَتَمَ عَلٰی سَمۡعِہٖ وَقَلۡبِہٖ اور اس (خداوند تعالیٰ) نے اس (گمراہ) کے کانوں پر مہر لگادی۔ اس لئے وہ نصیحت نہیں سنتا۔ اور اس کے دل پر مہر لگادی اس لئے وہ آیات پر غور نہیں کر رہا۔

== وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے اس لئے وہ عبرت کی نظر سے نہیں دیکھتا۔

== فَمَنۡ یَّھۡدِیۡہِ پھر ایسے شخص کو اللہ کے (گمراہ کر دینے کے) بعد کون ہدایت دے۔ یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسے شخص کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

== مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰہِ۔ ای من بعد اضلالہ (بیضاوی) یعنی اللہ کے اس کو گمراہ کر دینے کے بعد۔

== اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ ہمزہ استفہامیہ ہے ف عاطفہ ہے اس کا عطف محذوف پر ہے ای الَا تَلَاحَظُوۡنَ فَلَا تَذَکَّرُوۡنَ۔ کیا تم دیکھتے نہیں پھر بھی نصیحت نہیں پکڑتے؛

۴۵:۲۴ == قَالُوۡا۔ یعنی منکرین بعث کہتے ہیں۔

== مَا ھِیَ۔ مَا الۡحَیٰوۃُ۔ زندگی کیا ہے مَا استفہامیہ کی صورت میں۔ اگر مَا نافیہ لیا جائے

تو ترجمہ ہوگا۔ زندگی کچھ نہیں (سوائے ہماری دنیا کی زندگی کے)

= اِلَّا ۔ مگر۔ سوائے۔ حرف استثنار۔

= حَیَاتُنَا الدُّنْیَا۔ حیاتنا مضاف الیہ مل کر مضاف اَلدُّنْیَا مضاف الیہ۔ ہماری دنیا کی زندگی۔

= نَمُوْتُ ۔ مضارع جمع متکلم۔ مَوْتٌ باب نصر مصدر۔ ہم مرتے ہیں۔ یعنی ہم میں سے بعض مرتے ہیں۔

= نَحْیَا۔ نحییٰ مضارع جمع متکلم۔ حَیٰوۃٌ (باب سمع) مصدر۔ ہم جیتے ہیں (یعنی ہم میں سے بعض جیتے ہیں۔

نَمُوْتُ اور نحییٰ میں واؤ صرف عطف کے لئے ہے۔ ترتیب یا تعقیب کے لئے نہیں

ترجمہ ہوگا۔ اور وہ (منکرین بعث روز قیامت) کہتے ہیں نہیں (کوئی دوسری) زندگی بجز ہماری دنیا کی زندگی کے (یہیں) ہم نے زندہ رہنا اور مرنا ہے۔

= مَا یُھْلِکُنَا۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب (اِھْلَاکٌ (افعال) مصدر۔ ہم کو نہیں ہلاک کرتا ہے۔

= اِلَّا الدَّھْرُ ۔ اور ہمیں نہیں ہلاک کرتا مگر زمانہ۔

اَلدَّھْرُ (زمانہ) اصل میں مدتِ عالم کو کہتے ہیں یعنی ابتدائے آفرینش سے لیکر اس کے اختتام کا عرصہ۔ چنانچہ آیت کریمہ:۔ ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ (۷۶:۱) بے شک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے میں اَلدَّھْرُ سے یہی معنی مراد ہیں پھر (مجازًا) اس سے طویل مدت لی جاتی ہے برخلاف لفظ "زمان" کے کہ یہ مدت قلیلہ اور کثیرہ دونوں پر بولا جاتا ہے۔

= بِذٰلِکَ: ب حرف جر ہے ذٰلِکَ ان کا یہ کہنا: مَا یُھْلِکُنَا اِلَّا الدَّھْرُ ۔ مِنْ عِلْمٍ ای عَلٰی علم۔ ای مَا یقولون ذٰلک من علم ولیقین ولکن من ظن وتخمین وہ یہ بات علم ولیقین کی بنا پر نہیں کہہ رہے بلکہ اپنے خیال اور تخمینے کی بنا پر کہہ رہے ہیں۔

= اِنْ ھُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ان نافیہ ہے اِلَّا حرف استثنار یَظُنُّوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ظَنٌّ (باب نصر) مصدر۔ وہ گمان کرتے ہیں۔ وہ محض ظنّ سے کام لے رہے ہیں

۴۵: ۲۵ = تُتْلٰی مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ تِلَاوَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ ت ل و، مادہ۔ وہ پڑھی جاتی ہے۔ وہ تلاوت کی جاتی ہے۔

= مَاکَانَ حُجَّتَہُمۡ : مَا نافیہ۔ حُجَّتَہُمۡ۔ حُجَّتَہُمۡ منصوب ہے کیونکہ وہ کَانَ خبر ہے کَانَ کا اسم قولہ تعالیٰ اِلَّآ اَنۡ قَالُوا ائۡتُوۡا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ اس ترکیب کی اور مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ ۷ : ۸۲ : ۲۷ : ۵۶ : ۲۹ : ۲۹ پر ملاحظہ فرماویں۔

= حُجَّتَہُمۡ : مضاف مضاف الیہ۔ ان کی دلیل۔ حجت کوئی ایسی بات جس سے استدلال کر سکیں :

مشرکوں اور منکروں کے قول کو حجت صرف ان کے خیال کے اعتبار سے فرمایا ورنہ ان کا یہ قول واقع میں کوئی حجت یعنی انکار قیامت کی دلیل نہیں ہے :

= اِلَّآ حرف استثناء اَنۡ مصدریہ ائۡتُوۡا فعل امر۔ جمع مذکر حاضر، اِتۡیَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ ات ی مادہ۔ بمعنی آنا۔ ب کے صلہ کے ساتھ بمعنی فعل متعدی۔ لانا۔ تم لے آؤ۔ تم لاؤ۔ اٰبَآئِنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارے باپ دادا۔

= ثُمَّ حرف عطف ہے یہاں تراخی فی الوقت کے لئے استعمال ہوا ہے۔

= اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیَامَۃِ۔ میں اِلٰی زائد ہے۔ یا بمعنی لام ہے۔ یعنی لِیَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ قیامت کے دن۔

= لَا رَیۡبَ فِیۡہِ۔ ریب۔ شک وشبہ۔ رَابَ یُرِیۡبُ (باب ضرب) کا مصدر ہے فِیۡہِ ای فی یوم القیمۃ۔ فی وقوع القیمۃ

= وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ : لیکن اکثر لوگ چونکہ کوتاہ نظر ہیں قلیل التفکر ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو نہیں جانتے۔

۴۵ : ۲۷ = یَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَۃُ یَوۡمَئِذٍ یَّخۡسَرُ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ۔ یَوۡمَ مفعول فیہ ہے یَخۡسَرُ کا یَوۡمَئِذٍ بدل ہے یَوۡمَ سے۔ جس روز قیامت برپا ہوگی اس روز باطل پرست خسارے میں رہیں گے۔

یَخۡسَرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب، خُسۡرَانٌ (باب سمع) مصدر۔ یَخۡسَرُ صیغہ واحد مذکر بمعنی جمع مذکر آیا ہے۔ وہ نقصان اٹھائیں گے۔ وہ گھاٹا پائیں گے :

= مُبۡطِلُوۡنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ ابطال (افعال) مصدر سے۔ حق کو جھٹلانے والے۔ باطل پرست۔

۴۵ : ۲۸ = کُلَّ اُمَّۃٍ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل تریٰ کا ہر ایک امت

ہر ایک فرقہ۔

= جَاثِیَۃً: اسم فاعل واحد مؤنث؛ زانو پر بیٹھنے والی۔ زانو پر گرنے والی۔ جُثُوٌّ، جِثِیٌّ (باب نصر) مصدر۔ یہاں جَاثِیَۃٌ جمع کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسے جَمَاعَۃٌ قَائِمَۃٌ۔ جَمَاعَۃٌ قَاعِدَۃٌ بولتے ہیں۔ (ج ث و، یا ج ث ی) مادہ۔ تو دیکھے گا کہ ہر گروہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہوگا۔ اُمَّۃٌ سے حال ہے۔

= تُدْعٰی۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پکاری جائے گی۔ اسے پکارا جائے گا، ضمیر نائب فاعل اُمَّۃٌ کی طرف راجع ہے

= کِتٰبِھَا۔ مضاف مضاف الیہ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اُمَّۃ کی طرف راجع ہے اس کی کتاب، اس کا اعمال نامہ۔

= اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: ای فیقال لہم: الیوم .....الخ تُجْزَوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، جَزَاءٌ باب ضرب مصدر تم بدلہ دیئے جاؤ گے تم جزا دیئے جاؤ گے۔ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تم کیا کرتے تھے۔

۴۵: ۲۹ = ھٰذَا کِتٰبُنَا۔ یہ ہماری کتاب ہے، یہ ہمارا نوشتہ ہے، یعنی یہ تمہارے اعمال نامے ہیں جو ہمارے حکم سے لکھنے والے فرشتوں نے لکھے ہیں۔

= یَنْطِقُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ نُطْقٌ (باب ضرب) مصدر۔ جو یعنی ہمارا نوشتہ بولتا ہے۔ یا بیان کرتا ہے۔ عَلَیْکُمْ بِالْحَقِّ۔ تمہارے بارے میں سچ سچ:

= کُنَّا نَسْتَنْسِخُ: ماضی استمراری جمع متکلم اِسْتِنْسَاخٌ (استفعال) مصدر۔ نَسْخٌ مادہ۔ ہم محفوظ رکھا کرتے تھے۔ نُسْخَۃٌ وہ کتاب جس سے نقل کیا جائے اِسْتِنْسَاخٌ ایک تحریر سے دوسری تحریر نقل کرنا۔ اِنْسَاخٌ (افعال) لکھوانا۔ اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ ہم لکھوالیا کرتے تھے۔

۴۵: ۳۰ = اَمَّا۔ یہ حرف شرط ہے اور تفصیل اور تاکید کا حرف بھی ہے اس کے شرط کا حرف ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد حرف فاء کا آنا لازم ہے جیسے کہ:۔ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیْنِہٖ فَاُولٰٓئِکَ یَقْرَءُوْنَ کِتٰبَہُمْ (۱۷: ۷۱) تو جن کے (اعمال کی) کتاب ان کے داہنے ہاتھ میں دی جائے گی۔ وہ اپنی کتاب خوش خوش ہو ہو کر پڑھیں گے۔ یا فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ فَھُوَ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ (۱۰۱: ۶-۷) تو جس کے اعمال کے وزن بھاری نکلیں گے وہ دل پسند

عیش میں ہوگا۔

موجودہ آیت کا ترجمہ ہوگا:

پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو انہیں ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا (رَحْمَتِہٖ بمعنی جَنَّتِہٖ ہے)

گذشتہ آیت میں سزا اور جزا کو مجمل طور پر بیان کیا گیا اس آیت میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

== ذٰلِکَ۔ یعنی مؤمنین کا رحمتِ حق میں ادخال۔

== اَلْفَوْزُ الْمُبِیْنُ۔ موصوف وصفت۔ کھلی کامیابی۔ صاف صاف ہر ایک آمیزش سے پاک، صریح کامیابی۔ اَلْفَوْزُ کے معنی سلامتی کے ساتھ خیر حاصل کرنے کے ہیں۔

اَلْمُبِیْنُ: کھلی ہوئی۔ صاف ظاہر۔ صریح۔

۴۵: ۳۱ == وَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ میں واؤ عاطفہ ہے۔ اَمَّا حرفِ شرط اور جو لوگ کفر کرتے رہے۔ جملہ شرط ہے۔ اس کے بعد جواب اَمَّا محذوف ہے۔ ای فَیُقَالُ لَھُمْ۔ اَفَلَمْ تَکُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ: میں ہمزہ استفہامیہ ہے فاء حرفِ عطف ہے اس سے قبل معطوف علیہ محذوف ہے؛ ای اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلِیْ فَلَمْ تَکُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ: کیا میرے پیغمبر تمہارے پاس نہیں آئے تھے۔ اور پھر کیا میری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت نہیں کی جاتی تھیں۔

اَفَلَمْ تَکُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ: میں استفہام انکاری ہے یعنی انکار نفی ہے جو مفید اثبات ہے۔ انکار کی نفی اثبات ہے۔

== فَاسْتَکْبَرْتُمْ: پھر تم (سن کر) تکبر کیا کرتے تھے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ استکبار (استفعال) مصدر۔ مطلب یہ کہ۔ سن کر بھی تم نے ان کو ماننے اور ان پر یقین کرنے میں تکبر سے کام لیا۔

== وَکُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ: قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ موصوف وصفت۔ منصوب بوجہ خبر کان۔ گنہگار لوگ۔ مجرم لوگ۔ جرم کرنے والے لوگ: ای کنتم قوما عادتہم الاجرام۔ تم تھے ہی ایسی قوم جن کی عادت ہی کفر و جرم کرنے کی تھی۔

۴۵: ۳۲ == وَاِذَا۔ واؤ عاطفہ اور اذا شرطیہ ہے بمعنی جب۔ اِذَا قِیْلَ ..... لَا رَیْبَ فِیْھَا۔ جملہ شرط ہے۔ اور قُلْتُمْ مَّا نَدْرِیْ مَا السَّاعَۃُ ..... الخ جواب شرط ہے

= مَا نَدۡرِیۡ ۔ مضارع منفی جمع متکلم دِرَایَۃٌ (باب ضرب) مصدر۔ ہم نہیں جانتے
الدرایۃ اس معرفت کو کہتے ہیں جو کسی حیلہ یا تدبیر سے حاصل کی جائے۔ د ر ی مادہ
= اِنۡ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحۡنُ بِمُسۡتَیۡقِنِیۡنَ ۔ اِنۡ نظن ۔ اِنۡ نافیہ ہے
نَظُنُّ مضارع جمع متکلم۔ ظَنٌّ (باب نصر) مصدر۔ ہم خیال نہیں کرتے۔ اِلَّا استثناء
متصل۔ ظَنًّا کی تنوین تحقیر کے لئے ہے یعنی حقیر سا گمان۔ خفیف سا وہم۔ اِنۡ نَّظُنُّ اِلَّا
ظَنًّا محض ایک خیال سا تو ہم کو بھی لگتا ہے۔

مُسۡتَیۡقِنِیۡنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِسۡتِیۡقَانٌ (استفعال) مصدر لقین کرنے والے
بحالت جری۔ اور ہم کو یقین نہیں۔

اَلظَّنُّ ۔ قرآن مجید میں شک (یا وہم و گمان) کے معنی میں بھی آیا ہے اور یقین کے
معنی میں بھی۔ امام راغب اصفہانی المفردات میں رقمطراز ہیں۔

اَلظَّنُّ کسی چیز کی علامات سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے اسے ظَنٌّ کہتے ہیں۔
جب یہ علامات قوی ہوں تو ان سے علم کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر جب نسبت کمزور
ہو تو وہ نتیجہ وہم کی حد سے آگے تجاوز نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ نتیجہ قوی ہو جانے
اور علم کا درجہ حاصل کر لے یا اسے علم کے درجہ میں فرض کر لیا جائے تو اس کے بعد اَنَّ
یا اَنۡ استعمال ہوتا ہے مگر جب وہ ظن کمزور ہو اور وہم کے درجہ سے آگے نہ بڑھے تو
پھر اس کے ساتھ صرف اَنۡ استعمال ہوتا ہے جو کسی قول یا فعل کے عدم کے ساتھ مختص
ہے چنانچہ آیات اَلَّذِیۡنَ یَظُنُّوۡنَ اَنَّہُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّہِمۡ (۲: ۴۶) جو یقین کئے
ہوئے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں۔۔۔۔۔ میں ظن کا لفظ علم و یقین
کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اور آیت وَذَا النُّوۡنِ اِذۡ ذَّہَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَیۡہِ
(۲۱: ۸۷) اور ذاالنون (کو یاد کرو) جب وہ (اپنی قوم سے ناراض ہو کر) غصّے کی حالت
میں چل دیئے اور خیال کیا کہ ہم اس پر قابو نہیں پا سکیں گے، میں بعض مفسرین نے کہا ہے
کہ یہاں ظن بمعنی وہم لینا بہتر ہے۔

اور علامہ زرکشی نے برہان میں لکھا ہے کہ:۔
قرآن مجید میں اس فرق کو سمجھنے کے لئے کہ کہاں ظن کا استعمال یقین کے معنی میں ہے
اور کہاں وہم کے معنی میں ہے۔ دو ضابطے ہیں۔

۱:۔ جہاں ظن کی تعریف آئی ہے اور اس پر ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہاں یقین مراد ہے اور جہاں اس کی مذمت واقع ہے اور اس پر عقاب کی دھمکی دی گئی ہے وہاں شک کے معنی مراد ہیں۔

۲:۔ ہر وہ ظن جس کے بعد اَنْ خفیفہ ہوگا وہاں شک کے معنی ہوں گے، جیسے کہ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓی اَھْلِیْھِمْ اَبَدًا (۴۸ : ۱۲) بات یہ ہے کہ تم لوگ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ پیغمبر اور مومن اپنے اہل و عیال میں کبھی لوٹ کر آنے کے ہی نہیں۔

اور ہر وہ ظن کہ جس کے ساتھ اَنَّ مشددہ متصل ہوگا بمعنی یقین ہوگا۔ جیسے ارشاد ہے اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَہْ (۶۹ : ۲۰) بلاشبہ مجھے یقین تھا کہ مجھ کو ملنا ہے میرا حساب۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن جلد چہارم از مولانا عبد الرشید نعمانی رح)

۴۵ : ۳۳ = بَدَا۔ ماضی واحد مذکر غائب بَدُوٌّ بَدَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ کھلم کھلا ظاہر ہو گیا۔

= سَیِّاٰتُ۔ جمع سَیِّئَۃٌ کی۔ برائیاں۔ برے کام۔ گناہ۔ قباحتیں۔

وَبَدَا لَھُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا۔ یعنی دنیا میں جو برے عمل انہوں نے کئے تھے ان کی برائیاں یا سزا ان کے سامنے آجائے گی! ان پر ظاہر ہو جائے گی۔

= حَاقَ بِھِمْ۔ حَاقَ ماضی واحد مذکر غائب۔ حَیْقٌ (باب ضرب) مصدر اس نے گھیر لیا۔ وہ الٹ پڑا۔ وہ نازل ہوا۔ حَاقَ بِھِمْ اس نے ان کو گھیر لیا۔

= مَا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ۔ مَا اسم موصول۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَا موصول ہے۔ مراد جزاء۔ عذاب، کَانُوْا یَسْتَھْزِءُوْنَ: ماضی استمراری جمع مذکر غائب اِسْتِھْزَاءٌ (استفعال) مصدر بمعنی مذاق اڑانا۔ ہلکا سمجھ کر ہنسی اڑانا حَاقَ بِھِمْ مَا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ، جس (عذاب) کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہ ان کو آگھیرے گا۔

۴۵ : ۳۴ = وَقِیْلَ۔ واؤ عاطفہ۔ قِیْلَ۔ ای قِیْلَ لَھُمْ: ان سے کہا جائیگا ماضی مجہول بمعنی مستقبل۔ واحد مذکر غائب قَوْلٌ (باب نصر) مصدر سے قِیْلَ کا

= اَلْیَوْمَ۔ آج کے دن۔ (مراد یوم قیامت) ۔ اَلْیَوْمَ ..... یُسْتَعْتَبُوْنَ مقول

== نَنْسَاکُمْ مضارع جمع متکلم نِسْیَانٌ (باب سمع) مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ہم تم کو بھول جائیں گے۔ ہم تم کو فراموش کردیں گے۔ ہم تم کو بھولے بسرے کی طرح بالکل چھوڑ دیں گے۔

== کَمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا: ك حرف تشبیہ مَا موصول نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا اس کا صلہ۔ جس طرح تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا۔

یَوْمِکُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ لِقَآءَ کا۔

یہ مصدر کی اضافت اپنے ظرف کی طرف ہے فیکون المعنٰی : کما نسیتم لقاء رَبِّکُمْ فِیْ یَوْمِکُمْ ھٰذَا، اس کے معنی ہیں۔ جس طرح تم نے آج کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو ہونے کو بھلا رکھا تھا۔

== وَمَاْوٰکُمُ النَّارُ۔ واؤ عاطفہ، مَاْوٰکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ مَاْوٰی اسم ظرف مکان۔ اوِیّ (باب ضرب) مصدر۔ ٹھکانا۔ پناہ گاہ۔ رہنے کی جگہ۔ جملہ مَاْوٰکُمُ النَّارُ کا عطف اَلْیَوْمَ پر ہے۔ اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اسی طرح وَمَا لَکُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ معطوف ہے جس کا عطف الیوم پر ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہیں ہے۔

۴۵/۳۵ == ذٰلِکُمْ. ای ذلک العذاب لکم۔ تمہارا یہ عذاب:

== بِاَنَّکُمْ ب سببیہ ہے اَنَّ حرف مشبہ بالفعل کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ بے شک تم

== اِتَّخَذْتُمْ: ماضی جمع مذکر حاضر۔ اتخاذ (افتعال) مصدر۔ تم نے بنا رکھا تھا۔ تم نے اختیار کر رکھا تھا۔

== اٰیٰتِ اللّٰہِ ھُزُوًا۔ اٰیٰتِ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ مفعول فعل اتخذتم کا۔ ھُزُوًا مصدر۔ باب فتح۔ بمعنی اسم مفعول۔ یعنی۔ وہ جس کا مذاق اڑایا جائے۔

ترجمہ:۔ یہ عذاب تم پر بدیں سبب ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو تم نے ہدف مذاق بنا رکھا تھا۔

== وَغَرَّتْکُمُ۔ واؤ عاطفہ۔ غَرَّتْ ماضی واحد مؤنث غائب غُرُوْرٌ (باب نصر) مصدر دھوکہ دینا۔ فریب میں مبتلا کرنا۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول۔ اور ضمیر فاعل اَلْحَیٰوۃُ الدنیا کی طرف راجع ہے۔ الحیٰوۃ الدنیا موصوف وصفت۔ دنیوی زندگی،۔

ترجمہ ہوگا۔ اور دنیوی زندگی نے تم کو فریب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ (یعنی تم دنیا کی زندگی اور اس کی عیش سامانیوں میں ہی ڈوب گئے تھے اور آخرت کو اور اللہ تعالیٰ کے حضور جواب

دہی اور اپنے اعمال کی جزا و سزا کو بالکل بھول گئے تھے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے!

سہ بدنیا نہ بندد دل ہر کہ مرد است — کہ ایں دنیا سراپا رنج و درد است

برو بارے بگورستاں گذر کن — کہ ایں دنیا حریفاں را چہ کرد است

= فَالْيَوْمَ: پس آج کے دن، یعنی آج قیامت کے دن۔

= لَا يُخْرَجُوْنَ مضارع منفی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ اِخْرَاجٌ (افعال) مصدر۔ وُہ باہر نہیں نکالے جائیں گے۔

= مِنْهَا۔ ای مِنَ النَّارِ۔

= وَ لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ۔ واؤ عاطفہ ہے جملہ کا عطف الیوم پر ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب تاکید وتخصیص کے لئے ہے، لَا يُسْتَعْتَبُوْنَ مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب ہے اِسْتِعْتَابٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔

ترجمہ: اور ان سے اللہ کو راضی کرنے کی خواہش نہیں کی جائے گی۔

استعتاب (استفعال) اعتابٌ (مادہ ع ت ب) سے مشتق ہے اِعْتَابٌ (باب افعال) متعدی۔ بمعنی رضامند کرنا۔ ازالۂ ناراضگی کرنا۔ طلب اعتاب ہے۔ سو وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ کا مطلب ہوا کہ:۔ اور نہ اُن سے (اللہ کی) ناراضگی دور کرنے کی طلب کی جائے گی (کہ اے داصلینِ جہنم اللہ کے آگے عاجزی و توبہ کر کے اس کی ناراضگی کو دور کرلو۔ کیونکہ اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہوچکا ہوگا۔ عمل کا وقت بیت چکا ہوگا۔ جزا و سزا کا وقت شروع ہوچکا ہوگا)

فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَ لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ میں خطاب سے غیبت کی طرف عدول ان سے اظہار بیزاری کے لئے ہے۔ اردو زبان اس طرز بیان سے ناآشنا ہے۔

صاحب تفہیم القرآن لکھتے ہیں:۔

یہ آخری فقرہ اس انداز میں ہے جیسے کوئی آقا اپنے کچھ خادموں کو ڈانٹنے کے بعد دوسروں سے خطاب کر کے کہتا ہے۔ کہ اچھا اب اِن نالائقوں کی یہ سزا ہے۔

فائدہ:۔ اوپر مباحث روحانیہ کا ذکر کر کے سورۃ کو اگلی دو آیات میں حمد باری تعالیٰ پر ختم کیا گیا ہے۔

۴۵: ۳۶ = فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ: لِلّٰهِ میں لام اختصاص کا ہے۔ اَلْحَمْدُ کو اللہ

کے ساتھ مختص کیا گیا ہے :

اَلْحَمْدُ میں الف لام استغراق کا ہے یعنی ہر قسم کی تعریف وثنا صرف اور صرف اللہ ہی کو سزاوار ہے۔ اَلْحَمْدُ مبتدا۔ لِلّٰہِ اس کی خبر۔ خبر کو تاکید کے لئے مقدم لایا گیا ہے

== رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ ۔ اللہ تعالیٰ کی صفت میں ہے۔ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ماقبل سے بدل ہے۔ لفظ رَبِّ کی تکرار تاکید کے لئے ہے نزد

۴۵ : ۳۷ == وَلَہُ الْکِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : واؤ عاطفہ ہے لَہٗ میں لام تخصیص وحصر کے لئے ہے اور لَہٗ کی تقدیم نے اس میں مزید تاکید پیدا کر دی ہے

یعنی کبریائی صرف اسی ایک خدائے وحدہٗ لاشریک کی ہے کوئی اور اس میں شریک نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔

اَلْکِبْرِیَآءُ اسم مصدر۔ ہر ایک کی اطاعت سے بالاتر ہونا۔ سب پر فوقیت اور بزرگی رکھنا۔ (لغات القرآن) العظمۃ والملک (عظمت وسلطنت) ابن الاثیر۔

اس جملہ کی تشریح میں امام راغب اصفہانی رح لکھتے ہیں :۔

اور آسمانوں اور زمین میں اس کے لئے بڑائی ہے اور اس کا ثبوت اس حدیث قدسی سے بھی ملتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظْمَۃُ اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ فِیْ وَاحِدٍ مِنْھُمَا قَصَمْتُہٗ۔ کبریائی میری ردا ہے اور عظمت میری چادر ہے جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک میں میرے ساتھ مزاحم ہوگا تو میں اس گردن توڑ دوں گا۔

اور قرآن میں ہے :۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا وَتَکُوْنَ لَکُمَا الْکِبْرِیَآءُ فِی الْاَرْضِ (۱۰ : ۷۸) وہ بولے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ جس (راہ) پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اس سے ہم کو پھیر دو۔ اور اس ملک میں تم دونوں کی سرداری ہو جائے۔ ایک شاعر نے کہا ہے :۔

مرا ورا رسد کبریا و منی ۔ کہ ملکش قدیم است و ذاتش غنی

== اَلْعَزِیْزُ غالب، زبردست، قوی۔ عِزَّۃٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے

== اَلْحَکِیْمُ : حکمت والا۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ ہر دو نوں اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

حٰمٓ (۲۶)

سورۃ الاحقاف سورۃ مُحَمَّد،
الفتح، الحجرات، ق، الذاریات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۴۶) سورۃ الاحقاف مَكِّيَّةٌ (۳۵)

حٰمٓ: تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ

۴۶: ۱ = حٰمٓ ۔ حروف مقطعات ہیں۔

۴۶: ۲ = ملاحظہ ہو آیت ۴۵: ۲ متذکرۃ الصدر۔

۴۶: ۳ = مَا خَلَقْنَا: میں مَا نافیہ ہے

= اِلَّا بِالْحَقِّ ۔ استثناء مفرغ۔ بِالْحَقِّ ۔ حق کے ساتھ ۔ حق پر ۔ مبنی بر حقیقت و حکمت

= وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۔ موصوف و صفت ۔ معین وقت ۔ موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ مضاف محذوف کا ۔ ای بتقدیر اجل مسمّٰی یعنی ایک معین وقت پر قرار پانا۔

اَجَلٍ وقت مقررہ ۔ مُسَمًّى اسم مفعول ۔ واحد مذکر۔ تَسْمِيَةٌ (تفعیل) مصدر سے مقرر کردہ ۔ نامزدہ ۔ نام لیا ہوا ۔ (نام رکھنے سے چیز متعین ہو جاتی ہے اَجَلٍ مُّسَمًّى ایسا وقت جو مقرر ہو چکا ۔ جس کی مدت متعین کی جا چکی ہو ۔ اور اَجَلٍ مُّسَمًّى معطوف ہے جس کا عطف الحق پر ہے ۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو مبنی بر حق و حکمت اور ایک معین مدت کے لئے پیدا کیا ہے۔

= وَالَّذِيْنَ : الآیۃ ، جملہ حالیہ ہے ۔

= عَمَّا ۔ مرکب ہے ۔ عن حرف جار ۔ اور مَا موصولہ ہے اُنْذِرُوْا ، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۔ اِنْذَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ۔ وہ ڈرائے گئے ۔ ان کو ڈر سنایا گیا ۔ (جس چیز سے یا جس عذاب سے ان کو ڈرایا جاتا ہے وہ اسی سے اعراض کرتے ہیں ۔ روگردانی کرتے ہیں ۔

مَا مصدریہ بھی ہو سکتا ہے ای والذین کفروا معرضون عن الانذار ۔ وہ جو کافر ہیں وہ عذاب کے ڈراوے سے لاپرواہی برتتے ہیں ۔

= مُعْرِضُوْنَ، اسم فاعل جمع مذکر اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر سے:
۴۶/۴ = قُلْ: ای قل یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔
= اَرَاَیْتُمْ ہمزہ استفہامیہ تنبیہ کے طور پر آیا ہے۔ رَاَیْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ رُؤْیَۃٌ (باب فتح) مصدر رای مادہ۔ کیا تم نے دیکھا۔ اخبرونی: یعنی مجھے بتاؤ تو سہی بھلا تم نے غور سے دیکھا۔ اسی طرح اَلَمْ تَرَ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کیا تجھے نہیں معلوم؟ یا ھَلْ تَرٰی۔ کیا تمہارا یہ خیال نہیں کہ۔
= مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ: ما موصول ہے تَدْعُوْنَ جمع مذکر حاضر، دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ تم پکارتے ہو۔ تم پوجا کرتے ہو۔
قُلْ: فعل امر، کفار سے مندرجہ ذیل سوال پوچھنے کا ارشاد ہوا ہے۔
۱:۔ ان سے پوچھئے: کیا جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو (خدا سمجھ کر) بھلا تم نے کبھی ان کو (غور سے) دیکھا ہے۔
۲:۔ ان سے پوچھئے: جو انہوں نے زمین سے پیدا کیا ہے بھلا مجھے بھی تو دکھاؤ۔
اَرُوْنِیْ اِرَاءَۃٌ (افعال) مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ن وقایہ۔ ی ضمیر متکلم۔ تم مجھے دکھاؤ۔
مَاذَا۔ ما استفہامیہ ہے اور ذا موصول۔ یا اگر کلمہ مَاذَا واحد لیا جائے تو ماذا استفہامیہ بمعنی جو ہوگا۔
۳:۔ ان سے پوچھئے:۔ اَمْ لَھُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ کیا آسمانوں (کی تخلیق) میں ان کا کچھ حصہ ہے:
۴:۔ ان سے پوچھئے:۔ اِیْتُوْنِیْ بِکِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ ھٰذَا، لاؤ میرے پاس کوئی کتاب جو اس سے پہلے (یعنی قرآن مجید سے قبل) اتری ہو (جس میں من دون اللہ کی پوجا کرنے یا اس کو خالق و معبود ٹھہرانے کی سند ہو)
اِیْتُوْنِیْ تم میرے پاس لاؤ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِیْتَانٌ مصدر (باب ضرب) بصلہ ب۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔
۵:۔ ان سے پوچھئے۔ اَوْ اَثٰرَۃٍ مِّنْ عِلْمٍ۔ ای او ایتونی باثٰرۃ من علم یا لاؤ میرے پاس کوئی (دوسرا) علمی ثبوت۔ اَثٰرَۃٍ وہ روایت یا تحریر جس کا اثر باقی رہ گیا ہو
= اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ: اگر تم سچے ہو۔ اوپر متذکرۃ الصدر عبارت جواب شرط

اور جملہ ہذا شرط۔ شرط کو مؤخر اور جواب شرط کو مقدم لایا گیا ہے

۴٦ : ۵ ــــ مَنْ : استفہامیہ ہے کون؟ اَضَلُّ افعل التفضیل کا صیغہ ہے ؛ زیادہ بے راہ۔ زیادہ گمراہ۔ مَنْ استفہام انکاری ہے یعنی اس سے زیادہ کوئی گمراہ نہیں ہے۔

مِمَّنْ :۔ مِنْ حرف جار اور مَنْ موصولہ سے مرکب ہے۔ یَدْعُوْ مضارع واحد مذکر غائب : دَعْوَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پکارتا ہے۔ وہ پوجا کرتا ہے۔

یَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ صلہ ہے اپنے موصول کا اور ضمیر فاعل عائد ہے مَنْ موصولہ کی طرف۔ اور یَدْعُوْا کا مفعول محذوف ہے ای یدعو معبودًا من دون اللّٰہ ترجمہ ہوگا۔ اور کون زیادہ گمراہ ہو سکتا ہے اس (بدبخت) سے جو اللہ کو چھوڑ کر (دوسروں) کی پوجا کرتا ہے۔

ــــ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗ : مَنْ موصولہ۔ لَا یَسْتَجِیْبُ لَہٗ اس کا صلہ۔ اور اس میں ضمیر فاعل مَنْ اسم موصول کی طرف راجع ہے۔

لَا یَسْتَجِیْبُ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب اِسْتِجَابَۃٌ مصدر (باب استفعال) وہ جواب نہ دے سکے گا۔

ــــ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ۔ ای ما دامت الدنیا جب تک دنیا باقی ہے۔ قیامت تک

ــــ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ میں ھُمْ معبودان باطل کی طرف راجع ہے اور ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب معبودانِ باطل کی پوجا کرنے والوں کی طرف راجع ہے۔

وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ غٰفِلُوْنَ جملہ حالیہ ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:۔

ای اضل ممن یدعوا من دون اللہ اصنامًا ویطلب منھا ما لا تستطیعہ الی یوم القیمۃ وھی غافلۃ عما یقول لا تسمع ولا تبصر ولا تبطش لانھا جماد حجارۃ صُمٌّ۔

یعنی اس آدمی سے زیادہ گمراہ اور کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرتا ہے اور ان سے ایسی چیز مانگتا ہے جو وہ قیامت تک نہیں دے سکتے۔ اور جو وہ کہہ رہا ہے اس سے وہ غافل ہیں۔ نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ پکڑتے ہیں کیونکہ وہ بے جان پتھر ہیں جو بالکل بہرے ہیں معبودان باطل میں جمادات ، نباتات ، جانور ، ستارے یا سیارے بھی ہو سکتے

ہیں جو اپنے پوجنے والوں کی پکار نہ سن سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں :

اور اس میں وہ انسان اور فرشتے بھی شامل ہیں جو کہ اپنے اپنے فرائض منصبی میں مشغول ومصروف ہیں اور ان کو ان باطل پرستوں کی پوجا اور پکار کی خبر ہی نہیں۔

= وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ - واؤ عاطفہ ہے اِذَا ظرف زمان ہے حُشِرَ ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب ، اور جب لوگ جمع کئے جائیں گے ۔ یعنی قیامت کے روز۔

= كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً ۔ كَانُوْا میں ضمیر فاعل معبودان باطل کی طرف راجع ہے : اور لَهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب معبودان باطل کی پوجا کرنے والوں کی طرف راجع ہے

اَعْدَآءً كَانُوا کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ۔

مطلب یہ کہ جب حشر کے روز لوگ اکٹھے کئے جائیں گے تو یہی معبودان اپنے پجاریوں کو فائدہ پہنچانے کی بجائے ضرر پہنچانے کا باعث بنیں گے :

= وَكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۔ اور معبودانِ باطل اپنے پجاریوں کی پوجا سے انکار کردیں گے ۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ كَانُوْا کی ضمیر فاعل پجاریوں کے لئے ہو اور هِمْ معبودانِ باطل کے لئے ۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا :۔

اور معبودان باطل کے پجاری قیامت کے دن اپنے باطل معبودوں کی پوجا کرنے سے انکار کردیں گے کہ ہم تو ان کی پوجا نہیں کیا کرتے تھے۔

۴٦ : ۷ = وَاِذَا ۔ اوپر ۴٦ : ٦ ملاحظہ ہو۔

= تُتْلٰى : مضارع واحد مؤنث غائب تِلَاوَةٌ باب نصر ، مصدر۔ وہ پڑھی جاتی ہے۔ اس کی تلاوت کی جاتی ہے ۔

= اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ ۔ اٰيٰتُنَا مضاف ، مضاف الیہ : ہماری آیات ، بَيِّنٰتٍ جمع ہے بَيِّنَةٌ کی بمعنی روشن۔ واضح ۔ کھلی ، آیات کی صفت ہے ۔ ہماری روشن اور واضح آیات۔

= لِلْحَقِّ ۔ سچی بات کو ۔ حق کی بابت ۔ حق سے مراد آیات ہیں ۔ كَفَرُوْا کے ساتھ صراحۃً للحق کہنے سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ آیات حق اور سچ ہیں ۔ اور یہ لوگ بلاشبہ کافر ، گمراہ اور حق کے منکر ہیں ۔

= لَمَّا جَآءَهُمْ میں مبادرت اور عدم تدبر کا مفہوم پایا جاتا ہے ۔ حق کی بات یعنی آیات

بینات جوں ہی ان کو پہنچیں تو انہوں نے بغیر سوچے سمجھے اور بغیر غور کئے فوراً کہہ دیا کہ یہ (آیات بینات یعنی قرآن) صریح جادو ہے۔

جاءَ میں ضمیر فاعل حق کی طرف راجع ہے۔

= هٰذَا ای القرآن (الخازن) الحق

= سِحْرٌ مُّبِيْنٌ: موصوف وصفت، کھلا جادو۔ صریح جادو۔ صاف دعیاں جادو۔

۴۶: ۸ = اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ۔ اَمْ بطور حرف اضراب استعمال ہوا ہے۔ انتقال من حکایۃ شناعتہم السابقۃ الی حکایۃ ما ھو اشنع منہا۔

ان کے ایک قبیح امر سے دوسرے کی طرف انتقال جو پہلے قبیح امر سے بھی قبیح تر ہے، یہ بَلْ (حرف اضراب) کی وہ صورت ہے کہ بَلْ سے ماقبل کے حکم کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے مابعد کو اس حکم اور زیادہ کردیا جاتے۔

مثلاً اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۢ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ (۲۱: ۵) بلکہ انہوں نے کہا کہ یہ خیالاتِ پریشان ہیں بلکہ اس نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے) گھڑ لیا ہے بلکہ یہ شاعر ہے۔

مطلب یہ کہ ایک تو قرآن کو خیالاتِ پریشاں کہتے ہیں پھر مزید اسے افترا۔ بتاتے ہیں۔ پھر اس پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ (نعوذ باللہ) آپ کو شاعر سمجھتے ہیں۔

= اِنِ افْتَرَيْتُهٗ میں اِنْ شرطیہ ہے اِفْتَرَيْتُ ماضی واحد متکلم اِفْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔ معنی یہ کہ:۔

اگر اس کو میں نے از خود گھڑ لیا ہے (اور اللہ کی طرف اس کو منسوب کر دیا ہے)

اَلْفَرْیُ (باب نصر) کے معنی چمڑے کے سینے اور درست کرنے کے لئے اسے کاٹنے کے ہیں۔ اور اِفْرَاءٌ (افعال) کے معنی اسے خراب کرنے کے لئے کاٹنے کے ہیں افتراء (باب افتعال) کا لفظ اصلاح وفساد دونوں کے لئے آتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر استعمال فساد کے لئے ہی ہوتا ہے، اسی قرآن مجید میں جھوٹ، شرک، ظلم کے موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے۔

= لَا تَمْلِكُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر مِلْكٌ (باب ضرب) تم اختیار نہیں رکھتے ہو، مطلب یہ کہ:۔ اگر میں نے اس قرآن مجید کو از خود گھڑ لیا ہے اور اللہ کے نام

منسوب کردیا ہے تو اس افترا پر اللہ کی طرف سے مجھ پر جو عذاب آنے گا اس کو تم میرے اوپر سے دفع کرنے کی بالکل قدرت نہیں رکھتے۔ پھر میں کیوں ایسا کرکے اللہ کا عذاب اپنے اوپر لوں۔

= هُوَ۔ ای اللّٰه۔ اَعْلَمُ۔ عِلْمٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ وہ خوب جاننے والا ہے۔

= بِمَا تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ: بِ بمعنی کو، مَا موصولہ۔ تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ اس کا صلہ۔ فیہ کی ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔ وہ خوب جانتا ہے جن باتوں میں تم مشغول ہو۔ (ضیاء القرآن)

مَا مصدریہ بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں فیہ کی ضمیر الحق یا القرآن کی طرف راجع ہے اور ترجمہ ہوگا: وہ خوب جانتا ہے جو جو باتیں تم قرآن کے باب میں بناتے ہو (ماجدی)

وہ باتیں کیا تھیں: کافروں کی وحی من اللہ کے متعلق بدگوئی۔ آیات اللہ کی بابت طعن، ان کو کبھی جادو کہنا اور کبھی من گھڑت قرار دینا۔

تُفِیْضُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر اِفَاضَةٌ (افعال) مصدر۔ جس کا استعمال جب باتوں کے متعلق ہوتا ہے تو باتوں میں خوض کرنے اور مشغول ہونے کے معنی ہوتے ہیں

تُفِیْضُوْنَ قرآن مجید میں دو جگہ استعمال ہوا ہے۔ دوسرا استعمال: اِذْ تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ (۱۰:۶۱) جب تم کسی (عمل) میں مصروف ہوتے ہو۔ (ف ی ض) مادّہ

فَاضَ الْمَاءُ کے معنی کسی جگہ سے پانی کا اچھل کر بہ نکلنا کے ہیں۔ آنسوؤں کے بہنے کے لئے بھی آیا ہے مثلاً تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ (۵:۸۳) تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔

پانی کے اوپر سے نیچے گرانے کے معنی میں بھی آیا ہے مثلاً اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ۔ کہ کسی قدر ہم پر پانی بہاؤ۔

اور عرفات سے واپسی کے متعلق ارشاد ہے۔ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ (۲:۱۹۸) جب تم عرفات سے واپس ہونے لگو۔

= كَفٰى بِهٖ۔ كَفٰى ماضی واحد مذکر غائب كِفَايَةٌ (باب ضرب) مصدر کافی ہونا كَفٰى بِهٖ۔ وہی کافی ہے۔ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بطور گواہ اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ یعنی اس کی گواہی دوسروں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

كَفٰى بِهٖ یہ فاعل کا قائم مقام ہے۔ یعنی اللہ کافی ہے۔ شَهِيْدًا حال ہے،

= بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؛ متعلق بِہٖ یا متعلق کفیٰ ہے۔

فائدہ: اللہ کی شہادت نبی کریم اور منکرین کے متعلق یہ ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق و بلاغ اور مخالفین کے کذب و انکار کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔

= وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ جملہ حالیہ ہے اور حال یہ ہے کہ وہ توبہ کرنے والوں اور ایمان لانے والوں کے لئے غفور اور رحیم ہے۔ وہ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

۴۶: ۹ = قُلْ۔ ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

= مَا كُنْتُ بِدْعًا۔ بِدْعًا كُنْتُ کی خبر ہے اس لئے منصوب ہے۔ بِدْعًا نیا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اسم فاعل اور اسم مفعول کے معنی میں آتا ہے۔ چنانچہ بعض نے اول معنی میں بمعنی مُبْدِعٌ لیا ہے یعنی نئی باتیں کہنے والا اور بعض نے دوسرے معنی میں بمعنی مَبْدَعٌ لیا ہے یعنی نیا بھیجا ہوا۔ کہ جس سے پہلے کوئی پیغمبر نہ آیا ہو۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ۔ ای قل لھم یا نبی اللہ: ما کنت اول رسول ارسل الی البشر بل قد ارسل اللہ قبلی جمیع الرسل الی البشر فلا وجہ لاستبعادکم رسالتی واستنکارکم ایاھا ان اللہ ارسل قبلی رسلاً کثیرۃً۔

= وَمَا اَدْرِيْ۔ مضارع منفی واحد متکلم دِرَايَةٌ (باب ضرب) مصدر، میں نہیں جانتا

= مَا يُفْعَلُ بِيْ۔ میں مَا موصولہ بھی ہو سکتا ہے جو میرے ساتھ کیا جائے گا۔ اور مَا استفہامیہ بھی ہو سکتا ہے۔ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ يُفْعَلُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

آیت وَمَا اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ۔ اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ اس کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

ابن جریر اور متعدد محققین کے مطابق یہ دنیا کے احوال کے متعلق ہے اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ آخرت کے متعلق ہے۔

= اِنْ اَتَّبِعُ۔ میں ان نافیہ ہے اَتَّبِعُ مضارع صیغہ واحد متکلم ہے اِتِّبَاعٌ (افتعال) مصدر۔ میں پیروی نہیں کرتا ہوں۔ میں اتباع نہیں کرتا ہوں۔

= مَا يُوْحٰی۔ مَا موصولہ۔ يُوْحٰی مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِيْحَاءٌ

(افعال) مصدر۔ صلہ۔ (سوائے اس کے کہ) جو (میری طرف) وحی کی جاتی ہے یعنی سوائے اس کے کہ جو پیغام بذریعہ وحی مجھے دیا جاتا ہے۔

= مَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۔ موصوف و صفت۔ نَذِیْرٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر،
مُبِیْنٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِبَانَۃٌ ۔ ظاہر۔ ظاہر کرنے والا۔ صاف صاف،

۴۶: ۱۰ = اَرَاَیْتُمْ : کیا تم نے دیکھا۔ کیا تم نے غور کیا۔ اَخْبِرُوْنِیْ بھلا مجھے بتاؤ تو مجھے بتاؤ تو سہی۔

= اَرَاَیْتُمْ اِنْ کَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَکَفَرْتُمْ بِہٖ وَشَہِدَ شَاہِدٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَلٰی مِثْلِہٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَکْبَرْتُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ہ

اس میں عبارت مقدرہ ہے اصل عبارت کچھ یوں ہوگی!

اَرَاَیْتُمْ مَاذَا تَکُوْنُ حَالُکُمْ اِنْ کَانَ الْقُرْاٰنُ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَکَفَرْتُمْ بِہٖ وَشَہِدَ شَاہِدٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَائِیْلَ عَلٰی مِثْلِہٖ ای علیہ اَنَّہٗ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ فَاٰمَنَ وَاسْتَکْبَرْتُمْ اَنْتُمْ وَلَمْ تُؤْمِنُوْا اَلَسْتُمْ ظٰلِمِیْنَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (خطوط زدہ عبارت مقدرہ ہے)

مَاذَا تَکُوْنُ حَالُکُمْ (جواب شرط محذوف) اِنْ کَانَ الْقُرْاٰنُ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَکَفَرْتُمْ بِہٖ جملہ شرط۔ واؤ عاطفہ ہے اور جملہ کَفَرْتُمْ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے وَشَہِدَ شَاہِدٌ میں واؤ حالیہ ہے فَاٰمَنَ میں فَ تعقیب کا ہے وَاسْتَکْبَرْتُمْ میں واؤ حالیہ ہے اَنْتُمْ وَلَمْ تُؤْمِنُوْا جملہ حالیہ ہے وَلَمْ تُؤْمِنُوْا کا عطف اِسْتَکْبَرْتُمْ پر ہے۔

اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔

بھلا مجھے بتاؤ تو، تمہارا کیا حال ہوگا۔ اگر یہ قرآن اللہ کی جانب سے ہوا اور تم اس سے انکار ہی کرتے رہے۔ حالانکہ گواہی دے چکا ہے۔ بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اس پر کہ یہ منزل من اللہ ہے اور پھر وہ ایمان بھی لے آیا۔ اور تم تکبر اور غرور میں رہے اور ایمان نہ لائے کیا تم ظالم نہ ہوئے؟ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

= اِنْ کَانَ میں اِنْ شرطیہ کَانَ حرف مشبہ بالفعل کَانَ کا اسم (القرآن) محذوف "

فَائِدَۃٌ : (۱) شَہِدَ شَاہِدٌ میں شاہد کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

بعض کے نزدیک یہ آیت عبد اللہ بن سلام کے متعلق نازل ہوئی ہے لیکن اس دوسر

گروہ کا اعتراض ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے اور حضرت عبد اللہ بن سلام مدینہ میں اسلام لائے تھے اس کے جواب میں اول الذکر کا موقف ہے کہ یہ آیت مدنی ہے بعد میں مکی سورۃ میں شامل کی گئی بعض کہتے ہیں کہ آیت کا نزول اس مباحثہ کے سلسلہ میں ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے کیا تھا۔ اس صورت میں شاہد سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوں گے اور مثلہٖ سے مراد ہوگی توریت: اور شہادت سے مراد ہوگی توریت کی وہ صراحت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق اللہ نے کردی تھی۔ توریت کے اندر وہ مضامین ہیں جو قرآن کی تصدیق کررہے ہیں۔

مِثْلِہٖ میں لفظ مثل زائد ہے اور مِثْلِہٖ کی ضمیر قرآن مجید کی طرف راجع ہے۔ یا اگر لفظ مثل زائد نہیں ہے تو عربی کے اسلوب بیان میں مثل کا اطلاق بنفسہٖ اسی ذات پر جائز ہے۔ مثلاً کہتے ہیں کہ مثلك لا یفعل ھذا (تیرے جیسا شخص یہ فعل نہیں کرتا) ای لا ینبغی لك انت ان تفعلہ مطلب یہ کہ تیری شان کے لائق نہیں کہ تو یہ فعل کرے۔ تو یہ فعل نہیں کرتا۔

لہٰذا یہاں مثلہ سے مراد علیٰ ھذا القراٰن ہے۔ معنیٰ ہوئے۔ وشہد شاھد من بنی اسرائیل علیٰ ان ھذا القراٰن وحی منزل حقًا من عند اللہ۔ حالانکہ بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ یہ گواہی دے چکا ہے کہ یہ قرآن سچ مچ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

= لَا یَھْدِیْ: مضارع منفی واحد مذکر غائب ھدایۃ (باب ضرب) مصدر وہ ہدایت نہیں کرتا۔

= اَلْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ موصوف وصفت مل کر مفعول فعل لَا یَھْدِیْ کا۔ ظالم لوگوں کو۔

۴۶: ۱۱ = اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ میں اشارہ سرداران قریش، رؤسا یہود اور کفار مکہ کی طرف ہے۔

= لِلَّذِیْنَ۔ ای فی شأنھم ان کے متعلق۔ ان کی بابت۔

= لَوْ کَانَ خَیْرًا۔ ای لو کان ھذا الدین او ھٰذا القراٰنُ خیرًا۔ اگر یہ دین یا قرآن حق ہوتا، بہتر چیز ہوتا۔ خیرًا خبر ہے کان کی، جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ مَا سَبَقُوْنَا اِلَیْہِ: جواب شرط۔ (یہ) ہم پر اس دین کی طرف بڑھنے میں سبقت نہ

لے جاتے۔

== اِذْ : جب ، اسم ظرف زمان ہے اذ کبھی مفاجات یعنی کسی بات کے اچانک واقع ہونے کے لئے بھی آتا ہے اور کبھی تعلیل یعنی کسی چیز کی علت اور سبب بیان کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ (۴۳:۳۹) اور کچھ فائدہ نہیں تم کو آج کے دن جبکہ تم ظالم ٹھیر چکے۔ یعنی تمہارے ظلم کے سبب آج تم کو نفع کچھ بھی نہیں ہو سکتا:
آیت ہذا میں اِذْ تعلیل کے لئے آیا ہے اِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ : کیونکہ قرآن سے ان کو ہدایت نصیب ہوئی (تو اب یہ کہیں گے)

== لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ ۔ لَمْ يَهْتَدُوْا مضارع منفی جحد بلَمْ ۔ صیغہ جمع مذکر غائب اِهْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر۔ انہوں نے ہدایت نہ پائی۔ بِهٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع دین یا قرآن ہے۔

== فَسَيَقُوْلُوْنَ ۔ فَ سببیہ ہے۔ تو یہ اب کہیں گے (یعنی پہلا کلام اس کلام کا سبب ہے اور یہ کلام ہدایت یاب نہ ہونے کا نتیجہ ہے) ظہور عناد اور گمراہی اسی بات کے کہنے کا سبب ہے۔

== هٰذَا ۔ ای القرآن۔

== اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۔ موصوف صفت ، پرانا جھوٹ۔

۴۶:۱۲ == وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰى ۔ واؤ حالیہ ہے مِنْ قَبْلِهٖ خبر مقدم كِتٰبُ مُوْسٰى ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا مؤخر۔ حالانکہ اس سے قبل کتاب موسیٰ (توراۃ) آچکی تھی۔ (امام اور رحمت بن کر) مِنْ قَبْلِهٖ میں ضمیر ہٖ کا مرجع القرآن ہے۔

== اِمَامًا وَّرَحْمَةً حال۔ بصورت امام و رحمت ، امام بن کر اور رحمت بن کر۔

امام (ام م مادہ) وہ ہے جس کی اقتدا کی جائے۔ خواہ وہ انسان ہو کہ اس کے قول و فعل کی اقتدا کی جائے۔ یا کتاب وغیرہ ہو۔ اور خواہ وہ شخص جس کی پیروی کی جائے حق پر ہو یا باطل پر ہو۔ اس کی جمع اَئِمَّةٌ (افعلۃ) ہے۔

رَحْمَةً ۔ رحمت بن کر۔ یعنی اس شخص کے لئے رحمت بن کر جو اس پر ایمان لایا اور اس کے احکام پر عمل کیا

== هٰذَا ۔ ای القرآن۔

== كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ : موصوف وصفت ، مُصَدِّقٌ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ تَصْدِيْقٌ (تفعیل) مصدر سے۔ تصدیق کرنے والی۔ سچا بتانے والی ، یعنی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب توریت کی تصدیق کرتی ہے یا جمیع کتب سماوی جو اس سے قبل اللہ کی طرف سے اس کے فرستادہ رسولوں پر نازل ہوئیں ان کی تصدیق کرتی ہے۔

== لِسَانًا عَرَبِيًّا۔ كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ میں کتٰبٌ کی ضمیر سے حال ہے اسی حال کونہ بلسانٍ عربیٍ دراں حالیکہ وہ زبان عربی میں ہے۔ جو دیگر زبانوں سے افضل ترین زبان ہے۔ بمصداق ارشاد ربانی: لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ (۲۶: ۱۹۴: ۱۹۵) تاکہ تم (لوگوں کو) نصیحت کرتے رہو فصیح عربی زبان میں۔ اور قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ (۳۹: ۲۸) یہ قرآن عربی ہے جس میں کوئی عیب نہیں ہے۔

== لِيُنْذِرَ۔ لام تعلیل کا ہے يُنْذِرَ مضارع معروف (منصوب بوجہ عمل لام) صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِنْذَارٌ (افعال) مصدر۔ تاکہ وہ ڈرائے (نافرمانی کے نتیجہ بد سے) ضمیر فاعل کتاب یا اللہ یا رسول کسی کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔

== اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا۔ موصول وصلہ مل کر مفعول فعل يُنْذِرَ کا۔

== وَبُشْرٰى۔ واؤ عاطفہ، بُشْرٰى فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے اي وَلِيُبَشِّرَ بُشْرٰى اور تاکہ خوشخبری دیوے (محسنین کو)

== اَلْمُحْسِنِيْنَ ه اِحْسَانٌ سے اسم فاعل جمع مذکر، نیکی کرنے والے، یہاں مُحْسِنِيْنَ بمقابلہ اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا آیا ہے۔ اول الذکر سے مراد کفار اور ثانی سے مراد مومنین ہیں

۴۶: ۱۳ == اِسْتَقَامُوْا ماضی جمع مذکر غائب، اِسْتِقَامَةٌ (استفعال) مصدر۔ وہ قائم رہے۔ وہ ثابت قدم رہے۔ استقامتہ کے معنی راستہ کے خط مستقیم کی طرح سیدھا ہونے کے ہیں۔ بالکل سیدھا راستہ، تشبیہ کے طور پر راہِ حق کو بھی صِرَاطِ مستقیم کہا گیا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ه (۱: ۵) ہم کو سیدھے راستہ پر چلا۔

== فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ: یعنی مرنے کے بعد ان کو کوئی خوف نہ ہوگا۔

== وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ه اور نہ کسی مرغوب شے کے فوت ہونے کا ان کو غم ہوگا۔

لَا يَحْزَنُوْنَ: مضارع منفی جمع مذکر غائب حُزْنٌ (باب سمع) مصدر، نہ وہ غمگین ہوں گے اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا الخ (۴۱: ۳۰)

۴۶: ۱۴ == اُولٰٓئِكَ: اسم اشارہ۔ جمع مذکر۔ مشارٌ الیہم وہ اصحاب ہیں جن میں مندرجہ

بالا اوصاف ہوں گے:

(۱) قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ۔

(۲) ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

== جَزَآءً: مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا۔ ای یُجْزَوْنَ جَزَآءً ان کو بدلہ دیا جائے گا۔

== بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ہ ب سببیہ۔ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ہ ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔ بہ سبب ان اعمال کے جو وہ کیا کرتے تھے۔

۴۶: ۱۵ == وَصَّیْنَا: ماضی جمع متکلم۔ تَوْصِیَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے حکم دیا (وصیت کا فاعل جب اللہ تعالیٰ ہو تو اس کا معنی فرض کرنا اور حکم دینا ہوتا ہے، وص ی مادہ۔ الوصیۃ واقعہ پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ انداز میں ہدایت کرنے کے ہیں وصیت کرنے کے معنی میں بھی آیا ہے۔ جیسے وَوَصّٰی بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ (۲: ۱۳۲) اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اس بات کی وصیت کی اور یعقوب نے بھی۔ نصیحت، حق بات کرنے کے معنی میں بھی آیا ہے مثلاً وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (۱۰۳: ۳) اور آپس میں حق بات کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔

== اَلْاِنْسَانَ کے متعلق دو اقوال ہیں۔ ایک یہ کہ ال عہد کا ہے اور اس سے مراد ایک خاص انسان یعنی حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ دوسرا یہ کہ الانسان میں الف لام جنس کا ہے خواہ آیت کا نزول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں ہی ہوا ہو۔

== بِوَالِدَیْهِ: اپنے والدین کے ساتھ۔ یعنی ماں باپ ہر دو کے ساتھ۔

== اِحْسَانًا۔ یہ وصینا کا مفعول ثانی ہے۔ (الانسان) مفعول اول ہے لہٰذا منصوب۔ اِحْسَانٌ نیکی کرنا۔ بروزن (افعال) مصدر ہے۔ اِحْسَانٌ دو معنوں میں آتا ہے ایک غیر کے ساتھ بھلائی کرنے کے لئے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

دوسرے کسی اچھی بات کے معلوم کرنے اور نیک کام کے انجام دینے کے لئے جیسے اَلَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ (۳۲: ۷) جس نے ہر چیز کو بہت اچھی طرح انجام دیا (پیدا کیا)

== حَمَلَتْهُ: حَمَلَتْ ماضی واحد مؤنث غائب: ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ اس (عورت) نے اس (انسان) کو اٹھایا۔ یعنی پیٹ میں اٹھائے رکھا۔ حَمْلٌ بوجھ، پیٹ کا

بچہ، حمّال بوجھ اٹھانے والا۔ حَامِلَۃ بوجھ اٹھانے والی۔ پیٹ میں بچہ رکھنے والی۔
= کُرْھًا۔ تکلیف سے، ناگواری کے ساتھ برداشت کرکے۔ بحالت ناگواری، حال ہے
= وَضَعَتْہُ: وَضَعَتْ ماضی واحد مؤنث غائب وضع (باب فتح) مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اس (عورت) نے اس (الانسان) کو جنا۔
= حَمْلُہٗ۔ اس کا حمل میں رہنا۔ مضاف مضاف الیہ (حمل کی مدت)
= فِصٰلُہٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا دودھ چھڑانا۔ (پیدائش سے دودھ چھڑانے تک کی مدّت)
= ثَلٰثُوْنَ شَھْرًا۔ تیس مہینے۔
= حَتّٰٓی۔ حرف جر ہے اور انتہار غایت کے لئے آتا ہے۔ جب تک، یہاں تک اس سے قبل فعل محذوف ہے ای اِسْتَمَرَّتْ حَیَاتُہٗ وہ زندہ رہا حتّٰی کہ ادھیڑ عمر کو پہنچا اور اس کی قوت (عقل پختہ ہو گئی)۔
= اِذَآ بَلَغَ۔ بَلَغَ۔ ماضی واحد مذکر غائب وہ پہنچا۔ بُلُوْغٌ اور بَلَاغٌ (باب نصر) مصدر سے جس کے معنی انتہائی مقصد اور انتہا تک پہنچنے کے ہیں خواہ وہ مقصد و منتہیٰ کوئی مقام ہو یا وقت یا کوئی اور شے۔
= اَشُدَّہٗ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بَلَغَ کا۔ اَشُدَّ قوت وتمیز اور عقل کا پختگی کو پہنچنا۔ مکمل ہوجانا۔

مطلب یہ ہے کہ وہ جیتا رہا یہاں تک کہ جب وہ عقل وقوت کی پختگی کو پہنچ گیا۔ اور چالیس برس کا ہو گیا۔

= رَبِّ۔ ای یا ربی۔ اے میرے رب، اے میرے پروردگار۔
= اَوْزِعْنِیْٓ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر، اِیْزَاعٌ (افعال) مصدر، جس کے معنی کسی چیز پر جما دینے اور الہام کرنے کے ہیں۔ نِ وقایہ، اور یْ ضمیر واحد متکلم کے لئے۔

تو مجھے توفیق عطا فرما۔ تو میری قسمت میں کردے۔

اَلْوَزْعُ کے معنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں۔

المفردات میں ہے:۔
وَزَعْتُہٗ عَنْ کَذَا۔ کے معنی کسی آدمی کو کسی کام سے روک دینا کے ہیں۔۔۔۔
رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ۔ اے پروردگار مجھے

توفیق عنایت کر کہ جو احسان تونے مجھ پر کئے ہیں ان کا شکر کروں۔

لبعض نے اَوْزِعْنِیْ کے معنی اَلْهِمْنِیْ کئے ہیں۔ یعنی مجھے شکرگذاری کا الہام کر۔ مگر اس کے اصل معنی یہ ہیں کہ مجھے شکرگذاری کا اس قدر شیفتہ بنادے کہ میں اپنے نفس کو تیری ناشکری سے روک لوں۔

اور یَوْمَ یُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ (۴۱: ۱۹) جس دن خدا کے دشمن دوزخ کی طرف چلائے جائیں گے تو سب ترتیب وار کر لئے جائیں گے۔ اس میں یُوْزَعُوْنَ سے مراد انہیں عقوبت کے طور پر روک لینا ہے۔

== اَنْ۔ مصدریہ ہے اَشْكُرَ مضارع کا صیغہ واحد متکلم ہے مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ کہ میں تیرا شکر ادا کروں:

== تَرْضٰهُ۔ تَرْضٰى۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ رِضًى (باب سمع) مصدر سے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ تو اس سے راضی ہو۔ تو اس کو پسند کرے۔

== اَصْلِحْ لِیْ۔ اَصْلِحْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِصْلَاحٌ (افعالٌ) مصدر (میرے لئے) صلاحیت پیدا کر دے (میری اولاد میں) یعنی میری اولاد کو بھی توفیق خیر دے اور محل صالحیت بنادے۔

== وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اور بے شک میں تیرے فرمانبرداروں میں سے ہوں اس جملہ میں وَاِنِّیْ مُسْلِمٌ سے زیادہ انکساری ہے۔

۴۶: ۱۶ == اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر۔ اس میں الانسان کی طرف اشارہ ہے اور جمع کا صیغہ اس لئے لایا گیا ہے کہ الانسان سے مراد جنس انسان ہے جو اوصاف بالا سے متصف ہو۔ یہی وہ لوگ ہیں۔

== نَتَقَبَّلُ: مضارع جمع متکلم تَقَبُّلٌ (تفعّلٌ) مصدر۔ ہم قبول کرلیں گے؛

== اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا؛ صاحب تفسیر مظہری اس جملہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

اَحْسَنَ: فعل مباح حَسَنٌ (اچھا) تو ضرور ہوتا ہے لیکن اس سے ثواب نہیں ملتا اور آیت میں وہ اعمال مراد ہیں جن کا ثواب دیا جائے گا۔ اس لئے ان اعمال کو اَحْسَن (بہت اچھے) فرمایا۔ یا دوسروں کے اعمال سے ان کے اعمال کو بہتر قرار دے کر قبول کرنے کا وعدہ فرمایا۔ اس وقت صفت کی اضافت موصوف کی جانب ہوگی، یعنی ہم ان کے وہ اعمال قبول کرتے ہیں جو دوسروں سے بہتر ہوتے ہیں۔

تفسیر روح البیان میں ہے :۔

ولا یلزم منہ ان لا یتقبل منہم الاعمال الحسنۃ بل یکون فیہ اشارۃ الی ان کل اعمالہم احسن عند اللہ ۔ (اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے اعمال حسنہ قبول نہیں کئے جائیں گے بلکہ اس میں اشارہ ہے کہ ان کے سارے اعمال اللہ کے نزدیک احسن ہیں)

تفسیر جلالین میں ہے :۔

اَحْسَنَ بمعنی حَسَنَ اور یہی راجح ہے، مطلب یہ کہ جو فعل ان کا اچھا ہے اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ اور جو سیئہ (برا) ہے اس سے درگزر کیا جائے گا۔

= وَ نَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِھِمْ ۔ نَتَجَاوَزُ : مضارع جمع متکلم تَجَاوُزٌ (تفاعل) مصدر ۔ بمعنی درگذر کرنا ۔ (تجاوز کرنا) اور ہم ان کی برائیوں سے درگذر کریں گے ۔

= فِیْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۔ ای ھم فی جملۃ اصحاب الجنۃ واعدادھم ۔ یعنی وہ جملہ اہل جنت میں سے ہوں گے ان کا شمار جنتیوں میں ہوگا

= وَعْدَ الصِّدْقِ ، وَعْدَ مصدر منصوب بوجہ مفعول ۔ اَلصِّدْقِ سچ، سدا قت مضاف مضاف الیہ ۔ سچ کا وعدہ، سچا وعدہ ۔ (سچی بات یعنی نیکیوں کی جزا اور برائیوں سے درگذر) وعد الصدق سے قبل عبارت محذوف ہے ای ننجز لھم وعد الصدق ہم نے پورا کردیا ان کے ساتھ سچا وعدہ ۔ یعنی مومنوں کے نیک کام کی جزاء دیں گے اور ان کی برائیوں سے درگذر کریں گے ۔

= الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ہ جو ان سے کیا جاتا تھا ۔ (دنیا میں) یہ وعد الصدق کی تعریف ہے ۔ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ہ ماضی استمراری مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ۔

۴٦ : ۱۷ = وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ ۔ آیات ۱۵-۱٦ میں بندۂ مومن کا کردار ادا کیا گیا کہ وہ اپنے رب کا اطاعت گذار اور اپنے والدین کا فرمانبردار ہوتا ہے جن گوناگوں نعمتوں سے اسے سرفراز کیا جاتا ہے ان کا شکریہ ادا کرتا رہتا ہے ۔

اب ایسے شخص کا کردار بیان کیا جارہا ہے جسے آخرت پر ایمان نہیں اور اپنے خالق سے رد گرداں ہے اپنے ماں باپ کا گستاخ ہے ۔ انہیں بات بات پر جھڑکتا ہے اگر وہ اس کی اصلاح احوال کے لئے کوشش کرتے ہیں تو ان کا مذاق اڑاتا ہے ان کو احمق اور بیوقوف سمجھتا ہے (جب وہ اسے اللہ تعالیٰ کے وعدۂ حق یعنی حیات بعد الممات، اعمال نیک کی جزاء اور اعمال بد کی سزا ۔ بہشت اور دوزخ کی بات کرتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ کچھ

نہیں محض پہلے لوگوں کی فرسودہ کہانیاں ہیں) تفسیر حقانی

= وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِیْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ۔

الذی بمعنی الذین ہے اور اس کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے جو اپنے والدین کا نافرمان اور کج بحث ہے۔ الذی بمعنی الذین کی مثالیں کلام عرب اور قرآن مجید میں متعدد ملتی ہیں جیسے کہ سورۃ البقرہ میں ہے مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ ۝ (٢ : ١٧) بِنُوْرِهِمْ اور تَرَكَهُمْ میں ضمیر هِمْ جمع مذکر غائب اور یُبْصِرُوْنَ میں ضمیر جمع مذکر غائب سے صریحاً ثابت ہے کہ الَّذِیْ سے مراد الَّذِیْنَ ہے۔ ایسی اور کئی مثالیں مل سکتی ہیں۔

= اُفٍّ۔ ہُوں۔ اصل میں اُفٌّ ہر قسم کے میل کچیل (جیسے ناخن کا تراشہ وغیرہ) کو کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے کسی چیز کے متعلق گرانی اور نفرت کے اظہار کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے

اصمعی کا بیان ہے کہ اُفٌّ کان کا میل ہے اور تُفٌّ ناخن کا۔ کسی چیز سے گھن ظاہر کرتے وقت اُف کہا جاتا ہے چنانچہ اس معنی میں یہ کثرت سے بولا گیا کہ ہر اذیت رساں چیز کے بارے میں اہل عرب اس کا استعمال کرنے لگے۔ یہ یا تو اسم فعل ہے یا اسم صوت جو تنگ دلی اور گرانی کو بتاتا ہے۔ افسوس ہے تم دونوں پر

اَتَعِدٰنِنِیْٓ۔ تم دونوں مجھے وعدہ دیتے ہو۔ ڈراتے ہو یا دھمکی دیتے ہو۔ تَعِدَانِ مضارع کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر۔ نَ اول تثنیہ کا اور دوسرا نِ وقایہ کا ہے اور یْ ضمیر واحد متکلم۔ کیا تم دونوں مجھے (اس بات پر) ڈراتے ہو کہ قبر سے دوبارہ زندہ کر کے نکالا جاؤنگا اس میں استفہام سوالیہ نہیں بلکہ انکاریہ توبیخیہ ہے۔ اف کہنے کی وجہ کو ظاہر کر رہا ہے

= وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ۔ واؤ حالیہ ہے جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اس کے بعد عبارت محذوف ہے ای ولم یرجع بعد ان مات۔ مرنے کے بعد کوئی واپس نہیں آئی

قَدْ خَلَتْ ماضی کے ساتھ قَدْ تحقیق کا معنی دیتا ہے۔ خَلَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب خُلُوٌّ (باب نصر) مصدر۔ وہ گذر گئی۔ یہاں جمع کے لئے آیا ہے۔ گذر گئیں۔

= اَلْقُرُوْنُ: قَرْنٌ کی جمع۔ زمانے، صدیاں، جماعتیں۔ قومیں۔ یہاں قومیں مراد ہیں

ترجمہ:۔ اور حال یہ ہے کہ مجھ سے پہلے گئی قومیں مٹ گئیں اور ان کے بعد کوئی بھی واپس نہیں آئی۔

= وَھُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰہَ۔ جملہ حالیہ ہے اللّٰہ مفعول ہے یَسْتَغِیْثٰنِ کا۔ یَسْتَغِیْثٰنِ فعل مضارع تثنیہ مذکر غائب ۔ استغاثۃ (استفعال) مصدر۔ فریاد کرنا۔ درآں حالیکہ وہ دونوں اللہ سے (نالائق اولاد کے کفر والحاد سے گھبرا کر) فریاد کر رہے ہوتے ہیں (کہ اللہ کرے ان کا لڑکا راہِ حق اختیار کرے اور بعث بعد الموت پر ایمان لے آئے)

= وَیْلَكَ مضاف مضاف الیہ۔ تیری کم بختی، ارے اے کمبخت، اٰمِنْ، امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اِیْمَانٌ (باب نصر) مصدر سے۔ تو ایمان لے آ۔ ای اٰمن باللّٰہ والبعث بعد الموت۔ یعنی اللہ پر اور بعث بعد الموت پر ایمان لے آ۔

وَیْلَكَ اٰمِنْ سے قبل و یقولان لولدھما (اور کہتے ہیں اپنے لڑکے سے) محذوف ہے۔

= اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ وعدہ سے مراد وعدۂ بعث بعد الموت ہے۔

= فَیَقُوْلُ۔ ای فیقول ذٰلك الولد العاق المنکر للبعث وہ نافرمان منکر بعث بعد الموت لڑکا جواب دیتا ہے۔

= مَا ھٰذَا۔ ما نافیہ ہے ھٰذا کا اشارہ اسی بعث بعد الموت اور عذاب آخرت کی طرف ہے۔ ای ان الذی تعدانني ایاہ من البعث بعد الموت۔ جس بعث بعد الموت کا تم مجھ کو ڈراوا دے رہے ہو وہ کچھ بھی نہیں ہے۔

= اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔ اِلَّا حرف استثناء مگر، سوائے اس کے کہ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَسَاطِیْرُ اسطورۃ کی جمع۔ کہانیاں۔ من گھڑت لکھی ہوئی باتیں۔ وہ جھوٹی خبر جس کے متعلق یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ گھڑ کر لکھ دی گئی ہے اسطورہ کہلاتی ہے۔ یہ وعدۂ آخرت و عذاب آخرت کچھ بھی نہیں سوائے پہلے لوگوں کی من گھڑت باتوں کے۔

۴٦: ۱۸ = اُولٰٓئِكَ۔ اسم اشارہ جمع مذکر۔ مشار الیہم وہ لوگ ہیں جو نافرمان اور بعث بعد الموت کے منکر ہیں۔ جن کا ذکر والذی قال لوالدیہ اف لکما ۔۔۔ الآیۃ میں اوپر مذکور ہوا ہے

== حَقَّ ماضی واحد مذکر غائب حَقٌّ باب ضرب، نصر، مصدر کسی چیز کا ثابت ہونا۔ یقینی ہونا۔ یہاں بمعنی حق ہوا۔ ثابت ہوا۔ ثابت ہو کر رہا۔

== اَلْقَوْلُ۔ وھو قولہ تعالیٰ لابلیس۔ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ (۳۸: ۸۴-۸۵)
حق یہ ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں۔ کہ میں تجھ سے اور جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے سب سے جہنم کو بھر دوں گا:

== فِيْٓ اُمَمٍ۔ فِیْ بمعنی متعلق۔ اُمَمٍ جمع اُمَّۃٌ کی۔ گذشتہ کافر امتوں کے بارے میں اَلْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ۔ وعدۂ عذاب جن وانس کی ان امتوں کی بابت جو ان سے قبل گذر چکیں۔

ترجمہ ہوگا:۔

یہی وہ لوگ ہیں جن پر وہ وعدۂ عذاب پورا ہو کر رہا۔ جو ان سے قبل جنوں اور انسانوں کی امتوں کی بابت تھا۔

== قَدْ خَلَتْ: جو گذر چکیں۔ نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۷ متذکرہ بالا۔

== مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ۔ یہ اُمَمٍ کا بیان ہے۔

== اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ۔ بے شک یہ خسارہ پانے والے ہیں۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع وہی لوگ ہیں جن کی طرف اُولٰٓئِكَ میں اشارہ ہے۔

۴۶: ۱۹ == وَلِكُلٍّ۔ ای لکل واحد من الفریقین المذکورین، مذکورہ بالا ہر دو فریقین میں سے ہر ایک کے لئے۔

وہ دونوں فریقین کون سے ہیں۔

۱:۔ فریق اوّل: مذکورہ فی آیت: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ:
فریق دوم:۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ:

یا ۲:۔ فریق اول:۔ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ......
فریق دوم:۔ اَلَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ ......

== مِمَّا۔ مرکب مِنْ بیانیہ اور مَا موصولہ سے۔ ای من الذی عملوہ من الخیر والشر

ترجمہ:۔ اور جو (اچھے یا برے) اعمال انہوں نے کئے اس کے مطابق ان میں سے ہر ایک کے لئے

درجات (مرتبے) ہوں گے:

= وَلِیُوَفِّیَھُمْ واؤ عاطفہ ہے لام تعلیل کا۔ یُوَفِّیَ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے توفیۃ (تفعیل) مصدر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کُلٌّ کے لئے ہے (یہ درجہ بندی اس لئے کہ) وہ ان کو (ان کے اعمال کا) پورا پورا بدلہ دے۔ اَعْمَالَھُمْ مفعول ثانی ہے یُوَفِّیَ کا۔ لہٰذا منصوب ہے

= وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ۔ جملہ حالیہ ہے درآں حالیکہ ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا، یعنی نہ کسی کے ساتھ نیک کام کے ثواب میں کمی کی جائے گی۔ اور نہ برے کام کی سزا میں زیادتی برتی جلئے گی:

۴۶: ۲۰ = وَیَوْمَ: واؤ عاطفہ ہے یَوْمَ مفعول فعل محذوف کا۔ ای اذکر الیوم اور یاد کرو اس دن کو جس دن کہ ،۔ یا مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے:

= یُعْرَضُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَلَی النَّارِ۔ یُعْرَضُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ عَرْضٌ (باب ضرب) مصدر (جمع کے معنی میں) پیش کئے جاویں گے عَلَی النَّارِ ای علی الجھنم۔ جس دن کافر لوگ جہنم کے سامنے لائے جائیں گے:

= اَذْھَبْتُمْ طَیِّبٰتِکُمْ: اس سے قبل جملہ قیل لھم محذوف ہے یعنی ان سے کہا جائے گا۔ طَیِّبٰتِکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری لذت کی چیزیں، تمہاری نعمتیں تم لے چکے ہو اپنی نعمتوں کا لطف،

اس معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

فَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ لِتَذْھَبُوْا بِبَعْضِ مَا اٰتَیْتُمُوْھُنَّ (۴: ۱۹) تم ان کو اپنے گھروں میں نہ روک رکھو کہ اس طرح مہر وغیرہ کی کچھ رقم ان سے واپس لے لو۔

= اِسْتَمْتَعْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر استمتاع (استفعال) مصدر۔ تم کام میں لائے۔ تم نے فائدہ اٹھایا۔ بِھَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب طَیِّبٰت کی طرف راجع ہے، تم ان (نعمتوں) سے اپنی دنیا کی زندگی میں لطف لے چکے ہو۔

= فَالْیَوْمَ۔ پس آج کے دن، پس آج۔

= تُجْزَوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، جَزَآءٌ (باب ضرب) مصدر۔ تم جزاء دیئے جاؤ گے۔ تم بدلہ دیئے جاؤ گے۔

= عَذَابَ الْھُوْنِ: اسم۔ ذلت، رسوائی۔ خواری، رسوائی وذلت کا عذاب

یعنی وہ عذاب جس میں تمہاری ذلت وتحقیر ہے۔

= بِمَا۔ میں بآء سببیہ ہے اور مَا مصدریہ یعنی باطل طور پر بڑا بننے اور اللہ کی اطاعت سے خارج ہونے کی وجہ سے۔

= كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ہ ماضی استمراری۔ جمع مذکر حاضر، اِسْتِكْبَارٌ (استفعال) مصدر۔ تم گھمنڈ کیا کرتے تھے۔ تم تکبر کیا کرتے تھے۔

= وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ہ اور بوجہ اس کے کہ تم نافرمانی کیا کرتے تھے۔ تَفْسُقُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر فُسُوْقٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی خدا کے فرمان سے باہر ہونا۔ نافرمانی کرنا۔ فسق کرنا۔

۴۶: ۲۱ = وَاذْكُرْ۔ واؤ عاطفہ اُذْكُرْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ذِكْرٌ باب نصر۔ مصدر۔ تو یاد کر۔ تو ذکر کر۔ تو ذکر سنا۔

= اَخَا عَادٍ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اُذْكُرْ کا۔ تو یاد کر، قوم عاد کے بھائی (ہود) کو۔ یا تو ذکر سنا (ان کو یعنی کفار مکہ کو، خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے) قوم عاد کے بھائی ہودؑ کا

= اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ۔ اِذْ۔ جب۔ ظرف زمان، اَنْذَرَ ماضی واحد مذکر، غائب اِنْذَارٌ (افعال) مصدر۔ اس نے ڈرایا۔ قَوْمَهٗ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اَنْذَرَ کا۔ جب اس نے اپنی قوم (والوں) کو ڈرایا۔

= بِالْاَحْقَافِ۔ ای فی الاحقاف ، احقاف میں۔ یعنی جو احقاف میں رہتی تھی۔ الاحقاف حِقْفٌ کی جمع ہے۔ حِقْفٌ ریت کے اس ٹیلے کو کہتے ہیں جو مستطیل ہو اور مرتفع ہو لیکن قدرے منحنی ہو۔ قوم عاد کا مرکزی مقام ارض احقاف ہے یہ حضرموت کے شمال میں اس طرح واقع ہے کہ اس کے شرق میں عمان اور شمال میں "ربع خالی" ہے جسے صحرائے اعظم الدَّهْنَا بھی کہتے ہیں گو "ربع خالی" آبادی کے لائق نہیں تاہم اس کے اطراف میں کہیں کہیں آبادی کے قابل کچھ کچھ زمین ہے خصوصاً اس حصہ میں جو حضرموت سے نجران تک پھیلا ہوا ہے اگرچہ اس وقت وہ بھی آباد نہیں ہے اور بجز ریت کے ٹیلوں کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ تاہم قدیم زمانے میں اسی حضرموت اور نجران کے درمیانی حصہ میں "عاد ارم" کا مشہور قبیلہ آباد تھا۔ جس کو خدا نے اس کی نافرمانی کی پاداش میں آندھی کا عذاب بھیج کر نیست ونابود کر دیا تھا۔

= وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ جملہ معترضہ ہے۔ خَلَتْ ملاحظہ ہو آیت ۱۷۔ متذکرہ بالا۔

النُّذُرُ جمع ہے نَذِيْرٌ کی۔ ڈرانے والے یعنی پیغمبر۔ بَيْنَ بمعنی بیچ، درمیان اسم ظرف مکان ہے مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ۔ يَدَيْهِ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ ہوا اپنے مضاف بَيْنِ کا۔ پھر یہ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور ہوئے مِنْ حرف جار کے۔ لفظی معنی ہوں گے اس کے دونوں ہاتھوں کے درمیان سے۔ یہاں بمعنی من قبلہ آیا ہے۔ بمعنی اس سے پہلے۔ یعنی حضرت ہود علیہ السلام سے پہلے جیسے حضرت نوح علیہ السلام وغیرہ۔

مِنْ خَلْفِهٖ۔ خَلْفِهٖ مضاف مضاف الیہ۔ من حرف جار۔ اس کے پیچھے۔ اس کے بعد حضرت ہود کے بعد جیسے حضرت صالح علیہ السلام۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام وغیرہم۔

مطلب یہ کہ حضرت ہود علیہ السلام سے پہلے بھی (اپنی اپنی امتوں کو) ڈرانے والے گذر چکے تھے۔ اور ان کے بعد بھی گذرے۔

= اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ۔ اَلَّا اَنْ مفسرہ اور لام نہی سے مرکب ہے: اَنْ مفسرہ ہمیشہ اس فعل کے بعد آتا ہے جس میں کہنے کے معنی پائے جائیں، لفظی طور پر یا معنوی طور پر۔ یہاں پر عبارت یوں ہے۔

اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ۔ اِنْذَارٌ میں قول کے معنی معنوی طور پر موجود ہیں۔ جب اس نے اپنی قوم کو جوارض احقاف میں تھی یہ کہتے ہوئے ڈرایا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

= اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ میں تمہارے متعلق ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

يَوْمٍ عَظِيْمٍ موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ۔ عَذَابَ مضاف، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل اَخَافُ کا۔ یعنی اگر اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرو گے تو مجھے تمہارے متعلق یوم عظیم کے عذاب کا ڈر ہے کہ تم اس دن کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ جس کی مصیبت بہت بڑی ہو گی۔

۴۶: ۲۲ = اَجِئْتَنَا۔ ہمزہ استفہامیہ ہے جِئْتَ ماضی واحد مذکر حاضر۔

مجیئ (باب ضرب) مصدر نا ضمیر جمع متکلم کیا تو ہمارے پاس (اس ارادے) اجِئْتَنا میں استفہام (سوالیہ نہیں) تقریری ہے۔

= لِتَأْفِكَنَا۔ لام تعلیل کا ہے تَأْفِكَ مضارع منصوب بوجہ عمل لام واحد حاضر افكٌ (باب ضرب) مصدر سے۔

قاموس میں ہے کہ اَفَكَ باب ضرب۔ سمع، دونوں سے آتا ہے اور مصدر افك الف کے کسرہ اور فتحہ اور فار کے سکون اور حرکت سے جھوٹ بولنے کے معنی میں آتا ہے اور اَفَكَ عَنْهُ۔ یعنی جب عَنْ کے صلہ کے ساتھ آئے تو معنی ہوں گے پھیرنے بدلنے، اور مراد سے محروم کرنے کے۔

امام راغب کہتے ہیں کہ اِفك کا استعمال ہر اس شے کے متعلق ہوتا ہے جو اپنے اصلی رُخ سے پھیر دی گئی ہو اسی بنا پر ہواؤں کو جو اپنے اصلی رُخ چلنے کا چھوڑدیں مُؤتفکات کہتے ہیں۔ اور اعتقاد حق سے باطل کی طرف اور سچائی سے جھوٹ کی طرف اور اچھے اعمال سے بُرے اعمال کی طرف پلٹنے کے لئے اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ بولا گیا ہے آیۂ شریفہ ہذا (آیت ۲۲) (کافروں نے کہا کیا تو اس لئے آیا ہے کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیرے) میں افک کا استعمال ان کے اعتقاد کے اعتبار سے ہوا ہے کیونکہ وہ اپنے اعتقاد باطل میں دعوتِ توحید کو حق سے برگشتگی سمجھتے تھے۔

= بِمَا تَعِدُنَا: میں مَا موصولہ ہے۔ تَعِدُ واحد مذکر حاضر نا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ وَعْدٌ باب ضرب، مصدر، جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے یا جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے۔ یہاں وعید کے معنی مراد ہیں۔ یعنی ... عذاب کو جس کا تم ہمیں ڈرا دیتے ہو۔

= اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ اگر تم سچے ہو جملہ شرط ہے۔ جواب شرط مقدم، اى فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا۔

۴۶: ۲۳ = قَالَ۔ اى قَالَ هُوْدٌ۔

= اَلْعِلْمُ۔ یعنی عذاب کے وقت کا علم۔

= وَاُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ۔ اور میں تو جو (احکام) دے کر بھیجا گیا ہوں وہ تمہیں پہنچا رہا ہوں۔ اُبَلِّغُكُمْ۔ اُبَلِّغُ مضارع واحد متکلم تَبْلِيْغٌ (تفعیل) مصدر كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں تم کو پہنچاتا ہوں مَا موصولہ اُرْسِلْتُ مضارع مجہول واحد متکلم سے اِرْسَالٌ (افعال) مصدر میں بھیجا گیا ہوں بِهٖ بٌ کے صلہ کے ساتھ معنی جو مجھے دیکر بھیجا گیا،

ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مَا کی طرف راجع ہے۔

= اَرٰىكُمْ۔ اَرٰیْ مضارع واحد متکلم رُؤْيَةٌ (باب فتح) مصدر۔ میں دیکھتا ہوں کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں تمہیں دیکھتا ہوں۔ میں تمہیں پاتا ہوں۔

= قَوْمًا۔ لوگ، جماعت۔

= تَجْهَلُوْنَ: مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر جَهْلٌ (باب سمع) مصدر سے جس کے معنی نادان ہونے، نہ جاننے اور جہالت کرنے کے ہیں۔

جَهْلٌ کی تین قسمیں ہیں۔

۱:۔ نفس انسانی کا علم سے خالی ہونا۔ یہ اس کے اصلی معنی ہیں۔

۲:۔ کسی چیز کے متعلق اس بات کا اعتقاد رکھنا جو اس میں نہ ہو۔

۳:۔ کسی چیز کا اس طرح پر کرنا جس طرح کرنے کا حق نہ ہو۔ خواہ اس چیز کے متعلق صحیح اعتقاد رکھے یا غلط۔ جیسے قصداً نماز چھوڑ دینا۔

جاہل کا اکثر ذکر تو بسبیل مذمت ہی ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی بغیر مذمت کے بھی ہوتا ہے جیسے يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (۲:۲۷۳) نہ مانگنے کی وجہ ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے۔

وَلٰكِنِّیْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ہ لیکن میں تم کو ایسے لوگ پاتا ہوں کہ تم نری جہالت کی باتیں کرتے ہو۔ (کہ ایک تو توحید کو قبول نہیں کرتے۔ پھر اپنے منہ سے بلا مانگے ہو بھیجو پر اس کی فرمائش کرتے ہو۔

۴۶: ۲۴ = فَلَمَّا رَاَوْهُ۔ فَلَمَّا۔ پھر جب: رَاَوْ ماضی جمع مذکر غائب، رُؤْيَة (باب فتح) مصدر۔ رَاَوْ اصل میں رَاَيُوْا تھا۔ ی متحرک ماقبل مفتوح یاء کو الف سے بدلا۔ اب الف اور واؤ دو ساکن جمع ہوئے الف کو حذف کر دیا۔ رَاَوْا ہو گیا۔ انہوں نے دیکھا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب بِمَا تَعِدُنَا میں مَا کی طرف راجع ہے۔

= عَارِضًا۔ ابر، بادل۔ عَرْضٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ عَارِضٌ وہ بادل جو فضا کے کنارہ پر چھاتا اور نمایاں ہوتا ہے۔ منصوب بوجہ حال ہونے کے یا بوجہ تمیز ہونے کے۔

= مُسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ: مُسْتَقْبِلَ اسم فاعل واحد مذکر استقبال (استفعال) مصدر۔ سامنے آنے والا۔ مضاف۔

اَوْدِيَتِهِمْ : مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ مُسْتَقْبِلَ کا۔
اَوْدِيَة جمع ہے وَادِی کی۔ نالے۔ وادیاں۔ ان کی وادیوں کی طرف بڑھتا ہوا۔ ان کی وادیوں کے مقابل آتا ہوا۔ دیکھا۔

= مُمْطِرُنَا۔ مُمْطِرٌ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِمْطَارٌ (افعال) مصدر۔ مطو مادّہ۔ بارش کرنے والا۔ مینہ برسانے والا۔ مضاف۔ نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ہمارا مینہ برسانے والا۔ ہمارے لئے مینہ برسانے والا۔

قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا۔ کہنے لگے یہ بادل ہے جو ہم پر مینہ برسانے والا ہے۔

مُسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ: اور مُمْطِرُنَا ہر دو میں اضافت لفظیہ ہے (روح المعانی، بیضاوی) اضافتِ مجازیہ غیر معترفہ ہے (کشاف)

= بَلْ هُوَ سے قبل کلام مقدرہ ہے ای قَالَ هُوْدٌ بَلْ هُوَ ؛ قال اللّٰہ رَدًّا علیھم (الخازن) بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصحیح کے لئے آیا ہے۔ یعنی حضرت ہودؑ نے اپنی سرکش قوم کے اس قول پر کہ یہ افق سے انڈتا ہوا جو بادل ہماری وادیوں کی جانب بڑھتا آرہا ہے ہمارے لئے مینہ لایا ہے؛ فرمایا (نہیں نہیں۔ ایسا نہیں بارش لانیوالا بادل تو کہاں) بلکہ یہ تو وہی چیز ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے۔

= مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ۔ مَا موصولہ اِسْتَعْجَلْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ سے اِسْتِعْجَالٌ (استفعال) مصدر بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مَا کی طرف راجع، جس کے جلدی آنے کے لئے تم مُصِر تھے۔ عجلت چاہتے تھے۔

= رِيْحٌ۔ یہ مَا یا هُوَ سے بدل ہے فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ صفت ہے رِيْحٌ کی یہ وہ آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔ یا یہ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے۔ ای هِيَ او هُوَ رِيْحٌ ..... الخ۔

۴۶ : ۲۵ = تُدَمِّرُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ تَدْمِيْرٌ (تفعیل) مصدر وہ ہلاک کردیگی وہ تباہ کرے گی۔ وہ اکھاڑ کر رکھ دے گی۔

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا۔ (یہ دوسری صفت ہے رِيْحٌ کی) وہ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کر دے گی۔

= فَاَصْبَحُوْا ۔ ای فجاء تھم الریح فدمرتھم فاصبحوا ۔ یعنی پس آندھی آئی اور اس نے ان کو تباہ کرکے رکھ دیا اور وہ ایسے ہوگئے ۔۔۔۔ کہ

ف تعقیب کا ہے اصبحوا ماضی جمع مذکر غائب، وہ ہوگئے ۔ انہوں نے صبح کی ۔ افعال ناقصہ میں سے ۔ اِصْبَاحٌ (افعال) مصدر سے ۔

= لَا یُرٰی ۔ مضارع منفی مجہول ۔ واحد مذکر غائب ؛ نہیں دکھائی دیتا تھا ۔ یہ حکایت حال ماضی ہے ۔ فعل مضارع جو کسی گذشتہ بات کو بیان کرنے کے لئے فعل ماضی کی بجائے استعمال کیا جائے ۔

= اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ سوائے ان کے گھروں کے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا ۔

= كَذٰلِكَ ۔ ای مثل ذلك الجزاء الفضیع اس مثت قبیح اور ذلت آمیز سزا کی طرح ۔

= نَجْزِیْ ۔ مضارع جمع متکلم جَزَاءٌ (باب ضرب) مصدر و اسم ۔ ہم بدلہ دیتے ہیں ۔ جزاء ہر بدلہ کو کہتے ہیں اچھا ہو یا بُرا ۔

= اَلْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ ۔ موصوف صفت مل کر مفعول ہے نَجْزِیْ کا ، مجرم لوگ ، گنہگار لوگ ۔

= ۴۶ : ۲۶ = وَلَقَدْ ، واؤ عاطفہ لام تاکید کا ۔ قَدْ ماضی پر آئے تو تحقیق کے معنی دیتا ہے ۔ اور بے شک ؛

= مَكَّنّٰهُمْ : ماضی جمع متکلم تمکین (تفعیل) مصدر ۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (قوم عاد) ہم نے ان کو جماؤ عطا کیا ۔ ہم نے ان کو اقتدار دیا ۔ مَكِنَةٌ بمعنی آشیانہ ۔ مكنات جمع مَكُنَ مَكَانَةً (باب کرم) اس نے حاکم کے پاس عزت پائی ۔ مرتبہ حاصل کیا ۔ اِمْكَانٌ (افعال) با اقتدار ہونا ۔ قابو پانا ۔ کسی جگہ قدرت حاصل کرنا ۔ تَمْكِیْنٌ (تفعیل) جماؤ عطا کرنا ۔ توانا و با اقتدار بنادینا ۔

= فِیْمَا ۔ میں مَا موصولہ ہے اور فیہ میں ضمیر واحد مذکر غائب اس اسم موصول کی طرف راجع ہے اِنْ نافیہ ہے اور ہم نے ان کو ان باتوں میں قدرت دے رکھی تھی کہ تم کو ان باتوں میں قدرت نہیں

= مَا اَغْنٰی عَنْهُمْ ۔۔۔۔ مِنْ شَیْءٍ وہ ان کے ذرا کام نہ آسکے ۔

= اِذْ ، ظرف زمان ہے یہاں تعلیل کے لئے استعمال ہوا ہے بمعنی کیونکہ ۔

= جَحَدُوْا يَجْحَدُوْنَ۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب جَحْدٌ وجُحُوْدٌ باب فتح۔ مصدر بمعنی انکار کرنا۔ (کیونکہ وہ انکار کیا کرتے تھے)
= حَاقَ۔ ماضی واحد مذکر غائب (حَيْقٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی گھیر لینا۔ نازل ہونا۔ ھِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، حَاقَ بِھِمْ اس (عذاب) نے ان کو گھیرے میں لے لیا۔
= مَا۔ مَا موصولہ ہے:
= كَانُوْا يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ ماضی استمراری۔ جمع مذکر غائب بِهٖ میں ضمیر ہ واحد مذکر غائب مَا کی طرف راجع ہے جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ جس کا وہ استہزاء کیا کرتے تھے
۴۶: ۲۷ = وَلَقَدْ اوپر آیت ۲۶ ملاحظہ ہو۔
= مَا حَوْلَكُمْ: مَا موصولہ ہے حَوْلَكُمْ مضاف مضاف الیہ، تمہارے اردگرد: تمہارے آس پاس۔
خطاب اہل مکہ سے ہے یعنی اے اہل مکہ تمہارے آس پاس کی کئی بستیاں ہم نے تباہ کردیں مثلاً قوم ثمود کی بستی حجر۔ قوم لوط کی بستی سدوم وغیرہ۔ بستیوں کو ہلاک کرنے سے مراد ہے بستی کے بسنے والے۔
= مِنَ الْقُرٰى میں مِنْ تبعیضیہ ہے تمہارے آس پاس کی بعض بستیاں۔
= صَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ۔ صَرَّفْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم تَصْرِيْفٌ (تفعیل) مصدر پھیر پھیر کر سمجھانا۔ تَصْرِيْفُ الْكَلَامِ۔ بات کو پھیر پھیر کر بیان کرنا۔ طرح طرح سے گفتگو کا بیان کرنا۔ اَلْاٰيٰتِ۔ نشانیاں۔ باتیں۔ ہم نے پھیر پھیر کر باتیں سمجھائیں۔ یعنی بار بار دلائل دئیے اسی سے تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ ہے۔ ہواؤں کا ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لوٹانا۔ اور اسی معنی میں کلام باری تعالیٰ ہے وَصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ (۲۰: ۱۱۳) اور اس میں (قرآن مجید میں) ہم نے طرح طرح کے ڈراوے بیان کردیئے ہیں۔
= لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔ تاکہ وہ باز آجائیں۔ لَعَلَّ تعلیل کے لئے۔ یعنی اس لئے کہ ...
ای لکی یرجعوا عما ھم فیہ من الکفر والمعاصی الی الایمان والطاعۃ
یعنی کفر و معاصی سے ہٹ کر ایمان و اطاعت کی طرف آجاویں۔
ضمیر فاعل جمع مذکر غائب ان لوگوں کے لئے ہے جن کی بستیوں کو کفر و معاصی سے باز نہ آنے پر تباہ کردیا گیا تھا۔

۴۶ : ۲۸ = فَلَوْلَا : ای فَھَلْ لَا۔ کیوں نہ۔ لَوْلَا کا استعمال ڈانٹنے یا توبیخ کرنے کے لئے آیا ہے جیسے اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے لَوْلَا جَآءُوْ عَلَیْہِ بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَآءَ (۲۴ : ۱۳) یہ (افتراء پرداز) اپنی بات (کی تصدیق) کے لئے چار گواہ کیوں نہ لائے۔

= نَصَرَھُمُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا۔ نَصَرَ ماضی واحد مذکر غائب۔ (یہاں جمع کے معنی میں آیا ہے) نَصْرٌ (باب نصر) مصدر۔ انہوں نے مدد کی۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اُن لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے بتوں کو معبود بنا رکھا تھا اَلَّذِیْنَ اسم موصول اِتَّخَذُوْا اصلہ فاعل فعل نصر کا۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قُرْبَانًا اٰلِھَۃً۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ متعلق اٰلِھَۃً اور اٰلِھَۃً مفعول ہے اِتَّخَذُوْا کا۔ اور قُرْبَانًا مفعول لہٗ فعل اِتَّخَذُوْا کا۔

قُرْبَانًا۔ لِلتَّقَرُّبِ اِلَی اللّٰہِ۔ جیساکہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی (۳۹ : ۳) ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ ہم کو خدا کا مقرب بنادیں۔

ترجمہ آیت :۔ اللہ کو چھوڑ کر جن کو انہوں نے حصول قرب کے لئے معبود بنا رکھا تھا۔ انہوں نے ان کی کیوں نہ مدد کی۔

= بَلْ ضَلُّوْا عَنْھُمْ۔ بَلْ حرف اضراب ہے مطلب یہ کہ مدد کرنا تو درکنار بلکہ وہ ان سے غائب ہو گئے۔ (ان سے کھو گئے)

= ضَلُّوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ضَلَالٌ وَّضَلَالَۃٌ (باب ضرب) مصدر وہ گم ہو گئے۔ وہ کھو گئے۔ وہ غائب ہو گئے۔ ضمیر فاعل معبودان باطل کی طرف راجع ہے (ای الذین اتخذوا من دون اللہ اٰلھۃ اللہ کو چھوڑ کر انہوں نے جن کو معبود بنا رکھا تھا) عَنْھُمْ میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب معبودان باطل کے پجاریوں کی طرف راجع ہے۔

= وَذٰلِکَ۔ واؤ عاطفہ ذٰلِکَ اسم اشارہ واحد مذکر۔

مشارٌ الیہ۔ (۱) ضلال اٰلھتھم عنھم (ان سے ان کے معبودانِ باطل کا غائب ہوجانا) (روح المعانی)

۲:۔ قولھم انھا تقربھم الی اللہ تعالیٰ وتشفع لھم عندہ : ان کا یہ قول کہ ان کے معبودانِ باطل اللہ کے ہاں تقرب کا باعث بنیں گے اور اس کے پاس ان کی شفاعت کریں گے۔ (الخازن)

۳؎ امتناع نصرۃ الٰھتھم وضلالھم عنھم اپنے معبودان باطل کا ان سے غائب ہوجانا اور ان کی امداد کو نہ پہنچنا (المدارک)

۴؎ اللہ کے سوا دوسروں کو معبود قرار دینا (مظہری)

== اِفْكُهُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کا جھوٹ۔ ای اثر افکھم ان کے جھوٹ کا اثر ان کے جھوٹ کا نتیجہ۔

== وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ: واؤ عاطفہ ما مصدریہ۔ کانوا یفترون: ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔ وہ افترار کیا کرتے تھے۔ ای افترائھم ان کی بہتان بازی کا نتیجہ۔ اِفْتِرَاءٌ بروزن افتعال، بہتان باندھنا۔

یہ تھا ان کے جھوٹ اور بناوٹی عقیدوں کا انجام جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے۔

(ترجمہ مودودی)

۴۶: ۲۹ == وَاِذْ: اس سے قبل اُذْكُرِ الْوَقْتَ محذوف ہے: ای وَاذْكُرِ الْوَقْتَ اِذْ..... اور یاد کرو وہ وقت جب

== صَرَفْنَا: ماضی جمع متکلم صَرْفٌ (باب ضرب) مصدر۔ ہم نے پھیرا۔ ہم نے متوجہ کیا۔ اِلَيْكَ تیری طرف،

== نَفَرًا: اسم جمع ہے دس سے کم تعداد کی جماعت کو نَفَرٌ کہتے ہیں، صرف آدمیوں کے لئے بولا جاتا ہے عورتوں یا کسی دوسری مخلوق کے لئے نہیں بولا جاتا۔

ترجمہ آیت:۔ اور یاد کرو وہ وقت یا اس واقعہ کو جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا۔

مولانا مودودی اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

اس آیت کی تفسیر میں جو روایات حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اور حضرات حسن بصریؒ، سعید بن جبیرؒ، زر بن حبیشؒ، مجاہدؒ، عکرمہ اور دوسرے بزرگوں سے منقول ہیں وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ جنوں کی پہلی حاضری کا یہ واقعہ جس کا اس آیت میں ذکر ہے بطن نخلہ میں پیش آیا تھا۔ اور ابن اسحاق، ابونعیم اصفہانی اور واقدی کا بیان ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے مایوس ہوکر مکہ معظمہ کی طرف واپس ہوتے تھے راستہ میں آپ نے نخلہ میں قیام کیا وہاں عشار یا فجر یا تہجد کی نماز میں آپ قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جنوں

ے ایک گروہ کا ادھر سے گذر ہوا وہ آپ کی قرآت سننے کے لئے ٹھہر گیا۔
اس کے ساتھ ساتھ تمام روایات اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اس موقع پر جن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں آئے تھے نہ آپ نے ان کی آمد کو محسوس کیا تھا۔ بلکہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے آپ کو ان کے آنے اور قرآن سننے کی خبر دی تھی۔ (تفہیم القرآن جلد ۴)

= یَسْتَمِعُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِسْتِمَاعٌ (افتعال) مصدر۔ بمعنی سُننا۔ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ۔ ای لاجل استماع القراٰن۔ (قرآن سننے کے لئے)

= فَلَمَّا۔ پس جب۔

= حَضَرُوْهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اس جگہ کے لئے ہے جہاں قرآن پڑھا جا رہا تھا یعنی جب وہ اس جگہ پہنچے جہاں قرآن کی تلاوت ہو رہی تھی۔

= قَالُوْا۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔

= اَنْصِتُوْا۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اِنْصَاتٌ (افعالٌ) مصدر جس کے معنی خاموشی کے ساتھ کان لگا کر سننے کے ہیں۔ یعنی تم سب خاموشی کے ساتھ کان لگا کر سنو!

= فَلَمَّا۔ پس جب۔

= قُضِیَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب، جب قرآت ختم کر دی گئی۔

= وَلَّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب تَوْلِیَۃٌ (تفعیل) مصدر منہ پھیر کر چل دینا یعنی جب قرآت ختم ہو گئی تو وہ واپس اپنی قوم کی چل دیئے۔

= مُنْذِرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِنْذَارٌ (افعالٌ) مصدر۔ ڈرانے والے۔
بحالت نصب ای داعین لھم الی الایمان و مخوفین لھم المخالفۃ اپنی قوم کو ایمان کی طرف دعوت دیتے ہوئے اور مخالفت کی صورت میں ڈراتے ہوئے منصوب بوجہ حال ہے۔

۴۶: ۳۰ = یَهْدِیْۤ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ راہنمائی کرتا ہے حق کی طرف اور سیدھے راستے کی طرف۔ میں حق سے مراد صحیح عقائد ہیں اور طریق مستقیم سے مراد عملی احکام۔

۴: ۳۱ = اَجِیْبُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ اِجَابَۃٌ (افعال) مصدر۔ تم قبول کرو۔ تم مان لو۔

= دَاعِیَ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی طرف بلانے والا۔ داعی اسم فاعل

واحد مذکر دُعَاءٌ باب نَصَرَ مصدر۔ بلانے والا، پکارنے والا۔ منصوب بوجہ اَجِیْبُوْا کا مفعول ہونے کے۔

== وَاٰمِنُوْا بِہٖ۔ واؤ عاطفہ اٰمِنُوْا امر جمع مذکر حاضر، اِیْمَانٌ (افعال) مصدر بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع داعی ہے اور اس پر ایمان لے آؤ۔

== یَغْفِرْ لَکُمْ۔ یَغْفِرْ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر، واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔ خدا تمہارے گناہ بخش دے گا۔

== مِنْ ذُنُوْبِکُمْ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے ذُنُوْبِکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے گناہ ذُنُوْبٌ جمع ہے ذَنْبٌ کی۔ تمہارے گناہوں میں سے بعض گناہ بخش دیگا مطلب یہ کہ اللہ تمہارے وہ گناہ بخش دے گا جن کا تعلق حق اللہ سے ہوگا۔ اور حقوق العباد ایمان لانے سے معاف نہیں ہوتے۔

== وَیُجِرْکُمْ۔ واؤ عاطفہ۔ یُجِرْ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر، واحد مذکر غائب اِجَارَۃٌ (اِفْعَالٌ) مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، تم کو بچا دے گا۔

ج و ر: مادہ کے حروف ہیں۔ اَلْجَارُ پڑوسی، ہمسایہ، ہر وہ شخص جس کی سکونت کا دوسرے کے قرب میں ہو وہ اس کا جَارٌ کہلاتا ہے۔ ہمسایہ کا حق عقلاً و شرعاً بہت بڑا سمجھا گیا ہے اسی لئے ہر وہ شخص جس کا حق بڑا ہو یا وہ کسی دوسرے کے حق کو بڑا سمجھتا ہو اُسے اس کا جَارٌ کہہ دیتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ فَاَجِرْہُ (۹: ۶) اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اس کو پناہ دو۔ اسی معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ (۲۳: ۸۸) اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔

== عَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ موصوف وصفت۔ درد ناک عذاب، اَلِیْمٌ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل ہے۔ دکھ دینے والا۔ درد ناک۔

۴۶: ۳۲ == وَمَنْ: واؤ عاطفہ مَنْ شرطیہ ہے۔ مَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰہِ جملہ شرط ہے۔ اور فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ۔ جواب شرط ہے۔

== لَا یُجِبْ مضارع منفی واحد مذکر غائب کا مضارع مجزوم بوجہ عمل مَنْ شرطیہ ہے اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کریگا۔

= فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ۔ اس میں ف جواب شرط کا ہے لَيْسَ فعل ناقص واحد مذکر غائب ۔ وہ نہیں ہے۔ مُعْجِزٍ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِعْجَازٌ (افعال) مصدر۔ عاجز کرنے والا۔ تھکا دینے والا۔ تو وہ زمین پر خدا کو عاجز نہیں کر سکے گا (کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دینا چاہے اور وہ اس کی دسترس سے بچ نکلے۔

= اُولٰٓئِكَ : یعنی جو لوگ اللہ کے داعی کے کہنے کو نہ مانیں گے

= ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ : موصوف وصفت کھلی گمراہی ۔

۴۶ : ۳۳ = اَوَلَمْ يَرَوْا۔ ہمزہ استفہامیہ انکاریہ ہے واؤ حرف عطف ہے جس سے قبل معطوف علیہ محذوف ہے ۔ای اَلَمْ يَعْلَمُوْا وَلَمْ يَرَوْا کیا وہ نہیں جانتے اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔

لَمْ يَرَوْا مضارع مجزوم نفی جحد بلم ۔جمع مذکر غائب رُؤْيَةٌ (باب فتح) مصدر یہاں رؤیت سے مراد رؤیت قلبی ہے ای اَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۔ اَلَمْ يَعْلَمُوْا : کیا انہوں نے غور نہیں کیا۔ کیا ان کو علم نہیں ۔

= اَنَّ تحقیق۔ بے شک ۔ یقیناً۔ حرف تحقیق ہے اور حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے

= وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ۔ واؤ عاطفہ مضارع مجزوم نفی جحد بلم۔ واحد مذکر۔ غائب ۔ عِيٌّ (باب سمع) مصدر۔ عَيِيَ عَيَّ ماضی، يَعْيٰى مضارع۔ عاجز ہونا کامیاب نہ ہونا۔ اِعْيَاءٌ (افعال)، تھک جانا۔ تھکا دینا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ (۵۰ : ۱۵) کیا ہم پہلی تخلیق سے تھک گئے ہیں۔

= بِخَلْقِهِنَّ میں ب سببیہ ہے یا تعلیلیہ ہے خَلْقِهِنَّ مضاف مضاف الیہ وہ ان (سماوات وارض) کے پیدا کرنے سے تھک نہیں گیا۔

= بِقٰدِرٍ۔ قَادِرٍ۔ محل رفع میں ہے کیونکہ اَنَّ کی خبر ہے۔ بِ زائدہ ہے

= اَنْ مصدریہ ہے۔ کہ۔

ترجمہ ہوگا :۔

کیا انہوں نے نہیں سمجھا کہ جس خدا نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کرنے ۔

یُحْیِیَ: مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب: اِحْیَاءٌ (افعال) مصدر۔ یہاں اَنْ مصدریہ کے آنے سے بمعنی مصدر بھی ہے یعنی وہ مردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے
اَلْمَوْتٰی۔ مُردے۔ واحد مَیِّتٌ۔

= بَلٰی۔ ہاں۔ کیوں نہیں۔ حرف جواب ہے۔ (حرف ایجاب چھ ہیں۔ نَعَمْ، بَلٰی اَجَلْ، جَیْرِ۔ اِنَّ اور اِیْ۔ یہ حروف تصدیق بھی کہلاتے ہیں) بَلٰی کلام مخاطب کی نفی اور اس کے ابطال کے واسطے آتا ہے۔

۴۶: ۳۴ = یَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَلَی النَّارِ ملاحظہ ہو آیت ۲۰ متذکرۃ الصدر۔

= اَلَیْسَ ھٰذَا بِالْحَقِّ۔ اس جملہ سے قبل فَیُقَالُ لَھُمْ مقدر ہے۔ یعنی جب کافر لوگ آگ کے سامنے لائے جائیں گے۔ توان سے کہا جائے گا اَلَیْسَ ھٰذَا بِالْحَقِّ (کیا یہ حق نہیں ہے) ھٰذَا کا اشارہ عذاب دوزخ کی طرف ہے یعنی ان سے کہا جائیگا کیا یہ دوزخ کا عذاب حق نہیں ہے، امر واقعی نہیں ہے ؟

= قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا۔ وہ کہیں گے کہ ہمیں ہمارے رب کی قسم ضرور سچ اور حق ہے واؤ قسمیہ ہے رَبِّنَا مضاف مضاف الیہ۔ ہمیں اپنے پروردگار کی قسم۔

= قَالَ۔ ای قَالَ اللّٰہُ لَھُمْ۔

= فَذُوْقُوْا۔ ف سببیہ ہے یعنی فَ سے پہلے کا مضمون فَ کے بعد والے مضمون کا سبب ہے۔ دوزخ کا حق ہونا۔ باوجودیکہ وہ دنیا میں اس کا انکار کرتے رہے تھے عذاب کا مزہ چکھنے کا سبب ہوگا۔

ذُوْقُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ذَوْقٌ (باب نصر) مصدر۔ ذَوْقٌ و ذَالِقَۃٌ مزہ۔ ذَائِقٌ اسم فاعل واحد مذکر مزہ چکھنے والا۔ ذُوْقُوْا کا استعمال اہانت اور توبیخ کو ظاہر کررہا ہے۔

= بِمَا میں ب سببیہ ہے اور مَا موصولہ۔

= کُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ: ماضی استمراری جمع مذکر حاضر۔ تم کفر کیا کرتے تھے۔
پس چکھو عذاب کا مزہ اس کفر کے باعث جو تم کیا کرتے تھے۔

۴۶: ۳۵ = فَاصْبِرْ۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کافروں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر کیجئے:

ان سے انتقام کا ارادہ نہ کیجئے کیونکہ انہیں اپنے کئے پر دوزخ کے عذاب کا تو مزہ چکھنا ہی ہوگا
= کَمَا، کَ حرف تشبیہ. مَا موصولہ. جیساکہ (ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا)
= اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ: اولوا العزم مضاف مضاف الیہ عزم والے صاحب عزم۔ مِنْ تبعیضیہ. پیغمبروں میں سے بعض جو اولوالعزم تھے۔
اُولُوا بمعنی والے. جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ بحالت جرّ و نصب اُولِی ہوگا۔
اولوا العزم کون سے پیغمبر تھے علماء کے اس مسئلہ میں مختلف اقوال ہیں اور تفصیلات کسی مستند تفسیر میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔
= وَلَا تَسْتَعْجِلْ واؤ عاطفہ لَا تستعجل فعل نہی واحد مذکر حاضر، استعجال استفعال مصدر تو جلدی نہ کر۔ تو عجلت نہ کر، لَا تَسْتَعْجِلْ کا مفعول محذوف ہے۔
ای لا تستعجل لھم العذاب اور ان کے عذاب پانے کے لئے جلدی نہ کیجئے
= كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ۔ ای يَوْمَ يَرَوْنَ (الْعَذَابَ) مَا يُوْعَدُوْنَ (يَحْسَبُوْا) كَاَنَّهُمْ لَمْ يَلْبَثُوْا (فی الدنیا) اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ۔ جس دن وہ عذاب کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا تو خیال کریں گے جیسے کہ وہ نہیں ٹھہرے تھے دنیا میں مگر دن کی فقط ایک گھڑی۔
يَوْمَ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے یا یہ يَرَوْنَ کا مفعول فیہ ہے مَا موصولہ يُوْعَدُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب وَعْدٌ باب ضَرَبَ. مصدر یعنی جس کا ان سے وعدہ عذاب کیا جا رہا ہے (يحسبوا) وہ خیال کریں گے كَاَنَّهُمْ میں كَاَنَّ حرف مشابہ بفعل ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب كَاَنَّ کا اسم. گویا وہ سب"
= لَمْ يَلْبَثُوْا. مضارع مجزوم نفی جحد بلم. جمع مذکر غائب، لَبْثٌ (باب سمع) مصدر وہ نہیں ٹھہرے وہ نہیں رہے۔
= بَلٰغٌ. پہنچا دینا۔ کافی ہونا۔ قرآن مجید میں یہ لفظ بمعنی تبلیغ آیا ہے۔ بَلٰغٌ خبر ہے اس کا مبتداء محذوف ای هٰذَا ابلغ ای هٰذَا الْقُرْاٰنُ بَلٰغٌ مِّنَ اللّٰهِ اِلٰى خَلْقِهٖ یہ قرآن مجید اللہ کی طرف سے اس کی خلقت کی طرف (بہترین) تبلیغ (پیغام پند و نصائح کا پہنچا دینا) ہے۔ اس معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ۝ (۲۱: ۱۰۶) تحقیق عبادت کرنے والے لوگوں کے لئے اس میں

(خدا کے حکموں کی) تبلیغ ہے۔

بَلٰغٌ بمعنی تبلیغ ای فعال بمعنی فعیل عربی زبان میں اکثر آیا ہے جیسے بَلَّغَہٗ بَلٰغًا ای تَبْلِیْغًا۔ کَلَّمَہٗ کَلَامًا ای تکلیمًا۔ طلقہا طلاقًا سَرَّحَہَا سَرَاحًا۔

= فَهَلْ يُهْلَكُ۔ سوال انکاری ہے۔ یعنی سوائے نافرمان لوگوں کے عذاب سے کوئی ہلاک نہیں کیا جائے گا۔

ھَلْ حرف استفہام ہے بمعنی کیا۔ یُھْلَكُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِھْلَاكٌ (افعال) مصدر۔

چونکہ ھَلْ یہاں بطور استفہام انکاری آیا ہے لہٰذا ترجمہ وہ ہوگا جو اوپر دیا گیا ہے

= اَلْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔ موصوف وصفت۔ فاسق لوگ۔

صاحب تفسیر الماجدی رقمطراز ہیں۔

"الفٰسِقُوْنَ یہاں مراد محض گنہگار ہی نہیں بلکہ دائرہ اسلام سے خارج رہنے والے کافر مراد ہیں۔ جن پر تبلیغ حق کا کوئی اثر ہی نہ ہوا۔ فاسق کا اصطلاحی مفہوم اسے کافر سے ممتاز کرنے والا تو بہت بعد کا ہے قرآن مجید میں وہ اپنے وسیع و عمومی مفہوم میں آیا ہے۔ مطلق نافرمان کے مرادف"

اَلْفٰسِقُوْنَ یعنی نصیحت پذیری یا طاعت سے خارج ہو جانے والے (مظہری)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۴۷) سُوْرَۃُ مُحَمَّدٍ مَدَنِیَّۃٌ (۳۸)

۴۷: ۱ = اَلَّذِیْنَ: اسم موصول جمع مذکر۔ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ صلہ۔ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا۔

= وَصَدُّوْا واؤ عاطفہ ہے صَدُّوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ صَدٌّ وَصُدُوْدٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی روکنا۔ اور صَدَّ کا مفعول محذوف ہے ای غَیْرَھُمْ اور دوسروں کو (خدا کے راستہ سے) روکا۔

= اَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ۔ ای اضلّ اللّٰہ اعمالھم اَضَلَّ ماضی واحد مذکر غائب اس نے برباد کردیا۔ اس نے گمراہ کردیا۔ اس نے بھٹکایا۔ اَعْمَالَھُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر اَضَلَّ کا مفعول۔ اس (اللہ) نے ان کے اعمال کو برباد کردیا۔

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا... مبتدا۔ اَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ خبر۔

۴۷: ۲ = وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مبتدا۔ کَفَّرَ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ خبر۔ درمیانی جملہ مِنْ رَّبِّھِمْ معترضہ ہے وَاَصْلَحَ بَالَھُمْ خبر ثانی۔

= مَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ میں مَا موصولہ ہے نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ اس کا صلہ ہے (اور ایمان لائے اس پر) جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ یعنی قرآن:

فَائِدَہ: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اگرچہ اس میں تمام وہ امور داخل ہیں جن پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں سے خاص طور پر اس شریعت پر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی (بواسطہ قرآن) ایمان لانا لازم قرار دیا۔ اس سے شریعت محمدیہ پر ایمان لانے کی عظمت کا اظہار اور اس امر کی صراحت کرنی مقصود ہے کہ اس شریعت پر ایمان لانے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی اور اصل ایمان یہی ہے۔ تمام

ایمانیات اس میں داخل ہیں (مظہری)

= وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۔ واؤ عاطفہ ہے هُوَ ای القرآن، اَلْحَقُّ ثابت، قائم واجب، لازم۔ جائز۔ باطل کی ضد ہے جیساکہ اوپر مذکور ہوا۔ یہ جملہ معترضہ ہے۔

= كَفَّرَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تکفیر (تفعیل) مصدر بمعنی دور کرنا۔ معاف کرنا۔ ساقط کردینا۔ گناہ مٹا دینا۔ معاف کردینا۔ دوسرے مفعول پر عَنْ آتا ہے جیساکہ آیت ہذا میں۔ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۔ ای کفر سیئاتھم عنھم۔ وہ ان کی برائیوں کو ان سے دور کردے گا عَنْهُمْ میں هُمْ ضمیر مفعول ثانی ہے سیئات مفعول اوّل۔

سَيِّاٰتِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی برائیاں۔ ان کے گناہ۔ سَيِّئَاتٌ جمع سَيِّئَةٌ

= اَصْلَحَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِصْلَاحٌ (افعال) مصدر اس نے اصلاح کی۔ (متعدی بطور فعل لازم بھی آتا ہے۔ بمعنی وہ سنور گیا۔ وہ نیک ہوگیا۔ جیسے ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (۶:۵۴) پھر اس کے بعد توبہ کرے اور نیک ہوجائے تو وہ بخشنے والا مہربان ہے) متعدی کی اور مثال ہے۔ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۔(۲:۱۸۲) اور اگر کسی وصیت کرنے والے کی طرف سے (کسی وارث کی طرفداری یا حق تلفی کا اندیشہ ہو تو اگر وہ (وصیت کو بدل کر) وارثوں میں صلح کرادے تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے۔

= بَالَهُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر مفعول اَصْلَحَ کا۔ ان کا حال۔

وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۔ تو ان کے حالات درست رکھے گا دشمنوں پر فتح عنایت کریگا۔ گناہوں سے بچنے اور طاعت الٰہیہ کی توفیق عطا کرے گا۔

۴۷:۳ = ذٰلِكَ یعنی کافروں کی گمراہی اور تکفیر اور مومنوں کی اصلاحِ احوال۔

= بِاَنَّ ۔ میں ب تعلیلیہ ہے اَنَّ حرف تحقیق حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے۔

= اَلْبَاطِلَ جھوٹی بات، اَلْحَقَّ دینِ حق، یا اَلْبَاطِلُ سے مراد شیطان اور الحق سے قرآن ہے۔

= يَضْرِبُ اَمْثَالَهُمْ (اللہ) ان کی مثالیں بیان کرتا ہے۔ ان کے حالات بیان کرتا ہے

= يَضْرِبُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ضَرْبٌ مصدر سے جس کے معنی مارنا۔ ضرب لگانا۔ اور بیان کرنا کے ہیں۔ بیان کرنے کے معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا (۲:۲۶)

خدا اس بات سے عار نہیں کرتا کہ مچھر یا اس سے بڑھ کر کسی چیز کی مثال بیان فرمائے،
۴۷: ۴ = لَقِیْتُمْ: ماضی جمع مذکر حاضر، لِقَاءٌ لُقِیٌّ (باب سمع) مصدر۔ تم ملے۔ تم مقابل ہوئے۔ لِقَاءٌ کے معنی کسی کے سامنے آنے اور اسے پالینے کے ہیں اور ان دونوں معنی میں سے ہر ایک پر الگ الگ بھی بولا جاتا ہے اور کسی چیز کا حِسّ اور بصیرت سے ادراک کر لینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ۔ (۳: ۱۴۳) اور تم موت (شہادت) کے آنے سے پہلے اس کی تمنا کیا کرتے تھے۔ یا آیت لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا۔ (۱۸: ۶۲) ہمارے اس سفر سے ہم کو (سخت) تکان کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس سفر سے ہم کو بہت تھکان ہو گئی ہے۔

فَاِذَا لَقِيْتُمْ: پس جب ملو۔ جب تم آمنے سامنے آؤ۔ جب تمہارا مقابلہ ہو۔
= اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ اسم موصول صلہ کے ساتھ مل کر مفعول لَقِيْتُمْ کا۔
= فَضَرْبَ الرِّقَابِ۔ ضَرْبَ مصدر مضاف، الرِّقَابِ جمع رَقَبَةٌ کی گردنیں ـــ مضاف الیہ۔ اصل میں عبارت تھی فَاضْرِبُوا الرِّقَابَ ضَرْبًا فعل کو حذف کرکے اس کی جگہ مصدر کو مضاف لایا گیا ہے اور اس کی اضافت مفعول (الرقاب) کی طرف کردی گئی ہے۔ پھر جب تم کافروں سے بھڑ جاؤ (ان کے مقابلہ میں میدانِ کارزار میں آجاؤ) توان کی گردنیں اڑادو۔
= حَتّٰی۔ انتہاء غایت کے لئے۔ یہاں تک کہ:
= اَثْخَنْتُمُوْهُمْ۔ اَثْخَنْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِثْخَانٌ (افعال) مصدر، واؤ اشباع هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تم ان کو خوب قتل کر چکے۔ تم ان کو خوب قتل کر چکو۔

ثَخُنَ الشَّیْءُ (باب کرم) کے معنی ہیں کسی چیز کا گاڑھا ہو جانا اس طرح کہ بہنے سے رک جائے۔ چنانچہ اسی سے بطور استعارہ کہا جاتا ہے اَثْخَنْتُهٗ ضَرْبًا وَّ اسْتِخْفَافًا میں نے اسے اتنا مارا پیٹا کہ وہ اپنے مقام سے حرکت نہ کر سکا۔ لہٰذا حَتّٰی اِذَا اَثْخَنْتُمُوْهُمْ یہاں تک کہ جب تم ان کو خوب قتل کر چکو تو......
اِذَا یہاں شرطیہ ہے فَشُدُّوا الْوَثَاقَ میں فَ جواب شرط کے لئے ہے بمعنی تب۔ شُدُّوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ شَدٌّ (باب ضرب ونصر) مصدر۔ تم مضبوط باندھو

شِدَّةٌ کا استعمال مضبوط باندھنے کے لئے بھی ہوتا ہے اور بدن کے بارے میں بھی اور نفس کی قوتوں سے متعلق بھی اور عذاب کے واسطے بھی۔

اَلْوَثَاقَ اسم۔ بندھن۔ بندش، جکڑ، اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

وَلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ (۸۹: ۲٦) اور نہ کوئی ویسا جکڑ نا جکڑے گا۔ اور اسی مادہ وث ق سے اَلْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (۲: ۲۵٦) ایسا مضبوط عقد ایمان یا وسیلہ جو ناقابل شکست ہو اور اس کے ذریعے سے اللہ کی رضامندی حاصل ہو جائے۔

فَشُدُّوا الْوَثَاقَ۔ یعنی پھر قتل سے رُک جاؤ اور گرفتار کر لو۔ اور مضبوطی کے ساتھ باندھ لو تاکہ بھاگ نہ جائیں۔

= فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ۔ ف تعقیب کا ہے اِمَّا بمعنی اگر، یا، یہ اِنْ اور مَا۔ مرکب ہے اور مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کبھی شک کے لئے۔ کبھی ابہام کے لئے کبھی اختیار دینے اور کبھی اباحت بتانے اور کبھی تفصیل بیان کرنے کے واسطے آتا ہے یہاں اختیار دینے اور اباحت بتانے کے لئے آیا ہے۔

مَنًّا مصدر ہے از باب نصر، احسان جتانا جیسے۔ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۔ (۲: ۲٦۲) جو لوگ اپنا مال خدا کے راستے میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کے بعد نہ تو اس خرچ کا کسی پر احسان جتاتے ہیں اور نہ کسی کو تکلیف دیتے ہیں۔ ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس (تیار) ہے۔

یا۔ مَنًّا بلا عوض قیدیوں کو آزاد کر دینے کے لئے آتا ہے جیسا کہ آیت زیر مطالعہ میں۔

بَعْدُ۔ پیچھے۔ بعد میں ظرف زمان ہے قَبْلُ کی ضد ہے۔ اضافت اس کو لازمی ہے جب بغیر اضافت کے آئے گا تو ضمہ پر مبنی ہوگا۔ یا اس پر دو زیر ہوں گے جیسے بَعْدُ بَعْدًا مِنْۢ بَعْدُ۔ قرآن مجید میں بَعْدًا نہیں آیا ہے۔

فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ ای فَاِمَّا تَمُنُّوْنَ عَلَيْهِمْ مَنًّا بَعْدُ پس اس کے بعد یا تو قیدیوں کو بلا عوض آزاد کر دو۔ اَوْ تُفَادُوْنَهُمْ فِدَآءً۔ یا ان کو فدیہ لیکر چھوڑ دو۔

= حَتّٰى حسب بالا۔ انتہاء غایت کے لئے ہے اور یہاں فَشُدُّوا الْوَثَاقَ سے متعلق ہے۔

= تَضَعَ: مضارع منصوب (بوجہ عمل حَتّٰى) واحد مؤنث غائب۔ وَضْعٌ (باب فتح) مصدر (حتی کہ) وہ رکھ دے، وہ ڈال دے۔ (اپنے ہتھیار)

= اَوْزَارَهَا - اَوْزَارٌ جمع ہے وِزْرٌ کی بمعنی ہتھیار، یہاں اَوْزَارٌ سے مراد ہتھیار ہیں۔ مجازاً گناہ کو بھی بوجھ کے معنوں میں لے لیتے ہیں ھا ضمیر واحد مونث غائب مضاف الیہ ہے اَوْزَارٌ مضاف ہے مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ہے تَضَعَ کا اور بدیں وجہ اَوْزَارَ منصوب ہے۔

حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا۔ ای اذا لقیتم الکفار فاضربوا اعناقہم حتیٰ اذا اثخنتموهم قتلاً فاسروهم و شدوا الوثاق الی ان تضع الحرب اوزارها۔ جب کفار سے تمہاری مڈبھیڑ ہوجائے تو ان کی گردنیں اڑا دو حتیٰ کہ جب خوب خوب قتل کر چکو تو ان کے باقی ماندہ افراد کو اسیر (قیدی) بنالو اور مضبوطی سے جکڑ لو حتیٰ کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے (یعنی دشمن ہتھیار ڈال دے اور لڑائی بند ہوجائے) اضواء البیان۔ الیسر التفاسیر، تفسیر حقانی۔

= ذٰلِكَ ۔ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے ای الامر ذٰلِكَ۔ یعنی ان کے متعلق حکم یہی ہے۔ یا اس سے قبل فعل محذوف ہے ای افعلوا بهم ذٰلِكَ یعنی ان (دشمنوں کے) ساتھ ایسا ہی کرو۔

= وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ جملہ شرط ہے لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ جواب شرط۔

لَانْتَصَرَ لام جواب شرط کے لئے ہے اِنْتَصَرَ ماضی واحد مذکر غائب ہے اِنْتِصَارٌ (افتعال) مصدر۔ بمعنی مدد طلب کرنا۔ ظالم سے انتصار کے معنی اس سے انتقام لینے یا اس کو سزا دینا ہے یا اس سے بدلہ لینا ہے یہاں یہی مؤخر الذکر معنی مراد ہیں یعنی اگر اللہ چاہتا تو کافروں سے (خود ہی) انتقام لے لیتا یعنی تمہارے جہاد کے بغیر ہی ان کو ہلاک کر دیتا۔

= وَ لٰكِنْ واؤ عاطفہ ہے لٰكِنْ اگرچہ حرف عطف کا کام دیتا ہے لیکن جب اپنے ماقبل کے جملہ میں پیدا شدہ ابہام کو دور کرنے کے لئے آئے اور دوسرے جملہ کے ساتھ آئے تو استدراک کا فائدہ دیتا ہے پھر یہ عاطفہ نہ ہوگا۔ اگرچہ واؤ عاطفہ کے ساتھ آسکتا ہے جیسا کہ آیت زیر غور۔

یا اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ (۴۳: ۷۶)

مؤلف لسیط کا قول ہے:۔ جب لٰكِنْ واؤ کے ساتھ آئے۔ تو عطف کیلئے آتا ہے

توجملہ کا عطف جملہ پر ہوجاتا ہے مثلاً صورت مذکورہ میں۔
وَ لٰكِنْ کے بعد عبارت مقدرہ ہے ای ولکن امرکم بالقتال وشرعہ لکم لحکمۃ ھی ان یبلو بعضکم ببعض ای یختبرکم من یقاتل منکم ومن لا یقاتل والمؤمن یقتل فید خل الجنۃ والکافر یقتل فیدخل النار۔
لیکن اس نے تم کو قتال کا حکم کیا اور اسے تمہارے لئے حکمت پر مبنی ایک قانون بنادیا کہ تم میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمائے اور تمہارا امتحان لے کہ تم میں سے کون مقاتلہ کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔ مؤمن اس مقاتلہ میں مارا جائے تو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اور کافر مارا جائے تو واصل جہنم ہوگا:
وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جملہ شرط اور اگلا جملہ جواب شرط ہے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے وہ (اللہ) ان کے عملوں کو ہرگز ضائع نہ کرے گا۔
لَنْ يُّضِلَّ۔ مضارع منفی منصوب تاکید بلن۔ صیغہ واحد مذکر غائب اِضْلَالٌ (افعال) مصدر۔ وہ ہرگز اکارت نہیں کرے گا۔ وہ ہرگز رائیگاں نہیں کرے گا۔
اَعْمَالَهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر لَنْ يُّضِلَّ کا مفعول۔ ان کے اعمال۔
۴۷: ۵ = سَيَهْدِيْهِمْ س مضارع پر داخل ہوکر اسے مستقبل قریب کے لئے خاص کردیتا ہے يَهْدِيْ کی ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے هِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب الذین قتلوا فی سبیل اللہ کی طرف راجع ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ پر چلائے گا۔
وَ يُصْلِحُ بَالَهُمْ۔ واؤ عاطفہ يُصْلِحُ مضارع واحد مذکر غائب اِصْلَاحٌ (افعال) مصدر۔ ان کی حالت درست کردیگا۔
۴۷: ۶ = عَرَّفَهَا لَهُمْ۔ عَرَّفَ ماضی واحد مذکر غائب تَعْرِيْفٌ (تفعیل) مصدر اس نے اس سے تعارف کرادیا۔ اس نے اس کی پہچان کرائی۔ اس نے اس کی تعریف کی ۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب الجنۃ کی طرف راجع ہے
امام راغب لکھتے ہیں کہ عَرَّفَهٗ کے معنی خوشبودار کرنے کے بھی آتے ہیں جنت کے بارے میں جو یہ ارشاد ہورہا ہے عَرَّفَهَا لَهُمْ اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ حق تعالیٰ نے جنت کو اہل جنت کے لئے خوشبودار اور مزین کردیا ہے:

فَائِدَہ:۔ سَیَھْدِیْھِمْ۔ ان کو سیدھے راستے پر چلائے گا۔

اس میں اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو اب کس بات کی ہدایت ہوگی؟ مختلف مفسرین نے مختلف طریقے پر اس کی تفسیر کی ہے۔

صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں!

اس کا جواب یہ ہے کہ:۔ ہاں ہوگی! منکر ونکیر کے سوال وجواب کی۔ سعادت اور دار الخلد کے منازل طے کرکے حقیقی منزل تک پہنچنے کی، مدارک التنزیل میں بھی یہی آیا ہے۔

ضیاء القرآن میں ہے:۔

یعنی جنت اور رضائے الٰہی کی ذی شان منزل تک انہیں رسائی حاصل ہو جائے گی، راہ کی روکاوٹیں دور کردی جائیں گی۔ فاصلے سمٹ کر رہ جائیں گے۔

تفسیر الماجدی میں ہے:۔

سَیَھْدِیْھِمْ: یعنی ان کے منزل مقصود تک پہنچنے تک ہر قدم پر ان کی راہنمائی اور دستگیری ہوتی رہے گی۔

مولانا مودودی لکھتے ہیں:

رہنمائی کرنے سے مراد ظاہر ہے کہ اس مقام پر جنت کی طرف رہنمائی کرنا ہے:

۴۷: ۷ = اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ: اِنْ شرطیہ ہے۔ تَنْصُرُوْا مضارع مجزوم (بوجہ عمل اَنْ) جمع مذکر حاضر، اَللّٰہَ مفعول فعل تَنْصُرُوْا کا۔

یَنْصُرْکُمْ جواب شرط۔ یَنْصُرْ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ صیغہ واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

اگر تم خدا کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا، یعنی اگر تم اللہ کے دین اور اس کے رسول کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے دشمنوں کے خلاف فتح دے گا اور دین و دنیا کے امور میں تمہاری مدد کرے گا۔

= وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ۔ واؤ عاطفہ یُثَبِّتْ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَثْبِیْتٌ (تفعیل) مصدر۔ جمائے رکھیگا۔ ثابت قدم رکھیگا۔ اَقْدَامَکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر مفعول یُثَبِّتْ کا۔ اور وہ تم کو ثابت قدم رکھے گا۔

۴۷: ۸ = وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ واؤ عاطفہ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ کَفَرُوْا ماضی جمع مذکر غائب صلہ اپنے موصول کا۔ اور جنہوں نے کفر کیا۔ اور جو کافر ہیں:۔

جملہ شرط ہے۔
= فَتَعْسًا لَّهُمْ۔ فَ جواب شرط کے لئے تَعْسًا مصدر (باب فتح ضرب) سے آتا ہے (لغات القرآن - باب سمع سے آتا ہے۔ المفردات) بمعنی ہلاکت، خواری، گر پڑنا، ٹھوکر لگنا۔ اصل میں اس کے معنی ٹھوکر کھا کر اوندھے منہ گرنا اور پھر اٹھ نہ سکنا کے ہیں۔

فَتَعْسًا لَّهُمْ - سو ان کے لئے ہلاکت ہے۔

مختلف علماء کے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے لئے اللہ کی رحمت سے دوری ہے۔

۲:۔ الوالعالیہ نے ترجمہ کیا ہے سُقوط۔ یعنی مغلوبیت، گراوٹ۔

۳:۔ ضحاک نے کہا: ناکامی۔

۴:۔ ابن زید نے کہا: پراگندگی۔

۵:۔ فراء نے کہا تَعْسًا مصدر ہے اور یہ جملہ دعائیہ ہے۔

۶:۔ بعض علماء نے کہا کہ اس کا معنی ہے۔ دنیا میں ٹھوکر کھانا آخرت میں دوزخ میں گرنا

= وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ۔ اور وہ ان کے اعمال برباد کر دے گا۔

۴۷:۹ = ذٰلِكَ: ای الضلال والتعس - یہ بربادی اور خواری۔

= بِاَنَّهُمْ میں بَ سببیہ ہے یہ (بربادی و خواری) اس لئے کہ انہوں نے.....

= كَرِهُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب كَرَاهَةٌ (باب سمع) مصدر۔ انہوں نے ناپسند کیا۔

= مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ۔ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا، یعنی قرآن،

= فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ۔ اَحْبَطَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِحْبَاطٌ (افعال) مصدر۔ اس نے اکارت کر دیا ان کے اعمال کو۔

حبط اعمال کی تین اقسام ہیں۔

۱:۔ ایمان نہ ہونے کے باعث دنیا کے تمام اچھے کام مثلاً حُسنِ معاشرت، پاکیزہ اخلاق وغیرہ آخرت میں بالکل بے نتیجہ ہیں۔

۲:۔ انسان میں ایمان موجود ہے لیکن جو اعمالِ خیر سر انجام دیئے وہ لوجہ اللہ نہیں تھے اس لئے اکارت ہوئے۔

۳:۔ اعمالِ صالحہ تو موجود ہیں لیکن اس کے مقابل اتنی کثرت سے گناہ کئے کہ اعمال صالحہ

بے اثر ہو کر رہ گئے اور گناہوں کا پلّہ بھاری رہا۔

۴۷ : ۱۰ = اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ - اَ استفہام انکاری ہے فَ عاطفہ کا عطف جملہ محذوف پر ہے - ای : اقعدوا فی اماکنھم فلم یسیروا فی الارض۔ کیا وہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہے اور زمین میں (یا اپنے ملک میں) چلے پھرے نہیں ؟

لَمْ یَسِیْرُوْا مضارع نفی حجد بَلَمْ۔ جمع مذکر غائب ضمیر فاعل کا اہالیان مکہ کی طرف اشارہ ہے سَیْرٌ (باب ضرب) مصدر کیا وہ چلے پھرے نہیں ؟

= فَیَنْظُرُوْا۔ ای فَلَمْ ینظروا۔ اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔ الجملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

= دَمَّرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَدْمِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ اس نے اکھاڑ مارا اس نے ہلاکت ڈال دی۔ اس نے تباہی ڈال دی۔

= اَمْثَالُھَا۔ مضاف مضاف الیہ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب عاقبۃ کے لئے ہے یا عقوبۃ عاقبۃ کے لئے۔

یعنی کافروں (مکہ کے کافروں کی) کی عاقبت بھی ایسی ہی ہو گی (کیونکہ کفر جو علت ہلاکت و بربادی ہے وہ ان میں اور ان میں مشترک ہے۔ اَمْثَالُھَا میں مشابہت صرف وقوع عذاب کے لحاظ سے ہے نہ کہ نوعیتِ عذاب کے لحاظ سے ہے۔ (الماجدی)

۴۷ : ۱۱ = ذٰلِکَ : ای نصر المؤمنین وسوء عاقبۃ الکافرین۔ مسلمانوں کی فتحیابی اور کافروں کی زبوں حالی۔

= بِاَنَّ اللّٰہَ۔ بَ سببیت کی ہے اَنَّ حرف تحقیق ہے اور حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے۔ اَللّٰہ اسم اَنَّ اور منصوب بوجہ عمل اَنَّ ہے۔ باقی جملہ خبر ہے اَنَّ کی۔

= مَوْلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ مَوْلٰی مضاف، اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صلہ وموصول مل کر مضاف الیہ۔ ایمان والوں کا مولیٰ۔

مَوْلٰی اسم مفرد۔ مَوَالِیْ جمع، دوست، مددگار۔ کارساز۔ حمایتی، آقا۔ وَلْیٌ (حَسِبَ یَحْسَبُ) مصدر سے اسم فاعل واحد مذکر ہے اس کی جمع مَوَالِیْ ہے مَوْلٰی اسم فاعل و اسم مفعول ہر دو طرح مستعمل ہے نیز ملاحظہ ہو ۴۴ : ۴۱۔ متذکرۃ الصدر۔

ترجمہ ہو گا:۔

یہ اس لئے کہ جو مومن ہیں ان کا خدا کارساز ہے (اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں ہے۔)

۴۷: ۱۲ = یَتَمَتَّعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب، تَمَتُّعٌ (تفعّلٌ) مصدر۔ وہ فائدہ حاصل کرتے ہیں (دنیا میں) وہ مزے اڑاتے ہیں۔

= کَمَا: کَ حرف تشبیہ ہے اور مَا مصدریہ سے مرکب ہے۔ جیسا کہ (کھاتے ہیں چوپائے)

= تَاْكُلُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب اَلْاَنْعَامُ چوپائے۔ مولیشی، بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، اونٹ، مولیشی کو اس وقت تک اَنْعَامٌ نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ ان میں اونٹ شامل نہ ہوں۔ یہ نَعَمٌ کی جمع ہے۔

= مَثْوًى ظرف مکان ہے۔ مفرد۔ مَثَاوِیْ جمع۔ ٹھکانہ۔ دراز مدت تک ٹھہرنے کا مقام قیام گاہ۔ فرودگاہ۔ ثَوٰى یَثْوِیْ ثَوَاءٌ، ثَوِیٌّ (باب ضرب) مصدر، ٹھہرنا۔ قیام کرنا۔ اترنا (قیام کے لئے)

۴۷: ۱۳ = وَ كَاَیِّنْ۔ واؤ عاطفہ ہے كَاَیِّنْ اصل میں كَاَیِّ تھا۔ قرآنی اصطلاح میں تنوین کو بصورت ن لکھا گیا۔ كَاَیِّنْ ہمیشہ خبری صورت میں مستعمل ہے، مبہم کثیر تعداد پر دلالت کرتا ہے۔ ابہام کو دور کرنے کے لئے اس کے لئے بطور تمیز کوئی لفظ مذکور ضرور ہوتا ہے عموماً تمیز لفظ مِنْ کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے وَ كَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّیُّوْنَ كَثِیْرٌ (۳: ۱۴۶) اور بکثرت پیغمبروں کی معیت میں بہت سے اللہ والوں نے (کافروں سے) جہاد کیا۔ اس مثال میں كَاَیِّنْ نے کثیر تعداد کو ظاہر کیا۔ لیکن کس کی یہ بات مبہم تھی جب اس کے بعد مِنْ نَّبِیٍّ آیا۔ تو ابہام دور ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ وہ کثیر تعداد پیغمبروں کی تھی

كَاَیِّنْ ہمیشہ آغاز کلام میں آتا ہے۔ اس سے پہلے حرف جر نہیں آتا۔ اس کی خبر ہمیشہ مرکب ہوتی ہے مفرد کبھی نہیں ہوتی۔

قرآن مجید میں كَاَیِّنْ ہر جگہ بصورت خبر آیا ہے۔ بہت، بکثرت۔ نیز ملاحظہ ہو ۳: ۱۴۶۔

وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اور بہت سی بستیاں

هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْٓ اَخْرَجَتْكَ۔ هِیَ ضمیر واحد مؤنث غائب قَرْیَةٍ کی طرف راجع ہے اَشَدُّ اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ سخت تر، قوی تر، قُوَّةً اسم تمیز، (از روئے قوت) قَرْیَتِكَ، تیری بستی، مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف اَلَّتِیْ اسم موصول واحد مؤنث اَخْرَجَتْكَ صلہ اپنے موصول کا، صلہ اور موصول مل کر،

صفت ہوئے اپنے موصوف کی۔ موصوف اور صفت مل کر مفضل علیہ۔

وہ بستیاں جو قوت میں آپ کی اس بستی سے جس نے آپ کو نکال دیا تھا بڑھ چڑھ کر تھیں قَرْيَةٍ سے مراد اہل قریہ ہیں۔ مضاف کو حذف کر دیا گیا اور مضاف الیہ پر مضاف کے احکام جاری کر دیئے گئے۔

اَلَّتِیْ اَخْرَجَتْكَ: اَلَّتِیْ اسم موصول واحد مؤنث قَرْيَةٌ کے لئے آیا ہے اور اسی بناء پر اَخْرَجَتْ ماضی واحد مؤنث غائب کا صیغہ استعمال ہوا ہے مراد یہاں بستی کے بسنے والے ہیں جنہوں نے آپ کو وطن سے نکال دیا تھا۔

اَهْلَكْنٰهُمْ: اَهْلَكْنَا۔ ماضی جمع متکلم اِهْلَاكٌ افعال۔ مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔

فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ۔ نَاصِرَ منصوب بوجہ عمل لَا ہے، سو کوئی ان کا مددگار نہ ہوا۔ یہاں بستیوں کی بجائے اہل بستی مذکور ہوئے ہیں۔ اس لئے جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

۴۷: ۱۴ = اَفَمَنْ كَانَ۔ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے فَ کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے۔ مَنْ موصولہ ہے۔

= عَلٰی بَيِّنَةٍ۔ بَيِّنَة۔ کھلی دلیل۔ واضح دلالت کو بیّنہ کہتے ہیں۔ خواہ دلالت عقلی ہو یا محسوسہ۔ بَيِّنَاتٌ جمع ہے۔

= كَمَنْ کاف تشبیہ اور مَنْ موصولہ سے مرکب ہے اس شخص کی طرح جو کہ....

= زُيِّنَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَزْيِيْنٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ سنوارا گیا اسے مزین کیا گیا۔ وہ اچھا کر کے دکھلایا گیا۔

= سُوْءُ عَمَلِهٖ۔ سُوْءٌ برائی۔ برا کام، گناہ۔ عیب۔ سَوْءٌ۔ سَاءَ يَسُوْءُ (باب نصر) مصدر سے اسم ہے۔ مضاف، عَمَلِهٖ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ اس کے عملوں کی برائی۔ اس کی بداعمالی۔

= وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ۔ واؤ عاطفہ۔ اِتَّبَعُوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے اتباع کیا۔ انہوں نے پیروی کی۔ اَهْوَآءَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اِتَّبَعُوْا کا۔ اَهْوَآءٌ جمع ہے هَوٰی کی۔ خواہشیں۔ اِتَّبَعُوْا اور .... اَهْوَاءَهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب مَنْ کے معنی کے اعتبار سے استعمال کی گئی ہے

مَنْ گو لفظاً واحد ہے۔ لیکن معنیً یہاں بطور جمع مراد ہے۔

ترجمہ:۔ بھلا جو لوگ اپنے رب کے واضح راستے پر ہوں۔ کیا وہ اُن اشخاص کی طرح ہو سکتے ہیں جنہیں (شیطان کی طرف سے) ان کی بداعمالیاں اچھی کرکے دکھائی گئی ہوں اور جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کی (الجواب: لَيْسُوْا سَوَاءً وَّلَا مُمَاثَلَةَ بَيْنَهُمَا اَبَدًا (وہ ہرگز یکساں نہیں ہو سکتے اور ان میں کبھی بھی مماثلت نہیں ہو سکتی)

۴۷: ۱۵ = مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ۔ مبتداء فِيْهَا اَنْهٰرٌ ... وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ: خبر۔

كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ۔ خبر جس کا مبتدا محذوف ہے۔ اى اَمَنْ هُوَ فِيْ هٰذَا النَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ الدَّائِمِ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ مضاف مضاف الیہ۔ اس جنت کی مثال۔ اگر مَثَلُ مرفوع مذکور ہے اور اس کے بعد کَمَثَلِ نہیں آیا۔ تو صرف آیت ۲: ۲۱۴ میں مشبہ یعنی تشبیہی قصہ مراد ہے۔ باقی آیات میں مَثَلُ کا معنیٰ ہے صفت۔

اس سے بھی آگے بڑھ کر مَثَلُ کا اطلاق اس حال یا صفت یا قصہ پر ہونے لگا جس میں کوئی عجیب ندرت اور پر شکوہ عظمت ہو مثلاً لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى (۶۶: ۱۰) اللہ کی عجیب شان عالی ہے۔ یا مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ ... (آیت زیر مطالعہ) جنت کی عجیب نادر حالت اور صفت"۔ (لغات القرآن جلد پنجم ص ۳۱۶)

اَلَّتِيْ اسم موصول واحد مؤنث، وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ (جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے) صلہ۔ موصول وصلہ مل کر اَلْجَنَّةِ کی صفت۔ یہ جملہ مُبتدا ہے

ترجمہ:۔ جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی صفت (کیفیت) یہ ہے:

= فِيْهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الجنۃ ہے۔

= غَيْرِ اٰسِنٍ۔ اٰسِنٍ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ سخت بدبودار۔ اَسْنٌ وَاُسُوْنٌ (باب ضرب ونصر) مصدر (پانی کا سڑا ہوا ہونا۔ بدبودار ہونا۔ غَيْرِ اٰسِنٍ۔ ایسا پانی جس کا مزہ اور بو کبھی نہ بگڑے۔

= لَمْ يَتَغَيَّرْ۔ مضارع نفی جحد بلم۔ مجزوم بوجہ عمل لَمْ۔ صیغہ واحد مذکر غائب تَغَيُّرٌ (تفعّل) مصدر۔ کبھی نہ بگڑے۔

= لَذَّةٍ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے، یعنی لذیذ۔ اس کا مذکر لَذٌّ آتا ہے۔ یا یہ مصدر ہے اور مضاف محذوف ہے ای ذَاتَ لَذَّۃٍ (لذت والی۔ یا بطور مبالغہ لذیذ کو لذت فرما دیا۔ یعنی سراسر لذت ہی لذت، نہ اس کی بُو ناگوار ہوگی جیسے دنیوی شراب کی ہوتی ہے نہ نشہ اور خمار ہوگا۔ (تفسیر مظہری)

= شٰرِبِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر۔ شَارِبٌ واحد۔ شُرْبٌ (باب سَمِعَ) مصدر پینے والے۔

= عَسَلٍ مُّصَفًّى۔ موصوف وصفت، نہایت صاف شہد جس میں نہ موم کی آمیزش ہوگی نہ کسی اور چیز کی۔

= وَلَهُمْ میں واؤ عاطفہ ہے۔

= كَمَنْ هُوَ: میں ك تشبیہ کا ہے مَنْ موصولہ ہے۔ كَمَنْ هُوَ میں مَنْ لفظ کے لحاظ سے مفرد ہے اس لئے هُوَ ضمیر مفرد راجع کر دی گئی ہے لیکن معنی کے لحاظ سے مَنْ جمع ہے اس لئے سُقُوْا کی ضمیر جمع لوٹائی گئی ہے۔

خَالِدٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ خُلُوْدٌ باب نصر۔ مصدر۔ ہمیشہ رہنے والا۔ سدا رہنے والا۔ کیا ایسے لوگ جو سدا رہنے والی نعمتوں میں رہنے والے ہیں ان جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔

= وَسُقُوْا۔ میں واؤ حالیہ ہے۔ اور عاطفہ بھی ہو سکتی ہے۔ سُقُوْا ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ سَقْیٌ (باب ضرب) مصدر۔ ضمیر مفعول مالم یسم فاعلہ، جمع مذکر غائب ان لوگوں کے لئے ہے جو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے والے ہوں گے۔ ان کو پلایا جائے گا۔

= مَآءً حَمِيْمًا۔ موصوف صفت مل کر مفعول ثانی فعل سُقُوْا کا۔ کھولتا ہوا پانی، حَمِيْمٌ سخت گرم پانی کو کہتے ہیں۔ اسی اعتبار سے قریبی دوست کو بھی حمیم کہتے ہیں کیونکہ اپنے دوست کی حمایت بہت جلدی گرمی پکڑتا ہے۔

= فَقَطَّعَ فَ عاطفہ ہے۔ قَطَّعَ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَقْطِيْعٌ (تفعیل) مصدر۔ اس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ضمیر فاعل مَآءً کی طرف راجع ہے۔

= اَمْعَآءَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَمْعَاءٌ جمع ہے مِعًى و مَعْیٌ کی۔ بمعنی آنتیں اَمْعَآءَ مفعول ہے قَطَّعَ کا۔ اور هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے جو کہ معنًی جمع ہے۔

= یَسْتَمِعُ: مضارع واحد مذکر غائب اِسْتِمَاعٌ (افتعال) مصدر۔ وہ سنتا ہے وہ کان لگاتا ہے۔ یہاں لفظی طور پر ضمیر واحد مذکر استعمال ہوئی ہے لیکن معنًی یہ جمع کے لئے ہے۔ جیساکہ بعد کی عبارت سے ظاہر ہے مثلاً آگے چل کر ان کے لئے خَرَجُوْا اور قَالُوْا استعمال ہوا ہے۔

= اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔

= اُوْتُوا الْعِلْمَ: صلہ۔ اُوْتُوْا ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب اِیْتَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ دیئے گئے۔ ان کو دیا گیا۔ اَلْعِلْمَ مفعول مالم یسم فاعلہٗ۔

ترجمہ:۔ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ: تو پوچھتے ہیں اہل علم سے (ان سے جن کو علم دیا گیا)

= مَاذَا۔ مَا حرف استفہام ہے اور ذَا فصل کے لئے تاکہ مَا نافیہ اور مَا استفہامیہ میں امتیاز ہو جائے۔ کیا چیز۔ کیا ہے:

= قَالَ۔ میں ضمیر فاعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ ای ماذا قال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

= اٰنِفًا۔ اَلْاَنْفُ کے اصل معنی ناک کے ہیں، مجازًا کسی شے کے سرے اور اس کے بلند تر حصہ کو بھی اَنْفٌ کہتے ہیں۔ چنانچہ پہاڑ کی چوٹی کو اَنْفُ الْجَبَلِ کہتے ہیں۔ حمیّت و غضب اور غصہ۔ وذلت کو بھی انف کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ ایک شاعر نے کہا ہے:۔

اِذَا غَضِبَتْ تِلْکَ الْاُنُوْفُ لَمْ اُرْضِہَا۔
وَلَمْ اَطْلُبِ الْعُتْبٰی وَلٰکِنْ اَزِیْدُھَا۔

اور جب وہ ناراض ہوں گے تو میں انہیں راضی نہیں کروں گا بلکہ ان کی ناراضگی کو اور بڑھاؤں گا۔

اور متکبر کے متعلق کہا جاتا ہے:۔ شَمَخَ فُلَانٌ بِاَنْفِہٖ۔ فلاں نے ناک چڑھائی اور تَرِبَ اَنْفُہٗ۔ وہ ذلیل ہوا۔

اِسْتَاْنَفْتُ الشَّیْءَ کے معنی کسی شے کے سرے اور مبدا کو پکڑنے اور اس کا آغاز کرنے کے ہیں۔ اور اسی سے ارشاد ہے: مَاذَا قَالَ اٰنِفًا۔ انہوں نے ابھی ابھی شروع میں کیا کہا تھا (المفردات)

= اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ۔ یہ لوگ۔
= طَبَعَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے مہر لگادی۔ اس نے بند لگادیا۔ اس نے چھاپ ٹھپہ لگادیا۔ اس نے کندہ کردیا۔ طَبْعٌ (باب فتح) مصدر۔

فَائِدَہ: یہ ان کفار و منافقین و منکرین اہل کتاب کا ذکر ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آکر بیٹھتے تھے اور آپ کے ارشادات یا قرآن مجید کی آیات سنتے تھے مگر چونکہ ان کا دل ان مضامین سے دور تھا جو آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوتا تھا اس لئے سب کچھ سن کر بھی وہ کچھ نہ سنتے تھے اور باہر نکل کر مسلمانوں سے پوچھتے تھے کہ ابھی ابھی آپ کیا فرما رہے تھے (تفہیم القرآن) یا وہ استہزاءً ایسے سوال کرتے تھے۔

۴۷: ۱۷ = اِهْتَدَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِهْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر۔ انہوں نے ہدایت پائی۔ اِهْتَدَوْا کا لفظ جہاں قرآن مجید میں آیا ہے وہاں امور اخرویہ میں ہدایت پانا مراد ہے اِهْتِدَاءٌ کا استعمال کبھی ہدایت طلب کرنے یا اس کے لئے کوشش کرنے نیز کسی ہدایت یافتہ کی پیروی کرنے کے متعلق بھی ہوتا ہے۔ اس باب میں ہدایت حاصل کرنے کے لئے اپنے اختیار سے کوشش کرنا کے معنی پائے جاتے ہیں۔

اگرچہ لغت کے اعتبار سے هُدًى اور ھدایۃ میں کوئی فرق نہیں مگر هُدًى کا لفظ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہدایت فرمانے کے لئے استعمال کیا ہے یعنی ہدایت کی جو نسبت اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے ہے اس کے لئے هُدًى کا لفظ مخصوص ہے جیسے کہ قرآن مجید میں آیا ہے قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى (۲: ۱۲۰) فرمادیجئے کہ خداوند تعالیٰ کی ہدایت ہی (اصل) ہدایت ہے۔

= زَادَهُمْ: ماضی واحد مذکر غائب ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ زِيَادَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ اس نے زیادہ دیا۔ اس نے بڑھادیا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اس نے ان کو زیادہ دیا۔ اس نے ان کو بڑھایا۔ اس نے ان کو مزید ہدایت بخشی۔

= وَاٰتٰهُمْ تَقْوٰىهُمْ۔ اور ان کو ان کے تقویٰ کی توفیق بخشی۔ یا توفیق دیتا ہے هُمْ ضمیر مفعول ہے تَقْوٰىهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا تقویٰ۔

۴۷: ۱۸ = فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ۔ استفہام انکاری ہے اَلسَّاعَةَ سے مراد روز قیامت ہے۔

ہے۔ بَغْتَۃً۔ اچانک۔ یکایک، مزید تشریح کے لئے ملاحظہ ہو (۴۳: ۶۶)
پس کیا یہ لوگ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان پر اچانک آجائے۔
= فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا۔ ف عاطفہ، قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے
اَشْرَاطُهَا مضاف مضاف الیہ اَشْرَاط جمع ہے اس کی واحد شَرْطٌ ہے جس کے معنی
علامت کے ہیں۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب اَلسَّاعَۃ کی طرف راجع ہے قیامت
کی نشانیاں۔
الشرط وہ معین حکم جس کا وقوع کسی دوسرے امر پر معلق ہو اسے شرط کہتے ہیں
وہ دوسرا امر اس کے لئے بمنزلہ علامت کے ہوتا ہے اس کی جمع شَرَائِط ہے۔
عربی میں شُرْطٌ پولیس کو بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ بھی ایسی علامت لگا لیتے ہیں
جس سے ان کی پہچان ہو سکتی ہے۔
فَقَدْ جَآءَتْ اَشْرَاطُهَا۔ سو بے شک اس کی نشانیاں (وقوع میں)
آچکی ہیں۔ اشراط یا شرط کا استعمال قرآن مجید میں صرف اسی آیت میں ہوا ہے۔
= فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ۔ تقدیر کلام یوں ہے فَاَنّٰى لَهُمْ
ذِكْرٰىهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ۔ ذِكْرٰىهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا مؤخر۔ اَنّٰى
خبر مقدم۔ لَهُمْ متعلق خبر۔ جملہ اَنّٰى لَهُمْ ذِكْرٰىهُمْ جواب شرط ہے جو شرط سے
مقدم آیا ہے۔ اِذَا جَآءَتْهُمْ جملہ شرط مؤخر۔
ترجمہ ہوگا: توجب قیامت ان کے سامنے آکھڑی ہوئی توان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا۔
(ترجمہ و نحو از تفسیر بیان القرآن)
یعنی اگر قیامت یک لخت آگئی تو ان کی توبہ کیا ہوگی؟ ان کو توبہ و استغفار کا تو
موقعہ ہی نہ ملیگا۔ جب قیامت آہی گئی تو اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا
اور اس وقت توبہ و استغفار یا دِ خدا ان کو کچھ نفع نہ دے گا۔
ذِكْرٰى مصدر ہے ذَكَرَ يَذْكُرُ (باب نصر) بمعنی ذکر، یاد کرنا۔ نصیحت پکڑنا
نصیحت۔ ذِكْرٰى کثرتِ ذکر کے لئے بولا جاتا ہے یہ ذِكْرٌ سے زیادہ بلیغ ہے
۴۷: ۱۹ = فَاعْلَمْ۔ پس آپ جان رکھیں۔ یا۔ یقین رکھیں۔ (اے محمد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ف سببیہ ہے۔ یعنی جب آپ کو مومنوں کا خوش نصیب
ہونا اور کافروں کا بدنصیب ہونا معلوم ہو گیا ہے تو آپ کو اللہ کی وحدانیت اور

نفس کی اصلاحِ احوال اور اعمال کا جو علم حاصل ہو گیا ہے اس پر جمے رہئے قیامت کے دن یہی علم آپ کے لئے مفید ہو گا۔

اِعْلَمْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ عِلْمٌ باب سمع مصدر۔ تو جان لے۔

= اِسْتَغْفِرْ امر واحد مذکر حاضر۔ اِسْتِغْفَارٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ تو بخشش مانگ۔ تو معافی مانگ۔

فَائِدَہ: اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر گناہ سے معصوم تھے کسی گناہ کا ارتکاب آپ سے ممکن ہی نہ تھا۔ لیکن بندہ کی عبادت اللہ رب العزت کی جلالت وعظمت کے مقابلہ میں بہرحال قاصر ہے (عبادت کا حق کون ادا کر سکتا ہے؟) اسی لئے حکم ہوا کہ اپنے کو حق عبادت ادا کرنے سے قاصر سمجھتے ہوئے استغفار کیجئے اور آپ کی امت کو بھی آپ کی پیروی کرنی چاہئے۔

= وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ۔ اور مؤمنوں کے لئے بھی اور مومنات کیلئے بھی۔ اَلْمُؤْمِنٰت کا عطف مؤمنین پر ہے۔ ای و للمؤمنٰت۔

= مُتَقَلَّبَكُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ اسم ظرف مکان۔ تَقَلُّبٌ (تفعّل) مصدر سے۔ گھومنے پھرنے کی جگہ۔ یعنی مشاغلِ دنیوی میں جہاں جہاں تم گھومتے پھرتے ہو

= مَثْوٰىكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے ٹھہرنے کا مقام۔ مَثْوٰى اسم ظرف مکان مَثَاوِی جمع۔ ٹھکانا۔ مدت دراز تک ٹھہرنے کا مقام۔ فرودگاہ۔ ثَوٰى يَثْوِی (باب ضرب) ثَوَاءٌ ثَوِیٌّ۔ مصدر۔ متعدی بنفسہٖ بھی ہے ای ثوی المکانَ اور ثوٰی بالمکانِ۔ دونوں کا مطلب وہ اس جگہ ٹھہرا۔ ہو گا۔

مطلب: مُتَقَلَّبَكُمْ وَ مَثْوٰىكُمْ کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام احوال کو جانتا ہے تمہاری کوئی حالت اس سے پوشیدہ نہیں اس لئے اس سے ڈرتے رہو

۴۷: ۲۰ = وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ۔ ای یقول المؤمنون الصادقون حرصًا علی الجہاد لما فیہ من الثواب الجزیل ھلا انزلت سورۃ یؤمر فیہا بالجہاد۔ اور جو سچے اور صادق ایمان والے ہیں وہ جہاد کے ثواب عظیم کے مدنظر (فرطِ شوق سے کہتے ہیں کہ کوئی ایسی سورت کیوں نہیں نازل ہوئی جس میں صریحاً جہاد کا حکم دیا گیا ہو۔

لَوْلَا تحضیضیہ ہے ابھارنے اکسانے کے لئے) نیز ملاحظہ ہو (۶: ۴۳)

== سُوْرَۃٌ مُّحْکَمَۃٌ: موصوف وصفت، محکمۃ اسم مفعول واحد مؤنث محکم کی گئی۔ مضبوط کی ہوئی۔ یعنی وہ آیت جو معنیٰ مراد پر صریح دلالت کرے۔ اِحْکَامٌ۔ (افعال) مصدر ہے۔

== ذُکِرَ۔ ماضی مجہول۔ واحد مذکر غائب۔ ذکر کیا گیا ہو۔ ذِکْرٌ (باب نصر) مصدر۔

== فِیْھَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع سُوْرَۃٌ ہے

== اَلْقِتَالُ: ذُکِرَ کا مفعول مالم یسم فاعلہٗ۔ ای الجہاد۔

ذکر فیھا القتال۔ ای امر فیھا بالجہاد جس میں جہاد کا حکم دیا گیا ہو

== اَلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ: موصول وصلہ مل کر رَاَیْتَ کا مفعول۔ تو دیکھے ایسے لوگوں کو جن کے دلوں میں مرض ہے۔ مَرَضٌ سے مراد ضعف فی الدین۔ ایمان کی کمزوری ہے۔ (نفاق کا مرض) ایسے ہی معنوں میں دوسری جگہ آیا ہے فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا (۲: ۱۰) ان کے دلوں میں (کفر کا) مرض تھا۔ پس خدا نے ان کا مرض اور زیادہ کر دیا۔ یہاں آیت زیر مطالعہ میں نفاق کا مرض مراد ہے۔

== یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْہِ مِنَ الْمَوْتِ جملہ حالیہ ہے بایں حال کہ وہ تیری طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی غشی طاری ہو رہی ہو اَلْمَغْشِیِّ اسم مفعول واحد مذکر۔ غَشْیٌ باب سمع مصدر۔ غُشِیَ عَلَیْہِ غَشْیًا بے ہوشی طاری ہونا۔ غشو مادہ (ناقص وادی)

المغشی بروزن مفعول اصل میں مَغْشُوْیٌ تھا ماضی غَشِیَ مضارع یَغْشٰی اسم فاعل (رَاضِیٌ کہ تعلیل عرفی کے بعد رَاضٍ ہوا) کی موافقت سے واو کو یاء کیا ی کو ی میں مدغم کیا اور ماقبل کے ضمہ کو ی کی مناسبت سے کسرہ سے بدلا۔ مَغْشِیٌّ ہو گیا۔ ایسے ہی رَضْوٌ (ناقص وادی) باب سمع سے اسم مفعول مَرْضِیٌّ ہو گا المَغْشِیِّ بے ہوش، جس پر بیہوشی طاری ہو۔

مِنَ الْمَوْتِ موت کی (غشی) موت کی (بیہوشی)

== فَاَوْلٰی لَھُمْ طَاعَۃٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ تف۔ یہاں وقف کرے

مندرجہ ذیل علامات کو مدنظر رکھیں۔

ۘ یہ وقفِ تام کی علامت ہے۔ یہاں بات پوری ہوجاتی ہے یہاں ٹھہرنا چاہئے۔

ج ۔ یہ وقفِ تام کی علامت ۘ پرج کی علامت ہے یہ وقف جائز کی علامت ہے۔ یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے۔

قف ۔ اس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ اور یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے جہاں پڑھنے والے کا ملا کر پڑھنے کا احتمال ہو۔

۱۔ بعض علماء نے ج پر وقف کیا ہے اس صورت میں جملہ فَاَوْلٰی لَهُمْ کا ربط سابقہ کلام سے ہے اس صورت میں فَاَوْلٰی لَهُمْ میں سببیہ ہے یعنی بہ سبب اس بات کے کہ جہاد کے وجوب میں جب کوئی آیت محکمہ نازل ہوئی تو منافقین جن کے دلوں میں نفاق کا مرض تھا ان پر موت کی سی غشی کا عالم طاری ہوگیا لہٰذا ایسے لوگوں کے لئے اَوْلٰی (ہلاکت، بربادی) ہے۔ یہ وَیْلٌ (ہلاکت و بربادی) سے افعل التفضیل کا صیغہ بمعنی سخت بربادی، سخت ہلاکت) بنایا گیا ہے۔ پہلے وَیْلٌ میں قلب کیا گیا یعنی عین کلمہ کو لام کلمہ اور لام کلمہ کو عین کلمہ بنایا گیا۔ وَلِیٌ ہوگیا۔ پھر افعل کے وزن پر اولی بنایا گیا۔

۲۔ لغات القرآن میں ہے:۔ اَوْلٰی زیادہ لائق، زیادہ مستحق، زیادہ قریب۔ ولی سے جس کے معنی پے درپے واقع ہونے کے ہیں۔ اور اسی لحاظ سے قریب ہونے کے معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے اس کا صلہ جب لام واقع ہو تو یہ ڈانٹ اور دھمکی کے لئے آتا ہے۔ اس صورت میں خرابی اور بربادی سے زیادہ قریب ہونے یا اس کے زیادہ مستحق ہونے کے ہوں گے۔

چنانچہ اصمعی نے اَوْلٰی لَهُمْ کا یہ معنی لکھا ہے کہ:۔ معناہ قاربہ مَا یُهْلِکُهٗ یعنی اس کو ہلاک کرنے والی چیز قریب ہو گئی۔

ثعلب کہتے ہیں:۔ لَمْ یَقُلْ اَحَدٌ فِیْ اَوْلٰی اَحْسَنَ مِمَّا قَالَ الْاَصْمَعِیْ یعنی اولی کی تحقیق میں اصمعی کا قول نہایت پسندیدہ ہے۔

بربادی و ہلاکت کے معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی (۷۵ : ۳۴) تیرے لئے بربادی ہی بربادی ہے۔

۳۔ اگر وقف ج پر کیا جاوے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ تو طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ

علیحدہ جملہ ہوگا۔ اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں

۱:۔ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ: خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے ای اَمْرُهُمْ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ۔ ان کو چاہیے کہ فرمانبرداری کریں اور اچھی بات کہیں (تفسیر حقانی، بیضاوی) یہاں قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ کو موصوف و صفت لیا گیا ہے۔

۲:۔ ان کی اطاعت اور بات چیت (کی حقیقت) معلوم ہے۔
(طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مبتدا، مَعْرُوْفٌ خبر) بیان القرآن، الماجدی، المظہری)

۳:۔ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ خَيْرٌ لَّهُمْ: طاعة وقول معروف مبتدا۔ خَيْرٌ لَّهُمْ خبر۔ فرمانبرداری کرنا اور اچھی بات کہنا ان کے لئے بہتر تھا (کشاف، مدارک)

۴:۔ اگر وقف قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ (قف) پر کیا جائے تو عبارت ہوگی۔
فَاَوْلٰى لَهُمْ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ۔
اس صورت میں بھی مختلف اقوال ہیں:۔

۱:۔ اَوْلٰى بمعنی اَحَقَّ وَاَلْيَقَ۔ یعنی زیادہ مناسب وزیادہ صحیح۔ اس صورت میں طَاعَةٌ مبتدا مؤخر ہوگا۔ اور یہ خبر مقدم۔ ای الطاعة اولیٰ لہم و الیق بہم یعنی اطاعت ان کے لئے زیادہ مناسب تھی۔ (ضیاء القرآن)

۲:۔ اَوْلٰى۔ افعل التفضیل، مبتدا۔ و (لھم) صلتہ واللام بمعنی الباء و (طاعة) خبر کانہ قیل: اولیٰ بھم من النظر الیک نظر المغشی علیہ من الموت طاعة وقول معروف (روح المعانی) آپ کی طرف ایسے آدمی کی نظر سے دیکھنا جس پر موت کی غشی طاری ہو رہی ہو اس سے اطاعت اور قول معروف بہتر تھا۔ یعنی یہ ان کے لئے بہتر تھا کہ وہ ایسے حکم کی اطاعت کرتے اور اس کے حق میں اچھے کلمات منہ سے نکالتے۔

۴۷: ۲۱ = طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ اوپر ملاحظہ ہو۔

= فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ۔ پھر جب بات پکی ہو گئی۔ یعنی جب کفار سے جہاد کی ٹھن گئی۔

عَزَمَ ماضی واحد مذکر غائب عَزْمٌ (باب ضرب) مصدر سے ہے۔ بطور فعل لازم استعمال ہوا ہے لیکن عَلٰی کے صلہ کے ساتھ بمعنی کسی کام کا پختہ ارادہ کرنا۔

فعل متعدی آتا ہے۔

= اِذَا۔ جب، اس وقت، ناگہاں، ظرفِ زمان ہے۔ زمانۂ مستقبل پر دلالت کرتا ہے۔ اور کبھی زمانہ ماضی کے لئے بھی آتا ہے جیسے وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا نِ انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا (۶۲ : ۱۱) اور جب انہوں نے سودا بکتا یا تماشہ ہوتا دیکھا تو منتشر ہو کر اس کی طرف چل دیئے۔

اور اگر اِذَا قسم کے بعد واقع ہو تو پھر زمانہ حال کیلئے آتا ہے جیسے وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى۔ (۵۳ : ۱) قسم ہے تارے کی جب وہ گرنے لگے۔

اِذَا اکثر و بیشتر تو شرط ہی ہوتا ہے مگر مفاجات یعنی کسی چیز کے اچانک پیش آجانے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى (۲۰ : ۲۰) اور وہ ناگہاں سانپ بن کر دوڑنے لگا۔

فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ جملہ شرط ہے اس کا جواب فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ جواب شرط ہے۔ جب جہاد کی بات پکی ہو گئی تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچے رہتے (یعنی جہاد کی انتہائی رغبت کا جو انہوں نے اظہار کیا اگر وہ اس میں سچے ثابت ہوتے) تو ان کے لئے بہتر تھا۔ اس کی مثال: اذا جاء الشتاء فلوجئتنی لکسوتك۔

بعض کے نزدیک شرط کی جزا محذوف ہے اور تقدیر کلام یوں ہے فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ كَرِهُوْا۔ جب جہاد کی بات پکی ہو گئی (یعنی جب جہاد فرض ہو گیا اس کی تیاریاں شروع ہو گئیں اور مقابلہ و مقاتلہ کی بات ٹھن گئی) تو وہ حکم جہاد کو ناگوار سمجھنے لگے۔ اس صورت میں فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔ علیحدہ کلام ہے فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ جملہ شرط ہے اور لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ جواب شرط ہے۔ اگر وہ اللہ سے سچے رہتے (یعنی رغبتِ جہاد کو سچ کر دکھاتے) تو ان کے لئے یہ الصدق (سچ کر دکھانا) بہتر ہوتا۔

صَدَقُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ صِدْقٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ انہوں نے سچ کر دکھایا (اگر وہ) سچ کر دکھاتے۔

۲۲:۴۷ = فَهَلْ عَسَيْتُمْ خطاب اَلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ سے ہے غائب سے حاضر کی طرف التفات، تشدید و توبیخ کے لئے ہے کہ تمہارے دلوں میں

جو نفاق کا مرض ہے اس کی وجہ سے نہ صرف تم اللہ سے بلند بانگ دعووں میں سچے ثابت نہ ہو سکے بلکہ تم سے اس سے پست تر کردار کا اندیشہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر تم الٹے منہ پھر گئے یا تم لوگوں کے حاکم بن گئے تو زمین میں فساد برپا کر دو گے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹو گے (تفہیم القرآن)

ھَلْ حرف استفہامیہ ہے۔ عَسٰی بمعنی عنقریب ہے، شتاب ہے، ممکن ہے توقع ہے، اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رح اپنی تفسیر الاتقان فی علوم القرآن میں لکھتے ہیں عَسٰی فعل جامد ہے غیر منصرف ہے اس کی گردان نہیں آتی (قرآن مجید میں عسٰی صیغہ واحد مذکر غائب و عَسَیْتُمْ صیغہ جمع مذکر حاضر استعمال ہوا ہے اور بس)

اور اسی بنا پر ایک جماعت کا دعویٰ ہے کہ یہ حرف ہے اس کے معنی پسندیدہ بات میں "امید" کے اور ناپسندیدہ بات میں اندیشہ اور کھٹکے کے ہیں۔ اور یہ دونوں معنی اس آیت میں جمع ہیں عَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (۲: ۲۱۶) اور توقع ہے کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ بہتر ہو تمہارے حق میں۔ اور خدشہ ہے کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ بری ہو تمہارے حق میں۔

ابن فارس کا بیان ہے کہ عَسٰی قرب اور نزدیکی کے لئے آتا ہے جیسے کہ:۔ قُلْ عَسٰی اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ (۲۷: ۷۲) تو کہہ کیا بعید ہے جو تمہاری بیٹھ پر پہنچ چکی ہو۔

اور کسائی نے کہا ہے کہ ہر وہ جگہ جہاں قرآن مجید میں عَسٰی خبر کے لئے آیا ہے بصیغہ واحد آیا ہے جیسا کہ آیت سابقہ میں اور اس کے معنی ہوں گے عسی الامر ان یکون کذا (یعنی توقع ہے کہ معاملہ یوں ہو) اور جہاں استفہام کے لئے آیا ہے بصیغہ جمع ہوتا ہے جیسے فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ (آیت زیر مطالعہ) پھر تم سے یہ بھی اندیشہ ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے۔ (مزید بحث کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن جلد چہارم)

عَسَيْتُمْ: توقع ہے اندیشہ ہے۔ قاضی شوکانی لکھتے ہیں:۔

کہ اس پر حرف استفہام (یعنی ھَلْ) کو امر متوقع کے ثبوت کے لئے داخل کیا ہے یعنی یہ بتلانا ہے کہ یہ بات ہو کر رہے گی۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ۔ پھر تم سے یہ بھی اندیشہ ہے کہ۔ یا تم سے متوقع ہے کہ ۔۔۔

(عَسَیْتُمْ اہل حجاز کی لغت کے مطابق ہے ورنہ بنی تمیم ضمیر کو عسیٰ کے ساتھ نہیں ملاتے) اس کی خبر اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَکُمْ ہے۔ شرط اِنْ تَوَلَّیْتُمْ جملہ معترضہ ہے مابین عسیٰ اور اَنْ تُفْسِدُوْا کے۔

= تَوَلَّیْتُمْ ماضی صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَوَلِّیٌ (تفعل) مصدر۔ و ل ی مادہ کے حروف سے باب تفعل سے مندرجہ ذیل معانی میں آتا ہے۔

۱۔ دوستی کرنا۔ رفیق ہونا۔ جیسے کُتِبَ عَلَیْہِ اَنَّہٗ مَنْ تَوَلَّاہُ فَاَنَّہٗ یُضِلُّہٗ (۲۲: ۴) جس کے بارہ میں لکھ دیا گیا ہے کہ جو بھی اسے دوست رکھے گا تو وہ اس کو گمراہ کر دے گا۔

۲۔ منہ پھیرنا۔ پیٹھ پھیرنا۔ اعراض کرنا۔ جیسے وَاِنْ یَّتَوَلَّوْا یُعَذِّبْھُمُ اللّٰہُ عَذَابًا اَلِیْمًا ۹: ۷۴) اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو خدا ان کو دکھ دینے والا عذاب دے گا۔ اس معنی میں یہ اکثر عَنْ کے صلہ کے ساتھ متعدی ہوگا۔ عَنْ خواہ لفظوں میں مذکور ہو یا پوشیدہ ہو۔

۳۔ متولی ہونا۔ حاکم ہونا۔ والی ہونا۔ جیسے فَھَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ۔ (آیت ہذا زیر مطالعہ ۴۷: ۲۲) پھر تم سے یہ بھی اندیشہ ہے یا تم سے متوقع ہے کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو۔

اور اگر عَنْ مقدر مانا جائے تو ترجمہ ہوگا۔

پھر تم سے یہ بھی اندیشہ ہے یا تم سے متوقع ہے کہ اگر تم (اسلام سے) منہ موڑ گئے یا پھر گئے تو ملک میں خرابی کرنے لگو۔

= اَنْ تُفْسِدُوْا: اَنْ مصدریہ ہے کہ تم (دنیا میں یا ملک میں) فساد مچاؤ۔

= وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَکُمْ۔ واؤ عاطفہ ہے اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ اَنْ تُفْسِدُوْا پر ہے۔ اس آیت میں خطاب اَلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ سے ہے یہ التفات ضمائر زجر و توبیخ کی تاکید کے لئے ہے۔

تُقَطِّعُوْا مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ نون اعرابی اَنْ کے عمل سے گر گیا۔ تَقْطِیْعٌ (تفعیل) مصدر۔ تم کاٹو گے۔ تم توڑو گے۔ تم پارہ پارہ کرو گے۔ تم ٹکڑے ٹکڑے کرو گے۔ اَرْحَامَکُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ہے تُقَطِّعُوْا کا۔ تمہارے قرابت دار۔ تمہاری قرابتیں۔ اَرْحَام رِحْمٌ کی جمع ہے۔ رِحْم عورت کے پیٹ کی

وہ جگہ ہے جس میں بچہ پیدا ہوتا ہے مجازاً اقرابت کے معنی میں مستعمل ہے کیونکہ اہل قرابت بالواسطہ یا بلاواسطہ ایک ہی رحم سے پیدا ہوتے ہیں۔

٤٧: ٢٣ = أولٰئِكَ ۔ متذکرہ بالا مخاطبین کی طرف اشارہ ہے۔ التفات ضمائر غصہ ونفرت کے اظہار کے لئے ہے درجۂ خطاب سے گراوٹ کے طور پر حاضر کے بجائے غائب کی ضمیر کا استعمال کیا گیا ہے۔ مبتدا ہے اور اگلا اَلَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ اس کی خبر ہے یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے۔

= فَاَصَمَّهُمْ : ف عاطفہ اَصَمَّ ماضی واحد مذکر غائب اِصْمَامٌ (افعال) مصدر اس نے بہرہ کردیا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جو اُولٰئِكَ کی طرف راجع ہے پھر اس نے ان کو بہرہ کردیا (کہ حق کی بات نہیں سن سکتے۔

= وَاَعْمٰی اَبْصَارَهُمْ واؤ عاطفہ اَعْمٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِعْمَاءٌ (افعال) مصدر جس کے معنی نابینا کردینے کے ہیں۔ یہاں چشم بصیرت کا کھودینا مراد ہے اَبْصَارَهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر اَعْمٰی کا مفعول۔ اور ان کی آنکھوں کو اندھا کردیا (کہ چشم حقیقت بیں سے محروم ہو گئے)

فَائِدَة: وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے لے کر آیت وَاَعْمٰی اَبْصَارَهُمْ

آیت ٢٣ تک خطاب ایک ہی گروہ سے ہے لیکن ان کی نیت اور اعمال وافعال کے پیش نظر ان کو کبھی صیغۂ غائب سے یاد کیا ہے کبھی حاضر سے یہ التفاتِ ضمائر حسبِ حال ان کے اعمال وافعال کے ہے۔

اوّلاً عام بات ہو رہی تھی اور فرمایا کہ اہل ایمان کہتے ہیں کہ کوئی نئی سورت جہاد کے بارے میں کیوں نازل نہیں ہوتی جس میں صریحاً جہاد کا حکم ہو کیونکہ مسلمان کفار کی زیادتیوں سے تنگ آگئے تھے۔ اور ان کے جور و ستم کے سلسلہ میں اینٹ کا جواب پتھر کی صورت میں ان کو دینے کا حکم نہ تھا۔ اس لئے وہ حکم الٰہی کا بڑی بے تابی سے انتظار کر رہے تھے کہ جہاد کا حکم ہو تو اپنے تن، من، دھن کی قربانی دے کر دنیا و آخرت کی نعمتیں لوٹیں۔ ان میں سے ایک گروہ ایسا تھا جو کہ ان کے دل منافقت کی مرض میں مبتلا تھے ظاہرًا وہ مؤمنین صادقین سے بھی بڑھ چڑھ کر اپنے شوق جہاد کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ تو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد کا حکم صریح الفاظ میں آہی گیا تو اہل ایمان نے شکر الٰہی بجالایا۔ لیکن منافقین کی حالت

دیکھنے کے لائق تھی ان کے حواس باختہ اور اوسان خطا ہو گئے یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان پر موت کی غشی کا عالم طاری ہے۔

ان کی اس زبوں حالی اور بزدلی کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے غائب کے صیغہ سے حاضر میں التفات کرکے ان کو خطاب کرکے کہا۔ بزدلو! یہ ہے تمہارے بلند بانگ دعووں کی حقیقت تمہارا وہ جوش وخروش کدھر گیا۔ تمہاری وہ بڑھکیں کیا ہو گئیں تم تو ایسے ناقابل اعتبار اور جھوٹے ہو کہ تمہاری کسی بات پر بھی یقین نہیں کیا جا سکتا۔ تم سے کیا بعید ہے کہ اگر تمہیں کل کو حاکم بنا دیا جائے تو بجائے عدل وانصاف کے تم زمین میں فساد برپا کر دو۔ اور اپنوں ہی کے گلے کاٹنے لگو۔ یہ خطاب صیغہ حاضر میں ان منافقین کے خلاف اللہ تعالیٰ کی حقارت اور ان سے ناپسندیدگی کے اظہار کے لئے کیا گیا اور ان کی زجر وتوبیخ کے لئے

اظہارِ نفرت کے بعد سلسلۂ کلام پہلے کی طرح صیغہ غائب میں شروع کر دیا گیا۔ کہ یہ منافق لوگ ایسے ہیں کہ ان کی نیتوں، اعمال وافعال اور گفتار وکردار کی حقیقت کے مدنظر اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ان کی آنکھوں کو نورِ بصیرت سے محروم کر دیا اور ان کے کانوں کو آوازِ حق سننے سے عاری کر دیا کہ اپنے اعمال کی پاداش میں وہ ان نعمتوں سے استفادہ ہی نہ کر سکیں۔

۲۴:۴۷ = اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ: آ ہمزہ استفہامیہ ف کا عطف جملہ محذوف پر ہے لَا یَتَدَبَّرُوْنَ مضارع منفی صیغہ جمع مذکر غائب تَدَبُّرٌ تَفَعُّلٌ مصدر اَلْقُرْاٰنَ اسم مفعول واحد مذکر۔ کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے۔ (یعنی کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے، قرآن کے اندر جو نصیحتیں ہیں اور تنبیہات ہیں۔ ان کو تلاش نہیں کرتے۔ اگر تفحص اور تلاش سے کام لیتے تو حق ان پر واضح ہو جاتا۔

یہ استفہام انکاری توبیخی ہے۔ (تفسیر المظہری)

= اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔ اَمْ حرفِ عطف بمعنی یا ہے یعنی کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا کرتے ہیں مگر ان کے دلوں پر قفل لگنے سے کچھ سمجھ نہیں پاتے۔

یا اَمْ بمعنی بَلْ ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہو گا:

یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے نہ صرف یہ بلکہ مزید برآں ان کے دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔

اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا: کی تشریح میں صاحب تفسیر مظہری قمطراز ہیں

یہ استعارہ بالکنایہ ہے قلب کو خزانے سے تشبیہ دی اور ہر خزانہ کا مقفل ہونا لازم نہیں تو مناسب ضرور ہے مشبہ بہ کی مناسبات کو مشبہ کے لئے ثابت کیا ہے پھر اقفال کی قلوب کی طرف اضافت کی گئی ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ دلوں پر جو قفل پڑے ہیں وہ یہ مستعمل قفل نہیں ہیں بلکہ غیر معمولی تالے ہیں جو قلوب کے مناسب ہیں (یعنی غفلت کے تالے ہیں لوہے پیتل وغیرہ کے نہیں)

گویا بصورت کنایہ بات بتائی کہ ان کے اندر استعداد ہی نہیں ہے ان کے دل نصیحت پذیری کی قابلیت ہی نہیں رکھتے۔ اگر بالفرض قرآن میں یہ غور بھی کریں تب بھی سمجھ نہیں پائیں گے۔"

۴۷ : ۲۵ = اِرْتَدُّوْا ماضی جمع مذکر غائب اِرْتِدَادٌ (افتعال) مصدر۔ جس کے معنی جس راستہ سے آیا اسی راستہ سے واپس جانے کے ہیں۔ وہ لوٹ گئے۔ وہ الٹے پھرے۔

= اَدْبَارِهِمْ مضاف مضاف الیہ اَدْبَارٌ جمع دُبُرٌ واحد۔ ان کی پیٹھیں دُبُر، پیٹھ، پشت، پچھلا حصہ۔ اِرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ وہ پیٹھ دے کر پھر گئے۔ انہوں نے راہِ ارتداد اختیار کیا۔

= تَبَیَّنَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَبَیُّنٌ (تفعّل) مصدر۔ جس کے معنی ظاہر ہونے اور واضح ہو جانے کے ہیں۔

بیان کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔

ایک تو خود دلالتِ حال۔ کہ صورت بہ بیں حالت مپرس:

دوسرے آزمائش کے ذریعہ کسی چیز کا کھلنا اور واضح ہو جانا۔ خواہ آزمائش بذریعہ نطق ہو یا کنایۃً یا اشارۃً۔

= سَوَّلَ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَسْوِیْلٌ (تفعیل) مصدر جس کے معنی نفس کا اس چیز کو کہ جس پر وہ حریص ہے مزین کرنا اور بُری کو اچھی شکل میں پیش کرنے کے ہیں۔ سَوَّلَ لَهُ الشَّيْطٰنُ۔ اي اغواه وزين له وسهل له ان يفعل الشئ۔ شیطان نے اس کو گمراہ کیا اور اس کو مزین کرکے دکھایا۔ اور کسی کام کا کرنا سہل کر دیا۔ سَوَّلَتْ لَهُ نَفْسُهُ كَذَا: اس کے نفس نے اس کو مزین کر دیا اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ

لِیْ نَفْسِیْ (۲۰: ۹۶) اور مجھے میرے جی نے (اس کام کو) اچھا بنایا تھا
= وَ اَمْلٰی لَھُمْ: واؤ عاطفہ اَمْلٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب اِمْلَاءٌ (افعال) مصدر۔ جس کے معنی مہلت دینے کے ہیں۔ ڈھیل دینے اور لمبی امیدیں دلانے کے ہیں۔ اور اس نے ان کو لمبی لمبی امیدیں دلائیں۔ اجھوٹی امیدوں کے خوشنما قلعے کھڑے کر دیئے) اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَکَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اَمْلَیْتُ لَھَا (۲۲: ۴۸) اور بہت سی بستیاں ہیں کہ میں ان کو مہلت دیتا رہا۔

۴۷: ۲۶ = ذٰلِکَ: ارتداد: جس کے متعلق اوپر مذکور ہوا۔ اس کی طرف اشارہ ہے نہ ہی املاء اور نہ ہی تسویل کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے کیونکہ اگلا آنے والا قول ان دونوں میں سے کسی کا بھی سبب نہیں بن سکتا۔

یہ مبتدا ہے اور اگلا جملہ خبر۔

= بِاَنَّھُمْ میں بار سببیہ ہے اَنَّ حرف مشبہ بالفعل ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ قَالُوْا کا فاعل منافقین ہیں جو مرتد ہو گئے تھے۔

مطلب یہ کہ اس ارتداد کی وجہ یہ ہے کہ یہ منافقین لوگ (یعنی مرتدین) کہتے ہیں
= لِلَّذِیْنَ کَرِھُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰہُ۔ الذین اسم موصول اور اگلا جملہ اس کا صلہ۔ مَا نَزَّلَ اللّٰہُ سے مراد القرآن ہے مطلب یہ ہے کہ یہ منافقین مرتدین ان لوگوں سے جن پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کا نزول ناگوار گذرتا ہے۔ کہتے ہیں (ان کارہین سے مراد یہودیوں کے قبائل بنو قریظہ اور بنو نضیر ہیں جو یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر برحق نازل ہوا ہے،، حسد کی آگ میں جل رہے تھے کہ یہ کلام ربانی ان میں سے کسی ایک پر کیوں نازل نہیں ہوا
= سَنُطِیْعُکُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ۔ یہ مقولہ ہے مرتدین کا۔ سَ مضارع قریب کے لئے ہے۔ نُطِیْعُ مضارع جمع متکلم اِطَاعَۃٌ (افعال) مصدر
= فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ۔ بعض باتوں میں مثلاً جنگ کی صورت میں مسلمانوں کے ساتھ عدم تعاون وغیرہ۔ اس کی تشریح ارشاد الٰہی سے ہوتی ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نَافَقُوْا یَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِھِمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَکُمْ وَلَا نُطِیْعُ فِیْکُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّکُمْ (۵۹: ۱۱) کیا تم نے ان منافقوں کو نہیں دیکھا۔

جو اپنے کافر بھائیوں سے جو اہل کتاب ہیں کہا کرتے ہیں کہ اگر تم جلاوطن کئے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ چل نکلیں گے اور تمہارے بارے میں کبھی کسی کا کہا نہ مانیں گے اور اگر جنگ ہوئی تو تمہاری مدد کریں گے۔

== وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ۔ واؤ عاطفہ اِسْرَارَهُمْ مضاف مضاف الیہ اِسْرَارٌ بروزن افعال مصدر ہے بمعنی چھپانا۔ سرگوشیاں کرنا۔ کوئی بات چھپا کر کرنا۔ اور اللہ ان کے خفیہ باتیں کرنے کو جانتا ہے، انہوں نے سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْاَمْرِ خفیہ طور پر کہا لیکن اللہ ان کی خفیہ باتوں کو جانتا ہے اور اس نے اسے فاش کر دیا۔

الکشاف میں ہے قالوا ذٰلك سرًّا فيما بينهم فافشاه الله عليهم انہوں نے یہ بات خفیہ طور پر ایک دوسرے سے کہی اللہ نے اسے ان پر راز کو فاش کر دیا۔

۴۷ : ۲۷ == فَكَيْفَ۔ فَ ترتیب کا ہے کیف حرف استفہام۔ یہ استفہام تعجبی ہے پس تعجب ہے ان کا کیا حال ہوگا اور بچنے کی یہ کیا تدبیر کریں گے۔ ای کیف حالهم او حیلتهم۔ فکیف خبر ہے جس کا مبتدا محذوف حالهم ہے۔

== اِذَا۔ جب۔ اسوقت۔ ظرف زمان ہے۔

== تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ تَوَفَّتْ ماضی واحد مؤنث غائب اس نے اٹھایا اس نے قبض کیا۔ تَوَفِّیٌ (تفعّل) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اس (فرشتوں کی جماعت) نے ان کو اٹھا لیا۔ یا ان کی جانیں قبض کریں۔

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ پس کیا حال ہوگا ان کا جس وقت فرشتے ان کی جانیں قبض کریں گے۔

== يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ، (درآں حالیکہ) وہ ان کو ان کے چہروں اور پشتوں پر ضربیں لگا رہے ہوں گے۔ جملہ اَلْمَلٰٓئِكَةُ سے حال ہے۔

۴۷ : ۲۸ == ذٰلِكَ یہ مار پٹائی۔ یہ درگت۔

== بِاَنَّهُمْ ب سببیہ ہے

== مَا موصولہ ہے اَسْخَطَ اللّٰهَ۔ اَسْخَطَ ماضی واحد مذکر غائب اِسْخَاطٌ (افعال) مصدر۔ جس کے معنی غصہ دلانے اور بیزار کرنے کے ہیں۔

ان کی یہ مار پٹائی اس لئے ہوگی کہ انہوں نے دنیا میں اس امر کی پیروی کی جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنا تھا۔

= کَرِھُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب کَرَاھَۃٌ مصدر (باب سمع) انہوں نے ناپسند کیا انہوں نے بُرا سمجھا۔ انہوں نے کراہت کی۔

رِضْوَانَہٗ مضاف مضاف الیہ اس کی رضامندی کو۔ اس کی خوشنودی کو۔

رضوانٌ ۔ رَضِیَ یَرْضٰی (باب سمع) کا مصدر ہے

المفردات میں ہے۔ رَضِیَ (س)، رَضًا راضی ہونا۔ واضح رہے کہ بندے کا اللہ تعالیٰ سے راضی ہونا یہ ہے کہ جو قضائے الٰہی سے اس پر وارد ہو وہ اُسے خوشی سے برداشت کرے اور اللہ تعالیٰ کے بندے پر راضی ہونے کے معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ اسے اپنے اوامر بجالانے والا اور منہیات سے رکنے والا پائے۔

اَلرِّضْوَانُ ۔ رضائے کثیر یعنی نہایت خوشنودی کو کہتے ہیں چونکہ سب سے بڑی رضا اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے اس لئے قرآن پاک میں خاص کر رضائے الٰہی کے لئے رضوان کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

رِضْوَانَہٗ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔

= فَاَحْبَطَ اَعْمَالَھُمْ فَ ترتیب کے لئے ہے اَحْبَطَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِحْبَاطٌ (افعال) مصدر سے۔ اس نے اکارت کر دیا۔

حَبْطِ عمل کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ ایمان نہ ہونے کے باعث دنیا کے تمام اچھے اعمال مثلاً حُسنِ مُعاشرت، پاکیزہ اخلاق وغیرہ آخرت میں بے نتیجہ ہیں۔

۲۔ انسان میں ایمان موجود ہے۔ لیکن اعمالِ خیر جو اس نے سرانجام دیئے وہ لوجہ اللہ نہیں تھے اس لئے اکارت ہوئے۔

۳۔ اعمال صالحہ تو موجود ہیں لیکن اس کے مقابل گناہ اس کثرت سے کئے کہ اعمالِ صالحہ بے اثر ہو کر رہ گئے اور گناہوں کا پلّہ بھاری ہو گیا۔

۴۷ : ۲۹ = اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ۔ میں اَمْ منقطعہ ہے کلام سابق سے اعراض پر دلالت کر رہا ہے۔ اور استفہام انکاری ہے مَرَضٌ سے مراد نفاق ہے۔ کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یہ خیال کرتے ہیں۔

== اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰہُ اَضْغَانَھُمْ: اَنْ مصدریہ ہے لَنْ یُّخْرِجَ مضارع منفی تاکید بلَنْ صیغہ واحد مذکر غائب اَضْغَانَھُمْ مضاف مضاف الیہ۔ اَضْغَانٌ جمع ہے ضِغْنٌ کی بمعنی سخت کینہ اور دل کی خفگی۔ چھپا ہوا کینہ، الاضغان (باب افعال) کپڑا یا اسلحہ وغیرہ پہن کر اس میں مستور ہو جانا۔

ترجمہ: کہ اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدہ عداوتوں کو کبھی ظاہر نہیں کرے گا۔ (ان کے دلوں کے اندر کے چھپے ہوئے کینہ کو کبھی ظاہر نہیں کرے گا)

۴۷: ۳۰ == لَاَرَیْنٰکَھُمْ: لام تاکید کے لئے ہے اَرَیْنَا ماضی جمع متکلم اِرَاءَۃٌ (افعال) بمعنی دکھانا کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مفعول اوّل۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول ثانی، ہم ان لوگوں کو آپ کو دکھادیں (یعنی اگر ہم چاہیں تو آپ کو ان لوگوں سے اچھی طرح آگاہ کردیں اور ان کی مفصل واقفیت مہیا کردیں۔ تاکہ آپ ان کے نشانات وعلامات سے ان کو پہچان جائیں۔

== فَلَعَرَفْتَھُمْ۔ فَ ترتیب کا ہے۔ لام تاکید کا۔ عَرَفْتَ ماضی واحد مذکر حاضر۔ تو پہچان لے۔ تو جان لے۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، اُن کو۔

== بِسِیْمٰھُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کا چہرہ، ان کی نشانی۔ سِیْمَا کے معنی علامت اور نشانی کے ہیں۔ یہ اصل میں وَسْمٰی تھا۔ واو کو فاء کلمہ کی بجائے عین کلمہ کی جگہ رکھا گیا۔ تو سِوْمٰی ہو گیا۔ پھر واؤ ساکن اور ما قبل مکسور ہونے کی وجہ سے واؤ کو ی کیا۔ سِیْمٰی ہو گیا۔ پھر علامات اور نشانات سے آپ ان کو پہچان لیں۔

== وَلَتَعْرِفَنَّھُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ۔ واؤ عاطفہ لام تاکید کا ہے تَعْرِفَنَّ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تاکید با نون ثقیلہ۔ مَعْرِفَۃٌ (باب ضرب) مصدر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان کو ضرور پہچان لے گا۔

لَحْنِ الْقَوْلِ مضاف مضاف الیہ، لحن اسم مفرد۔ لہجہ۔ انداز آواز۔ ایک حدیث میں ہے۔ اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ، قرآن کو عربی لہجہ میں پڑھا کرو لَحْنٌ و لَحَنٌ و لُحُوْنٌ و لَحَانَۃٌ اعراب میں غلطی کرنا لَحَنَ فِیْ کَلَامِہٖ (باب فتح) کلام میں اعرابی غلطی کی۔ غلط بولا۔ اور باب فتح ہی سے لَحَنَ فِیْ قِرَاءَتِہٖ اس نے گا کر پڑھا۔ اس نے گفتگو میں تعریض کی، یعنی ایسی گفتگو کی کہ الفاظ بظاہر کسی دوسرے معنی پر دلالت کر رہے ہوں اور مراد کچھ اور ہو۔

تصریح چھوڑ کر بطور تعریض کلام کرنا اکثر ادباء کے نزدیک فنِ بلاغت کے لحاظ سے مستحسن اور کلام کی خوبیوں میں شمار ہوتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے!

وَخَیْرُ الْحَدِیْثِ مَاکَانَ لَحْنًا ؎

(بہتر کلام وہ ہے جو تعریض میں ہو)

اَلْحَنَ النَّاسِ گانے اور پڑھنے میں سب سے فوق۔ اور اَلْحَنُ کا مطلب زیادہ واقف اور ہوشیار بھی ہے۔

اور حدیث پاک میں آیا ہے لَعَلَّ اَحَدُکُمْ اَلْحَنُ بِحُجَّتِہٖ شاید تم میں سے بعض آدمی دلیل پیش کرنا زیادہ جانتے ہوں۔

آیت ہذا میں لہجہ اور انداز کلام مراد ہے (از لغات القرآن و المفردات)

= وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَعْمَالَکُمْ۔ اور اللہ جانتا ہے تمہارے اعمال کو (اور ان نیتوں کو ان اعمال کے پیچھے کارفرما ہیں)

= وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ: واؤ عاطفہ لام تاکید کے لئے نَبْلُوَنَّ مضارع معروف تاکید بانون ثقیلہ۔ صیغہ جمع متکلم بَلَاءٌ مصدر باب نصر۔ ہم ضرور آزمائیں گے۔ ہم ضرور جانچ کریں گے تمہاری کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ (تمہاری)

= نَعْلَمَ۔ مضارع منصوب بوجہ عملِ حَتّٰی۔ جمع متکلم۔ تاکہ ہم جان لیں۔

حَتّٰی نَعْلَمَ کی وضاحت فرماتے ہوئے صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں:۔

یعنی جس طرح وجود سے پہلے ہم کو معلوم تھا کہ آئندہ ایسا ہوگا۔ اسی طرح امتحان کے بعد ہم علم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یا نَعْلَمَ کا معنی ہے نُمَیِّزَ، یعنی ہم چھانٹ دیں۔ الگ الگ کردیں۔ (علم سبب ہے اور تمیز یعنی الگ الگ کردینا اس کا نتیجہ۔ سبب بول کر اس کی جگہ مسبب یعنی نتیجہ مراد لیا ہے)

= اَخْبَارَکُمْ مضاف مضاف الیہ، تمہاری خبریں۔ تمہارے احوال۔ تمہارے صحیح احوال نَبْلُوَا ہم تمہارے صحیح احوال کی جانچ کرلیں یا نَبْلُوَ بمعنی نُظْہِرَ۔ ہم تمہارے احوال کو ظاہر کردیں۔

فَائِدَہ: اگرچہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم قبل از وجود ویسا ہی ہے جیسا کہ وجود کے بعد۔ لیکن جو علم قبل الوجود ہے اس پر احکام مرتب نہیں ہوتے اور امتحان کے بعد جو علم

ہوتا ہے وہ حادث بھی ہے اور اس پر احکام بھی مرتب ہوتے ہیں۔
= صَدُّوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ صَدٌّ وصُدُوْدٌ (باب نصر) مصدر انہوں نے روکا۔ صُدُوْدٌ (فعل لازم) رکنا۔ روگردانی کرنا۔ منہ موڑنا۔ صَدٌّ (فعل متعدی)
= شَاقُّوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ شِقَاقٌ وَمُشَاقَّۃٌ (مفاعلۃ) مصدر۔
= الرَّسُوْلَ ۔ مفعول واحد مذکر غائب۔ انہوں نے رسول کی مخالفت کی۔ وہ رسول کے مخالف ہوئے۔ ش ق ق مادہ۔
= مِنْ بَعْدِ مَا ۔ مِنْ حرف جار، مَا موصولہ۔ اگلا جملہ اس کا صلہ۔
= تَبَیَّنَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَبَیُّنٌ (تفعل) مصدر بمعنی ظاہر ہونا واضح ہونا اَلْھُدٰی اسم و مصدر ہدایت ، انبیاء۔ اللہ کی کتابیں، صحیفے، دلائل فطریہ۔ براہین عقلیہ، ایمان یہ سب بجائے خود ہدایت بھی ہیں اور ہادی بھی۔ یہ فعل تبیین کا فاعل ہے۔ بعد اس کے کہ کھل چکی ان پر راہ ہدایت۔
= لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ ۔ لَنْ یَّضُرُّوْا مضارع منصوب نفی تاکید بَلَنْ۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔ اَللّٰہَ مفعول (یہ سب یعنی کفر کرنے والے۔ راہ ہدایت سے روکنے والے، اور رسول کی مخالفت کرنے والے) اللہ کا ہرگز کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔
یَضُرُّوْا ضَرٌّ (باب نصر) مصدر سے۔ بمعنی نقصان پہنچانا۔ ضرر پہنچانا۔
= وَسَیُحْبِطُ اَعْمَالَھُمْ ۔ واؤ عاطفہ س مستقبل قریب کے لئے۔
یُحْبِطُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب (ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے اِحْبَاطٌ (افعال) مصدر وہ باطل کردے گا۔ وہ بیکار کردے گا۔ وہ ضائع کردے گا۔
اَعْمَالَھُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر یُحْبِطُ کا مفعول۔ ان کے اعمال کو،
۴۷: ۳۳ = لَا تُبْطِلُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، اِبْطَالٌ (افعال) مصدر تم ضائع نہ کرو۔ تم باطل نہ کرو۔
۴۷: ۳۴ = وَھُمْ کُفَّارٌ ۔ جملہ حالیہ ہے۔ دراں حالیکہ وہ کافر ہی تھے۔ یعنی بحالت کفر۔
= فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ ۔ فَ عاطفہ ترتیب کے لئے ہے۔ لَنْ یَّغْفِرَ مضارع منفی (منصوب) تاکید بلن۔ تو اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔
۴۷: ۳۵ = فَلَا تَھِنُوْا ۔ ف عاطفہ۔ لَا تَھِنُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر وَھْنٌ

(باب ضرب) مصدر، بمعنی سستی کرنا۔ کمزور ہونا۔ بودا ہوجانا۔ تم بودے نہ ہوجاؤ۔ تم بزدل نہ بنو۔

== وَتَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ۔ اَلسَّلْمِ۔ صلح۔ اسم ہے، مذکر بھی استعمال ہوتا ہے اور نہ صلح کے لئے پکارو۔ یعنی صلح کی استدعا مت کرو۔

اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ ای وَلَا تَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ۔

== وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ۔ جملہ حالیہ ہے۔ اَلْاَعْلَوْنَ غالب۔ بلند مرتبہ۔ اَعْلٰی کی جمع ہے۔ اصل میں اَعْلَيُوْنَ تھا۔ ی متحرک ماقبل مفتوح۔ یَ کو الف سے بدلا گیا۔ اجتماع ساکنین الفَ اور واؤ کی وجہ سے الف کو حذف کردیا گیا۔ فتحہ کو باقی رکھا گیا۔ تاکہ وہ حذف الف پر دلالت کرے۔ (لغات القرآن)

جملہ کا ترجمہ ہوگا:۔ حالانکہ تم ہی غالب رہوگے،

== وَلَنْ يَّتِرَكُمْ واؤ عاطفہ۔ لَنْ يَّتِرَكُمْ مضارع منفی منصوب تاکید بلن۔ صیغہ واحد مذکر غائب (ضمیر فاعل کا مرجع اللہ ہے) وَتْرٌ باب ضرب) مصدر بمعنی کم کرنا كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ ہرگز تمہارے اعمال (کے اجر میں) کمی نہیں کرے گا۔

اَلْوَتْرُ اَلْوِتْرُ اَلتِّرَةُ کے معنی کینہ کے ہیں۔ اور وَتَرْتُهٗ (باب ضرب) ہے جس کے معنی ہیں کسی کو تکلیف پہنچانا یا اس کا حق کم کرنا۔

اَلتَّوَاتُرُ کسی چیز کا یکے بعد دیگرے متواتر آنا۔ جَآءُوْا تَتْرًا۔ (وہ یکے بعد دیگرے کچھ وقفے کے بعد آئے۔

قرآن مجید میں ہے ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرًا (۲۳: ۴۴) پھر ہم پے درپے پیغمبر بھیجتے رہے۔

اضواءُ البیان میں ہے:۔

(وَلَنْ يَّتِرَكُمْ: اصلہ من الوتر وھو الفرد۔ فاصل قولہ: لن يترکم لن يفردکم ويجردکم من اعمالکم بل يوفيکم ايّاھا۔

اس کی اصل الوتر سے ہے یعنی فرد (ایک فرد) ارشادِ الٰہی لن یترکم سے مراد ہے کہ وہ تمہیں اکیلا نہیں چھوڑے گا اور تمہیں تمہارے اعمال (کے اجر سے) خالی ہاتھ نہیں رکھیگا۔ بلکہ ان کا پورا پورا اجر عطا کرے گا۔

۴۷: ۳۶ == اِنَّمَا۔ بے شک، تحقیق۔ سوائے اس کے نہیں۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے

اور مَا کافہ ہے جو حصر کے لئے آتا ہے اور اِنَّ کو عملِ لفظی سے روک دیتا ہے۔
اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الحیٰوۃ الدنیا موصوف وصفت مل کر اِنَّ کا اسم۔
لَعِبٌ وَّلَهْوٌ خبر اول ثانی اِنَّ کی۔
اِنَّ کے عمل کی وجہ سے الحیٰوۃ پر نصب ہونے چاہئے تھی لیکن مَا کافہ کی وجہ سے اِنَّ کے عمل لفظی کو روک دیا گیا ہے۔
لَعِبٌ اس مادہ کی اصل لُعَابٌ ہے جس کے معنی منہ سے بہنے والی رال کے ہیں اور لَعَبَ يَلْعُبُ لَعْبًا (باب فتح) کے معنی لعاب بہنے کے ہیں لیکن لَعِبٌ (باب سمع) سے فُلَانٌ يَلْعَبُ۔ لَعِبٌ کے معنی بغیر صحیح مقصد کے کوئی کام کرنے کے ہیں۔ چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ (۲۹: ۶۴) اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے اس طرح آیت ہذا اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ کا ترجمہ ہوگا۔
تحقیق یہ دنیا کی زندگی بے مقصد محض کھیل اور تماشا ہے۔
= لَهْوٌ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کو اہم کاموں سے ہٹائے اور باز رکھے یہ لَهَوْتُ بِكَذَا اور لَهَيْتُ عَنْ كَذَا سے اسم ہے جس کے معنی ہیں کسی مقصد سے ہٹ کر بے سُود کام میں لگ جانے کے ہیں۔ پھر ہر وہ چیز جس سے کچھ لذت اور فائدہ حاصل ہو اُسے بھی لہو کہہ دیا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا (۲۱: ۱۷) اگر ہم چاہتے کہ کھیل بنائیں تو ہم اپنے پاس سے بنا لیتے۔
محاورہ ہے اَلْهَاهُ كَذَا یعنی اسے فلاں نے اہم کام سے مشغول رکھا۔ اور قرآن مجید میں ہے اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ (۱۰۲: ۱) لوگو تم کو کثرتِ مال وجاہ واولاد کی خواہش نے غافل کر دیا ہے۔
= وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا۔ اِنْ شرطیہ ہے۔ یہ جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ جواب شرط ہے۔ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا۔ اگر تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ گے۔ وَتَتَّقُوْا فعل مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنَّ)، جمع مذکر حاضر۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ اور اگر تم پرہیزگار رہو یعنی اللہ کے احکام کی تعمیل کرتے رہو اور ممنوعات سے بچتے رہو۔

== یُؤْتِکُمْ اُجُوْرَکُمْ : اُجُوْرَکُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل یُؤْتِ کا۔ اُجُوْرٌ جمع اَجْرٌ کی۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان اور تقویٰ کا اجر آخرت میں عطا فرمائے گا۔

== وَلَا یَسْئَلْکُمْ اَمْوَالَکُمْ : جملہ کا عطف جملہ سابقہ یُؤْتِکُمْ اُجُوْرَکُمْ پر ہے اور اَمْوَالَکُمْ میں اضافت استغراقی ہے مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ صدقات وخیرات کی شکل میں تم سے سارا مال طلب نہیں کرے گا۔

صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں :۔

اللہ تم سے سارا مال طلب نہیں کرے گا۔ بلکہ ایک حقیر قلیل حصہ (یعنی چالیسواں حصہ) بلکہ اس سے بھی کم حصہ طلب کرے گا جیسے ۱۲۰ بکریوں میں سے صرف ایک بکری۔ لہٰذا تم کو غم نہیں کرنا چاہئے۔ ابن عیینہ نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ رفتارِ آیت بھی اسی مطلب کی مؤید ہے کیونکہ ایمان وتقویٰ کی ترغیب اور دنیوی زندگی کی مذمت سے بیوقوفوں کے دماغ میں یہ وہم پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ اپنے راستہ میں ہمارا سارا مال صرف کرانا چاہتا ہے۔ اس خیال کو دور کرنے کے لئے فرمایا۔ اللہ تمہارا سارا مال طلب نہیں کرے گا

۴۷ : ۳۷ == اِنْ یَّسْئَلْکُمُوْھَا۔ جملہ شرط ہے اِنْ شرطیہ یَسْئَلْ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ)، واحد مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر واؤ اشباع کا ہے ھَا ضمیر مفعول ثانی واحد مؤنث غائب جو اموال کی طرف راجع ہے اگر وہ تم سے اُسے (یعنی مال کو) طلب کرے۔

== فَیُحْفِکُمْ : فَ عاطفہ ہے یُحْفِ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ مقدرہ۔ واحد مذکر غائب اِحْفَاءٌ (افعال) مصدر۔ ح ف و مادہ۔

یُحْفِ اصل میں یُحْفِیُ تھا۔ اِنْ کے عمل سے یَ ساکن ہو گیا۔ یَ اجتماع ساکنین سے گر گئی۔ یَ کی رعایت سے فَ کو کسرہ دیا گیا۔ یُحْفِ ہو گیا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ پھر تم کو مانگنے پر تنگ کرے۔ تم سے مانگنے پر اصرار کرے۔ تم سے مانگنے میں زیادتی کرے۔

اِحْفَاءٌ۔ کسی کام میں زیادتی کرنا۔ مثلاً اَحْفٰی شَارِبَہٗ۔ اس نے اپنی لبوں کے بال بہت زیادہ تراشے۔ اور اَحْفَی السُّوَالَ اس نے بار بار سوال کیا۔

امام راغب لکھتے ہیں :۔ اصل میں یہ (یعنی اِحْفَاءٌ) اَحْفَیْتُ الدَّابَّةَ

سے ہے جس کے معنی گھوڑے یا اونٹ کو زیادہ چلا کر اس کے سُم یا پاؤں کو گھسا ہوا کر دینے کے ہیں "

اَلْحَفِیُّ۔ نیکوکار۔ نہایت مہربان۔ قرآن مجید میں ہے:۔

اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا (١٩: ٤٧) بیشک وہ مجھ پر نہایت مہربان ہے۔

اور اَلْحَفِیُّ بمعنی کسی چیز کا اچھی طرح جاننے والا بھی ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

یَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا (٧: ١٨٧) یہ تم سے اس طرح دریافت کرتے ہیں کہ گویا تم اس سے بخوبی واقف ہو "

= تَبْخَلُوْا جواب شرط ہے اِنْ یَّسْئَلْكُمُوْهَا جملہ شرطیہ ہے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَبْخَلُوْنَ تھا نون عامل کی وجہ سے حذف ہو گیا۔

تم بخل کرنے لگو۔ تم کنجوسی کرنے لگوگے۔ مال و متاع کو اس جگہ خرچ کرنے سے روک رکھنا جہاں خرچ کرنا چاہئے اس کا نام بخل ہے یہ جُود کے بالمقابل ہے۔

بخل کی دو قسمیں ہیں۔

ایک یہ کہ خود مناسب جگہ خرچ نہ کرنا اور دوسرے غیر کو بھی خرچ کرنے سے روک دینا یہ اور بھی قابل مذمت ہے۔ قرآن مجید میں ہے:۔

اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ۔ (٤: ٣٧) جو لوگ کہ خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بخل کا حکم دیتے ہیں۔ (اس میں دونوں قسم کا بخل مذکور ہے)۔ آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

اگر وہ تم سے تمہارے رسارے) مال طلب کرے اور اس پر سختی سے اصرار کرے تو تم بخل کرنے لگو۔ تم کنجوسی کروگے۔

= وَیُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ واؤ عاطفہ، یُخْرِجْ کی ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے وہ نکال دیتا ہے۔ وہ ظاہر کر دیتا ہے یا کر دے گا۔ یُخْرِجْ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے

اَضْغَانَكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول یُخْرِجْ کا۔ اور (یوں) وہ ظاہر کر دے تمہاری ناگواریوں کو۔

اَضْغَانَ جمع ضِغْنٌ کی ہے۔ صاحب تاج العروس اس کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قَدْ ضَغِنَ اِلَیْہِ مَالَ واشتاق و حقد ۔ اس لفظ کے تین معنی ہیں ۔ کسی چیز کی طرف مائل ہونا ۔ کسی چیز کا شوق دل میں پیدا ہونا ۔ اور کینہ و بغض ،،

اس آیت میں اگر روئے سخن منافقین کی طرف ہو تو پھر اس کا معنی ہوگا کہ تمہارے دلوں میں اسلام کے بارے میں جو بغض و عناد ہے جسے تم بڑی مہارت سے چھپائے ہوئے ہو وہ ظاہر ہو جائے گا ۔

اور اگر اس سے مراد اہل ایمان ہیں تو پھر اس سے مراد محبت ہوگی کیونکہ ہر شخص صدیق اکبر نہیں ہوا کرتا کہ اپنے محبوب کریم کے اشارہ ابرو پر اپنے گھر کا سارا اثاثہ اٹھا کر لے آئے اور اس کے قدموں پر ڈھیر کر دے ۔ بعض لوگوں کو مال سے محبت ہوتی ہے وہ کسی حد تک قربانی کے لئے آمادہ ہوتے ہیں لیکن اگر انہیں سارا مال خرچ کرنے کا حکم دیا جائے اور اس پر اصرار کیا جائے تو بعض لوگ دولت سے اپنے اس لگاؤ کو چھپا نہیں سکتے ۔

ضغن کے یہ متعدد معانی ہیں ، محل اور موقع کی مناسبت سے اس کا معنی متعین کیا جائے گا ۔ (ضیاء القرآن)

۴۷ : ۳۸ = ھٰاَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ ۔ ھَا حرف تنبیہ ہے اَنْتُمْ مبتدا اور ھٰٓؤُلَآءِ خبر ہے ھَا تنبیہ کو مکرر تاکید کے لئے لایا گیا ہے دیکھو تم وہ لوگ ہو

= تُدْعَوْنَ : مضارع مجہول جمع مذکر حاضر دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر تم پکارے جاتے ہو تم بلائے جاتے ہو یا بلائے جاؤ گے ۔

= لِتُنْفِقُوْا ۔ لام تعلیل کے لئے ہے تُنْفِقُوْا مضارع منصوب (بوجہ لام تعلیل) جمع مذکر حاضر ۔ اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر ۔ کہ تم (اپنے مال) خرچ کرو ۔

= فَمِنْکُمْ مَنْ یَّبْخَلُ میں مِنْ تبعیضیہ ہے ۔ اور مَنْ موصولہ ۔ یَبْخَلُ اس کا صلہ ۔ پس تم میں سے بعض وہ ہیں جو بخل کرنے لگتے ہیں (یعنی فرض کردہ مصارف از قسم زکوٰۃ وغیرہ میں بھی بخل کرتے ہیں)

= یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِہٖ ۔ ای یَبْخَلُ عَلٰی نَفْسِہٖ ۔ بَخِلَ یَبْخَلُ (باب سمع) فعل لازم ۔ بخیل ہونا ، کنجوس ہونا ۔ بَخِلَ عَلَیْہِ ، بَخِلَ عَنْہُ کسی سے بخل کرنا ۔ (متعدی)

ترجمہ : ۔ جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ اپنی جان سے بخل کر رہا ہوتا ہے ۔

مَنْ یَّبْخَلُ جملہ شرط اور فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِہٖ جواب شرط ۔

== وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اور اللہ تعالیٰ تو غنی ہے (کسی کا محتاج نہیں) بلکہ تم (اس کے) محتاج ہو۔ وہ غنی ہے اسے اپنی ذات کے لئے کچھ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ اپنی راہ میں کچھ خرچ کرنے کے لئے تم سے کہتا ہے تو وہ اپنے لئے نہیں بلکہ تمہاری ہی بھلائی کے لئے کہتا ہے۔

== وَاِنْ تَتَوَلَّوْا۔ واو عاطفہ ہے اس جملہ کا عطف وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا پر ہے اِنْ شرطیہ ہے تَتَوَلَّوْا مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ) جمع مذکر حاضر ہے، تَوَلِّیْ (تفعّل) مصدر۔ تتولوا اصل میں تَتَوَلَّوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہوگیا تَوَلِّیْ کا تعدیہ جب بنفسہٖ ہوتا ہے تو اس کے معنی دوستی رکھنے، امداد کرنے اور دوسرے کا کام سرانجام دینے کے ہوتے ہیں اور جب اس کا تعدیہ بواسطہ عَنْ ہوتا ہے خواہ لفظاً ہو یا تقدیراً تو روگردانی کرنے، منہ پھیرنے اور دور ہونے کے آتے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ (٦٠: ١٣)

اے مومنو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن سے خدا تعالیٰ غصہ ہوا ہے، میں تعدیہ بنفسہٖ ہے۔ اس لئے یہاں دوستی اور امداد کرنے کے معنی ہوں گے، اور باقی تین جگہ جہاں یہ صیغہ آیا ہے تعدیہ بذریعہ عَنْ ہے جو لفظوں میں مذکور نہیں ہے۔ مقدر اور پوشیدہ ہے

اِنْ تَتَوَلَّوْا جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ یَسْتَبْدِلْ ...... جواب شرط ہے

== یَسْتَبْدِلْ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط واحد مذکر غائب۔ استبدالٌ (استفعال) مصدر وہ تمہاری جگہ لے آئیگا۔ تمہارے عوض بنا دیگا۔

ترجمہ:۔ وہ تمہارے عوض دوسری قوم لے آئیگا۔

== ثُمَّ۔ یہ ماقبل کے مرتبہ سے بُعد کے لئے آیا ہے للتراخی فی الرتبۃ۔

ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا اَمْثَالَکُمْ۔ پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔ (یعنی وہ ایمان وتقویٰ سے روگردانی کرنے والے نہ ہوں گے۔ بلکہ ان کی طرف رغبت رکھنے والے ہوں گے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۴۸) سُوْرَۃُ الْفَتْحِ مَدَنِیَّۃٌ (۱۱۱)

۴۸ : ۱ = اِنَّا ۔ بے شک ہم ۔ حرف مشبہ بالفعل ہے ۔ اِنَّ اور ضمیر جمع متکلم نَا سے مرکب ہے ۔ تحقیق ہم ۔

= فَتَحْنَا : ماضی جمع متکلم فَتْحٌ (باب فتح) مصدر ۔ ہم نے کھولا ۔ ہم نے فتح دی اَلْفَتْحُ کے معنی کسی چیز سے بندش اور پیچیدگی کو زائل کرنے کے ہیں اور یہ ازالہ دو قسم پر ہے :

(۱) جس کا آنکھ سے ادراک ہو سکے ۔ جیسے فَتَحَ الْبَابَ : اس نے دروازہ کھولا اور جیسے فَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَھُمْ (۱۲ : ۶۵) اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا ۔

(۲) جس کا ادراک بصیرت سے ہو ۔ جیسے فَتْحُ الْھَمِّ (یعنی ازالہ غم) اس کی بھی چند قسمیں ہیں :

(ا) ایک وہ جس کا تعلق دنیوی زندگی سے ہو ۔ جیسے مال وغیرہ دے کر غم واندوہ اور فقر و فاقہ و احتیاج کو زائل کرنا جیسے کہ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُکِّرُوْا بِہٖ فَتَحْنَا عَلَیْھِمْ اَبْوَابَ کُلِّ شَیْءٍ (۶ : ۴۴) پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو جوان کو دی گئی تھی فراموش کر دیا ۔ تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے ۔ یعنی ہر چیز کی فراوانی کر دی ۔

(ب) علوم و معارف کے دروازے کھولنا ۔ جیسا کہ آیۂ زیر مطالعہ کہ بعض نے کہا ہے یہ فتح مکہ اور صلح حدیبیہ کی طرف اشارہ ہے ۔ اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ اس سے علوم و معارف اور ان ہدایات کے دروازے کھولنا مراد ہے جو کہ ثواب اور

مقاماتِ محمودہ تک پہنچنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔
الفتح کا استعمال اور کئی معانی میں آتا ہے۔ یہاں اتنا ہی کافی ہے۔
= فَتْحًا مُّبِيْنًا: موصوف وصفت مل کر فتحنا کا مفعول۔ ایک ظاہر اور کھلی وصریح فتح۔
۴۸: ۲ = لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ۔ تاکہ اللہ آپ کو معاف کر دے۔
صاحب تفسیر مظہری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:۔
" لِيَغْفِرَ۔ یہ فتح کی علت غائی (یعنی نتیجہ اور مقصد) ہے۔ کافروں سے جہاد شرک کو مٹانے اور دین کو بلند کرنے کی کوشش، ناقص نفوس کو شروع میں زور اور قوت کے ساتھ کامل بنانا۔ (یعنی کافروں پر بزور مسلمانوں کا غالب آنا) تاکہ آئندہ آہستہ آہستہ اختیار کے ساتھ درجۂ کمال تک پہنچ سکیں اور کمزور مسلمانوں کو ظالموں کے ہاتھوں سے رہا کرانا۔ ان تمام امور کا نتیجہ اور غایت مغفرت ہی ہے:
بعض علماء کے نزدیک لِيَغْفِرَ کا لام (غایت کے لئے نہیں ہے بلکہ) لامِ کَیْ ہے جس کا ترجمہ ہے تاکہ۔ مطلب یہ ہوگا کہ آپ کے لئے مغفرت کے ساتھ تکمیل نعمت اور فتح ہو جائے۔
بعض کے نزدیک فَاشْكُرْ فعل محذوف ہے اور لِيَغْفِرَ کا تعلق اسی سے ہے یا فَاسْتَغْفِرْ محذوف ہے اور لام کا اسی سے تعلق ہے "
= مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ مَا موصولہ تَقَدَّمَ اس کا صلہ تَقَدَّمَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ جو پہلے گذر چکا۔ تَقَدُّمٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر جس کے معنی اصل میں تو قدم بڑھانے کے ہیں اور اسی اعتبار سے آگے بڑھنے اور پہلے ہونے اور سابق میں گذرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے
= وَمَا تَاَخَّرَ مَا موصولہ۔ تَاَخَّرَ۔ اس کا صلہ۔ تَاَخُّرٌ (تفعل) مصدر سے واحد مذکر غائب اور جو پیچھے ہوا۔ جو بعد میں ہونے والے ہیں۔
آیت کا ترجمہ:۔
تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔

فائدہ: پیغمبروں سے شرعی گناہ سرزد نہیں ہوتے وہ شرعی گناہوں سے معصوم

ہوتے ہیں یہاں مراد عرفانی گناہ ہیں جو اگر عوام الناس سے سرزد ہوں تو ان کو کوئی تنبیہ نہیں لیکن پیغمبروں اور ولیوں سے سرزد ہو جائیں تو فہمائش من جانب اللہ ہوتی ہے۔ الیسر التفاسیر میں ہے:۔

و ہو من باب حسنات الابرار سیئات المتقین

= وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ۔ اس جملہ کا عطف جملہ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ پر ہے۔ اور مکمل فرمادے اپنے انعامات کو آپ پر۔

ای یتم نعمتہ علیک باعلاء الدین وانتشارہ فی البلاد وغیر ذلک مما افاضہ تعالیٰ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم من النعم الدینیۃ والدنیویۃ (روح المعانی)

یعنی آپ پر اپنی نعمتیں مکمل فرمائے۔ دین کی سربلندی اور دور دراز ممالک میں اس کے پھیل جانے سے اور اس کے علاوہ جو دینی اور دنیوی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیں ۔ع

= وَيَهْدِيَكَ اس جملہ کا عطف بھی جملہ لیغفر لک اللہ پر ہے۔ يَهْدِيَ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب (مضارع منصوب بوجہ عمل لام) هِدَايَةٌ (باب ضرب) مصدر ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ تجھے ہدایت کرے، یعنی تجھے ہدایت پر قائم رکھے۔

= صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا موصوف وصفت مل کر مفعول ثانی يَهْدِيَ کا اور تاکہ تم کو سیدھے راستہ پر چلائے۔

= وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا جملہ ہذا کا عطف بھی لیغفر لک اللہ پر ہے ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر نَصْرًا عَزِيْزًا موصوف صفت مل کر مفعول ثانی نَصْرًا عَزِيْزًا۔ ایسی مدد (نصرت) کہ آپ ہمیشہ غالب رہیں گے اور کسی قسم کی کمزوری رونپذیر نہ ہوگی۔

ترجمہ: اور تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست نصرت فرمائے۔

صاحب تفسیر مظہری وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ کی تفسیر میں ایک شبہ اور اس کے ازالہ میں رقمطراز ہیں:۔

ایک شبہ: يَنْصُرَ کا عطف لِيَغْفِرَ پر ہے اور مغفرت فتح پر مرتب ہے (یعنی فتح پہلے اور مغفرت اس کے بعد ہے) خواہ اس کو جہاد اور کوشش کا نتیجہ قرار دیا جائے یا کہ شکر اور استغفار کا سبب، بہرحال مغفرت کا ترتب فتح پر ہوگا۔ اور چونکہ ینصر کا عطف

یَغْفِرَ پر ہے اس لئے ضروری ہے کہ نصرت کا ترتب بھی فتح پر ہو (یعنی فتح کے بعد نصرت کا وقوع ہو) مگر معاملہ برعکس ہے۔ نصرت فتح پر مقدم ہے کیونکہ سبب فتح نصرت ہے:
ازالہ شبہ :۔ اگر فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے تو ظاہر ہے کہ صلح تعمیل حکم خداوندی ہوئی اور تعمیل حکم خداوندی نزول نصرت کا سبب ہے۔
اور اگر فتح سے مراد فتح مکہ ہو تو آئینہ میں فتح کا وعدہ ہوگا اور وعدہ نصرت کا سبب ہے اور نصرت فتح پر مقدم ہے۔

= ھُوَ ای اللّٰہُ۔

= السکینۃ۔ تسکین، تسلی خاطر۔ اطمینان۔ سکون سے بروزن فعیلۃ مصدر ہے جو اسم کی جگہ استعمال ہوا ہے۔ جیسے کہ عَزِیْمَۃٌ ہے جو عَزَمَ یَعْزِمُ کا مصدر ہے اور بطور اسم بمعنی ارادہ کی پختگی، مستقل مزاجی ہے۔

سید محمد مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں :۔
سکینہ وہ اطمینان اور سکون، چین، قرار ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کے قلب میں اس وقت نازل فرماتا ہے جب کہ وہ ہولناکیوں کی شدت سے مضطرب ہوجاتا ہے پھر اس کے بعد جو کچھ بھی اس پر گذرے وہ اس سے گھبراتا نہیں ہے۔ یہ اس کے لئے زیادتیٔ ایمان، یقین میں قوت اور استقلال کو ضروری کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے حق سبحانہ نے "یوم الغار"۔ اور یوم حنین"۔ جیسے قلق واضطراب کے مواقع پر اپنے رسول اور مومنین پر اس کے نازل ہونے کی خبر دی ہے۔ یوم الغار کے موقع پر فرمایا :۔
فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَكِيْنَتَہٗ عَلَيْہِ (۹ : ۴۰) اور یوم حنین کے موقع پر فرمایا :۔
فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَكِيْنَتَہٗ عَلٰى رَسُوْلِہٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (۹ : ۲۶)
تفسیر مظہری میں ہے کہ :۔
سکینہ سے مراد ہے اللہ کے حکم کی تعمیل پر ثبات اور اطمینان۔ یعنی مسلمانوں کے دلوں کو اس مقام پر ثبات واطمینان فرمایا جہاں دلوں میں تردد پیدا ہوجاتا اور قدم ڈگمگانے لگتے ہیں

= لِیَزْدَادُوْٓا : لام تعلیل کا ہے۔ یَزْدَادُوْا مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) جمع مذکر غائب، اِزْدِیَادٌ (افتعال) مصدر۔ تاکہ بڑھ جائیں، قوی ہوجائیں۔

= اِیْمَانًا۔ تمیز۔ ازروئے ایمان :
تاکہ اپنے پہلے ایمان کے ساتھ ان کے عقیدہ کا جماؤ اور دل کا اطمینان اور بڑھ جائے

یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے سکینہ عطا فرمانے کے بعد اپنے پہلے ایمان میں پختگی اور ثابت قدمی میں اور بڑھ جائیں۔

اسی مضمون کی اور آیات بھی قرآن مجید میں موجود ہیں مثلاً (۱) وَاِذَا تُلِيَتۡ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُهٗ زَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا۔ (۸:۲) اورجب انہیں اس کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے۔ وغیرہ۔

فَائِدَہ: تفسیر حقانی میں لِيَزۡدَادُوۡا کے تحت مندرج ہے:

علماء کی ایک جماعت اس آیت سے استدلال کر کے یہ کہتی ہے کہ ایمان کم و زیادہ ہوتا ہے۔ مگر محققین جن میں امام اعظم ابوحنیفہ بھی شامل ہیں یہ کہتے ہیں کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے وہ کیفیت زیادہ یا کم نہیں ہوتی پھر آیات و احادیث میں جو زیادہ ہونا آیا ہے اس سے علم الیقین وعین الیقین مراد ہے یا باعتبار اس کے کہ جس پر ایمان لایا یعنی پہلے دو باتوں پر ایمان لایا تھا پھر تیسری نازل ہوئی اس پر بھی ہوا۔ چنانچہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اس بارے میں بعض آثار بھی نقل کئے ہیں۔

تفسیر ماجدی کے حاشیہ میں مندرج ہے:۔

لِيَزۡدَادُوۡۤا اِيۡمَانًا مَّعَ اِيۡمَانِهِمۡ: یعنی خاص اس سکینت قلب کے پیدا ہوجانے سے اہل ایمان کے قلب میں اور زیادہ انشراح اور ان کے نور باطنی میں اور زیادہ نورانیت پیدا ہوگئی اور ایمان استدلالی و برہانی کے ساتھ ساتھ ایمان عیانی بھی نصیب ہوگیا۔ فیحصل لھم الایمان العیانی والایمان الاستدلالی البرھانی (روح المعانی) طاعت میں یہ خاصہ بھی ہے کہ ہر نئے امر اطاعت سے نور ایمان میں ترقی ہوتی رہتی ہے اور یہ جو ہمارے امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ الایمان لایزداد ولاینقص: (ایمان میں نہ کمی ہوتی ہے نہ زیادتی) سو اس سے ان کی مراد ذاتِ ایمان یا نفس ایمان سے ہے جو قابل تجزی نہیں ہے۔ باقی اس کے اوصاف و آثار میں کمی بیشی تو روزمرہ کا مشاہدہ ہے اور وہی یہاں مراد ہے۔

صاحب تفسیر اضواء البیان رقمطراز ہیں۔

والحق الذی لا شک فیہ ان الایمان یزید وینقص کما علیہ اھل السنۃ والجماعۃ (اور حق بات یہ ہے جس میں کوئی شک نہیں کہ ایمان بڑھتا ہے

اور کم ہوتا ہے جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے "۔

ہر دو گروہ نے آیت کا ترجمہ اپنے اپنے طور پر کیا ہے ۔

= وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۔ واؤ عاطفہ اور لِلّٰهِ میں لام تملیک کے لئے ہے یعنی آسمان اور زمین کے تمام لشکر اسی کے زیر فرمان ہیں۔ اسی کے تسلط میں ہیں ان آسمانوں اور زمین کے لشکر کے متعلق فرمایا وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا (۹: ۴۰) اور اس کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تم کو نظر نہیں آتے تھے۔ اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَ مَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ط (۷۴: ۳۱) اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اگرچہ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا سے مراد سب نے فرشتے لئے ہیں مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ ان لشکروں میں صرف فرشتے ہی ہوں فرشتوں کے علاوہ اور بے شمار لشکر زمین و آسمان موجود ہیں۔ جو ہمیں نظر نہیں آتے اور نہ ہی ہم ان کو دیکھ سکتے ہیں۔ ان کی نوعیت اور ان کا شمار ہمارے حد حساب سے باہر ہے اور ان کو صرف وہی اللہ ہی جانتا ہے ۔

مطلب یہ کہ صلح حدیبیہ اس وجہ سے نہیں کی گئی تھی کہ مسلمانوں کی نفری تعداد میں کم تھی۔ یا ساز و سامان میں مسلمان کافروں سے کم تھے کیونکہ اگر یہ وجہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ جس کے تسلط میں ارض و سما کے بے شمار لشکر ہیں جو ہمارے علم و نظر سے بالاتر ہیں ان کو بروئے عمل لا کر وہ کفار کو تباہ و برباد کر سکتا تھا۔ لیکن یہ اس کے علم و حکمت کا تقاضا تھا کہ ایسے ہو۔ اس کی حکمت بھی اسی کو معلوم ہے منجملہ اس کے ایک یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس سے اپنے نیک بندوں کا امتحان لینا بھی مقصود ہو کہ کیسے ثابت قدم رہتے ہیں۔

عَلِيْمًا حَكِيْمًا دونوں كَانَ کی خبر ہیں

۴۸: ۵ = لِيُدْخِلَ ۔ میں لام تعلیل کا ہے يُدْخِلَ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) واحد مذکر غائب ۔ اِدْخَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ تاکہ وہ داخل کرے۔ اس کا تعلق لِيَزْدَادُوْا سے ہے ۔

اَلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۔ معطوف علیہ معطوف مل کر مفعول فعل يُدْخِلُ کا ۔
جَنّٰتٍ مفعول فیہ اسی فعل کا۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ صفت جَنّٰتٍ کی
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۔ حال ہے المُؤْمِنِيْنَ والمُؤْمِنٰتِ سے هَا ضمیر واحد مؤنث غائب

جنّٰتٍ کی طرف راجع ہے۔
= وَ یُکَفِّرَ۔ اس کا عطف لِیُدْخِلَ پر ہے واؤ عاطفہ ہے۔ یُکَفِّرَ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام مقدرہ) واحد مذکر غائب۔ تَکْفِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ دور کردے۔ وہ ساقط کردے۔
= سَیِّئَاتِھِمْ: مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل یُکَفِّرُ کا۔ ان کے گناہ۔ ان کی برائیاں۔
یُدْخِلَ اور یُکَفِّرَ کی ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔
تاکہ (اللہ) مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور تاکہ وہ ان کے گناہ دور کردے
= ذٰلِكَ۔ یہ ادخال جنت وتکفیر سیئات:
= فَوْزًا عَظِیْمًا۔ موصوف وصفت مل کر کَانَ کی خبر: الفوز کے معنی سلامتی کے ساتھ خیر یا مراد حاصل کرنے کے ہیں وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی ہی کامیابی ہے۔
اَلْفَائِزُوْنَ۔ مراد کو پہنچنے والے۔ مراد کو پالینے والے۔

۴۸:۶ = وَیُعَذِّبَ: واؤ عاطفہ۔ یعذب کا عطف بھی یُدْخِلَ پر ہے: کیونکہ یہ بھی عطاء سکینہ کی علت کا جزو ہے (جب مومنوں نے صلح حدیبیہ اور دوسرے امور میں اللہ کے حکم کی تعمیل کی تو منافقوں اور مشرکوں نے اہل ایمان کے دین پر طنز کیا۔ اور مسلمانوں کو غضب آلود کردیا۔ اور اللہ کے متعلق بدگمانی کی اور یہی سبب ہوگیا ان پر اللہ کے عذاب نازل ہونے کا)
= اَلْمُنٰفِقِیْنَ: منافق کی جمع ہے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے، دورُخی کرنے والے۔ یعنی زبان وعمل سے بظاہر مسلمان اور دل سے اسلام کے خلاف عقیدہ رکھنے والے
نَافِقَاءُ و نُفَقَةٌ گوہ کا بھٹ جس کے کم از کم دو منہ ہوتے ہیں ایک دہانے سے گوہ داخل ہوتی ہے اور شکاری اس سوراخ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ دوسرے سوراخ سے باہر نکل جاتی ہے (تبریزی) نفاق اور منافقت اصطلاح قرآنی میں اسی دورُخی کا نام ہے بظاہر آدمی زبان سے مومن ہونے کا اقرار کرتا ہے اور دکھاوٹ کی

نمازیں پڑھتا ہے لیکن دل میں کافر رہتا ہے اور اسلام کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے ایسے آدمی کو عرف شریعت میں منافق کہا جاتا ہے لیکن اگر عقیدہ مومنانہ ہو اور عمل کافرانہ تو دوزخی کی یہ بھی ایک شکل ہوتی ہے ایک دروازے سے آدمی اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے اور دوسرے راستہ سے خارج ہوتا نظر آتا ہے لیکن قرآنی اصطلاح میں ایسے آدمی کو منافق نہیں کہا جاتا بلکہ فاسق اور عاصی کہا جاتا ہے۔ (شرح عقائد نسفی)

نَفَقَ الشَّیْءُ وہ چیز چلی گئی۔ کسی چیز کے چلے جانے کی مختلف صورتیں ہیں:

۱:۔ ختم ہوجانا۔ کچھ باقی نہ رہنا۔ جیسے نَفِقَتِ الدَّرَاھِمُ۔ روپیہ سب خرچ ہوگیا کچھ باقی نہیں بچا۔ اس کا مصدر نَفَقٌ ہے باب سمع ہے۔

۲:۔ مرجانا۔ جیسے نَفَقَتِ الدَّابَّۃُ گھوڑا مرگیا اس کا مصدر نُفُوْقٌ ہے اور باب نصر ہے۔

۳:۔ چیزوں کا خوب لین دین ہونا، مال خوب بکنا، بازار کا پُررونق ہوجانا۔ اس کا مصدر نَفَاقٌ ہے اور باب نصر ہے۔

نَفَقَۃٌ خرچ۔ خرچ کی جانیوالی چیز۔ اِنْفَاقٌ (اِفعال) خرچ کرنا۔ فقیر ہوجانا سب مال ختم ہوجانا۔

= الظَّآنِّیْنَ بِاللّٰہِ ظَنَّ السَّوْءِ۔ یہ جملہ منافقین اور منافقات اور مشرکین ومشرکات کی تعریف ہے۔ یعنی جو اللہ کے بارے میں بڑے بُرے گمان رکھتے ہیں۔

الظَّآنِّیْنَ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے ظَانٌّ کی جمع ہے بحالت نصب وجر

ظَنٌّ ایک کثیر المعانی لفظ ہے ہر معنی اپنے موقع ومحل کے مطابق لیا جائے گا

ظَنٌّ بمعنی خیال۔ اٹکل، گمان، تخمینی بات، علم، یقین، شک وغیرہ وغیرہ۔

ظَنٌّ وہ اعتقاد راجح ہے کہ جس میں اس کے خلاف پائے جانے کا احتمال ہو۔

یہ ظَنَّ یَظُنُّ (باب نصر) سے کبھی مصدر ہو کر استعمال ہوتا ہے اور کبھی اسم ہوکر جب بمعنی اسم ہو تو اس کی جمع ظُنُوْنٌ آتی ہے

علامہ جلال الدین سیوطی رح اپنی تفسیر الاتقان فی علوم القرآن میں لکھتے ہیں:۔

ظَنٌّ کے اصل معنی اعتقاد راجح کے ہیں۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے اِنْ ظَنَّآ اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ (۲: ۲۳۰) اگر وہ دونوں گمان غالب رکھتے ہوں کہ خداوندی

ضابطوں کو قائم رکھ سکیں گے۔

اور کبھی یقین کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے جیساکہ ارشاد ہوتا ہے اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ {۲ : ۴۶} جن کو یقین ہے کہ ان کو ملنا ہے اپنے رب سے۔

ابن ابی حاتم وغیرہ نے مجاھد سے نقل کیا ہے کہ قرآن مجید میں ہر جگہ ظنّ کا استعمال یقین ہی کے معنی میں ہے لیکن اس کلیہ کا بہت سی ان آیات میں کہ جہاں یہ معنی یقین مستعمل نہیں ہوا ہے تسلیم کرنا مشکل ہے جیساکہ پہلی ہی آیت ہے!

اور زرکشی نے بُرہان میں کہا ہے کہ قرآن مجید میں اس فرق کو سمجھنے کے لئے کہ کہاں ظنّ کا استعمال یقین کے معنی میں ہے اور کہاں شک کے معنی میں؟ دو ضابطے ہیں۔ (۱) جہاں ظنّ کی تعریف آئی ہے اور اس پر ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہاں یقین مراد ہے اور جہاں اس کی مذمت واقع ہوئی ہے اور اس پر عذاب کی دھمکی دی گئی ہے وہاں شک کے معنی ہوں گے۔

(۲) ہر وہ ظنّ جس کے بعد اَنْ خفیفہ ہوگا وہاں شک کے معنی ہوں گے جیسے بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِیْهِمْ اَبَدًا (۴۸ : ۱۲) بلکہ تمہیں شک تھا کہ رسُول اور مؤمنین اپنے اہل وعیال میں اب لوٹ کر کبھی نہیں آئیں گے۔ اور ہر وہ ظنّ جہاں اس کے ساتھ اَنَّ مشدّدہ متصل ہوگا وہاں معنی یقین ہوگا۔ جیسے کہ ارشاد ہے اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ (۶۹ : ۲۰)۔ بے شک مجھے یقین تھا کہ مجھ کو ملنا ہے میرا حساب: اور وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ۔ (۷۵ : ۲۸) اور یقین جانا کہ اب آیا وقت جدائی کا۔ چنانچہ بجائے ظَنَّ کے اَیْقَنَ اَنَّهُ الْفِرَاقُ۔ کی قرات بھی مروی ہے۔

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مشدّدہ چونکہ تاکید کے لئے وضع کیا گیا ہے اس لئے وہ یقین کے موقع پر آتا ہے اور خفیفہ میں چونکہ یہ بات نہیں اس لئے وہ شک کے موقع پر استعمال ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ مشدّدہ کا استعمال علم میں ہوا کرتا ہے جیسے فَاعْلَمْ اَنَّهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (۴۷ : ۱۹) سو یقین رکھ کہ کسی کی بندگی نہیں سوائے اللہ کے۔ اور مخففہ کا حُسبان (گمان کرنے) میں چنانچہ ارشاد ہے کہ: وَحَسِبُوْۤا اَنْ لَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (۵ : ۷۱) اور انہوں نے گمان کیا کہ کچھ خرابی نہ ہوگی!

راغب نے اس قاعدہ کو بیان کرکے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ ط (۹: ۱۱۸)
اور انہوں نے یہ یقین کرلیا کہ اللہ سے خود اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے: میں یہ ضابطہ نہیں چلتا۔ کیونکہ یہاں باوجود اَنْ خفیفہ کے یقین کے معنی ہیں۔
لیکن اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہاں اَنْ کا اتصال مَلْجَاَ سے ہے جو کہ اسم ہے اور امثلہ سابقہ میں اس کا اتصال فعل سے تھا۔
اس جواب کو برہان میں نقل کرکے لکھا ہے کہ اس ضابطہ کو ہاتھ سے نہ دو کیونکہ یہ اسرارِ قرآن میں سے ہے (ماخوذ از لغات القرآن تفصیل کے لئے وہاں ملاحظہ ہو)
= ظَنَّ السَّوْءِ۔ اللہ کی بابت بہت بُرا بُرا ظن رکھنے والے۔ یا گمان رکھنے والے مثلاً یہ کہ اللہ اپنے رسول اور اہل ایمان کی مدد نہیں کرے گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کو صحیح وسلامت نہیں لوٹیں گے۔ جیسا کہ آگے چل کر آیت ۱۲ میں ہے بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا۔ (بلکہ تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ یہ پیغمبر اور ایمان والے کبھی پھر کر اپنے اہل وعیال کی طرف نہیں آئیں گے۔
= عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ۔ یہ جملہ دعائیہ ہے اور اللہ کے متعلق بُرا گمان رکھنے والوں کے لئے بددعا ہے۔ انہیں پر بُری گردش پھرے۔
دَآئِرَةٌ مصدر ہے دَارَ يَدُوْرُ (باب نصر۔ دور مادہ) کا اسم فاعل کے وزن پر۔ یا یہ اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے اسی باب سے دَوَرَانٌ مصدر بھی ہے دَارَ يَدُوْرُ کا۔
دَآئِرَةٌ خط محیط (سرکل) کو کہتے ہیں۔ یہ دَارَ يَدُوْرُ دَوَرَانٌ سے ہے۔ جس کے معنی چکر کاٹنا کے ہیں۔ پھر مصیبت، گردشِ زمانہ کو بھی دَآئِرَةٌ کہا جاتا ہے اسی مناسبت سے زمانہ کو اَلدَّوَارِيُّ کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی گردشیں بھی انسان پر گھومتی رہتی ہیں۔ چنانچہ شاعر نے کہا ہے۔
وَالدَّهْرُ بِالْاِنْسَانِ دَوَّارِيٌّ ، کہ زمانہ انسان کو گھما رہا ہے
قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے:۔
نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ (۵۲:۵) ہمیں خوف ہے کہ کہیں ہم پر

زمانہ کی گردش نہ آجائے دَائِرَۃٌ کی جمع دَوَائِرُ آتی ہے، جیسے کہ قرآن مجید میں ہے وَيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَائِرَ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۹: ۹۸/ اور تمہارے حق میں مصیبتوں کے منتظر ہیں انہیں پر بُری مصیبت (واقع) ہو۔ یعنی تباہی اور بربادی انہیں ہر طرف سے اس طرح گھیرلے جیسا کہ کوئی شخص دائرہ کے اندر ہوتا ہے اور ان کے لئے اس بربادی سے نکلنے کی کوئی صورت باقی نہ رہے۔

= غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ غَضِبَ ماضی بمعنی مستقبل۔ واحد مذکر غائب۔ غَضَبٌ (باب سمع مصدر۔ غَضِبَ عَلَيْهِ۔ غضب ناک ہونا۔ غَضَبٌ اسم فعل۔ سخت غصہ۔ بہت غصہ ہونا۔ انتقام کے لئے دل کے خون میں جوش آکر گردن کی رگیں پھول جانا اور آنکھیں سرخ ہوجانا۔ گویا بدن کے اندر ایک آگ بھڑک اُٹھنا۔ لیکن اللہ کے غضب سے مراد۔ انتقام۔ سخت عذاب دینا۔ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ اللہ ان پر غضب ناک ہوا۔ غصہ ہوگا (الماجدی)

= وَلَعَنَهُمْ۔ لَعَنَ ماضی واحد مذکر غائب۔ لَعْنٌ باب فتح مصدر۔ اس نے لعنت کی، وہ لعنت کرے گا۔ وہ رحمت سے دور کردے گا: هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر وہ ان کو رحمت سے دور کردے گا۔ (ایضا)

= وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ۔ واؤ عاطفہ۔ اَعَدَّ ماضی واحد مذکر غائب، اِعْدَادٌ (افعالٌ) مصدر۔ اِعْدَادٌ۔ عَدٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں اس اعتبار سے اِعْدَادٌ کے معنی کسی چیز کے اس طرح تیار کرنے کے ہیں کہ شمار کی جا سکے

جَهَنَّمَ: دوزخ۔ اسم مفعول واحد مؤنث۔ اور اس نے ان کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔

= وَسَاءَتْ مَصِيْرًا۔ سَاءَتْ ماضی واحد مؤنث غائب، ضمیر واحد مؤنث غائب جہنم کے لئے ہے۔ سَوْءٌ باب نصر مصدر سے۔ وہ بُری ہے۔ مَصِيْرًا بوجہ تمیز کے منصوب ہے۔ اسم ظرف مکان۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا۔ قرارگاہ۔ اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

۴۸: ۷ = وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۱ (ملاحظہ ہو آیت ۴ متذکرۃ الصدر) عَزِيْزًا غالب، زبردست، قوی۔ عِزَّۃٌ سے فعیل کے وزن پر بمعنی فاعل۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

فَائِدَہ: علامہ مودودی تفہیم القرآن میں رقمطراز ہیں :۔
یہاں اس مضمون کو ایک دوسرے مقصد کے لئے دوہرایا گیا ہے۔ آیت نمبر ۴ میں اسے اس غرض کے لئے بیان کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے مقابلہ میں لڑنے کا کام اپنے مافوق الفطرت لشکروں سے لینے کے بجائے مومنین سے اس لئے لیا ہے کہ وہ ان کو آزمانا چاہتا ہے (جو امتحان میں ثابت قدم رہے ہوں)

اور یہاں اس مضمون کو دوبارہ اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو سزا دینا چاہے تو اس کی سرکوبی کے لئے وہ اپنے بیشمار لشکروں میں سے جس کو چاہے استعمال کرسکتا ہے کسی میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اپنی تدبیروں سے اس کی سزا کو ٹال سکے۔

۴۸: ۸ = شَاهِدًا۔ گواہ، حاضر ہونے والا۔ بتانے والا۔ شَهَادَةٌ، شُهُوْدٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، منصوب بوجہ حال کے ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی میں سے ہے، کیونکہ آپ قیامت میں امت کے گواہ ہوں گے۔ اور دنیا میں تعلیم ربانی کے تبلانیوالے ہیں۔

= مُبَشِّرًا۔ خوشخبری دینے والا۔ تَبْشِيْرٌ (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل واحد مذکر، اس کا اصل ماخذ بَشَرَةٌ ہے۔ جس کے معنی ہیں کھال کی بالائی سطح۔ اور اندرونی سطح کو اَدَمَہٌ کہتے ہیں۔ انسان کو بشر اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی کھال ظاہر ہوتی ہے۔ دوسرے حیوانات کی طرح اون یا بالوں میں چھپی ہوتی نہیں ہوتی۔ اسی سے بَشَارَۃٌ و بُشْرٰی (بمعنی مژدہ و خوشخبری) ماخوذ ہے کیونکہ دل خوش کن خبر سننے سے انسان کے جسم میں خون کا دوران ہوتا ہے اور خصوصیت کے ساتھ اس کے چہرہ پر اثر پڑتا ہے اور چہرہ کی جلد چمکنے لگتی ہے پس بَشَّرْتُ زَيْدًا کے معنی ہوئے میں نے زید کو ایسی خوشخبری سنائی کہ جس کے سننے سے اس کے چہرہ کی کھال چمک گئی (المفردات)

مُبَشِّرٌ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی سے ہے اور وہ بشارت دینے والے ہیں ان کے لئے جو خدا کی وحدانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائے۔ اور خدا کے امتحان میں پورے اترے۔

= نَذِيْرًا۔ صفت مشبہ، منصوب، نکرہ، ڈرانے والا۔ نافرمانوں کو خدا کے عذاب سے ڈرانے والا۔ یہ بھی آپ کے اسماء گرامی میں سے ہے۔ قرینہ کی وجہ سے بعض

جگہ ڈرانیوالا سے مراد پیغمبر ہے مثلاً ھٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی (۵۳:۵۶)
یہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اگلے ڈرانیوالوں میں سے ایک ڈرانے والے ہیں۔

ہر سہ شَاھِدًا۔ مُبَشِّرًا۔ نَذِیْرًا۔ حال ہیں کَ (ضمیر واحد مذکر حاضر) سے

۴۸:۹ = لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ میں لام تعلیل کا ہے۔ یعنی آپ کا رسول بناکر بطور شاہد، مبشر، نذیر بھیجنا بدیں وجہ تھا۔ کہ اے لوگو! تم ایمان لاؤ تُؤْمِنُوْا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِیْمَانٌ (افعال) مصدر سے۔ نون اعرابی عامل کے سبب سے حذف ہوگیا۔ وَرَسُوْلِہٖ ای وَ بِرَسُوْلِہٖ اور اس کے رسول پر (بھی ایمان لاؤ)
اس کا عطف جملہ سابقہ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ پر ہے۔

= وَتُعَزِّرُوْہُ، اس جملہ کا عطف بھی جملہ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ پر ہے اور اسی طرح اگلے دو جملوں کا عطف بھی اسی جملہ پر ہے۔

تُعَزِّرُوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی عامل کے سبب سے حذف ہوگیا تَعْزِیْرٌ (تفعیل) مصدر بمعنی ادب اور تعظیم کے ساتھ مدد کرنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (تاکہ) تم اس کی مدد کرو۔ اس کو قوت دو۔

تعزیر کے معنی شرعی حد سے کم سزا دینے کے بھی آتے ہیں لیکن درحقیقت یہ معنی بھی اول معنی ہی کی طرف لوٹتے ہیں کیونکہ تعزیر دینے کا مقصد ہوتا ہے ادب سکھانا۔ اور ادب سکھانا بھی مدد کرنے میں داخل ہے گویا اس صورت میں انسان کی مدد اس طرح کی ہے کہ جو چیز اس کے لئے مضر ہے اس سے اس کو روکا جارہا ہے جس طرح کہ پہلی صورت میں مدد کی شکل یہ ہوتی ہے کہ جو چیزیں اس کو نقصان پہنچائیں ان کا قلع قمع کیا جائے۔

بعض کے نزدیک یہ حروف اضداد میں سے ہے۔ اور بمعنی التعظیم والتعذیب ہے
ای انہ من حروف الاضداد یاتی بمعنی التعظیم والتعذیب: لہٰذا التعزیر بمعنی سزا۔ تنبیہ، سرزنش، واحد مؤنث اور تعزیرات جمع مستعمل ہے،،

از تعزیراتِ پاکستان (یعنی پاکستان میں فوجداری قانون کی سزائیں) ایک مشہور قانونی کتاب ہے

= وَتُوَقِّرُوْہُ۔ تُوَقِّرُوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی عامل کے سبب گر گیا۔ تَوْقِیْرٌ (تفعیل) مصدر سے۔ جس کے معنی تعظیم کرنا اور ادب رکھنا کے ہیں۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب، اور تاکہ تم اس کی توقیر کرو، اس کا ادب کرو،،

= وَتُسَبِّحُوْہُ ۔ اور تاکہ تم اس کی تسبیح بیان کرو، اس کی پاکی بیان کرو،
= بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا : صبح کے وقت اور شام کے وقت۔ (یعنی صبح وشام ہر وقت) منصوب بوجہ مفعول فیہ۔

فَائِدَہ : علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ تُعَزِّرُوْہُ اور تُوَقِّرُوْہُ میں ضمیر مفعول کا مرجع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے یہاں وقف تام ہے۔ اور تُسَبِّحُوْا سے نیا سلسلہ کلام شروع ہوتا ہے اور یہاں مفعول کا مرجع اللہ کی ذات ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیا کرو،

اور امام بغوی اور بعض دیگر علماء اسی طرف گئے ہیں۔ لیکن مفسرین کے ایک دوسرے گروہ نے تمام ضمیروں کا مرجع اللہ تعالیٰ کو قرار دیا ہے ان کے نزدیک ایک ہی سلسلہ کلام میں ضمیروں کے دو الگ الگ مرجع قرار دینا جب کہ اس کے لئے کوئی قرینہ موجود نہیں ہے درست نہیں معلوم ہوتا۔

علامہ زمخشریؒ لکھتے ہیں اَلضَّمَائِرُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ (ہر سہ مفعولی) ضمائر اللہ عزوجل کے لئے ہیں۔ علامہ مودودی بھی اسی زمرہ میں ہیں۔

۴۸ : ۱۰ = یُبَایِعُوْنَکَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب مُبَایَعَۃٌ (مفاعلۃ) مصدر بیع مادہ۔ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ (جو) تیری بیعت کر رہے تھے یا کرتے ہیں
= اِنَّمَا : اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور مَا کافہ سے مرکب ہے، بے شک، تحقیق، سوائے اس کے نہیں۔
= نَکَثَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ نَکْثٌ مصدر (باب ضرب ونصر) بمعنی (عہد) توڑنا۔ فسخ کرنا۔ (کمبل یا سوت) ادھیڑنا۔ یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وہ عہد کو اپنے نفس کے نقصان کے لئے ہی توڑتا ہے۔ یعنی اس کی عہد شکنی کا وبال اسی کی جان پر ہوگا۔

ای فلا یعود ضرر نکثہ الا علیہ۔

= اَوْفٰی ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِیْفَاءٌ (افعال) مصدر۔ (اور جس نے) ایفاء وعدہ کیا۔ عہد کو پورا کیا۔ یعنی بیعت کے وعدہ پر قائم رہا۔
= مَا عَاھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ ۔ اس عہد کو جو اس نے اللہ سے کیا۔

فَائِدَہ : عَلَیْہُ کے اعراب کے متعلق مختلف اقوال مفسرین نے بیان

کئے ہیں ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ عَلَيْهُ۔ اس پر۔ اس کے اوپر۔ عَلٰی حرف جر۔ ہُ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور۔ عَلَيْهُ کی ہاء پر واو کو حذف کرنے کے بعد ضمہ اس لئے رہنے دیا گیا کہ اللہ کالفظ پُر کرکے پڑھا جاوے۔ اصل میں ضمیر ھُوَ تھی (لغات القرآن)

۲۔ علامہ آلوسی اس کے اعراب کے متعلق دو وجوہات بتاتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ اس خاص موقعہ پر اس ذات کی بزرگی اور جلالت شان کا اظہار مقصود تھا۔ جس کے ساتھ عہد استوار کیا جا رہا تھا۔ اس لئے عَلَيْهِ کی بجائے عَلَيْهُ مناسب تھا

۲۔ یہ کہ عَلَيْهُ میں ہُ دراصل ھُوَ کی قائم مقام ہے اور اس اصلی اعراب سے ہی تھا نہ کہ ہِ لہٰذا یہاں اصلی اعراب کو باقی رکھنا وفائے عہد کے مضمون سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

۳۔ جمہور نے اسے عَلَيْهُ (ہا کے ضمہ کے ساتھ) پڑھا ہے۔ (روح المعانی)

= فَسَيُؤْتِيهِ۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے۔ سَيُؤْتِيْ۔ سَ مستقبل قریب کے لئے ہے يُؤْتِيْ۔ مضارع واحد واحد مذکر غائب اِيْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، وہ اس کو دیتا ہے۔ وہ اس کو عنقریب دے گا۔

= اَجْرًا عَظِيْمًا۔ موصوف وصفت، عظیم اجر، یعنی بہشت، جنت، مفعول يُؤْتِيْ کا

۴۸: ۱۱ = سَيَقُوْلُ۔ سَ۔ مستقبل قریب کے لئے يَقُوْلُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ یہاں جمع کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یعنی المخلفون کے لئے۔

= اَلْمُخَلَّفُوْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر تَخْلِيْفٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ پیچھے رہے ہوئے

= اَلْاَعْرَابُ: گنوار، بدو۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد عرب ہے اور اعراب دراصل اسی کی جمع ہے جو صحرا نشینوں کا علم قرار پا گیا ہے۔

لیکن مجد الدین فیروز آبادی نے قاموس میں تصریح کی ہے کہ اعراب بادیہ نشین عربوں کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد نہیں ہے۔ جمع اعاریب آتی ہے۔

قاضی شوکانی تفسیر فتح القدیر میں سورۃ براءۃ میں رقمطراز ہیں:۔

کہ اعراب وہ ہیں جو صحراؤں میں سکونت گزیں ہوں۔ اس کے خلاف عرب کے مفہوم میں

وسعت ہے کیونکہ اس کا استعمال ان تمام انسانوں کے لئے عام ہے جو ریگستان کے باشندے ہوں خواہ وہ صحراؤں میں بستے ہوں یا آبادیوں میں رہتے ہوں۔ اہل لغت کا بیان یہی ہے اور اسی بناء پر سیبویہ نے کہا ہے کہ اعراب صیغہ جمع تو ہے مگر لفظ عرب کی جمع کا صیغہ نہیں ہے

اہل لغت کا بیان ہے کہ اہل لغت رجل عربی اس شخص کو کہتے ہیں جس کا نسب عرب کی طرف ثابت ہوتا ہے اور جس طرح مجوس مجوسیؒ اور یہود یہودیؒ کی جمع ہے اسی طرح عرب، عربی کی جمع ہے جب کسی اعرابی سے یا عربی کہا جاتا ہے تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتا لیکن اگر کسی عربی سے یا اعرابی کہہ دیا جائے تو وہ طیش میں آجاتا ہے ایسا کیوں؟ کہ جو عرب کے شہروں کے متوطن ہیں وہ عربی ہیں اور جو بادیہ نشین ہوں وہ اعرابی ہیں مہاجرین و انصار چونکہ سب کے سب عرب ہیں اس لئے ان کو اعراب کہنا جائز نہیں۔ (لغات القرآن)

حضرت ابن عباس اور مجاہد نے فرمایا۔ اعراب سے مراد قبائل غفار، مزنیہ، جہنیہ، نخعی اور اسلم کے بدوی ہیں جب حدیبیہ کے سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ تو قریش سے لڑائی کا ڈر ان کے دلوں میں پیدا ہو گیا کیونکہ ان کے خیال میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی اور مسلمان کمزور تھے (اور ان کی شکست لازم تھی) اس لئے ساتھ جانے سے انہوں نے گریز کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو ٹال دیا۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان صحیح طور پر لوٹ آئے تو انہوں نے ساتھ نہ جانے کی معذرت کر لی۔

= شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ شَغْلٌ (باب فتح) مصدر مصروف و مشغول کرنا۔ دھندے میں لگائے رکھنا۔ مطلب یہ کہ ہمارے مال اور اہل و عیال نے ہمیں مشغول رکھا۔ اور ہمیں فرصت نہ دی۔ کیونکہ اور کوئی آدمی ان کی دیکھ بھال کرنے والا گھروں میں موجود نہ تھا۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ اَمْوَالُنَا مضاف مضاف الیہ۔ ہمارے مال اَهْلُوْنَا مضاف مضاف الیہ ہمارے اہل و عیال۔ اَهْلُوْ اصل میں اَهْلُوْنَ تھا۔ اَهْلٌ کی جمع بحالت رفع، اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

= اِسْتَغْفِرْ لَنَا: اِسْتَغْفِرْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِسْتِغْفَارٌ (استفعال) مصدر تو معافی مانگ۔ تو بخشش مانگ۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ ہمارے لئے

= بِاَلْسِنَتِهِمْ۔ ب حرف جار اَلْسِنَتِهِمْ: مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ اپنی

زبانوں سے۔

= مَا لَيْسَ: مَا موصولہ ہے لَيْسَ فعل ناقص واحد مذکر غائب۔ نہیں ہے۔
جو (ان کے دلوں میں) نہیں ہے۔

= قُلْ۔ ای قُلْ یا مُحَمَّدُ (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیجئے۔

= مَنْ۔ استفہامیہ انکاریہ ہے۔ کون ہے ؟ کوئی ہے ؟ یعنی کوئی نہیں۔

= يَمْلِكُ مضارع واحد مذکر غائب، مِلْكٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ وہ اختیار رکھتا ہے۔ مِلْكٌ کے معنی زیر تصرف چیز پر ہر قسم کا کنٹرول اور ہر قسم کا عمل دخل ہو۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا (۷: ۱۸۸) فرما دیجئے۔ میں اپنے فائدے اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ شَيْئًا۔ کوئی چیز، کچھ بھی۔ اسم مفعول واحد مذکر۔

فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا۔ جملہ استفہام انکاری ہے کون ہے جو خدا کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کا کچھ بھی اختیار رکھتا ہو؟ یعنی کوئی تمہیں اللہ کی مشیت اور فیصلہ کے مقابلہ میں نہیں بچا سکتا۔ خواہ وہ فیصلہ تمہارے نفع کا ہو یا نقصان کا۔ یہ جملہ جوابِ شرط ہے اور شرط سے مقدم زور کلام کے لئے لایا گیا ہے۔
(مثلاً ہم کہتے ہیں کہ اگر تم نے یہ کام کیا تو میں تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا۔ لیکن اگر مخاطب کو زور دیکر کہنا مقصود ہو تو ہم کہیں گے کہ:۔ میں تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا اگر تم نے یہ کام کیا تو؟)

= اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا۔ اگر وہ تم کو نقصان پہنچانا چاہے (یا کوئی نفع پہنچانا چاہے) یہ جملہ شرط ہے۔

ضَرًّا۔ نقصان۔ ضرر۔ مثلاً قتل، شکست، مال کی تباہی یا عیال کی ہلاکت، یا عذابِ آخرت۔ وغیرہ۔ نفع۔ مثلاً فتحیابی، مال و دولت میں اضافہ، برکت، اہل و عیال کی خیر و عافیت، آخرت کی سرخروئی، وغیرہ۔

= بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۔ بَلْ حرف اضراب ہے۔ ای لَيْسَ الْاَمْرُ كَمَا تَقُوْلُوْنَ: بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا: بات یوں نہیں جس طرح تم کہتے ہو بلکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے (حدیبیہ نہ جانے اور پیچھے رہ جانے میں) تمہارا کیا مقصد تھا۔ (تم اصل میں مکہ والوں کے ڈر کی وجہ سے ان سے مخالفت لینے کی

ہمت نہیں رکھتے تھے۔

خَبِیْرًا۔ باخبر۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے منصوب بوجہ خبر کَانَ ہے۔

۴۸ : ۱۲ == بَلْ ظَنَنْتُمْ : بَلْ حرف اضراب ظَنَنْتُمْ ماضی جمع مذکر۔ ظَنٌّ باب نصر مصدر ہے۔ تم نے خیال کیا۔ تم نے یقین جانا۔

بات صرف یہی نہیں تھی کہ تم کو تمہارے اموال واہل وعیال نے مشغول رکھا یا تم اہل مکہ سے لڑنے سے کتراتے تھے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ تم نے یہ یقین بھی کر رکھا تھا کہ رسول اور اس کے ہمراہی مومن کبھی لوٹ کر اپنے گھروں کو نہیں آئیں گے۔

== اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓی اَهْلِیْهِمْ اَبَدًا۔ اَنْ مصدریہ یَنْقَلِبَ مضارع منفی تاکید بلَن۔ صیغہ واحد مذکر غائب (یہاں جمع کے لئے استعمال ہوا ہے) منصوب بوجہ عمل لَنْ۔ اِنْقِلَابٌ (انفعال) مصدر بمعنی لوٹنا۔ وہ ہرگز نہیں لوٹے گا۔ اَبَدًا ہمیشہ، زمانہ مستقبل غیر محدود۔ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔ تاکید کے لئے آیا ہے۔

== زُیِّنَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ تَزْیِیْنٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ سنوارا گیا۔ مزین کیا گیا۔ وہ اچھا دکھایا گیا۔ تَزْیِیْنٌ سنوارنا۔ آراستہ کرنا۔ زینت دینا۔

== ذٰلِكَ۔ ای ظنہم اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓی اَهْلِیْهِمْ اَبَدًا: ان کا یہ ظن کہ رسول اور اس کے ہمراہی مومن کبھی لوٹ کر اپنے گھروں کو نہیں آئیں گے:

== وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ اور تم نے بڑے بڑے گمان کئے تھے۔ یعنی تم نے خیال کیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی مشرکوں کا لقمہ بن جائیں گے اسی طرح اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بُرے بُرے گمان کر رکھے تھے

== وَكُنْتُمْ قَوْمًاۢ بُوْرًا موصوف و صفت مل کر کَانَ کی خبر۔

بُوْرًا ہلاک ہونے والے۔ بَائِرٌ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہلاک ہونے والے ہیں جو شخص حیران و پریشان ہو کر نہ کسی کا کہنا سنے نہ کسی کی طرف متوجہ ہو ایسے شخص کے لئے عرب بولتے ہیں رَجُلٌ حَائِرٌ بَائِرٌ۔ اور ایسی قوم کو کہتے ہیں قَوْمٌ حُوْرٌ بُوْرٌ۔ پس جیسے حُوْرٌ حَائِرٌ کی جمع ہے ایسے ہی بُوْرٌ بَائِرٌ کی جمع ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ بُوْرٌ مصدر ہے اور واحد اور جمع دونوں کی صفت میں بولا

جاتاہے چنانچہ رَجُلٌ بُوْرٌ اور قَوْمٌ بُوْرٌ بولتے ہیں۔

صاحب ضیاء القرآن حاشیہ میں فرماتے ہیں :۔

علامہ جوہری " لفظ بُوْر کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اَلْبُوْرُ۔ الرجل الفاسد الهالك الذی لاخیرفیه۔ یعنی بُور اس شخص کو کہتے ہیں جو فاسد اور تباہ حال ہو جس میں نیکی اور بھلائی چنانچہ عبداللہ بن الزبعری جب مشرف باسلام ہوئے تو بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔

یارسول الملیك ان لسانی راتق ما فتقت اذا نا بُوْرٌ۔

یعنی اے مالک الملک کے رسول جب میں گمراہ اور تباہ حال تھا اس وقت میری زبان نے جو چاک کئے اب میں ان کو سینا اور رفو کرنا چاہتا ہوں ،،

یہ مؤنث کی صفت بھی واقع ہوتا ہے، کہتے ہیں امرأۃ بُوْرٌ تباہ حال عورت جمع کے لئے بھی قَوْمٌ بُوْرٌ ای ھلکیٰ۔ یعنی اجڑی ہوئی قوم۔ اس کے بعد جوہری لکھتے ہیں کہ بعض نے کہاہے کہ بُور جمع ہے اس کا واحد بائر ہے۔ مثل حَائِلٌ وحُوْلٌ۔ لیکن اخفش نے اس کی تردید کی ہے۔

۴۸:۱۳ == وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ) بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ مَنْ شرطیہ اور جملہ شرط ہے لَمْ يُؤْمِنْ مضارع نفی جحد بلم صیغہ واحد مذکر غائب اور جو ایمان نہیں لایا اللہ پر اور اس کے رسول پر۔

== فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا۔ جملہ جواب شرط ہے فَ جواب شرط کے لئے اَعْتَدْنَا۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم اِعْتَادٌ (افعال) مصدر۔ ہم نے تیار کر رکھا ہے

== سَعِيْرًا: بروزن فعیل بمعنی مفعول ہے دہکتی ہوئی آگ، دوزخ سَعْرٌ (باب فتح) مصدر سے: بمعنی (آگ یا جنگ) بھڑکانا۔

فَائِدَہ : آیت ان مخلفین کے متعلق ہے جو ایمان کا دعویٰ رکھنے کے باوجود کسی نہ کسی بہانے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عمرہ کے لئے نہیں گئے تھے،،

مولانا مودودی حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ:۔

یہاں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو صاف الفاظ میں کافر اور ایمان سے خالی قرار دیتاہے جو اللہ اور اس کے دین کے معاملہ میں مخلص نہ ہوں اور آزمائش کا وقت آنے پر دین کی خاطر اپنی

جان اور مال اور اپنے مفاد کو خطرے میں ڈالنے سے جی چرا جائیں، لیکن یہ خیال رہے کہ یہ وہ کفر نہیں ہے جس کی بنا پر دنیا میں کسی شخص یا گروہ کو خارج از اسلام قرار دیا جائے بلکہ یہ وہ کفر ہے جس کی بنا پر آخرت میں وہ غیر مؤمن قرار پائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جن کے بارے میں یہ نازل ہوئی تھی خارج از اسلام قرار نہیں دیا تھا اور نہ اُن سے وہ معاملہ کیا جو کفار سے کیا جاتا ہے۔

۴۸ : ۱۴ = لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ لِلّٰهِ میں لام استحقاق کا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت صرف اللہ ہی کو سزاوار ہے۔

= لِمَنْ يَّشَآءُ ۔ یعنی کسی کی مغفرت کرنا یا کسی کو سزا دینا صرف اور صرف اس کی مشیت پر منحصر ہے اس پر نہ مغفرت واجب ہے اور نہ سزا دینا لازم ہے۔

= غَفُوْرًا ۔ بہت بخشنے والا۔ مبالغہ کا صیغہ ہے منصوب بوجہ کان کی خبر ہونے کے ہے۔

= رَحِيْمًا ، بڑا مہربان۔ نہایت رحم والا۔ رَحْمَةٌ سے بروزن فَعِيْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے

۴۸ : ۱۵ = سَيَقُوْلُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب (یہاں جمع کے معنی میں آیا ہے) سَ مستقبل قریب کے لئے ہے۔

= اَلْمُخَلَّفُوْنَ ، ملاحظہ ہو ۴۸ : ۱۱ - مراد وہ لوگ ہیں جو کبھی نہ کسی بہانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ قافلہ کے ساتھ عمرہ کے لئے نہیں نکلے تھے۔ جو سفر بعد میں صلح حدیبیہ پر منتج ہوا۔

= اِذَا جب ۔ اِنْطَلَقْتُمْ ماضی (بمعنی مستقبل)، جمع مذکر حاضر۔ انطلاق (افتعال) مصدر۔ جب تم روانہ ہو گے۔ جب تم چلو گے۔

= مَغَانِمَ ۔ جمع مَغْنَمٌ واحد، وہ چیزیں جو مفت حاصل کی جائیں دشمن سے ہوں یا کسی اور سے۔ الغنم بمعنی بکریاں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے ومن البقر والغنم حرمنا علیہم شحومہما (۶ : ۶) اور گائیوں اور بکریوں سے ان دونوں کی چربی ہم نے اُن پر حرام کر دی تھی۔

الغنم کے اصل معنی ہیں کہیں سے بکریوں کا ہاتھ لگنا اور ان کو حاصل کرنا۔ پھر یہ لفظ ہر اس چیز پر بولا جانے لگا جو دشمن یا غیر دشمن سے حاصل ہو، مال غنیمت :

قرآن مجید میں ہے۔
فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا (۸: ۶۹) جو مال غنیمت تم کو ملا ہے اُسے کھاؤ کہ تمہارے لئے حلال طیب ہے۔
مَغَانِمُ جمع مَغْنَمٌ کی۔ قرآن مجید میں ہے فَعِنْدَ اللهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ (۴: ۹۴) سو خدا کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں۔
اِلٰى مَغَانِمَ۔ اِلٰی حرف جار مَغَانِمَ مجرور۔ بوجہ غیر منصرف ہونے کے اس کے آخر میں کسرہ نہیں آتا۔ بجائے کسرہ کے فتح آتا ہے (سبب منع صرف جمع جو منتھی الجموع کے وزن پر ہے جیسے مَسَاجِدُ وَمَقَاصِدُ وغیرہ)
= لِتَاْخُذُوْهَا۔ لام تعلیل کا ہے مضارع جمع مذکر حاضر (نون اعرابی عمل لام سے گر گیا ہے) اَخْذٌ (باب نصر) مصدر بمعنی لینا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع مغانم ہے۔ تاکہ تم ان کو حاصل کرو، ان پر قبضہ کرلو
= ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ: یہ مقولہ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ کا
ذَرُوْنَا۔ ذَرُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر وَذْرٌ (باب سمع، فتح) مصدر۔ بمعنی چھوڑ دینا۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ تم ہم کو چھوڑو۔
= نَتَّبِعْكُمْ، مضارع مجزوم بوجہ جواب امر۔ صیغہ جمع متکلم۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اتباع (افتعال) مصدر۔ ہم تمہارے پیچھے چلیں۔ ہم تمہارے ساتھ چلیں۔
= يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللهِ۔ یہ جملہ حال ہے المخلفون سے یہ چاہتے ہوئے کہ وہ اللہ کے کلام کو بدل دیں۔
اَنْ مصدریہ ہے يُبَدِّلُوْا مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ صیغہ جمع مذکر غائب تَبْدِيْلٌ (تفعیل) مصدر۔ کہ وہ بدل ڈالیں۔ کہ وہ بدل دیں۔

فَائِدَہ: جہینہ، مزنیہ اور دیگر قبائل دیہاتی جو مدینہ شریف کے مضافات میں آباد تھے اور جنہوں نے سفر حدیبیہ میں مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا تھا گذشتہ آیت میں اصل وجہ اس کی بتادی گئی ہے (آیت ۲)
اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایک اور ہونے والے واقعہ سے اپنے رسول مکرم کو مطلع فرما رہے ہیں:۔ اے حبیب! عنقریب جب تم ایک دوسرے سفر جہاد پر روانہ ہونے لگوگے

جہاں کامیابی کے امکانات بالکل روشن ہیں خطرات کم اور مال غنیمت کے حصول کی توقع بہت زیادہ ہے یہ موقع پرست لوگ اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اپنے ایمانی جوش اور جذبۂ جہاد کا زور شور سے کریں گے اور اس جہاد میں شمولیت کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں گے ان کا مقصد تلافیٔ مافات نہیں ہوگا بلکہ محض اموالِ غنیمت کے حصول کے لئے اپنے جذبات جاں نثاری کا مظاہرہ کریں گے ، چنانچہ حکم ہوتا ہے قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا...... از ضیاء القرآن)

اللہ کے فرمان سے مراد یہ فرمان ہے کہ خیبر کی مہم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف انہی لوگوں کو اجازت دی جائے گی جو حدیبیہ کی مہم پر آپ کے ساتھ گئے تھے اور بیعتِ رضوان میں شریک ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے خیبر کے اموال کی غنیمت انہی کے لئے مخصوص فرمادیئے تھے جیساکہ اگلی آیت ۱۸ میں بصراحت ارشاد ہے (تفہیم القرآن)

= قُلْ : ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

لَنْ تَتَّبِعُوْنَا : مضارع نفی بتاکید لَنْ صیغہ جمع مذکر حاضر، ضمیر مفعول جمع متکلم ای لَا تَتَّبِعُوْنَا فانہ نفی فی معنی النہی للمبالغۃ ۔ مبالغہ کے لئے نفی کو نہی کے معنی میں استعمال کیا گیاہے یعنی تم ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گے، یا نہیں جا سکتے ۔

= کَذٰلِکُمْ : کاف تشبیہ کا ذا اسم اشارہ ۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ۔ خطاب کے لئے ہے، یہ یہی ۔ جملہ کا مطلب ہے ۔

یوں ہی اللہ تعالیٰ نے پہلے سے فرمادیا ہے

= مِنْ قَبْلُ ۔ قَبْلُ ظرف زمان بھی ہے اور ظرف مکان بھی لیکن یہاں تقدم زمانی کے لئے ہی قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے، یہ بَعْدُ کی ضد ہے اضافت اس کو لازمی ہے جب بغیر اضافت کے آئیگا تو ضمہ پر مبنی ہوگا ۔ جیسے مِنْ بَعْدُ مِنْ قَبْلُ ۔ جب مضاف الیہ موجود ہو تو پھر کسرہ کے ساتھ آسکتا ہے مثلاً وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ ...... (۲۱ : ۲۵)

فَائِدَة : کَذٰلِکُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ : کی تشریح میں علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں :۔

" یعنی جیسا میں نے تم سے کہا ہے کہ تم لوگ ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گے ایسا ہی وحی

غیر متلو (یعنی الہام نبوت) کے ذریعے اللہ نے پہلے ہی فرمادیا ہے کہ خیبر کا مال غنیمت صرف شرکاء حدیبیہ کے لئے ہے دوسروں کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

مولانا مودودی فرماتے ہیں:۔

ہر شخص کو یہ بات صاف نظر آرہی تھی کہ قریش سے صلح ہو جانے کے بعد اب خیبر کے ہی نہیں بلکہ تیماء اور فدک اور وادی القریٰ اور شمالی حجاز کے دوسرے یہودی بھی مسلمانوں کی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور یہ ساری بستیاں پکے پھل کی طرح اسلامی حکومت کی گود میں آگریں گی اس لئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات میں پیشگی مطلع فرما دیا کہ اطراف مدینہ کے یہ موقع پرست لوگ ان آسان فتوحات کو دیکھ کر ان میں حصہ بٹا لینے آکھڑے ہوں گے مگر تم ان کو صاف جواب دیدینا کہ تمہیں ان میں حصہ لینے کا موقعہ ہرگز نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ یہ ان لوگوں کا حق ہے جو خطرات کے مقابلے میں سرفروشی کے لئے آگے بڑھے تھے۔" (تفہیم القرآن)

= فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا : فَ تعقیب کا ہے سَ مستقبل قریب کے لئے۔ پھر وہ کہیں گے۔

بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصحیح کے لئے آیا ہے یعنی بات یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ساتھ لیجانے سے منع کر رکھا ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو۔

= بَلْ۔ حرف اضراب، یہ مخلفین کے قول بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا سے اعراض ہے مطلب یہ کہ ان کا یہ کہنا کہ مسلمان ہم سے حسد کرتے ہیں درست نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ (مخلفین) لوگ اصل بات کو سمجھتے ہی کم ہیں

كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ ماضی استمراری کا صیغہ ہے لیکن یہاں حال کے معنی میں مستعمل ہے لَا يَفْقَهُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب فِقْهٌ (باب سمع) مصدر سے، اَلْفِقْهُ کے معنی علم حاضر سے علم غائب تک پہنچنے کے ہیں۔ اور یہ علم سے اخص ہے۔ علم فقہ احکام شریعت کے جاننے کا نام ہے

بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ۔ یعنی بات یہ نہیں جو اعراب کہتے ہیں (بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا) بلکہ ان کو معلوم ہی نہیں کہ اللہ کی طرف سے ان کے لئے کیا مفید ہے اور کیا ضرر رساں؟

(تفسیر مظہری)

= اِلَّا قَلِيْلًا ط مگر تھوڑی سی سمجھ، یعنی دنیوی امور کی، مستثنیٰ منہ فقہٌ ہے

۴۸ : ۱۶ = قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ (بجائے ضمیر غائب کے) دوبارہ مخلفین کا لفظ صراحۃ کے ساتھ ذکر کرنے سے مذمت میں قوت پیدا کرنا اور تخلف کی سخت ترین قباحت ظاہر کرنا مقصود ہے۔

= سَتُدْعَوْنَ ۔ س مستقبل قریب کے لئے تُدْعَوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ دُعَاءٌ (باب نصر) عنقریب تم بلائے جاؤ گے (جہاد کرنے کے لئے)

= اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ، بَاْسٍ شَدِيْدٍ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ اُولِىْ مضاف، مضاف مضاف الیہ مل کر صفت قَوْمٍ کی،

اُولِىْ والے (بحالت نصب وجر) اُولُوْا (بحالت رفع جیسے اُولُوا الْعَزْمِ)

بَاْسٍ ۔ لڑائی ۔ دبدبہ ۔ جنگ کی شدت، اصل میں تو اس کے معنی سختی اور آفت کے کے ہیں مگر لڑائی اور دبدبہ کے معنی میں کثرت سے اس کا استعمال ہوتا ہے۔ قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ، سخت جنگجو قوم، سخت لڑنے والے لوگ، سخت جنگی دبدبہ رکھنے والے لوگ؛

= تُقَاتِلُوْنَهُمْ : تُقَاتِلُوْنَ : مضارع جمع مذکر حاضر۔ مُقَاتَلَةٌ (مفاعلۃ) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، تم ان سے لڑو گے، تم ان سے جنگ کرو گے :

= اَوْ ۔ یا ۔ خواہ ۔ یہاں تک، مگر، جبکہ، کیا ۔ اگرچہ ۔ یہاں بمعنی "یہاں تک کہ" ہے

= يُسْلِمُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ اِسْلَامٌ (افعال) مصدر، وہ مطیع ہو جائیں گے

مطلب یہ کہ تمہیں ان سے اس وقت تک لڑنا ہوگا کہ وہ اسلام کے مطیع ہو جائیں۔ رع

= فَاِنْ تُطِيْعُوْا ۔ ف تعقیب کا ہے اِنْ شرطیہ ۔ تُطِيْعُوْا جمع مذکر حاضر بحث مضارع اصل میں تُطِيْعُوْنَ تھا۔ اِن شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی گر گیا۔ اِطَاعَةٌ (افعال) مصدر ۔ پس اگر تم اطاعت کرو گے، جملہ شرط ہے۔

= يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۔ جملہ جواب شرط ہے۔ يُؤْتِ مضارع واحد مذکر غائب ۔ اِيْتَاءٌ (افعال) مصدر كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، اَجْرًا حَسَنًا موصوف وصفت مل کر مفعول فعل يُؤْتِ کا۔ تو اللہ تم کو اچھا بدل (یعنی جنت) عطا کرے گا۔

= وَاِنْ تَتَوَلَّوْا ۔ واؤ عاطفہ اِنْ شرطیہ تَتَوَلَّوْا مضارع جمع مذکر حاضر

تَوَلِّیٌ (تفعّلٌ) مصدر۔ تَتَوَلَّوْا ۔ اصل میں تَتَوَلَّوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا۔ تَوَلِّیٌ کا تعدیہ اگر بنفسہٖ ہو تو بمعنی دوستی رکھنا یا مدد کرنا ہے۔

اور اگر تعدیہ بواسطہ عَنْ آئے خواہ لفظاً یا تقدیراً تو بمعنی روگردانی کرنا، منہ پھیرنا ہو گا۔ یہاں تعدیہ عَنْ مقدرہ سے ہے اور اگر تم روگردانی کرو گے۔

= كَمَا ۔ کاف تشبیہ کے لئے ہے اور مَا موصولہ ہے بعد میں آنے والا جملہ اس کا صلہ ہے۔

= تَوَلَّيْتُمْ : ماضی جمع مذکر حاضر، (تَوَلِّیٌ مصدر۔ تم پھر گئے۔ تم نے منہ موڑا۔ تم نے روگردانی کی تھی۔

= مِنْ قَبْلُ : قبل ازیں۔ (یعنی حدیبیہ کو جانے کے وقت جیسے تم نے روگردانی کی

= يُعَذِّبْكُمْ ۔ يُعَذِّبْ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط، تَعْذِيْبٌ (تفعیل) مصدر كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر (تو) وہ تم کو عذاب دے گا۔

= عَذَابًا اَلِيْمًا : موصوف وصفت مل کر يُعَذِّبْ کا مفعول۔ دردناک عذاب

فَائِدَه : اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ : اس سے کونسی قوم مراد ہے اس میں مختلف اقوال ہیں :

جمہور محققین اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اس قوم کے ساتھ معاملہ کرنے میں دو باتوں میں سے ایک کا ہونا ضروری تھا۔ قتال یا اسلام، یا تو ان سے جنگ کرتے رہو یا وہ اسلام لے آئیں۔ تیسری بات نہیں ہو سکتی، ان سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا۔ یہ حکم صرف عرب کے مشرکوں اور مرتد ہو جانے والے مسلمانوں کے لئے خاص تھا۔ اہل روم اور دوسرے عجمیوں کے لئے تین صورتیں تھیں۔ جنگ، یا اسلام، یا جزیہ۔

زہری اور مقاتل کا قول ہے کہ بنی حُنَیفہ یعنی اہل یمامہ جو مسیلمہ کذاب کے ساتھی تھے مُراد ہیں۔ اکثر اہل تفسیر کا یہی قول ہے۔ اور بیضاوی نے اسی کو ترجیح دی ہے مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر ضیاء القرآن۔

۴۸ : ۱۷ = اَعْمٰى : اندھا۔ عَمًى سے جس کے معنی بینائی کے مفقود ہو جانے کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ ہے بینائی دل کی جاتی رہے یا آنکھوں کی دونوں کے لئے

عَمْیٌ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔
= حَرَجٌ۔ تنگی۔ مضائقہ۔ گناہ۔ اصل میں تو حَرَجٌ کے معنی کسی چیز کے مجتمع ہونے کی جگہ کے ہیں اور ایک جگہ جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے اس لئے تنگی اور گناہ کو حرج کہا جاتا ہے۔
لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ اندھے پر کوئی گناہ نہیں مطلب یہ کہ جو اندھا ہو (یا اسے کوئی اور صحیح عذر مانع ہو) تو اس کے لئے جہاد میں شریک نہ ہونے پر کوئی گناہ نہیں ہے:
= اَلْاَعْرَجِ۔ لنگڑا۔ ع رج مادہ عُرُوْجٌ (باب سمع) مصدر، بمعنی ہموار زمین پر ایسے چلنا جیسے کوئی شخص سیڑھیاں چڑھ رہا ہو۔ عَرِجَ یَعْرَجُ مستقل طور پر لنگڑا ہونا
اسی مصدر سے باب نصر سے بمعنی اوپر چڑھنا آتا ہے جیسے تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ اِلَیْہِ (۷۰: ۴) جس کی طرف روح (الامین) اور فرشتے چڑھتے ہیں۔
= وَمَنْ ..... وَرَسُوْلَہٗ جملہ شرط یُدْخِلْہُ ..... الْاَنْھٰرُ۔ جوابِ شرط۔
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ۔ جنّٰتٍ کی تعریف ہے
= وَمَنْ یَّتَوَلَّ۔ واؤ عاطفہ۔ مَنْ یَّتَوَلَّ جملہ شرط ہے یَتَوَلَّ مضارع مجزوم (بوجہ جوابِ شرط)، واحد مذکر غائب تَوَلِّیٌ (تفعّل) مصدر۔ اصل میں یَتَوَلّٰی تھا۔ تعدیہ بہ عَنْ مقدرہ ہے اور جو روگردانی کرے گا۔ یُعَذِّبْہُ عَذَابًا اَلِیْمًا جملہ جواب شرط اس کو وہ (اللہ) دردناک عذاب دیگا۔
۴۸: ۱۸ = لَقَدْ۔ لام تاکید کا ہے قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے اور ماضی ہی کے ساتھ تقریب کا فائدہ دیتا ہے یعنی اس کو زمانہ حال سے نزدیک بنا دیتا ہے۔ سو لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ تحقیق اللہ راضی ہوا ہے۔
= عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ یہاں مؤمنین سے مراد وہ مؤمنین ہیں جو بیعتِ رضوان میں شامل تھے۔
= اِذْ۔ ظرف زمان۔ جب، جس وقت۔
= یُبَایِعُوْنَکَ۔ مضارع جمع مذکر غائب مُبَایَعَۃٌ (مفاعلۃ) مصدر، وہ بیعت کرتے ہیں۔ وہ بیعت کر رہے تھے (مضارع بمعنی ماضی)۔ اَلْبَیْعُ کے معنی بیچنے اور شِرَاءٌ کے معنی خریدنے کے ہوتے ہیں لیکن یہ دونوں لفظ ایک دوسرے کے معنی میں استعمال

ہوتے ہیں مثلاً شریٰ اشتریٰ بمعنی بیع۔ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ
اور اس کو تھوڑی سی قیمت یعنی معدودے چند درہموں پر بیچ ڈالا۔ اور حدیث شریف میں
ہے لَا يَبِيْعَنَّ اَحَدُكُمْ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ کوئی اپنے بھائی کی خرید پر خرید نہ کرے
بَايَعَ السُّلْطَانَ اس نے بادشاہ کی بیعت کی۔ یعنی اس قلیل مال کے عوض جو بادشاہ
عطا کرتا ہے اس کی اطاعت کا اقرار کرنا۔ اس اقرار کو بیعت یا مبایعت کہا جاتا ہے۔

اس بیعت کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (۹ : ۱۱۱) تحقیق خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں (اور اس کے) عوض ان کے لئے بہشت تیار کی) ہے۔

اور اسی آیۃ میں آگے چل کر فرمایا۔

فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ (۹:۱۱۱) تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس پر خوش ہو جاؤ اور اس بیع کی تفصیل سورۃ ہذا (الفتح) میں مذکور ہے۔ فرمایا لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ یقیناً راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے جب وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے

فَائِدَة: اس آیت لقد رضی اللہ ۔۔۔ الخ) کی وجہ سے اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں اس آیت سے مقصود مومنوں کی تعریف اور مدح ہے اور گذشتہ کلام سے ایفاء بیعت پر برانگیختہ کرنا مقصود تھا۔

= تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ مضاف مضاف الیہ، درخت کے نیچے۔ الشجرۃ کو معرفہ اس لئے لایا گیا ہے کہ اس سے مراد خاص درخت ہے جس کے نیچے بیعت لی گئی تھی اور جو لبعد میں لوگوں میں اس قدر اہمیت پکڑ گیا کہ حضرت نافع مولیٰ ابن عمر کی روایت کے مطابق لوگ اس کے پاس جا جا کر نمازیں پڑھنے لگے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے لوگوں کو ڈانٹا اور اس درخت کو کٹوا دیا۔ (طبقات ابن سعد) لیکن متعدد روایات اس کے خلاف بھی ہیں لا۔ (تفہیم القرآن)

فَائِدَة صاحب تفسیر ضیاء القرآن اس آیت کی تشریح میں رقمطراز ہیں:۔

اہل علم آیت کی بلاغت پر غور فرمائیں کہ رَضِیَ ماضی کا صیغہ استعمال کیا اور یُبَایِعُوْنَ مضارع کا۔ رَضِیَ کا صیغہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا۔ رضا و خوشنودی کی دولت سے ہمیشہ کے لئے مالامال کر دیا۔ اور یُبَایِعُوْنَ مضارع ذکر کرنے میں لطف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی یہ ادا اتنی پسند اور محبوب ہے کہ اسے ماضی کے حوالے نہیں کیا جا سکتا بیعت کا وہ ایمان افروز منظر تو اب بھی نگاہوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہیں آپ کے جاں نثار ذوق و شوق سے دوڑے چلے آرہے ہیں اور بیعت کر رہے ہیں۔ یہ سہانا منظر اور اس کی ایمان پرور یاد ہمیشہ حال ہی رہے گی۔ ماضی کی داستان نہیں بنے گی۔

= مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَا موصول ہے اور فِیْ قُلُوْبِهِمْ اس کا صلہ۔ یعنی یقین صبر، اور وفا کے جذبات، ما فی قلوبھم من الیقین والصبر والوفاء۔ (طبری، مجمع البیان)

= اَلسَّكِیْنَةَ: اطمینان، تسلّی خاطر۔ نیز ملاحظہ ہو آیت نمبر ۴۸ : ۴)

= اَثَابَهُمْ۔ اَثَابَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِثَابَةٌ (افعال) مصدر۔ ثوب مادہ۔

ثَوْبٌ کا اصل معنی کسی چیز کا اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آنے کے ہیں یا غور و فکر سے جو حالت مقدرہ اور مقصود ہوتی ہے اس تک پہنچ جانے کے ہیں ثَابَ فُلَانٌ اِلٰی دَارِہٖ۔ فلاں اپنے گھر کو لوٹ آیا۔ یا ثَابَتْ اِلَیَّ نَفْسِیْ، میری سانس میری طرف لوٹ آئی۔

غور و فکر سے حالت مقدرہ مقصود تک پہنچ جانے کے اعتبار سے کپڑے کو ثَوْبٌ کہا جاتا ہے کیونکہ سوت کاتنے سے غرض کپڑا بننا ہوتا ہے لہٰذا کپڑا بن جانے پر گویا سوت اپنی حالتِ مقصودہ کی طرف لوٹ آتا ہے، یہی معنی ثواب العمل کا ہے

الثواب۔ انسان کے عمل کی جو جزاء انسان کی طرف لوٹتی ہے اُسے ثواب کہا جاتا ہے اس تصور پر کہ وہ جزاء گویا عین عمل ہی ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آیت فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ (۹۹ : ۷) تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ میں جزاء کو نفسِ عمل کو ہی قرار دیا ہے اس لئے یہاں یَرَیٰ جَزَاءَہٗ نہیں کہا حالانکہ مراد یہی ہے۔

گو لغوی طور پر ثواب کا لفظ خیر اور شر دونوں قسم کی جزاء پر بولا جاتا ہے لیکن اکثر

اور متعارف استعمال نیک اعمال کی جزار پر ہے چنانچہ فرمایا:۔
ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ○ (۳:۱۹۵) (یہ) خدا کے ہاں سے بدلہ ہے اور خدا کے ہاں اچھا بدلہ ہے۔
ثَوَابٌ بمعنی بدلہ۔ انعام، عوض میں جو چیز پہنچے، جزا، ثواب، اَثَابَهُمْ اس نے ان کو بدلہ دیا۔ اس نے ان کو عطا کیا۔ اس نے ان کو انعام دیا۔
= فَتْحًا قَرِيْبًا۔ موصوف وصفت مل کر مفعول اَثَابَ کا۔ اس فتح سے مراد فتح خیبر ہے۔ جو صفر ۷ھ میں ہوئی۔ ترجمہ:۔ اور ان کو عنقریب آنے والی فتح دی۔
۴۸:۱۹ = وَمَغَانِمَ كَثِيْرَةً۔ واو عاطفہ، مغانم کثیرۃ موصوف وصفت مل کر مفعول ثانی اَثَابَ کا۔ مَغَانِمَ پر تنوین بوجہ غیر منصرف ہونے کے نہیں آئی (ملاحظہ ہو آیت متذکرۃ الصدر) منصوب بوجہ فَتْحًا قَرِيْبًا کے معطوف ہونے کے ہے اور بہت سی نعمتیں بھی دے گا جن کو وہ لیں گے (يَاْخُذُوْنَهَا۔ اس میں ضمیر فاعل مومنون کی طرف راجع ہے۔ اور هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مَغَانِمَ كَثِيْرَةً کی طرف راجع ہے) ان مغانم سے مراد خیبر کی فتح اور اس کے اموال غنیمت ہیں۔
(اور یہ انعام صرف ان مؤمنوں کے لئے مخصوص تھا جو بیعت رضوان میں شریک تھے)
= عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔ كَانَ کی خبر، زبردست، حکمت والا۔
۴۸:۲۰ = تَاْخُذُوْنَهَا۔ تَاْخُذُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر اَخْذٌ (باب نصر) مصدر هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جو مغانم کی طرف راجع ہے۔
تم ان (غنیمتوں) کو لوگے۔ حاصل کروگے۔ ان غنیمتوں کا اشارہ ان اموال غنیمت کی طرف اشارہ جو خیبر کے بعد دوسری فتوحات کے سلسلہ میں مسلمانوں کو حاصل ہوئیں۔
= فَعَجَّلَ۔ ف ترتیب کا ہے عَجَّلَ ماضی واحد مذکر غائب تعجیل (تفعیل) مصدر اس نے جلدی کی۔ اس نے جلدی دیدی۔ عجلت بمعنی شتابی، جلدی
= هٰذِهٖ۔ اس سے فتح خیبر مراد ہے (تفسیر مظہری)
اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے جس کو سورۃ کے آغاز میں فتح مبین قرار دیا گیا ہے (تفہیم القرآن)
هٰذِهٖ ای مغانم خیبر۔ (روح المعانی)
هٰذِهٖ کا مشار الیہ صلح حدیبیہ ہے۔ قالہ ابن عباس۔
عجل لکم صلح الحدیبیۃ۔ (ضیاء القرآن)

فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ۔ پس اس نے سردست تم کو یہ دے دی۔ (صلح حدیبیہ یا فتح خیبر اور اس کے اموال غنیمت)

= وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ: واؤ عاطفہ، كَفَّ ...... عَنْ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ كَفٌّ (باب نصر) مصدر عَنْ کے صلہ کے ساتھ كَفَّ عَنْ (کسی کام سے) باز رکھنا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اَيْدِيَ النَّاسِ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اول كَفَّ کا۔ اور لوگوں کے ہاتھوں کو باز رکھا تم سے۔ یعنی مخالفین کو تم پر حملہ آور ہونے سے روکا۔ اس میں مختلف اقوال ہیں:۔

۱:۔ اہل خیبر اور ان کے حلیف بنی اسد، غطفان وغیرہ جب وہ اہل خیبر کی مدد کو آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب (خوف) ڈال دیا۔ اور وہ پلٹ گئے

۲:۔ مجاہد کا قول ہے کہ صلح حدیبیہ کی وجہ سے اہل مکہ کو کوئی معاندانہ اقدام کرنے سے روک دیا۔

۳:۔ الطبری کا قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ سے حدیبیہ یا خیبر کی طرف خروج سے اگرچہ مسلمانوں کی پوزیشن مدینہ میں ظاہراً کمزور تھی لیکن یہودی مسلمانوں کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا سکے (روح المعانی)

۴:۔ جمہور کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ قریش مکہ باوجود مسلمانوں کی جنگی حالت تشویشناک حد تک کمزور ہونے کے ان پر حملہ آور ہونے یا ان کو لڑائی میں الجھانے سے باز رہے۔

= وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ: واؤ عاطفہ، اس جملہ کا عطف محذوف پر ہے جو الكف کی علت ہے ای فعل ما فعل من التعجيل والكف لتكون نافعة لهم وآية لهم۔ بعض کے نزدیک واؤ زائدہ ہے

لام تعلیل کا ہے تَكُوْنَ مضارع واحد مؤنث غائب۔ كَوْنٌ (باب نصر) مصدر ضمیر فاعل برائے التعجيل والكف ہے۔ اٰيَةً نشانی۔ (خدا کی) قدرت کا نمونہ،

ترجمہ:۔ اور اس تعجیل والکف کی غرض یہ تھی کہ یہ مومنوں کے لئے (خدا کی) قدرت کا نمونہ بن جائے:

= وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا: اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا۔ موصوف وصفت مل کر مفعول يَهْدِيَ کا۔ اور تا کہ وہ تم کو

سیدھے راستہ پر چلائے۔

۴۸: ۲۱ == وَاُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْھَا۔ وَاُخْرٰی کا عطف فَعَجَّلَ لَکُمْ ھٰذِہٖ میں ھٰذِہٖ پر ہے ای فعجل لکم ھذہ المغانم و مغانم اُخْرٰی یعنی اس نے تم کو فوری طور پر یہ اموال غنیمت عطا کئے اور (ان کے علاوہ) اور اموالِ غنیمت بھی ہیں۔

== لَمْ تَقْدِرُوْا: مضارع منفی جحد بلم۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ قَدْرٌ (باب ضرب) مصدر۔ قابو پانا۔ قبضۂ قدرت میں رکھنا۔ قادر ہونا۔ عَلَیْھَا میں ضمیر ھَا واحد مؤنث غائب کا مرجع (مغانم) اُخْرٰی ہے اور دوسری غنیمتیں جو ابھی تمہارے قبضۂ قدرت میں نہیں آئیں۔

ان مغانم اخریٰ سے کونسی فتوحات واموال غنیمت مراد ہیں اس کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں:۔

۱:۔ اس سے مُراد ملک فارس و روم کے فتوحات اور اموال غنیمت ہیں (ابن عباسؓ حسن، مقاتل)

۲:۔ اس سے مراد فتح مکّہ ہے (قتادہ)

۳:۔ اس سے مراد فتح حنین ہے (عکرمہ)

۴:۔ آئندہ حاصل ہونے والی ہر فتح مُراد ہے۔ (مجاہد)

== قَدْ اَحَاطَ اللّٰہُ بِھَا۔ اَحَاطَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِحَاطَۃٌ (افعال) مصدر۔ اس نے گھیر لیا۔ اس نے قابو میں کر لیا۔ احاطہ کرنے کے معنی ہیں کسی شے پر اس طرح چھا جانا کہ اس سے فرار ممکن نہ ہو۔ قَدْ ..... بِھَا۔ ای حفظھا لکم حتی تفتحوھا و منعھا من غیرکم حتی تاخذوھا (الخازن) اللہ نے ان کو اپنی حفاظت میں لے رکھا ہے یہاں تک کہ تم ان کو فتح کر لو اور ان کو غیروں سے بچا رکھا ہے یہاں تک کہ تم ان کو پالو۔

یا احاطہ سے مراد علمی احاطہ ہے یعنی اللہ کا علم ان کو محیط ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو تم سے فتح کرانا چاہتا ہے۔

مولانا مودودی لکھتے ہیں:۔

اغلب یہ ہے کہ اس سے مراد فتح مکّہ ہے اور یہی رائے قتادہ کی ہے اور اسی کو

ابن جریر نے ترجیح دی ہے۔

ارشادِ الٰہی کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ:۔

ابھی تو مکہ تمہارے قابو میں نہیں آیا ہے مگر اللہ نے اسے گھیرے میں لے لیا ہے اور حدیبیہ کی اس فتح کے نتیجے میں وہ بھی تمہارے قبضہ میں آجائے گا۔

= وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا۔ (اور اس کے لئے یہ مشکل نہیں کیونکہ) وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۴۸: ۲۲ = وَلَوْ۔ واؤ عاطفہ لَوْ شرطیہ ہے اگر، قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کفار اہلِ مکہ تم سے لڑتے اور تم سے صلح نہ کرتے تو پشت پھیر کر بھاگ جاتے۔

= لَوَلَّوُا جوابِ شرط ہے وَلَّوْا ماضی جمع مذکر غائب تَوْلِيَةٌ (تفعیلٌ) مصدر پیٹھ دے کر بھاگنا اَلْاَدْبَارَ جمع دُبُرٌ کی پیٹھیں۔ پیچھے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اَلْاَدْبَارَ مفعول ہے وَلَّوْا۔ تو وہ پیٹھیں دے کر بھاگ جاتے۔

= لَا يَجِدُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب وَجْدٌ (باب ضرب، سمع) مصدر پانا۔ حاصل کرنا۔ پھر وہ نہ پاتے۔

= وَلِيًّا۔ وَلِيٌّ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ بمعنی محافظ۔ مددگار۔ حامی، بچانے والا منصوب بوجہ مفعول۔

= نَصِيْرًا۔ صیغہ صفت، نَصْرٌ سے بچانے والا، مدد کرنے والا۔ بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہے۔ وَلِيًّا کا معطوف ہے۔

فَائِدَة: مطلب یہ ہے کہ حدیبیہ میں جنگ کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے نہیں روکا تھا کہ وہاں مسلمانوں کے شکست کھا جانے کا امکان تھا بلکہ اس کی مصلحت کچھ دوسری ہی تھی جسے آگے کی آیتوں میں بیان کیا جا رہا ہے (آیات ۲۴: ۲۵) اگر وہ مصلحت نہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ اس مقام پر جنگ ہوجانے دیتا تو پھر بھی یقیناً کفار ہی کو شکست ہوتی اور مکہ مکرمہ اسی وقت فتح ہوجاتا۔ (تفہیم القرآن)

۴۸: ۲۳ = سُنَّةَ اللّٰهِ۔ ای سَنَّ اللّٰهُ سُنَّةً۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا دستور اختیار کر رکھا ہے (جلالین، تفسیر حقانی)

= الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ۔ جو قبل ازیں جاری رہا ہے (گذشتہ امتوں میں)

اور وہ طریقہ یا دستور کیا تھا۔ کہ اللہ اور اللہ کے اولیاء اور انبیاء ہمیشہ اللہ کے دشمنوں پر غالب ہی رہیں گے۔ جیسا کہ اور جگہ اللہ نے فرمایا ہے:۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىْ (۵۸: ۲۱) اللہ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ بلاشبہ میں اور میرے پیغمبر غالب آکر رہیں گے۔ اور فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ (۵: ۵۶) بیشک خدا کا لشکر ہی غلبہ پانے والا ہے۔ اور اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۵۸: ۲۲) خوب سن لو کہ خدا ہی کا لشکر فلاح پانے والا ہے۔

اَلَّتِىْ اسم موصول واحد مؤنث۔ اگلا جملہ اس کا صلہ ہے

قَدْ خَلَتْ۔ قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کا معنی دیتا ہے اور ماضی کو ماضی قریب بنا دیتا ہے۔ خَلَتْ ماضی واحد مؤنث غائب خُلُوٌّ (باب نصر) مصدر وہ گذر گئی وہ گذر چکی۔

مِنْ قَبْلُ (اس سے) پہلے۔ نیز ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۵ مذکورۃ الصدر

یہ اللہ کا دستور گذشتہ امتوں میں بھی جاری تھا۔

= لَنْ تَجِدَ۔ مضارع منفی تاکید بلن۔ وُجُوْدٌ (باب ضرب) مصدر۔ اور تو اللہ کے دستور میں ہرگز تبدیلی نہ پائے گا۔

۴۸: ۲۴ = بَطْنِ مَكَّةَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بَطْن، معنی پیٹ۔ یہاں مراد وادی مکہ۔ مکہ کے قریب، مکہ کی سرحد کے پاس ہے۔

= مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ: مِنْ حرف جر۔ اَنْ مصدریہ۔ اَظْفَرَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِظْفَارٌ (افعال) مصدر، بمعنی کامیابی دینا۔ فتحمند کرنا۔ فیروزمند کرنا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اس نے تم کو ان پر ظفریاب کرنے کے بعد كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ۔ ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا تھا۔

اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ۔ جملہ مضاف الیہ ہے بَعْدَ کا

= بَصِيْرًا خبر ہے كَانَ کی۔ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے تھے دیکھ رہا تھا۔

فَائِدَة: صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں:۔ اگرچہ حدیبیہ کے مقام پر باقاعدہ

لڑائی کی نوبت نہیں آئی تھی۔ لیکن کفارِ مکہ کے کئی جتھے اپنے بغضِ باطن سے مجبور ہو کر مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ مکہ کے اسّی شوریدہ سر پوری طرح مسلح ہو کر جبل تنعیم سے اترے۔ تاکہ بے خبری میں لشکرِ اسلام پر دھاوا بول دیں لیکن اس سے پہلے کہ وہ حملہ کرتے ہم نے ان کو محاصرہ میں لے لیا اور گرفتار کر لیا لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معاف کر دیا۔

اسی طرح ایک دفعہ عکرمہ بن ابی جہل نے پانچ سو آدمیوں کو ساتھ لے کر لشکرِ اسلام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کا ایک دستہ ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا لیکن وہ دم دبا کر بھاگ نکلے اور مکہ کی گلیوں میں جا کر پناہ لی۔

اس قسم کے کئی واقعات ہوئے جن سے جنگ کے شعلے بھڑک سکتے تھے اور صلح کی کوششیں ناکام ہو سکتی تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی صورت حال پیدا نہ ہونے دی اور کفار کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ تم پر حملہ کر دیں اور تمہیں بھی یہ حوصلہ بخشا کہ تم کو ان کی اشتعال انگیزیوں سے برافروختہ ہو کر ان پر حملہ نہ کر دو۔

۴۸:۲۵ == هُمْ ضمیر شان۔ جمع مذکر غائب، وہ۔ وہی۔ اشارہ اہل مکہ کی طرف ہے اَلَّذِيْنَ اسم موصول۔ جمع مذکر، باقی جملہ اس کا صلہ، هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ یعنی وہ اہل مکہ ہی ہیں جنہوں نے کفر کیا۔

== وَصَدُّوْكُمْ۔ واؤ عاطفہ، صَدُّوْا ماضی جمع مذکر غائب صَدَّ يَصُدُّ صَدٌّ (باب نصر) مصدر یعنی روکنا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اور انہوں نے تم کو روکا۔

== عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ: عَنْ حرفِ جر۔ المسجد الحرام موصوف وصفت حرمت والی مسجد یعنی کعبہ، یعنی کعبہ کا طواف کرنے سے روکا۔

== وَالْهَدْيَ۔ واؤ عاطفہ، الهَدْيَ منصوب ہے، کہ اس کا عطف صَدُّوْكُمْ میں ضمیر منصوب پر ہے ای وصدّوا الهَدْيَ اسم معرف باللام، قربانی کا جانور جو ماہ حُرم میں حَرَم کے اندر ذبح ہونے کے لئے بھیجا جاتا ہے

== مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ۔ جملہ الهدی سے حال ہے مَعْكُوْفًا بوجہ حال منصوب ہے۔ مَعْكُوْفًا۔ عَكْفٌ باب ضرب ونصر، مصدر سے بمعنی روکے رکھنا۔ روکا ہوا۔ اِعْتِكَافٌ مسجد میں عبادت کے لئے رکے رہنا۔

اَنْ مصدریہ ہے یَبْلُغَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ صیغہ واحد مذکر غائب:
بُلُوْغٌ باب نصر مصدر بمعنی پہنچنا۔ مَحِلَّہٗ مضاف مضاف الیہ۔ مَحِلَّ اسم
ظرف مکان۔ قربانی کی جگہ۔

= لَوْلَا۔ امتناعیہ ہے۔ لَوْ حرفِ شرط اور لَا نافیہ سے مرکب ہے اگر نہ ہوتے
نیز ملاحظہ ہو (٦: ۴۳) جواب لَوْلَا محذوف ہے۔ یعنی اگر نامعلوم مومن مرد اور عورتوں کا
تمہارے ہاتھوں پامال ہو جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ مکہ پر حملہ کی اجازت دیدیتا۔

= لَمْ تَعْلَمُوْھُمْ: نفی جحد بلم صیغہ جمع مذکر حاضر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر
غائب (رجال و نساء کے لئے۔ تغلیب المذکر علی المؤنث کی وجہ سے صیغہ جمع مذکر
لایا گیا) لَمْ تَعْلَمُوْھُمْ صفت ہے رِجَالٌ وَنِسَاءٌ کی۔

= اَنْ تَطَئُوْھُمْ اَنْ مصدریہ تَطَئُوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی
اَنْ کے عمل سے ساقط ہو گیا۔ وَطْأٌ (باب سمع) مصدر و ط ا۔ مادہ۔ بمعنی کسی
چیز کو پاؤں تلے روندنا۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب رِجَالٌ وَنِسَاءٌ کے لئے ہے تاکہ
تم ان کو پامال کردگے، یا روند ڈالوگے۔

اس معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ ھِیَ
اَشَدُّ وَطْأً۔ (۷۳: ٦) کچھ شک نہیں کہ رات کا اٹھنا (نفس بہیمی کو) سخت پامال
کرتا ہے۔

= فَتُصِیْبَکُمْ ف سببیہ ہے تُصِیْبَ مضارع منصوب واحد مونث غائب
اِصَابَۃٌ (افعال) مصدر۔ ضمیر فاعل مَعَرَّۃٌ کی طرف راجع ہے کُمْ ضمیر مفعول
جمع مذکر حاضر۔ اور بدیں سبب تم کو بدنامی پہنچے (ان کی وجہ سے)

= مَعَرَّۃٌ گناہ۔ تکلیف، دکھ، مضرت، بدی، عیب، بری بات، سختی،
(ع ر ر مادہ)

اِعْتَرَّ۔ (باب افتعال سے) بغیر سوال کئے بخشش کے لئے آنا۔ قرآن
مجید میں ہے وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ۔ (۲۲: ۳٦) اور قناعت سے
بیٹھ رہنے والوں کو اور بغیر سوال کئے بخشش کے لئے آنیوالوں کو بھی کھلاؤ۔

= مِنْھُمْ۔ ان کی وجہ سے۔ ھُمْ کی ضمیر رجال مومنون و نساء مومنات کی طرف
راجع ہے۔

= بِغَيْرِ عِلْمٍ ۔ اس کا تعلق یا تو اَنْ تَطَؤُهُمْ سے ہے یعنی لاعلمی میں تم ان کو روندڈالوگے۔ یا اس کا تعلق فَتُصِيبَكُمْ مِنْهُمْ مَعَرَّةٌ سے ہے یعنی بے علمی میں ان کی پامالی کی وجہ سے تم کو گناہ پہنچ جائے۔

= لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِي رَحْمَتِهٖ مَنْ يَشَاءُ لام تعلیل کا ہے علت محذوف ہے یعنی مکہ میں زبردستی داخل ہونے کی ممانعت،

آیت کا مطلب یوں ہوگا:۔

اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ مکہ میں وہ مومن مرد اور عورتیں جن کو تم نہیں جانتے تھے تمہارے ہاتھوں لاعلمی میں پامال ہوجائیں گے اور ان کی طرف سے تمہیں یوں بدنامی پہنچے گی تو اللہ تعالیٰ تمہیں زبردستی مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دیدیتا۔ لیکن اس نے زبردستی داخل ہونے کی ممانعت اس لئے کردی کہ وہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کردے (اس ادخال رحمت میں مومن مرد اور عورتوں کا پامالی سے بچ جانا۔ مسلمانوں کا مومنین کو پامال کرنے کی بدنامی سے بچ جانا اور کفار کی کثیر تعداد کا بعد میں ایمان لے آنا شامل ہے

= لَوْ : حرف شرط ۔ اگر۔

= تَزَيَّلُوا ماضی جمع مذکر غائب۔ تَزَيُّلٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر جس کے معنی پراگندہ اور متفرق ہونے کے ہیں۔ یعنی اگر وہ ایک طرف ہوتے یا جدا ہو جاتے، اگر وہ مسلمان کافروں سے الگ ہوتے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ (۱۰:۲۸) توہم ان میں تفرقہ ڈال دیں گے

= لَعَذَّبْنَا ۔ لام جواب شرط کے لئے ہے۔ عَذَّبْنَا ماضی جمع متکلم تو ہم عذاب دیتے

= مِنْهُمْ ۔ ای من اھل مکۃ ۔ اہالیانِ مکہ میں سے جو کافر تھے ان کو دردناک عذاب دیتے۔

= عَذَابًا اَلِيْمًا : موصوف وصفت، مفعول مطلق، دردناک عذاب ۔

فَائِدَہ : اللہ تعالیٰ کو اپنے نیک بندوں کا اتنا پاس ہے کہ ان کی موجودگی کی وجہ سے ساری بستی والوں کو بچا لیتا ہے گو بستی والے ان اللہ کے بندوں کو دکھ ہی کیوں نہ دیتے ہوں۔

۴۸ : ۲٦ = اِذْ ظرف زمان ہے یہ فعل محذوف کا مفعول ہے ای اُذْكُرْ

اِذْ۔ وہ وقت یاد کرو جب۔
یا یہ لَعَذَّبْنَا کا ظرف ہے۔ جب یعنی تو ان میں سے جو کافر تھے ہم ان کو دردناک عذاب دیتے۔ جب ان کافروں نے اپنے دلوں میں حمیت جاہلیہ کو جگہ دی (اور رسول اللہ اور ان کے صحابیوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔
ای لعذبنا ھم اذ جعل الذین کفروا فی قلوبھم الحمیۃ۔ حمیۃ الجاھلیۃ (ایسر التفاسیر)
= جَعَلَ، ماضی واحد مذکر غائب، جَعْلٌ (باب فتح) مصدر۔ اس نے بنایا۔ اس نے کیا۔ اس نے جگہ دی۔ اس نے ٹھیرایا۔
امام راغب لکھتے ہیں کہ:۔
جَعَلَ ایک ایسا لفظ ہے کہ تمام افعال کے لئے عام ہے یہ فَعَلَ، صَنَعَ اور اس قسم کے تمام افعال سے اَعَمْ ہے اس کا استعمال پانچ طرح پر ہوتا ہے۔
۱:۔ صَارَ۔ طَفِقَ (ہو گیا، لگا) کی جگہ استعمال ہوتا ہے اور اس وقت متعدی نہیں ہوتا۔ جیسے جَعَلَ زَیْدٌ یَقُوْلُ کَذَا۔ زید یوں کہنے لگا۔
۲:۔ اَوْجَدَ: (اس نے ایجاد کیا۔ اس نے پیدا کیا) کی بجائے آتا ہے۔ اس صورت میں اس کا تعدیہ ایک مفعول کی طرف ہوتا ہے جیسے فرمایا وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ۔ (۶:۱) اور اندھیرے اور روشنی بنائی۔
۳:۔ ایک شے کو دوسری شے سے پیدا کرنا اور بنانا۔ جیسے فرمایا جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا۔ (۴۲:۱۱) اسی نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کے جوڑے بنائے۔
۴:۔ بمعنی تصییر۔ یعنی کسی شے کو ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرنا۔ جیسے فرمایا۔ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا (۲:۲۲) جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔
۵:۔ کسی چیز کے متعلق کسی بات کا تجویز کرنا۔ خواہ وہ حق ہو یا باطل۔ حق کی مثال اِنَّا رَآدُّوْہُ اِلَیْکِ وَجَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ (۲۸:۷) ہم اس کو تمہارے پاس واپس پہنچا دیں گے پھر اسے پیغمبر بنا دیں گے۔
باطل کی مثال:۔ اَلَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ۔ (۱۵:۹۱) یعنی قرآن کو

(کچھ ماننے اور کچھ نہ ماننے سے) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔
یہاں اس آیت میں بمعنی بنالیا۔ ٹھہرا لیا ہے۔
== اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے مراد اہل مکہ ہیں۔
== اَلْحَمِیَّۃَ: کد۔ ضد۔ قوت غضبیہ جب جوش میں آتے اور بڑھ جائے تو حمیت کہلاتی ہے۔ خود داری جو تکبر و نخوت کی بناء پر ہو۔ الحمی (ح م ی مادہ) وہ حرارت جو گرم جواہر جیسے آگ، سورج وغیرہ سے حاصل ہوتی ہے اور وہ بھی جو کہ بدن میں قوتِ حارّہ سے پیدا ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ (۹: ۳۵) جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں خوب گرم کیا جائے گا۔
صاحب ایسر التفاسیر اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں:۔
ای لعذ بناھم اذ جعل الذین کفروا فی قلوبھم الحمیۃ حمیۃ الجاھلیۃ وھی الانفۃ المانعۃ من قبول الحق ولذا منعوا الرسول واصحابہ من دخول مکۃ وقالوا کیف یقتلون ابناءنا ویدخلون بلادنا واللات والعزّٰی ما دخلوھا۔
(تو ہم ان کو عذاب دیتے جب کفار نے اپنے دلوں میں حمیت جاہلیہ کو جگہ دی جو تکبر و نخوت پر مبنی وہ ضد ہے جو قبول حق سے مانع ہوتی ہے اور جس کی بناء پر کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور کہا کہ انہوں نے ہماری اولاد کو قتل کیا ہے اور ہمارے ملک میں زبردستی گھس آئے ہیں لات اور عزیٰ کی قسم وہ ہرگز اس میں (یعنی مکہ میں) داخل نہیں ہوں گے)
== حَمِیَّۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ مضاف مضاف الیہ مل کر جَعَلَ کا مفعول یہ بدل ہے الحَمِیَّۃَ سے۔ یعنی زمانہ جاہلیت کی سی ضد۔
فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ (بصورتِ اِذْ بمعنی مفعول فعل محذوف) آیت کا ترجمہ ہو گا:۔
جب کفار نے اپنے دلوں میں ضد کو جگہ دی اور ضد بھی جاہلیت کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور اہل ایمان پر اپنی سکینت نازل فرمائی (اور انہوں نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی اور جنگ پر قدرت رکھنے کے باوجود لڑائی سے باز رہے)۔
سکینہ کے لئے ملاحظہ ہو ۴۸: ۴ متذکرۃ الصدر۔

= اَلْزَمَهُمْ ۔ اَلْزَمَ ماضی واحد مذکر غائب اِلْزَامٌ (اِفعالٌ) مصدر بمعنی لگادینا۔ لازم کردینا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔
اس نے ان پر لازم کردیا۔ اس نے ان پر جمادیا۔ اس نے ان کو استقامت بخشی (کلمۃ التقوٰی پر)
= كَلِمَةَ التَّقْوٰى ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی اَلْزَمَ کا۔ کلمۃ التقوٰی کے متعلق مختلف اقوال ہیں:۔
۱:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مجاہدؒ، قتادہؒ، ضحاکؒ، عکرمہؒ، سدی وغیرہ اور اکثر مفسرین کا قول ہے کہ اس سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ہے
۲:۔ عطا بن رباح نے کہا کہ اس سے مراد ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
۳:۔ عطا خراسانی کے نزدیک اس سے مراد ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔
۴:۔ زہری نے کہا کہ اس سے مراد ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط
(مآل سب کا ایک ہی ہے کہ کلمہ توحید مراد ہے)
کلمۂ توحید ہی تقویٰ کی بنیاد اور سبب ہے، کلمہ تقویٰ سے مراد اہل تقویٰ کا کلمہ،
اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى یعنی ان کو کلمۂ تقویٰ پر جمائے رکھا اور حمیّت جاہلیت کو ان سے دور کردیا۔
= كَانُوْا ۔ میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کا مرجع رسول کریم اور مومنین ہیں۔
= اَحَقَّ بِهَا ۔ اَحَقَّ اسم تفضیل، اور فاعل دونوں کے معنی میں آتا ہے۔ بڑا حق دار زیادہ مستحق، ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کلمۃ التقوٰی کی طرف راجع ہے۔
= وَاَهْلَهَا ۔ عطف تفسیری ہے۔ اس کے حقدار۔ اس کے قابل۔ اس کے سزاوار۔
= عَلِيْمًا ۔ خبر كَانَ ۔ بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ عِلْمٌ سے فَعِيْلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔
۴۸ : ۲۷ = لَقَدْ ۔ لام تاکید کا۔ قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کا فائدہ دیتا ہے اور ماضی قریب کے معنی دیتا ہے:

= صَدَقَ اللّٰہُ ۔ صَدَقَ ماضی واحد مذکر غائب۔ صِدْقٌ (باب نصر) مصدر۔ اس نے سچ کر دکھایا۔ اس نے سچ کہا۔ صَدَقَ کا تعدیہ کبھی دو مفعول کی طرف بھی ہوتا ہے جیسے آیت ہذا میں۔ نیز اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ صَدَقَکُمُ اللّٰہُ وَعْدَہٗ (۳:۱۵۲) اور اللہ سچ کر چکا تم سے اپنا وعدہ۔

= بِالْحَقِّ ، حق کے ساتھ۔ سچ سچ، صداقت و یقین کے ساتھ۔ بلا کذب، حق ضد ہے باطل کی،

مطلب یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خواب اللہ تعالیٰ نے دکھایا تھا وہ سچ تھا اور وقوع کے عین مطابق۔ یعنی یہ خواب ایسے ہی عملاً وقوع پذیر ہوگا جیسا کہ خواب میں دکھایا گیا تھا۔ اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کے متعلق جو کچھ فرمایا تھا وہ درست فرمایا تھا اور خواب بالکل حقیقت کے مطابق تھا اور ایسا ہی ہو کر رہے گا۔

(کلام اللہ میں صیغہ ماضی استعمال ہوا ہے لیکن مراد اس سے مستقبل ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کا قول زمانہ مستقبل کے متعلق ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ فی الواقع ہو چکا ہے)

ترجمہ:۔ اللہ نے سچ دکھایا ہے اپنے رسول کو خواب۔

= لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔ لام تاکید کا ہے تَدْخُلُنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ۔ جمع مذکر حاضر، اَلْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔ موصوف وصفت مل کر مفعول ہے تَدْخُلُنَّ کا۔ تم ضرور داخل ہو گے مسجد حرام میں۔ (یہ وعدہ اگلے سال ذوالقعدہ ۷ھ میں پورا ہوا۔ یہ عُمرہ عمرۃُ القضاء کے نام سے مشہور ہے)

لَتَدْخُلُنَّ ..... الخ تفسیر مظہری میں ہے:۔

۱:۔ ابن کیسان نے کہا کہ یہ رسول اللہ کا قول تھا جس کو اللہ نے نقل کیا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب ان الفاظ میں بیان فرمایا تھا کہ تم لوگ کعبہ میں داخل ہو گے۔

۲:۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خواب کے فرشتہ کا قول ہو جو اللہ نے نقل کر دیا۔

۳:۔ سید قطب فی ظلال القرآن میں رقمطراز ہیں:۔

ولٰکنّ اللہ سبحانہ وتعالیٰ یؤدب المؤمنین بادب الایمان وھو یقول لھم: لتدخلن المسجد الحرام ..... اِنْ شَاءَ اللّٰہُ ... فالدخول واقع حتم، لان اللہ اخبر بہٖ۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ مومنین

ایمان کے ادب و آداب سکھاتے ہوئے ان سے فرماتا ہے۔
"تم ضرور داخل ہوگے مسجد حرام میں..... مشیت ایزدی سے"، اور داخل ہونے کا وقوعہ حتمی ہوگا۔ کیونکہ اس کی خبر دینے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔"
لَتَدْخُلُنَّ سے لے کر وَلَا تَخَافُوْنَ تک خواب کا بیان ہے جو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھایا گیا۔
= اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کا فقرہ غور طلب ہے:
۱:۔ اِنْ شک کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور یہ اللہ کا کلام ہے اس میں شک کا کیا دخل؟ یہاں اِنْ کا معنی اِذْ ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ چاہے گا تم مسجد حرام میں داخل ہوگے۔ اِنْ بمعنی اِذْ کا استعمال عام ہے۔ صاحب لسان لکھتے ہیں:۔
وتجیئ اِنْ بمعنی اِذْ ضرب قوله: اتقوا اللّٰه وذروا ما بقی من الربٰو ان کنتم مؤمنین (۲: ۲۷۸) بمعنی اذ کنتم مؤمنین۔ یعنی اللہ سے ڈرو باقی سود چھوڑ دو جب کہ تم ایمان لا چکے ہو۔ اس آیت میں بھی اِنْ بمعنی اِذْ ہے
۲:۔ اگرچہ اِنْ شک کے موقعہ پر استعمال ہوتا ہے لیکن اس جگہ بطور ادب اس لفظ کا استعمال کیا گیا ہے، لَتَدْخُلُنَّ کے محاذ سید قطب کا قول بھی مذکور ہو چکا ہے کہ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کا استعمال ادب و آداب سکھانے کے لئے ہوا ہے اسی ادب کو ملحوظ رکھنے کا ایک دوسری آیت میں بھی حکم دیا گیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ (۱۸: ۲۳، ۲۴) اور کسی کام کی نسبت نہ کہنا کہ میں اسے کل کر دوں گا۔ مگر انشاء اللہ کہہ کر۔ یعنی اگر خدا نے چاہا تو (کر دوں گا)
۳:۔ صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں کہ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کا فقرہ یہاں ذکر کرنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا اس دفعہ مکہ نہ جانا اس لئے نہیں کہ کفار بہت طاقتور تھے اور مسلمان ان کی قوت سے خائف تھے تو واپس چلے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ تھی کہ وہ واپس چلے جائیں کیونکہ اس میں وہ حکمتیں تھیں جن کو اللہ تعالیٰ تو جانتا تھا لیکن تم نہیں جانتے تھے (اسی آیت میں آگے چل کر) فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا سے اسی کی طرف اشارہ ہے
اِنْ شَآءَ اللّٰهُ جملہ معترضہ ہے

= اٰمِنِیْنَ اٰمِنٌ کی جمع ہے بحالت نصب۔ اسم فاعل جمع مذکر اٰمْنٌ (باب سمع) مصدر۔ مطمئن، دل جمع، بے خوف، لَتَدْخُلُنَّ کے ضمیر فاعل سے حال ہے۔

= مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَکُمْ۔ مُحَلِّقِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر تَحْلِیْقٌ (تفعیل) مصدر، سر منڈانے والے۔ اصل لغت میں حَلَقَہٗ کا معنی ہے اس کا حلق کاٹ دیا۔ توسیع استعمال کے بعد حلق کا معنی ہوا بال کاٹنا۔ پھر عرف عام میں بال مونڈنے کا معنی ہوگیا۔ اور باب تفعیل سے بال منڈوانے کا ترجمہ ہوگیا۔ لیکن کبھی لازم بھی آتا ہے جیسے حَلَقَ الطَّائِرُ پرندہ گول دائرہ بنا کر چکر کاٹ کر اڑا۔ اس لئے حلقہ آدمیوں کی اس جماعت کو کہتے ہیں جو دائرہ بنا کر بیٹھی ہو۔

رُءُوْسَکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے سر، تمہارے اپنے سر، مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَکُمْ اپنے سروں کو منڈاتے ہوئے۔

= مُقَصِّرِیْنَ۔ اس کا عطف محلقین پر ہے۔ مُقَصِّرِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر، منصوب، تَقْصِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ کم کرنے والے۔ بال کترنے والے ،، واؤ عاطفہ بمعنی "یا" ہے یا (اپنے بالوں کو) کتراتے ہوئے۔ یہ بھی ضمیر فاعل لَتَدْخُلُنَّ سے حال ہے۔

= لَا تَخَافُوْنَ۔ مضارع منصوب جمع مذکر حاضر، تم نہیں ڈرو گے۔ تم بے خطر ہو گے۔ خَوْفٌ (باب فتح) مصدر۔ یہ بھی ضمیر لَتَدْخُلُنَّ سے حال ہے

= فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا۔ اس جملہ کا عطف صَدَقَ پر ہے فَ عاطفہ عَلِمَ فعل مَا اسم موصول۔ لَمْ تَعْلَمُوْا مضارع نفی جحد بلم، صلہ، موصول وصلہ مل کر مفعول فعل عَلِمَ کا۔ پس جس بات کو تم نہ جانتے تھے۔ اُس نے اس کو جان لیا عَلِمَ میں ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔

= مِنْ دُوْنِ ذٰلِکَ۔ مِنْ حرف جار۔ دُوْنِ : بمعنی ورے۔ سوائے، غیر۔ جو کسی کے نیچے ہو۔ دُوْنَ کہلاتا ہے" یہ ظرف ہو کر استعمال ہوتا ہے۔ مضاف، ذٰلِکَ۔ اسم اشارہ بمعنی اس ،وہ، واحد مذکر۔ مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، مِنْ دُوْنِ ذٰلِکَ۔ اس سے ورے۔ اس سے پہلے۔ ای من قبل دخولکم الحرم تمہارے مسجد حرام میں داخل ہونے سے قبل۔

= فَتْحًا قَرِيْبًا ط موصوف وصفت مل کر مفعول جَعَلَ کا۔ مراد اس سے فتح خیبر ہے یا صلح حدیبیہ (الخازن) پس اس نے دخول مسجد حرام سے قبل ہی ایک ایسی فتح عطا کردی جو قریب ہے۔

۴۸ : ۲۸ = هُوَ: ضمیر شان، جو اللہ کی طرف راجع ہے جملہ مابعد اس کی تفسیر ہے

= دِيْنُ الْحَقِّ۔ دینِ اسلام۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ دِيْنِ الْحَقِّ ای بِدِيْنِ الْحَقِّ۔

= لِيُظْهِرَهٗ۔ لام تعلیل کا۔ يُظْهِرَ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) واحد مذکر غائب۔ اِظْهَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ بمعنی غالب کرنا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جو دین الحق کی طرف راجع ہے۔ کہ اس (دینِ حق یعنی دین اسلام) کو غالب کردے

= عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔ ای علی الادیان کلھا۔ یعنی تمام (دوسرے) دینوں پر۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ تمام مذاہب پر غالب کردے۔ جو مذہب (گذشتہ زمانے میں) حق تھے۔ یعنی اللہ کی طرف سے آئے تھے) ان کو منسوخ کردینے کے لئے اور جو مذہب باطل تھے ان کے غلط ہونے کو دلائل اور براہین سے ثابت کرنے کے لئے یا کبھی نہ کبھی کسی زمانہ میں مسلمانوں کو ان پر غلبہ عطا کرنے کے لئے۔

= وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۔ واؤ عاطفہ كَفٰى ماضی واحد مذکر غائب كِفَايَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ کفایت کے معنی اس عمل کے ہیں جس میں کسی کی حاجت روائی اور مقصد رسانی کی گئی ہو۔ اس کا استعمال متعدی بھی ہوتا ہے اور لازم بھی کبھی متعدی بیک مفعول ہوتا ہے۔ جیسے کفانی قلیل من المال (مجھے تھوڑا سا مال کافی ہوگیا۔ اور کبھی متعدی بدو مفعول ہوتا ہے۔ جیسے وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ۔ ۳۳ : ۲۵) اور اپنے اوپرے لی اللہ نے مومنوں کی جنگ یا۔ اور اللہ مومنوں کو لڑائی کے بارے میں کافی ہوا۔

یعنی مسلمانوں کو غزوۂ احزاب میں مشرکین کے مقابلہ میں عمومی طور پر جنگ کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم ہی ایسے اسباب پیدا کردیئے جو کفار کی ہزیمت اور بے نیل ومرام واپسی کا سبب بنے۔

اور جب كَفٰى لازم مستعمل ہو تو خلافِ قیاس فاعل پر تاکید اتصال

اسنادی کے لئے باء کا اضافہ کیا جاتا ہے اور ایک اسم صفت فاعل سے حال کے طور پر اس عمل سے مشتق کرکے جس کے متعلق کفایت کا اثبات مقصود ہو لے آیا جاتا ہے خواہ فاعل خالق ہو یا مخلوق! جیسے کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا (آیت زیر مطالعہ ۴۸:۲۸) اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔ اور کَفٰی بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا (۱۷:۱۴) آج تو اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے۔

شَہِیْدًا فاعل (اللہ) سے حال ہے۔

مطلب یہ کہ فتح مکہ کے وعدہ حق ہونے پر۔ یا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اللہ کی شہادت کافی ہے۔ یہ مسجد حرام میں داخلے کے وعدہ کی تاکید ہے۔

۴۸:۲۹ == مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ مُحَمَّدٌ مبتدا۔ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ اس کی خبر ہے۔

یہ جملہ مستانفہ ہے۔ رَسُوْلُ اللّٰہِ کے الفاظ جملہ اوصافِ جمیلہ وخصائل حمیدہ پر مشتمل ہے وَھُوَ مُشْتَمِلٌ عَلٰی کُلِّ وَصْفٍ جَمِیْلٍ (ابن کثیر)

== وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ: واؤ عاطفہ ہے الذین معہ صلہ موصول مل کر مبتدا۔ (اور وہ جو اُن کے ساتھ ہیں)

== اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ۔ وہ کفار کے مقابلہ میں طاقتور اور شجاع ہیں۔ خبر مبتدا کی۔ یہاں سے اَلَّذِیْنَ مَعَہٗ (یعنی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی صفات کا بیان شروع ہوتا ہے۔

اَشِدَّآءُ۔ شَدِیْدٌ کی جمع ہے۔ زور آور، بہادر، طاقت ور۔

تاج العروس میں ہے:۔

الشدۃ النجدۃ وثبات القلب ۔ والشدید الشجاع والقوی من الرجال والجمع الاشداء۔ الشدۃ قوت اور دل کی محکمی کا نام ہے اور۔۔۔۔ الشدید شجاع اور طاقتور مرد کو کہتے ہیں اس کی جمع اَشِدَّآءُ ہے

عَلَی الْكُفَّارِ۔ کافروں کے مقابلہ میں۔

== رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ: رُحَمَآءُ رَحِیْمٌ کی جمع۔ بڑے نرم دل۔ بڑے مہربان، یعنی آپس میں بڑے رحمدل اور مہربان ہیں۔

== تَرٰىھُمْ: مضارع واحد مذکر حاضر، ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع

اَلَّذِیْنَ مَعَہٗ ہے۔ تَرٰی تو دیکھے گا۔ تو دیکھتا ہے۔

= رُکَّعًا۔ جمع ہے رَاکِعٌ کی ضمیر ھُمْ سے حال ہے۔ رکوع کی حالت میں۔ رکوع کرنے والے۔

= سُجَّدًا۔ جمع ہے سَاجِدٌ کی یہ بھی ھُمْ ضمیر سے حال ہے۔ رکوع کی حالت میں۔ رکوع کرنے والے۔

مطلب یہ کہ تو ان کو اکثر رکوع کرتے ہوئے یا سجدہ کرتے ہوئے یعنی نماز کی حالت میں دیکھے گا۔

= یَبْتَغُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب ابتغاء (افتعال) مصدر۔ وہ طلب کرتے ہیں۔ وہ ڈھونڈتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں۔

= فَضْلًا: اسم فعل (بحالتِ نصب) رحمت، مغفرت، بخشش، مہربانی، فضل کے اصل معنی زیادتی کے ہیں، اس لئے اس کا اطلاق اس مال و دولت پر بھی ہوتا ہے جو کہ بطور نفع آدمی کو حاصل ہو۔ اور خداوند تعالیٰ کے عطیہ پر بھی خواہ وہ دُنیوی ہو یا اُخروی ہو کیونکہ وہ آدمی کو اس کے استحقاق سے زیادہ دیا جاتا ہے: یہاں منصوب بوجہ یبتغون کے مفعول ہونے کے ہے۔

= رِضْوَانًا۔ رَضِیَ یَرْضٰی (باب سمع) کا مصدر ہے رضا۔ کثیر یعنی بڑی رضامندی اور نہایت خوشنودی کو رِضْوَان کہتے ہیں۔ چونکہ سب سے بڑی رضا اللہ کی رضا ہے اس لئے قرآن مجید میں رضوان کا لفظ جہاں بھی استعمال ہوا ہے وہ رضاء الٰہی کے لئے مخصوص ہے۔

مطلب یہ ہے کہ:۔

صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت سے نماز پڑھنا اور اکثر رکوع و سجود کی حالت میں پایا جانا دکھانے کے لئے یا کسی دنیاوی غرض کے لئے نہیں ہے بلکہ خاص اللہ کے لئے اور اس کے فضل اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہے۔

= سِیْمَاھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی علامت، ان کی نشانی۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اَلَّذِیْنَ مَعَہٗ کی طرف راجع ہے۔

سِیْمَا اصل میں وُسْمٰی تھا۔ واؤ کو فاء کلمہ کی بجائے عین کلمہ کی جگہ رکھا گیا تو سِوْمٰی ہو گیا۔ پھر واؤ کو ساکن اور ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے واؤ کو یاء کر لیا گیا۔ تو سِیْمٰی ہو گیا۔

صحابہ کی پیشانیوں پر سِیمَا (نشانی - علامت) سے مراد وہ گٹا نہیں جو عام طور پر پیشانی پر نمودار ہو جاتا ہے بلکہ اس سے مراد نورِ باطن ہے جو اُن کے چہروں پر نمایاں ہوتا ہے اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ (۵۵ : ۴۱) گنہگار اپنی نشانیوں سے ہی پہچانے جائیں گے اور پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑے جائیں گے۔

سِيْمَاهُمْ مبتدا۔ فِيْ وُجُوْهِهِمْ اس کی خبر ہے۔

= مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ مِنْ جار۔ سجدوں کے اثر کی وجہ سے۔ اَثَرٌ کے حقیقی معنی تو نشان اور علامت کے ہیں مجازاً نشانِ قدم کے لئے بھی مستعمل ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے فَارْتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا (۱۸ : ٦۴) تو وہ اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے لوٹ گئے۔

سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۔ ان کے نشان بوجہ تاثیر سجدہ سجدہ کے ان کے چہروں سے نمایاں ہیں۔

= ذٰلِكَ۔ اشارہ ہے ان صفات کی طرف جو اوپر مذکور ہوئیں۔ اشارة الى ما ذكر من نعوتهم الجليلة (روح المعانی) ذٰلِكَ مبتدا ہے۔ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ اس کی خبر ہے یہ اس صورت میں ہے جب آیت میں وقف التورٰىة پر کیا جائے ترجمہ ہو گا:۔ یہی ہیں ان کی صفات تورات میں۔

مَثَلُهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مَثَلٌ اسم مفرد ہے اَمْثَالٌ جمع ہے۔ مَثَلٌ وہ قول ہے جو دوسرے قول کے مشابہ ہو اور ایک سے دوسرے کی حالت کھل جائے۔ گویا دوسرے کی تصویر اول کے ذریعہ سے نظر کے سامنے آجائے۔

مَثَلٌ قرآن مجید میں مختلف جگہ مختلف معانی میں آیا ہے۔

۱:۔ جس جگہ مَثَلٌ مرفوع کے بعد كَمَثَلِ بھی آیا ہے یعنی مثل اور مثل بہ دونوں مذکور ہیں تو مَثَلٌ سے مراد صفت اور حالت ہے جیسے مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا (۲ : ۱۷)

۲:۔ اگر لفظ مَثَلٌ مرفوع مذکور ہے اور اس کے بعد كَمَثَلِ نہیں ہے تو صرف آیت وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ (۲ : ۲۱۴) میں شِبہ یعنی تشبیہی قصہ مراد ہے باقی آیات میں مَثَلٌ کا معنی صفت ہے۔

۳:۔ اگر مَثَلُ منصوب ہے خواہ اس کے بعد کمثل ہے یا نہیں بہر حال مَثَلُ سے مراد صفت اور حالت ہے جیسے اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ (۳: ۵۹) اور وَاضْرِبْ لَھُمْ مَثَلَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (۱۸: ۴۵)

۴:۔ اگر مَثَلٍ مجرور مع تنوین کے ہے تو وہ نادر معنی مراد ہے جو ندرت میں کہاوت کی طرح ہو گیا ہے جیسے وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ (۱۷: ۸۹) صرف آیت وَلَا یَاْتُوْنَکَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰکَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا (۳۳:۲۵) میں مثل کا معنی ہے اعتراض، سوالِ عجیب۔

۵:۔ اگر مَثَلِ مجرور بغیر تنوین کے ہو تو ہر جگہ صفت مراد ہے۔ جیسے مَثَلُھُمْ کَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا۔ (۲: ۱۷)

۶:۔ اگر مَثَلٌ مرفوع مع تنوین کے ہو تو تشبیہی قصہ مراد ہے جیسے یٰاَیُّھَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ (۲۲: ۷۳)

۷:۔ اگر اَلْمَثَلُ معرف باللام ہو اور ایسا صرف دو جگہ ہے۔ تو مثل سے مراد ہے عظیم الشان صفت جیسے وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (۱۶: ۶۰)

(ماخوذ از لغات القرآن)

مَثَلُھُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب الَّذِیْنَ مَعَہٗ کی طرف راجع ہے ان کی صفت ان کی حالت۔ ان کا وصف۔

آیت میں معانقہ کی وجہ سے مندرجہ ذیل صورتیں ممکن ہیں:۔

۱:۔ وقف۔ اَلتَّوْرٰىةِ پر کیا جائے اس صورت میں ذٰلِکَ مبتدا ہوگا اور مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ اس کی خبر۔ ترجمہ ہوگا:۔ یہی ہیں ان کی صفات توراۃ میں

۲:۔ اَلتَّوْرٰىةِ پر وقف ہوگا تو مَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ کا تعلق اگلے کَزَرْعٍ سے ہوگا۔ مَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ مبتدا، اور کَزَرْعٍ .... اس کی خبر مطلب یہ ہوگا۔ اور انجیل میں ان کی حالت یا صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کی نشوونما۔ روئیدگی و بالیدگی کھیتی کے پودے کی طرح ہوگی:

۳:۔ اس کی تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ:۔

آیت میں وقف اَلْاِنْجِیْلِ پر کیا جائے۔ تو ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ

وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ پر جملہ ختم ہوگا۔ اور اس کا عطف مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰاۃِ پر ہوگا
مثلھم فی التوراۃ خبر اول ہوگی ذٰلِکَ کی، اور مَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ خبر ثانی ہوگی
ترجمہ یوں ہوگا:

یہی ہیں ان کی صفات و اوصاف توراۃ میں اور انجیل میں۔

اس صورت میں جملہ کَزَرْعٍ جملہ مستانفہ ہوگا۔ اور اس سے قبل کلام محذوف ہے ای ھُمْ اَوْ مَثَلُھُمْ کَزَرْعٍ ..... الخ یعنی وہ (صحابہ) یا ان کی حالت ایک کھیتی کی مانند ہے کہ ..... الخ

۴:- یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ذٰلِکَ مبہم اشارہ ہو اور کَزَرْعٍ اس کی تفسیر ہو

== کَزَرْعٍ۔ کاف تشبیہ کا ہے زَرْعٍ۔ کھیتی۔ کھیتی کرنا۔ کھیتی اگانا۔ زَرَعَ یَزْرَعُ۔ (باب فتح) کا مصدر۔ اس کھیتی کی مانند۔ جو فصل زمین سے اگتی ہے اسے زرع کہتے ہیں۔

== اَخْرَجَ۔ اس نے نکالا۔ ماضی واحد مذکر غائب اِخْرَاجٌ (افعال) مصدر۔

== شَطْأَہٗ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اَخْرَجَ کا۔ شَطْءٌ دانہ کے اندر سے جو سب سے پہلے سوئی پھوٹتی ہے اسے شَطْأٌ کہتے ہیں۔ وَرَقَۃٌ اَوَّلَ مَا یَبْدَءُ (فصل کا پہلا پتہ جو نمودار ہوتا ہے)۔ اس کی جمع شُطُوْءٌ و اَشْطَأٌ ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب زَرْعٍ کی طرف راجع ہے۔

== فَاٰزَرَہٗ۔ ف تعقیب کا ہے اٰزَرَ ماضی واحد مذکر غائب مُؤَازَرَۃٌ (مفاعلۃ) مصدر سے۔ جس کے معنی کمر مضبوط کرنے اور قوی کرنے، معاونت کرنے کے ہیں۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع شَطْأَہٗ ہے اور ضمیر فاعل زَرْعٍ کی طرف راجع ہے، پھر اس نے اپنی سوئی کو قوی کیا۔

== فَاسْتَغْلَظَ: ماضی واحد مذکر غائب اِسْتِغْلَاظٌ (استفعال) مصدر پھر وہ موٹی ہوئی۔ اَلْغِلْظَۃُ (غین کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ) کے معنی موٹا پا یا گاڑھا پن کے ہیں یہ دِقَّۃٌ کی ضد ہے اصل میں یہ اجسام کی صفت ہے۔ لیکن کَبِیْرٌ اور کَثِیْرٌ کی طرح بطور استعارہ اور معانی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے بمعنی سخت مزاجی مثلاً وَلْیَجِدُوْا فِیْکُمْ غِلْظَۃً (۹: ۱۲۳) چاہئے کہ وہ تم میں سختی محسوس کریں۔ یا بمعنی شدید۔ جیسے: ثُمَّ نَضْطَرُّھُمْ اِلٰی عَذَابٍ غَلِیْظٍ:

(۳۱:۲۴) پھر ہم ان کو عذاب شدید کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔
اِسْتَغْلَظَ۔ کے معنی موٹا اور سخت ہونے کو تیار ہوجانا ہیں اور کبھی موٹا اور سخت ہوجانے پر بولا جاتا ہے جیسے آیت ہذا۔ وہ موٹی ہوئی۔ (ای شَطْأُہٗ)
= فَاسْتَوٰی۔ یہاں فار عاطفہ ہے اِسْتَوٰی ماضی واحد مذکر غائب، وہ (شَطْءٌ۔ سوئی) سیدھی کھڑی ہوئی۔ وہ سنبھل گئی، اِسْتَوٰی کا استعمال حب عَلٰی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی استقرار (ٹھیرنا) اور ارتفاع (بلند ہونا۔ چڑھنا) کے ہوتے ہیں۔
= عَلٰی سُوْقِہٖ۔ عَلٰی حرفِ جر، سُوْقِہٖ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، اپنے تنہ پر۔ سُوْق جمع سَاقٌ واحد، پنڈلیاں۔ (کھیتی کی) نالیاں، اس کے تنے۔ اس کی جڑیں۔
= یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ۔ یُعْجِبُ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِعْجَابٌ (افعال) مصدر۔ تعجب میں ڈالتا ہے۔ پسند آتا ہے۔ بھلا لگتا ہے۔
زُرَّاع۔ جمع زَارِعٌ کی جو اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے زَرْعٌ سے بمعنی کاشتکار۔ کھیتی کرنے والا۔ کسان، یہ شَطْأٌ سے حال ہے۔
اپنے کاشت کرنے والوں کو اپنی قوت، سختی، عظمت اور حسنِ منظرہ کی وجہ سے تعجب میں ڈالتا ہے۔ یعنی وہ اس میں اتنی خوبیاں پاکر بہت خوش ہوتے ہیں۔

فَائِدَہ: اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا مبعوث فرمایا۔ جیسے کاشتکار بیج زمین میں بوتا ہے، بعد میں صحابہ نے حضور علیہ السلام کی دعوت کو قبول کیا رفتہ رفتہ تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اسلام ایک تناور درخت بن گیا۔ اور نہایت مضبوط ہو گیا۔ کہ مخالفت کی تیز و تند آندھیاں بھی اسے گزند نہیں پہنچا سکتیں۔
= لِیَغِیْظَ۔ لام تعلیل کا ہے۔ یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عروج۔ ان کی ہمہ جہت ترقی و استقامت، اسلام کی رات دگنی دن چوگنی ترقی اور اس کی عظمت و اشاعت اس لئے خداوند تعالیٰ نے نصیب فرمائی تاکہ صحابہ کی عزمیت خوش نصیبی اور بخت یاوری سے کفار کو غصہ اور غضب کی آگ میں جلائے۔
= یَغِیْظَ۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) واحد مذکر غائب۔ غَیْظٌ (باب ضرب) مصدر۔

= بِهِمْ ۔ میں ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۔ صحابہ کرام کی طرف راجع ہے ۔ ای الَّذِیْنَ مَعَہٗ ۔

= مِنْهُمْ : میں مِنْ بیانیہ ہے تبیین کے لئے آیا ہے مُراد الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ہے۔ وہ سب کے سب"

جیساکہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ (۲۲ : ۳۰) تو (سب کے سب) بتوں کی پلیدی سے بچو۔ اگر منہم میں مِنْ کو تبعیضیہ لیا جائے تو لازم آئے گا کہ بعض بتوں کی پلیدی سے بچو اور بعض کی پوجا کرتے رہو۔

یہاں بھی اس آیت میں (۴۸ : ۲۹) میں من تبیین کے لئے ہے اور اس سے مقصود وعدۂ مغفرت اور اجر عظیم کا الذین امنوا وعملوا الصّٰلحٰت کے ساتھ مخصوص کرنا ہے۔

ھِمْ ضمیر کا مرجع وہی ہے جو بِهِمْ میں ہے۔

= مَغْفِرَةً اور اجرًا عظیمًا موصوف وصفت مل کر مفعول ہیں فعل وَعَدَ کے۔ دونوں پر تنوین اظہار عظمت کے لئے ہے یعنی بڑی مغفرت اور عظیم اجر۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۴۹) سُوۡرَةُ الۡحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ (۱۸، ۲)

۴۹: ۱ == لَا تُقَدِّمُوۡا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر، تَقۡدِيۡمٌ (تفعیل) مصدر بمعنی آگے بڑھنا۔ آگے بھیجنا۔ تم آگے مت بڑھو، تم پہل مت کرو۔

== بَيۡنَ: بیچ۔ درمیان، اسم ظرف مکان۔ جب بَيۡنَ کی اضافت اَيۡدِيۡ۔ یا يَدَيۡ کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں ہے۔ بَيۡنَ۔ مضاف يَدَيِ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ مل کر بَيۡنَ کا مضاف الیہ۔ اللہ کے دونوں ہاتھوں کے سامنے۔ اللہ کے سامنے۔

== وَرَسُوۡلِهٖ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ لَا تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ۔ تم اللہ اور اس کے رسول کے سامنے پہل مت کیا کرو

فَائِدَة: صاحبِ ضیاء القرآن لکھتے ہیں کہ :۔

یہاں ایک چیز غور طلب ہے۔ وہ یہ کہ لَا تُقَدِّمُوۡا متعدی ہے لیکن اس کا مفعول مذکور نہیں ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ اگر کسی چیز کو ذکر کر دیا جاتا تو صرف اس کے بارے میں خلاف ورزی ممنوع ہوتی۔ مفعول کو ذکر نہ کرکے بتادیا کہ کوئی عمل ہو کوئی قول ہو۔ زندگی کے کسی شعبہ سے اس کا تعلق ہو اس میں اللہ اور اس کے رسول کے ارشاد سے انحراف ممنوع ہے۔

نیز اگر مفعول ذکر کر دیا جاتا تو سامع کی توجہ ادھر ہی مبذول ہو جاتی، اس کو ذکر نہ کرکے بتادیا کہ تمہاری تمام تر توجہ لَا تُقَدِّمُوۡا کے فرمان پر مرکوز ہونی چاہیئے۔

== وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ واؤ عاطفہ اِتَّقُوۡا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر بمعنی ڈرنا۔ پرہیز کرنا۔ اَللّٰهَ مفعول۔ تم اللہ سے ڈرو۔ تم اللہ سے ڈرتے رہا کرو

۴۹: ۲ == لَا تَرۡفَعُوۡا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، رَفۡعٌ (باب فتح) مصدر۔ تم بلند نہ کرو

تم اونچی مت کرو،

= اَصْوَاتَكُمْ ۔ مضاف۔ مضاف الیہ ۔ تمہاری آواز۔ اپنی آواز۔

= فَوْقَ ۔ اسم ظرف ۔ اوپر۔ بلند۔

= لَا تَجْهَرُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، جَهْرٌ (باب فتح) مصدر۔ اَلْجَهْرُ کے معنی کسی چیز کا حاسۂ سمع یا بصر میں افراط کے سبب پوری طرح ظاہر اور نمایاں ہونے کے ہیں۔

چنانچہ حاسۂ بصر یعنی نظروں کے سامنے کسی چیز کے ظاہر ہونے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ رَاَيْتُهٗ جَهْرًا میں نے اسے کھلم کھلا دیکھا۔ قرآن مجید میں ہے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً (۲: ۵۵) جب تک ہم خدا کو سامنے نمایاں طور پر نہ دیکھ لیں۔ تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اور حاسۂ سمع کے سبب ظاہر ہونے یا نمایاں ہونے کے فرمایا وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى (۲۰: ۷) تم پکار کر بات کہو وہ تو چھپے ہوئے بھید اور نہایت پوشیدہ بات تک کو جانتا ہے۔ كَجَهْرِ میں كَ تشبیہ کا ہے جَهْر زور سے بات کرنا۔ دیکھنے یا سننے میں کسی چیز کا کھلم کھلا ظاہر ہونا

وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ: اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو (اسی طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو۔

= اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ : اَنْ مصدریہ ہے اور یہ جملہ ممانعت کی علت ہے۔ تَحْبَطَ مضارع واحد مؤنث غائب حَبْطٌ (باب سمع) مصدر۔ جس کے معنی ٹٹنے اور اکارت ہو جانے کے ہیں۔ مبادا تمہارے اعمال برباد ہو جائیں۔

= وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ٥ یہ جملہ حالیہ ہے فاعل تَحْبَطَ سے۔ اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

= يَغُضُّوْنَ مضارع جمع مذکر غائب غَضٌّ (باب نصر) مصدر۔ وہ نیچی رکھتے ہیں وہ پست رکھتے ہیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے، قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ۔ (۲۴: ۳۰) مومن مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔

= اُولٰٓئِكَ ۔ اسم اشارہ جمع مذکر۔ ای الذین یغضون اصواتھم عند رَسُوْلِ اللّٰهِ ۔ یعنی وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں۔

= اِمْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۔ اِمْتَحَنَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب

امتحان (افتعال) مصدر۔ محن مادّہ۔ اس نے جانچ لیا۔ اس نے آزمالیا۔ آزمانے کے معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَامْتَحِنُوْهُنَّ (۶۰: ۱۰) توتم ان کی آزمائش کرلو۔
اس صورت میں ترجمہ ہو گا :۔
اللہ نے ان کے دل تقویٰ کے لئے آزمالئے ہیں : (ترجمہ فتح محمد جالندھری۔
:۔ اخفش لکھتے ہیں :۔
اِمْتِحَانٌ (باب افتعال) سے ہے اس کے لغوی معنی ہیں چمڑے کو کھلا کرنا۔
اس مفہوم کے بیش نظر آیت کا ترجمہ ہو گا کہ :۔
ہم نے ان کے دلوں کو تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے کشادہ اور وسیع کر دیا ہے۔
:۔ علامہ زمخشری لکھتے ہیں :۔
جب کوئی شخص کسی چیز کا خوگر اور عادی ہو جائے اور اسے اس کی خوب مشق کرائی جاتے تو عرب کہتے ہیں امتحن فلان لامر کذا (فلاں اس کام کا عادی یا خوگر ہو گیا) یعنی اب وہ اس امر کو بآسانی سنبھال سکتا ہے اور اس میں کسی ضعف یا کمزوری کو محسوس نہیں کرتا۔
:۔ عربی میں ہے :۔
امتحن الفضۃ۔ اس نے چاندی کو تپا کر صاف کیا۔
اس صورت میں ترجمہ ہوگا :۔
اللہ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لئے خالص کر لیا ہے۔
= لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۔ لام تخصیص کے لئے ہے۔ مَغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ کی تنوین اظہار عظمت کے لئے ہے۔ یعنی بڑی مغفرت اور بہت بڑا اجر۔

۴۹: ۴ = اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ : اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اَلَّذِيْنَ اسم موصول يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ صلہ۔ موصول الذین اسم اِنَّ ۔ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ خبر اِنَّ ۔
يُنَادُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب مناداۃ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ تم کو پکارتے ہیں۔ مِنْ ابتدائیہ وَرَآءِ اصل میں

مصدر ہے جس کو بطور ظرف استعمال کیا جاتا ہے۔ آڑ، حد فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا۔ پیچھے ہونا۔ چاروں طرف ہونا۔ علاوہ اور سوا ہونا۔

یہاں آیت ہذا میں بمعنی باہر ہے اور مضاف ہے۔ الحجرات مضاف الیہ۔ الحجرات بروزن فُعُلَتٌ حُجْرَةٌ کی جمع ہے جیسے ظلمات جمع ہے ظُلْمَةٌ کی اور غُرُفٰتٌ جمع ہے غُرْفَةٌ کی۔ حجرہ۔ گھر، خلوت خانہ جس کی چاردیواری ہو

ترجمہ ہوگا:۔
بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر ناسمجھ ہیں

فَائِدَہ: صاحب تفسیر ضیاء القرآن لکھتے ہیں:۔

اسلام سے پہلے خطۂ عرب جہالت و ناشائستگی کا گہوارہ تھا۔ مکہ جیسے مرکزی شہر میں گنتی کے چند آدمیوں کے سوا ساری آبادی نوشت و خواند سے قاصر تھی۔ تہذیب و معاشرت کے آداب سے یہ لوگ بالکل کورے تھے۔ صحرانشین بدوؤں کی حالت اور بھی ناگفتہ بہ تھی۔ اس آیت کریمہ میں بھی وہ آداب سکھائے جا رہے ہیں جن کا بارگاہِ رسالت میں ملحوظ رکھنا از حد ضروری ہے۔

ایک دفعہ بنی تمیم کا وفد جو ستر اسی نفوس پر مشتمل تھا مدینہ طیبہ آیا۔ اس وفد میں زبرقان بن بدر، عطارد بن حاجب اور قیس بن عاصم ان کے سردار بھی تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ سرورِ عالم اپنے حجرہ مبارکہ میں قیلولہ فرما رہے تھے۔ ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد تک انتظار کو اپنی شان کے خلاف سمجھا اور باہر کھڑے ہوکر آوازیں دینے لگے یا محمّد اخرج عَلَیْنَا۔ حضور کا نام نامی لے کر کہنے لگے کہ ہمارے پاس باہر آئیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو ان لوگوں نے شیخی بگھارتے ہوئے کہا۔ یا محمد ان مدحنا زین وان شتمنا شین و نحن اکرم العرب۔ یعنی ہم جس کی مدح کرتے ہیں اسے مزین کر دیتے ہیں اور جس کی مذمت کرتے ہیں اس کو معیوب بنا دیتے ہیں۔ ہم تمام عربوں سے اشرف ہیں۔

سچے نبی نے فرمایا:۔
کذبتم بل مدح اللہ تعالیٰ زین و شتمہ شین واکرم منکم یوسف بن یعقوب ابن اسحاق بن ابراھیم (علیہم الصلوٰۃ والسلام)

اے بنی تمیم تم نے غلط بیانی سے کام لیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدح باعث زینت ہے اور اس کی ہی مذمت باعث تحقیر ہے اور تم سے اشرف اور معزز حضرت یوسف ہیں پھر انہوں نے کہا کہ ہم مفاخرت کے لئے آئے ہیں۔ چنانچہ پہلے ان کا خطیب عطارد بن حاجب کھڑا ہوا اور اپنے قبیلے کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ اور اپنی فصاحت و بلاغت کا مظاہرہ کیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ثابت بن قیس کو اس کا جواب دینے کا حکم دیا۔ مکتب نبوت کا یہ تلمیذ ارشد جب لب کشا ہوا تو اُن کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ سہم کر رہ گئے۔

اس کے بعد ان کا شاعر زبرقان بن بدر کھڑا ہوا۔ اور اپنی قوم کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھ ڈالا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حسان رضی کو اشارہ فرمایا۔ حضرت حسان نے فی البدیہہ ان کے مفاخر کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اور اسلام کی صداقت اور حضور کی عظمت کو اس انداز میں بیان فرمایا کہ ان کافروں کا غرور خاک میں مل گیا اور اقرع کو تسلیم کرنا پڑا کہ نہ ہمارا خطیب حضور کے خطیب کا ہم پلہ ہے اور نہ ہمارا شاعر دربار رسالت کے شاعر سے کوئی مناسبت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر خصوصی کرم فرمایا اور ان کے دلوں کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیا۔ اور وہ سارے کے سارے مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انعام و اکرام سے انہیں مالا مال کر دیا۔

اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصین اس وفد کے سردار تھے۔

۴۹ : ۵ = وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ:

جوابِ شرط۔ واؤ عاطفہ ہے لَوْ حرفِ شرط۔ حَتّٰى حرف جر ہے اِلٰى کی طرح انتہاء غایت کے لئے آتا ہے۔ معنی تک، جب تک، یہاں تک، یہ جب مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اَنْ مقدرہ کی وجہ سے مضارع منصوب ہو جاتا ہے جیسا کہ آیت ہذا میں ہے۔ (مضارع تَخْرُجَ منصوب ہے)

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى (۲۰ : ۹۱) جب تک حضرت موسیٰ ہمارے پاس واپس نہیں آئیں گے ہم تو اس (کی پوجا) پر قائم رہیں گے۔

لَکَانَ میں لام جواب شرط کے لئے ہے۔ کَانَ فعل ناقص اَلصَّبْرُ اسم کان محذوف
خَیْرًا۔ خبر کان کی۔
هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب وفد کے ارکان کی طرف راجع ہے جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باہر سے پکارا تھا۔
= وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ اور اللہ بڑا غفور اور رحیم ہے اسی لئے اُس نے ان کو سزا نہیں دی بلکہ صرف نصیحت کر دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم نہ کرنے والوں اور بے ادبی کرتے والوں کو تنبیہ کر دی کیونکہ یہ بے ادب لوگ بے عقل اور جاہل ہیں۔

۴۹ : ۶ = اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ۔ جملہ شرط ہے فَتَبَیَّنُوْا جواب شرط ہے
اِنْ حرفِ شرط ہے فَاسِقٌ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ فِسْقٌ فُسُوْقٌ (باب نصر وضرب) مصدر۔ بدکردار۔ دوستی سے نکل جانیوالا۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا۔ بدچلن۔ شریعت کی اصطلاح میں حدود شریعت سے نکل جانیوالا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانیوالا۔ فَسَقَتِ الرُّطَبَۃُ عَنْ قِشْرِھَا۔ کھجور اپنے چھلکے سے باہر نکل آئی۔ اسی سے فاسق بنایا گیا ہے کیونکہ وہ بھی خیر سے باہر نکل آتا ہے
نَبَاٍ۔ خبر۔ ایسی خبر کہ جس کے دوررس نتائج نکل سکتے ہوں (ن ب ء مادہ)
فَتَبَیَّنُوْا ف جواب شرط کے لئے ہے تبینوا فعل امر جمع مذکر حاضر، تَبَیُّنٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ تم تحقیق کر لو۔ تم کھول لو۔
= اَنْ مصدریہ ہے۔ کہ۔ یہ کہ۔ بمعنی کَیْلَا (مبادا) کہ۔ (ایسا نہ ہو) کہ
= تُصِیْبُوْا۔ مضارع منصوب۔ جمع مذکر حاضر، اِصَابَۃٌ (اِفْعَالٌ) مصدر صوب مادہ۔ تم پہنچاؤ۔ تم جا پڑو۔ قَوْمًا۔ قوم۔ گروہ۔ برادری۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے۔
= بِجَھَالَۃٍ۔ جَھِلَ یَجْھَلُ (باب سمع) کا مصدر، بمعنی نادانی، بے علمی
اَنْ تُصِیْبُوْا۔ ای کیلا تصیبوا بالقتل والسّبی۔ مطلب یہ کہ تم لاعلمی میں کسی گروہ کو جس کے خلاف تم کو کوئی خبر پہنچی ہو اسے قتل کر دو یا کوئی دوسری گزند پہنچاؤ

فَائِدَہ: یہ آیت اکثر مفسرین کے مطابق ولید بن عقبہ بن ابی مُعیط کے بارہ میں

نازل ہوئی جس کو بنی المصطلق سے زکوٰۃ وصول کرنے پر مامور کیا گیا لیکن اُس نے اس قبیلہ کو ملے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ قبیلہ کے لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکاری ہیں اور اس کے قتل کرنے کے درپے ہیں جس پر قبیلہ کی سرکوبی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستہ روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا کہ اس دوران بنی المصطلق کے سردار حارث بن ضرار (اُمّ المؤمنین حضرت جویریہؓ کے والد) حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ انہوں نے تو ولید کو دیکھا تک ہی نہیں اس لئے ان کے انکار اور ولید کے قتل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

= فَتُصْبِحُوا۔ ف تعقیب کا ہے تُصْبِحُوا مضارع جمع مذکر حاضر۔ عامل کے آنے سے نون اعرابی گر گیا۔ اِصْبَاحٌ (افعال) مصدر۔ افعال ناقصہ میں سے ہے پھر تم ہو جاؤ۔

= مَا فَعَلْتُمْ۔ مَا موصولہ ہے فَعَلْتُمْ صلہ۔ جو تم نے کیا۔

= نٰدِمِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ نکرہ۔ نادم، پشیمان،۔

کشاف میں ہے:۔

الندم ضرب من الغمّ وھو ان تغتم علیٰ مَا وقع مِنكَ تتمنی انه لم یقع منك۔ ندامت ایک خاص قسم کا غم ہے وہ یہ کہ تو ایسی بات پر غمزدہ ہو جس کا تجھ سے ارتکاب ہوا ہے اور جس کے متعلق تمہارا یہ خیال ہے کہ کاش میں نے یہ کام نہ کیا ہوتا۔

۴۹: ۷ = وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ اس کا عطف ماقبل پر ہے واؤ عاطفہ۔ اِعْلَمُوْٓا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ عِلْمٌ (باب سمع) مصدر، تم جان لو۔ تم (اچھی طرح) ذہن نشین کر لو۔ تم خوب جان لو، اَنَّ بمعنی یقینًا۔ بے شک، رَسُوْلَ منصوب بوجہ عمل اَنَّ۔ اور خوب جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول موجود ہے فارجعوا الیہ واطلبوا رأیہ۔ پس ہر امر میں اس کی طرف رجوع کرو، اور اس کی رائے طلب کرو، اوقدروا حق قدرہٖ اور اس کی کما حقہٗ قدر کرو، (اس کی قدر اس امر کی مقتضی ہے کہ اس کی ہر تدبیر کو تسلیم کیا جائے کیونکہ وہ وحی یا الہام من اللہ ہے اور تمہارے لئے اس میں خیر ہی خیر ہے)

= لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ جملہ شرط۔ لَعَنِتُّمْ جواب شرط

لَوْ حرفِ شرط یُطِیْعُ مضارع واحد مذکر غائب اِطَاعَۃٌ افعال) مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اگر وہ اکثر اُمور میں تمہاری بات مانیں لَعَنِتُّمْ لام جواب شرط کا عَنِتُّمْ ماضی جمع مذکر حاضر عَنَتٌ (باب سمع) مصدر۔ بمعنی دشواری میں پڑنا۔ تم دشواری میں پڑجاؤ۔ عَنَتٌ بمعنی دشواری میں پڑنا (فیروز اللغات) دشواری میں پڑنا مصیبت سے ہلاک ہوجانا۔ گناہ کرنا۔ (المنجد) مشقت، تباہی، بربادی، مجازاً زنا۔ (قاموس القرآن) معجم الوسیط میں ہے عَنِتَ فُلَانٌ: وقع فی مشقۃ وشدۃ مشقت اور دشواری میں پڑنا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:۔ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ (۹: ۱۲۸) تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول آئے ہیں کہ تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے۔

اَلْعَنَتُ۔ الخطاء والزنی۔ قال تعالیٰ: ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ الْعَنَتَ مِنْکُمْ۔ (۴: ۲۵) یہ (لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے کی) اجازت اس شخص کو ہے جسے گناہ کر بیٹھنے کا اندیشہ ہو۔

فَائِدَہ: آیت نمبر ۶ میں حکم ہوا تھا کہ اگر کوئی شریر فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو بیشتر اس کے کہ اس پر کوئی قدم اٹھایا جائے اس کی تحقیق کرلیا کرو مبادا کہ تم لاعلمی میں ایسی کاروائی کرگذرو جس پر بعد میں پشیمانی ہو۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب ولید بن عقبہ کی زبانی بنی المصطلق کے مرتد ہونے کی خبر سُنی تو فرطِ جوش میں بعض نے ان کے خلاف کاروائی کا مشورہ دیا۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کا مشورہ نہ مانا۔ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دستہ دے کر روانہ فرمایا اور ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی فرمادی کہ جلد بازی سے کام نہ لیں بلکہ تحقیق کے بعد ہی کوئی مناسب قدم اٹھائیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موقعہ پر حالات کو ولید بن عقبہ کے بیان کے اُلٹ پایا اور واپس آکر دربارِ رسالت میں اطلاع دی۔

چنانچہ اس پر ارشادِ الٰہی ہوتا ہے کہ جب اللہ کا رسُول تمہارے درمیان موجود ہے اور پیچیدہ گتھی کو سلجھا سکتا ہے اور تم سے زیادہ انجام و عواقب کا صحیح اندازہ لگا سکتا ہے تو تمہیں اپنی صلاح یا مشورہ دینے کی بجائے اس کے حکم اور فیصلہ پر اٰمَنَّا

وصدقنا کہنا چاہئے کیونکہ اگر تم اپنی بات منوانے پر اصرار کرو گے تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی ایسی دشواری میں پڑ جاؤ کہ جس سے نکلنا دشوار ہو جائے۔ (آیت ۷)
بنی مصطلق کے مسئلہ پر بعض صحابہ کرام کا مشورہ اور غصہ کسی ذاتی رنج یا مفاد کے لئے نہ تھا بلکہ صرف اللہ کے دین کی حمایت کے لئے تھا اس لئے اس ابہام کو دور کرنے کے لئے کہ بنی مصطلق پر غصہ کرنے والے اور فوجی کاروائی کا مشورہ دینے والے صحابہ کرام کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں ارشاد ہوتا ہے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ... ... الخ یعنی تم نے جو تأمل اور تحقیقِ خبر سے کام نہیں لیا یہ قابل ملامت نہیں ہے کیونکہ تم کو ایمان سے محبت اور کفر سے نفرت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت اور کفر و فسوق اور عصیان سے بغض پیدا کر دیا ہے۔
= حَبَّبَ: ماضی واحد مذکر غائب تَحْبِيْبٌ (تفعیل) مصدر۔ بمعنی دوست بنانا محبوب کر دینا۔ اس نے محبت ڈال دی۔ اس نے پیارا کر دیا۔ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ۔ اس نے ایمان کو تمہارے نزدیک محبوب بنا دیا۔
= زَيَّنَهٗ: زَيَّنَ ماضی واحد مذکر غائب تَزْيِيْنٌ (تفعِيلٌ) مصدر۔ مزین کرنا۔ اس نے آراستہ کر دیا۔ اس نے زینت دی۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الایمان ہے۔
= كَرَّهَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تکریہ (تفعیل) مصدر (اس کے دوسرے مفعول پر اِلٰی آنا ضروری ہے) كَرَّهَ اِلَيْكُمْ۔ اس نے تمہارے لئے ناگوار بنا دیا۔ اس نے تمہاری نظر میں مکروہ کر دیا۔ (کفر کو تمہاری نظر میں ناگوار کر دیا)
= اَلْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ: دونوں کا عطف الکفر پر ہے۔ الفسوق پر الف لام تعریف کے لئے ہے۔ فسوق بمعنی گناہ اور العصیان نافرمانی، گناہ، حکم عدولی۔ اطاعت کی ضد ہے۔ اصل میں عَصٰى يَعْصِيْ کا مصدر ہے لیکن بطور اسم یعنی حاصل مصدر کے زیادہ مستعمل ہے۔
= اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ: جملہ معترضہ ہے۔ اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر مُشَارٌ اِلَيْهِ۔ وہ صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کی محبت بھر دی اور کفر و نافرمانی سے ان کو متنفر کر دیا۔
رَاشِدُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر، رَشَدٌ و رُشْدٌ (باب نصر) مصدر۔ راہ یافتہ

بھلائی پانیوالے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں :۔

الرشد: الاستقامۃ علی طریق الحق مع تصلّب فیہ ۔ من الرشدۃ وھی الصخرۃ ۔ رُشد طریقِ حق پر استقامت کو کہتے ہیں جس میں پختگی اور سختی ہو یہ رشدۃ سے مشتق ہے جس کا معنی چٹان ہے ۔

۴۹ : ۸ = فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۔ فَضْلًا و نعمۃً مفعول لہٗ ہیں حَبَّبَ ، زَيَّنَ ، كَرَّهَ کے ۔ یعنی اللہ کی طرف سے تحبیب ،تزئین ،تکریہہ ، اس کے فضل اور نعمت کے لئے تھی ۔ یعنی فضل و نعمت کی وجہ سے تھی ۔

بیضاوی لکھتے ہیں :۔

فضلا من اللہ ونعمۃ تعلیل لکرّہ اوحبب وما بینھما اعتراض ۔ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ ونعمۃ تعلیل ہے کرّہ کی یا حبّب کی اور دونوں کے مابین جملہ جملہ معترضہ ہے ۔

= وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۔ اور اللہ مؤمنین کے احوال کو خوب جانتا ہے اور حکیم ہے (مسلمانوں پر فضل و انعام کا مصلحت شناس ہے) بتوفیق اسباب کرتا ہے ۔

۴۹ : ۹ = وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ ۔۔۔ اقْتَتَلُوْا ۔ جملہ شرط ہے فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا جوابِ شرط ۔ اِنْ شرطیہ ۔ طَآئِفَتٰنِ تثنیہ ہے طَآئِفَةٌ کا ۔ گروہ ،جماعت ۔ کچھ لوگ ، بعض لوگ ،

ایک اور ایک سے زائد سب کو کہتے ہیں ۔ طَوْفٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے ۔

= اِقْتَتَلُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب اقتتال (افتعال) مصدر ۔ انہوں نے قتال کیا ۔ وہ آپس میں لڑ پڑے :

= فَاَصْلِحُوْا ۔ ف جواب شرط اَصْلِحُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ، اِصْلَاحٌ (افعالٌ) مصدر ۔ تم صلح کرادو ۔ تم ملاپ کرادو ۔

= فَاِنْۢ بَغَتْ ۔ ف عاطفہ ۔ اِنْ شرطیہ بَغَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب بَغْيٌ (باب ضَرَبَ) مصدر ۔ اس نے سرکشی کی ، اس نے بغاوت کی ، وہ سرکشی کرے ۔ یا بغاوت کرے ۔ وہ زیادتی کرے ۔

= اِحْدٰىهُمَا۔ ان دونوں میں سے ایک، ان دونوں میں سے کوئی ایک،
= عَلَى الْاُخْرٰى۔ دوسرے پر۔ دوسرے کے خلاف۔ دوسرے کے مقابلہ میں
جملہ شرطیہ ہے۔
= فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ: جملہ جواب شرط ہے۔ ف جواب شرط کا ہے۔
قَاتِلُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، مُقَاتَلَةٌ (مفاعلة) مصدر۔ تم لڑو۔
اَلَّتِيْ تَبْغِيْ (اس سے) جو زیادتی کرتا ہے۔ تَبْغِيْ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث
غائب۔ بَغْيٌ باب ضرب، مصدر۔
= حَتّٰى یہاں تک، انتہائے غایت کے لئے۔
= تَفِيْءَ۔ مضارع واحد مؤنث غائب فَيْءٌ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی اچھی حالت
کی طرف رجوع کرنا۔ پھرنا۔ وہ رجوع کرے۔ وہ پھر آئے۔ وہ لوٹ آئے۔
یہاں تک کہ وہ پھر آئے (اللہ کے حکم کی طرف)
= فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ۔ فَ تعقیب کا ہے۔
فَآءَتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ جملہ شرط۔ فَ جواب شرط کے لئے۔ اَصْلِحُوْا
جملہ جواب شرط۔ پس اگر وہ لوٹ آئے تو عدل و انصاف کے ساتھ ان دونوں کے
درمیان صلح کرادو۔
= وَاَقْسِطُوْا۔ واؤ عاطفہ۔ اَقْسِطُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِقْسَاطٌ (افعال)
مصدر۔ اور انصاف سے کام لو۔ انصاف کرو،
اِقْسَاطٌ کے اصل معنی ہیں حقدار کا حصہ حقدار کو دینا۔ چونکہ انصاف اسی چیز کا نام
ہے اس لئے اس کے معنی انصاف کے لئے جاتے ہیں۔
قِسْطٌ (مجرد) کا معنی ہے۔ ظلم کرنا۔ ناانصافی کرنا۔ اور اس معنی میں قرآن مجید
میں آیا ہے:۔
وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ (۷۲: ۱۴) اور یہ کہ ہم میں سے بعض
مسلمان ہیں اور بعض ظالم (بے راہ، نافرمان) ہیں۔ لیکن یہاں اس آیت میں اَقْسِطُوْا
باب افعال سے ہے اور باب افعال کے خواص میں سے سلب ماخذ کی خاصیت بھی
ہے اس لئے اس باب سے بمعنی ظلم کو دور کرنا یعنی انصاف کرنا مستعمل ہے۔
= اَلْمُقْسِطِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب، اِقْسَاطٌ (افعال) مصدر

انصاف کرنے والے۔

۴۹: ۱۰ = اَخَوَیْکُمْ، مضاف مضاف الیہ۔ اَخَوَیْ دو بھائی۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ تمہارے دو بھائی۔ تثنیہ کا صیغہ خصوصیت کے ساتھ اس لئے استعمال کیا کہ اختلاف کم سے کم دو آدمیوں میں ہی ہوتا ہے (اس سے زائد کی نفی نہیں ہوتی)

= وَاتَّقُوا اللّٰہَ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ یعنی اس کے حکم کے خلاف نہ کرو۔

= لَعَلَّکُمْ۔ شاید کہ تم۔ اس امید پر کہ تم۔ لَعَلَّ حرفِ ترجّی ہے بمعنی شاید کہ۔ امید ہے کہ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حاکمانہ، شاہانہ طرزِ کلام کے مطابق یہ لفظ تعلیل و تحقیق کے لئے استعمال کیا ہے (قاموس القرآن)

= تُرْحَمُوْنَ، مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ رَحْمَۃٌ (باب سمع) مصدر۔ تم پر رحم کیا جائے۔

۴۹: ۱۱ = لَا یَسْخَرْ: فعل نہی واحد مذکر غائب سَخْرٌ باب سمع مصدر۔ بِ اور مِنْ کے صلہ کے ساتھ۔ مذاق بنانا۔ ٹھٹھا کرنا۔ (چاہئے کہ) تمسخر نہ اڑائے مردوں کی ایک جماعت دوسری جماعت کا۔

= عَسٰی۔ ممکن ہے۔ ہوسکتا ہے۔

= اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ۔ اَنْ مصدریہ۔ یَکُنَّ۔ مضارع جمع مؤنث غائب کَوْنٌ باب نصر، مصدر۔ وہ ہوں گی، وہ ہوں، خَیْرًا افعل التفضیل کا صیغہ ہے بہتر۔ بوجہ خبر یَکُنَّ منصوب ہے۔ یَکُنَّ میں ضمیر جمع مؤنث غائب ان عورتوں کی طرف راجع ہے جن کا تمسخر اڑایا جا رہا ہو اور مِنْھُنَّ میں ان عورتوں کی طرف جو تمسخر اڑا رہی ہوں

= لَا تَلْمِزُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، لَمْزٌ (باب ضرب و نصر) مصدر۔ تم عیب مت لگاؤ۔ تم عیب چینی مت کرو۔

اَنْفُسَکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے اپنے اشخاص کی یعنی آپس کی، ایک دوسرے کی (عیب جوئی مت کرو) اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّلْمِزُکَ فِی الصَّدَقٰتِ (۹: ۵۸) اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ تقسیم صدقات میں تم پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔

= وَلَا تَنَابَزُوْا۔ واؤ عاطفہ، لَا تَنَابَزُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر تَنَابُزٌ (تفاعل) باہم چڑ مقرر کرنا۔ آپس میں بُرا نام نکالنا۔ اور ایک دوسرے کو چڑانا اور

بُرے نام سے پکارنا۔ اور تم ایک دوسرے کو بُرے نام سے مت پکارو۔
== بِالْاَلْقَابِ: مضاف مضاف الیہ۔ القاب کے ساتھ۔ القاب جمع ہے لقب کی
اصلی نام کے علاوہ انسان کا جو دوسرا نام ہو اسے لقب کہتے ہیں۔
عَلَم (اصلی نام) اور لقب میں فرق صرف یہ ہے کہ عَلَم میں معنی کی رعایت نہیں ہوتی لیکن لقب میں معنی کا لحاظ ہوتا ہے۔
لقب کی دو قسمیں ہیں:۔
۱:۔ ایک وہ جو عزت وشرف کے لحاظ سے ہو جیسے بادشاہوں کے لقب ہوتے ہیں
۲:۔ دوم یہ کہ بطور چڑانے کے رکھ دیا جائے۔ آیت ہٰذا میں دوسرے ہی قسم کے لقب مُراد ہیں۔ یعنی ایک دوسرے کو چڑانے کے لئے نام نہ ڈالو۔
== بِئْسَ۔ بُرا ہے۔ فعل ذم ہے اس کی گردان نہیں آتی۔ بِئْسَ اصل میں بَئِسَ تھا بروزن فَعِلَ (باب سمع) سے۔ عین کلمہ کی اتباع میں اس کی فاء کو کسرہ دیا گیا۔ پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر دیا گیا بِئْسَ ہو گیا۔
== اَلِاسْمُ الْفُسُوْقُ ! موصوف وصفت۔ بُرا نام۔ عیب دار نام، مثلاً یہودی کافر، فاسق۔ ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا ہی بُرا ہے۔
== لَمْ یَتُبْ۔ مضارع نفی جحد بلم۔ صیغہ واحد مذکر غائب تَوْبٌ (باب نصر) مصدر (اور جس نے) توبہ نہ کی: ای من لم یتب عما نھی عنہ، اور جس نے توبہ نہ کی اس سے جس سے اس کو منع کیا گیا (تو ایسے لوگ ہی ظالم ہیں)۔
۴۹: ۱۲ == اِجْتَنِبُوْا فعل امر، جمع مذکر حاضر۔ اِجْتِنَابٌ (افتعال) مصدر۔ تم پرہیز کرو تم بچو، تم اجتناب کرو۔ اَلْجَنْبُ اصل میں پہلو کو کہتے ہیں اس کی جمع جُنُوْبٌ ہے۔
قرآن مجید میں ہے قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ (۳: ۱۹۱) جو کھڑے اور بیٹھے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اور اسی سے وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ (۴: ۳۶) بمعنی قریبی ساتھی۔ دوست کے ہیں۔ اور دوری کے معنی میں اسی آیۃ (۴: ۳۶) میں ہے اَلْجَارِ الْجُنُبِ اجنبی یعنی دور کا ہمسایہ۔
== اَلظَّنِّ۔ تہمت۔ شک، اٹکل، انسان کے دل میں جو بات آئے اور اس کے صحیح اور غلط ہونے کے دونوں پہلو ہوں اُسے ظنّ کہتے ہیں۔ آیت ہٰذا میں تہمت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ قاموس القرآن از قاضی زین العابدین میں ہے:۔ کہ کہیں

ظنّ کا استعمال تہمت کے لئے ہوا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے:
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔ (اے ایمان والو! بہت تہمتیں لگانے سے بچو درحقیقت بعض تہمت گناہ ہے)
اور حدیث میں آیا ہے: اِیَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِیْثِ۔ (تہمت لگانے سے بچو کیونکہ تہمتیں لگانا سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے)

(نیز ملاحظہ ہو ۴۸: ۶)

= كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ۔ بہت گمان کرنے سے بچو۔ یا پرہیز کرو۔
= اِثْمٌ۔ گناہ واحد۔ اٰثَامٌ جمع۔ اِثْمٌ و اَثْمٌ و اِثَامٌ (باب سمع) مصدر گناہ کرنا۔ ناجائز کام کرنا۔ اِثْمٌ وہ فعل یا عمل جو ثواب سے روکنے یا پیچھے رکھنے والا ہو
= وَلَا تَجَسَّسُوْا۔ اس جملہ کا عطف سابقہ جملہ اجتنبوا پر ہے لَا تَجَسَّسُوْا فعل نہی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تَجَسُّسٌ تَفَعُّلٌ مصدر تم جاسوسی نہ کرو۔ تم کھوج مت لگاؤ۔ جسّ بہ نسبت حسّ کے خاص ہے کیونکہ حسٌّ کے معنی ہیں ہر اس چیز کا پہچاننا جو بذریعہ حس معلوم ہو سکے۔ اور جَسٌّ کے معنی ہیں ایک خاص حالت کا پتہ چلانا۔
= وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا۔ اس کا عطف بھی جملہ سابقہ اِجْتَنِبُوْا پر ہے لَا یَغْتَبْ فعل نہی واحد مذکر غائب۔ اِغْتِیَابٌ (افتعال) مصدر۔ غیبت کرنا۔ پس پشت برا کہنا۔ بَعْضُكُمْ بَعْضًا تم میں سے کا بعض، تم میں سے کوئی کسی کی۔ بَعْضُكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ فاعل۔ بَعْضًا مفعول۔ اور تم میں سے کوئی دوسرے کی چغلی یا غیبت بھی نہ کرے۔
= اَیُحِبُّ الف استفہام انکاری ہے، یُحِبُّ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِحْبَابٌ (افعال) مصدر۔ کیا کوئی پسند کرتا ہے۔ یا پسند کرے گا؟ یعنی نہیں کرے گا یعنی تم میں سے کوئی پسند نہیں کرے گا۔
= اَنْ یَّاْكُلَ۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ یَاْكُلُ مضارع منصوب واحد مذکر غائب
= لَحْمَ اَخِیْهِ۔ اخیہ مضاف مضاف الیہ مل کر (لحم) مضاف کا مضاف الیہ پھر مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل یَاْكُلَ کا۔
= مَیْتًا۔ مردہ۔ اخ سے حال ہے (کیا پسند کرے گا تم میں سے کوئی شخص کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ مَیْتًا لَحْمَ سے بھی حال ہو سکتا ہے۔

= فَكَرِهْتُمُوْهُ ۔ فَ ترتیب کا ہے (مابعد کی ترتیب ماقبل پر) كَرِهْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر (بمعنی مستقبل) كَرِهَ (باب سمع) مصدر ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع اكل، لحم یا میت ہے۔ اس سے تو تم ضرور نفرت کروگے۔

= وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔ واؤ عاطفہ، جملہ کا عطف جملہ محذوف پر ہے۔ جیسے کہ کہا گیا ہو امتثلوا ما قیل لکم واتقوا اللّٰہ ۔ جو کچھ تم سے کہا گیا ہے اس کو اختیار کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو

= اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۔ ان حرف مشبہ بالفعل (خبر کی تاکید و تحقیق مزید کے لئے آتا ہے) اللّٰهَ اسم اِنَّ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ خبر۔ یہ جملہ جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے اور جن سے منع کیا گیا ہے اس کی تعلیل ہے۔ یعنی جو اللہ سے ڈرا۔ اوامر پر عمل کیا اور نواہی سے اجتناب کیا۔ اور اپنی کوتاہی یا زیادتی سے توبہ کی تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے اور بڑا مہربان ہے۔

۴۹ : ۱۳ = مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى ۔ ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت سے ای من آدم وحواء علیہما السلام فالکل سواء فی ذٰلک فلا وجہ للتفاخر بالنسب یعنی سب کو آدم اور حوا سے پیدا کیا۔ اس میں سب ایک برابر ہیں اور نسب میں کسی کے لئے کوئی وجہ تفاخر نہیں ہے۔

= وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ ۔ شُعُوْبٌ جمع ہے شَعْبٌ کی۔ اور شعوب وہ الجمع العظیم ہے جن کا انتساب ایک ہی اصل کی طرف ہو۔ شعب سے قبیلے پھوٹتے ہیں پھر شاخ در شاخ سلسلہ کثرت سے قلت کی طرف چلا جاتا ہے،

عرب میں قبیلہ کی تدریجی تقسیم کثرت سے قلت کی طرف ترتیب حسب ذیل ہے

(۱) پہلے شعب، (۲) پھر قبیلہ (۳) پھر عمارہ (۴) پھر بطن (۵) پھر فخذ (۶) پھر فصیلہ۔ ابو اسامہ نے تصریح کی ہے کہ یہ طبقے انسانی خلقت کی ترتیب پر ہیں۔ شعب، سب سے عظیم تر ہے۔ شعب الراس (جہاں دماغ کے چاروں حصے جڑتے ہیں) سے مشتق ہے پھر قبیلہ اپنے اجتماع کی بنا پر قبیلۃ الراس (کھوپری کا وہ حصہ جو شاخ در شاخ ہوتا ہے) سے پھر عمارۃ ہے جس کے معنی سینہ کے ہیں۔ پھر بطن (پیٹ) ہے پھر فخذ (ران) ہے پھر فصیلہ ہے جس کے معنی پنڈلی کے ہیں۔

پھر عرب کے قبیلوں کی تقسیم یوں کی گئی ہے۔ شعب (خزیمہ) قبیلہ (کنانہ) عمارۃ (قریش) بطن (قصی) فخذ (ھاشم) فصیلہ (العباس)

== لِتَعَارَفُوا۔ شعوب اور قبائل وغیرہ بنانے کی علت ہے۔ یہ اس لئے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو"
== اَكْرَمَكُمْ: اَكْرَمُ اسم تفضیل کا صیغہ ہے مضاف ۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۔ تم میں سے زیادہ با عزت ۔ زیادہ معزز۔
== اَتْقٰكُمْ۔ اَتْقٰى اسم تفضیل کا صیغہ ہے مضاف، كُمْ مضاف الیہ ۔ تم میں سے زیادہ متقی ۔ ای ھو الذی اتقٰکم ۔ جو تم میں سے زیادہ متقی ہے ۔
== عَلِيْمٌ: ای بکم و باعمالکم تمہیں اور تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔ خَبِيْرٌ بباطن احوالکم۔ تمہارے اندرونی حالات سے باخبر ہے۔
۴۹ : ۱۴ == اَلْاَعْرَابُ : گنوار، بدو۔ اعراب وہ ہیں جو کہ صحراؤں میں سکونت گزیں ہوں ۔ اس کے برخلاف لفظ عرب کے مفہوم میں وسعت ہے کیونکہ اس کا استعمال ان تمام انسانوں کے لئے عام ہے جو ریگستانِ عرب میں رہتے ہوں خواہ وہ صحراؤں میں بستے ہوں یا آبادیوں کے باشندے ہوں ۔
اہل لغت کا بیان یہی ہے اور اسی پر سیبویہ نے کہا ہے کہ اعراب صیغہ جمع تو ہے مگر لفظ عرب کی جمع کا صیغہ نہیں ہے ۔
== لَمْ تُؤْمِنُوا: مضارع نفی جحد بلم ۔ تم ایمان نہیں لائے ۔
== اَسْلَمْنَا۔ ماضی جمع متکلم ۔ ہم مسلمان ہوئے ۔ اِسْلَامٌ (افعال) مصدر۔
== لَمَّا۔ حرفِ جازم ہے ۔ لَمْ کی طرح فعل مضارع پر داخل ہو کر جزم دیتا ہے اور مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے ۔
وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۔ اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ۔ نیز ملاحظہ ہو (۲ : ۲۱۴) اس جملہ کا عطف لَمْ تُؤْمِنُوْا پر ہے
== وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔ جملہ شرط ہے۔ تُطِيْعُوْا، مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر، اِطَاعَةٌ (افعالٌ) مصدر۔ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ دونوں مفعول ہیں تُطِيْعُوْا کے ۔ رَسُوْلَهٗ مضاف ۔ مضاف الیہ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے ۔
== لَا يَلِتْكُمْ مِنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ۔ جملہ جواب شرط ہے ۔ لَا يَلِتْ مضارع منفی مجزوم بوجہ جوابِ شرط، صیغہ واحد مذکر غائب ۔ اَلْتٌ (باب ضَرَبَ) مصدر بمعنی حق

کم کرکے دینا۔ کام کے ثواب یا اجر میں کمی کرنا۔ ال ت مادہ۔ شَیْئًا: مفعول فعل لَا یَلِتْکُمْ کا۔ وہ تم کو کم نہ دیگا۔ وہ تمہارے حق میں کمی نہ کرے گا۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَمَا اَلَتْنٰھُمْ مِّنْ عَمَلِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ (۵۲: ۲۱) اور ہم ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔ یعنی ثواب میں کمی نہ کریں گے۔

۴۹: ۱۵ = ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا۔ ثُمَّ تراخی زمانی کے لئے ہے۔ پھر ازاں بعد لَمْ یَرْتَابُوْا۔ مضارع نفی جحد بلم۔ جمع مذکر غائب اِرْتِیَابٌ (افتعال) مصدر۔ وہ شک میں نہ پڑے۔

= جٰھَدُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ مُجَاھَدَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر۔ انہوں نے جہاد کیا۔ جہاد کا مفعول مقدر ہے۔ مفعولہ مقدر۔ ای العدو او النفس والھوٰی۔ یعنی دشمن۔ یا نفس اور خواہشات۔

= اُولٰٓئِکَ۔ اسم اشارہ جمع مذکر، جو مذکورہ بالا اوصاف سے متصف ہیں۔

= اَلصّٰدِقُوْنَ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ صَادِقٌ کی جمع بحالت رفع۔ صِدْقٌ سے۔ سچ بولنے والے۔ سچے مرد۔ دعوائے ایمان میں سچے۔

۴۹: ۱۶ = قُلْ۔ ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

= اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰہَ: ہمزہ استفہام کے لئے۔ تُعَلِّمُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر تَعْلِیْمٌ (تفعیل) مصدر۔ کیا تم سکھاتے ہو۔ کیا تم خبر دیتے ہو۔ کیا تم آگاہ کرتے ہو

= بِدِیْنِکُمْ۔ دِیْنِکُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ بِ حرفِ جار۔ اپنے دین کے متعلق۔ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ ...... عَلِیْمٌ۔ دونوں جملے حالیہ ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے۔

۴۹: ۱۷ = یَمُنُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ مَنٌّ باب نصر مصدر۔ وہ احسان جتلاتے ہیں۔ وہ احسان رکھتے ہیں۔

= اَنْ اَسْلَمُوْا۔ اَنْ مصدریہ ہے اَسْلَمُوْا ماضی جمع مذکر غائب کہ وہ اسلام لائے۔ کہ وہ مسلمان ہوئے۔

= لَا تَمُنُّوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، مَنٌّ باب نصر مصدر۔ تم احسان مت جتلاؤ تم احسان مت رکھو۔ لَا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ۔ ای لا تمنوا علی باسلامکم اپنے اسلام کا مجھ پر احسان مت جتلاؤ۔

= بَلْ۔ حرف اضراب ہے۔ یعنی تمہارا مجھ پر کوئی احسان نہیں بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی دولت بخشی، ہدایت بخشی۔

اَنْ ھَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ۔ اَنْ مصدریہ ہے ھَدٰى ماضی واحد مذکر غائب۔ ھِدَايَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ کہ اس نے ایمان کی طرف تمہاری رہنمائی کی۔

= اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ جملہ شرط ہے۔ جواب شرط محذوف ہے ای فللّٰه المنة عليكم۔ اگر تم سچی بات کرتے ہو تو اللہ کا تم پر احسان ہے (کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت بخشی)

؎ شکر خدا کن کہ موفق شدی بخیر ۔ زانعام وفضلِ او، معطل نہ گذاشتت
منت منہ کہ خدمت سلطان میکنی ۔ منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

ترجمہ :۔ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کر کہ اس نے تجھے نیکی کی توفیق دی ہے
اور اس نے تجھے اپنے انعام واحسان سے محروم نہیں رکھا۔
یہ احسان مت جتلا کہ تو بادشاہ کی خدمت کر رہا ہے۔
بلکہ اس کا احسان سمجھ کہ اس نے تجھے اپنی خدمت کا موقع دیا ہے۔

۴۹ : ۱۸۔ بَصِيْرٌ۔ بروزن فعيل بمعنی فاعل۔ دیکھنے والا۔ جاننے والا۔

فَائِدَة : آیات ۱۴ تا ۱۸ میں ان بدوی قبائل کا ذکر ہے جو اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر محض اس خیال سے مسلمان ہو گئے تھے کہ وہ مسلمانوں کی ضرب سے محفوظ رہیں گے۔ اور اسلامی فتوحات کے فوائد سے بھی متمتع ہوں گے یہ لوگ حقیقت میں سچے دل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ محض زبانی اقرارِ ایمان کر کے محض مصلحۃً اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرالیا تھا۔ اور ان کی اس باطنی حالت کا راز اس وقت افشا ہو جاتا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر طرح طرح کے مطالبے کرتے تھے۔ اور اپنا حق اس طرح جتاتے تھے کہ گویا انہوں نے اسلام قبول کر کے آپ پر بڑا احسان کیا ہے روایات میں متعدد قبائلی گروہوں کے اس رویہ کا ذکر آیا ہے۔ مثلاً مزنیہ، جُہَینیہ اسلم، اشجع، غفار وغیرہ وغیرہ۔ خاص طور پر بنی اسد بن خزیمہ کے متعلق ابن عباس اور سعید بن جُبیر کا بیان ہے کہ ایک دفعہ خشک سالی کے زمانہ میں وہ مدینہ آئے

اور مالی مدد کا مطالبہ کرتے ہوئے بار بار انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم بغیر لڑے بھڑے مسلمان ہوئے ہیں۔ ہم نے اس طرح جنگ نہیں کی جس طرح فلاں فلاں قبیلوں نے جنگ کی ہے۔

اس سے ان کا صاف مطلب یہ تھا کہ اللہ کے رسول سے جنگ نہ کرنا اور اسلام قبول کر لینا ان کا ایک احسان ہے جس کا معاوضہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان سے ملنا چاہیئے۔ اطراف مدینہ کے بدوی گروہوں کا یہی وہ طرز عمل ہے جس پر ان آیات میں تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس تبصرہ کے ساتھ سورۃ توبہ کی آیات ۹۰ تا ۱۱۰، اور سورۃ الفتح آیات ۱۱۔ ۱۷ کو ملا کر پڑھا جائے تو بات زیادہ اچھی طرح سمجھ میں آ سکتی ہے

(تفہیم القرآن)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ط

سورة قٓ مكّيّة (۴۵)

= قٓ ۔ حروف مقطعات میں سے ہے۔

= وَالۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِيۡدِ واؤ قسمیہ ہے القراٰن المجید موصوف صفت۔ جواب قسم محذوف ہے ۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں!

۱۔ انك جِئۡتَهُمۡ مُنۡذِرًا بالبعث ۔ بے شک آپ ان کے پاس آئے ہیں ان کو حشر کے دن جی اٹھنے سے ڈرانے کے لئے۔ (ابوحیان)

(۲)۔ وقیل تقدیرہ : لَتُبۡعَثُنَّ ۔ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے!

۳۔ وقیل ھو: قد علمنا ما تنقص الارض منھم: ہم خوب جانتے ہیں جو زمین ان کے جسموں کو (کھاکھا کر) گھٹاتی ہے۔ (الاخفش)

۴۔ وقیل ھو: ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے (ابن کیسان)

۵۔ اہل کوفہ کے نزدیک اگلی متصل آیت جواب قسم ہے ۔ وغیرہ وغیرہ

المجید ۔ صفت مشبہ معرفہ۔ مجد (باب نصر) مصدر۔ بزرگ ہونا۔ شریف ہونا۔ (اونٹوں کا) بہت چارہ والی چراگاہ میں چرنا۔ اور مجدت الابل) وسیع اور بڑے سبزہ زار میں اونٹ پہنچ گئے۔ عرب کہتے ہیں فی کل شجر نار و استمجد المرخ والعفار۔ ہر درخت میں آگ ہے لیکن مرخ اور عفار سب سے بڑھ چڑھ کر ہیں ۔ اور اس کے معنی میں کثرت اور وسعت کا مفہوم غالب ہے

عرف عام میں وسعتِ کرم اور رفعتِ عزت کے معنی میں ہوگیا۔ اللہ وسیع الفضل ہے کثیر الخیر ہے ۔ سب سے بڑھ کر بزرگ ہے ۔ رفیع الشان ہے ۔اس لئے مجید ہے۔ قرآن مجید میں تمام مکارم دنیویہ واخرویہ کو حاوی ہے۔ (راغب)

۵۰ : ۲ = بَلۡ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَهُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡهُمۡ : بَلۡ حرف اضراب ہے

یعنی اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو ان کی طرف اس واسطے بھیجا تھا کہ آپ حشر کے روز دوبارہ جی اٹھنے اور حساب وکتاب اور سزا وجزار کے متعلق ان کو ڈرائیں لیکن ان بدقسمت لوگوں نے صرف آپ کے ڈراوے سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا بلکہ مزید برآں اس پر تعجب میں پڑ گئے کہ یہ ڈرانے والا ان میں سے کیسے آگیا۔ یہ ان کی طرح کھاتا ہے اور ان کی طرح پیتا ہے اور ان کی طرح چلتا ہے پھر یہ ہی خاص طور پر نبوت کے لئے قابل کیوں سمجھا گیا کیوں نہ کوئی فرشتہ اس مقصد کے لئے بھیجا گیا وغیرہ وغیرہ

مُنْذِرٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِنْذَارٌ (انفعال) مصدر۔ ڈرانے والا۔

= فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ : فَ تفسیر کے لئے ہے یہ کافروں کے تعجب کا بیان ہے۔ هٰذَا۔ اشارہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت کے لئے منتخب کرنے کی طرف۔

۵۰: ۳ = ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا۔ ای ونبعث اذا متنا وکنا ترابا۔ کیا ہم دوبارہ زندہ اٹھائے جائیں گے جب ہم مر گئے ہوں گے۔ اور مٹی بن چکے ہوں گے (یہ کفار کے انکار اور ان کے انکار کی دوسری وجہ تھی)

= ذٰلِكَ۔ ای بعث بعد الموت

= رَجْعٌ بَعِیْدٌ موصوف وصفت بَعِیْدٌ۔ ای بعید عن الاوهام او العادة او امکان یعنی یہ واپسی (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا) وہم وگمان سے بالاتر، خرق العادت اور ناممکنات میں سے ہے۔

۵۰: ۴ = قَدْ عَلِمْنَا: قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کا معنی دیتا ہے۔ تحقیق ہمیں علم ہے۔ ہم جانتے ہیں۔

= مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ : مَا موصولہ، باقی جملہ اس کا صلہ، تَنْقُصُ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ نَقْصٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ کم کرتی ہے۔ وہ گھٹاتی ہے۔

= مِنْهُمْ۔ ای من اَجْسَامِهِمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کے جسموں اور جسدوں سے۔ هم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کافرون ہیں۔ یعنی ہم جانتے ہیں کہ مرنے والوں کے جسموں کو کھا کر مٹی ان کو مٹی بنا دیتی ہے تو اس کے ذرات کہاں کہاں ہیں۔ ان کو اکٹھا کرنا اور پھر زندہ کر کے اٹھانا ہمارے لئے دشوار نہیں ہے۔

= كِتٰبٌ حَفِیْظٌ، موصوف وصفت۔ حَفِیْظٌ۔ حُفْظٌ سے بروزن فعیل بمعنی فاعل۔ حفاظت رکھنے والا۔ اور بمعنی مفعول مَحْفُوْظٌ ہے یہاں محفوظ مراد لیا گیا ہے۔ ایسی کتاب جو ہر قسم کے

دستِ تصرف سے باہر ہے ، یہاں بمعنی لوح محفوظ ہے :

۵۰: ۵ == بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ : بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل کی حالت کو برقرار رکھتے ہوئے اس پر مابعد کو اور زیادہ کرنے کے لئے۔ یعنی ایک تو وہ پہلے ہی تعجب اور تردد میں تھے کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک رسول منجانب اللہ ہونے کا مدعی ہے اور بعث بعد الموت سے بھی انکاری تھے۔ اب مزید یہ کہ جب نبوت اپنے صریح معجزات سے ثابت ہو چکی تو فوراً اس کی تکذیب کرنے لگے۔ معجزات سے ثابت شدہ نبوت کی تکذیب اس کے انکار سے بڑھ کر ہے جو چیز قطعی دلائل سے ثابت ہو اس کا انکار بہت ہی بعید از عقل ہے ، اَلْحَقّ سے مراد قرآن کریم بھی ہو سکتا ہے۔ لَمَّا حرف ظرف بمعنی جب۔ جَآءَ کا ضمیر فاعل الحق کی طرف راجع ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب منکرین کافرین کے لئے ہے۔

== فَهُمْ میں فَ ترتیب کا ہے۔

== اَمْرٍ مَّرِيْجٍ . موصوف وصفت۔ مَرِيْجٍ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ مرج مادہ۔ الجھی ہوئی بات ، سخت الجھن۔ المرج کے اصل معنی خلط ملط کرنے اور ملا دینے کے ہیں۔ اَمْرٍ مریج۔ گڈمڈ اور پیچیدہ معاملہ غُصْنٌ مَّرِيْجٌ باہم گتھی ہوئی ٹہنی۔

اور مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ (۵۵: ۱۹) اس نے دو دریا رواں کئے جو آپس میں ملتے ہیں اور جگہ فرمایا مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (۵۵: ۵) آگ کے شعلے سے۔ یہاں مَارِجٍ کے معنی آگ کے مخلوط شعلے کے ہیں جو دھوئیں سے خلط ملط ہو۔

۵۰: ۶ == اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا . ہمزہ استفہامیہ انکاریہ ہے اور فَ عاطفہ سے قبل کلام مقدرہ ہے۔ ای اَعَمُوْا فَلَمْ يَنْظُرُوْا۔ کیا وہ اندھے ہیں اور انہوں نے نہیں دیکھا ہے۔

لَمْ يَنْظُرُوْا۔ مضارع نفی جحد بلم جمع مذکر غائب ؛ انہوں نے نہیں دیکھا۔

== بَنَيْنٰهَا۔ بَنَيْنَا . ماضی جمع متکلم بِنَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ ب ن ی مادہ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع السمآء ہے۔ ہم نے اس کو (کس طرح) بنایا ہے۔

== زَيَّنّٰهَا۔ زَيَّنَّا ماضی جمع متکلم تزيينٌ تفعیل مصدر۔ ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب برائے السَّمَآء ہے ہم نے اس کو مزین کیا ہے ، ہم نے اس کو زینت بخشی۔

== لَهَا - ای فیها۔

== فُرُوْجٍ . فَرْجٌ کی جمع۔ شگاف۔ دراڑیں۔ سوراخ۔ اور اس میں کہیں دراڑ تک نہیں ، اَلْفَرْجُ کے معنی دو چیزوں کے درمیان شگاف کے ہیں جیسے دیوار میں شگاف ، یا دونوں ٹانگوں کے درمیان کی

کشادگی۔ اور کنایہ کے طور پر فرج کا لفظ شرمگاہ پر بولا جاتا ہے اور کثرتِ استعمال کی وجہ سے اسے حقیقی معنی سمجھا جاتا ہے قرآن مجید میں ہے وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (۲۴: ۳۱) اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔

۵۰: ۷ = وَالْاَرْضَ معطوف علی موضع السماء۔ ای فلم یروا الارض اور کیا انہوں نے (اپنے نیچے) زمین کو نہیں دیکھا۔ (تفسیر حقانی، جلالین)

= مَدَدْنٰهَا - مَدَدْنَا، ماضی جمع متکلم مَدٌّ (باب نصر) مصدر۔ لمبائی کے رُخ کسی چیز کے کھینچنے یا بڑھانے کو کہتے ہیں۔ اسی سے مدتِ دراز کو مُدَّةٌ کہتے ہیں۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب الارض کی طرف راجع ہے۔ ہم نے اس کو پھیلا دیا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ (۲۵: ۴۵) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تیرا رب سائے کو کس طرح دراز کر کے پھیلا دیتا ہے۔

= اَلْقَيْنَا: ماضی جمع متکلم اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی ڈالنا۔ لِقَاءٌ۔ باب سمع کے معنی ہیں کسی کے سامنے آنا۔ اسے پالینا۔ باب افعال (اِلْقَاءٌ) سے اس کے معنی ہیں کسی چیز کو اس طرح ڈالدینا کہ وہ دوسرے کو سامنے نظر آئے۔ پھر عرف میں مطلق کسی چیز کو پھینک دینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اَلْقَيْنَا۔ ہم نے ڈالا۔ ہم نے رکھا۔ ہم نے رکھ دیا۔

= فِيْهَا۔ ای فی الارض۔ زمین پر۔

= رَوَاسِيَ (ر س و مادہ) سے راسیۃٌ کی جمع ہے رَسَا الشَّیْءُ رُسُوًّا (باب نصر) مصدر بمعنی کسی چیز کے کسی جگہ پر ٹھہرنے اور استوار ہونے کے ہیں۔ اور باب افعال سے بمعنی ٹھہرانے اور استوار کر دینے کے ہیں۔ رَوَاسِيَ گڑے ہوئے پہاڑ۔

یہاں پہاڑوں کو بوجہ ان کے ثبات اور استواری کے رَوَاسِيَ کہا گیا ہے جیسا کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں فرمایا وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا (۷۹: ۳۲) اور پہاڑوں کو (اس میں یعنی زمین میں گاڑ کر) پھیلا دیا۔

اسی طرح معنی ثبات کے اعتبار سے پہاڑوں کو اَوْتَادٌ (وَتَدٌ کی جمع بمعنی میخ) فرمایا ہے جیسے وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا (۷۸: ۵) اور (کیا ہم نے) پہاڑوں کو (اس کی یعنی زمین کی) میخیں (نہیں ٹھہرایا)۔

= اَنْۢبَتْنَا۔ ماضی جمع متکلم اِنْبَاتٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ ہم نے اگایا۔ نباتات، پودے، سبزی اگی ہوئی بوٹیاں۔

= مِنْ كُلِّ زَوْجٍ۔ ہر قسم کا سبزہ۔ یہاں زوج کا معنی جوڑا نہیں بلکہ نوع ہے ای من کل

نوع من النبات / من کل صنف من اصناف النبات ۔
= بَهِيْجٍ ۔ رونق ۔ تروتازہ ، شگفتہ ، دل کو لبھانے والی ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔ یہ زَوْجٍ کی صفت ہے ۔

بَهْجَةٌ ۔ رونق ۔ تازگی ، خوبی ، خوش رنگی ، فرحت ، مسرت کو کہتے ہیں ۔

۵۰ : ۸ = تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى ہر دو مفعول لہٗ ہیں بصیرت کے لئے اور یاد دہانی کے لئے تَبْصِرَةً ۔ دکھلانا ۔ سمجھانا ۔ بروزن تفعلۃٌ باب تفعیل کا مصدر ہے ۔ تَبْصِيْرٌ اور تَبْصِرَةٌ دونوں آتے ہیں جیسے تَقْدِيْمٌ وَتَقْدِمَةٌ اور تَذْكِيْرٌ وَتَذْكِرَةٌ ۔

ذِكْرٰى نصیحت کرنا ۔ ذکر کرنا ۔ یاد ، موعظت ۔ پند ، باب نصر سے مصدر ہے ۔ کثرت ذکر کے لئے بولا جاتا ہے یہ ذکر سے زیادہ بلیغ ہے ۔

= لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۔ لام حرف جار کلّ مجرور ، مضاف ، عَبْدٍ مُّنِيْبٍ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ ۔ کُلّ لفظاً واحد ہے اور معنی کے لحاظ سے جمع ہے اس لئے اس کا استعمال دونوں طرح ہے تذکیر و تانیث اس میں برابر ہے ۔ کُلّ دو طرح کا ہوتا ہے مجموعی اور افرادی ۔ کلّ افرادی ہمیشہ نکرہ مفرد ، کی طرف مضاف ہوتا ہے جس کا ترجمہ ہوتا ہے ۔ ہر ایک ، جیسے آیت زیر مطالعہ میں لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ہر اس بندے کے لئے جو بار بار اللہ کی طرف لوٹنے والا ہو ۔ یا بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔

کُلّ مجموعی معرف باللام کی طرف مضاف ہوتا ہے یا اس ضمیر کی طرف مضاف ہوتا ہے جو معرف باللام کی طرف راجع ہوتی ہے اس وقت مجموعہ افراد پر دلالت کرتا ہے ۔ ترجمہ ہوتا ہے سب ، پورا اول کی مثال كُلُّ الْقَوْمِ ، پوری قوم ، سب قوم ، دوم کی مثال فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ ۔ (۳۸ : ۷۲)

کبھی کُلّ بمعنی بعض آتا ہے جیسے ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا (۲ : ۲۶۰) بعض پہاڑوں پر ان کا ایک ایک حصہ رکھ دو ۔

کُلّ کا مضاف ہونا ضروری ہے اگر مضاف الیہ مذکور نہ ہو تو محذوف مانا جائے گا جیسے كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ (۲۱ : ۳۳) سب (یعنی سورج ، چاند ، ستارے) آسمان میں (اس طرح چلتے ہیں گویا) تیر رہے ہیں ۔

= مُنِيْبٍ : اسم فاعل واحد مذکر ، مجرور ۔ اللہ کی طرف خصوص سے رجوع کرنے والا ۔ اِنَابَةٌ (افعال) مصدر ۔ نوبٌ مادہ ۔ (باب نصر) مصدر سے بمعنی بار بار لوٹنا ۔

۵۰: ۹ — مَآءً مُّبٰرَكًا، مَآءً مفعول ہے نَزَّلْنَا کا۔ موصوف، مُّبٰرَكًا صفت مبارک کثیر النفع پانی، برکت والا پانی، مَآءً سے یہاں مراد بارش کا پانی ہے جو اوپر سے برستا ہے
— بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مَآءً کی طرف راجع ہے یعنی پھر ہم نے اس پانی سے زمین میں باغ اگائے۔
— جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الْحَصِيْدِ۔ جَنّٰتٍ (جَنَّةٌ کی جمع، باغ) حَبَّ (بمعنی دانہ، غلہ اناج) دونوں فعل اَنْۢبَتْنَا کے مفعول ہیں۔ ہم نے اگایا۔ باغات کو، کھیتی کے غلہ کو،
— حَبَّ الْحَصِيْدِ ہ حَبَّ بمعنی دانہ، غلہ وغیرہ۔ حَصِيْد بروزن فعیل بمعنی مفعول صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ کھیتی کٹی ہوئی۔ جڑ سے کٹا ہوا۔

حَبَّ الحصید میں اضافت حَبَّ کی الحصید کی طرف اضافت عام الی الخاص ہے جیسے حق الیقین عین الیقین میں ہے یعنی وہ غلہ جو کاٹا جاتا ہے جیسے گیہوں وغیرہ۔ مراد یہ ہے کہ جو غلہ بویا جاتا ہے پھر اکاٹ کر غذائی کام میں لایا جاتا ہے۔ چونکہ غلہ کا اصل مقصد اور کامل نفع یہی ہے کہ اس کو کاٹ کر غذائی کام میں لایا جائے اس لئے حب کی الحصید کی جانب خاص طور پر اضافت کردی گئی ہے۔ یا مضاف الیہ کا موصوف محذوف ہے۔ جیسے مسجد الجامع یعنی مسجد للصلوٰۃ الجامع۔ اس تاویل پر حبَّ الحصید کا مطلب ہوگا حب الزرع الحصید یعنی قابلِ حصاد کھیتی کا غلہ۔

— وَالنَّخْلَ۔ اَنْۢبَتْنَا کا مفعول سوم۔ اور کھجور کے درخت۔
— بٰسِقٰتٍ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث غائب۔ بَاسِقَةٌ واحد بُسُوْقٌ (باب نصر) مصدر (درخت کا) لمبے تنے والا، اور لمبی شاخوں والا ہونا۔ النَّخْلَ بٰسِقٰتٍ ای النخیل الطوال العالیات کھجوروں کے درخت جو لمبے اور اونچے چلے گئے ہوں۔
— لَهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب النخل کے لئے ہے طَلْعٌ طَلَعَ طُلُوْعٌ و مَطْلَعٌ (باب نصر) کے معنی آفتاب کے طلوع ہونے کے ہیں اور طلوع آفتاب کی مناسبت سے طلع النخل کا محاورہ استعمال ہوتا ہے اور اس کے معنی درخت خرما کے غلاف کے ہیں جس کے اندر اس کا خوشہ ہوتا ہے (راغب)، طَلْعٌ پھل وہ جگہ جہاں سے پھل نمودار ہوتا ہے (مظہری) لَهَا طَلْعٌ ھو ثمرھا ما دام فی وعائہٖ۔ یہ اس کا پھل ہے جب تک وہ اس کے گابھے میں رہے (کلمات القرآن) طَلْعٌ کھجور کے درخت کا گابھا۔ شگوفہ (فیروز اللغات) طَلْعٌ خوشہ، گابھا، گچھا۔ درخت خرما کا پہلا شگوفہ جو باہر نکلتا ہے طلع کہلاتا ہے (لغات القرآن) یہ موصوف ہے اور اس کی

صفت نَضِیْدٌ ہے۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی اسم مفعول نَضِیْدٌ بمعنی مَنْضُوْدٌ۔ نَضَدٌ باب (ضرب) مصدر۔ سامان کو ترتیب سے رکھنا۔ ڈھیر لگانا۔ ترتیب سے چننا۔ یہاں بمعنی تہ برتہ ترتیب سے گندھا ہوا پھل۔ اس سے مراد پھلوں یا شگوفوں کی کثرت۔

صاحب ایسر التفاسیر لکھتے ہیں:

ای لها طلع منضد متراکب بعضه فوق بعض۔ گچھے ترتیب سے ایک دوسرے پر تہ درتہ چڑھے ہوئے۔

لها طلع نضید یہ جملہ حال ہے النخل سے۔

۵۰: ۱۱ = رِزْقًا لِّلْعِبَادِ: رزقًا مفعول لہٗ ہے انبتنا کا۔ یعنی پیدا کرنے کی اصل غرض یہ ہے

= وَاَحْیَیْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف اَنْۢبَتْنَا بِهٖ پر ہے بِهٖ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَآءً ہے ای احیینا بذلك الماء بلدة میتا۔ موصوف وصفت مل کر اَحْیَیْنَا کا مفعول۔ اور اس پانی سے ہم نے مردہ شہر کو زندہ کر دیا۔ یعنی جہاں کوئی سبزہ اور روئیدگی نہ تھی اس کو سرسبز و شاداب بنا دیا۔

= كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ: مبتدا خبر۔ جیسے مثل زَیْدٌ اَخُوْكَ۔ كَذٰلِكَ۔ کاف تشبیہ واقع موقع مثل ہے۔ ذٰلِكَ سے مراد احیاء بلدة میتہ ہے۔ کذلك الخروج۔ یعنی ان خروج الناس احیاء من قبورهم بعد الموت کخروج النبات من الارض بعد عدمه موت کے بعد لوگوں کا قبروں سے زندہ نکال لانا ایسے ہی ہے جیسا کہ عدم کے بعد زمین سے سبزہ اگا دینا (اضواء القرآن)

۵۰: ۱۲ = قَبْلَهُمْ۔ ای قبل قریش۔ قریش کفار مکہ سے قبل۔

= اَصْحٰبُ الرَّسِّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ الرّسّ ایک کنویں کا نام ہے جو مدین کے قریب ہے یہ کنویں والے کون تھے۔ اس کے متعلق مختلف مگر غیر مستند روایات ہیں خلاصہ ان سب کا یہ ہے کہ یہ ایک قوم تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک کر دیا تھا۔

= ثَمُوْدُ۔ ای قوم ثمود۔ اس قوم نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی۔ حضرت صالح اور ان کی اونٹنی کا حال قرآن مجید میں تفصیلاً مذکور ہے قوم نے حضرت صالح کے سمجھانے کے باوجود اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اور اس طرح عذاب الٰہی کے مستوجب ہوئے۔

۵۰: ۱۳ = وَعَادٌ۔۔۔ اس جملہ کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے۔

عَادٌ۔ عاد نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا اور ان کے بھائی ہود علیہ السلام کی نافرمانی میں ہلاک ہوئے

= اِخْوَانُ لُوْطٍ: مضاف مضاف الیہ۔ حضرت لوط کے بھائی بندوں نے بھی ان کی تکذیب کی

اور اس پاداش میں ہلاک کر دیئے گئے۔ قوم لوط کا سب سے بڑا گناہ لواطت تھی یعنی ہم جنسوں سے خلاف فطرت بدفعلی کرنا۔

۵۰:۱۴ == وَاَصْحٰبُ الْاَیْکَةِ، اس کا عطف آیت نمبر ۱۲ پر ہے۔
اور اَیْکَۃ کے رہنے والے اور قوم تُبَّع نے بھی (حق کو) جھٹلایا۔ اَصْحٰبُ الْاَیْکَةِ مضاف مضاف الیہ۔ ایکہ کے لوگ، ایکہ کے رہنے والے۔ یہ کم تولنے کے گناہ میں ملوث تھے اور حضرت شعیب علیہ السلام کے پند ونصائح کی تکذیب میں دھر لئے گئے اور ہلاک کر دیئے گئے۔

== وَقَوْمُ تُبَّعٍ: مضاف مضاف الیہ۔ اور تبع کی قوم نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔ تُبَّع یمن کے بادشاہوں میں سے ایک حِمیَری بادشاہ تھا۔ یہ قوم آتش پرست تھی یہ تبع بعد میں اسلام لایا اور اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت دی۔

== کُلٌّ۔ یعنی ہر ایک شخص نے یا ہر امت نے یا سب نے پیغمبروں کی تکذیب کی۔ چونکہ ایک پیغمبر کی تکذیب تمام پیغمبروں کی تکذیب ہے اس لئے کَذَّبَ الرُّسُلَ بصیغہ جمع فرمایا ہے یا یوں کہا جائے کہ ان میں سے کوئی بھی اللہ کی توحید پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ سب کے سب توحید ہی کے منکر ہے اس لئے پیغمبروں کے منکر بدرجہ اولیٰ تھے (نیز ملاحظہ ہو ۵۰:۸ متذکرۃ الصدر

== کَذَّبَ الرُّسُلَ۔ کَذَّبَ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَکْذِیْبٌ (تفعیل) مصدر جھٹلانا الرُّسُلَ۔ رَسُوْلٌ کی جمع ہے۔

== فَحَقَّ: ف ترتیب کا۔ حَقَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ حَقٌّ (باب ضرب نصر) مصدر۔ ثابت ہونا۔ واجب ہونا۔ محقق ہونا۔

== وَعِیْدِ۔ وَعِیْدِیْ۔ میرا عذاب۔ میرا وعدۂ عذاب۔ جس میں ان تکذیب کرنے والے کافروں کو مبتلا کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔

فَحَقَّ وَعِیْدِ۔ پس پورا ہوگیا میرا عذاب کا وعدہ۔

۵۰:۱۵ == اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ۔ اس میں ہمزہ انکاری ہے اور ف عاطفہ تعقیبیہ ہے اس کا عطف اَفَلَمْ یَنْظُرُوْا اِلَی السَّمَآءِ پر ہے۔ اور کَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ سے آخر تک معترضہ جملے ہیں (مظہری) نیز ملاحظہ ہو ۴۶:۳۳۔

== عَیِیْنَا۔ ماضی جمع متکلم عِیٌّ (باب سمع) مصدر سے جس کے معنی تھکنے اور عاجز ہونے کے ہیں۔ ہم تھک گئے۔ ہم عاجز آگئے۔ تو کیا ہم پہلی بار پیدا کرنے سے تھک گئے (نہیں)

== بَلْ۔ حرف اضراب ہے یعنی وہ پہلی بار پیدا کرنے میں ہماری قدرت کے منکر نہیں بلکہ ھُمْ فِیْ

لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ: یہ لوگ از سرِ نو پیدا کرنے کے بارہ میں شبہ میں ہیں۔
لَبْسٍ اس کے اصل معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں اور قرآن مجید میں اکثر ان معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن اور معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور قرآن مجید میں بھی مستعمل ہے مثلاً وَ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ○ (۶:۹) اور جو شبہ وہ (اب) کر رہے ہیں اسی شبہ میں انہیں ہم پھر ڈال دیں گے اور وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ۔ (۲:۴۲) تم سچ کو جھوٹ کے ساتھ مت ملاؤ۔
یہاں آیت ہذا میں لَبْسٍ بمعنی شبہ اور شک ہے۔

۵۰:۱۶ = وَ لَقَدْ واو عاطفہ، لام تاکید کا۔ قَدْ ماضی کے ساتھ تاکید کے معنی دیتا ہے لَقَدْ بلاشبہ، تحقیق، بے شک،
= مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ؛ مَا موصولہ، باقی جملہ اس کا صلہ تُوَسْوِسُ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وَسْوَسَةٌ (فَعْلَلَةٌ) مصدر جس کے معنی بری بات کے جی میں ڈالنے کے ہیں وہ وسوسہ ڈالتی ہے وہ خیال ڈالتی ہے۔ نَفْسُهٗ مضاف مضاف الیہ اس کا نفس، ہٗ ضمیر انسان کی طرف راجع ہے۔ ہم خوب جانتے ہیں اس کا نفس جو وسوسے ڈالتا ہے۔
= اَقْرَبُ اِلَيْهِ۔ اَقْرَبُ قُرْبٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ قریب، زیادہ نزدیک۔ اِلَيْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب الانسان کے لئے ہے۔
= حَبْلِ الْوَرِيْدِ ، مضاف مضاف الیہ۔ حَبْل بمعنی رسی۔ وَرِيْدٌ گردن کی رگ، شہ رگ جس میں جان بھرتی ہے اس کے کٹنے سے موت ہے۔ چونکہ رگ بھی ہیئت میں رسی سے ملتی جلتی ہے اس لئے شہ رگ کو حَبْلُ الْوَرِيْد کہتے ہیں۔
یہ اضافت بیانیہ ہے جیسے يَوْمُ الجمعة۔ گلے کے دائیں بائیں دو رگیں ہیں جن کا تعلق اور اتصال دل کی رگ سے ہے ان دونوں کو ورید کہا جاتا ہے ورید کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ دونوں سر سے اتر کر گردن کی طرف آتی ہیں۔

۵۰:۱۷ = اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ۔
اِذْ سے قبل فعل اُذْكُرْ محذوف ہے۔ یعنی یاد کرو جب۔ [یا اُذْكُرِ الْاَمْرَ اِذْ اس امر کو (بات) کو یاد کرو جب) يَتَلَقَّى مضارع واحد مذکر غائب تَلَقِّيْ تفعل مصدر بمعنی ملاقات کرنا سامنے سے کسی چیز کو لے لینا۔ پالینا۔ یہاں لے لینے یا پالینے سے مراد لکھ کر کسی چیز کو لے لینا۔ یا محفوظ کر لینا ہے۔ اسی سے المتلقیان اسم فاعل تثنیہ۔ دو (لکھ کر) پالینے والے۔ مراد وہ دو فرشتے جو انسان کے دائیں بائیں تعینات ہیں اس کے اقوال و افعال کو لکھنے کے لئے۔

علامہ پانی پتی اس آیت کی ترکیب میں فرماتے ہیں کہ:۔

اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ، جب لینے والے دو فرشتے جو انسان پر مقرر ہیں انسان کے عمل و قول کو لے لیتے ہیں يَتَلَقَّى کا مفعول محذوف ہے۔ یعنی آدمی کے قول و عمل کو لے لیتے ہیں اور حفاظت کے ساتھ اس کو لکھ لیتے ہیں۔

عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ۔ جار مجرور کا تعلق قَعِيْدٌ سے ہے اور قَعِيْدٌ اَلْمُتَلَقِّيٰنِ سے بدل ہے اور عن الیمین کے بعد قَعِيْدٌ محذوف ہے یعنی ایک فرشتہ دائیں طرف بیٹھا رہتا ہے اور ایک بائیں طرف بیٹھا رہتا ہے۔

(بعض کے نزدیک قعید محذوف نہیں ہے بلکہ قعید مذکور کا تعلق عن الیمین سے بھی ہے اور عَنِ الشمال سے بھی۔ اور جو الفاظ فعیل کے وزن پر آتے ہیں ان کا اطلاق واحد پر بھی ہوتا ہے اور کثیر پر بھی، جیسے کہ آیت: وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ۔ میں ظہیر باوجود مفرد ہونے کے الملئکۃ کی خبر ہے کیونکہ بروزن فعیل ہے)

قَآئِمٌ کی ضد قَاعِدٌ آتا ہے بیٹھنے والا۔ اور قعید کا معنی ہے جم کر بیٹھنے والا۔ مجاہد نے کہا ہے کہ قعید کا معنی ہے گھات میں لگا ہوا۔ اِذْ يَتَلَقَّى کا تعلق اذكُرْ محذوف سے ہے یا اَقْرَبُ سے ہے۔ آخری صورت میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ ہم تو حبل الورید سے بھی زیادہ قریب ہیں ہم کو فرشتوں کے لکھنے اور محفوظ رکھنے کی ضرورت نہیں ہم تو ان چیزوں کو بھی جانتے ہیں جو فرشتوں سے بھی زیادہ پوشیدہ ہیں لیکن تقاضائے حکمت ہے اور قیامت کے دن فرشتوں کی شہادت پیش کر کے کافروں پر حجت قائم کرنی ہے اس لئے اعمال نامے لکھنے پر فرشتوں کو مامور کیا ہے۔

عَنِ الْيَمِيْنِ دائیں طرف کو عن الشمال بائیں جانب کو قعید صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر۔ جم کر بیٹھنے والا، ہم نشین، نگرانی کرنے والا۔

۵۰: ۱۸ == مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ: مضارع منفی واحد مذکر غائب لَفْظٌ باب ضرب مصدر وہ منہ سے نہیں نکالتا ہے: مِنْ قَوْلٍ کوئی بات لفظ مصدر متعدی بنفسہ وبواسطہ ب۔ کوئی چیز منہ سے باہر پھینکنا۔ لَفَظَ بِالْكَلَامِ۔ اس نے منہ سے کوئی بات نکالی۔

لَفْظٌ بات۔ تَلَفُّظٌ بات کہنا۔

== لَدَيْهِ۔ لَدٰى اسم ظرف مضاف۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اس کے پاس اس کے نزدیک۔ ضمیر کا مرجع الانسان ہے۔

== رَقِيْبٌ۔ نگہبان، محافظ، فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

= عَتِیْدٌ. تیار، عِتَادٌ سے جس کے معنی ضرورت سے پہلے کسی چیز کے ذخیرہ کر لینے کے ہیں۔ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ اور کبھی بمعنی مفعول آتا ہے چنانچہ آیت ہذا میں بمعنی فاعل استعمال ہوا ہے یعنی وہ منہ سے کوئی بات نکالنے نہیں پاتا کہ اس کے پاس ایک نگہبان تیار رہتا ہے (کتابت کے لئے) سورۃ ہذا میں آگے چل کر ۵۰:۲۳ میں فرمایا وَقَالَ قَرِیْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَیَّ عَتِیْدٌ. اور اس کا ساتھی (فرشتہ) کہیگا کہ یہ (اعمال نامہ) میرے پاس تیار ہے یہاں عتید بمعنی مفعول آیا ہے۔ راغب لکھتے ہیں کہ:

اَلْعَتِیْدُ۔ اَلْمُعِدُّ وَ الْمُعَدُّ۔ عتید کے معنی ہیں تیار کرنے والا۔ تیار کردہ شدہ۔

۵۰:۱۹ = سَکْرَةُ الْمَوْتِ مضاف مضاف الیہ۔ سکرۃ بے ہوشی، مدہوشی، موت کی سختی جو آدمی پر چھا جاتی ہے۔ اور اس کی عقل کو زائل کر دیتی ہے۔

= بِالْحَقِّ: ب تعدیہ کے لئے ہے بِالْحَقِّ جَآءَتْ کا مفعول بہ ہے۔ موت کی بیہوشی حقیقت لے کر آئے گی۔ دنیا کی ہر چیز بے اصل اور بے حقیقت ہے مرنے کے بعد جو احوال اور واقعات پیش آئیں گے وہ مبنی برحقیقت اور محقق ثابت ہیں۔

= ذٰلِكَ: یعنی یہ موت اور اس کے بعد کی حقیقتیں۔ مَا موصولہ اگلا جملہ اس کا صلہ مِنْهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب موت کے لئے ہے۔

تَحِیْدُ. مضارع واحد مذکر حاضر حَیْدٌ (باب ضرب) مصدر۔ کنارہ کرنا۔ مڑنا۔ کُنْتَ مِنْهُ تَحِیْدُ۔ جس سے تو کنارہ کیا کرتا تھا۔ اور بھاگا کرتا تھا۔

یہاں خطاب مطلق انسان سے نہیں ہے بلکہ ایک فاسق و فاجر شخص سے ہے۔ حیل مادہ

۵۰:۲۰ = وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ واؤ عاطفہ نُفِخَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب نَفْخٌ باب نصر مصدر۔ پھونکا گیا۔ یا پھونکا جائے گا (بمعنی مستقبل) اس سے مراد نفخہ دوم ہے یعنی نفخۃ البعث۔ اسی معنی میں آیت وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ (۳۶:۵۱) اور آیت وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا (۱۸:۹۹) میں استعمال ہوا ہے۔ اور قیامت کے دن (دوبارہ) صور پھونکا جائے گا۔

= ذٰلِكَ: مضاف الیہ جس کا مضاف محذوف ہے ای وقت ذٰلك النفخ اس صور کے پھونکنے کا وقت یوم الوعید ہوگا۔ ذٰلِكَ کا اشارہ مصدر لفخ کی طرف ہے۔

= یَوْمُ الْوَعِیْدِ مضاف مضاف الیہ۔ وعید کا دن۔ عذاب کا دن۔

۵۰:۲۱ = مَعَهَا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کُلُّ نَفْسٍ کے لئے ہے (ہر نفس کے ساتھ)

یہ جملہ مَعَهَا سَائِقٌ وَّشَهِيْدٌ حال ہے كُلُّ نَفْسٍ سے دراں حالیکہ ایک (فرشتہ) ہانکنے والا اور ایک فرشتہ) بطور گواہ اس کے ساتھ ہوگا۔

= سَائِقٌ۔ ہانکنے والا۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر سَوْقٌ (باب نصر) مصدر۔

= شَهِيْدٌ۔ گواہ۔ یہاں اس کا استعمال بطور گواہ ہی آیا ہے۔ شرع کی اصطلاح میں شَهِيْدٌ وہ ہے جو کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا ہو۔ حق تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے بھی شہید آیا ہے اس وقت اس کے معنی ہوں گے وہ ذات جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو

۵۰: ۲۲ = لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا ... الجملة استئناف مبنى على سوال نشأ مما قبله كانه قيل: فماذا يكون بعد النفخ ومجئ كل نفس معها سائق وشهيد؟ فقيل يقال للكافر الغافل ...... نیا جملہ ہے جو پہلے مضمون سے ایک نئے سوال پر مبنی ہے جیسا کہ کہا جاوے صور پھونکے اور ہر شخص کے بمعیت سائق و شہید (میدان قیامت میں) آنے کے بعد کیا ہوگا؟

جواب ہوگا کہ ہر کافر غافل یا ہر شخص سے (خطاب عام ہونے کی صورت میں) یہ کہا جاوے گا۔

لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا ...... حَدِيْدٌ۔

لَقَدْ تحقیق کے معنی میں ہے كُنْتَ اى كنت فى الدنيا فى غفلة من هٰذا

= مِنْ هٰذَا۔ یعنی جو کچھ تونے آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔

= كَشَفْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ كَشْفٌ (باب ضرب) مصدر۔ ہم نے دور کر دیا۔ ہم نے اٹھا دیا ہم نے کھول دیا۔

= غِطَاءَكَ مضاف مضاف الیہ الغطاء کے اصل معنی طباق وغیرہ کی قسم کی چیز کے ہیں جو کسی چیز پر بطور سرپوش کے رکھی جائے۔ جیسا کہ غِشَاءٌ لباس وغیرہ کی قسم کی چیز کو کہتے ہیں جسے کسی دوسری چیز کے اوپر ڈالا جائے۔ بطور استعارہ غطاء کا لفظ پردہ، جہالت وغیرہ پر بولا جاتا ہے جیسا کہ آیت ہذا میں ہے۔ تیرا پردہ۔ تیری آنکھوں پر پڑا ہوا پردہ۔

= فَبَصَرُكَ۔ ف ترتیب کا ہے۔ بَصَرُكَ مضاف مضاف الیہ۔ تیری نظر۔ تیری آنکھ۔

= اَلْيَوْمَ: آج۔ حَدِيْدٌ تیز۔ لوہا۔ لوہے کو بھی کہتے ہیں اور تیز ہر وہ چیز جو کہ بذاتہ باریک ہو۔ خواہ باعتبار خلقت کے خواہ باعتبار معنی کے۔ حَدِيْدٌ کہلاتی ہے اس صورت میں یہ حِدَّةٌ سے ہے جس کے معنی تیز ہونے کے ہیں۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے

ترجمہ: ہم نے پردہ اٹھا دیا تو آج تیری نگاہ تیز ہے (آج تو ہر چیز اس کے اصلی تناظر میں دیکھ سکتا ہے)

فائدہ: اور جَآءَتْ (آیات ۱۹: ۲۱) نُفِخَ (آیت ۲۰) اور کَشَفْنَا (آیت ۲۲) تمام صیغے ماضی کے ذکر کئے گئے ہیں حالانکہ یہ واقعات مستقبل میں پیش آئیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ واقعات یقینی ہیں ضرور پیش آئیں گے، ایسے موقع پر ماضی کا صیغہ استعمال کرنے سے اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ یہ واقعات اتنے یقینی الوقوع ہیں کہ گویا ان کا وقوع ہو ہی گیا۔

۵۰: ۲۳ == **وَقَالَ قَرِیْنُہٗ** واؤ عاطفہ ہے قَرِیْنُہٗ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا ساتھی، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع وہ شخص ہے جس سے لَقَدْ کُنْتَ فِیْ غَفْلَۃٍ میں خطاب ہے۔

== **قَرِیْنٌ**: ق ر ن مادہ۔ باب افتعال سے الاقتران کے معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کے کسی معنی میں باہم مجتمع ہونے کے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے اَوْجَآءَ مَعَہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ مُقْتَرِنِیْنَ (۴۳: ۵۳) یا یہ ہوتا کہ فرشتے جمع ہو کر اس کے ساتھ آتے۔

وہ آدمی جو دوسرے کا ہم پلہ ہو بہادری، قوت اور دیگر اوصاف میں اُسے اس کا قِرْنٌ کہا جاتا ہے اور ہم پلہ یا ہمسر کو قرین بھی کہتے ہیں چنانچہ محاورہ ہے فُلَانٌ قِرْنُ فُلَانٍ اَوْقَرِیْنُہٗ فلاں اس کا ہم عمر یا ہمسر ہے۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے اِنِّیْ کَانَ لِیْ قَرِیْنٌ (۳۷: ۵۱) کہ میرا ایک ہم نشین تھا۔ آیت ہذا میں بھی قرین بمعنی ساتھی ہے اس ساتھی سے کون مراد ہے۔ بعض مفسرین نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ساتھی سے مراد وہ فرشتہ ہے جسے آیت نمبر ۲۱ میں بطور گواہ فرمایا گیا ہے وہ کہے گا کہ اس شخص کا اعمال نامہ میرے پاس تیار ہے کچھ دوسرے مفسرین نے لکھا ہے کہ ساتھی سے مراد وہ شیطان ہے جو دنیا میں اس شخص کے ساتھ لگا ہوا تھا وہ عرض کرے گا کہ یہ شخص جس کو میں نے اپنے قابو میں کر کے جہنم کے لئے تیار کر رکھا تھا۔ اب آپ کی خدمت میں حاضر ہے مگر سیاق و سباق سے زیادہ مناسبت رکھنے والی تفسیر وہی ہے جو قتادہ اور ابن زید سے منقول ہے کہ ساتھی سے مراد ہانک کر لانے والا فرشتہ ہے اور وہی عدالت الٰہی میں پہنچ کر عرض کرے گا کہ یہ شخص جو میری سپردگی میں تھا سرکار کی پیشی میں حاضر ہے (تفہیم القرآن)

== **ھٰذَا مَا لَدَیَّ عَتِیْدٌ**۔ ھٰذَا کا اشارہ یا تو شخص کی طرف ہے یا اعمال نامہ کی طرف مَا موصوفہ بمعنی شےَ ہے لَدَیَّ مضاف مضاف الیہ مل کر مَا کی صفت (میرے پاس)۔ عَتِیْدٌ مَا موصوفہ کی صفت بمعنی تیار ہے، حاضر ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ یہ جو میری سپردگی میں تھا حاضر ہے

۵۰: ۲۴ == **اَلْقِیَا فِیْ جَھَنَّمَ کُلَّ کَفَّارٍ عَنِیْدٍ**۔ ای قیل القیا...... الخ۔

اَلْقِیَا فعل امر حاضر تثنیہ مذکر۔ اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر۔ تم دونوں ڈال دو، کُلَّ مضاف کَفَّارٍ عَنِیْدٍ موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اَلْقِیَا کا۔

کَفَّارٍ مبالغہ کا صیغہ، بڑا کافر، عَنِیْدٍ عناد رکھنے والا۔ مخالف، ضدی۔

علامہ ناصر بن عبدالسید مطرزی نے لکھے ہیں کہ، عنید اس شخص کو کہتے ہیں جو حق کو جانتے پہچانتے ٹھکرائے۔ یہ عُنُوْدٌ سے ہے جس کے معنی راستہ سے اِدھر اُدھر ہٹ جانے کے ہیں بروزن فعیل بمعنی فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کی جمع عُنُدٌ ہے۔

آیت کا ترجمہ ہوگا: (اور حکم ہوگا) ہر کافر ضد رکھنے والے کو تم دونوں جہنم میں ڈال دو۔

اَلْقِیَا امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

۱:۔ خلیل اور اخفش کہتے ہیں کہ فصحاء عرب واحد کے لئے بھی بسا اوقات تثنیہ کا صیغہ استعمال کر لیتے ہیں جس طرح ایک دوست کے لئے خَلِیْلِیْ کے بجائے خَلِیْلَیَّ (تثنیہ) عام مروج ہے۔

امرؤالقیس اپنے ایک رفیق سفر کو مخاطب کر کے کہتا ہے:۔

قفا نبك من ذكرى حبيب و منزل

اے میرے دوست ذرا ٹھہرو تاکہ ہم اپنے محبوب اور اس کی منزل کو یاد کر کے کچھ آنسو بہالیں۔

یہاں قِفْ کی بجائے قِفَا تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

۲:۔ بعض نے کہا ہے کہ اَلْقِیَا تثنیہ کا صیغہ نہیں ہے بلکہ اصل میں امر تاکید با نون خفیفہ تھا (اَلْقِیَنْ) اب یہ نون بدل کر الف ہو گیا۔

۳:۔ یہ خطاب صرف اس قرین سے نہیں جس نے آیت سابقہ میں ھٰذَا مَا لَدَیَّ عَتِیْد کہا تھا بلکہ یہ حکم ان دونوں فرشتوں کے لئے ہے (سَائِقٌ وَّشَہِیْدٌ) جو مجرم کو عدالت میں لاکر پیش کریں گے لہٰذا تثنیہ کا صیغہ قاعدہ کے مطابق ہے۔ یا یہ فرشتے جہنم کے داروغہ فرشتوں میں سے کوئی دو ہیں جن کو یہ حکم دیا جائے گا۔

۴:۔ مخاطب حقیقت میں کوئی ایک فرشتہ ہے لیکن بصیغہ تثنیہ ذکر کرنے سے تثنیہ فعل مراد ہے اور تکرار فعل برائے تاکید ہوتی ہے لہٰذا تکرار واحد یعنی مخاطب واحد کو بصیغہ تثنیہ ذکر کرنے سے بھی تاکید فعل ہو گئی۔

۵۰: ۲۵ = مَنَّاعٍ ۔ مَنْعٌ باب فتح سے مبالغہ کا صیغہ، بہت منع کرنے والا۔ بہت روک رکھنے والا۔ نیکی کے کام سے یا مال کے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے۔ لِلْخَیْرِ میں خیر سے مراد نیکی بھی ہے اور مال بھی۔ خیر سے بہت روکنے والا۔

= مُعْتَدٍ: اسم فاعل واحد مذکر حد سے بڑھنے والا۔ اصل میں معتدی تھا۔ اعتداء (افتعال) مصدر سے، حدود حق سے ہٹ جانا۔ تجاوز کرنا۔ اس میں عَدْوٌ کا مفہوم ہے دل سے اگر ایک دوسرے

کی طرف سے ہٹ جائے تو عُدْوَانٌ اور عَدْوٌ ہے اسی سے عَدُوٌّ اور مُعَادِی بمعنی دشمن ہے اور ظلم و تعدی میں، تعدی بمعنی دوسرے کی طرف تجاوز کرنا۔

= مُرِیْبٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِرَابَۃ (افعال) مصدر۔ ریب مادہ۔ متردد بنا دینے والا متردد کرنے والا، بے چین کر دینے والا۔ آیت ہذا میں بمعنی تردد (شک) کرنے والا ہے۔ قرآن میں باقی ہر جگہ بے چین کر دینے والا۔ متردد بنا دینے والا ترجمہ ہوگا۔

۵۰: ۲۶ = فَاَلْقِیٰہُ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اَلَّذِیْ کی طرف راجع ہے۔

عَنِیْدٍ۔ مَنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ۔ مُعْتَدٍ۔ مُرِیْبٍ۔ اور مشرک سب کُلَّ کَفَّارٍ کی تشریح ہیں۔

۵۰: ۲۷ = قَالَ قَرِیْنُہٗ، قرین سے مراد یہاں شیطان ہے جو دنیا میں اس شخص کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اور یہ بات بھی انداز بیان ہی سے مترشح ہوتی ہے کہ وہ شخص اور اس کا شیطان دونوں خدائی عدالت میں ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ حضور یہ ظالم میرے پیچھے پڑا ہوا تھا اور اسی نے آخر مجھے گمراہ کر کے چھوڑا۔ اس لئے سزا اس کو ملنی چاہئے اور شیطان جواب میں کہتا ہے کہ سرکار میرا اس پر کوئی زور نہیں تھا۔ کہ یہ سرکش نہ بننا چاہتا ہو اور میں نے اسے زبردستی سرکش بنا دیا ہو یہ کمبخت تو خود نیکی سے نفور اور بدی پر فریفتہ تھا۔ اسی لئے انبیاء کی کوئی بات اسے پسند نہ آئی اور میری ترغیبات پر یہ پھسلتا چلا گیا۔

= مَا اَطْغَیْتُہٗ۔ ماضی منفی واحد متکلم اِطْغَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی شرارت اور سرکشی میں ڈالنا ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع وہ کافر شخص ہے، میں نے اس کو سرکشی میں نہیں ڈالا تھا۔ (طغوی مادہ)

= ضَلٰلٍ بَعِیْدٍ: موصوف و صفت، بڑے درجے کی گمراہی۔

۵۰: ۲۸ = قَالَ: ای قَالَ اللّٰہُ۔ اللہ کہے گا۔

= لَا تَخْتَصِمُوْا: فعل نہی جمع مذکر حاضر اختصام (افتعال) مصدر، تم جھگڑا مت کرو

= لَدَیَّ۔ لَدٰی اسم ظرف مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ۔ میرے سامنے، میرے روبرو۔

= وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْکُمْ بِالْوَعِیْدِ۔ واؤ حالیہ اور جملہ حالیہ ہے اور جھگڑا کرنے کی ممانعت کی علت ہے۔

قَدْ: ماضی سے پہلے تحقیق کا معنی دیتا ہے اور زمانہ کو ماضی قریب کر دیتا ہے۔

قَدَّمْتُ ماضی کا صیغہ واحد متکلم تَقْدِیْمٌ تفعیل) مصدر۔ اگر تقدیم کے بعد باء آجائے تو وقت

سے پہلے کسی کام کا حکم دینے یا وقت سے پہلے اطلاع دینے کے معنی ہوتے ہیں تاکہ وقت آنے سے پہلے اطلاع پانے والا کام کرلے۔

آیت ہذا میں بھی یہی مراد ہے کہ میں نے یوم جزاء آنے سے پہلے دنیا میں ہی پیغمبروں کی زبانی اور کتابوں میں خوف آگیں اطلاع بھیج دی تھی اور پہلے ہی حکم دیدیا تھا کہ تیاری کرلو۔

ترجمہ: میں پہلے ہی تمہارے پاس وعیدِ عذاب بھیج چکا تھا۔

اگر تقدیم کے بعد باءنہ آئے تو پہلے سے کرنے، پہلے سے بھیجنے، پیش کرنے اور پہلے زمانے میں کرچکنے کے معنی ہوتے ہیں مثلاً يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ (۸۹: ۲۴) کاش میں نے اپنی زندگی (جاودانی) کے لئے کچھ پہلے ہی بھیج دیا ہوتا۔

۵۰:۲۹ == مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ۔ مَا يُبَدَّلُ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب۔ تَبْدِيْلٌ (تفعیل) مصدر۔ بدلا نہیں جاتا (میرا حکم اٹل ہوتا ہے اور مستقل ہوتا ہے بدلا نہیں جاتا)

== بِظَلَّامٍ۔ ب حرف جار، ظَلَّامٍ مجرور (ظلم کرنے والا) مبالغہ کا صیغہ ہے لیکن یہاں مبالغہ ظلم کی نفی مراد نہیں بلکہ نفسِ ظلم کی نفی ہے۔ آیت کا ترجمہ ہوگا۔

(اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں)

== هَلِ امْتَلَأْتِ: هَلْ حرف استفہام ہے امْتَلَأْتِ ماضی واحد مؤنث حاضر، اِمْتِلَاءٌ (افتعال) مصدر بمعنی بھر جانا۔ پُر ہوجانا۔ کیا تو پُر ہوگئی ہے کیا تو بھر گئی ہے۔

== وَتَقُوْلُ: تَقُوْلُ مضارع واحد مؤنث غائب قَوْلٌ (باب نصر) مصدر اور وہ کہے گی!

== هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ۔ اس کے متعلق علماء کے دو قول ہیں اول یہ کہ هَلْ استفہام انکاری ہے هَلِ امْتَلَأْتِ کے جواب میں جہنم کہے گی کیا ابھی اور بھی ہیں میں تو یارب العزت بھر گئی ہوں میرے اندر کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جو بھری ہوئی نہ ہو۔ اب میرے میں اور گنجائش نہیں ہے

دوم یہ کہ یہ استفہام زیادتی کی طلب کو ظاہر کررہا ہے، یعنی جہنم کہے گی یارب کچھ اور بھی ہے لایا جائے میں حاضر ہوں۔

فَائِدَہ: بعض مفسرین اور علماء نے لکھا ہے کہ اللہ اور دوزخ کے درمیان سوال وجواب حقیقی نہیں ہیں بلکہ بطور تخیل وتصویر بیان کیا ہے لیکن اس بیکار تاویل کی ضرورت نہیں ہے حقیقی سوال وجواب مراد لینے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ جل شانہٗ انسانی اجزاء کو

جس طرح ناطق بنادے گا اسی طرح دوزخ کو ناطق بنادیگا یہ بھی اُسی کے اختیار میں ہے۔ قرآن مجید میں ہے
وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ
(۴۱:۲۱) اور وہ اپنے چمڑوں یعنی اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی وہ کہیں گے
جس خدا نے سب چیزوں کو نطق بخشا اسی نے ہم کو بھی قوت گویائی بخشی۔

۵۰:۳۱ = وَاُزْلِفَتْ۔ واؤ عاطفہ اُزْلِفَتْ ماضی مجہول جمع مؤنث غائب اِزْلَافٌ (اِفْعَالٌ)
مصدر۔ جملہ کا عطف یا تو نُفِخَ فِي الصُّوْرِ پر ہے یا وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ ۔۔۔ پر ہے
جہنمیوں کے ذکر کے بعد ان لوگوں کا ذکر کیا جارہا ہے جنہوں نے اپنی ساری زندگی زہد و تقویٰ اور
احکام خداوندی کی تعمیل میں گذار دی۔ اِزْلَافٌ بمعنی قریب لانا۔ (جنت متقیوں کے قریب لائی
گئی یعنی لائی جائے گی (ماضی بمعنی مستقبل)

= غَيْرَ بَعِيْدٍ: موصوف محذوف ہے ای غَيْرَ مَكَانٍ بَعِيْدٍ۔ اَوْ غَيْرَ زَمَانٍ بَعِيْدٍ:
یہ لفظ قرب کی مزید تاکید کے لئے لایا گیا ہے اگرچہ اُزْلِفَتْ کا لفظ بھی قرب پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ
محاورہ میں بولا جاتا ہے کہ فلاں مکان قریب ہے دور نہیں۔

۵۰:۳۲ = هٰذَا: اشارۃ الی الجنۃ۔ جنت کی طرف اشارہ ہے هٰذَا صیغہ مذکر اَلْجَنَّةُ
مؤنث کے لئے استعمال ہوا ہے جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً
قَالَ هٰذَا رَبِّيْ (۶:۷۸)

= مَا تُوْعَدُوْنَ مَا موصولہ تُوْعَدُوْنَ صلہ۔ مضارع مجہول۔ جمع مذکر غائب وَعْدٌ
(باب ضرب) مصدر۔ بمعنی وعدہ کرنا۔ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

= اَوَّابٍ: بہت رجوع کرنے والا۔ فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اَوْبٌ (باب نصر)
مصدر۔ بمعنی لوٹنا۔ اٰبَ اِلَى اللّٰهِ: توبہ کرنا۔ سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ:۔
اَوَّابٌ: هُوَ الَّذِيْ يُذْنِبُ ثُمَّ يَتُوْبُ ثُمَّ يُذْنِبُ ثُمَّ يَتُوْبُ: اوّاب وہ ہے
جو گناہ کرتا ہے پھر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے پھر گناہ کرتا ہے پھر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے
حضرت ابن عباس اور عطاء نے اَوَّابٌ کا ترجمہ پاکی بیان کرنے والا کیا ہے جیسے کہ
آیت يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ (۳۴:۱۰) میں اَوِّبِيْ کا ترجمہ ہے تسبیح کر۔ یعنی اللہ کی پاکی بیان کر
ضحاک نے اس کا معنی بکثرت توبہ کرنے والا کیا ہے۔
یہاں اپنے تمام اقوال و افعال میں حرکات و سکنات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور
اس کا مطیع ہونا مراد ہے۔

= حَفِيْظٍ نگہبان، حفاظت کرنے والا۔ حِفْظٌ (باب سمع) مصدر سے بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے۔ قتادہ نے کہا ہے کہ اللہ نے اپنے جن حقوق کا اس کو امین بنایا ہے ان کی حفاظت کرنے والا۔

۵۰: ۳۳ = مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ: جو بن دیکھے رحمٰن سے ڈرتا ہے (رحمٰن اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے) یہ جملہ یا تو اَوَّابٍ حَفِيْظٍ سے بدل ہے یا اس کی صفت کہ اَوَّابٍ حَفِيْظٌ وہ شخص ہے جو کہ بن دیکھے خداوند تعالیٰ سے ڈرے۔

= وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ: یہ بھی اَوَّابٍ کی صفت میں ہے اور جو قلب منیب لے کر آیا ہے قَلْبٍ مُّنِيْبٍ موصوف وصفت مُنِيب اسم فاعل واحد مذکر اِنَابَةٌ (اِفْعَالٌ) مصدر نَوْبٌ مادہ۔ اللہ کی طرف خلوص سے رجوع کرنے والا۔ ہر طرف سے لوٹ کر اللہ کی طرف مڑنے والا۔ بار بار اللہ کی طرف لوٹنے والا۔ خلوص دل کے ساتھ اللہ سے توبہ کرنے والا۔

۵۰: ۳۴ = اُدْخُلُوْهَا: امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِدْخَالٌ (افعال) مصدر۔ تم داخل ہو جاؤ۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب الجنۃ (آیت نمبر ۳۱) کی طرف راجع ہے۔

اُدْخُلُوْهَا سے قبل يُقَالُ لَهُمْ محذوف ہے، ان سے کہا جائے گا۔ خطاب المتقین سے جن کی صفات اوپر مذکور ہوئی ہیں۔

= بِسَلٰمٍ۔ سلامتی کے ساتھ۔ مکر وعذاب سے محفوظ اور زوال نعمت سے بے خطر۔ یا یہ کہ تمہارے داخلہ پر جنت کے فرشتے سلام علیکم (تم پر سلامتی ہو) سے تمہارا خیر مقدم کریں گے۔

= ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ، ای ذلك یوم ابتداء الخلود۔ یہ بقاء خلد کی ابتداء کا دن ہوگا اس دن سے تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بہشت میں رہو گے۔

۵۰: ۳۵ = مَا يَشَآءُوْنَ مَا موصولہ۔ يَشَآءُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب صلہ۔ مَشِيَّةٌ (باب فتح) مصدر وہ چاہتے ہیں یا وہ چاہیں گے۔

= فِيْهَا ای فی الجنۃ۔ جنت میں۔

= وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ: واؤ عاطفہ لَدَيْنَا مضاف مضاف الیہ۔ ہمارے پاس، مَزِيْدٌ زیادہ، زیادتی۔ زیادۃ سے مصدر میمی۔ یہ جملہ سابقہ جملہ سے حال ہے اور حال یہ ہے کہ ہمارے پاس (ان کے لئے) اس سے بھی زیادہ ہے۔

۵۰: ۳۶ = وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ، واؤ عاطفہ ہے۔ كَمْ دو طرح آتا ہے:
۱۔ سوالیہ۔ استفہام کے لئے آتا ہے، کتنی مقدار، کتنی تعداد کتنی دیر۔ اس کی تمیز ہمیشہ مفرد منصوب

ہوتی ہے کبھی مذکور ہوتی ہے جیسے کَمْ دِرْھَمًا عِنْدَكَ تیرے پاس کتنے درہم ہیں اور کبھی محذوف ہوتی ہے جیسے قَالَ كَمْ لَبِثْتَ (۲: ۲۵۹) ای کم زمانًا لبثت ۔ تو کتنی مدت ٹھہرا۔
۲ :۔ خبریہ ۔ جو مقدار بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے جیسے كَمْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَاهَا : ہم نے بہت سی بستیوں کو برباد کردیا۔ کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے جیسے وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا (۷: ۴) یا آیت ہذا۔ كَمْ مِّنْ قَرْنٍ کتنی ہی قوموں کو، بہت سی قوموں کو۔

= قَبْلَهُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کفار مکہ یا قَوْمِكَ محذوف ہے ؛
= قَرْنٍ ای قومًا مقترنین فی زمن واحد ۔ وہ لوگ جو ایک ہی زمانہ میں رہتے ہوں قومیں ۔ كَمْ مِّنْ قَرْنٍ بہت سی قوموں کو،
= هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ : هُمْ اوّل سے مراد وہ قومیں جن کو اہل مکہ سے قبل ہلاک کیا گیا۔ اور هُمْ دوم سے مراد کفار مکہ ہیں ۔ اَشَدُّ افعل التفضیل کا صیغہ، بہت سخت ، بہت طاقتور بہت بڑھکر۔
= بَطْشًا : ازروئے طاقت وسختی وقوت ، اسم تمیز ہے۔
= نَقَّبُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب تَنْقِيْبٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ بمعنی گھومنا گشت لگانا نَقْبٌ مصدر (باب نصر) دیوار میں سوراخ کرنا۔ نقابۃ (باب نصر) مصدر سے فی کے صلہ کے ساتھ۔ گھومنا۔ چکر لگانا۔

فنقبوا فی البلاد ۔ ساروا فی الارض وطوفوا فیہا حذارا لموت ، موت سے بچنے کے لئے ملکوں میں گھومتے رہے اور چکر لگاتے رہے ف تعقیب کے لئے ہے
= هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ : هَلْ استفہامیہ انکاریہ ہے مَحِيْصٍ اسم ظرف مکان ۔ پناہ گاہ ۔ کیا عذاب الٰہی سے انہیں کوئی پناہ گاہ ملی ۔؟
۵۰ : ۳۷ = ذٰلِكَ ۔ اشارہ ہے ان کے ہلاک ہونے کی طرف ۔ یا جو مضمون اس سورت میں بیان ہوا ہے اس کی طرف ۔
= لَذِكْرٰى ۔ لام تحقیق کے لئے ہے ۔ ذِكْرٰى پند ونصیحت ، عبرت ۔
= قَلْبٌ ۔ سے مراد یہاں قلب سلیم ہے ۔ جو حقائق پر غور کرے اور صرف سطحی نظر سے نہ دیکھے پھر غور کے بعد اس سے نصیحت پکڑے ؛
= اَلْقَى السَّمْعَ ۔ اَلْقٰى ماضی واحد مذکر غائب اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر اس نے ڈالا ۔

اَلْقَى السَّمْعَ: ای اصغیٰ الی ما یتلیٰ علیہ من الوحی ۔ جو وحی اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے اسے کان لگا کر سنتا ہے ۔ گوش ہوش سے سنتا ہے ۔

= وَهُوَ شَهِيْدٌ : ای حاضر بذ ھنہ لیفھم معانیہ اور اپنے ذہن کو حاضر رکھے تاکہ اس کے معانی سمجھ سکے (بیضاوی)

یہ سورت اس شخص کے لئے عبرت و موعظت ہے جس کے پاس قلب سلیم ہو یا قرآن کو بجنبہٖ قلب سنے ۔ یا شہید بمعنی شاھد ہے یعنی کانوں سے سن کر دل اس کی گواہی دے اور تصدیق کرے ۔ ظاہر قرآن سے نصیحت اندوز ہو اور اس کی تنبیہات سے اثر پذیر ہو (تفسیر مظہری)

۵۰: ۳۸ = مَا مَسَّنَا ۔ مَا نفی کا ہے ۔ مَسَّنَا میں مَسَّ فعل ماضی واحد مذکر غائب مَسٌّ (باب نصر) مصدر سے دکھ پہنچانا ۔ لاحق ہونا ۔ لگ جانا ۔ چھو جانا ۔ نَا ضمیر جمع متکلم ۔ اس نے ہم کو نہیں چھوا ۔ وہ ہم کو نہیں پہنچا ۔

= لُغُوْبٌ : مصدر ۔ تھکنا ۔ نیز اسم مصدر ۔ تھکان ، ۔ لغب (باب فتح ، سمع ، کرم) بمعنی سخت تھک گیا ۔ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوْبٍ اور ہم کو ذرا بھی تھکان نہیں ہوئی ۔

۵۰: ۳۹ = سَبِّحْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، تَسْبِيْحٌ (تفعیل) مصدر ۔ تو تسبیح کر، تو پاکی بیان کر، تو عبادت کر،

= بِحَمْدِ رَبِّكَ ۔ ب حرف جار حَمْدِ مجرور ۔ مضاف رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر حمد کا مضاف الیہ، اپنے رب کی حمد کے ساتھ (اس کی پاکی بیان کر)

= قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ ۔ طُلُوْعِ الشَّمْسِ مضاف مضاف الیہ مل کر قَبْلَ کا مضاف الیہ سورج کے طلوع سے قبل ۔ قَبْلَ بوجہ ظرفیت (مفعول فیہ) منصوب ہے ۔

= وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ای وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ ۔ اور تسبیح کر اپنے رب کی غروب آفتاب سے پہلے ۔ ترکیب جملہ سابقہ کے مطابق ۔

۵۰: ۴۰ = وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ واؤ عاطفہ ہے مِنْ تبعیضیہ مِنَ الَّيْلِ مفعول فیہ ہے فعل محذوف کا ۔ ای وسبحہ مِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ اور رات کے کچھ وقت میں بھی اس کی پاکی بیان کر ۔ پس اس کی پاکی بیان کر ۔

= وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۔ ای وسبحہ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۔ اَدْبَار فعل محذوف سبحہ کا مفعول فیہ ہے دُبُرٌ کی جمع بمعنی پیٹھیں ۔ پیچھے کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور سجدوں (نمازوں) کے بعد بھی اس کی تسبیح کر ۔

فَائِدَہ: آیات ۳۹ : ۴۰ میں تسبیح سے مراد نماز پڑھنا ہے تسبیح قبل طلوع الشمس سے مراد نماز فجر ہے تسبیح قبل الغروب سے مراد نماز ظہر وعصر ہے مِنَ الَّیْلِ سے مراد نماز مغرب وعشاء ہے اور اَدْبَارَ السُّجُوْدِ سے مراد نوافل ہیں جو فرائض کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔

۵۰ : ۴۱ == اِسْتَمِعْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، استماع (افتعال) مصدر۔ تو سُن۔ تو کان لگا کر سُن، کا مفعول المستمع لہٗ (جس کو سنا جائے) محذوف ہے ای استمع نداء المنادی۔ ایک منادی کرنے والے کی ندار (پکار) کو سُن، یہ خطاب عام ہے اور ہر سننے والے کو غور سے سننے کے لئے حکم دیا گیا ہے۔

== یَوْمَ۔ جس دن۔ منصوب لوجہ مفعول فیہ۔ یُنَادِ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مُنَادَاۃٌ (مفاعلۃ) مصدر سے۔ وہ پکارے گا۔ اَلْمُنَادِ اسم فاعل واحد مذکر، نداء باب نصر۔ اصل میں یہ المنادی تھا۔ یاء کو بحالت رفع ساقط کر دیا گیا۔ منادی کرنے والا۔ ندا کرنیوالا۔ پکارنے والا۔

ترجمہ ہوگا: (اے مخاطبین) گوشِ ہوش سے سنو، پکارنے والے کی ندار کو جس دن وہ قریب سے پکاریگا یعنی ہر ایک سننے والا یوں محسوس کریگا اور اس طرح صاف طور پر آواز کو سُنے گا گویا پکارنے والا کسی قریب مکان سے پکار رہا ہے۔

یہ منظر اس دن کا ہے جب حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اور مردے قبروں سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔

۵۰ : ۴۲ == یَوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَۃَ بِالْحَقِّ۔ یَوْمَ یَسْمَعُوْنَ بدل ہے یَوْمَ یُنَادِیْ سے۔ اَلصَّیْحَۃَ۔ چیخ۔ کڑک، ہولناک آواز، نعرہ، چنگھاڑ۔ صَاحَ یَصِیْحُ (باب ضرب) کا مصدر ہے اور بمعنی حاصل مصدر بھی آتا ہے۔ صَیْحَۃٌ بروزن فَعْلَۃٌ یہ صیاح کے ایک مرتبہ وقوع میں آنے کو بتاتا ہے اور صیاح صوتِ شدید (سخت عذاب) کو کہتے ہیں۔ یہاں الصیحۃ سے مراد حضرت اسرافیل کی آواز یا وہ آواز جو اُن کے صور پھونکنے سے پیدا ہوگی مراد ہے۔

== بِالْحَقِّ۔ بِالْیَقِیْنِ: یعنی جس دن سب لوگ یقینی طور پر آوازہ حشر سُن لیں گے اور انہیں کوئی شک وشبہ نہیں رہیگا کہ یہ واقعی آوازہ حشر ہے۔

== ذٰلِکَ۔ ای ذٰلِکَ الْیَوْمُ۔ وہ دن۔

== یَوْمُ الْخُرُوْجِ: مضاف مضاف الیہ، (قبروں سے) باہر نکل آنے کا دن، یوم قیامت کا نام ہے۔

۵۰ : ۴۳ == اَلْمَصِیْرُ، اسم ظرف ومصدر میمی۔ لوٹنے کی جگہ، لوٹنا۔ صَارَ یَصِیْرُ سے

۵۰:۴۴ = یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا: یہ یَوْمَ یُنَادِی سے بدل ہے وہ دن جب ان کے اوپر سے زمین پھٹ جائے گی۔ تشقق مضارع واحد مؤنث غائب تَشَقُّقٌ (تفعل) مصدر سے۔ بمعنی پھٹ جانا۔ شگافتہ ہونا۔ اصل میں تتشقق تھا۔ ایک تاء کو حذف کردیا گیا ہے۔ وہ پھٹ جائے گی۔ یعنی زمین پھٹ جائے گی۔

سِرَاعًا۔ ھوحال من الضمیر المجرور فی قولہ: عَنْهُمْ، ای تشقق الارض عنھم فی حال کونھم مسرعین الی الداعی دھو الملک الذی ینفخ فی الصور ویدعوا الناس الی الحساب والجزاء۔ اور یہ عنہم میں ضمیر مجرور ھُمْ سے حال ہے۔ مطلب یہ کہ زمین ان کے اوپر سے پھٹ جائے گی۔ درآں حالیکہ وہ پکارنے والے کی طرف تیز تیز بھاگ رہے ہوں گے۔ اور وہ پکارنے والا فرشتہ ہوگا جو صور پھونکیگا۔ اور لوگوں کو حساب وکتاب اور جزاء وسزا کے لئے پکارے گا۔ (اضواء البیان)

= قیامت کے روز لوگوں کا قبروں سے نکلنا اور محشر کی طرف تیز تیز دوڑنے کے متعلق قرآن مجید میں اور بھی بہت سی آیات ہیں جیسے یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا کَاَنَّهُمْ اِلٰی نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ (۷۰:۴۳) اس دن یہ قبروں سے نکل کر (اس طرح دوڑیں گے جیسے (شکاری، شکار کے) جال کی طرف دوڑتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ دوڑتے ہوئے، جلدی کرتے ہوئے سَرِیْعٌ کی جمع جو کہ سُرْعَۃٌ (باب فتح) مصدر سے جس کے معنی جلدی کرنا کے ہیں بروزن فعیل بمعنی فاعلٌ ہے۔

= ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ۔ ای ذٰلك علینا حشر یسیر۔ ذٰلِكَ: اسم اشارہ مراد اس سے یہ یک دم سب کا قبروں سے زندہ ہوکر نکل آنا ہے۔ عَلَيْنَا ہمارے لئے حَشْرٌ يَسِيْرٌ موصوف وصفت حَشْرٌ لوگوں کا اکٹھا کرنا حَشَرَ يَحْشُرُ (باب نصر) کا مصدر ہے يَسِيْرٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر يُسْرٌ مادہ۔ آسان، سہل، ترجمہ:۔ یہ ہمارے نزدیک ایک آسان جمع کرلینا ہے۔

عَلَيْنَا کا ذکر يَسِيْرٌ سے پہلے اظہار خصوصیت کے لئے ہے حشر اموات اسی کے لئے آسان ہوسکتا ہے جو بذات خود عالم وقادر ہو۔ اور کسی کام میں مشغولیت دوسرے کاموں سے اس کو غافل نہ بنا سکے اور ایسی ذات صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

۵۰:۴۵ = اَعْلَمُ خوب جاننے والا۔ علم سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔

= جَبَّارٍ۔ سرکش، جبر کرنے والا۔ زبردست دباؤ والا۔ جبر سے مبالغہ کا صیغہ خدا تعالیٰ

کے اسمار حسنیٰ میں سے ہے مَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ۔ آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں
= فَذَكِّرْ: امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، تَذْكِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ تو یاد دلا، تو سمجھا
تو نصیحت کر، بِالْقُرْاٰنِ قرآن کے ذریعے سے۔
= مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ۔ مَنْ موصولہ يَخَافُ وَعِيْدِ صلہ۔ موصول اپنے صلہ کے ساتھ
مل کر مفعول ذَكِّرْ کا۔
يَخَافُ مضارع واحد مذکر غائب خَوْفٌ باب فتح مصدر۔ ڈرتا ہے۔ وَعِيْدِ
مصدر، مضاف مجرور، اصل میں وَعِيْدِيْ تھا۔ میرا عذاب، میری طرف سے ڈراوا۔
ترجمہ:۔ آپ نصیحت کرتے رہیئے اس قرآن سے ہر اس شخص کو جو میرے عذاب سے
ڈرتا ہے:۔ — — — — —
— — — —
— — —

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۵۱) سورۃ الذّٰرِیٰت مَکِیَّۃ (۶۰)

۵۱ : ۱ == وَالذّٰرِیٰتِ ذَرۡوًا۔ واوٌ قسمیہ ہے جملہ قسمیہ ہے۔ ذَرۡوٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث ہے۔ ذَرۡوٌ بمعنی اڑنا۔ اڑانا۔ پراگندہ کرنا۔ جدا کرنا بکھیرنا۔ الذّٰرِیٰتِ ای الریاح التی تذرو التراب ..... ہوائیں جو مٹی یا بادلوں وغیرہ کو ادھر ادھر اڑاتی ہیں۔ ذَرۡوٌ۔ ہوا کی صفات میں سے مشہور صفت ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاَصۡبَحَ هَشِیۡمًا تَذۡرُوۡهُ الرِّیٰحُ ۔(۱۸ : ۴۵) پھر وہ چورا چورا ہو گئی کہ ہوائیں اسے اڑاتی پھرتی ہیں۔ ذَرۡوًا مفعول مطلق۔

بعض کے نزدیک الذاریٰت سے مراد عورتیں یا ملائکہ اور دوسرے (سماوی یا ارضی) اسباب ہیں جو روئے زمین پر مخلوق کو پھیلاتے ہیں۔

ترجمہ ہوگا: قسم ہے بکھیرنے والیوں کی جو اڑا کر بکھیرتی ہیں۔یعنی قسم ہے ان ہواؤں کی جو خاک وغیرہ اڑاتی ہیں۔

۵۱ : ۲ == فَالۡحٰمِلٰتِ وِقۡرًا: ف عاطفہ ہے اَلۡحٰمِلٰتِ اٹھانے والیاں۔ الحاملۃ کی جمع ہے حَمۡلٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث ہے معطوف ہے اس کا عطف الذّٰرِیٰت پر ہے۔ اس سے قبل واوٌ قسمیہ مقدرہ ہے وِقۡرًا قائم مقام مصدر کے ہے۔ جیسے کہتے ہیں ضَرَبۡتُہٗ سَوۡطًا۔ یا مفعول بہٖ ہے۔ وِقۡرًا بمعنی بوجھ۔

اضواء البیان میں ہے:۔

وَقۡرًا۔ ای ثقلا من الماء یعنی پانی کا بوجھ: اس معنی کے لحاظ سے الحملٰت وقرًا (پانی کا بوجھ اٹھانے والیاں) سے مراد سحاب یعنی بادل ہے۔قرآن مجید میں بادلوں کی صفت الثقال ۔(بوجھل۔ ثقیل کی جمع) بیان فرمائی گئی ہے جیسے وَیُنۡشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ (۱۳ : ۱۲) اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔ ترجمہ:۔ پھر قسم ہے ان بادلوں کی جو بارش کے پانی کا بوجھ

اٹھائے ہوتے ہیں۔

بعض نے الحٰمِلٰت سے مراد السُّفُنُ کشتیاں لیا ہے جو لوگوں کا اور ان کے مال و متاع کا بوجھ اٹھائے پانی پر تیرتی پھرتی ہیں۔

بعض نے الحٰمِلٰتِ وِقرًا سے ہوائیں ہی مراد لیا ہے وجہ ظاہر ہی ہے (پانی کا بوجھ بادلوں کی صورت میں اٹھائے پھرتی ہیں۔

۵۱: ۳ = فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا۔ اس کا عطف بھی الذّٰرِیٰتِ پر ہے۔ الجٰرِیٰتِ چلنے والیاں جَرْیٌ باب ضرب مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث۔ چلنے والیاں۔ پانی کی طرح آرام سے چلنے والیاں۔ اکثر اہل علم نے اس سے مراد کشتیاں ہی لیا ہے یُسْرًا منصوب بوجہ مصدر محذوف کی صفت کے ہے تقدیر یوں ہے جَرْیًا ذَا یُسْرٍ۔ آرام سے سہل سہل چلنا۔ الجٰرِیٰتِ یُسْرًا ای السُّفُنُ تَجْرِیْ فِی الْمَاءِ جَرْیًا سَهْلًا۔ کشتیاں جو پانی میں سہل سہل چلتی ہیں۔

الجٰرِیٰتِ یُسْرًا۔ اور قسم ہے کشتیوں کی جو......

۵۱: ۴ = فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا۔ اس کا عطف بھی الذّٰریٰت پر ہے۔ المُقَسِّمٰتِ۔ تَقْسِیْمٌ (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث ہے۔ تقسیم کرنے والیاں۔ اَمْرًا منصوب بوجہ مفعول بہ ہونے کے۔ کہا جاتا ہے قَسَمَ الرِّزْقَ اس نے رزق تقسیم کیا۔ اَمْرًا واحد آیا ہے لیکن مراد اس سے امور جمع ہے۔

المقسّمٰتِ امرًا۔ تقسیم کرنے والیاں مختلف چیزوں کو، یا کاموں کو، مراد یہاں فرشتے ہیں۔ جو رزق بارش وغیرہ لوگوں کے درمیان تقسیم کرتے ہیں۔

فَائِدَہ: مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ چار چیزیں کیا ہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ یہ چاروں مختلف چیزیں ہیں۔ ذٰرِیٰت سے مراد ہوائیں۔ حٰمِلٰت سے مراد بادل۔ جٰرِیٰت سے مراد کشتیاں اور مقسّمٰت سے مراد ملائکہ ہیں۔ بعض کے نزدیک چاروں سے مراد ایک ہی چیز اس کی صفات مختلفہ کے لحاظ سے مراد ہے۔

پھر اس میں بھی دو قول ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ ان سب سے مراد ہوائیں ہیں۔ ذٰرِیٰت وہ ہوائیں جو غبار اڑاتی ہیں جن سے اخیر میں بادل پیدا ہوتے ہیں۔ حٰمِلٰت سے مراد وہ ہوائیں جو پانی سے بھرے بادل لئے پھرتی ہیں۔ اور جٰرِیٰت یُسْرًا: وہ ہوائیں جو پانی برسنے کے وقت نرم نرم چلا کرتی ہیں۔ اور مقسّمٰتِ امرًا سے مراد وہ ہوائیں جو بادلوں کو پھیلا کر بارش کو تقسیم کرتی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ سب سے

مراد ملائکہ ہیں جو ان خدمات پر مامور ہیں

۵:۵۱ == اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ : اِنَّ حرف مشبہ بالفعل حرف تحقیق ہے بمعنی تحقیق بے شک، یقیناً۔ مَا موصولہ۔ تُوْعَدُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ وَعْدٌ (باب ضرب) مصدر سے صلہ۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے موصول وصلہ مل کر اسم اِنَّ۔ لَصَادِقٌ لام تاکید صَادِقٌ سچا۔ صِدْقٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ یہ اِنَّ کی خبر ہے بے شک جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچ ہے۔ یہ آیت جواب قسم ہے۔

۶:۵۱ == وَاِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الدِّیْنَ اسم اِنَّ۔ لَوَاقِعٌ اِنَّ کی خبر، اَلدِّیْنَ منصوب بوجہ اسم اِنَّ۔ دَانَ یَدِیْنُ (باب ضرب) کا مصدر ہے۔ بمعنی جزاء وسزا۔ شریعت۔ حکم ماننا۔ اطاعت کرنا۔ مگر اس کا استعمال اطاعت اور شریعت کی پابندی کے معنی میں ہوتا ہے۔ اور بے شک اعمال کی جزاء وسزا واقع ہو کر رہے گی۔

۷:۵۱ == وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ۔ واؤ قسم کی ہے السَّمَآءِ منصوب بوجہ عمل واؤ قسمیہ ہے موصوف ذَاتِ الْحُبُكِ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت السمآء کی۔ قسم ہے آسمان کی جس میں راستے ہیں۔ حُبُكٌ جمع ہے حِبَاكٌ کی جیسے مِثَالٌ کی جمع مُثُلٌ ہے بمعنی ریت کے ٹیلے کا راستہ۔ یا حَبِیْكَۃٌ کی جیسے طریقۃ کی جمع طُرُقٌ ہے بمعنی ستاروں کے درمیان کا راستہ بیضاوی نے اس کا مطلب لیا ہے۔

ذات الطرائق والمراد اما الطرائق المحسوسۃ التی ھی مسیر الکواکب او المعقولۃ التی یسلکھا النظار وتتوصل بھا الی المعارف۔ راہوں والا۔ راہوں سے مراد ہیں محسوس راستے، یعنی ستاروں کی گذرگاہ یا عقلی راستے جس پر اہل بصیرت چل کر معرفت کے مقام پر پہنچتے ہیں۔

۸:۵۱ اِنَّكُمْ کفار مکہ کو خطاب ہے۔

== لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ : لام تحقیق کے لئے۔ فِیْ حرف جار قول مُخْتَلِفٍ موصوف وصفت مل کر مجرور۔ تحقیق تم قیامت کے بارے میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یا قرآن کے بارے میں مختلف اقوال رکھتے ہو۔ کوئی قیامت کے آنے میں شک کرتا ہے کوئی اس کو محال خیال کرتا ہے کوئی اس سے بالکل انکار کرتا ہے، کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہتا ہے کوئی جادوگر کہتا ہے اور کوئی دیوانہ خیال کرتا ہے۔ اور کوئی قرآن مجید کو داستانِ پارینہ بتاتا ہے کوئی اسے خود ساختہ بتاتا ہے۔

۹:۵۱ == یُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ۔ یُؤْفَكُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِفْكٌ (باب ضرب)

مصدر۔ وہ پھیرا جاتا ہے وہ بھٹکایا جاتا ہے۔ عَنْهُ میں ضمیر واحد مذکر غائب یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے یا قرآن مجید کی طرف، مَنْ موصولہ اُفِكَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب وہ پھیر اگیا۔

صاحب قاموس لکھتے ہیں:۔ رجل مأفوك مصروف عن الحق الی الباطل: یعنی جو شخص حق سے منہ موڑ کر باطل کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اسے مافوک کہتے ہیں۔ اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ:۔

جو شخص حق قبول کرنے سے منہ موڑ لیتا ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق اس کی دستگیری نہیں کرتی اور اُسے گمراہی کی ڈگر پر دوڑنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے۔

۵۱: ۱۰ = قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ۔ خَرّٰصُوْنَ: اٹکل دوڑانے والے۔ جھوٹ بکنے والے، خَرْصٌ (باب نصر) مصدر سے۔ مبالغہ کا صیغہ جمع مذکر ہے خراصٌ واحد۔ الخرص۔ پھلوں کا اندازہ لگانا۔ اندازہ کئے ہوئے پھلوں کو خرص کہتے ہیں۔ جو بمعنی مخروص ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ خَرْصٌ بمعنی كِذْبٌ بھی آتا ہے۔ چنانچہ آیت کریمہ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ (۶:۱۱۶) (یہ تو صرف اٹکلیں دوڑاتے ہیں) میں لبعض نے کہا ہے کہ یَخْرُصُوْنَ بمعنی یکذبون ہے یعنی وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ چنانچہ آیت زیر مطالعہ کے معنی۔ اٹکل کرنے والے ہلاک ہوں" اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو، یا جھوٹے ہلاک ہو جائیں"۔ آتے ہیں۔ (کفار کے لئے بد دعا ہے)

۵۱: ۱۱ = اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ۔ الذین اسم موصول۔ اگلا جملہ اس کا صلہ۔ غَمْرَةٍ غَمْرٌ کا اصلی معنی کسی چیز کے اثر و نشان کو مٹا دینا ہے۔ کثیر پانی کو بھی غَمْر کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی اپنی بہنے کی جگہ کو چھپا دیتا ہے۔ چونکہ جہالت بھی جاہل کو بالکل ڈھانپ دیتی ہے اور لوگوں کی آنکھوں سے اسے اوجھل کر دیتی ہے اس لئے اسے بھی غمرۃ کہا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے فَذَرْهُمْ فِیْ غَمْرَتِهِمْ (۲۳:۵۴) تو ان کو ان کی غفلت میں ہی رہنے دے۔

غَمَرٰتٌ کے معنی شدائد و سختیاں بھی ہے کیونکہ وہ بھی انسان پر ہجوم کر کے اسے بدحواس کر دیتی ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ (۶:۹۳) (جب) موت کی سختیوں میں

= سَاهُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر۔ سَهْوٌ (باب نصر) مصدر بمعنی غافل ہونا۔ سَاهُوْنَ بے خبر، غافل، بھولنے والے۔ سَاهُوْنَ اصل میں سَاهِیُوْنَ تھا (بروزن فاعلون) ی مضموم ماقبل مکسور، ضمہ ی پر ثقیل ہوا۔ نقل کر کے ماقبل کو دیا۔ اب واؤ اور ی دو ساکن جمع ہوئے ی کو حذف کر دیا۔

امام راغب لکھتے ہیں:۔ غفلت سے جو خطا ہو اسے سہو کہتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں:۔

ایک یہ کہ انسان سے ایسی چیزیں سرزد ہوں جو اس خطا کو کھینچتی اور پیدا کرتی ہیں جیسے دیوانہ کسی انسان کو گالی دے۔ دوسرے یہ کہ اس سے ایسی چیزیں سرزد ہوئیں جو اس خطا کو پیدا کرتی ہیں جیسے وہ شخص کہ جس نے شراب پی اور پھر اس سے کوئی برائی بغیر اس برائی کے ارادہ کے ظہور میں آئی۔ تو پہلی خطا تو اس کو معاف ہے اور دوسری پہ ماخوذ ہوگا۔ اور دوسری طرح کی خطا پر حق تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے۔ جیسے آیت ہذا۔ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ: یا۔ اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ (۱۰۷: ۵)۔ پہلی آیت کا ترجمہ۔ غفلت میں بھول رہے ہیں۔ دوسری آیت کا ترجمہ۔ جو نماز کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔

۵۱: ۱۲ = یَسْـَٔلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب سُؤَالٌ (باب فتح) مصدر۔ وہ پوچھتے ہیں۔ (طلب علم کے لئے نہیں بلکہ بطور استہزاء)

= اَیَّانَ: کب، (متیٰ کے معنی سے قریب) کسی شے کا وقت دریافت کرنے کے لئے آتا ہے بعض لوگ اس کی اصل اَیَّ اَوَانٍ بمعنی کونسے وقت بتاتے ہیں۔ الف کو حذف کرکے واؤ کو یا کیا گیا پھر یٰ کو یٰ میں ادغام کردیا۔ اَیَّانَ ہوگیا۔

= یَوْمُ الدِّیْنِ۔ مضاف مضاف الیہ، جزاو سزا کا دن، قیامت کا دن۔

۵۱: ۱۳ = یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ یُفْتَنُوْنَ۔ ای قیل لهم جوابًا یقع یوم الدین یوم هم علی النار یُفتنون: جوابًا ان سے کہا جائے گا۔ یَوْمُ الدین (روز جزا) اس دن واقع ہوگا (یا وہ دن ہوگا) جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے: یَوْمَ بوجہ مفعول فیہ منصوب ہے

= یُفْتَنُوْنَ: مضارع مجہول جمع مذکر غائب فَتْنٌ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی عذاب دینا دکھ دینا۔ آزمائش میں ڈالنا۔

عرب کہتے ہیں فتنت الذَّهَبَ ای اَحْرَقْتُهُ لتختبرہ یعنی جب تو سونے کو پرکھنے کے لئے آگ میں جلائے تو کہا جاتا ہے فتنت الذهب۔ آیت میں یُفْتَنُوْنَ اسی معنی میں مستعمل ہے یعنی جس روز انہیں آگ میں تپایا جائے گا۔

۵۱: ۱۴ = ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ: ذُوْقُوْا امر جمع مذکر حاضر۔ ذَوْقٌ (باب نصر) مصدر۔ تم چکھو فِتْنَتَكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ فَتْنٌ مصدر۔ اگرچہ بمعنی سونے کو آگ میں اس کا کھوٹا کھرا معلوم کرنے کے لئے گھلانا ہے۔ لیکن اس لحاظ سے کسی انسان کو آگ میں ڈالنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۳ متذکرۃ الصدر) اور اس کا اطلاق نفس عذاب پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ آیت ہذا میں فِتْنَتَكُمْ: تمہاری شرارت کا مزہ، یعنی عذاب کا مزہ — اپنے عذاب کا مزہ چکھو

ھٰذَا الَّذِیْ میں ھٰذَا کا اشارہ عذاب (فتنۃ) کی طرف اشارہ ہے۔

== کُنْتُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ: ماضی استمراری جمع مذکر حاضر استعجال (باب استفعال) مصدر۔ کسی چیز کا جلدی ہونے کی چاہت کرنا۔ بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب اس چیز کے لئے ہے جس کا جلدی ہو نا وہ چاہا کرتے تھے (یعنی عذاب)

ترجمہ ہوگا۔ یہی ہے وہ جزاء وسزا جس کے لئے تم جلدی مچایا کرتے تھے۔

۵۱: ۱۵ == اوپر منکرین کا مآل بیان ہوا اب مومنین کے انعام واکرام کا ذکر ہے۔

== عُیُوْنٍ۔ جمع ہے عَیْنٌ کی بمعنی چشمہ یا چشمہ۔ قرآن مجید میں اس لفظ کا استعمال انہی دو معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ گو وہ بہت سے مختلف معانی میں مستعمل ہے

امام راغب کے نزدیک اس کے اصل معنی آنکھ کے ہیں۔ اور دیگر معانی میں اس کا استعمال بطور استعارہ ہے چنانچہ ان کے خیال میں چشمہ کو عَیْن کہتے ہیں وہ اسی تشبیہ کی بنا پر کہتے ہیں کہ جس طرح آنکھ سے قطراتِ اشک ابلتے ہیں اسی طرح چشمہ سے پانی ابلتا ہے

۵۱: ۱۶ == اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰھُمْ رَبُّھُمْ۔ جملہ حالیہ ہے دراں حالیکہ وہ لے رہے ہوں گے جو ان کا پروردگار ان کو عطا کرے گا۔ اٰخِذِیْنَ اسم فاعل صیغہ جمع مذکر منصوب اَخْذٌ (باب نصر) مصدر سے۔ لینے والے۔ مَا موصولہ۔ اٰتٰھُمْ رَبُّھُمْ۔ اس کا صلہ۔ موصول اور صلہ مل کر اٰخِذِیْنَ کا مفعول۔

== قَبْلَ ذٰلِکَ۔ ای فی الدنیا۔

== مُحْسِنِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، احسان (افعال) مصدر۔ فرلیضہ سے زیادہ ادا کرنے والے ہر قسم کی خوبی پیدا کرنے والے۔

اعمال میں احسان دو طرح کا ہوتا ہے

۱۔ کسی کو اس کے حق سے زیادہ دینا۔ اور اپنے حق سے کم لینا۔

۲۔ اپنے اعمال میں خوبی پیدا کرنا۔ یعنی فرض سے آگے بڑھ کر مستحبات کو بھی ادا کرنا۔ جو چیز واجب نہ ہو اور اس میں کچھ نہ کچھ شرعی خوبی ہو اس کو بھی ادا کرنا۔

احسان بمعنی ۱، کے مفعول پر الیٰ یا باء آتا ہے جیسے اَحْسِنْ اِلٰی زَیْدٍ زید سے بھلائی کر اور بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (۶۱: ۱۷: ۲۳) ماں باپ سے اچھا سلوک کرو۔

اور احسان بمعنی (۲) متعدی بنفسہٖ ہے مفعول پر کوئی حرف جر نہیں آتا۔ جیسے اَحْسِنِ الْوُضُوْءَ۔ اچھی طرح سے وضو کرو۔ (یہ آیت متقین کی صفت میں ہے)

۵۱: ۱۷ = كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ . قَلِيْلًا ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے بمعنی تھوڑا حصہ۔ مَا زائدہ تاکید کے لئے ہے ای کانوا یھجعون قلیلا من الیل وہ رات کا تھوڑا حصہ سویا کرتے تھے۔ (یعنی رات کا اکثر حصہ جاگ کر خدا کی عبادت کیا کرتے تھے) کَانُوْا یھجعون۔ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اور یھجعون مضارع جمع مذکر غائب ھُجُوْعٌ (باب فتح) مصدر بمعنی رات کو سونا۔ ھَاجِعٌ رات کو سونے والا۔ یہ جملہ تعریف ہے المتقین کی۔

۵۱: ۱۸ - اَسْحَارِ. سَحَرٌ کی جمع ہے صبح کا وقت۔ صبح کے اوقات

هُمْ ضمیر محسنین کے لئے ہے یَسْتَغْفِرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ استغفار (استفعال) مصدر وہ معافی مانگا کرتے تھے۔ یہ آیت بھی المتقین کی صفت ہے۔

۵۱: ۱۹ = وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ : یہ چوتھی صفت ہے المتقین کی۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اَمْوَالِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے مال میں۔ سائل اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر سُؤَالٌ (باب فتح) مصدر۔ مانگنے والا۔ سوال کرنے والا۔

اَلْمَحْرُوْمِ : اسم مفعول واحد مذکر، وہ مسلمان رشتہ دار، جس کا میراث سے حصہ نہ نکلتا ہو۔ بدنصیبی کی وجہ سے نادار۔ تنگ دست جس کی کمائی نہ ہو۔ سوال نہ کرنے والا۔ حیا سے نہ مانگنے والا۔ جس کو حیا نے سوال سے روک دیا ہو۔

مادہ حرم کے لئے روک، منع، بازداشت کا مفہوم لازم ہے۔ تمام مشتقات میں یہ مفہوم مشترک ہے کَرُمَ سے لازم اور ضَرَبَ سے متعدی۔ اور سمع سے کبھی لازم اور کبھی متعدی۔ آتا ہے۔

زید بن اسلم نے کہا کہ محروم سے وہ شخص مراد ہے جس کے باغوں کے پھلوں پر یا کھیتی پر یا مویشیوں کے بچوں پر کوئی (آسمانی یا زمینی) آفت آگئی ہو۔ (اور باغ کھیت یا جانور تباہ ہو گئے ہوں) محمد بن کعب قرظی نے بھی یہی کہا اور اس معنی کے ثبوت میں آیت اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ۔ (۵۶: ۶۶-۶۷) پڑھی۔

۵۱: ۲۰ = اَلْمُوْقِنِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر معرفہ مجرور۔ اِيْقَانٌ (افعال) مصدر۔ اہل ایمان اہل توحید۔ اہل یقین، یقین کرنے والے۔ ی ق ن حروف مادہ۔

۵۱: ۲۱ = وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ واؤ عاطفہ، جملہ کا عطف فِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ پر ہے۔ اور خود تمہاری ذات میں بھی (اللہ کی نشانیاں ہیں)

= اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ : اَ استفہامیہ ہے۔ ف عاطفہ کا عطف محذوف پر ہے ای اَلَا تَنْظُرُوْنَ

فَلَا تُبْصِرُوْنَ (العین البصیرۃ) کیا تم نہیں دیکھتے ہو اور پھر کیا تم چشم بصیرت سے نہیں دیکھتے ہو
۵۱: ۲۲ == وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ۔ اور تمہارا رزق آسمان میں ہے۔ یعنی اس کی تقدیر (اس کی تقسیم ومقدار مقرر کرنا) اور تعیین (معین کرنا۔ کوٹہ مقرر کرنا۔ الاٹ کرنا) آسمان پر ہوتی ہے۔ آسمان سے مراد اوپر کی جہت جس سے مقصود تقدیر ومشیت الٰہی ہے۔ تقدیری باتوں اور مشیتی اسباب کو آسمانی کہا کرتے ہیں۔ شرف وفوقیت کے لحاظ سے۔
== وَمَا تُوْعَدُوْنَ: واوٗ عاطفہ، مَا تُوْعَدُوْنَ موصول وصلہ مل کر جملہ معطوف ہے جس کا عطف رِزْقُكُمْ پر ہے یعنی جن چیزوں کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے جنت و دوزخ، خیر وشر سب اوپر سے ہے۔
۵۱: ۲۳ == فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ ف عطف اور ترتیب کے لئے ہے واوٗ قسمیہ رَبِّ السَّمَآءِ مضاف مضاف الیہ واوٗ عاطفہ، الارض معطوف جس کا عطف السَّمَآءِ پر ہے پس قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی۔
== اِنَّهٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب کے مرجع کی بابت مختلف اقوال ہیں۔
یہ جو کچھ اوپر بیان ہوا۔ یعنی قیامت، عذاب وثواب، رزق وعدہ وعید، وغیرہ ہو سکتا ہے۔
یا اس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن مجید۔ یا دین۔ یا جو کچھ ابتداء سورت سے یہاں تک مذکور ہوا۔
== لَحَقٌّ: لام تاکید کا۔ حق سچ (ای ما ذکرناہ من اول السورۃ الی ھنا الحق۔ جو کچھ ہم نے ابتداء سورۃ سے یہاں تک بیان کیا ہے سچ ہے۔
== مِثْلَ: طرح۔ مَا موصولہ۔ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ۔ جملہ ما موصولہ کا صلہ۔ تَنْطِقُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نُطْقٌ (باب ضرب) مصدر۔ تم بولتے ہو۔
بعینہٖ اسی طرح جس طرح تم باتیں کر رہے ہو۔ پس پروردگار آسمان وزمین کی قسم یہ بات ایسے ہی حق ہے جس طرح کہ تمہارا بولنا۔
۵۱: ۲۴ == هَلْ اَتٰىكَ۔ هَلْ استفہامیہ اَتٰى ماضی واحد مذکر غائب اِتْيَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر، کیا تیرے پاس آئی۔ کیا تیرے پاس پہنچی۔
== حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ۔ حَدِيْثُ بات، خبر، قصہ، مضاف ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ مضاف مضاف الیہ مل کر، مضاف الیہ حدیث کا۔ (حضرت) ابراہیم کے مہمانوں کی خبر۔
ضَيْفِ اصل میں مصدر ہے لہٰذا واحد جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ مہمانوں کی تعداد

زیادہ سے زیادہ گیارہ اور کم سے کم تین بتائی گئی ہے۔
= المُکْرَمِیْنَ: اسم مفعول جمع مذکر۔ کَرْمٌ (باب کَرُمَ) مصدر۔ بمعنی باعزت ہونا۔ شریف ہونا المکرمین۔ معززین۔

۵۱:۲۵ = اِذْ۔ اسم ظرف زمان۔ جب۔
= فَقَالُوْا: میں ف تعقیب کا ہے بمعنی تو۔
= سَلٰمًا: مفعول مطلق ہے ای فَقَالُوْا نُسَلِّمُ عَلَیْكَ سَلٰمًا۔ ہم آپ کو سلام عرض کرتے ہیں
= قَالَ سَلٰمٌ: ای قال ابراھیم: وعلیکم سلام۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواباً فرمایا اور آپ پر بھی سلام ہو۔
= قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ، موصوف و صفت۔ مُنْكَرُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ نَكْرٌ (باب سمع) مصدر۔ ناآشنا۔ غیر معروف، انجان، شناخت میں نہ آئے ہوئے۔

اس جملہ کی دو صورتیں ہیں۔
ایک یہ کہ یہ جملہ حضرت ابراہیم نے کہا دل میں کہ یہ لوگ اجنبی معلوم دیتے ہیں (انہ علیہ السلام قالہ فی نفسہ) دوم یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں سے دریافت کرنے کے لئے ان سے کہا ہو (قال لھم فی للتعرف انتم قوم منکرون: انہوں نے تعارفاً کہا۔ آپ اجنبی معلوم دیتے ہیں جیسے ہم انجان ملاقاتی سے کہہ لیتے ہیں کہ معاف کرنا میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔

۵۱:۲۶ = فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ: ف عطف اور ترتیب کے لئے ہے۔ رَاغَ ماضی واحد مذکر غائب۔ رَوْغٌ (باب نصر) مصدر بمعنی چپکے سے کسی چیز کی طرف ہونا۔ خفیہ داؤ گھات لگانا۔ یعنی وہ چپکے سے اپنے اہل خانہ کی طرف گیا۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ (۳۷:۹۱) وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام) چپکے سے گھات لگا کر ان کے بتوں کی طرف گئے۔
= فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ، ف ترتیب کی ہے۔ عِجْلٍ بچھڑا۔ گائے کا بچہ، موصوف سَمِيْنٍ: فربہ، موٹا تازہ، سمین (باب سمع) مصدر سے بروزن فعیل صفت مشبہ ہے اس کی جمع سمان ہے۔ صفت اپنے موصوف کی، موٹا تازہ بچھڑا لایا (بھنا ہوا)

۵۱-۲۷ = فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ: ف عاطفہ ترتیب کا ہے قَرَّبَ ماضی واحد مذکر غائب۔ تقریب (تفعیل) مصدر، پھر ان کے نزدیک کر دیا۔ یعنی ان کے قریب رکھ دیا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب عجل سمین کے لئے ہے، اِلَيْهِمْ میں ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب

مہمانوں کے لئے ہے۔
== اَلَا تَاْکُلُوْنَ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے لَا تَاْکُلُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ اَکْلٌ (باب نصر) مصدر، آپ کھاتے کیوں نہیں۔

۵۱: ۲۸ == فَاَوْجَسَ: ف عاطفہ سببیہ ہے اَوْجَسَ ماضی واحد مذکر غائب، اِیْجَاسٌ (افعال) مصدر بمعنی دل میں محسوس کرنا۔ قلب میں پوشیدہ آواز پانا۔ اس نے محسوس کیا۔
== خِیْفَةً: خوف، ڈر۔ خاف یخاف کا مصدر ہے (باب فتح) بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہے
== قَالُوْا۔ یعنی مہمانوں نے کہا۔
== لَا تَخَفْ فعل نہی واحد مذکر حاضر خَوْفٌ باب فتح مصدر۔ تو نہ ڈر۔ خوف مت کہا۔
== بَشَّرُوْهُ۔ ماضی جمع مذکر غائب تبشیر (تفعیل) مصدر۔ خوش خبری دینا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب، جس کا مرجع حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ان مہمانوں نے حضرت ابراہیم کو خوشخبری دی۔
== بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ: غلام علیم: موصوف وصفت۔ صاحب علم بیٹے کی۔

فائدہ: قبائلی زندگی میں ایک دستور تھا کہ اگر مہمان ضیافت قبول کرلیتا۔ تو سمجھا جاتا کہ اس کا آنا خیر سے ہوا ہے لیکن اگر وہ کھانا کھانے سے انکار کردے تو سمجھ لیا جاتا کہ کسی بُری نیت سے مہمان آیا ہے۔ جب فرشتوں نے کھانا کھانے کے لئے ہاتھ نہ بڑھائے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک گونہ خوف، خدشہ محسوس ہونے لگا۔

مہمانوں نے صورتِ حال بھانپ لی اور میزبان کی تسلی کے لئے کہا کہ خوف مت کھائیے ہم اللہ کے فرستادہ ہیں اور حضرت لُوط کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ ساتھ ہی انہوں نے حضرت ابراہیم کو ایک بیٹے کی خوشخبری دی خداوند کریم کی طرف سے۔ یہ فرزند ارجمند جو خدا نے عنایت فرمایا حضرت اسحٰق علیہ السلام تھے۔

۵۱: ۲۹ == اَقْبَلَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اقبال (افعال) مصدر۔ وہ سامنے آئی وہ متوجہ ہوئی۔ اس کی تشریح میں مختلف اقوال ہیں۔

اول یہ کہ حضرت سارہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ) قریب کسی جگہ الیسے زاویہ میں بیٹھی تھیں جہاں سے وہ مہمانوں کی نظر سے تو اوجھل تھیں لیکن ان کی گفتگو سن رہی تھیں بیٹے کی بشارت پر وہ سامنے آئیں یا ان کی طرف متوجہ ہوئیں۔ دوم یہ کہ وہ وہیں پاس ہی تھیں بیٹے کی بشارت پر

مہمانوں کی طرف متوجہ ہوئیں۔ سورۃ ہود (۱۱: ۶۹ تا ۷۶) میں یہ واقعہ تفصیل سے آیا ہے آیت (۱۱: ۷۱)
میں ہے وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ ..... اور ابراہیم کی بیوی (جو پاس کھڑی تھی ہنس پڑی۔
اس صورت میں اَقْبَلَتْ فِیْ صَرَّةٍ کے معنی ہوں گے وہ لگی چلانے جیسا کہا جاتا ہے اقبل لیشتمنی
وہ مجھے گالیاں دینے لگا۔

= اِمْرَاَتُهٗ۔ اس کی عورت، اس کی زوجہ، اس کی بیوی۔ مراد اس سے حضرت سارہ زوجہ
حضرت ابراہیم ہیں۔

= فِیْ صَرَّةٍ۔ ص ر ر مادہ۔ ہر دو باب نصر، مصدر صَرٌّ، باب ضرب صَرٌّ وصَرِيْرٌ
سے ہے۔ پہلی صورت میں اس کے معنی انسانوں کی جماعت جو باہم ملی جلی ہوئی ہو گویا وہ کسی تھیلی میں
باندھ دیئے گئے ہوں۔ لیکن یہ معنی یہاں مراد نہیں ہیں۔ دوسری صورت میں اس کے معنی ہیں چیخ۔ شدت
الصوت، اور یہی معنی یہاں مراد ہیں۔

سورۃ ہود (۱۱- ۷۱) میں اسی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ
اور اس کی بی بی (جو پاس کھڑی تھیں ہنس پڑی۔ یہاں فِیْ صَرَّةٍ آیا ہے چیختی ہوئی آئی۔
مطلب چیخنے سے شدت الصوت ہے۔ یہ دونوں صورتیں متضاد نہیں ہیں۔ حضرت سارہ کو
اپنی ضعیف العمری اور بانجھ پن کا شدت سے احساس تھا (ان کی عمر اس وقت ۹۰ سال کی بیان ہوئی ہے)
جب انہوں نے بیٹے کی خوشخبری سنی۔ تو فرحت وانبساط کا احساس بھی اتنا ہی شدید تھا۔ ان دونوں احساسات
کی موجودگی میں مافی الضمیر کا اظہار کچھ ایسی ہی صورت میں ہو سکتا ہے جس میں ہنسی خوشی اور شدت الصوت کا
آمیزہ ہو۔ لہٰذا یہاں فی صرۃ کا معنی بولتی، پکارتی جو مولٰنا اشرف علی تھانوی نے اختیار کیا ہے زیادہ صحیح ہے۔
صاحب تفسیر حقانی رقمطراز ہیں:۔
صَرَّةٍ کے معنی ہیں آواز اور چیخنے کے، اگر مراد کھل کھلا کر ہنسنا ہے۔
فِیْ صَرَّةٍ الجار والمجرور موضع حال میں ہے۔

= فَصَكَّتْ: فَ عاطفہ وترتیب کے لئے ہے صَكَّتْ ماضی واحد مؤنث غائب صكٌّ (باب
نصر) مصدر معنی کوٹنا۔ زور زور سے پیٹنا۔ اس نے پیٹ لیا۔

وَجْهَهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ وَجْهٌ چہرہ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اپنا چہرہ، اور اپنا چہرہ
پیٹ لیا۔

= وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ: واؤ عاطفہ قَالَتْ واحد مؤنث غائب ماضی معروف۔ عَجُوْزٌ
عَقِيْمٌ۔ معطوف علیہ معطوف تقدیر کلام ہے وَقَالَتْ اَنَا عَجُوْزٌ وَّعَقِيْمٌ۔

عَجُوْزٌ : بڑھیا۔ عجز الانسان : انسان کا پچھلا حصہ، تشبیہ کے طور پر ہر چیز کے پچھلے حصے کو عجز کہہ دیا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے کَاَنَّھُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ (۶۹: ۷) جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے۔

عجز کے اصل معنی کسی چیز سے پیچھے رہ جانا یا اس کے ایسے وقت میں حاصل ہونا کے ہیں جبکہ اس کا وقت نکل چکا ہو۔ لیکن عام طور پر یہ لفظ کسی کام کے کرنے سے عاجزرہ جانے پر بولا جاتا ہے اور یہ القُدرۃ کی ضد ہے قرآن مجید میں ہے اعجزت ان اکون مثل ھذا الغراب (۵: ۳۱) مجھ سے ایسا بھی، اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس کوے کے برابر ہوتا۔

بڑھیا کو عجوز اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ بھی اکثر امور سے عاجز ہو جاتی ہے عجوز کی جمع عجائز اور عجز ہے۔

= عَقِیْمٌ (ع ق م، مادہ) العقم اصل میں اس خشکی کو کہتے ہیں جو کسی چیز کا اثر قبول کرنے سے مانع ہو۔ چنانچہ محاورہ ہے عَقِمَتْ مَفَاصِلُہٗ اس کے جوڑ خشک ہو گئے۔

العقیم : (بانجھ) وہ عورت جو مرد کا مادہ قبول نہ کرے چنانچہ کہا جاتا ہے عقمت المرأۃ او الرحم عورت بانجھ ہو گئی یا رحم خشک ہو گیا۔

وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ : اور کہنے لگی (میں بچہ کیسے جنوں گی) ایک بڑھیا۔ دوسرے بانجھ (ہوں)، قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْھِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ (۵۱: ۴۱) جب بھیجی ہم نے ہوا ان پر جو خیر سے خالی تھی۔

۵۱: ۳۰ = قَالُوْا۔ یعنی مہمانوں نے کہا۔

= کَذٰلِکِ۔ کَ تشبیہ کا ذٰلِکَ اسم اشارہ، مشار الیہ : کہ تیرے ایک بیٹا ہوگا۔

کَذٰلِکِ قَالَ رَبُّکِ۔ تیرے پروردگار نے ایسے ہی فرمایا تھا۔ ہم اللہ کی جانب سے تجھے خبر دے رہے ہیں

= اَلْحَکِیْمُ الْعَلِیْمُ : یعنی صفت میں حکیم ہے (اس کی صنعت پر حکمت ہے)

اَلْعَلِیْمُ : یعنی وہ ماضی کو بھی جانتا ہے اور مستقبل سے بھی واقف ہے۔ اس لئے اس کا قول سچا اور فعل محکم (ناقابل شکست) ہے اس کے خلاف نہیں ہو سکتا)